تاریخ مشائخِ نقشبندیہ

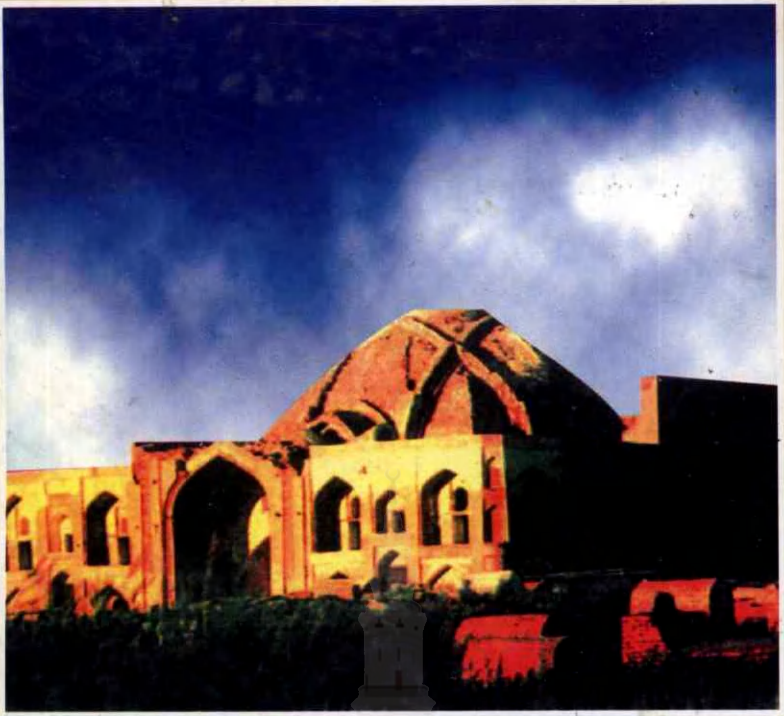

پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول للّٰہی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بسم الله الرحمن الرحيم

www.maktabah.org

www.maktabah.org

تاریخ مشائخ نقشبندیہ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

تاریخ مشائخِ نقشبندیہ

(لِلّٰہیہ)

تصوّف کے ایک اہم سلسلہ کے مشائخ عظام کا روشن تذکرہ، ان کے حالاتِ زندگی، تعلیمات، پاکیزہ سیرتوں، علمی، اصلاحی اور روحانی خِدمات کا تذکرہ، ان کے دور کے سیاسی اور سماجی حالات اور انکے اثرات کا ذکرِ جمیل، اِنتہائی محنت، تحقیق اور معمول کی روش سے ہٹ کر مرتب کیا گیا مرقع۔

از

پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول لِلّٰہی

www.maktabah.org

زاویہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

زیر اهتمام

صوفی سیف الرحمٰن نقشبندی

چیف ایگزیکٹیو بلال انجینئرنگ گلبرگ III لاہور

محمد رضاء الدین صدیقی

چیئرمین زاویہ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) لاہور

اس وثیقۂ علمی کی طباعت معروف ادارے بلال انجینئرنگ لاہور کے ذوق خدمت اور حسنِ اہتمام کا ثمرہ ہے۔ یہ ادارہ جہاں وطن عزیز کی صنعتی ترقی میں روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہیں بے شمار مثبت علمی و روحانی سرگرمیوں کا سرپرست و معاون بھی ہے۔ اس کتاب کے جملہ محاصل بھی زاویہ فاؤنڈیشن کے تحقیقی اور روحانی مقاصد کے لیے وقف کئے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل ان کی اس مساعی کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

سن طباعت	تعداد	ہدیہ
۲۰۰۷ء	۱۱۰۰	۳۶۰

مرکز ترسیل

مکتبہ زاویہ

C-8 دربار مارکیٹ لاہور

Ph#(0092)(42)7117152-7113553-03004360320

E-mail: zaviafoundation@hotmail.com

zaviafoundation_658@yahoo.com

www.maktabah.org

اِنتساب

حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ کے نام

جِن کا قول ہے

"جِس نے ایک دفعہ بھی میری جوتی سیدھی کی اس کی شفاعت کروں گا۔"

(قلمی خادم مُصنف)

میری اُمت میں سے وُہ شخص بھی ہوگا جو ایک جماعت کی شفاعت کرے گا، ان میں سے ایسا شخص بھی ہوگا جو ایک قبیلہ کی شفاعت کرے گا، ان میں سے وہ بھی جو ایک عصبہ کی شفاعت کرے گا اور ان میں وہ بھی ہوگا جو ایک آدمی کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ یہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔"

(فرمانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم بروایت ابو سعید خدری بحوالہ ترمذی)

www.maktabah.org

www.maktabah.org

فہرست

دیباچہ 11

پیش لفظ 17

رحمۃُ للعالمین حضرت محمّد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم 37

امیر المؤمنین حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ 121

صاحب رسُول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ 141

حضرت امام قاسم بن محمّد بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ 149

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ 153

سُلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ 163

حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ 175

حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ 189

حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ 193

حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ 197

خواجہ خواجگان حضرت عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ 205

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ 219

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ 221

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ 225

حضرت خواجہ محمّد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ 241

حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ 245

www.maktabah.org

امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	255
حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	289
حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	297
حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	301
حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ	323
حضرت خواجہ درویش محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ	325
حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	329
حضرت خواجہ محمد باقی باللّٰہ رحمۃ اللہ علیہ	333
امامِ ربّانی حضرت شیخ احمد مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	353
عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	405
حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ	429
حضرت سیّد نور محمدؒ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	435
شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جانجاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ	441
حضرت شاہ عبد اللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	469
حضرت خواجہ غلام محی الدّین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ	495
اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ	523
ثانی حضرت حافظ دوست محمدؒ للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ	585
ثالث حضرت حافظ محمد عبد الرّسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ	613
رابع حضرت حافظ محمد مقبول الرّسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ	631
رابع ثانی حضرت حافِظ محمد محبُوب الرسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ	669

www.maktabah.org

دیباچہ

کتاب اللہ کے بعد سنت رسول دین کا اہم ترین ماخذ ہے اور ہدایت کی وہ روشنی ہے جس سے صراط مستقیم کی جستجو ممکن ہے۔ اسی کا اتباع متلاشیانِ حق کی منزل مقصود ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے سیرت و سنت رسول کی حفاظت کی پوری کوشش کی اور اس سلسلہ میں تحقیق کا اعلیٰ ترین معیار سامنے رکھا۔ مشائخ کے تذکرے بھی در حقیقت اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُم لَا تَعْلَمُوْن (اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو)۔ گویا اہل ذکر بھی کتاب و سنت کے مکمل اتباع کے بعد ہمارے لئے روشنی کا مینار بن جاتے ہیں اور ان کے احوال و اقوال ہدایت کے سر چشمے قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا ان کے صحیح حالات کا تحفظ بھی ایک دینی فریضہ ہے بالخصوص ان لوگوں کے ذمہ جو ان کے پیروکار ہونے کے مدعی ہیں۔

اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی صوفیاء نے اپنے اپنے زمانہ میں پوری کوشش کی۔ اکابر مشائخ نقشبندیہ پر بھی بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سے اکثر زیرِ نظر کتاب کی ماخذ ہیں مگر زیادہ تر کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئیں جو اُس زمانہ کی عام فہم اور ادبی زبان تھی۔ آج کل جنوبی ایشیا کی نئی نسل میں فارسی زبان کی افادیت محدود ہو کر رہ گئی ہے اور اس زبان کے سمجھنے والے خال خال ہی ملتے ہیں۔ ان حالات میں اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ اردو زبان میں پوری تحقیق کے بعد ایسی جامع کتاب لکھی جائے جس سے دور جدید کی نوجوان نسل مشائخ کے مقام کا صحیح ادراک کر سکے۔

اردو زبان میں حالات مشائخ نقشبندیہ پر شاید پہلی کتاب اعلیٰ حضرت للّٰہی کے

www.maktabah.org

خلیفہ حضرت محمد حسن خان صاحبؒ بجوری نے تصنیف کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب معتبر ماخذوں سے ماخوذ تحقیقی مواد پر مبنی تھی اور رطب ویابس سے پاک تھی مگر یہ کتاب آج سے ایک صدی پہلے تصنیف کی گئی اس لئے اس کی زبان قدیم اور زیادہ تر معرب ہے، اسلوب بھی قدیم ہے یعنی نہ تو پیراگراف بنائے گئے ہیں اور نہ عبارت کا مضمون زیادہ واضح کرنے کی غرض سے ذیلی عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس کے مطالعہ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت موجود تھی کہ نئے اسلوب میں ایک کتاب تحریر کی جائے جو نسل نو کے لئے عام فہم اور مفید ہو۔

زیر نظر کتاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ زبان عام فہم ہو۔ پر تکلف ادبی رنگ جس سے عبارت کے اصل مفہوم کے غتر بود ہو جانے کا خدشہ ہو، سے احتراز کیا گیا ہے۔ تاہم اصطلاحات تصوف سے مفر ممکن نہ تھا۔ مفہوم کے صحیح ابلاغ کے لئے اصل اصطلاحات کا استعمال ہی ضروری ہوتا ہے۔ ان کا بدل لانا ممکن نہیں ہوتا۔ مختلف موضوعات کے الگ الگ عنوانات قائم کئے گئے ہیں اور پھر مختلف نکات کے لئے الگ پیراگراف بنائے گئے ہیں۔ ضرورت کے تحت ذیلی عنوانات بھی رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ مفہوم کے ابلاغ میں مزید سہولت ہو۔ تاہم اول الذکر کتاب کے مواد نے خاص طور پر اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں بنیاد کا کام دیا ہے۔

خانقاہی نظام کے بارے میں عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ اس کے متعلقین کسی کونے یا بیابان میں ساری عمر اللہ اللہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے گردوپیش اور معاشرتی مسائل سے لاتعلق رہتے ہیں اور انہیں اہل اسلام کے اجتماعی مسائل سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ اقامت دین کی جدوجہد میں ان کا کوئی حصہ نہیں بلکہ تصوف تو دنیا کے تلخ حقائق سے فرار کا دوسرا نام ہے۔ ماضی کے تذکرہ نگاروں نے اس خیال کو یوں تقویت بخشی کہ انہوں نے مشائخ کی معاشرتی اصلاح اور ترویج دین کی کوششوں کو زیادہ اہمیت نہ دی بلکہ بعض اوقات نظر انداز کیا اور زیادہ تر زور خوارق و کرامات پر دیا۔ زیر نظر کتاب میں اس تاثر کا ابطال کیا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مشائخ بالخصوص نقشبندی حضرات نے اجتماعی زندگی کی اصلاح اور اقامت دین میں موثر حصہ لیا۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ تصوف کا اوّلین مقصد تعلق باللہ، تزکیہ نفس، قرب الٰہی اور مشاہدہ حق ہے

www.maktabah.org

تاہم یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے تسخیر سلاطین کے ذریعے ترویج دین کا اہتمام کیا اور اپنے روحانی تصرف کے ذریعے مسلم معاشرہ میں اصل اسلامی روح کو زندہ رکھا۔ بعض اوقات انہوں نے اسلام مخالف حکمرانوں کو انقلاب کے ذریعے اسلام دوست سلاطین سے بدلا اور بعض اوقات صالح حکمرانوں کے حق میں رائے عامہ ہموار کر کے انہیں تقویت پہنچائی اور ان کی رہنمائی بھی فرمائی۔ آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں جہاد کی جو تحریکیں چل رہی ہیں، ان کے پیچھے مشائخ نقشبندیہ کے روحانی اثرات کار فرما ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مشائخ کے اس پہلو سے صرف نظر نہیں کیا گیا بلکہ اقامت دین کے سلسلہ میں ان کی مساعی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قاری کو مستقل عنوانات کے تحت یا بین السطور ان کارہائے نمایاں کا بیان ملے گا۔

پہلے سے موجود تذکروں میں ایک کمی یہ تھی کہ مشائخ کے تاریخی پس منظر اور ہم عصر شخصیات کے بارے میں کچھ بتایا نہیں جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی شیخ کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت ایسا احساس ہوتا تھا کہ گویا یہ شخصیت گردو پیش سے منقطع ہے اور تاریخی واقعات کے تناظر میں اس کے اصل کردار اور جادۂ تاریخ پر اس کے نقوشِ پا کا ادراک نہیں ہو پاتا تھا۔ حالانکہ تاریخ میں کسی کا صحیح مقام متعین کرنے کے لئے تاریخی پس منظر اور اس پر اس شخصیت کے پیدا کردہ اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اس کتاب میں جہاں بھی اور جس قدر بھی ضروری تھا، ہم عصر تاریخی صورت حال کا مختصر خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔ قدیم تذکروں میں قمری سال اور تاریخیں دی جاتی تھیں جبکہ مغربی علوم و افکار کی یلغار نے ہمیں شمسی سال اور تاریخوں کا عادی بنا دیا ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہجری سن کے ساتھ ساتھ عیسوی سن اور تاریخیں بھی درج کر دی گئی ہیں تاکہ تاریخ کی دوسری کتابوں سے واقعات کا آسانی سے تقابل کیا جا سکے۔

حضرت محمد حسن خان صاحب کی کتاب آج سے کم و بیش ایک صدی قبل لکھی گئی تھی لہٰذا اس پر نظر ثانی اور اسے عہد حاضرہ تک لا کر مکمل کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ لیکن جب اس کام کا آغاز کیا گیا تو نئے اضافوں کے ساتھ نئے اسلوب کی بالکل نئی کتاب مرتب ہو گئی۔ گذشتہ صدی کے دوران اس سلسلہ میں کوئی کام نہیں

www.maktabah.org

ہوا تھا اس لئے بہت سے حقائق ماضی کے دھند لکوں میں غائب ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ثانی حضرتؒ اور ثالث حضرت للّٰہیؒ کے حالات میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر اس کام میں مزید تساہل کیا جاتا تو کچھ اور حقائق واحوال بھی ماضی کے اندھیروں میں گم ہو جاتے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے خانوادۂ للّٰہی کے ہی ایک خاکسار کو یہ اعزاز بخشا اور توفیق عطا فرمائی کہ اس اہم کام کو انجام دے۔ ؎

اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ توام
وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ توام

موجودہ دور پر قلم اٹھاتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ صرف مستند واقعات کو شامل کتاب کیا جائے۔ صرف ایسی روایات کو قبول کیا گیا ہے جن کے راوی تادم تحریر زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کی تمام کڑیوں میں تسلسل قائم رہا ہے۔

ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ کتاب سلسلہ نقشبندیہ کی مکمل تاریخ نہیں ہے۔ یہ سلسلہ عالم اسلام کے بیشتر حصوں میں پھیلا۔ خود بر صغیر پاک وہند میں اس کی بیسیوں شاخیں ہیں۔ اگر ان سب کے مختصر حالات بھی لکھے جائیں تو کئی جلدیں مرتب ہو جائیں۔ یہ صرف للّٰہی خاندان کی مکمل روحانی تاریخ ہے۔ تاہم گذشتہ دو سو سال سے قبل تک بر صغیر پاک وہند کے تمام تر نقشبندی خانوادوں کی تاریخِ نسبت مشترک ہے اس لئے یہ تمام خاندان اور شاخیں اس کتاب میں اپنے روحانی سر چشموں کو تلاش کر سکتی ہیں۔

اس کتاب میں رطب ویابس، طویل القابات اور غیر معروضی وضاحتوں سے اجتناب کیا گیا ہے۔ مصنف کے خیال میں طویل القابات سے بعض اوقات تصنع کی بو آنے لگتی ہے اور اصل مطلب ان کی طوالت کے نیچے دب کر رہ جاتا ہے۔ اس سے غیر معتقد قاری پر منفی اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں چنانچہ کتاب میں وہی سادہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو عام تاریخ نویسی میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس سے خالص اور ثقہ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے افراد زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مشائخ کی شخصیت کی صحیح تصویر ابھر کر سامنے آئے اور قارئین ایک گوشت پوست کے انسان میں کمالات روحانی کے واضح نقوش دیکھ سکیں۔

www.maktabah.org

اس کتاب کی ترتیب میں مجھے متعدد احباب کا تعاون حاصل ہوا۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ برادرم صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب خاندانی کتب خانہ سے مطلوبہ کتابیں مجھے ارسال کرتے رہے۔ برادرم صاحبزادہ محمد حسنات الرسول صاحب نے مختلف بزرگوں کے مکتوبات فراہم کیے۔ محترم ضیاء محمد شاہ صاحب بھیروی نے اپنے جد امجد کے نام اعلیٰ حضرت، ثانی حضرت اور ثالث حضرت للّٰہی کے خود نوشت خطوط عطا کیے۔ تمام بھائیوں نے اپنے سوانحی خاکوں سے آگاہ کیا۔ قاری عبید اللہ احرار صاحب نے رتوی خاندان اور صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نے نور خانوی خاندان کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ حضرات کے جس ارادت مند سے بات ہوئی، وہ آپ بیتی روایات کے بیان میں ہزار داستاں ثابت ہوا اور مجھے ان روایات میں سے انتخاب پر اکتفا کرنا پڑا۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

اس سلسلہ میں خصوصی تشکر کے مستحق جناب محمد رضاء الدین صدیقی صاحب ہیں۔ مدت سے میرے ذہن میں اس کتاب کی تصنیف کا خیال تھا مگر کاروبار حیات کی مصروفیات مانع رہیں۔ پھر ایک دن اس صاحبِ دل نوجوان نے ایسی تحریک دلائی کہ سب رکاوٹیں کافور ہو گئیں۔ انہوں نے اس کی طباعت کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ خدا تعالیٰ انہیں اپنی رحمتوں اور برکات سے نوازے۔ آمین

صاحبزادہ محمد عبدالرسول للّٰہی
۱۶ ریونیو آفیسرز کالونی سرگودھا
۱۰ جنوری ۲۰۰۰ء

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تصوف کے بارے میں آج مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ آراء کا یہ اختلاف کم و بیش ہر زمانہ میں موجود رہا۔ بعض لوگ ولایت کے سرے سے منکر ہیں اور اس کے وجود اور جواز کو قبول نہیں کرتے۔ بعض کہتے ہیں کہ اولیائے کرام ماضی میں ضرور موجود تھے مگر آج ایسی ہستیاں کہاں مل سکتی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دوسری طرف غلو کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اولیاء معصوم اور غائب دان ہوتے ہیں۔ وہ جو کہہ دیں، وہ ہو کر رہتا ہے اور جب ایسی صفات زندہ اولیاء میں نہیں پاتے تو پھر ولایت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ایسے افراد بھی ملیں گے جو کفر و اسلام میں فرق نہیں کر پاتے اور جاہل بلکہ فاتر العقل اشخاص کو ولی سمجھ کر ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ ایسے اہل علم بھی ملیں گے جو علوم ظاہر پر اکتفا کرتے ہیں اور طریقت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ تصوف کے متعلق آراء میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے یعنی بعض لوگ اولیاء کے حقوق و آداب میں کمی کرتے ہیں اور بعض ان کی پرستش کی حد تک چلے جاتے ہیں۔

اثبات ولایت قرآن و حدیث کی روشنی میں

جس طرح انسان میں ظاہری کمالات ہوتے ہیں مثلاً اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ۔ اسی طرح اس میں باطنی کمالات بھی ہوتے ہیں۔ صحیحین کی ایک متفق علیہ حدیث، جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں، اس ضمن میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک دن ایک اجنبی شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے بالکل سامنے روبرو بیٹھ گیا۔ اس نے آنحضور ﷺ

www.maktabah.org

سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ ماہ رمضان، اور حج بہ شرط قدرت۔ اس اجنبی نے کہا : آپ نے سچ فرمایا۔ ہم سب نے تعجب کیا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا : ایمان کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : خدا، اس کے ملائکہ، اس کی کتاب، اس کے رسل اور یوم قیامت پر ایمان اور یہ کہ خیر و شر تقدیر الٰہی سے ہے۔ اس نے کہا : آپ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا : احسان کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے دیکھ نہیں رہا تو یہ جان کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا : میں تجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے قیامت کی نشانیاں دریافت کیں تو آپ نے بتادیں۔ جب وہ اجنبی چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل تھے جو اس سوال و جواب کے ذریعے تمہیں دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ صالح کے ساتھ ایک اور چیز ہے جسے احسان کہتے ہیں اور یہی تصوف ہے۔ صوفی محبت الٰہی اور مشاہدہ محبوب حقیقی میں مستغرق رہتا ہے اور اس پر ایسی حالت آجاتی ہے کہ خدا کو اگرچہ دیکھتا تو نہیں (کہ دنیا میں خدا کو دیکھنا ممکن نہیں) تاہم وہ اس حال میں آجاتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اس حالت سے قبل وہ بہ تکلف اپنے آپ کو اس حال میں رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور بالآخر اس حالت میں آجاتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن پاک میں اہل احسان یعنی محسنین کے بارے میں آتا ہے : اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن۔ (اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت کرتا ہے)۔ کسی حکم کی محض بجا آوری کو اطاعت کہتے ہیں۔ لیکن اطاعت سے آگے احسان کا درجہ ہے۔ یعنی اس حکم کی بجا آوری میں دل و جان کی تمام صلاحیتوں کو لگا دینا، احسان ہے۔ یہ اطاعت سے اگلا قدم ہے۔ اطاعت کے لئے تقویٰ اور خوف کافی ہے جبکہ احسان کے لئے محبت اور گہرے قلبی تعلق کا ہونا ضروری ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا : انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے۔ اگر وہ

www.maktabah.org

خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ صوفیاء نے اسی اصلاح قلب کو فنائے قلب کا نام دیا ہے یعنی دل سے خواہشاتِ نفس اور رذائل کو نکال دیا جائے تو وہ گویا محبت الٰہی میں فانی ہو گیا اور نفس امارہ نے سرکشی ترک کر دی۔ نتیجتاً سارا بدن مطیع ہو گیا۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں قلب کی ماہیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ دل سے مراد گوشت کا لوتھڑا نہیں کیونکہ وہ تو جانوروں میں بھی ہوتا ہے بلکہ یہ دراصل حقیقتِ انسان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے۔ دل ایک روشن آئینہ ہے جو برے اخلاق سے سیاہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ کے قابل نہیں رہتا اور قیامت کے دن دیدار الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ اگر روشن ہو تو تمام عالم اس کے ذریعے دکھائی دیتا ہے۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَاكَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کے دلوں پر اپنے اعمال کی بنا پر زنگ پڑ گیا ہے)۔ جب دل صاف ہو گا اور خواہشات نفس سے الگ ہو کر خدا کا ہو کر رہ جائے گا تو عالم روحانی کی طرف دل کا دروازہ کھل جائے گا اور وہ محض خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں بھی فرشتوں کی ارواح، زمین و آسمان کے ملکوت اور عجیب و غریب تجلیات دیکھے گا (خواب میں مستقبل کے واقعات تو عام آدمی بھی دیکھ لیتے ہیں)۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ صحابہ، تمام غیر صحابہ سے افضل ہیں حالانکہ علم و عمل میں غیر صحابہ نے بھی کمال حاصل کیا۔ مگر آنحضور ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی خدا کے راستے میں کوہ احد کے برابر خرچ کرے تو وہ ایک ایسے صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے نیم صاع خرچ کیا ہو (صاع تقریباً ۳½ سیر)۔ اس فضیلت کا سبب صرف یہ ہے کہ صحابہ کا باطن آنحضور ﷺ کی صحبت سے منور ہوا تھا جبکہ اولیاء نے یہ چیز اپنے پیروں سے حاصل کی اور ظاہر ہے جو فرق آنحضور ﷺ اور ان پیروں میں تھا، وہی فرق صحابہ اور اولیاء میں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ کمالات باطنی اپنی جگہ حقیقت ہیں اور ان میں بے شمار درجات ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اگر بندہ میری طرف ایک وجب نزدیک آتا ہے تو میں ایک گز اس کے نزدیک آتا ہوں۔ اگر وہ ایک گز آئے تو میں

www.maktabah.org

ڈیڑھ گز آتا ہوں۔ اور فرمایا کہ بندہ یہ نزدیکی عباداتِ نافلہ سے حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں اور جب میں دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کی آنکھ، اس کے کان اور قدرت خود بن جاتا ہوں۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی ایک کثیر جماعت جن پر کذب بیانی کی تہمت لگانا ممکن نہیں کیونکہ وہ انتہائی متقی لوگ تھے، انہوں نے زبان و قلم سے اعتراف کیا کہ اولیاء کی صحبت کی وجہ سے ان کے باطن میں ایسی حالت پیدا ہو گئی جو اس سے قبل علم و عبادات کے باوجود پیدا نہیں ہوئی تھی۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تاغلامِ شمس تبریزی نہ شد

بعض لوگ خرقِ عادات اور کرامات کو بھی اثبات ولایت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اہل اللہ کے نزدیک یہ دلیل ضعیف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اگر تقویٰ اور اتباع شریعت موجود ہو تو پھر کرامات کو جادو، سحر وغیرہ سے ممتاز سمجھنا چاہیے اور اس صورت میں وہ کمال پر دلالت کرتی ہیں۔

ولایت کیا ہے

قرآن پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قریب ہے۔ نَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (ہم بندہ سے رگِ گردن سے بھی قریب تر ہیں)۔ ایک اور جگہ فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُم (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو)۔ لیکن قرآن پاک میں ایک اور نوعیت کے قرب کا بھی ذکر ہے جو خواص بشر اور ملائکہ سے مختص ہے۔ فرمایا: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور خدا سے قرب مانگ)۔ اسی طرح حدیث قدسی میں ہے: لَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ (ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب آتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں)۔ اسی قرب کا نام ولایت ہے۔

اس قرب کے مختلف مدارج ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤمِنِیْن (اللہ مسلمانوں کا دوست ہے) تاہم اس قرب کا بلند ترین درجہ محبوبیت کا مقام ہے جو اولیاء کو حاصل ہے جیسا کہ اوپر بیان کی گئی حدیث قدسی سے ظاہر ہوتا ہے جس میں فرمایا: حَتّٰی اُحِبَّہٗ یعنی میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

www.maktabah.org

اس قرب کی کوئی مشابہت قرب زمانی و مکانی سے بیان نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ یہ خالق و مخلوق کے درمیان قرب ہے اور حق تعالیٰ ذات، صفات اور اعتبارات کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ لَیسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئیٌ فِی الذَّاتِ وَلَا فِی الصِّفَاتِ وَلَا فِی شَیْئیٍ مِنَ الْاِعْتِبَارَاتِ۔ اس قرب کا ادراک، عقل و حس سے ممکن نہیں البتہ علم سے ہوتا ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔

صوفیاء کو جب قرب حقیقی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر رجوع ممکن نہیں۔ رجوع یعنی قرب کا زائل ہونا اسی صورت میں ممکن ہے کہ فنا کے مقام سے پہلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَؤُف رَحِیْم (اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ لوگوں پر مہربان اور رحیم ہے)۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے واپس نہیں لیتا۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان حقیقی اور علم باطنی زائل نہیں ہوتے۔ ولایت کا یہ مقام فنائے نفس (یعنی رذائل نفس، حسد، کبر، ریا وغیرہ کی فنا) کے بغیر ممکن نہیں۔ فنائے نفس، فنائے قلب سے مشروط ہے۔ فنائے قلب سے مراد یہ ہے کہ محبت حق تعالیٰ تمام دوسری محبتوں پر غالب آ جائے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن (ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں)۔

حضرت رابعہ بصریہؒ نے ایک دن ایک ہاتھ میں پانی لیا اور دوسرے میں آگ۔ لوگوں نے پوچھا: کہاں جا رہی ہیں۔ فرمایا: جا رہی ہوں تا کہ پانی سے دوزخ کی آگ بجھا دوں اور آگ سے جنت جلا دوں تا کہ لوگ دوزخ کے خوف اور جنت کے لالچ میں عبادت نہ کریں بلکہ صرف محبت خداوندی اور عشق رسول کی وجہ سے کریں۔

سب سے پہلے صوفی کا لفظ ان مسلم فقراء کے لئے استعمال ہوا جو اون کے کپڑے (صوف) پہنتے تھے۔ اسی سے لفظ تصوف نکلا۔ تصوف ایک ذریعہ ہے جس سے وجدان و جذب کے ذریعے "حقیقت" تک رسائی حاصل کی جائے۔ وجدان و جذب کی

www.maktabah.org

استعداد عموماً خوابیدہ رہتی ہے۔ اسے مرشد کی تربیت کے تحت بیدار کیا جاتا ہے۔ یہ تربیت ''سلوک الطریق'' کہلاتی ہے جس سے ان پردوں کو ہٹایا جا سکتا ہے جو نفس اور حق کے درمیان حائل ہیں۔ یہ ایک طرح اسلام کے تعقل اور فقہی ضوابط کے خلاف رد عمل تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ انسان کے باطنی، وجدانی اور روحانی حواس آزادی سے کام کر سکیں۔ نظریہ یہ ہے کہ ہر فرد میں استعداد موجود ہے کہ وہ نفس کی قیود سے آزاد ہو کر خدا تعالیٰ سے وصل کرے مگر یہ مرشد کی رہنمائی میں ہی ممکن ہے۔ مرشد رہنمائی کرتا ہے نہ کہ تبلیغ۔ مرید محنت خود کرتا ہے۔ مرشد اسے وساوس اور فریبِ نظری سے بچاتا ہے۔ بقول امام غزالی: ''یہ صرف ذاتی تجربہ، وجدان اور باطنی قلب ماہیت سے ممکن ہے۔ مست کو نشہ کی تعریف، وجوہ اور حالات کا علم نہیں ہوتا، اس کے باوجود وہ مست ہوتا ہے جبکہ باہوش آدمی محض اپنے علم کی بنا پر بدمست نہیں ہو سکتا۔ محض فنا کے علم سے یہ مقام حاصل نہیں ہوتا'' (المنقذ من الضلال)

حضرت ابن عربیؒ نے فرمایا: ''عارف اپنے احوال بیان نہیں کر سکتا۔ وہ صرف ان سالکین کو جو سفر کا آغاز کر چکے ہیں، کچھ کنایات دے سکتا ہے''۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰه كَلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اس کی زبان پر مہر لگ گئی)۔ بقول شیخ سعدیؒ: آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد (جس کسی کو خبر ہو گئی، پھر اس کی خبر کسی کو نہ ہو سکی)۔ ابن عربیؒ کا ایک اور قول ہے: ''خدا کو صرف خدا کے ذریعے ہی پہچانا جا سکتا ہے۔ اہل دانش کہتے ہیں کہ ہم خدا کو اس کی تخلیقات کے ذریعے پہچانتے ہیں۔ سو وہ ایک ایسی چیز کو تلاش کا ذریعہ بناتے ہیں جس کا تلاش کی جانے والی چیز سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ وہ وہاں تک ہی جا سکتے ہیں جہاں تک یہ تخلیقات انہیں لے جاتی ہیں''۔

تصوف ''تطہیر نفس'' (روح) ہے۔ اس کا ذریعہ ''مجاہدہ'' ہے۔ خالق کی طرف روحانی پرواز میں مختلف مدارج یعنی ''مقامات'' آتے ہیں۔ ''مشاہدات'' کی زندگی کے لئے علائق دنیا کا ترک لازمی ہے اور مشاہدات کی زندگی ''ذکر'' پر مبنی ہے اور ذکر مرشد کی ہدایت کے تحت کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ''کشف'' کا راستہ بھی ہے۔ صوفیاء جب سلوک میں آگے بڑھتے ہیں تو وہ ''حال'' کی کیفیات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے خاص انعام ہے۔ مقام اور حال سلوک کے دو پہلو ہیں۔ بقول

www.maktabah.org

قُشیری: "احوال انعام ہیں اور مقامات کسبی ہیں"۔ ان دو کے اجتماع سے سلوک مکمل ہوتا ہے۔ روزمرہ کی عام زندگی میں بھی جدوجہد اور قدرت کی طرف سے روشنی سے ہی منزلِ مراد ملتی ہے۔

تصوف اور شریعت

صوفیاء کے نزدیک تصوف اور شریعت لازم و ملزوم ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مرغنی کا قول ہے: "شریعت جڑ ہے، طریقت تناو شاخیں، جبکہ حقیقت پھل ہے۔ پھل شاخ کے بغیر اور شاخ جڑ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جو شخص صرف جڑ سے چمٹا رہتا ہے اور طریقت کی طرف نہیں آتا، وہ بدعمل ہے اور جو طریقت کی طرف آتا ہے مگر شریعت پر کاربند نہیں، وہ زندیق ہے"۔ امام مالکؒ کا قول ہے: مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ كِلَاهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ (جس نے علم ظاہر حاصل کیا مگر علم باطن حاصل نہ کیا، اس نے فسق کیا۔ جو صوفی بنا مگر علم حاصل نہ کیا، وہ زندیق ہوا۔ جس نے دونوں کو جمع کیا، وہ حقیقت پا گیا)۔

صوفی توحید اور شرع سے آغاز کرتا ہے اور سلوک کے ذریعے "المعانی الباطنی" تک پہنچتا ہے۔ بقول قُشیری: "شرع مذہب کی ظاہری پیروی یعنی عبادات و معاملات جبکہ حقیقت 'مشاہدات الربوبیہ' کا نام ہے۔ ہر عبادت بغیر روحِ حقیقت کے بے معنی اور روحِ حقیقت بغیر قانون شرع کے نامکمل ہے"۔ اہل اللہ نے شریعت اور حقیقت کا تقابل مندرجہ ذیل طریقہ سے کیا ہے:

۱) شرع بنی آدم کی تعظیم کے لئے ہے۔ جبکہ حقیقت اللہ کی رضا جاننے کیلئے

۲) شرع اللہ تعالیٰ کی خدمت کیلئے ہے۔ جبکہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کیلئے

۳) شرع اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے حکم کے مشاہدہ اور سمجھ کے لئے

۴) شرع کی نوعیت خارجی ہے جبکہ حقیقت کی نوعیت داخلی

علی الدقاق فرماتے ہیں: اِيَّاكَ نَعْبُدُ شرع کی تعمیل کا اظہار ہے جبکہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْن حقیقت کا اقرار

مشائخ طریقت کو احساس تھا کہ تصوف میں انفرادی کوشش خطرناک ہو

www.maktabah.org

سکتی ہے کیونکہ حال کی کیفیت میں روح کو دھوکا اور خود فریبی ہو سکتی ہے۔ ہر نیت میں ایسے راستے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بجائے دیوتاؤں کی طرف جاتے ہیں۔ اس لئے منزل تک پہنچنے کے لئے تجربہ کار مرشد کی ضرورت ہے۔

ولی کی پہچان

بعض لوگوں کے خیال میں خرق عادات یعنی کرامات وغیرہ سے ولی کی پہچان کی جا سکتی ہے حالانکہ خوارق، ولایت کی لوازمات سے نہیں۔ بعض لوگ اولیاء اللہ ہیں مگر ان سے کوئی خرق عادت ظاہر نہیں ہوا۔ اسی طرح صحابہ کی اکثریت سے خرق عادت مروی نہیں حالانکہ ادنیٰ صحابی بھی دیگر اولیاء اللہ سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت، کثرتِ خوارق کی وجہ سے نہیں بلکہ کثرت ثواب کی بنا پر ہے جو کہ عبادت و قربِ الٰہی سے عبارت ہے اور خوارق محض حظوظ سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے صحابہ کے مناقب میں خوارق کا ذکر نہیں کیا بلکہ خوارق کا الگ باب بنا دیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ خوارق تو جوگیوں میں بھی ہوتے ہیں۔ صاحب عوارف کے نزدیک اللہ تعالیٰ بعض لوگوں میں خوارق کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے اور بعض میں نہیں کرتا حالانکہ دوسری قسم پہلی سے افضل ہوتی ہے۔ خوارق مرتبہ میں ذکر قلب سے کم تر ہیں۔

آج چونکہ دنیاداری کا غلبہ ہے اور تعلق باللہ کا شوق ختم ہو رہا ہے اس لئے لوگ کشفِ احوالِ غائب کی طرف مائل ہیں اور اسے بہت اہمیت دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ اولیاء ہوتے تو احوالِ غیب سے آگاہ ہوتے۔ بالکل اسی طرح عہد رسالت میں منافقین آنحضور ﷺ کے بارے میں کہتے تھے چنانچہ وہ محروم رہ گئے۔

سوال یہ ہے کہ اگر خوارق شرط نہیں تو پھر ولی اللہ کی پہچان کیا ہے؟ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کے دو جواب دیے ہیں:

۱) ولی کی ولایت معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ولایت تو خدا تعالیٰ سے نسبت کا نام ہے، کوئی اس سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ اکثر اولیاء خود اپنی ولایت سے باخبر نہیں ہوتے۔ وہ موت کے بعد ہی اس کا ثمر پائیں گے۔ خوارق کی ضرورت انبیاء کو ہے کہ انہیں دعوت دینا ہوتی ہے اور خلق پر اپنی نبوت

www.maktabah.org

ظاہر کرنا ہوتی ہے۔ علمائے ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء ذکر کی دعوت دیتے ہیں۔ دونوں کے لئے نبی کے معجزات کافی ہیں۔ خود اپنی کرامت کی ضرورت نہیں۔

بقول قشیری: رسول کو معجزات کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس نے خود کو منوانا ہوتا ہے۔ صوفی کو منوانے کی ضرورت نہیں اس لئے اسے اس استعداد کو مخفی رکھنا چاہئے۔ صوفی کے لئے اپنے آپ کو جاننا بھی ضروری نہیں۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میرے ولی میرے خیمے کے نیچے ہیں۔ میرے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا"۔

۲) مرید رشید ہر وقت اپنے شیخ کی کرامت دیکھتا ہے، ان معنوں میں کہ وہ اپنے احوال میں تغیر پاتا ہے۔ اس کا مردہ دل، زندہ ہو کر مشاہدہ و مکاشفہ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ مردہ کو زندہ کرنا عوام کے نزدیک بڑا کام ہے مگر خواص کے نزدیک دلِ مردہ کو زندہ کرنا زیادہ معتبر ہے۔

ولی کی اصل پہچان یہ ہے کہ شرع پر استقامت رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْن (نہیں ہیں اولیاء اللہ مگر متقی)۔ شرع پر استقامت اولیں شرط ہے خواہ خوارق بے شمار ہوں۔ وَلَا تُطِعْ مِنْھُمْ آثِماً اَوْ کَفُوْرًا (گنہ گار اور کافر کی اطاعت نہ کر)۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطاً (اس کی فرماں برداری نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اس کا کام اندازۂ شرع سے باہر ہے)۔

ولی کی بڑی نشانی یہ ہے کہ جب بھی اس کی صحبت میں بیٹھے تو دل خدا کی طرف مائل ہو۔ امام نَوَوِی کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اولیاء کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا: "ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے"۔ بغوی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی): "بندوں میں سے میرے اولیاء وہ ہیں کہ میرے یاد کرنے سے وہ یاد کیے جائیں اور ان کی یاد منانے (یاد کرنے) سے میں یاد کیا جاؤں"۔

تاہم ولی کی اس پہچان یا دریافت میں بھی مناسبت کو بہت دخل حاصل ہے۔

www.maktabah.org

منکر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ طبیعت کی عدم مناسبت کی بنا پر خود آنحضور ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھ کر بھی بعض بدبخت فیض سے محروم رہے۔ تاثیر بھی مختلف مدارج کی صورت میں ہر ولی میں موجود ہوتی ہے۔ اگر اس کے باطن میں یہ تاثیر قوی ہو تو وہ اپنے مرید کو جذب کے ذریعے خدا کی طرف لے جاتا ہے اور قرب کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔ البتہ جس طرح "کمال" میں بے شمار مراتب ہیں، اسی طرح "تکمیل" میں بھی بڑے مراتب ہیں۔ بعض اولیاء اپنے کمال میں بہت بلند ہوتے ہیں لیکن تکمیل میں زیادہ تاثیر نہیں رکھتے۔ بعض کمال میں اتنی بلندی نہیں رکھتے تاہم جہاں وہ خود پہنچے ہوئے ہیں، دوسروں کو بھی وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ تصوف کا ہر سلسلہ اپنا روحانی شجرہ رکھتا ہے جو کسی صحابی کے توسل سے بالآخر آنحضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ خلفائے راشدین میں سے ہر خلیفہ سلوک کے مختلف پہلو کا نمائندہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ مشاہدہ کے، حضرت عمرؓ مجاہدہ کے، حضرت عثمانؓ خلولہ (دوستی) کے اور حضرت علیؓ حقیقت کے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ سے سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ یسویہ، سلسلہ بیک تاشی شروع ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے سلسلہ رفاعیہ، اور سلسلہ عقیلیہ اور حضرت عثمانؓ سے زینیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بیشتر سلسلے حضرت علیؓ کے توسل سے آگے چلتے ہیں۔

شروع میں ہر سلسلہ کے صوفیاء زیادہ تر سیلانی تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ مختلف سلاسل میں منظم ہونا شروع ہو گئے۔ سلسلہ کا مطلب باقاعدہ اسلامی تنظیم سے علیحدگی ہرگز نہ تھا بلکہ صوفی اسے عام کمزور انسان کے لئے رعایت خیال کرتے تھے۔ تاہم فقراء کی تخلیقی آزادی اب اداروں میں منظم ہونا شروع ہو گئی۔ وہ کتاب و سنت کے مکمل پابند تھے۔ ہر سلسلہ کی انفرادیت یہ تھی کہ اپنے شیخ سے عقیدت ہو اور اس خاص طریقہ تربیت سے وابستگی قائم رہے۔

شروع میں مشہور طریقے / سلسلے مندرجہ ذیل تھے۔ باقی سلسلے بالعموم انہی سے نکلے۔

سہروردیہ: حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی (م ۱۱۶۸ء) مگر اصل بانی ان کے

www.maktabah.org

بھتیجے حضرت شہاب الدین سہروردیؒ (م ۱۲۳۴ء)

قادریہ : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (متوفی ۱۱۶۶ء)

رفاعیہ : حضرت احمد بن الرفاعیؒ (م ۱۱۸۲ء)

یَسَوِیہ : حضرت احمد الیسویؒ (م ۱۱۶۶ء) سیلانی۔ خانہ بدوشانہ

کُبراویہ : حضرت نجم الدین کبرا (م ۱۲۲۱ء)

شاذلیہ : حضرت ابو مدین شعیبؒ (م ۱۱۹۷ء) مگر ان کے خلیفہ کے مرید حضرت ابوالحسن شاذلیؒ (م ۱۲۵۸ء) سے منسوب

چشتیہ : حضرت معین الدین چشتیؒ (م ۱۲۳۶ء) بر صغیر تک محدود

بَدَوِیہ : حضرت احمد البدویؒ (م ۱۲۷۶ء) مصر تک محدود

مَولَوِیہ : حضرت جلال الدین رومیؒ (م ۱۲۷۳ء) اناطولیہ تک محدود

نقشبندیہ : حضرت یوسف ہمدانیؒ (م ۱۱۴۰ء) حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ (م ۱۱۷۹ء)۔ بعد میں حضرت محمد بہاؤ الدین نقشبندؒ (م ۱۳۸۹ء) سے منسوب۔

شروع میں سلسلہ نقشبندیہ کو سلسلہ خواجگان کہتے تھے اور آج بھی حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ سے حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندؒ تک سات مشائخ کو ہفت خواجگانِ نقشبند کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندؒ کے بعد یہ طریقہ آپ کے نام سے منسوب ہو گیا اور سلسلہ نقشبندیہ کہلایا۔ اس طریقہ میں پورے روحانی شجرہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، بانیٔ سلسلہ سے اوپر آنحضور ﷺ تک سلسلہ ذہبیہ (سنہری) کہلاتا ہے اور بانی سے نیچے موجودہ شیخ تک سلسلہ تربیتہ کہلاتا ہے۔

تمام سلسلوں کے سربراہ بڑے اہل علم اور پابند شرع تھے۔ غیر شرعی افراد وہی تھے جو باقاعدہ سلسلوں سے وابستہ نہ تھے۔ تصوف میں دو بڑے رجحانات کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ ایک رجحان ملامت، سکر، جذب، غلبہ، خلوت اویسیت اور علیٰحدگی سے عبارت ہے اور دوسرا توکل، صحو، پابندی شرع، جلوت اور رفاقت سے۔ اول الذکر رجحان کی نمائندگی حضرت بایزید بسطامیؒ سے اور موخر الذکر کی نمائندگی حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ سے منسوب کی جاتی ہے۔ ان حضرات کی نسبت سے ان دو

www.maktabah.org

رجحانات کو بالترتیب خراسانی اور عراقی بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم سلسلہ نقشبندیہ میں یہ دونوں روایات باہم مل گئیں اور اس کے ثبوت کے طور پر چند اہم شخصیات یعنی حضرت ابوالحسن خرقانیؒ (م ۱۰۳۴ء)، حضرت بو علی فارمدیؒ (م ۱۰۸۴ء) اور حضرت ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ (م ۱۱۴۰ء) کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے جو دونوں سرچشموں سے فیض یاب ہوئے۔

سلسلہ نقشبندیہ کو منظّم کرنے اور اس کے قواعد مقرر کرنے کا سہرا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے سر ہے۔ اس وقت یہ سلسلہ خواجگان کہلاتا تھا۔ اس عہد کی سات عظیم شخصیات (جو روحانی شجرہ کی کڑیاں ہیں) کو ہفت خواجگان کہا جاتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1) حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ (۱۱۷۹ء / ۵۷۵ھ)
2) حضرت عارف ریوگریؒ (۱۲۲۰ء / ۶۱۶ھ)
3) حضرت محمود انجیر فغنویؒ (۱۲۴۵ء / ۶۴۳ھ)
4) حضرت عزیزاں علی رامیتنیؒ (۱۳۲۱ء / ۷۲۱ھ)
5) حضرت محمد بابا سماسیؒ (۱۳۵۴ء / ۷۵۵ھ)
6) حضرت امیر سید کلالؒ (۱۳۷۱ء / ۷۷۲ھ)
7) حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندؒ (۱۳۸۹ء / ۷۹۱ھ)

سلسلہ نقشبندیہ پر حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کی چھاپ ہمیشہ قائم رہی۔ اس میں سنی روایات نہایت پختہ تھیں۔ اس کا اصل مرکز وسط ایشیا تھا تاہم امتداد زمانہ کے ساتھ وسط ایشیا سے باہر اس کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہوئی۔ اس کے اہم مراکز میں برصغیر پاک و ہند، اناطولیہ (ترکی)، کوہ قاف اور کردستان قابل ذکر ہیں۔ مختلف اطراف میں یہ اشاعت حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے شروع ہوئی۔ ان مراکز کے علاوہ بھی دوسرے ممالک میں حلقے موجود تھے۔ مثلاً شام میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ (فرزند حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے ایک خلیفہ مراد بن علی بخاری (۱۶۴۰ء تا ۱۷۲۰ء) نے دمشق میں حلقہ قائم کیا۔ ان کے خلفاء میں عبدالغنی النابلسیؒ (۱۶۴۱ء تا ۱۷۳۱ء) نے شہرت پائی۔ اسی طرح مصر میں احمد البنا بن محمد الدمیاطیؒ (۱۷۱۵ء)

www.maktabah.org

سے یہ سلسلہ پھیلا۔ ترکی کے شہروں میں اس سلسلہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ۱۸۸۰ء میں صرف استنبول میں ۵۲ تقیے تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں مکہ مکرمہ عالم اسلام میں تصوف کے سلسلوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں تمام سلسلوں کی نمائندگی موجود تھی۔ جنوب مشرقی ایشیا میں خاص طور پر یہیں سے تصوف کی اشاعت ہوئی۔ حاجی اپنے اپنے وطن واپس جاکر ان سلسلوں کی اشاعت کا موجب بنتے تھے۔ انڈونیشیا کے علاقہ منانگ کباؤ (سماٹرا) میں نقشبندی مشائخ نے اشاعت اسلام میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۸۴۵ء کے قریب مکہ مکرمہ اور ترکی سے آنے والے مشائخ کے ذریعے انڈونیشیا میں یہ سلسلہ خوب پھیلا۔ عرب ممالک میں بھی نقشبندی طریقہ بالعموم مکہ مکرمہ سے ہی پھیلا۔ جب ۱۸۱۰ء میں شام پر وہابی قبضہ کا خطرہ پیدا ہوا تو دمشق میں نقشبندی شیخ ضیاؤ الدین خالد (۱۷۷۸ء تا ۱۸۲۶ء) نے برصغیر کا سفر اختیار کیا اور پھر واپس جاکر روحانی اصلاحات کا آغاز کیا۔ انہوں نے مختلف سلسلوں اور خود نقشبندی شاخوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی تاہم انہیں کامیابی نہ ہو سکی۔

البتہ کردستان میں نقشبندی سلسلہ نے قادری سلسلہ کی جگہ لینا شروع کر دی۔ یوں اس سلسلہ کے زیر اثر کرد قومیت کا آغاز ہوا۔ ملا صالح کے لڑکے عبداللہ نے نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ پھر نہری کو اپنا صدر مقام بناکر سیاسی قوت حاصل کی اور وسیع علاقہ اس کے زیر نگیں آگیا۔ اس کا مخالف خاندان، برزانی تھا۔ برزان (شمالی عراق) میں شیخ ضیاؤ الدین خالد کے خلیفہ تاج الدین نے نقشبندی طریقہ پھیلایا۔ چنانچہ برزانی لوگ قادری کے بجائے نقشبندی ہو گئے۔ انہوں نے بالآخر عثمانیوں سے خود مختاری حاصل کرلی۔

ترکستان اور کوہ قاف میں نقسبندی سلسلہ کا احیاء اٹھارویں صدی عیسوی کے وسط میں ہوا۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں یہ سلسلہ داغستان میں پھیلا اور شیخ منصورؒ نے کوہ قاف کے قبائل کو متحد کر کے روسی تسلط کے خلاف صف آرا کیا۔ شیخ نے اُبچستان اور داغستان کے بہت سے سرداروں اور شہزادوں کو بھی اپنا مقلد بنا لیا۔ اس تحریک کو تاریخ میں مرید تحریک کا نام دیا جاتا ہے۔ شیخ منصورؒ کو بالآخر ۱۷۹۱ء میں

www.maktabah.org

گرفتار کرلیا گیا۔ حضرت امام شاملؒ اس تحریک (مرید تحریک) کے تیسرے امام تھے۔ انہوں نے ۱۸۳۴ء سے ۱۸۵۹ء تک زار روس کے خلاف عظیم مزاحمت کی۔ آپ ۱۸۵۹ء میں قید ہوئے۔ مرید تحریک کی ناکامی پر ان لوگوں نے روسی تسلط پر ہجرت کو ترجیح دی۔ سلسلہ نقشبندیہ نے اس علاقہ کے قبائل میں اسلام کی اشاعت میں بھی بڑی کامیابی حاصل کی۔ چیچنیا، داغستان، ترکستان اور کوہ قاف کے دیگر علاقوں میں آج بھی اس سلسلہ کے گہرے اثرات موجود ہیں۔

۱۹۲۱ء میں استنبول میں سترہ طریقے سرکاری طور پر تسلیم شدہ تھے اور یہاں ۲۵۸ تقیے موجود تھے۔ ۱۹۲۵ء میں جب نقشبندی بزرگ شیخ سعید کی قیادت میں کُردوں نے ترکی کے خلاف بغاوت کی تو اتاترک نے سلسلوں پر پابندی عائد کر دی۔ اس پر ترکی کے بجائے البانیہ تصوف کا مرکز بن گیا۔ ۱۹۵۰ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کی کامیابی کے بعد پابندی نرم ہوئی اور مزارات پر حاضری کی اجازت ملی تو ایک بار پھر ترکی بالخصوص مشرقی ولایتوں میں نقشبندیت کا احیاء ہوا۔ ایک کُرد نقشبندی بزرگ سعید نورسی (۱۸۷۰ء تا ۱۹۶۰ء) کے حلقہ نے مشرقی ترکی میں خاصی اہمیت حاصل کی۔

روس کے کمیونسٹ دور میں بھی تصوف پر پابندی تھی مگر نقشبندی طریقہ نے داغستان اور چیچنیا میں دوبارہ ظاہر ہونا شروع کر دیا اور ان علاقوں میں اس کی مقبولیت بالکل خلاف توقع حد تک چلی گئی۔ ان حلقوں میں کُنتا خوجہ، ہمت کھوجہ اور بتل خوجہ قابل ذکر ہیں۔ روس کے زوال کے بعد نقشبندیت نے پھر زور پکڑا اور روس نیز وسط ایشیائی ریاستوں میں لادینی قوتوں کے خلاف یہ ایک بڑا چیلنج بن گئی۔

زیر نظر کتاب کا اصل موضوع سلسلہ نقشبندیہ کی وہ شاخ ہے جو حضرت باقی باللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے توسل سے برصغیر پاک و ہند میں پھیلی اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور حضرت غلام محی الدین قصوریؒ کے توسل سے للہ شریف (ضلع جہلم) میں حضرت غلام نبی للہیؒ اور ان کے خاندان تک پہنچی۔ للہٰذا اس شاخ سے متعلق بزرگوں کے تفصیلی حالات، کتاب میں مذکور ہیں۔ تاہم اس سلسلہ کی تاریخ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال دی گئی ہے۔ ساتھ ہی شجرہ بھی منسلک کیا جا رہا ہے تاکہ دیگر مختلف شاخوں کے ماخذ اور زمانہ علیحدگی کا علم ہو جائے۔

www.maktabah.org

اس سلسلہ کا طریق تربیت یعنی سلوک کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ تاہم اس کی خصوصیات میں جو چیز قاری کو نمایاں نظر آتی ہے، وہ نقشبندی مشائخ کا وہ جہاد ہے جو انہوں نے قیام دین اور اجتماعی معاشرہ کی اصلاح میں کیا۔ فرد کا تعلق باللہ اور معرفت الٰہی تو ہر سلسلہ کا مطمح نگاہ رہا ہے لیکن اس بنیادی مقصد کے ساتھ ساتھ نقشبندی مشائخ اسلامی نظام حیات کے نفاذ میں بھی کوشاں رہے۔ ان کے حالات پڑھنے سے یہ تاثر ختم ہو جاتا ہے کہ تصوف کوئی ایسی ''خانقاہیت'' ہے جو ترک دنیا اور معاشرہ اور اس کے مسائل سے لاتعلقی کا دوسرا نام ہے۔ قرونِ وسطیٰ کے دوران وسط ایشیا میں اسلام دوست قوتوں کی عملاً پشت پناہی، برصغیر میں اکبر کے دین الٰہی کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جدوجہد، کرد قومیت کی نمو، مرید تحریک اور امام شاملؒ کا ربع صدی تک روس جیسی سپر طاقت کے خلاف حیران کن جہاد، دور حاضر میں چیچنیا کی روس کے خلاف بغاوت اور دوسری وسط ایشیائی ریاستوں میں احیائے اسلام کی تحریکیں، نقشبندی سلسلہ کے اس پہلو کی زندہ مثالیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع ابھی تحقیق طلب ہے۔

---

www.maktabah.org

شجرہ سلسلہ نقشبندیہ للّٰہیہ

الٰہی بحرمت رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
الٰہی بحرمت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت خواجہ خواجگاں حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ

www.maktabah.org

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جانجاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت ثانی حضرت حافظ دوست محمد للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت ثالث حضرت حافظ محمد عبدالرسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت رابع حضرت حافظ محمد مقبول الرسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت رابع ثانی حضرت حافظ محمد محبوب الرسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

اس گنہ گار مسکین پر رحم فرما، اپنی محبت و معرفت عطا فرما اور ہر کام کا انجام بخیر فرما۔ آمین

www.maktabah.org

شجرہ روحانی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ للّٰہیہ

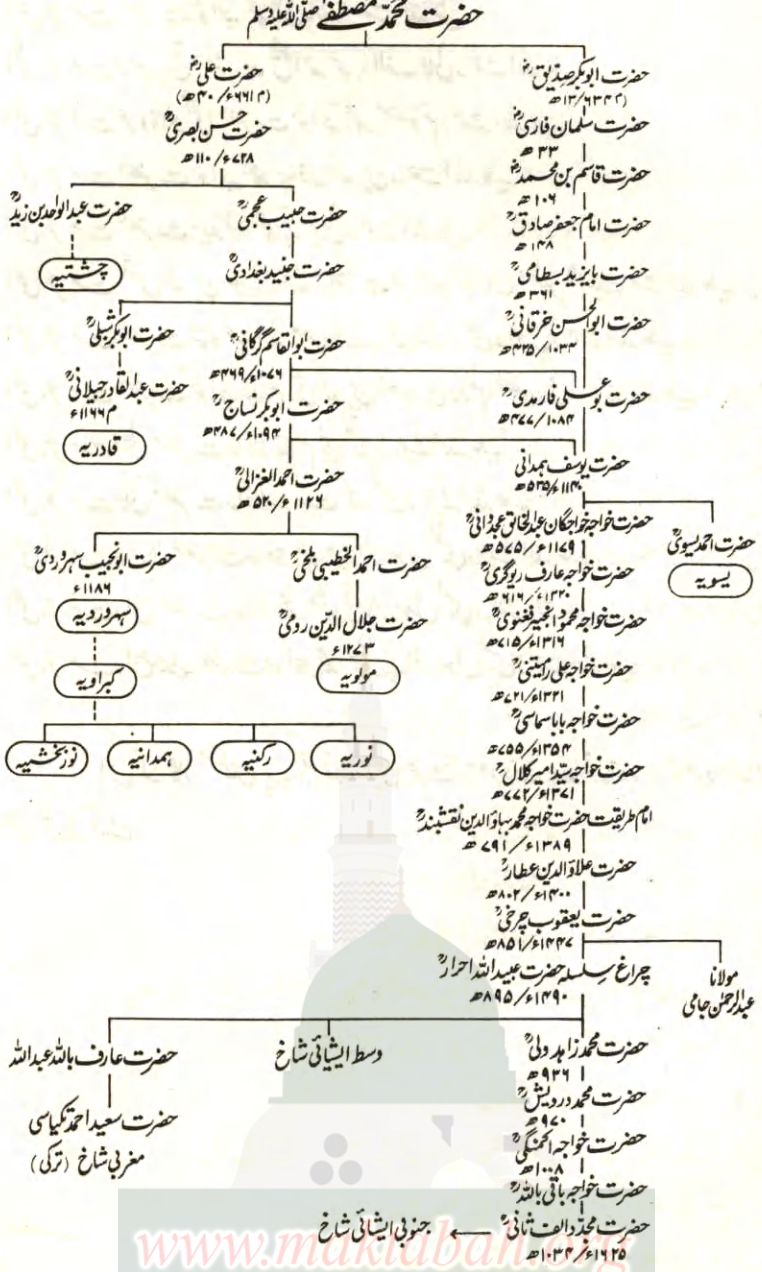

www.maktabah.org

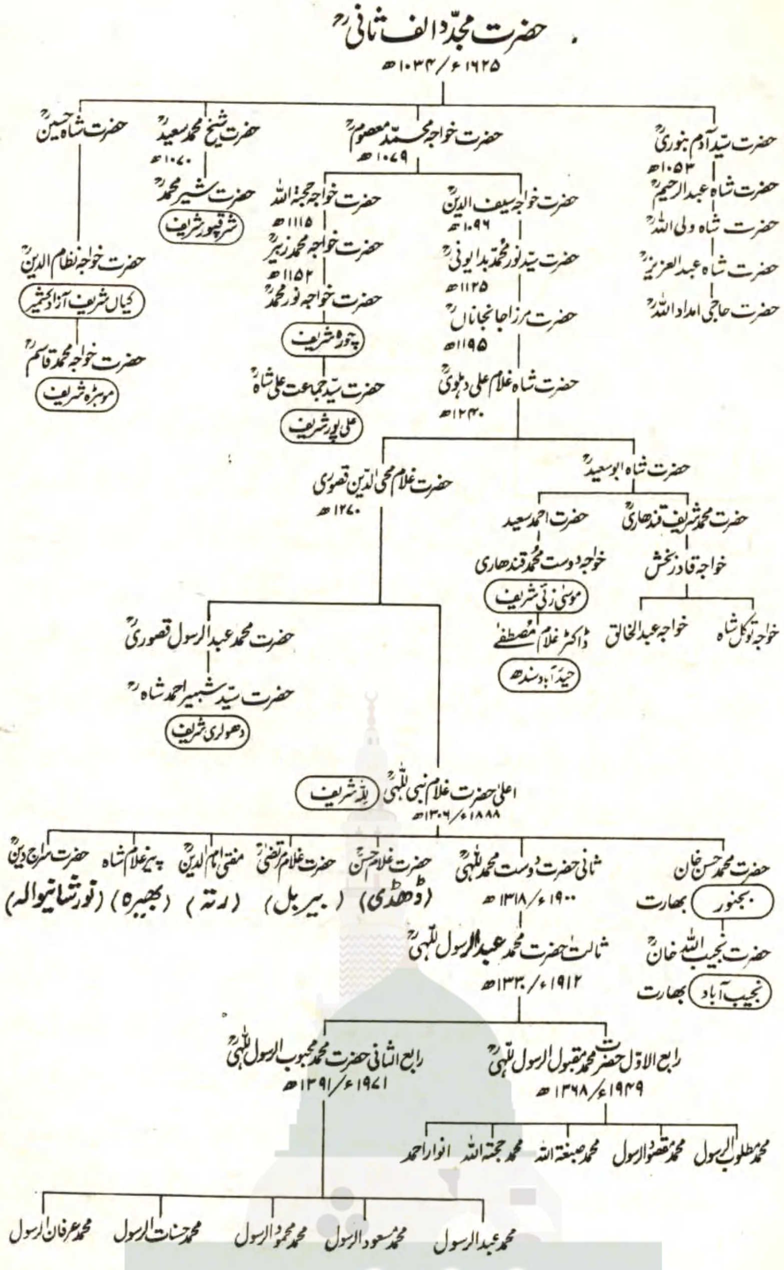

www.maktabah.org

www.maktabah.org

پہلا باب

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۷۱ء تا ۶۳۲ء

عالمی تاریخی پس منظر

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی علم و عرفان اور امن و سلامتی کی وہ روشنی تھی جس نے قیامت تک عالم رنگ و بو کو منور رکھنا تھا۔ اس روشنی کے نور اور اس کے اثرات کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس عالم گیر تاریکی کو نظر میں رکھنا ہوگا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقعہ پر دنیا کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی افق پر ہر جگہ پھیل چکی تھی۔ یہ ایک ایسی ہستی کے ظہور کا موزوں ترین وقت تھا جو بنی نوع انسان کو اس تاریکی سے نجات دلائے اور اس کا پیغام رہتی دنیا تک نظریاتی سیاسی وحدت، معاشرتی مساوات و حقوق انسانی اور روحانی میدان میں توحید و رسالت نیز تلاش حقیقت و مشاہدہ حق کے لئے مینارۂ نور رہتا ہے۔ ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ اس عہد کی مہذب دنیا کے نقوش درج کیے جاتے ہیں:

اس وقت کی ایرانی سلطنت میں وسط ایشیا اور بلوچستان سے لے کر عراق تک کے علاقے شامل تھے۔ حکومت پر ساسانی خاندان کا قبضہ تھا اور حکمران "کسریٰ" کہلاتے تھے۔ ان حکمرانوں کا دعویٰ تھا کہ وہ خداؤں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں جبر و جور کے کلی اختیارات حاصل ہیں۔ اس آمرانہ ملوکیت میں نوشیروان کا عدل وانصاف ضرب المثل بنادیا گیا ہے لیکن اس کے ظلم کا یہ عالم تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اس نے تمام بھائیوں اور ان کے بیٹوں کو قتل کرادیا۔ معاشرہ، اعلیٰ اور ادنیٰ طبقہ میں منقسم تھا۔ اعلیٰ طبقہ تمام مراعات سے فیض یافتہ تھا جبکہ ادنیٰ طبقہ بھاری ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب کر شدید احساس محرومی کا شکار تھا۔ اخلاقی پستی یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ

www.maktabah.org

بہن بیٹی سے شادی جائز تھی۔ ایک مذہبی پیشوا مزدک نے تو زمین اور عورت کو سب کے لئے مشترک قرار دیدیا۔ ایرانیوں کا بڑا مذہب زرتشت کا مذہب تھا جس میں دو خداؤں کا تصور موجود تھا: ایک نیکی کا خدا "ہرمزد" اور دوسرا بدی کا خدا "اہرمن"۔ خیر و شر کی اس آویزش میں آگ (روشنی) کو خیر کی علامت قرار دے کر اس کی پوجا کی جاتی تھی۔

سلطنت روما اس عہد کی دوسری عظیم طاقت تھی جو قدیم یونانی تہذیب کی وارث تھی۔ اس کے حکمران "قیصر" کہلاتے تھے۔ یہ ایک وسیع سلطنت تھی جس میں مشرقی یورپ، ایشیائے کوچک، شام و فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ کے علاقے شامل تھے۔ یہاں بھی معاشرہ دو طبقوں میں منقسم تھا یعنی امراء اور عوام۔ امراء تمام زمینوں کے مالک تھے اور وہ محلات میں دادِ عیش دیتے تھے۔ عوام زمینوں کے کاشتکار، جھونپڑیوں میں بھاری ٹیکسوں کے نیچے دب کر کراہ رہتے تھے۔ جنسی بے راہ روی اور عصمت فروشی کا دھندہ عام تھا۔ شروع میں روما کے حکمران عیسائیت کے سخت مخالف تھے لیکن چوتھی صدی عیسوی میں قیصر قسطنطین نے عیسائیت قبول کی اور اسے سلطنت روما کا سرکاری مذہب قرار دیا۔ تاہم خود عیسائیت کے اندر مشرکانہ رجحانات پیدا ہو گئے تھے۔ تثلیث کے عقیدہ، حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت، مجسمے اور ان کی پرستش نے عیسائی دنیا کو مذہبی انتشار سے دوچار کر دیا تھا۔ ان عقائد کی مختلف تشریحات نے مختلف فرقوں کو جنم دیا جو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر آمادہ رہتے تھے۔

آنحضور ﷺ کے زمانہ میں ایران و روما کے درمیان خوں ریز جنگوں کا تازہ سلسلہ شروع ہوا۔ ۶۱۳ء میں کسریٰ ایران خسرو پرویز نے شام و فلسطین اور مصر پر قبضہ کر لیا۔ قیصر روم ہرقل نے ۶۲۸ء میں اس کا انتقام لے لیا اور ان علاقوں سے ایرانیوں کو نکال دیا۔

مصر قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا مگر آنحضور ﷺ کے ظہور قدسی کے وقت یہ ملک سلطنتِ روما کے ماتحت تھا۔ مصر کی زمین انتہائی زرخیز تھی مگر رومی تسلط کے دوران زمین کی ملکیت بڑے جاگیرداروں کے قبضہ میں تھی۔ باقی لوگ ان کے ملازم تھے جو بھاری ٹیکسوں کی وجہ سے انتہائی بدحالی کی زندگی گزار رہے تھے۔ قدیم مصری بادشاہ بہن

www.maktabah.org

اور بیٹی سے شادی کر لیا کرتے تھے چنانچہ یہ قبیح رسم نچلے طبقہ میں بھی آگئی تھی۔ اہل روما کے زیر اثر مصر میں عیسائیت پھیلی تاہم رومی فرقہ اور مصری (قبطی) فرقہ میں اختلافات تھے جس کی وجہ سے قبطی نسل کے عیسائیوں کا قتل عام ہوتا رہا۔ اس معاشرتی ناانصافی اور مذہبی تعصب و منافرت نے اہل مصر کی زندگی عذاب بنادی تھی۔

جنوبی ایشیا (بر صغیر پاکستان و بھارت) بھی قدیم تہذیب کا مرکز تھا۔ یہاں وقفے وقفے سے مرکزی حکومتیں قائم ہوتی رہیں۔ مرکزی حکومت کا آخری فرماں روا راجا ہرش (۶۰۶ء تا ۶۴۷ء) آنحضور ﷺ کا ہم عصر تھا۔ اس کی وفات پر سارے جنوبی ایشیا میں طوائف الملوکی پھیلی اور کم و بیش پانچ صدیوں تک یہ علاقہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم رہا جو ہر وقت ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار رہتی تھیں۔ ہندو مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ ہندو مت فی الحقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک تمدن ہے اور ہر نئی آنے والی قوم اپنے نظریات کے ساتھ اس میں مدغم ہوتی رہی۔ ہندو معاشرہ کا سب سے تاریک پہلو ذات پات کی تقسیم تھی۔ مذہبی طبقہ یعنی برہمن اور حکمران طبقہ یعنی کھشتری عیش و آرام میں تھے۔ تیسرا طبقہ ویش کاشتکاروں، تاجروں اور کاریگروں پر مشتمل تھا۔ چوتھا طبقہ شودر کہلاتا تھا جو ادنیٰ اور نچلی ذات تھی جو ہر قسم کے حقوق انسانی سے محروم تھی۔ برہموں کے مظالم اور اجارہ داری کے خلاف رد عمل کے طور پر چھٹی صدی قبل مسیح میں بدھ مت اور جین مت کی دو اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا جنہوں نے مساوات انسانی اور قابل عمل اخلاقیات کا درس دیا مگر وقت گزرنے کے ساتھ بدھ مت اور جین مت نے بھی بت پرستی کا روپ دھار لیا۔ گوتم بدھ کے مجسموں کی پرستش شروع ہو گئی۔ آنحضور ﷺ کی ولادت کا زمانہ جنوبی ایشیا میں ایک بار پھر ہندو مت کے احیاء کا دور تھا جس میں بدھ مت پر ایسے مظالم ڈھائے گئے جس کی مثال نہیں ملتی۔ یوں جنوبی ایشیا سیاسی انتشار، مذہبی تعصب اور ذات پات کی ناانصافیوں کی چکی میں پس رہا تھا۔

چین بھی قدیم تہذیب کا ملک تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں کنفیوشس نے اپنے مذہب کی دعوت پھیلائی۔ یہ مذہب مادی زندگی کی بہتری، انسانی ہمدردی، اخلاق حسنہ وغیرہ کا ترجمان تھا مگر اب کنفیوشس کو بھی دیوتا بنا کر اس کی پوجا شروع ہو گئی

www.maktabah.org

تھی۔ چین میں بدھ مت بھی وسیع پیمانے پر پھیلا مگر یہ بدھ مت کی بگڑی ہوئی صورت تھی جس میں گوتم بدھ کے مجسموں کی پوجا کی جاتی تھی۔

عرب دور جاہلیت میں

آنحضور ﷺ سے پہلے کا زمانہ دور جاہلیت کہلاتا ہے۔ اس عہد کا ملک عرب تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: جنوبی، شمالی اور وسطی۔ جنوبی عرب یعنی یمن کا علاقہ قدیم زمانہ میں بلند تہذیب کا مسکن رہا تھا۔ یہاں عظیم حکومتیں قائم ہوئیں۔ تاہم آنحضور ﷺ کے زمانہ میں یمن اپنی عظمت و خود مختاری کھو چکا تھا اور یہ علاقہ حکومت حبشہ کے ماتحت تھا اور اس کی طرف سے ابرہہ کو حاکم یمن مقرر کیا گیا تھا۔ ۵۷۰ء میں ابرہہ نے اپنے لشکر، جس میں ہاتھی بھی تھے، کے ساتھ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی مگر مکہ معظمہ کے قریب وادیٔ محسر میں اس کا لشکر اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کی کنکریوں سے تباہ کر دیا۔ یہ واقعہ یکم محرم کو پیش آیا اور اسی سال ربیع الاول میں آنحضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ عرب اس سال کو "عام الفیل" کہتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ایران نے یمن پر قبضہ کر لیا اور آنحضور ﷺ کی بعثت کے وقت یہ حکومت ایران کا ایک صوبہ تھا۔

قدیم یمن کے حکمرانوں کی نااہلی اور مآرب ڈیم ٹوٹنے سے زراعت کی تباہی کی وجہ سے یہ علاقہ برباد ہوا تو قحطانی نسل کے عرب وہاں سے نقل مکانی کر کے شمال کی طرف چلے گئے۔ یہ قحطانی اعلیٰ تہذیب کے حامل تھے۔ انہوں نے عرب کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ شمال مغرب کی حکومت غسانی کہلاتی تھی اور شام کی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے قیصر روم کے زیر اثر آ گئی۔ شمال مشرق کی حکومت عراق کی سرحد پر واقع تھی اس لئے ایران کے زیر اثر آ گئی۔ اس کا صدر مقام حیرہ تھا اور اسے لخمی حکومت کہتے تھے۔

وسطی عرب اعلیٰ تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھا۔ اس میں دیگر قبائل کے علاوہ زیادہ تر عدنانی نسل آباد تھی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ بے آب و گیاہ ریگستان عرب قبائل کے لئے قدرتی محافظ کا کام دیتا تھا۔ آبادی مختلف آزاد قبائل میں بٹی ہوئی تھی۔ ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت خود مختار ہوتا تھا۔ سردار قبیلہ کو "شیخ"

www.maktabah.org

کہتے تھے۔ یہ قبیلے عموماً آپس میں بر سر پیکار رہتے تھے اور لڑائیوں کا سلسلہ کئی کئی پشتوں تک جاری رہتا تھا۔ عرب معاشرہ میں چند خوبیاں ایسی تھیں جو اپنی نوعیت میں فقید المثال تھیں۔ ان میں فہم و ذہانت، قوت حافظہ، سخاوت، شجاعت، غیرت و حمیت، امانت و وفا نمایاں تھیں۔ تاہم ان کے عیوب نے ان خوبیوں کو گہنا دیا تھا۔ قتل و غارت، شراب، سودی کاروبار، بے حیائی، زنا، لڑکیوں کا قتل، بت پرستی، اوہام پرستی، قبائلی تعصب وغیرہ نے معاشرتی زندگی کو عذاب بنا رکھا تھا۔

عرب میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے توحید الٰہی کا صور پھونکا اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے مکہ معظمہ میں سب سے پہلا خدا کا گھر (خانہ کعبہ) تعمیر کیا۔ لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ توحید کا اثر دلوں سے محو ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے قبیلہ خزاعہ کے عمرو بن لُحَیّ نے بت پرستی شروع کی۔ وہ شام کے مقام بلقاء سے چند بت لایا اور انہیں خانہ کعبہ کے گرد نصب کر دیا۔ پھر یہ مرض ایسا پھیلا کہ ہر قبیلہ نے اپنا اپنا الگ بت بنا لیا۔ صرف خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے۔ سب سے اہم بت "ہبل" تھا جو خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ "لات" طائف کے مقام پر تھا اور بنو ثقیف کا معبود تھا۔ "منات" مدینہ منورہ کے قریب ساحل سمندر کے مقام قدید میں نصب تھا۔ اوس و خزرج اس کے پجاری تھے۔ "عزیٰ" وادی نخلہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کی صورت میں موجود تھا۔ یہ قریش و کنانہ کا معبود تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بتوں میں وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر شامل تھے۔ عرب کے دوسرے مذاہب میں مجوسیت (آتش پرستی)، الحاد (منکرین خدا)، صابئین (سورج چاند ستاروں کی پرستش)، عیسائیت (شمال مغرب اور یمن میں)، یہودیت (خیبر و مدینہ منورہ میں) قابل ذکر ہیں۔ عرب میں چند ہستیاں ایسی بھی تھیں جو دین ابراہیمی یعنی توحید الٰہی پر کاربند تھیں۔ انہیں حنفی کہا گیا۔

بت پرستی کے باوجود خانہ کعبہ کو سارے عرب میں مذہبی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ لوگ حج کے لئے آتے تھے اور ان ایام میں قتل و غارت ممنوع تھی۔ قریش کے سردار قُصَیّ بن کلاب نے مکہ معظمہ میں ایک ترقی یافتہ بلدی نظام قائم کیا۔ اس نے خانہ کعبہ کے قریب ایک عمارت تعمیر کی جسے دارالندوہ کہتے تھے۔ یہاں

www.maktabah.org

معززین شہر کا اجلاس ہوتا تھا جس میں تمام امور صلاح و مشورہ سے طے پاتے تھے۔ قصی نے متعدد شعبے قائم کیے اور انہیں قبائل قریش میں بانٹ دیا۔ ان میں عقاب (قومی جھنڈا اٹھانا)، قبہ (فوجی کیمپ کا انتظام)، آعنہ (رسالے کی سپہ سالاری)، سفارت (دوسری حکومتوں سے تعلقات)، عدالت، اشناق (جرمانہ و تاوان)، سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)، عمارہ (خانہ کعبہ کی نگہداشت)، رفادہ (نادار حاجیوں کی امداد)، سدانہ (خانہ کعبہ کی کلید برداری)، ایسار (بتوں سے استخارہ)، اموال المجرہ (بتوں کے چڑھاوے) شامل تھے۔ قریش سے ٹیکس وصول کر کے حاجیوں کی میزبانی کی جاتی تھی۔

خاندان نبوی

آنحضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ خدا کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور شہر مکہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت اسمٰعیل نے بنو جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کی۔ آپ کی بارہ اولادیں تھیں جو نہایت سرعت سے بڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد خانہ کعبہ کی تولیت بنو جرہم کے ہاتھ میں چلی گئی۔ وہ ایک مدت تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے یہاں تک کہ تیسری صدی عیسوی میں بنو خزاعہ نے ان سے یہ اعزاز چھین لیا۔

پانچویں صدی عیسوی میں قریش کا تاریخی شخص قصیؔ پیدا ہوا۔ اس نے بنو کنانہ کی مدد سے بنو خزاعہ کو حرم سے نکالا۔ اس کے بعد قریش کو جمع کر کے مکہ میں آباد کیا اور وہاں ایک چھوٹی سے ریاست قائم کی۔ خاندان نبوی کے ذکر سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور عدنان کے درمیان جتنی پشتیں ہیں، ان کے بارے میں ہمارے پاس مستند تاریخی معلومات نہیں۔ خود آنحضور ﷺ نے اپنا شجرہ نسب عدنان تک بیان فرمایا ہے۔ اس لئے خاندان نبوی کے مختصر حالات عدنان سے شروع کیے جا رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ آنحضور ﷺ کے تمام آباء و امہات اپنے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ یوں وہ ملت حنیفیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

www.maktabah.org

شجرہ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام

- حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
  - [illegible]
  - عدنان
  - معد
  - نزار
  - مضر
  - الیاس
  - مدرکہ
  - خزیمہ
  - کنانہ
  - نضر
  - مالک
  - فہر
  - غالب
  - لوی
  - کعب
    - مرہ — عدی (حضرت عمرؓ کے جد امجد)
    - کلاب — مخزوم (حضرت خالد کے جد امجد) — تیم (حضرت ابوبکر کے جد امجد)
    - قصی — زہرہ (حضرت آمنہ کے جد امجد)
- حضرت اسحاقؑ
  - حضرت یعقوبؑ
  - بنو اسرائیل اور ان کے انبیاء

قصی بن کلاب

- عبد مناف
  - عبد شمس
    - امیہ
      - حرب
        - ابو سفیان
        - امیر معاویہ
      - ابو العاص
        - عفان
        - حضرت عثمانؓ
  - ہاشم
    - عبد المطلب
      - زبیر
      - حمزہ
      - عبد العزیٰ (ابولہب)
      - عباس
      - حارث
      - عبد اللہ
        - حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
      - ابو طالب
        - حضرت علیؓ
- عبد الدار
- عبد العزیٰ
  - اسد
  - خویلد
    - عوام
      - زبیر
      - عبد اللہ بن زبیر
    - حضرت خدیجہ

www.maktabah.org

عدنان : آپ اہل عرب کے مسلمہ سردار تھے۔ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے چھٹی صدی قبل مسیح میں عرب پر حملہ کیا تو اہل عرب نے عدنان کی قیادت میں اس کا مقابلہ کیا مگر ذات عرق کے مقام پر شکست کھائی۔ بعد میں عرب قبائل یمن کے مقام 'حضور' پر عدنان کے تحت جمع ہوئے مگر بخت نصر نے انہیں پھر شکست دی۔ عدنان پہلے شخص ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا۔

مَعد : بخت نصر کے ہاتھوں عدنان کی شکست کے وقت ان کے بیٹے معد کی عمر بارہ سال تھی۔ بنو اسرائیل کے نبی ارمیاہؑ انہیں اپنی حفاظت میں لے کر حران آئے کیونکہ انہیں وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ معد کی اولاد سے نبی آخر الزماں پیدا ہوں گے۔ بخت نصر کی وفات پر ارمیاہ نبی معد کو لے کر مکہ آئے۔ انہوں نے اپنے منتشر خاندان کو دوبارہ مجتمع کیا۔ آپ نے تہامہ پر قبضہ کیا اور اپنی سرداری کا لوہا منوایا۔

نزار : معد کے بیٹے تھے۔ پیدا ہوئے تو ان کی آنکھوں کے درمیان نور محمدی چمک رہا تھا۔ چنانچہ باپ نے بہت سے اونٹ ذبح کر کے دعوت عام کا اہتمام کیا اور پیدائش کی خوشی منائی۔ سارے عرب اور شاہی درباروں میں ان کی بڑی عزت تھی۔

مُضَر : بہت حسین و جمیل تھے۔ خوش الحان بھی تھے۔ ان سے ہی حُدی کا آغاز ہوا۔ ان کی فہم و فراست کا چرچا تھا۔ تاریخ اسلام میں مضری (شمالی) اور یمنی (جنوبی) قبائل کی آویزش مشہور ہے۔ مُضری ان ہی سے منسوب ہیں۔ قبر روحاء میں ہے۔

الیاس : قبائل عرب کے مسلمہ سردار تھے۔ آنحضور ﷺ نے انہیں عرب کا لقمان حکیم کہا۔ سب سے پہلے قربانی کا جانور لے کر خانہ کعبہ جانے والے یہی تھے۔

مدرکہ : اصلی نام عمرو تھا لیکن مدرکہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خُزیمہ : لوگوں پر ان کے انعام و احسان مشہور تھے۔

کِنانہ : کنانہ کا معنی ترکش ہے۔ جس طرح ترکش تیروں کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے، اسی طرح انہوں نے اپنی ساری قوم کو اپنے جود و کرم میں چھپا لیا تھا۔ طویل عمر پائی۔

نَضر : نام قیس تھا لیکن چہرے کی چمک کی وجہ سے نضر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نضر کا لقب قریش تھا اور ان کی اولاد قریشی کہلائی۔

مالک : نضر کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام عاتکہ تھا۔

www.maktabah.org

فہر : بعض مورخین کے نزدیک ان کا لقب قریش تھا۔ اہل مکہ اور اس کے نواحی قبائل کے سردار تھے۔ ان کے زمانہ میں حسان الحمیری حاکم یمن نے مکہ پر چڑھائی کی مگر فہر کی قیادت میں عرب قبائل نے حسان کو شکست فاش دی اور اسے قیدی بنالیا۔

غالب : ان کی کنیت ابو تیم تھی۔

لؤی : ان کا علم و حکمت مشہور تھا۔ ایسے فقرے بولتے جو ضرب المثل بن جاتے۔

کعب : آنحضور ﷺ کے آباء میں ان کا خاص مقام ہے۔ ہر جمعہ کو قریش کو جمع کر کے خطبہ دیتے جس میں بڑی فصاحت کے ساتھ نیکی کی تلقین کرتے۔ ان کے خطبات میں نبی کریم ﷺ کی آمد کی بشارت دی جاتی تھی۔ ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عام الفیل سے پہلے عرب ان کے سال وفات سے تاریخ (سن) کا کام لیتے تھے۔

مرّہ : کعب کے بیٹے تھے۔ کنیت ابو یقظہ تھی۔

کلاب : اصل نام حکیم یا عروہ تھا۔ کتوں سے شکار کی کثرت کی وجہ سے کلاب کا لقب مشہور ہوا۔ عربی مہینوں کے نام انہوں نے تجویز کیے تھے۔

قصیّ : قبیلہ قریش کے یہ نامور سردار تقریباً ۴۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ اصل نام زید تھا۔ باپ کی وفات پر ماں نے دوسری شادی کر لی چنانچہ ان کا بچپن سوتیلے باپ کے ساتھ سرحد شام کے قریب گزرا۔ اسی لئے قصی (دور افتادہ) لقب مشہور ہوا۔ بڑے ہوئے تو مکہ واپس آئے۔ اس وقت خانہ کعبہ کی تولیت بنو خزاعہ کے قبضہ میں تھی۔ انہوں نے خزاعی سردار کی بیٹی سے شادی کی اور پھر ۴۴۰ء میں اپنے حامی قبائل کی مدد سے خانہ کعبہ کی تولیت خود حاصل کر لی۔ انہوں نے بنو خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے نکال دیا اور قریش کے منتشر افراد اور قبائل کو بلا کر مکہ میں آباد کیا۔ دار الندوہ کی تعمیر اور مکہ کے بلدی نظام کی تنظیم کا سہرا آپ کے سر ہے۔ قصی نے بلدی نظام کے شعبے اپنے چار بیٹوں میں بانٹ دیے۔

عبد مناف : اصل نام مغیرہ تھا۔ حسن و جمال کی بنا پر قمر البطحاء (بطحا کا چاند) لقب پڑا۔ قصی کے بڑے لڑکے نہ تھے لیکن سخاوت اور فہم و فراست کی وجہ سے قریش کے سردار مقرر ہوئے۔

www.maktabah.org

ہاشم : اصل نام عمرو یا عمر تھا۔ ۴۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ مکہ کے بلدی نظام میں رفادہ (نادار حاجیوں کی امداد) اور سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) کے شعبے ان کے حصہ میں آئے تھے۔ یہیں سے بنو ہاشم اور بنو امیہ میں عداوت کا آغاز ہوا۔ ہاشم نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ قوم کے نادار افراد کو خوش حال افراد کے ساتھ کاروبار میں شریک بنادوں تاکہ قریش میں کوئی مفلس نہ رہے۔ چنانچہ سب نے اس کی تعمیل کی۔ ایک دفعہ قحط پڑا تو ہاشم شام سے آٹا لے کر آئے اور بے شمار اونٹ ذبح کر کے شوربے میں روٹیاں ڈال کر سب کو کھلائیں۔ اس وجہ سے ان کو ہاشم (روٹیاں شوربے میں ملانے والا) کا لقب دیا گیا۔ آپ کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ آپ نے گردو پیش کی حکومتوں سے اجازت نامے حاصل کر لیے تھے چنانچہ قریش آزادی سے تجارت کرتے تھے۔ آپ نے جوانی میں ہی سفر شام کے دوران وفات پائی۔ مزار غزہ شہر میں ہے۔

عبد المطلب : ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت سر کے چند بال سفید تھے اس لئے شیبہ (بوڑھا) نام رکھا گیا۔ ہاشم کی وفات کے وقت شہر یثرب میں اپنے ننھال کے ہاں تھے۔ سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ ان کے چچا مطلب کو کسی نے اطلاع دی تو وہ فوراً یثرب پہنچے اور آٹھ سالہ بھتیجے کو اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھا کر مکہ مکرمہ لائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے تو آپ نے لاپرواہی سے جواب دیا کہ میرا غلام ہے۔ وہیں سے آپ عبد المطلب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جواں ہوئے تو چچا نے ان کے باپ ہاشم کے دونوں عہدے یعنی رفادہ اور سقایہ انہیں دیدیے۔ بنو جرہم نے چاہ زمزم کو مٹی سے بھر دیا تھا اور کافی عرصہ سے اس کا نشان تک موجود نہ تھا۔ آپ نے اسے دوبارہ کھود کر صاف کیا۔ آپ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ خانہ کعبہ پر ابرہہ کا حملہ اور اس کے لشکر کی تباہی ہے۔ حسن و جمال، وجاہت، سخاوت اور بلند ہمتی میں مشہور تھے۔

حضرت عبداللہ : پیدائش ۵۴۵ء۔ عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ باپ نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ایک بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر دیں گے۔ جب حضرت عبداللہ کی عمر اٹھارہ برس ہو گئی تو عبد المطلب اپنی منت پوری کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ اس پر ساری قوم نے ایک کاہنہ سے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ فال نکالی جائے چنانچہ حضرت عبداللہ کے بجائے سو اونٹوں کی قربانی پر قرعہ نکلا۔

www.maktabah.org

عبد المطلب نے سو اونٹ قربان کیے۔ آپ کی جبین سے نور محمدی چمکتا تھا اور آپ مرد و زن کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ قریش کے بنو زہرہ خاندان کی خوش قسمت خاتون حضرت آمنہ سے آپ کی شادی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ واپسی پر دورانِ سفر ہی بیمار ہو گئے تو اپنے ننھال کے ہاں یثرب میں ٹھہر گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ اس وقت آنحضور ﷺ ابھی شکم مادر میں تھے۔ ولادت چار ماہ بعد ہوئی۔

ظہور قدسی حدیث شریف کے مطابق آپ نے فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ (سب سے اول اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا)۔ پھر فرمایا: کُنْتُ نَبِیاً وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْن (میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم ابھی مٹی اور پانی میں تھے)۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا تھا۔ لیکن اس کا ظہور عام روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول اور موجودہ تحقیق کے مطابق ۹ ربیع الاول ۵۲ سال قبل ہجرت یا ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر واقع ہوا۔ ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا جس کی روشنی سے انہیں ملک شام کے مکانات نظر آئے۔ فاطمہ بنت عبداللہ (والدہ عثمان بن ابی العاص) نے بیان کیا کہ ولادت باسعادت کی رات میں حضرت آمنہ کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ستارے لٹک رہے ہیں اور حرم کی زمین سے اس قدر قریب ہو گئے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گر پڑیں گے۔

بچپن سات روز تک آنحضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ بعد ازاں ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے پلایا۔ قریش کا دستور تھا کہ لڑکوں کو بیرون جات دودھ پلانے والی عورتوں کو دیدیا کرتے وہ انہیں اپنے گھر لے جایا کرتی تھیں اور ایام رضاعت کے بعد واپس لاتی تھیں۔ بچہ کے والدین ان کو معاوضہ دے کر خوش کر دیتے تھے۔ چونکہ آپ کی ولادت سے چار ماہ قبل ہی آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس سبب سے آپ کو یتیم سمجھ کر کوئی دودھ پلائی آپ کو لے جانے کی روادار نہ ہوئی۔ یہ شرف حضرت حلیمہؓ کی قسمت میں تھا۔ اور وہ آپ کو اپنے وطن طائف میں دودھ پلانے کو لے گئیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت حلیمہؓ کے گھر

www.maktabah.org

میں نہایت فراخی ہوئی۔

آپ ہمیشہ دائیں طرف کا دودھ خود پیا کرتے تھے اور بائیں طرف کا دودھ اپنے برادر رضاعی کے واسطے چھوڑ دیتے تھے۔ یہ گویا آپ کی جبلی عدالت تھی۔ آپ نے کبھی بول و براز کپڑے پر نہیں کیا بلکہ اس کے اوقات مقرر تھے اور اس وقت آپ کو اٹھا کر پیشاب وغیرہ کرا لیا جاتا تھا۔ آپ کا ستر کبھی برہنہ نہیں ہوتا تھا اور اگر اتفاقاً ہوتا تو اس کو فرشتے چھپا دیتے تھے۔ جب آپ پاؤں چلنے لگے اور دو برس کے ہوئے تو آپ حضرت حلیمہؓ کے لڑکوں کے ساتھ جنگل میں، جہاں ان کے مویشی چرتے تھے، تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن آپ وہیں تشریف رکھتے تھے کہ دو فرشتے آئے اور انہوں نے آپ کو اُٹھا کر سینہ مبارک کو ناف تک چاک کیا اور دل مبارک نکال کر دھویا۔ پھر اسی جگہ رکھ کر شگافِ سینہ کو سی دیا اور آپ کو مطلق تکلیف معلوم نہ ہوئی۔ حضرت حلیمہؓ کا بیٹا یہ حال دیکھ کر دوڑتا ہوا اپنی والدہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے مکہ والے بھائی کا دو آدمیوں نے پیٹ چاک کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حلیمہؓ فوراً وہاں پہنچیں۔ دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں اور رنگ مبارک متغیر ہو گیا ہے۔ آپ سے حال پوچھا تو آپ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ شق صدر کا یہ واقعہ سن کر ڈریں اور آپ کو مکہ میں آپ کے گھر پہنچا دیا۔

چھ برس کی عمر میں آپ کی والدہ شریفہ نے انتقال کیا۔ اب آپ کے دادا عبد المطلب آپ کی پرورش کے کفیل ہوئے۔ دو برس کے بعد انہوں نے بھی وفات پائی۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب آپ کے متکفل ہوئے۔ انہوں نے نہایت محبت اور تعظیم سے پرورش کی۔

شادی ۵۹۵ء جب آنحضور ﷺ کا سن شریف پچیس برس کا ہوا تو آپ کے اوصاف حمیدہ اور دیانت و امانت کا حال سن کر (کہ اس وقت آپ کو صادق و امین کہا کرتے تھے) بڑی مالدار خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کو اپنے تجارتی اسباب کے ساتھ شام روانہ کیا۔ جب آپ سفر سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کے معاملہ میں اپنے گمان سے زیادہ صدق و صفائی پائی۔ علاوہ ازیں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا غلام میسرہ جو آپ کے ساتھ گیا تھا، اس نے

www.maktabah.org

بہت سے معجزے جو سفر میں دیکھے تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے بیان کیے۔ یہ سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ خود اپنی درخواست سے آپ کے نکاح میں داخل ہوئیں۔

بعثت ۶۱۰ء

جب سن شریف چالیس برس کا ہوا اور زمانہ نبوت قریب آیا تو آپ کو صحیح خواب نظر آنے لگے۔ آپ نے غار حرا میں خلوت اختیار کی۔ وہاں ۹ ربیع الاول ۱۳ سال قبل ہجرت بمطابق ۲ فروری ۶۱۰ء بروز پیر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور وحی لائے۔ آپ سے کہا کہ پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں خواندہ نہیں ہوں۔ انہوں نے آپ سے معانقہ کر کے آپ کو دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا کہ اب پڑھو۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں خواندہ نہیں ہوں۔ پھر جبریل علیہ السلام نے خوب زور سے دبوچا۔ یہ معاملہ تین مرتبہ ہوا۔ پھر اِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ...... (تا)...... مَالَمْ يَعْلَم پڑھائی۔ نزول وحی کے سبب آپ کے بدن کو تکلیف ہوئی اور آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "مجھے اوڑھالو۔ مجھے اوڑھالو"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کو کمبل سے اوڑھالیا اور آپ کی بہت تسکین و تشفی فرمائی اور آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

دعوت اسلام وایذارسانی

ابتدا میں آپ دعوت اسلام پوشیدہ کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جوانوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، لڑکوں میں حضرت علیؓ، بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ترغیب سے حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسلام قبول کیا۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُومَرُ (جو تمہیں حکم دیا گیا ہے، اسے صاف صاف بہ اعلان بیان کرو) نازل ہوئی تو آپ نے دعوت اسلام آشکارا اور بتوں کی مذمت برملا شروع کی۔ کفار اس بات سے آپ کے دشمن ہو گئے۔ اور طرح طرح سے آپ کو ایذا پہنچانے لگے کبھی آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ کبھی آپ کے دروازہ پر گندگی ڈال دیتے تھے۔ جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی تکذیب کرتے۔ کبھی آپ کی جانب پتھر پھینکتے اور شور و غل مچاتے۔ ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے کندھوں پر اونٹ کی

www.maktabah.org

اوجھری رکھ دی۔

جو لوگ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، انہیں بھی کفار ایذا پہنچاتے تھے تاکہ وہ اسلام سے باز آئیں۔ کسی کو اپنا زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈالتے تھے۔ کسی کے گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دیتے اور وہ انہیں سارے شہر میں پھراتے تھے۔ کسی کو گرم ریت پر برہنہ لٹا دیتے اور گرم پتھر ان کے سینہ پر رکھتے۔ حضرت بلالؓ ایک سردار قریش امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ ان کو بڑی اذیت دیتا۔ گرم ریت اور پتھروں میں باندھ کر ڈال دیتا اور کہتا کہ توحید سے منحرف ہو کر لات و عزیٰ کی الوہیت تسلیم کرو۔ وہ شدت تکلیف سے بے ہوش ہو جاتے مگر جب ہوش آتا احداً احداً کہتے، یعنی ایک خدا کو ہی مانتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امیہ بن خلف کو اپنا ایک غلام اور مال دے کر حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ لبینہ کو حضرت عمرؓ ایام جاہلیت میں اس قدر مارتے تھے کہ خود تھک کر چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ خیال نہ کرنا کہ میں نے تجھ پر رحم کھا کر چھوڑ دیا ہے بلکہ میں خود تھک گیا ہوں۔ ستا کر پھر مارتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔ زنیرہ کو ابو جہل نے اس قدر تکلیف دی کہ وہ نابینا ہو گئے۔ اس پر ابو جہل نے کہا کہ لات و عزیٰ نے تیری آنکھیں لے لی ہیں۔ وہ کہتے کہ لات و عزیٰ کو کیا خبر، حکم الہٰی سے جاتی رہیں۔ عمار بن یاسر اور ان کے والدین کو نہایت ایذا پہنچاتے تھے۔ ایک روز دھوپ میں ڈال کر ان کو عذاب دے رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اس طرف گذر ہوا۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: اے آلِ یاسر صبر کرو کہ تمہارے واسطے جنت ہے۔

ہجرت حبشہ ۵ نبوی / ۶۱۵ء

جب آپ نے مسلمانوں کی اس قدر تکلیف دیکھی تو فرمایا کہ جو اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھے، وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائے کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم و ستم روا نہیں رکھتا، جس وقت اللہ تعالیٰ ہمیں قوت دے گا، واپس آ جائیں۔ چنانچہ ماہ رجب ۵ھ نبوی کو دس بارہ آدمیوں نے پہلی ہجرت کی۔ ان میں حضرت عثمانؓ مع اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، حضرت زبیرؓ بن عوام وغیرہ شامل تھے۔ یہ اول ہجرت اسلام میں واقع ہوئی۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ گئے۔ غرضیکہ تراسی ۸۳ آدمیوں نے

www.maktabah.org

وقتاً فوقتاً ہجرت کی۔ کفار قریش کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو حبشہ میں پناہ و آرام ملا ہے، تو جل کر خاک ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مہاجرین کو ان کے حوالے کر دے مگر اس نے منظور نہ کیا بلکہ کفار قریش کو رسوا کر کے اپنے دربار سے نکال دیا اور مسلمانوں کی نہایت تسلی و تشفی کی۔

معاشرتی مقاطعہ ۷ نبوی / ۶۱۷ء

اب کفار نے آپس میں عہد کیا کہ بنو ہاشم سے نکاح اور لین دین نہ کیا جائے۔ اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ اس پر آنحضور ﷺ مسلمانوں اور بنو ہاشم کے ساتھ ایک پہاڑی گھاٹی شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے۔ تین سال تک اس عہد نامہ پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اس دوران مسلمانوں پر رنج و آلام کے پہاڑ ٹوٹتے رہے مگر انہوں نے صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ آخرکار آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ اس عہد نامہ کو کیڑے نے کھا لیا ہے اور اللہ کے نام کے سوا تحریر کا کوئی حصہ باقی نہیں رہا۔ آپ نے اس کا ذکر ابو طالب سے کیا۔ ابو طالب نے قریش سے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آجاؤ۔ چنانچہ دیکھا گیا تو فی الواقعہ اس عہد نامہ کو کیڑے نے کھا لیا تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور وہ عہد نامہ ختم کر دیا۔

سفر طائف ۱۰ نبوی / ۶۲۰ء

نبوت کے دسویں سال آپ کے چچا ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کا آپ کو بہت رنج ہوا چنانچہ آپ نے اس سال کا نام عام الحزن (رنج کا سال) رکھا۔ اس کے بعد کفار نے زیادہ سختی اختیار کی اور آنحضور ﷺ کو قسم قسم کی تکالیف پہنچانے لگے۔ آخرکار آپ زید بن حارثہؓ کو اپنے ہمراہ لے کر دعوت اسلام کی غرض سے طائف تشریف لے گئے مگر کسی نے اس دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ وہاں کے سفلہ لوگوں نے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی اور آپ وہاں سے ناکام واپس تشریف لائے۔

واقعہ معراج ۱۲ نبوی / ۶۲۲ء

بارھویں سال نبوت میں آپ کو معراج ہوئی۔ ۲۶ اور ۲۷ رجب کی درمیانی رات

www.maktabah.org

آپ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف رکھتے تھے کہ مکان کی چھت شق ہو گئی اور حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے۔ وہاں سینہ مبارک کو شق کیا اور آب زمزم سے دل مبارک اور سب اندرونِ سینہ و شکم کو دھویا۔ حضرت جبریل علیہ السلام ایمان و حکمت سے بھرا سونے کا طشت لائے تھے، اس سے آپ کے دل مبارک کو پُر کر دیا۔ وہ آپ کی سواری کے لئے جنت سے براق لائے تھے۔ آپ اس پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں ارواح انبیاء علیہم السلام حاضر تھیں۔ آپ نے امام ہو کر بموجب حکم خدا تعالیٰ دو رکعت نماز پڑھائی۔

بعد ازاں آپ آسمان پر تشریف لے گئے اور اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم کو طے کر کے ساتویں آسمان پر پہنچے۔ وہاں آپ نے براق چھوڑا اور رف رف پر جو کہ نہایت روشن تھا، سوار ہوئے (رف رف لغت میں بچھونے کو کہتے ہیں۔ پس وہ رف رف مسند سبز نورانی مثل تختِ رواں کے تھا)۔ کرسی وغیرہ تمام مقامات طے کر کے ایسا قرب خاص حاصل ہوا کہ نہ کسی مرسل اور نہ کسی ملک مقرب کو حاصل ہوا تھا۔ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور اپنا دیدار دکھایا اور ایسے علوم و فیوض عطا فرمائے کہ اس کی کسی کو خبر نہیں۔ چنانچہ قران شریف میں آیا ہے: فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی کی جو بھی وحی کی)۔ بعد قربِ تمام، حصولِ شرفِ کلام و دیدارِ نعمت ہائے عظیمہ جب آپ نے مراجعت فرمائی تو مشہور ہے کہ بستر مبارک ابھی گرم تھا اور کمرے کی زنجیر ہلتی تھی۔

صبح کو جب آپ نے یہ حال بیان فرمایا تو کفار مذاق اڑانے لگے۔ بعض نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ کیا اب بھی آپ محمد (ﷺ) کو سچا کہیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رات مسجد اقصیٰ اور تمام آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا: "اگر وہ یہ بات کہتے ہیں تو بے شک ایسا ہی ہوا ہوگا" اور اسی وقت حضور میں حاضر ہوئے اور معراج کا حال سن کر تصدیق کی۔ اسی سبب سے حضرت ابو بکرؓ کا لقب "صدیق" ہوا۔

مدینہ میں اشاعت اسلام

حج کے موقعہ پر ملک کے ہر حصہ سے قبائل مکہ معظمہ آتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس موقعہ سے

www.maktabah.org

فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف قبائل کو دعوت اسلام دیتے تھے۔ نبوت کے دسویں سال اسی موقعہ پر مقام عقبہ کے قریب آپ کی ملاقات قبیلہ خزرج کے چند اشخاص سے ہوئی۔ آپ نے ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت فرمائیں۔ انہیں سن کر سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ مدینہ کے افق پر اسلام کی یہ پہلی کرن تھی۔

ان لوگوں نے واپس جا کر اسلام کا چرچا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال بارہ آدمی اسی مقام پر آپ سے ملے اور بیعت کی درخواست کی۔ تاریخ اسلام میں اسے بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو معلم بنا کر ان کے ساتھ روانہ کیا تاکہ ایک طرف نو مسلموں کی صحیح دینی تربیت ہو سکے اور دوسری طرف سارے اہل مدینہ کو پیغام الٰہی سے روشناس کیا جا سکے۔ چنانچہ مدینہ میں اسلام گھر گھر پھیل گیا اور اگلے سال بہتر آدمی عقبہ کے مقام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔

اس موقعہ پر ان لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں، ہم خدمت گذاری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے اور جو آپ سے لڑنے آئے گا، اس سے لڑیں گے۔

ہجرت مدینہ

اہل مدینہ کی اس دعوت پر آنحضور ﷺ نے صحابہ کو اجازت دی کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے خفیہ خفیہ روانہ ہونا شروع کیا۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ شمشیر حمائل کر کے خانہ کعبہ میں آئے، طواف کیا اور کفار کو مخاطب ہو کر فرمایا: ”خراب ہوں وہ جو پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔ جس کو اپنی زوجہ کا بیوہ کرنا اور اپنی اولاد کا یتیم کرنا منظور ہو، وہ میرا سامنا کرے“۔ یہ کہہ کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ قریش میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ انہیں روکتا۔ غرضیکہ تمام صحابہ سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ہجرت کر گئے۔

آنحضور ﷺ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ تم میری رفاقت میں چلو گے۔ چنانچہ اس بشارت سے وہ نہایت خوش ہوئے۔ رات کے وقت آپ دولت خانہ میں تشریف رکھتے تھے کہ کفار نے آ کر مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ نے حضرت

www.maktabah.org

علیؓ کو اپنی جگہ لٹادیا اور فرمایا کہ کفار تم کو ایذا نہ پہنچا سکیں گے۔ آپ کے پاس لوگوں کی جو امانتیں تھیں، وہ بھی حضرت علیؓ کے سپرد کردیں اور فرمایا کہ یہ ان کے مالکوں کو واپس کر کے مدینہ آ جانا۔ آپ دروازہ سے باہر نکلے اور سورہ یٰسین کی ابتدائی آیات فَاَغْشَیْنَاھُمْ فَھُمْ لَایُبْصِرُوْن تک پڑھ کر ایک مشت خاک کفار پر پھینک دی اور آپ صاف نکل آئے، کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اب آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے گھر سے ہمراہ لے کر پیادہ روانہ ہوئے۔ آپ نے جوتا پاؤں سے نکال لیا تھا اور انگلیوں کے بل چلے جارہے تھے تاکہ قدموں کے نشان معلوم نہ ہوں۔ آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو کندھے پر سوار کر کے غار ثور تک پہنچادیا۔ تین دن وہاں قیام رہا۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ ہر روز دونوں حضرات کے واسطے کھانا لے جایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تلاش میں کفار کا ایک گروہ غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو آہٹ ہوئی تو متفکر ہو گئے مگر آپ نے کامل اعتماد سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (رنجیدہ خاطر نہ ہو کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے)۔ اس گروہ کو غار کے اندر دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی اور واپس چلا گیا۔

مدینہ منورہ میں آمد

تین دن کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مدینہ منورہ پہنچے۔ بیرونِ شہر محلّہ قُبا میں قیام فرمایا۔ یہاں جمعرات تک مقیم رہے۔ بعد ازاں شہر میں آنے کا ارادہ کیا۔ ہر شخص کی آرزو تھی کہ آپ ہمارے محلّہ میں ٹھہریں۔ جس وقت سوار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگ اس خواہش کو دل میں لیے ہمراہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹنی مامور ہے، جہاں یہ بیٹھ جائے گی وہیں قیام کیا جائے گا۔ غرضیکہ اونٹنی اس جگہ بیٹھی، جہاں آج مسجد نبوی ہے۔ آپ اسی جگہ اترے۔ یہاں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان تھا چنانچہ وہ آپ کا اسباب اپنے گھر لے گئے۔ آپ مسجد نبوی اور اپنا گھر تعمیر ہونے تک انہی کے ہاں قیام پذیر رہے۔ یہ زمین جس پر اونٹنی بیٹھی تھی، دو یتیموں کی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال سے دس دینار میں خریدی گئی۔ کتب احادیث میں ہے کہ مسجد شریف کی تعمیر میں آپ نے ایک پتھر اپنے دست مبارک سے رکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ اس کے

www.maktabah.org

پاس ایک پتھر تم رکھو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پتھر کے پاس ایک پتھر حضرت عمرؓ اور پھر ایک پتھر حضرت عثمانؓ سے رکھوایا اور فرمایا: هٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاء مِن بَعْدِی (میرے بعد یہ لوگ خلیفہ ہوں گے)۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ ہوئی یعنی خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال آپ کو حکم جہاد ہوا۔

اسلامی ریاست کا قیام

مدینہ منورہ میں آپ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جس کے سربراہ آپ خود تھے۔ یہودِ مدینہ اور قبائلِ عرب کے ساتھ معاہدے کیے۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے شعبے منظم کیے۔ اس ریاست کے دفاع کے سلسلہ میں آپ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کم و بیش ستائیس کے قریب غزوات میں آپ نے خود فوج کی قیادت کی۔ صحابہ کی قیادت میں مہمات سرایا کہلاتی تھیں جن کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی مگر آپ نے نصرت ایزدی سے تمام مشکلات پر قابو پالیا۔ اہم غزوات مندرجہ ذیل تھیں:

۱) غزوہ بدر: ۲ھ میں ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ قریش مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ آپ نے تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کے ساتھ بدر کے میدان میں ان کا مقابلہ کیا۔ قریش مکہ کو شکست فاش ہوئی اور وہ ستر مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلم شہدا کی تعداد چودہ تھی۔

۲) غزوہ احد: ۳ھ میں کفار مکہ نے بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار کی تعداد میں ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ پر چڑھائی کی۔ آپ سات سو صحابہ کے ساتھ نکلے۔ عقب پر مامور مسلم دستہ نے غلطی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ جس پر کفار کے ایک دستہ نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ خود آنحضور ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا مگر جانثاروں کی جانبازی کی وجہ سے کفار میدان چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

۳) غزوہ احزاب: ۵ھ میں قبائلِ عرب کی متحدہ افواج جن کی تعداد چوبیس ہزار تھی، ابوسفیان کی قیادت میں فیصلہ کن جنگ کے لئے مدینہ منورہ پر چڑھ

www.maktabah.org

دوڑیں۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر شہر کے گرد خندق کھود کر قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ خندق کھودی گئی اور کفار کا لشکر جرار شہر کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ محاصرہ ستائیس[۲۷] دن جاری رہا۔ اس دوران جھڑپیں ہوتی رہیں۔ بالآخر ایک دن زور کی آندھی چلی۔ کفار کے خیمے اور سازوسامان اڑ گئے اور وہ مایوس و نامراد واپس چلے گئے۔ مسلمانوں کی یہ عظیم کامیابی تھی۔

۴) صلح حدیبیہ: ۶ھ میں آپ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ حج کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے مگر کفار مکہ نے آپ کا راستہ روکا۔ بالآخر حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ طے پایا۔ اس صلح نامہ کو قرآن پاک میں فتح مبین کہا گیا کیونکہ اب مسلمانوں کو کفار مکہ کی طرف سے فوری خطرہ باقی نہ رہا تھا چنانچہ آپ نے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ قبائلِ عرب میں بھی اسلام خوب پھیلا۔

۵) فتح خیبر: مدینہ منورہ سے دو سو میل شمال میں خیبر کا علاقہ یہود کا گڑھ اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز تھا۔ ۷ھ میں آپ نے ۲۰۰ سواروں اور ۱۴۰۰ پیادوں کے ساتھ خیبر کا رخ کیا۔ یکے بعد دیگرے یہود کے قلعے فتح ہوتے گئے۔ آخری قلعہ قموص حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ خیبر کی زرخیز زمین یہود کو واپس دیدی گئی اور ان پر خراج عائد کیا گیا۔

۶) فتح مکہ: ۸ھ میں کفار نے خود ہی صلح نامہ حدیبیہ توڑ دیا تو آپ دس ہزار صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور بغیر مزاحمت کے مکہ فتح کر لیا۔ آپ نے سب مخالفین کو معاف فرما دیا اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا۔

۷) غزوہ حنین: مکہ میں ہی آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ ثقیف اور ہوازن کے لوگ بڑی تعداد میں وادی حنین میں جمع ہو گئے ہیں چنانچہ آپ بارہ ہزار[۱۲۰۰۰] فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلے۔ دشمن کو شکست ہوئی اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔

۸) غزوہ تبوک: مسلمانوں کی ان کامیابیوں سے حکومت روم کو خطرہ محسوس ہوا اور اس نے شام کی سرحد پر فوجی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ نے موسم کی شدت کے باوجود سرحد شام کے مقام تبوک تک پیش قدمی کی۔ اس پر رومیوں نے فوجیں پیچھے ہٹا لیں۔ آپ نے بیس[۲۰] دن وہاں قیام کر کے قرب و جوار کے قبائل کو مطیع

www.maktabah.org

کیااور واپس لوٹ آئے۔

حجتہ الوداع ۹ ھ میں حج فرض ہوا مگر آنحضور ﷺ اپنی مصروفیات کی بنا پر خود تشریف نہ لے جا سکے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج مقرر فرماکر مکہ معظمہ روانہ کیا۔ اگلے سال ۱۰ ھ میں آنحضور ﷺ خود حج پر تشریف لے گئے۔ آپ نے لوگوں کو اسلامی حج کی تمام جزئیات کی تعلیم دی اور اپنے ارشادات میں یہ تاثر دیا کہ گویا آپ لوگوں کو رخصت اور وداع کر رہے ہوں اس موقعہ پر میدان عرفات میں آپ نے جو تاریخی خطبہ دیا، اسے خطبۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس میں مساوات انسانی، نسلی امتیاز کے خاتمہ، اخوت اسلامی، حقوق العباد، عورتوں کے حقوق، قتل وغارت کے خاتمہ، سود کے خاتمہ، اطاعت امیر کی تاکید فرمائی۔ یہ خطبہ ایک مکمل دستور تھا۔

اس خطبہ کے بعد یہ آیت اتری : اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُم دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنا (آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا) اس کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

وصال مبارک ۱۱ھ/ ۶۳۲ء نکتہ شناس صحابہ اس آیت کے نزول سے نشان وفات حضرت سرور کائنات ﷺ سمجھ گئے۔ ایک بار آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ایک بندہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو دنیا کے ناز و نعمت اختیار کرے یا اس چیز کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس بندہ نے دنیا کو اختیار نہیں کیا بلکہ آخرت کو اختیار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس رمز کو سمجھ گئے اور زار زار رونے لگے۔ لوگ ان کے رونے پر حیران تھے کہ حضور ﷺ تو ایک شخص کا حال بیان فرمارہے ہیں، ان کے رونے کا کیا سبب ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس بندہ سے مراد خود آنحضرت ﷺ تھے۔

حضرت عائشہؓ سے آپ نے فرمایا کہ خیبر میں مَیں نے جو لقمہ کھایا تھا، اس کی تکلیف ہمیشہ رہتی ہے اور اب اس میں اضافہ ہو گیا ہے۔ لقمہ سے مراد وہ کھانا ہے جس میں ایک یہودیہ نے بکری کے گوشت میں آپ کو زہر دیا تھا۔ غرضیکہ آپ کو درد سر اور

www.maktabah.org

شدید بخار کا عارضہ ہوا اور اس قدر بڑھا کہ آپ نماز کیلئے مسجد میں نہ جاسکے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ امامت کریں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے امامت شروع کی۔ آنحضرت ﷺ دوبار نماز کے دوران مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک بار حضرت صدیقؓ کے پیچھے پڑھی اور ایک بار ان کے برابر کھڑے ہوئے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۷ جون ۶۳۲ء بروز پیر دوپہر ڈھلے آپ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ تکیہ لگائے وفات پائی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ کی وفات سے گویا قیامت برپا ہوگئی۔ اصحاب واہل بیت کو ایسا صدمہ ہوا جس کا بیان ممکن نہیں۔ حضرت عمرؓ کے ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہے گا کہ وفات ہوگئی، میں اسے قتل کردوں گا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو ایسی گفتگو سے روکا اور یہ خطبہ پڑھا: مَنۡ کَانَ یَعۡبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدۡمَاتَ وَمَنۡ کَانَ یَعۡبُدُ اللّٰہَ فَاِنّ اللّٰہَ حَیّیٌ لَا یَمُوۡت۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلّا رَسُوۡل قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُل اَفَاِن مَّاتَ اَوۡقُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰی اَعۡقَابِکُم وَمَن یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یضُرَّ اللّٰہَ شَیۡئًا وَسَیَجۡزِی الشَّاکِرِیۡن (جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو آپ وفات پاچکے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ (پھر قرآنی آیت پڑھی :) محمد ﷺ محض رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ فوت ہوگئے یا قتل ہوگئے تو تم پیٹھ پھیر لوگے اور جس نے پیٹھ پھیر لی تو اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور وہ شکر کرنے والوں کو اجر عطا کرے گا)۔

اس خطبہ کو سنتے ہی سب کو آنحضور ﷺ کی وفات کا یقین آگیا اور سب کے حواس ٹھکانے آگئے۔ حضرات علیؓ، عباسؓ، فضلؓ، اسامہ بن زیدؓ نے آپ کو غسل دیا اور تین جامہ سے کفن دیا۔ نماز جنازہ کے واسطے یہ قرار پایا کہ جو لوگ آتے جائیں، باری باری نماز پڑھتے جائیں۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں، جہاں آپ کا انتقال ہوا، آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کے فراق میں اہل بیت وصحابہ کی بے قراری وگریہ زاری کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے فرمایا کہ لوگو تمہارے دلوں نے کس طرح

www.maktabah.org

گوارا کیا کہ اپنے پیغمبر ﷺ کے بدن پر مٹی ڈالی۔ اصحابؓ نے عرض کیا کہ اے بنت رسول ﷺ خدا کے حکم سے مجبوری ہے۔ حضرت فاطمہ الزہرہؓ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ جب تک زندہ رہیں، بالکل نہ ہنسیں۔ دفن کے بعد قبر مبارک پر آئیں اور تھوڑی سی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگائی، اسے سونگھا اور روتے ہوئے اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حضرت محمد ﷺ کی قبر کی خاک سونگھی، اسے چاہیے کہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی حج کرے اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ ارشاد فرمایا: جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ شام کی طرف چلے گئے تھے۔ چھ ماہ بعد خواب میں دیکھا کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اے بلالؓ یہ کیا ظلم کیا ہمارے پاس زیارت کو بھی نہیں آتے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نیند سے بیدار ہوتے ہی مدینہ منور کی طرف روانہ ہو گئے۔

حلیہ مبارک

آنحضرت ﷺ میانہ قد مائل بہ طوالت تھے لیکن جس مجمع میں کھڑے ہوتے تھے، اس میں خواہ کیسے ہی طویل القامت آدمی موجود ہوتے، آپ سب سے بلند معلوم ہوتے۔ رنگ مبارک سرخ و سفید باملاحت تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ موئے مبارک خوب سیاہ اور قدرے گھونگریالے تھے، کبھی کندھوں تک اور کبھی نرمہ گوش تک ہوتے تھے۔ آپ سیدھی مانگ نکالا کرتے تھے۔ پیشانی مبارک کشادہ اور روشن تھی۔ ابرو مبارک باریک، کمان کی شکل میں تھے اور باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے تھے لیکن فی الواقعہ ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں کے بیچ میں کچھ فرق تھا۔ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی تھی۔ چشم مبارک بڑی تھیں اور سفیدی میں سرخی آمیز تھیں۔ پتلیاں نہایت سیاہ کہ سرمہ کے بغیر بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرمہ لگایا ہوا ہے۔ پلکیں بڑی بڑی تھیں۔ رخسار مبارک پُر گوشت و نرم، نہ پھولے ہوئے نہ دبے ہوئے۔ ناک بلند اور نورانی۔ کان نہ چھوٹے نہ بڑے بلکہ متوسط اور خوبصورت تھے۔ دندان مبارک سفید چمکدار، بوقت

www.maktabah.org

تبسم تجلی کی مانند چمک معلوم ہوتی تھی تو آگے کے دانتوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ چہرہ مبارک نہ لمبا نہ گول بلکہ کسی قدر گولائی تھی اور چاند کی طرح درخشاں تھا۔

ریش مبارک گھنی تھی۔ مونچھیں کترواتے تھے۔ آپ کے سر مبارک اور داڑھی میں سترہ بال سفید تھے۔ گردن مبارک صاف شفاف بہت خوبصورت گویا سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ کندھے پُر گوشت، ہاتھ لمبے، ہتھیلیاں کشادہ پُر گوشت اور نرم، بغلیں سفید، خوشبودار اور بغیر بالوں کے تھیں۔ انگلیاں لمبی تھیں۔ سینہ مبارک چوڑا تھا اور اس پر بالوں کا ایک باریک خط ناف تک تھا۔ پشت مبارک گویا چاندی کی ڈھلی ہوئی، دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ یہ کبوتر کے انڈے کی مانند گوشت کا ایک ابھرا ہوا ٹکڑا تھا جس کے گرد تل اور بال تھے۔ ہاتھوں، کندھوں، سینہ اور پنڈلیوں پر بال تھے۔ اس کے سوا بدن مبارک پر بال نہ تھے۔ سینہ اور پیٹ برابر تھے یعنی پیٹ سینہ سے نکلا ہوا نہ تھا۔ پنڈلیاں گول اور باریک تھیں۔ کفِ پا پُر گوشت اور بیچ سے خالی تھی۔ پائے مبارک کی انگلیاں خوش نما تھیں اور انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی تھی۔

پس پشت سے بھی آپ کو ویسا ہی نظر آتا تھا جیسا کہ سامنے سے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا بدن مبارک نور کا تھا۔ جیسی شمع کہ اس کا منہ اور پشت یکساں ہوتی ہے۔ اسی سبب سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ کسی قدر گردن جھکا کر بے تکلف اور قوت کے ساتھ چلتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا پاؤں جما کر اٹھاتے ہیں اور بلندی سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رو نہیں دیکھا، آپ بلا تکلف چلا کرتے تھے اور ہم نہایت مشقت سے آپ کا ساتھ دے پاتے تھے۔ آپ پاؤں پاس پاس رکھ کر چلتے۔ جسم مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ جو آپ سے مصافحہ کرتا تھا، تمام دن اس کے ہاتھ سے خوشبو آتی تھی۔ جس گلی میں آپ نکل جاتے، وہ خوشبو سے مہک جاتی تھی اور لوگ پہچان لیتے تھے کہ آپ اس طرف سے گزرے ہیں۔ پسینہ مبارک میں ایسی خوشبو تھی کہ وہ دلہنوں کے لگایا جاتا تھا اور وہ خوشبو تمام خوشبوؤں پر غالب ہوتی تھی۔ آبِ دہن مبارک سے کھاری کنوئیں میٹھے ہو جاتے تھے۔ آپ کے بدن مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور جامہ مبارک

www.maktabah.org

میں جوں نہیں پڑتی تھی۔ آپ کو پاکیزگی اور صفائی بہت پسند تھی اور میلا کچیلا پریشان صورت رہنے کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ بالوں کو دھونے اور تیل لگانے کا حکم فرمایا لیکن اس قدر نہیں کہ اکثر اوقات اسی میں مشغول رہے۔

اخلاق کریمہ آپ کے خُلق کا اندازہ اسی سے کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اسے عظیم قرار دیتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ ع:

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

آپ ایسے باوقار تھے کہ جو آپ کو اچانک دیکھتا، مبہوت ہو جاتا۔ مگر جب شرف حضور سے مشرف ہوتا اور بات چیت کرتا تو آپ کی محبت اس کے دل میں اتر جاتی۔ آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے، اول سلام کرتے۔ جو کوئی آپ کو کسی کام کے لئے کھڑا کر لیتا تو آپ اس وقت تک ٹھہر جاتے جب تک وہ شخص خود نہ جاتا۔ جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اس سے ہاتھ نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ جب آپ اپنے اصحاب میں سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے، پھر اس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے۔ کھڑا ہوتے اور بیٹھتے وقت اللہ کا ذکر کرتے۔ اگر نماز پڑھنے کے دوران کوئی آپ کے پاس آبیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اس سے پوچھتے کہ تم کو کوئی کام ہے اور جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے۔

آپ کی نشست کا انداز اکثر یہ تھا کہ دونوں پنڈلیوں کو کھڑی کر کے ان کے گرد دونوں بازو ڈال کر دونوں ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔ آپ کی نشست آپ کے اصحاب کی نشست سے الگ نہ تھی بلکہ جہاں آپ کو جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے پاؤں اہل مجلس میں اس طرح پھیلائے ہوں کہ ان پر جگہ تنگ ہو گئی ہو۔ ہاں اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤں پھیلانے سے تنگی نہ ہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی۔ آپ کے پاس جو کوئی بھی آتا، اس کی خاطر اور تعظیم فرماتے حتیٰ کہ جن کے ساتھ قرابت داری وغیرہ نہ تھی، ان کے لئے بھی اپنی چادر بچھاتے اور ان کو بٹھاتے۔ جو تکیہ آپ کے نیچے رہتا تھا، اسے نکال کر آنے والے کے حوالہ فرماتے اور اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو آپ اسے قسم دیتے کہ اس پر تکیہ لگا کر بیٹھے۔

www.maktabah.org

جس کسی نے آپ سے محبت کی، اس کو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھ پر کرم فرماتے ہیں۔ اپنے جلیسوں میں سے ہر ایک کی طرف فرداً فرداً توجہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خاطر و دلداری کے واسطے ان کی کنیت سے پکارتے اور جس کی کنیت نہ ہوتی، اس کی کنیت خود مقرر فرماتے۔

آپ کو سب لوگوں سے دیر میں غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہو جاتے۔ لوگوں پر نہایت درجہ شفقت فرماتے اور ان کے حق میں سب سے بڑھ کر نافع تھے۔ آپ کی مجلس میں آوازیں بلند نہ ہوتیں اور جب مجلس سے اٹھتے تو فرماتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُم وَبِحَمْدِكَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْك اور یہ فرماتے کہ مجھے یہ کلمات جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔ آپ سب سے زیادہ فصیح اور شیریں زبان تھے اور فرماتے کہ میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ آپ کم سخن، نرم گفتار تھے۔ جب بولتے تو زیادہ کلام نہ فرماتے۔ آپ کے الفاظ گویا موتیوں کے دانوں کی لڑی کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے تھے۔ دوران کلام کچھ توقف ہوتا تھا تاکہ سننے والا اسے یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ بہترین تھا۔ سکوت بہت فرماتے تھے اور بلا ضرورت لب مبارک نہیں ہلتے تھے۔ نامعقول لفظ کبھی زبان پر نہ لاتے۔ غصہ کی حالت میں بھی سچ اور معقول بات کے علاوہ کچھ نہ فرماتے۔ اگر کوئی شخص برا لفظ بولتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ جو لفظ آپ کو برا معلوم ہوتا لیکن مجبوری کے تحت کہنا پڑتا تو اس کو صراحتاً نہ فرماتے بلکہ اشارۃً فرمادیتے۔ جب آپ خاموش ہو جاتے، تب اہل مجلس بات کرتے۔ آپ کی محفل میں کوئی ایک دوسرے کی بات نہ کاٹتا تھا۔

خیر خواہی کی غرض سے بغیر ہنسی کے نصیحت فرماتے۔ اپنے اصحاب کے روبرو آپ سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے۔ ان کی باتوں سے خوش ہوتے اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی باچھیں کھل جاتیں صحابہ بھی آپ کی مجلس میں خوش دل رہتے البتہ نزولِ قرآن مجید، ذکرِ قیامت، خطبہ اور وعظ کے مواقع پر ماحول نہایت سنجیدہ ہوتا۔ اگر آپ غصہ میں ہوتے (اور غصہ بجز خدا کے واسطے سے کبھی نہیں ہوتا تھا) تو کسی کو آپ کے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ تھی۔

www.maktabah.org

آپ جو موجود پاتے، کھالیتے تھے اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے، وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا۔ جب دستر خوان بچھایا جاتا تو بسم اللہ پڑھتے۔ جب طعام تناول فرمانے بیٹھتے تو بائیں زانو پر بیٹھتے اور دایاں زانو کھڑا کر لیتے۔ گرم کھانا نہ کھاتے اور فرماتے کہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی اس لئے اسے ٹھنڈا کر لو۔ آپ ہمیشہ اپنے قریب سے کھایا کرتے اور تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے۔ دو انگلیوں سے نہیں کھاتے تھے اور فرماتے کہ یہ طریقہ شیطان کے کھانے کا ہے۔ آپ بغیر چھنے جو کے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے۔ ککڑی تر خرما اور نمک کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ تر میووں میں آپ کو خربوزہ اور انگور بہت پسند تھے اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے۔ کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے اور کھانے میں دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے تھے۔ کبھی آپ انگوروں کا خوشہ منہ میں رکھ لیتے یعنی کئی کئی دانے ایک دفعہ کھاتے۔ آپ کا اکثر کھانا پانی اور کھجور ہوتا تھا۔ کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا پی لیتے اور اوپر سے ایک کھجور کھاتے، پھر اسی طرح باری باری نوش کرتے۔ دودھ اور کھجور کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزیں)۔ سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا۔ فرماتے تھے کہ گوشت قوت سماعت بڑھاتا ہے اور دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ آپ ثرید (شوربے میں ڈوبی ہوئی روٹی) کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے اور کدو کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا ارشاد تھا کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ آپ خود شکار نہیں کرتے تھے مگر کوئی شکار کر کے لا دیتا تو اسے خوش ہو کر کھاتے۔ گوشت کھاتے وقت سر مبارک کو نہ جھکاتے بلکہ اس کو منہ کے پاس لا کر دانت سے کاٹتے تھے۔ روٹی اور گھی بھی تناول فرماتے۔ بکری کے گوشت میں سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا، کھانے کی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجور کی اقسام میں سے عجوہ پسندیدہ تھی۔ ساگ کی قسم میں کاسنی اور خرفہ پسند فرماتے۔

گردوں کو پسند نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ پیشاب کے قریب ہوتے ہیں۔ بکری کے گوشت میں سے ذکر، فوطے، پھکنا، پتہ، غدہ اور خون نہیں کھاتے تھے

www.maktabah.org

اور انہیں اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کچا لہسن، پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے۔ کسی کھانے کو کبھی برا نہیں فرمایا، اچھا ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسروں کی نظر میں اس کو ناپسندیدہ نہیں بنایا۔ تلی سے آپ کو نفرت تھی مگر اس کو حرام نہ فرماتے تھے۔

اپنی انگلیوں سے رکابی صاف کرتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں۔ جب تک ایک ایک انگلی کو چاٹ نہ لیتے، اس وقت تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھتے۔ کھانے کے بعد ہاتھوں کو خوب دھوتے اور بقیہ پانی کو منہ پر پونچھ لیتے۔ آپ پانی تین وقفوں سے پیتے اور ہر بار شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہتے۔ پانی کو چوس چوس کر پیتے، بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ کبھی کبھی ایک ہی سانس میں پانی نوش فرمالیتے۔ پیتے وقت برتن میں سانس نہ لیتے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیتے۔ برتن میں بچا ہوا تبرک آپ اس کو مرحمت فرماتے جو آپ کے دائیں طرف ہوتا اور اگر بائیں جانب والا رتبہ میں بڑا ہوتا تو دائیں جانب والے سے اجازت لیتے کہ طریقہ تو یہی ہے کہ تجھے ملے لیکن اگر پسند کرو تو بائیں جانب والے کو اپنے آپ پر ترجیح دیدو۔

ایک بار آپ کی خدمت میں ایک برتن آیا جس میں شہد اور دودھ تھا۔ آپ نے اسے پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزیں ایک جگہ اور دو سالن ایک برتن میں ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں انہیں حرام نہیں کرتا ہوں مگر فخر کو اور دنیا کے اسراف کا قیامت میں محاسبہ ہونے کو برا جانتا ہوں اور تواضع کو پسند کرتا ہوں کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع کرتا ہے، اللہ اس کو بلند کرتا ہے۔ گھر والوں سے کھانا نہیں مانگتے تھے اور نہ ان پر کسی کھانے کی فرمائش کرتے تھے۔ انہوں نے جو کھلا دیا، کھالیا۔ جو سامنے رکھا، قبول فرمایا۔ جو پلایا، وہ پی لیا۔ بعض اوقات اپنے کھانے پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لیتے تھے۔

پوشاک کے بارے میں بھی مزاج کا انداز یہی تھا یعنی تہبند، چادر، کرتہ، جبہ یا کچھ اور جو بھی مل جاتا، پہن لیتے۔ آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور مُردوں کو اسی میں کفناؤ۔ لڑائی کے دوران کبھی روئی سے بھری قبا اور کبھی بغیر روئی کے قبا زیب تن فرماتے۔ آپ کے پاس ایک سبز رنگ کی

www.maktabah.org

ریشمی قبا تھی۔ جب اسے پہنتے تو اس کی سبزی آپ کے رنگ کی سفیدی میں بڑی دیدہ زیب لگتی۔ آپ کے کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے۔ تہمد نصف پنڈلی تک ہوتا۔ قمیض کے بند ہمیشہ بندھے رہتے۔ آپ کبھی بغیر قمیض کے صرف چادر پہن لیتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ تہمد کی ایک چادر پہنتے، بدن پر اور کوئی کپڑا نہ ہوتا اور اس چادر کے دونوں کناروں کو اپنے دونوں شانوں کے درمیان گرہ لگاتے۔ جمعہ کے لئے آپ کے پاس ایک خاص جوڑا تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمیں ایک چھوٹی چادر میں نماز ظہر پڑھائی جس کے کناروں کو آپ نے گرہ دے رکھی تھی۔ آپ انگوٹھی بھی پہنتے تھے اور کبھی باہر تشریف لاتے تو کسی چیز کی یادداشت کے لئے انگوٹھی میں دھاگا باندھا ہوتا۔ ٹوپی اکثر دستار کے نیچے ہوتی تاہم کبھی بغیر دستار کے صرف ٹوپی سر مبارک پر رکھتے۔ لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے شروع کرتے اور اتارتے وقت بائیں طرف سے ابتدا کرتے۔ جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو پرانا کسی مسکین کو عنائیت فرما دیتے۔ ارشاد فرماتے کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایسا کرے تو وہ اس وقت تک موت و حیات میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور برکت میں رہے گا، جب تک کہ دوسرا آدمی کپڑا پہنے رہے گا۔

آپ کا چمڑے کا ایک گدا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ اس کا طول دو گز اور عرض ایک گز اور ایک بالشت تھا۔ آپ کا ایک کمبل تھا جو ہر وقت ساتھ ہوتا تھا۔ اسے دو تہ کر کے آپ کے نیچے بچھا دیتے تھے۔ آپ بوریا پر سوتے تھے اور اس کے علاوہ کوئی اور بستر نہ تھا۔

آپ سب سے زیادہ حلیم تھے اور قدرت کے باوجود مجرم کا قصور معاف فرما دیتے۔ ایک یہودی عورت نے آپ کی خدمت میں گوشت پیش کیا جس میں زہر ملا تھا۔ راز افشا ہونے پر اس عورت کو آپ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس عورت نے کہا کہ مجھے یہ منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ تم ایسا کر پاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسے قتل کر دیں مگر آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ ایک اور یہودی نے آپ پر جادو کیا۔ حضرت

www.maktabah.org

جبریلؑ نے آپ کو اس کی اطلاع دی چنانچہ آپ نے اس جادو کو نکلوا کر گرہ کھول دی تو اس سے افاقہ ہو گیا۔ اس یہودی سے آپ نے اس بارے میں کوئی بات تک نہ کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی میرے صحابہ کے بارے میں میرے پاس گلہ نہ کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس سینہ صاف ہو کر آؤں۔ خفگی اور رضامندی کی دونوں کیفیات آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھیں۔ غصہ کی حالت میں ریش مبارک کو بار بار ہاتھ لگاتے تھے۔ کسی کے سامنے وہ بات نہیں فرماتے تھے جو اسے بری لگے۔ ایک شخص زرد خوشبو لگا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو وہ خوشبو ناپسند تھی مگر خاموش رہے۔ اس کے جانے کے بعد صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم اس سے کہہ دو کہ اس کا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو۔ ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا۔ صحابہ اس پر چڑھ دوڑے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا پیشاب مت روکو۔ جب وہ فارغ ہوا تو اسے بلا کر سمجھایا کہ مساجد ایسی جگہ نہیں جہاں کوڑا پھینکا جائے یا پیشاب کیا جائے۔

آپ سخاوت میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ماہ رمضان میں تو ہر چیز لٹا دیتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے وہ چیز عطا نہ کی ہو۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔ مگر تم کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لو۔ میں وہ قرض بعد میں ادا کر دونگا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو چیز آپ کے پاس نہیں، اس کی تکلیف اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں دی۔ آپ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات اچھی نہ لگی۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ آپ خرچ کیے جائیں اور مالک عرش بریں کی طرف سے مفلسی کا خوف دل میں نہ لائیں۔ آپ کو یہ بات پسند آئی اور چہرہ مبارک پر تبسم اور سرور کے آثار ظاہر ہوئے۔

آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ شجاع قوی اور بہادر تھے۔ مکہ کے ایک پیشہ ور اور نامور پہلوان رکانہ نے آپ کو کشتی لڑنے کا چیلنج دیا کہ میں آپ کو تب سچا نبی مانوں گا کہ آپ مجھے شکست دیں۔ آپ نے کبھی کشتی نہیں لڑی تھی لیکن چونکہ معاملہ حق ثابت کرنے کا تھا، آپ نے اس کا چیلنج قبول کیا اور اسے تین بار پچھاڑ دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا اور دونوں صفیں مل جاتی تھیں تو ہم آنحضور

www.maktabah.org

ﷺ کی آڑ میں ہو جاتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت دشمن سے قریب تر ہوتے تھے۔ جب لوگوں کو لڑائی کا حکم فرماتے تو بہ نفسِ نفیس تیار ہوتے۔ جنگ میں سب سے پہلے ٹولی میں سے آگے بڑھنے والے آپ ہی ہوتے تھے۔ غزوہ حنین میں جب مسلمانوں میں افراتفری پھیلی اور مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال کی کیفیت میں رجز پڑا۔

اَنَا النَّبِیُّ بلَا کَذِبْ   اَنَا اِبْنُ عَبْدِالْمُطلِبْ

(میں نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔ اس روز کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو آپ سے زیادہ قوی دل ہو۔ آپ کی اس جرأت اور ثابت قدمی کی وجہ سے مسلمان دوبارہ منظم ہو کر لڑے اور فتح پائی۔

آپ اپنے عالی منصب کے باوجود سب لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو وہ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ خوف مت کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی عورت کا فرزند ہوں۔ صحابہ میں ایسے گھل مل کر بیٹھتے کہ نیا آنے والا اجنبی شخص پوچھے بغیر یہ معلوم نہ کر پاتا کہ رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں۔ یہاں تک کہ صحابہ نے التماس کی کہ آپ ایسی جگہ بیٹھا کریں کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کریں۔ چنانچہ آپ کے لئے مٹی کا ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا دیا گیا جس پر آپ نشست فرماتے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ تکیہ لگا کر کھانا تناول فرمایا کریں کہ اس سے آپ کو آسانی ہو گی۔ آپ نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین پر لگ جائے اور فرمایا کہ میں ایسے کھاؤں گا جیسے ایک عام آدمی کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عام آدمی بیٹھتا ہے۔

محفل میں جس موضوع پر بات ہو رہی ہوتی، آپ اس میں خوشی شریک ہوتے۔ اگر آخرت کے بارے میں گفتگو ہوتی تو آپ اسی کے متعلق تقریر فرماتے۔ اگر کھانے پینے پر بات ہوتی تو ویسا ہی ذکر کرتے۔ اگر صحابہ دنیا کے باب میں کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے۔ کبھی اصحاب آپ کے سامنے اشعار پڑھتے اور دور جاہلیت کا ذکر کر کے ہنستے تو آپ بھی تبسم فرماتے۔ سوائے ناجائز بات کے آپ کسی بات سے منع نہ فرماتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی آپ کو بری لگتی، آپ کبھی یہ نہ فرماتے

www.maktabah.org

کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اگر آپ کے اہل خانہ کسی کو ملامت کرتے تو ارشاد ہوتا کہ اس کو کچھ مت کہو۔ تقدیر میں یہی ہونا تھا۔ آپ مذاق بھی فرماتے مگر اس میں بھی سچ کے سوا اور کچھ نہ فرماتے۔ مسکراتے مگر زور سے نہ ہنستے۔ جائز کھیل کو دیکھتے اور منع نہ فرماتے۔ اپنے اہل خانہ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرتے کہ کون آگے نکلتا ہے۔

خواب گاہ میں کوئی خصوصی اہتمام نہ فرماتے۔ اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو اس پر لیٹ رہے۔ اگر بستر نہ ہوا تو زمین پر ہی دراز ہو گئے۔ اپنا جوتا مرمت کرتے، کپڑے میں پیوند لگاتے، گھر کا کام کرتے اور ازواج مطہراتؓ کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ ہدیہ قبول فرماتے خواہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران ہی کیوں نہ ہو اور ہدیہ کا بدلہ بھی عطا کرتے۔ ہدیہ تناول فرماتے اور صدقہ نہ کھاتے۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے، بیمار کی عیادت کرتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔ اتنے حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی۔

آپ کا غصہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا، کبھی اپنی ذات کے لئے غصہ نہ فرماتے۔ حق کے لئے کسی نقصان کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایک بار مشرکین کی ایک جماعت نے پیش کش کی کہ ہم آپ کی طرف سے آپ کے دشمنوں سے انتقام لیتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ کے پاس افرادی قوت بہت کم تھی اور آپ کے لئے ایک مددگار فرد بھی اہم تھا مگر آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا۔ جو لوگ اخلاق میں افضل ہوتے، ان کی عزت کرتے۔ کسی مسکین کو اس کے مفلس یا اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوتے بلکہ دونوں کو برابر اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ آپ کے پاس غلام تھے مگر کھانے اور لباس کے معاملہ میں کبھی ان سے برتری نہیں فرمائی۔

جنگ کے دوران آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ دشمنوں پر لعنت کریں تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں رحمت کے لئے مبعوث ہوا ہوں، نہ کہ لعنت کے لئے۔ جب آپ سے درخواست کی جاتی کہ آپ فلاں شخص کے لئے بد دعا فرمائیں تو آپ بد دعا سے اعراض کر کے دعائے خیر فرماتے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ آپ نے دست مبارک سے کسی پر وار نہیں کیا۔ اگر کسی نے ذاتی حیثیت میں آپ سے کوئی برائی

www.maktabah.org

کی تو آپ نے کبھی اس سے بدلہ نہ لیا۔

عبادات و معمولات

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تخلیق عالم کا مقصد عبادت ہے :وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (میں نے جن اور انسان کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا)۔ پس کسی فرد کو عبادت کے بغیر چارہ نہیں۔ عبادت ہی قرب حق ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے :اِنَّ اللّٰهَ رَبِّی وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْم (اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے)۔ جس شخص کو قرب حق زیادہ نصیب ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور اپنی عبدیت کی حقیقت زیادہ کھلتی ہے اور جس کسی پر یہ حقیقت جس قدر زیادہ کھلے گی، اسی قدر وہ حق عبودیت ادا کرنے میں زیادہ مصروف ہو گا۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو قرب حق حاصل نہ تھا اس لئے آپ سب سے زیادہ اپنے لئے عبادت کا حق سمجھتے تھے۔

آپ اکثر ہر نماز کے واسطے وضو کیا کرتے تھے تاہم کبھی ایک وضو سے بھی آپ نے چند فریضہ ادا کیے ہیں۔ ہر نماز پر آپ مسواک کیا کرتے تھے اور اس کی بڑی فضیلت بیان فرماتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا واجب کر دیتا۔ ارشاد فرمایا کہ مسواک کرنا منہ کی طہارت اور رضائے حق تعالیٰ کا موجب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب کبھی جبریلؑ میرے پاس آئے ہیں، مسواک کرنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین چیزیں میرے اوپر فرض ہیں : وتر، مسواک اور قیام لیل۔ بعض دیگر احادیث کی رو سے آپ پر مسواک کا واجب ہونا ثابت ہے، فرض نہیں۔ امت کے لئے یہ واجب نہیں بلکہ ہر وضو کے ساتھ سنت موکدہ ہے۔ مسواک کی عدم موجودگی میں دانتوں پر انگلی پھیرنا یا کپڑے سے ملنا بھی کافی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ مسواک پیلو کے درخت کی ہو کیونکہ آنحضور ﷺ کا یہی معمول تھا۔

آنحضرت ﷺ وضو میں تھوڑا پانی صرف کرتے تھے اور امت کو وضو میں پانی کے اسراف سے منع فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے پاس سے گزرے اور وہ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے سعد یہ اسراف

www.maktabah.org

کیسا؟۔ انہوں نے عرض کیا: کیاپانی میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، بے شک تم جاری نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اعضا کو تین تین مرتبہ دھوتے تھے۔ کبھی کبھی امت کی تعلیم کے لئے ایک یادو مرتبہ پر ہی اکتفا کرتے تھے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اتنا بھی کافی ہے۔ تین سے زیادہ مرتبہ کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ ممانعت وارد ہے۔ وضو کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھتے اور آخر میں یہ پڑھتے: اَشْهَدُ اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِى مِنَ التَّوَّابِيْن وَجْعَلْنِى مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْن. شیخ ابن الہمام نے ہر عضو کے دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا مستحب کہا ہے۔

آنحضرت ﷺ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے کرتے۔ زبان سے نیت کہنا آپ سے مروی نہیں۔ تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے۔ بعد ازاں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے اور دعائے استفتاح یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُم……، پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھتے۔ بعد ازاں کوئی سورۃ یا آیات تلاوت فرما کر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے۔ رکوع میں ہر دو ہتھیلی سے زانوؤں کو سختی سے پکڑتے اور انگلیاں پھیلا دیتے۔ (حالت نماز میں آپ کی انگلیوں کی تین صورتیں ہوتی تھیں: رکوع میں پھیلی ہوئی، سجدہ میں جڑی ہوئی اور تشہد میں بحال یعنی نہ پھیلی ہوئی، نہ جڑی ہوئی)۔ رکوع میں کہنیوں کو پہلو سے الگ اور پشت کو سیدھا رکھتے تھے۔ تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْم پڑھتے جو کہ تسبیح کی کم از کم تعداد ہے۔ اگر تین سے زیادہ مرتبہ طاق تعداد میں پڑھے تو افضل ہے مگر یہ انفرادی نماز کے لئے ہے۔ جماعت میں امام کو مقتدیوں کی رعایت کے پیش نظر مختصر تعداد رکھنی چاہیے۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو پہلے زانوؤں کو زمین پر رکھتے، پھر ہاتھ اور بعد ازاں پیشانی۔ یوں سات اعضاء یعنی منہ، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں سے سجدہ فرماتے۔ منہ میں بھی پیشانی اور ناک دونوں سے سجدہ فرماتے۔ سجدہ کی حالت میں بازوؤں کو پہلو سے اس قدر دور رکھتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ اسی طرح بازوؤں اور شکم کو ران سے علیحدہ رکھتے اور سر مبارک دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا۔ قومہ (رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا) اور جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا) رکوع و

www.maktabah.org

سجود کے انداز کے مطابق ہوتے یعنی اگر قیام طویل ہوتا تو رکوع و سجدہ اور قومہ و جلسہ بھی طویل ہوتے اور اگر قیام مختصر ہوتا تو یہ سب ارکان بھی مختصر ہوتے۔ بعض اوقات یہ ارکان اس قدر طویل ہوتے کہ شبہ ہونے لگتا کہ نماز بھول گئے ہیں۔ قومہ و جلسہ کے اعتدال کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں مگر کم سے کم یہ ہے کہ پشت کی ہڈی سیدھی ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چوریوں میں سب سے بری نماز کی چوری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ نماز کی چوری کیا ہے۔ فرمایا: رکوع و سجود کو مکمل نہ کرنا۔ دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت ران یا گھٹنے پکڑ کر اٹھتے گو کہ اس میں روایات کا اختلاف ہے۔ تشہد میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔ ہر دو پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو ہوتی تھیں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ہوتے تھے۔ تشہد کے آخر میں دائیں اور بائیں جانب سلام اس طرح پھیرتے کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آنے لگتی،

سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ بعد ازاں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَام......الخ پڑھتے۔ ہر نماز کے بعد معوذتین (آخری دو اعوذ) کا پڑھنا بھی آیا ہے۔ ایک روایت میں بعد از نماز صبح و مغرب دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر پڑھنا بھی آیا ہے۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه...... كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر پڑھنا نیز ہر فرض کے بعد آیت الکرسی پڑھنا مشہور اوراد سے ہے۔ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، وہاں استغفار اور اللّٰھم انت السلام......الخ فرض کے فوراً بعد اور دیگر ادعیہ سنتوں کے بعد پڑھنا اولیٰ ہے۔

آنحضرت ﷺ نماز تہجد سفر و حضر میں کبھی ترک نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی فوت ہو جاتی تو دوپہر سے قبل بارہ رکعت اس کا بدل ادا کرتے۔ اس ادائے قضا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تہجد آپ پر واجب تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ تہجد کھڑے ہو کر ادا کرتے۔ پہلی دو رکعت نسبتاً مختصر ہوتیں، اس کے بعد طویل قرأت پڑھتے مثلاً سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء، سورہ مائدہ حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک ورم کر

www.maktabah.org

جاتے اور پھوٹ جاتے۔ ایسا بھی ہوا کہ تمام رات نماز میں ایک ہی آیت کا تکرار فرماتے رہے اور وہ آیت یہ ہے: اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (اگر تُو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہی تو ہیں اور اگر تُو انہیں بخش دے تو بے شک تُو غالب اور حکمت والا ہے)۔ رکوع و سجود بھی قرأت کی طوالت کی مناسبت سے کرتے۔ وتر کی نماز اکثر آخر شب ادا فرماتے تاہم امت کے لئے فرمادیا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ آخر شب نہ اٹھ سکے گا، اس کے لئے جائز ہے کہ اول شب پڑھ لے۔ آنحضرت ﷺ وتر کے بعد دو رکعت مختصر پڑھا کرتے تھے اور اس میں پہلی رکعت میں اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ ...... الخ اور دوسری رکعت میں قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ...... الخ تلاوت فرماتے۔ بعض نے ان دو رکعت کا انکار بھی کیا ہے۔ وتر میں آپ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلٰى ...... الخ، دوسری رکعت میں قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ...... الخ اور تیسری رکعت میں قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ...... الخ پڑھا کرتے تھے۔ وتر کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ سُبۡحَانَ الۡمَلِكِ الۡقُدُّوس رَبُّنَا وَرَبُّ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡح کہتے۔ تیسری مرتبہ لفظ قدوس بلند آواز سے پڑھتے۔

نماز فجر کی دو رکعت سنت میں اکثر قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ...... اور قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ...... پڑھا کرتے اور کبھی کبھی سورہ بقرہ کی آیت قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ...... اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کی آیت يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا ...... بھی پڑھی ہے۔ فجر کی سنت کے بعد آپ دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ بعد ازاں مسجد میں تشریف لاتے اور نماز فجر کی امامت فرماتے۔ فجر کی نماز میں لمبی قرأت پڑھتے جو ساٹھ سے سو آیات تک ہوتی۔ کبھی سورہ ق، کبھی سورہ روم تلاوت فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن سائبؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں نماز فجر پڑھائی اور اس میں سورہ مومنون پڑھنا شروع کی، یہاں تک کہ آپ آیت ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آئی۔ چنانچہ آپ نے رکوع کر دیا۔ کبھی کبھی مختصر قرأت بھی پڑھتے مثلاً سفر میں معوذتین (آخری دو اعوذ) بھی پڑھے۔

نماز اور دعا کے بعد آپ صحابہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے۔ وہ اپنے خواب یا دور جاہلیت کی باتوں کا ذکر کرتے۔ آپ ان کی باتیں سن کر مسکرایا کرتے تھے۔ جب

www.maktabah.org

سورج نیزہ برابر بلند ہو جاتا تو آپ دو رکعت ادا فرماتے اور اس کی فضیلت پر زور دیتے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز فجر با جماعت ادا کرنے کے بعد ذکر خدا میں طلوع آفتاب تک مصروف رہے اور پھر دو رکعت نفل ادا کرے تو اسے حج و عمرہ کے برابر اجر ملے گا۔ آپ چاشت کی نماز بھی پڑھتے تھے تاہم اس کی رکعت کی تعداد میں اختلاف ہے۔ احادیث میں دو سے بارہ رکعت تک کی روایات ملتی ہیں۔ زوال کے فوراً بعد چار رکعت ادا فرماتے اسے صلوٰۃ فی الزوال کا نام دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میرے نیک عمل اوپر جائیں۔ ایسے نوافل آپ گھر پر ہی ادا فرماتے تھے۔

نماز ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور پھر چار رکعت فرض کی امامت فرماتے۔ اس میں لمبی تلاوت کرتے، کبھی سورہ سجدہ، کبھی سورہ اللیل، کبھی سورہ اعلیٰ پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعت اور کبھی چار بھی پڑھی ہیں۔ نماز ظہر موسم گرما میں ذرا تاخیر کر کے اور موسم سرما میں اول وقت میں ادا فرماتے۔ نماز عصر میں فرض سے پہلے چار رکعت اور کبھی دو رکعت بھی پڑھی ہیں۔ چار رکعت میں درمیانی طوالت کی قرأت کرتے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی نماز مغرب کے تین رکعت فرض ادا فرماتے جن میں مختصر تلاوت ہوتی، کبھی سورہ طور، کبھی سورہ مرسلات، کبھی سورہ دخان پڑھنے کی روایات ملتی ہیں۔ دونوں رکعت میں سورہ اعراف بھی پڑھی۔ فرض کے بعد دو رکعت سنت ادا فرماتے اور ان میں اکثر قُل یَااَیُّھَا الْکَافِرُون اور قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحدَ تلاوت کرتے۔ بعد ازاں اوّابین کے نوافل ادا کرتے۔

عشا کے وقت پہلے چار سنت، پھر چار فرض پڑھتے اور ان میں درمیانی طوالت کی تلاوت فرماتے کبھی سورہ اعلیٰ، کبھی سورہ الشّمس، کبھی سورہ اللیل وغیرہ پڑھتے۔ بعد ازاں دو یا چار سنت پڑھا کرتے تھے۔ (وتر کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے)۔ سونے سے قبل سورہ سجدہ اور سورہ ملک پڑھتے۔ کبھی کبھی سورہ دخان اور سورہ زمر بھی تلاوت فرماتے تھے۔

آپ یوم جمعہ کی بڑی فضیلت بیان فرماتے تھے۔ ارشاد ہوا: اِنَّ یَومَ الْجُمعَۃِ سَیِّدُ الْاَیّام وَاَعْظَمُھَا عِنْدَ اللّٰہ وَاَعظمُ عِند اللّٰہ مِنْ یَوم

www.maktabah.org

الْاَضحٰی وَیَوْمِ الْفِطْرِ (جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک سب دنوں سے بڑا دن ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بقر عید اور عید الفطر سے بھی بڑھ کر ہے)۔ اس دن ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگی جائے، قبول ہوتی ہے۔ اس دن نماز فجر میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھنا، نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھنا، نماز مغرب میں قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللّٰہ احد پڑھنا اور نماز عشاء میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھنا سنت ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے، قیامت کے دن اس کے قدموں سے آسمان تک نور ہوگا۔ ارشاد پاک ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، اسے فرشتے میرے پاس پہنچائیں گے۔ آپ کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن غسل فرماتے، صاف ستھرا لباس پہنتے، سر پر سیاہ عمامہ ہوتا جس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے۔ جب خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے منبر پر تشریف رکھتے تو حضرت بلالؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہتے۔ بعد ازاں آپ خطبہ شروع کرتے۔ اس کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص کسی قوم کو خبردار کر رہا ہو کہ تم پر دشمن کی طرف سے شب خون پڑنے والا ہے اس لئے ہوشیار ہو جاؤ۔ خطبہ پڑھتے وقت آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہوتی اور جلال کی کیفیت غالب ہوتی۔ خطبہ میں کبھی کبھی سورہ ق کی آیات تلاوت فرماتے۔ نماز کے مقابلہ میں خطبہ مختصر ہوتا۔

نماز عید مدینہ منورہ سے باہر میدان میں ادا فرماتے اور اگر بارش ہوتی تو یہ نماز بھی مسجد میں ادا کی جاتی۔ عید کے روز بھی آپ غسل فرماتے اور عمدہ لباس پہنتے۔ عیدالفطر کے موقع پر عیدگاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں نوش فرماتے جن کی تعداد طاق ہوتی۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ سے واپسی پر قربانی کے گوشت میں سے کھاتے۔ عیدہ گاہ میں ہمیشہ پیدل تشریف لے جاتے۔ جس راستے سے جاتے، اسی راستے سے واپس نہ آتے بلکہ راستہ تبدیل کر کے واپس آتے۔ آتی اور جاتی دفعہ راستہ میں تکبیر پڑھتے۔ عیدالفطر ذرا دیر سے اور عیدالاضحیٰ جلد ادا فرماتے۔ عیدگاہ پہنچتے ہی نماز شروع کر دی جاتی اور اس میں اذان اور تکبیر اقامت نہ ہوتی۔ عیدین کی نماز کی تکبیرات میں اختلافِ روایات پایا جاتا ہے تاہم مختار حنفیہ کے مطابق پہلی رکعت میں

www.maktabah.org

قرأت سے پہلے تین تکبیرات اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیرات ہیں۔ اس نماز میں اکثر سورہ اعلیٰ و سورہ غاشیہ یا سورہ ق و سورہ قمر تلاوت فرماتے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عید گاہ میں منبر نہ تھا۔ چنانچہ نماز کے بعد خطبہ شروع کرتے تو کبھی کمان اور کبھی چھوٹے نیزہ سے ٹیک لگا لیتے۔ کبھی حضرت بلالؓ کو ساتھ کھڑا کر کے ان کا سہارا لیتے۔

ماہ رمضان میں آپ کی عبادات میں بے حد اضافہ ہو جاتا، لوگوں پر بخشش و کرم اور دن رات صدقہ و خیرات میں سال کے باقی ایام کی نسبت بہت زیادتی آجاتی۔ تمام وقت ذکر و نماز، تلاوت و اعتکاف میں بسر ہوتا۔ ہر شب حضرت جبریلؑ سے ملاقات ہوتی اور ان سے قرآن پاک کا دَور کرتے۔ غروب آفتاب کے بعد افطار میں جلدی اور سحری بند کرنے میں تاخیر کرتے اور صحابہ کو اس تعجیل و تاخیر کی تلقین کرتے۔ کھجور کے چند دانوں سے افطار فرماتے اور اگر کھجور موجود نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیا کرتے۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّی (اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا۔ اسے میری طرف سے قبول فرما)۔ اس کے علاوہ افطار کی اور دعائیں بھی مروی ہیں۔ روزہ کی حالت میں فحش بکنے، غیبت کرنے اور لڑنے جھگڑنے سے منع فرماتے۔ اگر رمضان میں سفر در پیش ہوتا تو کبھی روزہ رکھ لیتے اور کبھی قضا کرتے۔ جہاں تک نفلی روزوں کا تعلق ہے، آپ کبھی ایسے متواتر روزے رکھتے کہ لوگوں کو گمان ہوتا کہ اب افطار نہیں کریں گے، پھر ایسے متواتر افطار کرتے کہ گمان ہوتا کہ اب کبھی نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔ تاہم کوئی مہینہ روزہ سے خالی نہ چھوڑتے اور ایام بیض (قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزہ کی تاکید فرماتے حتیٰ کہ خود سفر میں بھی رکھتے۔ اسی طرح سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ عشرہ ذی الحج (مراد ماہ ذی الحج کے ابتدائی نو دن) کے دوران روزہ رکھتے اور ارشاد فرماتے کہ عمل صالح کے لئے ان ایام سے بڑھ کر کوئی اور دن نہیں۔ یوم عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے۔ آخری عمر میں فرمایا کہ اگر زندہ رہے تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ ماہ شوال کے چھ روزوں کی بھی تاکید فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ماہ رمضان کے ساتھ یہ چھ روزے صیام دہر کے برابر ہیں۔

www.maktabah.org

رمضان کے تمام مہینوں میں آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا ہے البتہ ایک بار فوت ہو گیا تھا تو ماہ شوال میں اس کی قضا کی۔ ایک مرتبہ رمضان کے عشرہ اول اور ایک مرتبہ عشرہ وسط میں بھی اعتکاف فرمایا مگر جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں آتی ہے تو پھر ہمیشہ آخری عشرہ میں ہی اعتکاف فرماتے رہے۔ رمضان کی بعض راتوں میں بھی کچھ نہ کھاتے اور پے در پے روزہ رکھتے۔ مگر کمال رحمت و شفقت کی بناپر صحابہ کرامؓ کو ایسے روزے رکھنے سے منع فرماتے۔ جب ایک موقع پر صحابہ کرامؓ نے التجا کی کہ ہمیں بھی اس متابعت کی اجازت دی جائے تو آپ نے فرمایا : اَيُّكُمْ مِثْلِى اِنّى اَبِيْتُ عِنْدَ رَبّى يُطْعِمُنِى وَيَسقِيْنِى (تم میں سے کون میری طرح ہے۔ میں تو رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے)۔ آپ نے صیام دہر (ہمیشہ روزہ رکھنے) سے بھی منع فرمایا۔

ہجرت کے بعد آپ نے صرف ایک حج کیا جسے حجتہ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس میں آپ نے لوگوں کو حج سے متعلق احکام و مسائل سمجھائے اور فرمایا کہ شاید آئندہ سال مجھے اپنے درمیان نہ پاؤ۔ میدان عرفات میں تاریخی خطبہ دیا (حجتہ الوداع کے مختصر حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں)۔ آپ نے اپنی عمر میں تریسٹھ ۶۳ اونٹ ذبح کیے اور یہ تعداد آپ کی عمر مبارک کے سالوں کی تعداد کے برابر ہے۔ آپ کی عمر بھی قمری سن کے اعتبار سے تریسٹھ برس تھی۔ پوری زندگی آپ ہمہ وقت ذکر حق میں مشغول رہے۔ آپ کا کلام حمد و ثنا، تمجید و توحید، تسبیح و تقدیس، تہلیل و تکبیر، وعد و وعید، امر و نہی، تشریح و تعلیم احکام اور ذکر جنت و دوزخ سے عبارت ہوتا اور ہر لحظہ و ہر آن آپ امت کو راہ نجات و عمل صالح کی ترغیب دیتے رہتے۔

ارشادات

مسلمانوں نے جس محنت، تحقیق اور محبت سے آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کو جمع کیا، اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ احادیث کی کتابیں آپ کے ارشادات سے بھری پڑی ہیں۔ ذیل میں قاری کی رہنمائی اور آنحضور ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی غرض سے چند چیدہ ارشادات ذیلی عنوانات کے تحت درج کیے جاتے ہیں :

www.maktabah.org

ذکر:

۱) جس کسی کو یہ پسند ہو کہ جنت کے گلزاروں میں پھرے، اس کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر بہت کرے۔

۲) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا: افضل یہ ہے کہ ایسے حال میں مرو کہ زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

۳) صبح و شام خدا تعالیٰ کے ذکر سے تر زبان رہو تاکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہ رہے۔

۴) صبح اور شام کو خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا، راہ خدا میں تلواریں توڑنے اور پانی بہانے کی طرح مال دینے سے افضل ہے۔

۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں (یعنی میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی) اور جب وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب آتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف آہستہ چلتا ہے تو میں اس کی طرف جھپٹتا ہوں۔

۶) سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا اور اس روز اس سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کے خوف سے رویا۔

۷) بھلا میں تم کو وہ بات نہ بتادوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے مالک کے نزدیک بہت پاکیزہ، تمہارے درجات میں سب سے بلند اور تمہارے حق میں سونے چاندی کی خیرات سے بہتر ہو۔ اور تمہارے لئے اس بات سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کیا بات ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرنا۔

۸) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ذکر میں اس قدر مصروف ہو کہ مجھ سے مانگ بھی نہ سکے تو میں اسے اس چیز سے بہتر دونگا جو مانگنے والوں کو دیتا

www.maktabah.org

ہوں۔

۹)جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے ہیں، ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کے لوگوں میں یعنی ملاء اعلیٰ میں کرتا ہے۔

۱۰)جو لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی اور مقصود نہیں ہوتا تو ان کے لئے آسمان سے ایک نداد ینے والا پکارتا ہے کہ اٹھو تمہاری مغفرت ہو گئی اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

۱۱)جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں گے اور رسول کریم ﷺ پر درود نہ بھیجیں گے تو قیامت کے دن ان کے لئے حسرت ہو گی۔

۱۲)نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین پر ذکر کے حلقے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ جب وہ کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مطلوب کی طرف چلو۔ سب فرشتے وہاں آتے ہیں اور نیک ذکر کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ تیری حمد، بڑائی اور پاکی بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو تیری تسبیح، تحمید اور تمجید زیادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیسا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ گریز اور نفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتا ہے: وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ جنت کے سائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر دیکھ لیں تو کیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس کے اور زیادہ حریص ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے

www.maktabah.org

انہیں بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الٰہی ان میں فلاں شخص اس ارادہ سے نہیں آیا تھابلکہ اپنے کسی کام کی غرض سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی ان کے طفیل محروم نہیں رہتا۔

۱۳)سب سے افضل ذکر لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰه ہے۔

۱۴)جس نے کہا : لا اله الّا اللّٰه، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۱۵)جو کوئی ہر روز سَو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر پڑھے، اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ اس کے لئے سَو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سَو برائیاں دور کی جائیں گی۔ اس روز اسے شام تک شیطان سے پناہ میں رکھا جائے گا۔ اس کے عمل سے بڑھ کر کسی کا عمل نہیں سوائے اس شخص کے جو اس سے زیادہ مرتبہ یہ کلمات کہے۔

۱۶)دو کلمے زبان پر ہلکے، میزان پر بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہیں : سُبْحَانَ اللّٰه وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

۱۷)جو شخص سُبْحَانَ اللّٰه وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْم پڑھے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

۱۸)جو شخص ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے، اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائے گا۔

۱۹)جو شخص سَو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰه کہہ لیا کرے، اس کے حق میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہزار برائیاں اس سے دور کی جائیں گی۔

تلاوت قرآن پاک :

۱)قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ قیامت کے دن وہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرنے والا ہوگا۔

۲)قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ میں قرآن پاک سے بڑھ کر

www.maktabah.org

کوئی شفیع نہیں ہو گا، نہ کوئی نبی، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی اور شخص۔

۳) افضل عبادت تلاوت قرآن شریف ہے۔

۴) تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

۵) قرآن والے، اللہ والے اور اس کے خاص لوگ ہیں۔

۶) یہ دل لوہے کی طرح زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس کو روشن کرنے والی کون سی چیز ہے؟ فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور موت کو یاد کرنا۔

۷) جو کوئی قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے، اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، ل ایک حرف اور م ایک حرف ہے۔ یعنی الم کہنے سے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

درود شریف:

۱) میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود بھیجے میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں اور آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر سلام بھیجے تو میں اس پر دس سلام بھیجوں۔

۲) جو شخص مجھ پر درود بھیجے تو جب تک وہ درود پڑھتا رہے، فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ خواہ کوئی شخص تھوڑا درود پڑھے یا زیادہ مرتبہ پڑھے۔

۳) حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر بہت درود بھیجوں۔ پس میں نے جو وقت دعا کے لئے متعین کیا ہے، اس میں سے کتنا وقت درود کے واسطے مقرر کروں۔ فرمایا: جس قدر چاہو۔ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا: کیا چوتھائی حصہ درود کے لئے مقرر کر دوں۔ فرمایا: جس قدر چاہو لیکن اگر اس سے زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ پھر عرض کیا: آدھا وقت مقرر کر لوں۔ ارشاد فرمایا: جس قدر چاہو لیکن اگر اس سے زیادہ مقرر کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ پھر عرض کیا: دو تہائی وقت مقرر کر لوں۔ ارشاد فرمایا: جس قدر چاہو لیکن اگر اس سے

www.maktabah.org

زیادہ مقرر کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ تب ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے وظیفہ کا سارا وقت آپ پر درود پڑھنے میں صرف کروں گا۔ فرمایا: اس سے تم کفائت کیے جاؤ گے اور دنیاو آخرت کے تمہارے مقاصد پورے کئے جائیں گے۔

۴) قیامت کے دن مجھ سے قریب تر شخص وہ ہوگا، جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔

۵) ایمان دار کے لئے اتنا بخل ہی بہت ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

٦) خوار ہو وہ شخص کہ اس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

۷) جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

۸) جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔

۹) میری امت میں سے جو شخص مجھ پر درود بھیجے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس برائیاں مٹادی جائیں گی۔

۱۰) زمین پر کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے رہتے ہیں۔

۱۱) جو شخص کتاب میں مجھ پر درود لکھے تو جب تک میرا نام کتاب میں رہے گا، اس وقت تک فرشتے اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْد۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْد۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَرْوَاحِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَسَدِهٖ فِى الْاَجْسَادِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى قَبْرِهٖ فِى الْقُبُوْرِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

www.maktabah.org

مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّی وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِی لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ۔ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی وَبِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُومٍ لَّکَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَوْلَادِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَنْصَارِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَ مُحِبِّیْہِ وَ اُمَّتِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

صفائی :

۱) دین کی بنیاد صفائی پر ہے۔
۲) طہارت نصف ایمان ہے۔
۳) طاہر روزہ دار کی مانند ہے۔

رزق حلال :

۱) رزق حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
۲) جو شخص اپنے بیوی بچوں کو حلال مال کما کر کھلائے، اس کی مثال ایسی ہے

www.maktabah.org

کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور جو شخص پارسائی اور رزق حلال کے ساتھ دنیا کو طلب کرے، وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوگا۔

۳) جو شخص چالیس روز حلال کھائے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو روشن کرتا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری کرتا ہے۔

۴) اپنی غذا پاک اور حلال کر، تیری دعا قبول ہوگی۔

۵) اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے کہ جو شخص رزق حرام کھائے گا، اس کا فرض یا نفل کچھ مقبول نہیں ہوگا۔

۶) جو شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور اس قیمت میں ایک درہم بھی حرام ہو، تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔

۷) جو گوشت (بدن) حرام سے پُر ہے، وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

۸) جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کہاں سے مال کماتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے کہاں سے دوزخ میں داخل کرے۔

۹) عبادت کے دس۱۰ اجزا ہیں، ان میں سے نو۹ طلب حلال ہیں۔

۱۰) جو شخص رزق حلال کی طلب میں تھک کر شام کرے گا، تو اس کی رات اس حالت میں گزرے گی کہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور وہ اس کیفیت میں صبح کو بیدار ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا۔

۱۱) جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے، پھر اس سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ دے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام اخراجات کو اکٹھا کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔

۱۲) بہترین زاد راہ پرہیزگاری ہے۔

۱۳) جو شخص پرہیزگاری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا، اللہ تعالیٰ اسے اسلام کا سارا ثواب عطا کرے گا۔

۱۴) اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں، ان کا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

www.maktabah.org

۱۵)سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی حالت میں تنیس[۳] زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔

علمائے سُو:

۱)اللہ تعالیٰ کے نزدیک علماء میں سے زیادہ بُرے وہ ہیں جو امیروں سے جا کر ملتے ہیں۔

۲)علماء جب تک بادشاہ سے اختلاط نہ کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رسولوں کے امین ہیں اور اگر وہ ایسا کریں تو انہوں نے رسولوں کی خیانت کی۔ ایسے علماء سے پرہیز چاہیے۔

۳)اے گروہ مہاجرین دنیاداروں کے پاس مت جاؤ کہ دنیا روزی کو جفا بنا دیتی ہے۔

۴)عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب وہ علم سے خزانہ جمع کرنا چاہتا ہے تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہے۔

۵)یہ امت اس وقت تک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور پناہ میں رہے گی جب تک اس کے علماء، امراء کی اعانت اور خوشامد نہیں کریں گے۔

خوش خلقی:

۱)آپس میں ہدیہ دو اور دوست بناؤ۔

۲)جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوش خلقی ہے۔

۳)اللہ تعالیٰ جس شخص کی بہتری چاہتا ہے، اسے نیک بخت دوست عنائت کرتا ہے۔ تاکہ اگر وہ بھولے تو اسے یاد دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد کرے۔

۴)صاحب ایمان الفت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے الفت کی جاتی ہے۔ اس شخص میں خیر نہیں جو نہ خود الفت کرے اور نہ اس سے کوئی الفت کرے۔

۵)بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی کاذب تربات ہے۔

www.maktabah.org

۶)ایک دوسرے کے بھید مت ٹٹولو، ایک دوسرے کو تاڑتے نہ رہو، باہم

کشیدگی مت رکھو، آپس میں قطع تعلقی نہ کرو اور باہم مل کر اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔

۷) جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپائے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

۸) اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے پھریں اور دوستوں میں جدائی ڈالیں۔

۹) ایمان دار کا غصہ بھی جلد ہوا کرتا ہے اور وہ راضی بھی جلد ہوا کرتا ہے۔

۱۰) آدمی کے لئے اتنی ہی بُرائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

۱۱) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔

۱۲) مسلمان کے راستہ سے ایذا رسان چیز کو ہٹاؤ۔

۱۳) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ الگ رہے۔ جب دونوں آپس میں ملیں تو ایک منہ اس طرف پھیر لے اور دوسرا اس طرف۔ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

۱۴) وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بڑے کی عزت نہ کرے اور چھوٹے پر شفقت نہ کرے۔

۱۵) اس شخص پر دوزخ حرام ہے جو نرم، منکسر، آسان گیر اور ملنسار ہو۔

۱۶) اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کرنے والے اور کشادہ پیشانی والے کو دوست رکھتا ہے۔

۱۷) کیا میں تم کو وہ چیز بتا دوں جو نماز، روزوں اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: آپس میں صلح کرانا۔ آپس میں پھوٹ ڈالنے والا، دین کو مٹانے والا ہے۔

۱۸) وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو دو آدمیوں میں صلح کرائے اور (ایسا کرتے وقت) اصلاح کی غرض سے بہتر بات یا اچھی خبر ایک طرف سے دوسری طرف پہنچائے۔

۱۹) اے گروہ انسانی جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ابھی ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور ان کے عیبوں کے درپے نہ ہو اس

www.maktabah.org

لئے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے درپے ہو جاتا ہے اور جس شخص کے عیب کے درپے اللہ تعالیٰ ہوتا ہے تو اسے رسوا کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی رہے۔

۲۰) تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

۲۱) جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کر دے تو گویا اس نے تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کی۔

۲۲) جو شخص کسی ایماندار کو راحت پہنچا دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آرام دے گا۔

۲۳) جو شخص رات یا دن میں ایک ساعت اپنے بھائی کے کام میں چلے گا تو خواہ اس کام کو پورا کرے یا نہ کر سکے، یہ امر اس کے حق میں دو مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہو گا۔

۲۴) جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے تہتر گناہ بخش دیتا ہے۔

۲۵) مریض کی عیادتِ کامل یہ ہے کہ اس کی پیشانی یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھو کہ کیسے ہو اور اسلام تکمیلِ مصافحہ ہے۔

۲۶) جب کوئی شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کے اندر مستحکم ہو جاتی ہے۔

۲۷) جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا، تیری رفتار عمدہ ہوئی اور تو نے جنت میں اپنا گھر بنا لیا۔

۲۸) میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

۲۹) اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور بُرے اخلاق سے بغض رکھتا ہے۔

۳۰) اللہ تعالیٰ نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سے کر دیا ہے۔

۳۱) قیامت کے دن سب سے وزنی چیز جو میزانِ اعمال میں رکھی جائے گی،

www.maktabah.org

وہ خوف خدا اور خوش خلقی ہو گی۔

۳۲) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ دین کیا ہے؟ فرمایا: نیک خُلق۔ اس نے دائیں اور بائیں جانب سے آکر یہی سوال دہرایا۔ آپ نے ہر بار یہی جواب دیا۔ آخر کو آپ نے فرمایا: تو نہیں جانتا کہ دین یہی ہے کہ تو غصہ میں نہ آیا کر۔

۳۳) صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ افضل ترین عمل کیا ہے۔ فرمایا: نیک خُلق۔

۳۴) کسی نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو، خدا سے ڈرو۔ اس نے عرض کیا: اور کچھ فرمائیں۔ ارشاد ہوا: ہر برائی کے بعد بھلائی کرو تاکہ بھلائی اس برائی کو مٹادے۔ اس نے عرض کیا: کچھ اور فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: خلقِ خدا سے خوش خُلقی سے ملا کرو۔

۳۵) حق تعالیٰ نے جسے خوش خوئی اور خوبروئی عنائت فرمائی ہے، اسے دوزخ میں نہ ڈالے گا۔

۳۶) آپ سے عرض کیا گیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو تہجد پڑھتی ہے مگر بد خُلق ہے اور ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے۔ ارشاد فرمایا: اس میں کچھ خیر نہیں ہے اور وہ دوزخیوں میں سے ہے۔

۳۷) خوئے بد عبادتوں کو ایسا تباہ کرتی ہے جیسا کہ شہد کو سرکہ خراب کرتا ہے۔

۳۸) آپ سے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت ﷺ وہ کونسی بہترین چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو عنائت کی ہے؟ فرمایا: نیک خُلق۔

۳۹) نیک خلق گناہوں کو اس طرح نیست و نابود کرتا ہے، جس طرح آفتاب برف کو۔

۴۰) خُوئے نیک کے سبب سے بندہ صائم الدہر اور قائم اللیل کا درجہ پاتا ہے۔

۴۱) کسی نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی مختصر سا کام بتائیں جس میں اچھے انجام کی امید ہو۔ فرمایا: قصداً خشمگیں نہ ہوا کرو۔ ہر چند اس نے

www.maktabah.org

پوچھا اور آپ نے ہر بار یہی جواب فرمایا۔

۴۲)جو شخص غصہ پی جاتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ اس پر سے اپنا عذاب اٹھا لیتا ہے۔ جو کوئی حق تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہ کا عذر پیش کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا عذر قبول کرتا ہے۔

۴۳)جو شخص غصہ نکال سکتا ہے مگر اسے پی جاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے دل کو رضامندی سے بھر دے گا۔

۴۴)دوزخ کا ایک دروازہ ہے جس میں سے صرف وہ شخص اندر جائے گا جس نے اپنا غصہ خلاف شرع نکالا۔

۴۵)جو گھونٹ آدمی پیتا ہے، ان میں سے کوئی گھونٹ غصہ کے گھونٹ سے زیادہ حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب نہیں اور جو بندہ غصہ کا گھونٹ پیتا ہے، حق تعالیٰ اس کا دل ایمان سے پُر کر دیتا ہے۔

۴۶)حسد نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔

۴۷)آپس میں حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے ملنا چھوڑو، نہ بغض کرو، نہ ناطہ توڑو اور اللہ کے بندہ بھائی بن جاؤ۔

حقوق ہمسایہ:

۱)جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کی عزت کرے۔

۲)کوئی آدمی اس وقت تک ایماندار نہ ہو گا جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کے شر سے بے خوف نہ ہو۔

۳)تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں؟ اس کے حقوق یہ ہیں کہ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو، قرض مانگے تو اسے قرض دو، اگر تم سے اسے کوئی کام پڑے تو پورا کرو، بیمار ہو تو عیادت کرو، مر جائے تو جنازہ کے ہمراہ جاؤ، اسے کچھ فائدہ حاصل ہو تو مبارکباد دو، اس پر مصیبت پڑے تو تعزیت کرو، اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت اتنی اونچی نہ کرو کہ اس کی ہوا رکے، کوئی میوہ خریدو تو اس کو ہدیہ دو ورنہ

www.maktabah.org

چھپا کر اپنے گھر میں لاؤ اور اپنے بچہ کو میوہ لے کر باہر نہ جانے دو تا کہ اس کے بچہ کو رنج نہ ہو، اپنی ہانڈی کی خوشبودار بگھار سے اس کو ایذا مت دو مگر اس صورت میں کہ ایک چمچہ اس کے ہاں بھی بھیج دو۔ تم کو معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اس سے ادا ہو سکے گا جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو گا۔

۴) جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے، اسے ہمسایہ کی نگاہ میں شیریں کر دیتا ہے۔

صلہ رحمی:

۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں رحمان ہوں۔ رِحم کا لفظ میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو کوئی اسے ملائے گا، میں اس کو ملاؤنگا۔ جو کوئی اسے قطع کرے گا، میں اس کو قطع کرونگا۔

۲) جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے رشتہ و قرابت داروں کو ملا رکھے۔

۳) افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے، صلہ رِحمی زیادہ کرے اور نیکی کے حکم و برائی سے روکنے میں بڑھ کر ہو۔

۴) مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو دینا دو صدقے ہیں۔

۵) اس رشتہ دار کو دینا زیادہ افضل ہے جو باطن میں عداوت رکھتا ہے۔

۶) والدین کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا نماز، روزہ، حج، عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔

۷) جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت تک محسوس کی جاتی ہے مگر نافرمان فرزند اور قرابت کو توڑنے والا اسے نہیں سونگھ سکے گا۔

۸) ماں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا باپ کی نسبت دو گنا ہے۔

۹) جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

www.maktabah.org

غذا:

۱) دل کو بسیار خوری سے مردہ مت کرو کیونکہ دل کھیتی کی مانند ہے کہ جب اسے پانی زیادہ پہنچتا ہے تو جاتی رہتی ہے۔

۲) کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ خراب کوئی اور برتن پُر نہیں کیا۔

۳) اُون پہنو اور مستعد رہو اور نصف پیٹ کھاؤ، آسمانی فرشتوں میں داخل ہو گے۔

۴) حضرت ابو جحیفہؓ نے آنحضرت ﷺ کی مجلس اقدس میں ڈکار لی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی زیادہ بھوکا ہو گا جس نے دنیا میں زیادہ پیٹ بھرا ہو گا۔

۵) جو شکم سیر ہوتا ہے اور سوتا ہے، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

۶) بھوکا رہنا نورِ حکمت ہے، شکم سیری اللہ سے دور ہونا ہے، مساکین کی محبت و قرب اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔

۷) شکم سیر مت ہو کیونکہ اس سے نورِ حکمت بجھتا ہے۔ جو شخص رات کو تھوڑی سی غذا میں نماز پڑھتا ہے، اس کے گرد صبح تک حوریں رہتی ہیں۔ جب دنیا اور اس کے خزانے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے ان سے اعراض کیا اور فرمایا: نہیں۔ بلکہ ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہوں تاکہ جب بھوکا ہوں تو صبر اور عجز و نیاز کروں اور جب شکم سیر ہوں تو شکر کروں۔

۸) ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی غذا، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس۔

۹) میری امت میں سے برے لوگ وہ ہیں جن کی پرورش دولت سے ہوئی اور اس پر ان کے جسم بڑھے۔ ان کی ہمت صرف اقسامِ غذا اور انواعِ لباس ہے اور کلام میں باچھیں پھاڑتے ہیں (یعنی اظہار فصاحت کرتے ہیں)۔

۱۰) اپنی غذا ذکر اور نماز سے ہضم کرو اور اس پر سو مت رہو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔

زبان:

۱) جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔

www.maktabah.org

۲)سکوت حکمت ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔

۳)ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان روک اور چاہیے کہ تیرا گھر تیرے لئے کافی ہو (یعنی گھر سے باہر نہ نکل) اور اپنی خطا پر گریہ کر۔

۴)جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان کی چیز کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۵)ایک شخص نے عرض کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کا آپ کو میرے بارے میں زیادہ ڈر ہے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ یہ ہے۔

٦)بندہ کا ایمان ٹھیک نہیں ہوتا جب تک اس کا دل ٹھیک نہ ہو اور اس کا دل درست نہیں ہوتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو۔ اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوتا جس کا ہمسایہ اس کی شر سے مامون نہ ہو۔

۷)جس کو سلامتی میں رہنا پسند ہو، وہ سکوت اپنے لئے لازم کرلے۔

۸)بنی آدم کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے ہیں۔

۹)جو شخص اپنی زبان کو روکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپاتا ہے۔

۱۰)اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روک رکھ تو اس کے باعث شیطان پر غالب آئے گا۔

۱۱)اللہ تعالیٰ ہر کہنے والے کی زبان کے پاس ہے پس جو شخص بات کرے اس کو چاہیے کہ خدا سے ڈرے۔

۱۲)جب تم کسی مومن کو خاموش اور باوقار دیکھو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ ایسے شخص کو حکمت عطا کی جاتی ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے، حکمت ہوتی ہے۔

۱۳)آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر ہے۔ ایک آفتوں سے محفوظ جو خاموش ہے۔ ایک ہلاک ہونے والا جو باطل میں غور و خوض کرتا رہتا ہے۔

۱۴)مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے، جب بولنا چاہتا ہے تو پہلے دل میں سوچ لیتا ہے تب زبان سے نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے، بے

www.maktabah.org

سوچے سمجھے جو چاہتا ہے، بک دیتا ہے۔

۱۵) جس کی گفتگو زیادہ ہو گی اور بری بات زیادہ ہو گی، اس کے گناہ زیادہ ہونگے اور وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہو گا۔

۱۶) ایک انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ہے، ایسی چیز کا چھوڑنا جو مفید نہ ہو۔

۱۷) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تجھے ایسا عمل بتا دوں جو بدن پر ہلکا اور میزان پر بھاری ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: سکوت، خوش خلقی اور غیر مفید چیز کا چھوڑ دینا۔

۱۸) اس شخص کو خوش خبری ہو جو زبان کو زاید بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے۔

۱۹) آدمی کو زبان کی زیادہ گفتگو سے بڑھ کر کوئی بری چیز عنائت نہیں کی گئی۔

۲۰) آدمی ایک بات محض اپنے ہم نشینوں کو خوش کرنے کے لئے بولتا ہے تو اس کے باعث وہ ثریا سے دور تر گر جاتا ہے۔

۲۱) قیامت کے دن گناہ میں سب سے بڑھ کر وہ ہو گا جو اکثر امر باطل میں غور و خوض کرتا ہو گا۔

۲۲) اپنے بھائی کی بات مت کاٹ، نہ اس سے ٹھٹھہ کر اور اس سے ایسا وعدہ نہ کر کہ بعد میں اس کے خلاف کرے۔

۲۳) بات کاٹنا چھوڑ دو کیونکہ نہ اس کی حکمت سمجھ میں آتی ہے اور نہ اس کے فتنہ سے محفوظ رہا جاتا ہے۔

۲۴) جو شخص بات کاٹنا چھوڑ دے حالانکہ وہ حق پر ہو، اس کے لئے جنت اعلیٰ میں مکان بنایا جاتا ہے۔

۲۵) میرے رب نے جو عہد سب سے پہلے مجھ سے لیا اور مجھے اس سے منع کیا، وہ بت پرستی اور شراب نوشی کے بعد لوگوں سے جھگڑا کرنے سے متعلق تھا۔

۲۶) کوئی قوم خدا کی ہدایت پانے کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ اس میں دشمنی ڈال دی گئی۔

www.maktabah.org

۲۷) کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو پورا نہیں کرتا جب تک وہ بات کاٹنا نہیں چھوڑتا اگرچہ وہ حق پر بھی ہو۔

۲۸) اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اہل قبلہ سے اپنی زبان روکے سوائے اچھے قول کے جو اس سے ہو سکے۔

۲۹) اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمیوں میں سے بُرا وہ ہے جو جھگڑالو ہے۔

۳۰) تمہیں جنت میں جگہ دے گا: عمدہ کلام اور کھانا کھلانا۔

۳۱) جب کوئی تمہیں دعا دے تو تم بھی اسے وہی یا اس سے بہتر دعا دو۔

۳۲) لوگوں سے نیک بات کہو۔ پاک کلمہ صدقہ ہے (یعنی عمدہ لفظ بولنا بھی خیرات ہے)

۳۳) تم میں سے میرے نزدیک بُرے اور نشست میں مجھ سے دور تر وہ لوگ ہیں جو بکی، پُر گو اور کلام میں بناوٹ کرنے والے ہیں۔

۳۴) تم اپنے آپ کو فحش سے بچاؤ کہ اللہ تعالیٰ فحش اور تفحش کو دوست نہیں رکھتا (یعنی بدی کا حد سے گزر جانا اور بیہودہ گوئی)۔

۳۵) طعنہ کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش کرنے والا اور زبان دراز مومن نہیں ہوتا۔

۳۶) ہر بیہودہ گو پر جنت کا داخلہ حرام ہے۔

۳۷) اللہ تعالیٰ فاحش، بیہودہ گو اور بازار میں چیخنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

۳۸) فحش اور بیہودہ گوئی اسلام سے متعلق کسی چیز میں شمار نہیں اور لوگوں میں سے اسلام میں سب سے اچھا وہ ہے جو خُلق میں سب سے اچھا ہو۔

۳۹) مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے۔

۴۰) مومن لعنت کرنے والا نہیں ہے۔ بے شک لعنت کرنے والے قیامت میں نہ شفیع ہونگے، نہ گواہ۔ جو شخص کسی مومن کو لعنت کرے تو وہ ایسا ہے جیسے اس کو جان سے مار ڈالے۔

www.maktabah.org

۴۱) قسم ہے اللہ تعالیٰ کی میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں کسی شخص کی

نقل اتاروں اور مجھے کچھ ملے۔

۴۲)جس بات میں آدمی خود مبتلا ہے، اس پر دوسرے شخص پر کیوں ہنستا ہے۔

۴۳)جو شخص اپنے بھائی پر ایسے گناہ کا عیب لگائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو تو وہ نہیں مرے گا جب تک کہ خود اسی عیب کا مرتکب نہ ہو جائے۔

۴۴)جب آدمی کوئی بات کہہ کر چلا جائے تو وہ بات امانت ہے۔

۴۵)وعدہ قرض کی مانند ہے۔

۴۶)جس شخص میں تین باتیں ہوں، وہ پکا منافق ہے گو کہ وہ نماز روزہ کا پابند ہو اور زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ وہ تین باتیں یہ ہیں: بات کہے تو جھوٹی، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۴۷)جب ایک آدمی دوسرے سے وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی ہو مگر کسی مانع کے سبب اسے پورا نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

۴۸)جھوٹ سے بچو کہ وہ بدکاری کے مترادف ہے اور دونوں دوزخ میں ہیں۔ سچ کو لازم پکڑو کہ وہ نیکی کے مترادف ہے اور وہ دونوں جنت میں ہیں۔

۴۹)بڑی خیانت یہ ہے کہ تُو اپنے بھائی سے ایسی بات کہے کہ وہ اس میں تجھے سچا جانتا ہو لیکن تو اسکو اس میں جھوٹا جانے۔

۵۰)ایک بار آنحضرت ﷺ کا گزر دو آدمیوں پر ہوا جو ایک بکری کا سودا کر رہے تھے۔ ایک قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں اتنے سے کم نہ لونگا اور دوسرا قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں اتنے سے زیادہ نہ دونگا۔ پھر حضور ﷺ نے دیکھا کہ خریدار نے بکری مول لے لی۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک پر گناہ اور دونوں پر کفارہ لازم ہو گئے۔

۵۱)جھوٹ روزی کو کم کرتا ہے۔

۵۲)تاجر فاجر ہوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ﷺ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے تو ان کے فاجر ہونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا: وجہ یہ ہے کہ قسم کھا کر گنہ گار ہوتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

www.maktabah.org

۵۳)تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا

اور نہ ان پر نظر شفقت ہو گی۔ ایک وہ جو کسی کو کچھ دے کر احسان جتائے، دوسرا وہ جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے، تیسرا وہ جو ازار ٹخنوں سے نیچے رکھے۔

۵۴) اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کہے اور اس میں مچھر کے پر کے برابر کوئی چیز اپنی طرف سے ملا دے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ قیامت تک رہے گا۔

۵۵) ہلاکت ہو اس کو جو بات کہے اور جھوٹ بولے تاکہ لوگ اس پر ہنسیں۔ ہلاکت ہو اس کو، تباہی ہو اس کو۔

۵۶) تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھتا ہے۔ ایک سوداگر جو بہت قسمیں کھائے، دوسرا فقیر متکبر اور تیسرا بخیل جو دے کر احسان جتائے۔

۵۷) حضرت عبداللہ بن جرادؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا مومن زنا کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُوْمِنُوْنَ بِاٰیَاتِ اللّٰہِ (جھوٹ تو وہ لوگ گھڑا کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے)

۵۸) تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا، نہ انہیں نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہو گا۔ ایک بوڑھا زانی، دوسرا جھوٹا حکمران، تیسرا فقیر متکبر۔

۵۹) حضرت عبداللہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اس وقت لڑکا تھا، کھیلنے چلا گیا۔ میری ماں نے پکارا کہ یہاں آ اور یہ شیئی لے لے۔ آپ نے فرمایا: کیا دینے کو بلایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کھجور۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ نہ دیتیں تو ایک جھوٹ تم پر لکھا جاتا۔

۶۰) ایک بار آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ فرمایا: تم کو سب سے بڑا گناہ کبیرہ بتاتا ہوں، وہ شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے۔ پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: جان لو کہ جھوٹا قول بھی سب سے بڑا گناہ کبیرہ ہے۔

۶۱) جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی ایسی بدبو پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک

www.maktabah.org

کوس دور چلا جاتا ہے۔

۶۲) اگر میری چھ۶ باتیں مان لو تو میں تمہارے لئے جنت کا کفیل ہوتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا: وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک یہ کہ بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو اس کے خلاف نہ کرو، تیسرے یہ کہ امانت میں خیانت نہ کرو، چوتھے یہ کہ بد نگاہ نہ کرو، پانچویں یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو، چھٹے یہ کہ شرمگاہ کی حفاظت رکھو۔

۶۳) شیطان کے لئے چٹنی، سرمہ اور خوشبو مقرر ہے۔ جھوٹ اس کی چٹنی، کثرت خواب اس کا سرمہ اور غصہ اس کی خوشبو ہے۔

۶۴) جو شخص کسی مسلمان کا مال ناحق ہتھیا لینے کی غرض سے جھوٹی قسم کھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔

۶۵) ایماندار کی طبیعت میں ہر خصلت ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

۶۶) جب تمہارے پاس چار چیزیں ہوں تو دنیا کی کوئی چیز بھی تمہارے پاس نہ ہو پھر بھی تمہیں کچھ نقصان نہیں۔ راست گفتاری، حفظ امانت، خوش خلقی اور غذائے حلال۔

۶۷) میں تم کو وصیت کرتا ہوں خدا سے تقویٰ کی، راست گفتاری کی، ادائے امانت کی، ایفائے عہد کی، کھانا کھلانے کی اور تواضع کی۔

۶۸) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک روز روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی فرما دیا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی افطار نہ کرے۔ چنانچہ لوگوں نے روزہ رکھا۔ جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت میں ایک ایک آدمی نے آنا شروع کیا اور افطار کی اجازت طلب کی۔ آپ اجازت دیتے گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دو عورتیں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ اجازت دیں تو وہ بھی افطار کریں۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا: انہوں نے روزہ نہیں رکھا۔ جو آدمی دن بھر لوگوں کا گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے) اس کا روزہ کیسے ہوگا۔ ان سے جا کر کہہ دو کہ تمہارا روزہ ہے تو قے

www.maktabah.org

کرو۔ اس شخص نے عورتوں کو حضرت کا حکم سنایا تو انہوں نے قے کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا۔ اس شخص نے واپس آکر آپ کی خدمت میں ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میرا دم ہے۔ اگر یہ خون کے لوتھڑے ان کی پیٹوں میں رہ جاتے تو ان کو دوزخ کھا جاتا۔

۶۹) آگ خشکی میں اتنی جلد نہیں لگتی جتنی جلد غیبت بندہ کی نیکیوں کو خشک کرتی ہے۔

۷۰) جو شخص کسی مسلمان پر ایک لفظ سے اشارہ کر کے اسے ناحق عیب لگا دے، اللہ تعالیٰ اسی لفظ سے اسے قیامت کے دن دوزخ میں عیب لگائے گا۔

۷۱) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بہت برا دورویہ آدمی کو پاؤ گے جو اِن سے کچھ کہتا تھا اور اُن سے کچھ۔

۷۲) لوگوں میں برا وہ ہے جس کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے۔

۷۳) جب تو نے اپنے بھائی کی تعریف اس کے منہ پر کی تو اس کی گردن پر استرا پھیرا۔

۷۴) منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ پر خاک ڈالو۔

حلم :

۱) علم طلب کرو اور علم کے ساتھ حلم و وقار تلاش کرو۔ جس کو کچھ سکھاؤ یا جس سے کچھ سیکھو، اس سے نرمی کرو۔ جابل علماء میں سے مت ہو مبادا تمہارا جہل علم پر غالب آجائے۔

۲) الٰہی مجھے علم سے تونگر کر، حلم سے زینت دے، تقویٰ سے بڑا بنا اور تندرستی سے جمال دے۔

۳) تو اس سے مل جو تجھ سے جدا ہوا، اس کو دے جس نے تجھے محروم رکھا اور اس سے حلم کر جس نے تجھ پر جہل کیا۔

۴) مسلمان کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے۔

www.maktabah.org

۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں تو ان سے ملتا ہوں مگر وہ مجھ سے کنارہ کرتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے بدی کرتے ہیں، میں حلم کرتا ہوں مگر وہ جہالت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہی حال ہے تو تم ان کے پیٹوں میں آگ بھرتے ہو (یعنی تمہارے روّیہ سے نقصان انہی کو ہو رہا ہے) اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے، خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مدد ملتی رہے گی۔

۶) اللہ تعالیٰ بردبار، حیادار، پارسا و متقی تونگر کو دوست رکھتا ہے اور بیہودہ گو، زبان دراز، لیچڑ سائل کو دشمن جانتا ہے۔

۷) جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خلق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا کہے گا کہ اہل فضل کہاں ہیں تو تھوڑے سے لوگ اٹھیں گے اور جنت کی طرف دوڑیں گے۔ فرشتے ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ تم دوڑ کر چلتے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہاں ہم اہل فضل ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم میں کیا فضل تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ اگر ہم پر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے، اگر ہم سے برا سلوک کیا جاتا تو ہم معاف کر دیتے، اگر کوئی جہالت کرتا تو ہم حلم سے کام لیتے۔ اس پر فرشتے کہیں گے کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں۔

۸) اگر کوئی تجھے تیرے عیب کی بنا پر شرم دلائے تو انتقاماً تو اسے اس کے عیب پر شرم نہ دلا۔

۹) آپس میں گالی دینے والے دونوں شیطان ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹ بکتے ہیں۔

۱۰) مسلمان کینہ پرور نہیں ہوتا۔

۱۱) بندہ کی تواضع اس کی برتری میں اضافہ کرتی ہے، پس تواضع کرو، خدا تعالیٰ تمہیں برتر کرے گا۔ معاف کرنا بندہ کی عزت بڑھاتا ہے، پس درگذر کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں مدد دے گا۔ صدقہ مال میں برکت و کثرت پیدا کرتا ہے، پس صدقہ دو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

www.maktabah.org

۱۲) اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شخص نرمی سے بہرہ ور ہوا، وہ دنیا و

آخرت کی برکت سے بہرہ ور ہوا۔ جس کسی کو نرمی کے بہرہ سے محرومی ہوئی، وہ دنیا و آخرت کے بہرہ سے محروم رہا۔

۱۳) اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کو سب کاموں میں سے نرمی پسند ہے۔

۱۴) جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے سے محبت رکھتا ہے تو ان کے درمیان رفق و نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

۱۵) اللہ تعالیٰ ملائمت پر اتنا دیتا ہے کہ جہالت پر نہیں دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو چاہتا ہے تو اسے ملائمت عطا کرتا ہے اور جو گھرانے ملائمت سے محروم رہتے ہیں، وہ جنت سے محروم رہتے ہیں۔

۱۶) ملائمت برکت کی چیز ہے اور جہالت و کرختگی نحوست ہے۔

۱۷) ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری میں ایک بہت شوخ اونٹ تھا جسے وہ کبھی دائیں اور کبھی بائیں پھراتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سہولت اور ملائمت کر کیونکہ یہ ایسی شے ہے کہ جس چیز میں ہو اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں نہ ہو، اسے معیوب کر دیتی ہے۔

دنیا:

۱) ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک مردار بکری کے پاس سے گذرے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہ ہوتی تو اسے یہاں کیوں ڈال دیتا۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بکری سے زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اچھی ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔

۲) دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔

۳) دنیا ملعون ہے اور اس میں جو چیزیں ہیں، وہ بھی ملعون ہیں سوائے ان اشیاء کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں۔

www.maktabah.org

۴)جو دنیا سے محبت رکھتا ہے، وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے، وہ اپنی دنیا کا ضرر کرتا ہے۔ پس تم فانی چیز کے بجائے باقی چیز کو اختیار کرو۔

۵)دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔

۶)ایک روز آنحضرت ﷺ گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکھو۔ آپ نے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی ہڈیاں لے کر فرمایا کہ یہ دنیا ہے۔ (اس میں یہ اشارہ تھا کہ دنیا کی زینت بھی اس کپڑے کی طرح جلد پرانی ہو جائے گی اور جو جسم دنیا میں پرورش پاتے ہیں، وہ ان ہڈیوں کی طرح گل سڑ جائیں گے)

۷)اللہ تعالیٰ نے اپنے نزدیک دنیا سے زیادہ بری کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اور اس نے جب سے اسے پیدا کیا ہے، اس کی طرف نہیں دیکھا۔

۸)دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا مال نہ ہو، اسے جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو، اس کی بنا پر عداوت کرتا ہے جس کو علم نہ ہو، اس پر حسد کرتا ہے جسے سمجھ نہ ہو اور اس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے جسے یقین نہ ہو۔

۹)قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کے عمل وادی تہامہ کے پہاڑوں جیسے ہونگے۔ ان کے بارے میں حکم ہو گا کہ دوزخ میں لے جاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا وہ نمازی ہونگے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ نماز بھی پڑھتے ہونگے، روزہ بھی رکھتے ہونگے اور رات کا کچھ حصہ جاگتے بھی ہونگے سوائے اس کے کہ ان میں یہ بات ہو گی کہ جب دنیا کی کوئی ادنیٰ چیز بھی ان کے سامنے آتی تھی تو اس پر کود پڑتے تھے۔

۱۰)تم میں سے کسی کو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بینا کر دے اور اس کا اندھا پن جاتا رہے۔ جان لو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کی طرف ہو گی اور وہ اس میں خواہش کو جتنا طول دے گا، اسی قدر اللہ تعالیٰ اس کو اندھا کرے گا۔ جو کوئی اپنی خواہش مختصر رکھے گا اور دنیا میں زہد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بے سیکھے علم دے گا اور بغیر کسی کے بتلائے ہدایت عطا کرے گا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ

www.maktabah.org

ہوں گے جن کے پاس ظلم اور کشت و خون کے بغیر سلطنت نہ رہے گی، فخر و بخل کے بغیر تونگری نہ ہو گی اور غرض کے بغیر محبت نہ ہو گی۔ پس تم میں سے جو شخص وہ وقت پائے اور تونگری پر قدرت کے باوجود فقر پر صبر کرے اور محبت و غیرت کی قدرت کے باوجود دشمنی و ذلت کو برداشت کرے اور اس صبر و تحمل سے رضائے مولا کے علاوہ کوئی اور غرض نہ ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ پچاس صدیقوں کا ثواب عنائت فرمائے گا۔

۱۱) اپنے دلوں کو دنیا کے ذکر سے بہت زیادہ مشغول نہ کرو۔

۱۲) جو بات کہ میں جانتا ہوں، اگر اسے تم جان لو تو بہت گریہ کرو اور کم ہنسو، تمہارے نزدیک دنیا ذلیل ہو جائے اور تم آخرت کو اختیار کرو۔

۱۳) مجھے دنیا سے کیا کام۔ دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار گرمی کے دن میں سفر کرے۔ اسے کوئی درخت ملے جس کے سایہ میں وہ ایک ساعت سو رہے پھر چل دے اور اسے چھوڑ دے۔

۱۴) دنیادار کی مثال ایسی ہے جیسے پانی میں چلنے والا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پانی میں چلے اور پاؤں تر نہ ہوں۔

۱۵) دنیا کی مقدار آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی سمندر میں انگلی ڈال کر دیکھے کہ انگلی پر کس قدر پانی آیا۔

۱۶) دنیا حلال بھی عذاب ہے مگر یہ حرام کی نسبت خفیف ہے۔

۱۷) جو شخص دنیا کو بطریق حلال طلب کرے مگر اس کا مقصد اظہار فخر ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے حالتِ غصہ و ناراضگی میں ملاقات کرے گا اور جو شخص دنیا کو محتاجی سے بچنے اور ہلاکتِ نفس سے حفاظت کی غرض سے طلب کرے گا تو قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا۔

۱۸) دنیا کو دنیاداروں کے لئے چھوڑ دو کیونکہ جو کوئی دنیا مقدار کفایت سے زیادہ حاصل کرے گا، وہ اپنی موت حاصل کرے گا اور اسے خبر بھی نہ ہو گی۔

مال و دولت :

۱) بکریوں کے گلے میں دو بھوکے بھیڑیے چھوڑ دیے جائیں تو وہ اس میں اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال و شرف کی محبت مسلمان کے دین میں نقصان کرتی ہے۔

www.maktabah.org

۲) ہلاک ہوئے زیادہ مال والے سوائے اس شخص کے جو کہہ گیا ہو کہ یہ مال اللہ کے بندوں میں ایسے ایسے تقسیم کرو (یعنی خیرات کی وصیت کر گیا ہو)

۳) صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی امت میں سب سے شریر لوگ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا : مالدار۔

۴) ہر انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ تیرے مال میں سے تیرا حصہ صرف وہ ہے جو تو نے کھا کر کھو دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا صدقہ کیا اور پھر چلتا بنا۔

۵) ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں موت نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا : تیرے پاس کچھ مال ہے ؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا : اپنا مال آخرت کے لئے دے ڈال کیونکہ مالدار کا دل مال کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر دے دیا ہوگا تو چاہے گا کہ میں بھی اس سے جاملوں اور اگر پیچھے چھوڑ دے گا تو چاہے گا کہ کاش میں بھی دنیا میں اس کے ساتھ رہتا۔

٦) آدمی کے دوست تین ہیں : ایک موت تک ساتھ رہتا ہے، دوسرا قبر اور تیسرا قیامت تک۔ موت تک کا ساتھی مال ہے، قبر تک کا ساتھی اس کے گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال ہیں۔

۷) الٰہی تو آلِ محمد کی روزی بقدر بسر اوقات کر۔

۸) الٰہی تو مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین مار اور مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔

۹) اگر آدمی کے پاس سونے کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے کی خواہش کرے گا۔ خاک ہی آدمی کا شکم بھر سکتی ہے اور جو کوئی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

۱۰) آدمی بوڑھا ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ امید اور محبتِ مال جوان ہوتی ہے۔

۱۱) اس شخص کو خوشی ہو جسے اسلام کی ہدایت ملے اور روزی بقدر بسر اوقات ملے جس پر وہ قانع ہو۔

۱۲) کوئی فقیر اور غنی ایسا نہیں جسے قیامت میں یہ تمنا نہ ہو گی کہ کاش اسے دنیا میں بقدر گذران دیا جاتا۔

۱۳) تونگری کثرت اسباب سے نہیں ہے بلکہ تونگری نفس کے تونگر

www.maktabah.org

ہونے کا نام ہے۔

میانہ روی :

۱) حضرت جبریلؑ نے میرے دل میں یہ بات پھونک دی کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک دنیا میں اپنا رزق پورا نہیں کرلے گا۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میانہ روی اختیار کرو۔

۲) اے ابو ہریرہؓ تجھے سخت بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار۔

۳) نماز ایسی پڑھ جیسے کوئی رخصت ہونے والا پڑھتا ہے (یعنی شاید پھر پڑھنے کا اتفاق نہ ہو گا، یہی آخری نماز ہے)، ایسی بات کر جس کے بارے میں کل کو عذر نہ کرنا پڑے اور جو کچھ لوگوں کے پاس موجود ہے، اس سے ناامید ہو جا (یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکھ)۔

۴) جو کوئی میانہ روی اختیار کرتا ہے، وہ مفلس نہیں ہوتا۔

۵) تین چیزیں نجات دینے والی ہیں : ایک ظاہر و باطن میں خوف خدا، دوسرے تونگری اور فقیری میں میانہ روی، تیسرے حالتِ رضاو غضب میں اعتدال۔

۶) میانہ روی، حسن سلوک اور نیک ہدایت، نبوت کے کچھ اوپر بیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

۷) جو شخص میانہ روی کرے، اسے خدا تعالیٰ تونگر کرتا ہے۔ جو بے جا خرچ کرے، اسے خدا تعالیٰ محتاج کرتا ہے۔ جو ذکرِ خدا کرے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

۸) لوگوں سے بے پرواہ ہونا ایماندار کی عزت ہے۔

۹) دنیا میں اپنے آپ سے کم کو دیکھو، زیادہ پر نظر نہ کرو۔

سخاوت :

۱) آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا : صبر اور سخاوت۔

www.maktabah.org

۲)اللہ تعالیٰ نے اپنے سب اولیاء میں سخاوت اور حسنِ خُلق پیدا کیا ہے۔

۳)دو عادتیں اللہ تعالیٰ کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور دو بری۔ جو دو عادتیں اسے محبوب ہیں، وہ حسن خلق اور سخاوت ہیں اور جو اسے ناپسند ہیں، وہ بد خُلقی اور بخل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اس سے لوگوں کی حاجتیں پوری کراتا ہے۔

۴)مغفرت کے موجبات میں سے ہے: کھانا کھلانا، ہر ایک سے السلام علیکم کہنا اور اچھی طرح کلام کرنا۔

۵)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے رحیم بندوں سے عطا کی درخواست کرو اور ان کی پناہ میں زندگی بسر کرو کہ میں نے ان میں اپنی رحمت بھر دی ہے۔ سخت دل والوں سے مت مانگو کہ میں نے ان پر اپنا غضب نازل کیا ہے۔

۶)سخی کی خطا سے درگذر کیا کرو اس لئے کہ جب وہ لغزش کرتا ہے تو خدا اس کا ہاتھ تھامتا ہے۔

۷)کھانا کھلانے والے کے پاس اتنا جلدی رزق پہنچتا ہے کہ اتنی جلدی اونٹ کی گردن پر چھری بھی کارگر نہیں ہوتی۔ اور خداوند کریم کھانا کھلانے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے (یعنی انسان میں ایسی صفات ہیں جو تم میں نہیں)۔

۸)اللہ تعالیٰ سخی ہے اور سخاوت پسند کرتا ہے۔ عمدہ اخلاق پسند کرتا ہے اور حقیر اور پست اخلاق کو برا جانتا ہے۔

۹)سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا مرض۔

۱۰)جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔

۱۱)اہل اور نااہل دونوں پر احسان کر اس لئے کہ اگر اہل پر احسان کرے گا تو وہ تو اس کا مستحق تھا اور اگر نااہل پر احسان کرے گا تو تُو اہل احسان میں سے ہوگا۔

۱۲)میری امت کے ابدال محض نماز روزہ کے سبب جنت میں داخل نہ ہونگے بلکہ نفس کی سخاوت، سینہ کی سلامتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے باعث جنت میں جائیں گے۔

۱۳)جو سلوک تونگر فقیر کے ساتھ کرے، وہ صدقہ ہے۔

www.maktabah.org

۱۴) بخل سے بچو کہ اسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خوں ریزی، حرام چیزوں کے حلال جاننے اور قطع رحمی میں مبتلا ہوئے۔

۱۵) جنت میں بخیل، مکار، خیانت کرنے والا اور بد خُلق داخل نہیں ہوگا۔

۱۶) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخی گنہ گار، بخیل عابد سے اچھا ہے۔

۱۷) بخل اور ایمان کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہوتے۔

۱۸) دو عادتیں ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں : بخل اور بد خُلقی۔

ریاو تکبر :

۱) زیادہ تر خوف کی چیز جس سے میں اپنی امت کے بارے میں ڈرتا ہوں، وہ ہے ریا اور پوشیدہ شہوت۔

۲) اللہ تعالیٰ ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں ذرہ برابر ریا ہو۔

۳) بے شک ذرہ سا ریا بھی شرک ہے۔

۴) وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہوگا۔

۵) جبار اور متکبر قیامت میں چیونٹیوں کی صورت اٹھیں گے اور لوگ انہیں پامال کریں گے اس لئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو ذلیل سمجھا تھا۔

۶) دوزخ میں ایک مخصوص مکان ہے جس میں متکبروں کو ڈال کر بند کر دیں گے۔

۷) جو تین باتوں سے بری ہو کر مرے گا، جنت میں داخل ہوگا۔ اول تکبر، دوم قرض، سوم خیانت۔

تواضع :

۱) جس کسی نے تواضع کی، اللہ تعالیٰ نے اسے اونچا کیا۔

۲) بڑائی تقویٰ ہے اور شرف تواضع و تونگری۔

۳) چار چیزیں ایسی ہیں جو اسے ملتی ہیں جسے خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے، دوم خدا پر توکل، سوم تواضع، چہارم دنیا میں زہد (بے

www.maktabah.org

رغبتی)۔
۴)جو تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک بلند کرتا ہے۔
۵)تواضع بندہ کو برتری کرتی ہے۔ پس تواضع کرو، خدا تم پر رحم کرے گا۔

توبہ و کفارہ:

۱)توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے۔
۲)گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس پر گناہ نہ ہو۔
۳)اگر کوئی شخص کسی ناموافق اور مہلک سر زمین پر فروکش ہو اور اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر کھانا پینا لدا ہو۔ وہ شخص اپنا سر ہاتھ پر رکھ کر سو رہے۔ جب جاگے تو سواری موجود نہ ہو۔ اس کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ جب دھوپ اور پیاس کی شدت غالب آجائے تو مایوس ہو کر سوچے کہ میں جہاں تھا، وہیں لوٹ کر سو رہوں تا کہ موت آجائے۔ چنانچہ مرنے کی نیت سے اپنے ہاتھ کو سر کے نیچے رکھ کر سو رہے۔ پھر جب اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ وہ سواری جس پر اس کا سامان تھا، پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی ہو گی، اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔
۴)اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں۔ پھر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔
۵)گناہ کا کفارہ ندامت ہے۔
۶)مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا جو سر پر گر پڑے گا۔ اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی اور اسے اڑا دیا۔
۷)بعض گناہ ایسے ہیں کہ صرف رنج ہی ان کا کفارہ ہوتا ہے (دوسری روایت یہ ہے کہ روزی کی فکر ان کا کفارہ ہوتا ہے)
۸)جب بندہ کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے کفارہ کے لئے اعمال نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس پر بہت رنج ڈالتا ہے اور وہی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے

www.maktabah.org

ہیں۔

۹) تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اگر فکرِ معیشت میں مبتلا ہوں تو توبہ کریں۔

۱۰) آدمی سب خطاوار ہیں اور خطاواروں میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کریں اور عفو کے خواہاں ہوں۔

صبر:

۱) صبر آدھا ایمان ہے۔

۲) جو چیز تجھے بری معلوم ہوتی ہے، اس پر صبر کرنے میں بہت خیر ہے۔

۳) ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ فرمایا: صبر کرنا اور سخاوت کرنا۔

۴) جس نے صبر کیا، اس نے فتح پائی۔

۵) ایک بار آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم ایماندار ہو؟ سب چپ رہے۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ارزانی پر شاکر رہتے ہیں، مصیبت پر صابر رہتے ہیں اور حکم الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے خدائے کعبہ کی تم ایماندار ہو۔

۶) راضی برضا ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اگر ایسا نہ کر سکے تو جو چیز تجھے بری معلوم ہو، اس پر صبر کرنے میں بڑی بہتری ہے۔

۷) ہجرت کرنے والا وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور جہاد کرنے والا وہ ہے جو اپنی خواہشِ نفس سے جنگ کرے۔

۸) اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے حق کی پہچان میں سے ایک بات یہ ہے کہ تو اپنے درد کا شکوہ نہ کرے اور مصیبت کا ذکر نہ کرے۔

۹) کھانے والا شکر گزار ایسا ہے جیسے روزہ دار صابر۔

۱۰) جو شخص دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین میں اپنے سے بہتر کو تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھتا ہے۔

۱۱) جب کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اس کی طرف لوگوں

www.maktabah.org

کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ پس اگر وہ ان سے سستی برتتا ہے تو اس نعمت کے کھونے کے درپے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی)

۱۲) جب بندہ گناہ کرتا ہے اور اس پر کوئی مصیبت دنیا میں پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات سے غنی ہے کہ اس کو دوبارہ عذاب دے۔

۱۳) اللہ تعالیٰ جس کی بہتری چاہتا ہے، اسے مصیبت دیتا ہے۔

۱۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندہ پر بدن، مال یا اولاد کی مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اسے صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہے تو قیامت کے روز مجھے شرم آتی ہے کہ ایسے شخص کے لئے ترازوئے عمل کھڑی کروں یا دفترِ اعمال کھولوں۔

۱۵) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا: جس بندہ کا مال نہ جائے اور مریض نہ ہو، اس میں کچھ بہتری نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اسے مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنائت فرماتا ہے۔

۱۶) آدمی کے واسطے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ایسا بھی ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے اور اس کے سبب اسے وہ درجہ مل جاتا ہے۔

۱۷) جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندہ کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اس سے دوستی چاہتا ہے تو اس پر مصیبتیں ڈال دیتا ہے اور حوادث کی بوچھاڑ اس پر گراتا ہے۔ جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ آواز تو جانی پہچانی ہے۔ وہ دوبارہ پکارتا ہے اور کہتا ہے: یا رب۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندہ تو کیا کہتا ہے، میں حاضر ہوں، جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا، میں دونگا۔ اگر یہاں تجھے کسی اچھی چیز سے محروم کرونگا تو تیرے لئے اس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا۔

۱۸): جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہونگے اور ان کے اعمال نماز روزہ صدقہ اور حج سب ترازو میں تولے جائیں گے اور انہیں پورا پورا ثواب عنائت

www.maktabah.org

ہو گا۔ مگر جب مصیبت والے آئیں گے تو ان کے لئے نہ ترازو کھڑی ہو گی اور نہ نامہ اعمال کھولا جائے گا اور ثواب ان پر ایسے ہی ڈالا جائے گا جیسے بلا ڈالی گئی تھی۔ اس وقت وہ لوگ جنہیں دنیا میں عافیت رہی تھی، یہ تمنا کریں گے کہ کیا اچھا ہوتا جو ہمارے جسم قینچی سے کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمیں بھی عنائت ہوتا جیسا کہ اہل مصائب کو ملا۔

۱۹) جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مرادیں پوری کیے جا رہا ہے حالانکہ وہ اپنی خطاؤں پر مصر ہے تو جان لو کہ یہ امر اسے مہلت دینے کے لئے ہے۔

۲۰) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو گھونٹوں سے زیادہ کسی بندہ کا کوئی گھونٹ محبوب تر نہیں : اول غصہ کا گھونٹ جو کہ حلم کے باعث پی جائے، دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے سبب پی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے بڑھ کر کوئی قطرہ نہیں : اول قطرۂ خون جو کہ اس کی راہ میں گرے، دوم قطرۂ اشک جو شبِ تاریک میں بندہ کی آنکھ سے سجدہ کی حالت میں گرے اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کا کوئی قدم دو قدموں سے زیادہ محبوب نہیں : ایک قدم فرض نماز کے لئے، دوسرا قدم اہل قرابت سے میل جول کے لئے۔

مغفرت :

۱) تم میں سے جو کوئی مرے، وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو (یعنی مغفرت کی امید رکھتا ہو)۔

۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں۔

۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لے کر آئے گا تو میں بھی اس سے اسی قدر مغفرت کے ساتھ ملاقات کروں گا۔

۴) جس شخص کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو گا، وہ آگ میں داخل نہ ہو گا۔

۵) اگر تم گناہ نہ کرو تو مجھے تم پر ایسی چیز کا خوف ہے جو کہ گناہ سے بھی بری ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ عُجب ہے (یعنی گناہ نہ کرنے کا غرور)۔

۶) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرنے والا ہے بہ نسبت ایک شفیق ماں کے رحم کے

www.maktabah.org

جو وہ اپنی اولاد پر کرتی ہے۔

۷) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسی مغفرت کرے گا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گزری ہو گی یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کا منتظر ہو گا کہ شاید مجھے بھی معاف کر دیا جائے۔

خوف خدا:

۱) حکمت و دانائی کا اصل خوف الٰہی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو شخص غیر اللہ سے ڈرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

۲) تم میں سے عقل کا پورا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور جن سے منع کیا ہے ان سب پر اچھی طرح غور کرے۔

۳) جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا ہے، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جب تک کہ پستان کے اندر دودھ نہ لوٹ جائے۔

۴) اپنی زبان بند رکھ، گھر سے باہر کم نکل اور اپنی خطا پر رویا کر۔

۵) الٰہی مجھے کثرت سے پانی بہانے والی دو آنکھیں عطا کر جو آنسو بہانے سے تسکین دیں قبل اس کے کہ آنسو خون ہو جائیں۔

۶) میرے پاس جبریل علیہ السلام جب بھی آئے، وہ خدائے جبار کے خوف سے کانپتے تھے۔

فقر و غنا:

۱) اللہ تعالیٰ سے فقیر ہو کر مل اور غنی ہو کر نہ مل۔

۲) اس امت کے بہتر لوگ اس کے فقیر ہیں اور جنت میں جلد داخل ہونے والے امت کے ضعیف لوگ ہیں۔

۳) میں نے جنت میں جھانکا تو اس کے لوگوں کی اکثریت فقیر دیکھی اور دوزخ میں جھانکا تو اس کے لوگوں میں اکثر غنی اور عورتیں نظر آئیں۔

www.maktabah.org

۴)جب تو کسی فقیر کو آتے دیکھے تو کہہ مرحبااور جب غنی کو آتے دیکھے تو کہہ کسی گناہ کا عذاب آگیا۔

۵)اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھااگر تو مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنااور امیروں کے پاس مت بیٹھنااور اپنادوپٹہ اس وقت تک نہ اتارنا جب تک اس میں پیوند نہ لگالے۔

۶)اے فقیروں کے گروہ اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی رضاپر راضی رہو تاکہ تمہیں تمہارے فقر کا ثواب ملے ورنہ نہیں ملے گا۔

۷)ہر شے کی ایک کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی مساکین کی محبت ہے۔ قیامت کے دن صابر فقیر اللہ تعالیٰ کے جلیس ہونگے۔

۸)بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تروہ ہے جواس کے رزق پر قانع ہے اور اللہ تعالیٰ سے خوش ہے۔

۹)کوئی بھی شخص اس فقیر سے افضل نہیں جو راضی بہ رضا ہو۔

۱۰)خدا تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ میری مخلوق میں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ الٰہی وہ کون ہیں ؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : وہ مسلمان فقیر ہیں جو میری عطا پر قانع رہے اور میرے حکم پر راضی رہے۔ ان کو جنت میں داخل کرو۔ پس وہ لوگ جنت میں کھائیں پئیں گے اور لوگ حساب کتاب میں پڑے ہونگے۔

۱۱)اللہ تعالیٰ سوال نہ کرنے والے عیال دار فقیر کو دوست رکھتا ہے۔

۱۲)جس شخص کے پاس بغیر مانگے کچھ مال آئے تو وہ ایسا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اس کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ اسے واپس نہ کرے۔

۱۳)آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے۔ اول کھانا کہ اس کی پشت کو سیدھا رکھے، دوم کپڑا کہ اس کی برہنگی کو چھپائے، سوم گھر کہ اس کو پناہ دے۔

۱۴)سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔

۱۵)سائل کو کچھ دے کر ہٹاؤ اگرچہ وہ جلی ہوئی کھری ہی ہو۔

۱۶)لوگوں سے سوال مت کرو۔ سوال جتنا کم ہو، اتنا بہتر ہے۔

www.maktabah.org

۱۷) آدمی کے لئے عمدہ ترین کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے ہو۔

۱۸) جس شخص کو صرف دنیا کا تردد ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا کام ابتر اور روزی پریشان کر دیتا ہے اور افلاس اس کے پیش نظر کرتا ہے اور اسے دنیا سے اسی قدر ملتا ہے جتنا اس کے لئے لکھا ہوا ہے۔ جس شخص کو صرف آخرت کی فکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ہمت مجتمع رکھتا ہے، اس کی معیشت محفوظ کرتا ہے، تونگری اس کے دل میں ڈالتا ہے اور اس کے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے۔

۱۹) جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اسے دنیا سے بے رغبت، آخرت کا راغب اور اپنے عیبوں کا بینا بنا دیتا ہے۔

۲۰) جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے علم بے سیکھے اور ہدایت بے رہنمائی دے تو اسے چاہیے کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرے۔

۲۱) جو شخص جنت کا مشتاق ہے وہ خیرات کی طرف دوڑتا ہے، جو دوزخ سے ڈرتا ہے وہ شہوات کو بھول جاتا ہے، جو موت کا منتظر ہے وہ لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور دنیا سے بے رغبت ہو جاتا ہے اور اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔

۲۲) اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل رکھو جیسا کہ اس کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہوتے ہیں۔

۲۳) جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مشقت سے بچا دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے روزی دیتا ہے جس کا اسے خیال بھی نہ ہو۔ جو شخص دنیا کا ہو رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔

۲۴) جو کوئی تجھ سے مانگے، مت روک اور جب تجھے دیا جائے تو مت چھپا۔

ایمان :

۱) تم میں سے کوئی مومن نہ ہو گا جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے محبوب تر نہ ہو۔

۲) بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک گھر والوں، مال اور سب لوگوں سے محبوب تر نہ ہوں۔

www.maktabah.org

۳)مصیبت بندہ پر بقدر ایمان ہوا کرتی ہے۔ پس اگر اس کا ایمان سخت اور پکا ہو گا تو مصیبت بھی سخت ہو گی۔ اگر اس کے ایمان میں ضعف ہو گا تو مصیبت بھی ضعیف ہو گی۔

۴)ہم انبیاء کے گروہ پر دوسرے لوگوں سے زیادہ سخت مصیبت ہوتی ہے۔ پھر اسی طرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے۔

۵)اللہ تعالیٰ سے اس لئے محبت کرو کہ وہ ہر صبح اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور مجھ سے محبت اس لئے کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

۶)اللہ تعالیٰ جس سے محبت رکھتا ہے اور جس سے محبت نہیں رکھتا، دونوں کو دنیا دیتا ہے مگر ایمان صرف اسی کو عطا کرتا ہے، جس سے محبت رکھتا ہے۔

۷)ایمان کی مضبوط رسیوں میں سے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے (یعنی محبت بھی اللہ کے لئے اور عداوت بھی اللہ کے لئے)

۸)تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں اس کا ایمان کامل ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے۔ دوم ہمیشہ کوئی نہ کوئی عمل کیے جائے۔ سوم جب اس کے سامنے دو عمل پیش ہوں، ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا تو آخرت کے امر کو اختیار کرے۔

متفرق:

۱)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری اطاعت پر اپنی شہوت کو ترجیح دیتا ہے تو اس کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اس کو اپنی مناجات سے محروم کر دیتا ہے۔

۲)جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی مشقت سے بچا لیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضامندی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں ہی کے حوالہ کر دیتا ہے۔

۳)جو شخص بندوں سے عزت چاہے، اسے خدا تعالیٰ ذلیل کرتا ہے۔

۴)جو شخص اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے تو اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

۵)اللہ تعالیٰ کے بندوں کا علاج کراؤ کیونکہ جس نے مرض اتارا ہے، اسی نے دوا اتاری ہے۔

www.maktabah.org

۶)ایک دن کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے۔

۷)اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرو۔

۸)تم آگ پر پروانہ کی طرح گرتے ہو اور میں تمہاری کمر تھامتا ہوں۔

۹)جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کے نفس (ضمیر) میں سے ایک نصیحت کرنے والا مقرر کر دیتا ہے اور اس کے دل میں سے ایک جھڑکنے والا جو اسے امر و نہی کرتے رہتے ہیں۔

۱۰)جو شخص کسی برائی میں حاضر ہو اور اس پر راضی ہو تو گویا اس نے وہ برائی کی۔

۱۱)اگر کوئی شخص مشرق میں مارا جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اس کے قتل میں شریک ہوگا۔

۱۲)اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔

۱۳)بے شک جسم میں ایک پارہ گوشت ہے کہ اگر وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن اس کے سبب سے درست ہوتا ہے (یعنی قلب)۔

۱۴)تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو پہلو میں ہے۔

۱۵)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے نفس کو دشمن جان کیونکہ وہ میری دشمنی کے واسطے قائم ہے۔

۱۶)اے گروہ جواناں اپنے لئے نکاح کو لازم پکڑو۔ جسے اس کی استطاعت نہ ہو اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے کہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی ہونے کے مترادف ہے۔

۱۷)نامحرم کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے ترک کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا کرے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

۱۸)میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ جو مردوں کے لئے زیادہ مضر ہو، نہیں چھوڑا۔

۱۹)ہر آدمی کے لئے زنا سے کچھ حصہ ہے اس لئے کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں

www.maktabah.org

اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں جن کا زنا چلنا ہے اور منہ زنا کرتا ہے جس کا زنا بولنا ہے اور دل قصد اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اسے سچ کر دکھاتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔

۲۰) جو شخص عاشق ہوا اور پارسا رہا اور عشق کو چھپایا۔ پھر مر گیا تو وہ شہید ہے۔

۲۱) تیرے لئے پہلی بار (بلا قصد) دیکھنا معاف ہے اور دوسری بار دیکھنا وبال ہے۔

معجزات

معجزات انبیاء کے مشن کا حصہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعے وہ اپنے آپ کو منواتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات بھی بے شمار ہیں مگر فرق یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنے مشن کی صداقت ثابت کرنے کے لئے معجزات پر زور نہیں دیا۔ آپ کے معجزات یا تو کفار کے کسی مطالبہ پر ظاہر ہوئے یا کسی وقتی ضرورت کے تحت۔ آپ نے قرآن پاک کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا اور اس کی آیات پر غور و فکر کی دعوت دی۔ گویا اسلام نے کسی غیر معمولی خرق عادت یا محیر العقول واقعہ کے بجائے ذہنی تیقن اور نظام کائنات میں تدبر کو ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک طالب علم کو ابتدائی جماعتوں میں ڈرایا دھمکایا بھی جاتا ہے لیکن جوں جوں اعلیٰ کلاسوں میں پہنچتے پہنچتے اس کی بلوغت ذہنی ترقی کرتی ہے، توں توں خوف کا عنصر ختم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ تعلیم کے اعلیٰ ترین مراحل میں استدلال اور ذہنی پختگی ہی باقی رہ جاتی ہے۔ انسانیت بھی شروع میں نابالغ تھی چنانچہ انبیاء کے معجزات جن میں خوف اور تحیر کا عنصر تھا، اس کی ہدایت کا اہم ترین ذریعہ تھے۔ آنحضور ﷺ کے دور میں انسانیت بلوغت ذہنی کے میدان میں عروج حاصل کر چکی تھی۔ یہ ظلمات سے نور کی طرف آنے کا زمانہ تھا لہٰذا اب انسان کو ذہنی طور پر قائل کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ آپ نے اپنی تبلیغ اور تعلیم و تربیت میں اسی پر زور دیا۔

آنحضرت ﷺ امی محض تھے۔ آپ نے نہ کسی سے باقاعدہ علم سیکھا، نہ کتابوں کا مطالعہ کیا اور نہ علم کی طلب میں کبھی سفر فرمایا۔ ہمیشہ جاہل عربوں میں رہے۔ تاہم جو شخص آپ کے اخلاق و افعال، اقوال و احوال اور دقیق مسائل میں آپ کے

www.maktaban.org

ارشادات کا مشاہدہ کرے، اسے کسی طرح شبہ نہیں رہ سکتا کہ ایسی باتیں قوت بشری سے باہر ہیں اور تائید غیبی اور علم لدنی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسی باتوں کی موجودگی میں کسی معجزہ کی ضرورت ہے نہ کسی نشانی کی۔ آپ کے اقوال واحوال بذات خود معجزہ ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے اس قدر معجزے ظاہر کرائے کہ جن کی حد و غایت نہیں۔ اس جگہ چند کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ :

۱) ہجرت سے پانچ سال پہلے ایک شام آنحضرت ﷺ منیٰ میں موجود تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی اور چاند ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ کفار نے آپ سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو آپ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کی ایک طرف اور ایک دوسری طرف دکھائی دیا۔ یہ صورت حال ایک لحظہ کے لئے تھی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم مل گئے۔ قرآن پاک کی سورہ قمر میں اس کا ذکر ہوا اور چونکہ کفار خود اس کے شاہد تھے اس لئے کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوئی۔ مالابار کی تاریخوں میں ہے کہ اس رات وہاں کے راجا نے یہ منظر دیکھا تھا۔

۲) غزوہ خندق کے دوران ایک بار حضرت جابرؓ کے مکان پر آپ نے سیر بھر جَو میں بہت سے لوگوں کو کھانا کھلایا۔

۳) اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو طلحہؓ کے مکان پر پیش آیا۔ آپ نے تھوڑی سی غذا میں بہت سے آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔

۴) ایک موقعہ پر آپ نے ایک صاع ($3\frac{1}{2}$ سیر) جَو اور بکری کے ایک بچہ سے اسی ۸۰ آدمیوں کو پیٹ بھر کھانا کھلایا۔

۵) ایک دفعہ حضرت انسؓ جَو کی چند روٹیاں اپنے ہاتھ میں لے گئے۔ آپ نے ان سے اسی ۸۰ آدمیوں کو سَیر کر دیا۔

۶) ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بشر کے بیٹے تھوڑی سی کھجور اپنے ہاتھوں میں لائے۔ آپ نے ان سے پوری فوج کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی کچھ حصہ بچ گیا۔

۷) ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سارا لشکر پیاسا تھا اور پانی دستیاب نہ تھا۔ آپ نے ایک چھوٹا سا پیالہ لیا جس میں آپ کا ہاتھ پھیل بھی نہ سکتا تھا۔ اس میں آپ نے اپنا دست مبارک کیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے پانی پیا اور

www.maktabah.org

وضو کیا۔

۸)ایک بار آپ نے وضو کا پانی تبوک کے خشک چشمہ میں ڈال دیا۔ فوراً ہی اس میں اتنا پانی چڑھ آیا کہ اہل لشکر جو ہزاروں کی تعداد میں تھے ، نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

۹) صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے وضو کا بقیہ پانی حدیبیہ کے کنویں میں ڈال دیا۔ اس وقت اس کنویں میں پانی نہ تھا مگر اب پانی اس جوش سے آیا کہ پندرہ سو آدمیوں نے پیا۔

۱۰)ایک بار آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ کھجوروں کی یہ گٹھڑی چار سو سواروں میں زادِ راہ کے طور پر تقسیم کر دو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حسب حکم سب میں زاد تقسیم کیا مگر اسی قدر کھجوریں بچ گئیں۔

۱۱)ایک لڑائی کے دوران آپ نے مٹھی بھر مٹی ہاتھ میں لی اور اسے کفار کے لشکر کی طرف پھینکا۔ وہ مٹی سب کی آنکھوں میں پڑی اور وہ بے کار ہو کر رہ گئیں۔

۱۲)شروع میں مسجد نبوی میں منبر نہیں تھا۔ آنحضور ﷺ کھجور کے ایک خشک تنے کے سہارے خطبہ دیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ کے لئے لکڑی کا منبر تیار کیا گیا اور آپ خطبہ پڑھنے کے لئے اُس پر چڑھے تو کھجور کے خشک تنے سے رونے کی آواز آئی جو مسجد میں موجود سب صحابہ نے سنی۔ اس پر آپ منبر سے نیچے اترے ، کھجور کے تنے کو پیار سے تھپکی دی اور وہ چپ ہو گیا۔ اس تنے کو مسجد نبوی میں اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ تاریخ میں اس واقعہ کو واقعہ حنانہ کہتے ہیں۔

۱۳)ایک صحابی کی آنکھ چوٹ لگنے سے نکل کر گر پڑی۔ آپ نے اسے اپنے دست مبارک سے اسی جگہ رکھ دیا۔ وہ آنکھ نہ صرف صحیح اور درست ہو گئی بلکہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

۱۴)غزوہ خیبر کے دوران حضرت علی مرتضٰیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ نے اپنا لعاب مبارک لگا دیا اور وہ اسی وقت اچھی ہو گئیں۔ آپ نے حضرت علی مرتضٰیؓ کو علم عطا کر کے فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہاتھوں قلعہ فتح ہو گیا۔

۱۵)آپ نے حضرت عثمان غنیؓ کو خبر دی کہ تمہارے خلاف بلوہ ہو گا اور اس

www.maktabah.org

کے بعد جنت ہے۔ چنانچہ وہ بلوہ ہی میں شہید ہوئے۔

۱۶) آپ نے حضرت امام حسنؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی۔

۱۷) ایک شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ اس نے خودکشی کرلی۔

۱۸) ایک صحابی کی ٹانگ میں ضرب آئی تو آپ نے اس پر دست مبارک پھیر دیا اور وہ فوراً اچھی ہوگئی۔

۱۹) حکم بن عاص نے یہ گستاخی کی کہ تمسخر اڑاتے ہوئے آپ کی رفتار کی نقل کی۔ آپ کے منہ سے صرف یہ نکلا کہ تو ایسا ہی رہ۔ چنانچہ وہ اسی وقت لڑکھڑانے لگا اور موت تک لڑکھڑا کر چلتا رہا۔

۲۰) آپ نے ایک ایسی بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگادیا جس نے کبھی دودھ نہ دیا تھا۔ وہ اسی وقت دودھ دینے لگی۔

۲۱) ہجرت مدینہ کے سفر میں اتفاق سے سراقہ بن جعشم نامی ایک متلاشی نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا بڑھایا مگر اس نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ وہ سوار ہو کر دوبارہ آگے بڑھا مگر اس بار گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اس پر وہ ایسا خائف ہوا کہ حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ الٹا آپ سے امان طلب کر کے واپس لوٹ گیا۔

۲۲) حضرت امام حسینؓ کے بارے میں آپ نے خبر دی تھی کہ کربلا میں شہید ہونگے چنانچہ اسی کے مطابق المیہ پیش آیا۔

۲۳) آپ نے خبر دی تھی کہ کسریٰ ایران کے سفید محل میں جو خزانہ ہے، وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایران فتح ہوا اور یہ خزانہ مال غنیمت کے طور پر تقسیم ہوا۔

۲۴) حضرت عمر فاروقؓ کی نسبت آپ نے خبر دی تھی کہ ان کے سبب فتنہ و فساد بند رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کے عہد میں انتظام خلافت خوب رہا اور مسلم مقبوضات میں امن و سکون قائم رہا۔

www.maktabah.org

٢٥) آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ وصال کے بعد ازواج مطہراتؓ میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آکر ملے گی جو سب سے زیادہ سخی ہو گی۔ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ تمام ازواج مطہراتؓ میں سب سے زیادہ سخی تھیں۔

ان کے علاوہ بھی لاتعداد معجزات ہیں جو قدم قدم پر آپ کی ذات اقدس سے ظاہر ہوتے رہے۔ اس مختصر باب میں ان کی گنجائش نہیں۔ صرف چند تبرکاً تحریر کر دیے گئے ہیں۔

ماخذ کتب

سیرت النبی	علامہ شبلی نعمانی
ضیاء النبی (جلد اول)	حضرت پیر محمد کرم شاہؒ
طبقات	ابن سعد
تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
مشکوٰۃ شریف	(ہر چہار جلد)
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	محمد حسن خان بجنوریؒ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

دوسرا باب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۷۴ء تا ۶۳۴ء / ۱۳ھ

ابتدائی زندگی زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد الکعبہ تھا۔ آپ کا اسلامی نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق و عتیق (سچا اور پسندیدہ) ہے۔ لیکن آپ بالعموم اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ قریش کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ مکی ریاست میں زر خون بہا کی امانت داری اسی قبیلہ کے سپرد تھی۔ آپ کا شجرہ نسب چھٹی پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ ہجرت سے ۵۰ سال قبل ۵۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ اس ہم عمری کے ساتھ ساتھ دونوں میں بہت سی صفات مشترک تھیں۔ آپ بچپن سے اعتدال، پاکبازی اور بلند اخلاق کے مرقع تھے۔ یہ اسی ہم عمری اور طبعی ہم آہنگی کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ میں بچپن سے گہرے دوستانہ مراسم قائم تھے۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ احقاف کی آیت حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ...... (یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے عطا فرمائیں......) اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی عمر بیس[20] برس کی ہوئی تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام گئے اور ایک مقام پر بیری کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ قریب ہی ایک اہل کتاب راہب رہتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اس کے پاس گئے تو اس نے پوچھا کہ بیری کے درخت کے نیچے کون

www.maktabah.org

ہے ؟ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا : محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ اس راہب نے کہا : واللہ یہ نبی ہیں۔ اس درخت کے سایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے حضرت محمد نبی اللہؐ کے اور کوئی نہیں بیٹھا۔ یہ بات حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں جم گئی اور اسی دن سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت و محبت اختیار کی یہاں تک کہ چالیس برس کے ہوئے۔

آنحضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور عظیم آسمان سے بام کعبہ پر اترا اور پھر مکہ کے سارے گھروں میں پھیل گیا۔ بعد ازاں وہ نور ایک جگہ جمع ہو گیا اور میرے گھر میں آگیا۔ صبح اُٹھ کر میں نے یہ خواب ایک یہودی عالم سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ یہ خواب خیال ہے۔ بعد میں مجھے ایک سفر پر جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے ایک راہب سے اُس خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا تم کون ہو ؟ میں نے کہا کہ میں ایک قریشی ہوں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔ اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر ہو گے اور اس کے بعد اس کے خلیفہ۔

قبول اسلام

جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بلا تامل اور ایک لحہ کے توقف کے بغیر اسے قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور ابو بکرؓ میں یہ فرق ہے کہ ابو بکرؓ نے اسلام بلا حجت قبول کیا اور تم نے بہ حجت۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مال و جان خدمت اسلام کے لئے وقف ہو گئے۔ چونکہ امرائے مکہ میں آپ کا بہت اثر ورسوخ تھا اس لئے آپ کی تبلیغ سے جلیل القدر صحابہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں حضرات عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبد الرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے بہت سے ستم رسیدہ مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کو بھاری رقوم ادا کر کے آزاد کرایا۔ ان میں حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ جیسے نام شامل ہیں۔ جب آپ ایمان لائے تو آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، وہ سب خدمت اسلام میں خرچ ہو گئے۔ یہی وہ خدمات تھیں جن کی طرف اشارہ کر کے آنحضرت ﷺ فرمایا

www.maktabah.org

کرتے تھے : "جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابو بکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں"۔

آپ کی ان سرگرمیوں کو دیکھ کر کفار مکہ آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ آپکی بزرگی، دولت اور اثر و رسوخ کے باوجود آپ کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک موقعہ پر آپ کو اس قدر پیٹا گیا کہ آپ بے ہوش ہو گئے لیکن جذب و شوق کا یہ عالم تھا کہ ہوش آنے پر آپ نے پہلا سوال یہ کیا "رسول کریم ﷺ کہاں ہیں۔" جب مکہ کے مظلوم مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ترک وطن کے لئے تیار ہو گئے۔ مکہ سے روانہ ہوئے تھے کہ آپ کو ایک قدیم دوست سردار ابن الدغنہ ملا۔ یہ سردار آپ کو واپس مکہ معظمہ لے آیا اور اعلان کر دیا کہ میں نے ابو بکرؓ کو پناہ دی۔ کفار مکہ نے کہا کہ ہم ابو بکرؓ سے کوئی تعرض نہیں کریں گے مگر اس شرط پر کہ وہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت نہ کریں کیونکہ جب وہ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ان کی رقت کی وجہ سے ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ چند روز تو حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے مگر بعد میں آپ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے اپنے مکان کے ساتھ ایک چھوٹی سی جائے نماز بنوالی اور وہیں بلند آواز سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ ابن الدغنہ نے جب قریش کے احتجاج پر آپ سے خاموش رہنے کی درخواست کی تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی کی پناہ کی ضرورت نہیں۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر آپ آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق ارشاد نبوی کے منتظر رہے۔ جب مسلمان جا چکے تو آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس سفر میں رسول اکرم ﷺ کی رفاقت کا شرف نصیب ہوا۔ یہ وہ سعادت تھی جو کہ کارکنانِ ازلی نے صرف حضرت ابو بکرؓ کی قسمت میں لکھ دی تھی۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر پر آپ کا روپیہ صرف ہوا۔ مدنی ریاست میں آپ کو ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے سب سے اہم مشیر کا مقام حاصل رہا۔ اسیرانِ بدر سے سلوک کے معاملہ میں آپ ہی کے مشورہ پر عمل کیا گیا۔ آپ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ نے گھر کا سارا سازو سامان خدا کے راستے میں دے دیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑا

www.maktabah.org

ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میرے لئے اللہ اور اللہ کا رسول کافی ہے۔ ۹ھ میں پہلے اسلامی حج کے موقعہ پر آپ کو امیر الحج مقرر کیا گیا۔

بیعت خلافت

جب آنحضرت ﷺ کو مرض موت لاحق ہوا اور مرض کی زیادتی ہوئی تو آپ نے حکم فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے عذر کیا کہ میرا باپ رقیق القلب ہے، آپ کی جگہ کھڑے ہونے کی تاب نہ لاسکے گا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی امامت کے واسطے اصرار فرمایا چنانچہ حسب حکم آپ نے پانچ دن تک نمازوں کی امامت کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تخصیص امامت گویا اپنی زندگی میں انہیں خلیفہ بنانے کی طرف اشارہ ہے۔

جب جناب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا، اس وقت خبر پہنچی کہ انصار نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر یہ تجویز دی ہے کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کر لیا جائے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح ثقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ یہاں حضرت ابو بکرؓ نے نہایت برجستہ تقریر کی جس میں انصار کے بڑے فضائل و مناقب بیان کیے اور ان کے حقوق کو بھی تسلیم کیا مگر خلافت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی حدیث پڑھی کہ اَلْأَئِمَةُ مِنَ الْقُرَیْش (سربراہ قریش میں سے ہوں)۔ فی الحقیقت اس دور میں قریش کی امامت پر ہی اتفاق ممکن تھا۔ قبائل عرب کسی اور کی سرداری پر متفق نہیں ہو سکتے تھے اور خود انصار گروہوں میں منقسم تھے۔

اب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ موجود ہیں۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو، بیعت کر لو"۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "آپ کے ہوتے اور کون امام ہو سکتا ہے، آپ ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ مقرب ہیں اس لئے ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں"۔ یہ سنتے ہی سارے مجمع نے اسی وقت حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ نے مندرجہ ذیل خطبہ دیا:

"لوگو! خدا کی قسم میرے دل میں کبھی امارت کی خواہش پیدا نہیں

www.muktabah.org

ہوئی۔ میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ طور پر خدا تعالیٰ سے اس کے لئے دعا نہیں کی لیکن اس خدشہ کے پیش نظر کہ کہیں فتنہ بپا نہ ہو جائے، میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اسے نہ دلا دوں اور تمہارا اقوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کر لوں۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں"۔

اندرونی خلفشار کا خاتمہ

خلافت کے آغاز میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بے شمار مشکلات کا سامنا ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے وصال پر اچانک اسلام دشمن عناصر نے سر اٹھایا، مختلف قبائل نے بغاوت کر دی اور ہر طرف ارتداد کی تحریک پھیل گئی یہاں تک کہ خود دارالخلافہ مدینہ منورہ محفوظ نہ رہا۔ بعض قبائل نے کہا کہ ہم مسلمان تو ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ دنیوی اقتدار کے لالچ میں جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ ایک اور مشکل یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں سرحد شام پر مہم روانہ کرنے کی تیاری کی تھی مگر مہم کی روانگی سے قبل آپ کا وصال ہوا۔ اب سوال یہ تھا کہ ایسے مشکل وقت میں جبکہ اسلامی ریاست کو اپنے دفاع کے لئے فوج کی ضرورت تھی، یہ مہم سرحد شام پر روانہ کی جائے یا نہ۔ ایسے نازک مرحلہ پر خلیفہ کے صرف ایک غلط اقدام سے اسلام کا شیرازہ بکھر سکتا تھا مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کمال فراست، استقامت اور جرأت سے تمام مشکلات پر قابو پا لیا۔

www.maktabah.org

سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ بن زیدؓ کی مہم روانہ کرنے کی تیاری

کی۔ صحابہ نے مشورہ دیا کہ اس وقت جبکہ ہر طرف سے بغاوت کی خبریں آ رہی ہیں، فوج کا مدینہ منورہ سے باہر بھیجنا مناسب نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ''میں اس مہم کو کیسے روک سکتا ہوں جس کے احکام خود رسول کریم ﷺ نے صادر فرمائے ہوں''۔ چنانچہ یہ مہم روانہ ہوئی اور خلیفہ خود پا پیادہ اسے رخصت کرنے کے لئے شہر سے باہر آئے اور فوج کو نصیحتیں فرمائیں۔ یہ مہم کامیاب رہی اور اس سے باغیوں کے دلوں میں اسلامی خلافت کی دھاک بیٹھ گئی۔

جھوٹے مدعیان نبوت میں طلیحہ اسدی، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور سجاح نامی ایک عورت شامل تھے۔ باغی قبائل میں بنو عبس، بنو ذبیان، بنو تمیم، بنو بکر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ عمان، مہرہ، تہامہ، نجران، یمن، حضر موت کے علاقوں میں عام بے چینی اور بغاوت پھیل گئی۔ حجاز کے دو شہر مکہ اور طائف اسلام پر قائم رہے لیکن بدوی آبادی میں بد امنی پھیل گئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس نازک صورت حال میں بڑے تدبر اور حکمت عملی سے کام لیا۔ آپ نے فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کیا اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کرتے ہوئے ایسا نظام الاوقات مرتب کیا کہ ہر دستہ جب اپنے مقرر کردہ دشمن سے نبرد آزما ہو تو اس کے دائیں اور بائیں دونوں دستے فارغ ہوں اور اس کی مدد کو آئیں۔ بعد ازاں ہر ایک اپنی اپنی منزل کو روانہ ہو جائے۔ یہ کمال کی منصوبہ بندی تھی جس نے آج بھی ماہرین کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے دارالخلافہ کے قرب میں بنو عبس اور بنو ذبیان کو خود شکست دی۔ متنبّی طلیحہ اسدی کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے شکست دی۔ اس پر بنو اسد اور بنو ذبیان دوبارہ مطیع ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد طلیحہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ مسیلمہ کذاب اور مدعیہ نبوت سجاح نے شادی کر لی تھی اور یوں ان کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ شروع میں حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کے تحت اسلامی دستہ نے مسیلمہ کے ہاتھوں شکست کھائی مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بالآخر بڑی خون ریز جنگ کے بعد مسیلمہ کو شکست دی اور وہ لڑائی میں مارا گیا۔ سجاح فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی اور ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہؓ کے عہد میں مسلمان ہو گئی۔ متنبّی اسود عنسی نے سارے یمن پر قبضہ کر لیا تھا مگر مسلمانوں کی طرف سے کاروائی سے قبل ہی وہ خود اپنے

www.maktabah.org

ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

بنو تمیم کی سرکوبی بھی حضرت خالدؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ آپ نے باغی سردار مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ بحرین کی مہم حضرت علاء بن حضرمیؓ نے بڑی کامیابی سے سر کی اور اس علاقہ کو اطاعت پر مجبور کیا۔ حضرت حذیفہؓ نے عمان، حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ نے مہرہ، حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ اور حضرت عکرمہؓ نے یمن و حضر موت کو از سر نو فتح کیا۔ اسی طرح مقامی حاکموں نے حجاز، تہامہ اور نجران میں بھی امن و امان قائم کر دیا۔

منکرین زکوٰۃ

بعض قبائل ایسے بھی تھے جو اسلام پر قائم رہے مگر انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک نازک مسئلہ تھا اور کبار صحابہ بھی اس معاملہ میں متذبذب تھے کہ توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والوں کے خلاف جہاد جائز ہے یا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا: "اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ آپ نرمی اختیار کیجئے۔ یہ لوگ وحشی جانوروں کی مانند ہیں"۔ آپ نے جواب دیا: "اے عمرؓ تم تو زمانہ جاہلیت میں بڑے جبار تھے۔ اب اسلام میں کیوں سست ہو گئے۔ خدا کی قسم جو شخص رسول خدا کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا، اگر وہ اس سے انکار کرے گا تو میں اس کے مقابلہ میں جہاد کروں گا"۔ حضرت ابو بکرؓ کے عزم صمیم اور عملی اقدام سے یہ فتنہ دب گیا۔ اگر آپ اس معاملہ میں ذرا بھی کمزوری دکھاتے تو فرائض اسلامی کی وقعت ختم ہو جاتی۔

بیرونی فتوحات

اس دور میں دنیا کی دو سپر طاقتیں ایران اور روما تھیں۔ اتفاق یہ تھا کہ عرب ان دو عظیم حکومتوں کے درمیان میں واقع تھا۔ ان میں سے ہر حکومت عسکری ساز و سامان، حربی تربیت، وسائل کی افراط اور افواج کی عددی قوت کے اعتبار سے بے مثل تھی۔ اس کے مقابلہ میں عرب افلاس، وسائل کے فقدان اور انتشار کی علامت تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں بیک وقت ان دونوں طاقتوں کے خلاف جنگوں کا آغاز ہوا اور آپ کے کمالات میں یہ امر بھی نمایاں ہے کہ مسلمانوں نے ان دونوں محاذوں پر طاقتور دشمن کو پے در پے شکستیں دیں۔

عراق و ایران کا محاذ حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد ہوا۔ اس میں حضرت مثنیٰ

www.maktabah.org

آپ کے نائب سالار تھے۔ جنوبی عراق کا ایرانی گورنر ہرمز تھا۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کو انفرادی مقابلہ میں قتل کر کے ایرانی فوج کو شکست دی۔ یہ لڑائی جنگ سلاسل کہلاتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے پیش قدمی کر کے جنگ مذار میں ایرانیوں کو پھر شکست دی۔ اب نئی ایرانی فوج بہمن جاذویہ کی قیادت میں مقابلے کو آئی۔ حضرت خالدؓ نے اسے بھی شکست فاش دی اور آگے بڑھ کر حیرہ کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ یوں جنوبی عراق مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اب حضرت خالدؓ شمالی عراق کی جانب بڑھے۔ آپ نے انبار، عین التمر کے مقامات پر ایرانیوں کو نیچا دکھایا اور دومتہ الجندل، فراض اور بابل کے شہر فتح کر لیے۔

محاذ شام پر خود آنحضرت ﷺ کے دور میں جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ غزوہ تبوک اور حضرت اسامہ کی مہم اسی سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو اس محاذ پر سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ ہرقل قیصر روم خود بھی ان دنوں شام میں موجود تھا۔ خلیفہ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ محاذ عراق مثنیٰ کے سپرد کر کے شام روانہ ہو جائیں۔ راستے میں حضرت خالدؓ نے بصریٰ کے حاکم کو شکست دی اور پھر لشکر اسلام نے اجنادین کے مقام پر رومیوں کے ٹڈی دل کو خونریز جنگ کے بعد شکست دی اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وفات پائی۔

جمع قرآن

جنگ یمامہ جس میں مسیلمہ کذاب کو شکست ہوئی تھی، کے دوران بڑی تعداد میں قرآن پاک کے حفاظ شہید ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو خدشہ ہوا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا چنانچہ ان کے اصرار پر حضرت ابو بکرؓ نے قرآن پاک کی تدوین یعنی ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ کام مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد ہوا۔ انہوں نے کچھ معذرت کے بعد یہ عظیم الشان کام شروع کیا۔ چمڑوں، کھجور کے پٹھوں اور بکری کے شانوں سے جہاں جہاں دستیاب ہوا، دو لوحوں میں جمع کیا۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زندگی میں ان کے پاس اور وفات کے بعد حضرت عمرؓ فاروق کے پاس آگیا۔ یہ ایک بڑی اسلامی خدمت تھی اور حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کو جمع قرآن کی وجہ سے سب سے زیادہ اجر ملے گا۔

www.maktabah.org

وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سوا دو سال خلافت کی۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳ھ کو آپ سردی میں نہائے اور اس وجہ سے آپ کو بخار ہو گیا۔ جب کمزوری زیادہ بڑھی اور زندگی سے مایوسی ہوئی تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ جو کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں، انہیں ہی دھو کر مجھے کفن دینا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کسی طبیب کو بلائیں تو آپ نے فرمایا: میرے طبیب نے مجھے دیکھ کر کہہ دیا ہے کہ اِنّی فَعّالٌ لِمَا یُرِیْد (میں جو چاہوں گا، سو کروں گا)۔ حضرت سلیمان فارسیؓ آپ کے پاس عیادت کی غرض سے آئے اور کہا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے۔ اس میں سے بقدر بسر اوقات لینا۔ یاد رکھو جو کوئی صبح کی نماز ادا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں آ جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرو کیونکہ یہ عہد شکنی تمہیں منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی"۔

جب مرض نے زیادہ زور پکڑا اور آپ گھر سے باہر نہ نکل سکے تو لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ اپنا کوئی نائب مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسے تند مزاج کو نائب مقرر کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جواب دونگا کہ یا اللہ جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر تھا، اسے نائب مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ کو بلوایا اور فرمایا: "میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق دن کے ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا اور کچھ حقوق رات کے ہیں کہ ان کو دن میں قبول نہیں کرتا۔ وہ اس وقت تک نفل قبول نہیں کرتا جب تک فرض ادا نہ کرو۔ قیامت کے روز جن کے پلے بھاری ہونگے، انہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا۔ اور اپنے لئے اسے ہی اہم سمجھا ہوگا اور ترازو کے جس پلے میں حق کے سوا کچھ نہ رکھا جائے، اس کے شایاں یہی ہے کہ وہ وزنی ہو۔ قیامت میں جن کے پلے ہلکے ہوں گے تو دنیا میں انہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اسے اپنے لئے آسان خیال کیا ہوگا اور ترازو کے جس پلے میں باطل کے سوا کچھ نہ رکھا جائے، اس کو ہلکا ہونا زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیات رحمت اور آیات عذاب دونوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کے دل میں رغبت اور خوف

www.maktabah.org

دونوں موجود رہیں اور وہ اپنا ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے حق کے سوا کسی اور چیز کی تمنا نہ کرے۔ پس اے عمرؓ اگر تم میری نصیحت یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ کوئی ان دیکھی چیز تمہیں محبوب نہ ہو گی اور اس کا آنا تم پر لازمی ہے۔ اگر میری نصیحت تلف کر دو گے تو موت سے زیادہ کوئی ان دیکھی چیز تمہیں بُری معلوم نہ ہو گی اور تم اس سے بھاگ نہ سکو گے اور نہ اسے تھکا سکو گے"۔

آپ نے ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ پیر کے دن فرمایا۔ آج کون سا دن ہے۔ معلوم ہوا سوموار۔ پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کس دن وصال فرمایا۔ معلوم ہوا اسی دن۔ فرمایا میری بھی یہی آرزو ہے چنانچہ اسی شب کو وفات پائی۔ آپ کی عمر رسول کریم ﷺ کی عمر کے برابر یعنی ۶۳ برس تھی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیسؓ نے آپ کو غسل دیا، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے پانی ڈالا اور وصیت کے مطابق انہی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو آپ نے پہن رکھے تھے۔ نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کریں چنانچہ وہیں قبر کھودی گئی۔ آنحضور ﷺ کی قبر مبارک کے بالکل متوازی تدفین خلاف ادب تھی چنانچہ قبر میں آپ کا سر آنحضور ﷺ کے سینہ مبارک کے متوازی رکھا گیا۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

سیرتِ صدیق اکبرؓ

حضرت ابو بکر صدیقؓ سفید فام اور دبلے پتلے بدن کے آدمی تھے۔ آنکھیں گہری اور پیشانی ابھری ہوئی تھی۔ کمر قدرے جھکی ہوئی تھی۔ ریش مبارک کو حنا سے رنگین کیا کرتے تھے۔ آپ طبعاً بڑے منکسر المزاج، رقیق القلب اور متواضع تھے۔ طبیعت میں زہد و تقویٰ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلام سے پہلے بھی آپ شرافت اور بلند اخلاقی میں مشہور تھے۔ ساری عمر سادگی کا یہ عالم رہا کہ محلّہ والوں کا کام خود کرتے رہے۔ اکثر راتیں عبادت میں بسر ہوتیں اور اکثر دن روزوں میں گزرتے۔ طبیعت پر ہر وقت خوف خدا طاری رہتا۔ خلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے۔ بیعت خلافت کے چھ ماہ بعد تک یہ شغل جاری رہا۔ بعد میں محسوس کیا کہ یہ شغل امور خلافت کی انجام دہی میں حائل ہوتا ہے تو اسے ترک کر دیا

www.maktabah.org

اور بیت المال سے تنخواہ لینے لگے لیکن بیت المال پر بوجھ ڈالنا بھی طبیعت کو گوارا نہ ہوا اور وفات سے پہلے وصیت فرمادی کہ میری زمین فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں واپس کر دی جائے۔

آپ کا عہد خلافت بڑا ہنگامہ خیز تھا۔ بے پناہ اندرونی و بیرونی مشکلات نے خلافت اسلامیہ کو اچانک خطرات سے دوچار کر دیا تھا۔ مگر آپ کی پامردی، ہمت اور استقلال نے کشتی اسلام کو بھنور سے نکالا اور آپ نے ثابت کر دیا کہ نرم دل اور متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ مرد آہن بھی تھے۔ آپ نے سوا دو سال کی قلیل مدت میں نہ صرف تمام اندرونی مشکلات پر قابو پا کر ملک میں امن و امان بحال کر دیا بلکہ ایران و روما کے ایوان شکوہ پر بھی ضرب لگا دی اور فتوحات کے زریں دور کا آغاز ہوا۔

ایک بار کسی نے آپ کو گالی دی تو فرمایا کہ جو میرا حال تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ جس وقت کوئی آپ کی تعریف کرتا تو فرماتے: ''خدایا میری نسبت میرے نفس کا تو زیادہ عالم ہے اور میں ان لوگوں کی نسبت اپنے نفس کا خود زیادہ جاننے والا ہوں۔ خداوندا ان لوگوں کے گمان سے زیادہ مجھے بہتر کر، جس کا انہیں علم نہیں اسے بخش دے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کر''۔ حضرت انیسہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ تین سال ہمارے پڑوس میں رہے، دو سال خلافت سے پہلے اور ایک سال بعد۔ ہمارے پڑوس میں ایک قبیلہ تھا جو اپنی بکریاں دوہنے کے لئے آپ کے پاس لاتے تھے اور آپ ان کا یہ کام کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں بوڑھوں اور اندھوں کے پاس پانی وغیرہ لانے کے خیال سے جاتا تو یہ سب کام تیار پاتا۔ مجھے تلاش ہوئی کہ دیکھوں یہ کون کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ یہ کام کر جایا کرتے تھے۔

آپ نے ایک پرندہ سایہ میں بیٹھا دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا: ''اے پرندے تیری زندگی اور عیش خوب ہے، تو درخت کے پھل کھاتا ہے اور اس کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور اس کا حساب نہیں دے گا۔ اے کاش میں بھی تیری مانند ہوتا''۔ ایک موقعہ پر فرمایا: جو شخص محبت الٰہی کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ مزہ اسے طلب دنیا سے روک دیتا ہے اور لوگوں سے اسے وحشت دلاتا ہے۔ آپ کا قول ہے: حق بات

www.maktabah.org

گراں ہوتی ہے اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہے اور امر باطل بظاہر ہلکا ہے مگر اس کے باوجود برا ہے۔ آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِی اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنِی اِجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَل مُتَشَابِهاً عَلَیّ (اے میرے اللہ مجھے حق کو بطور حق کے دکھا اور مجھے اس کی اتباع کی توفیق دے اور مجھے باطل کو بطور باطل کے دکھا اور مجھے اس سے اجتناب کی توفیق دے۔ ان دونوں کو میرے لئے مشابہہ نہ بنا)۔ ایک اور دعا جو مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِی آخِرَهٗ وَخَیْرَ عَمْلِی خَاتِمَتَهٗ وَخَیْرَ اَیَّامِی یَوْمَ لِقَائِكَ (اے میرے اللہ! میری عمر کا بہترین حصہ اس کا آخر بنا، میرا بہترین عمل اس کا خاتمہ اور میرا بہترین دن اپنے دیدار کا دن بنا)

فضائل صدیق اکبر قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل میں آیات موجود ہیں۔ اسی طرح بے شمار احادیث صحیحہ کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں جن کا انتخاب درج ذیل ہے۔

۱) جب آپ نے حضرت بلالؓ کو بھاری رقم دے کر امیہ بن خلف کی غلامی سے آزاد کرایا تو آپ کی شان میں سورہ الیل نازل ہوئی (تفصیل اگلے عنوان کے تحت آئے گی)۔

۲) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ غار ثور کے واقعہ کے بارے میں جو یہ آیت نازل ہوئی: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُولُ لِصَاحِبِه لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے، وہ اپنے 'صاحب' کو کہہ رہا تھا کہ ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے) اس میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

۳) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمر (معاملات میں ان سے مشورہ کرو) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴) غزوہ تبوک میں کچھ لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے

www.maktabah.org

قران پاک میں ان لوگوں پر عتاب فرمایا مگر حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں میں سر فہرست تھے جن کو یہ کہہ کر اس عتاب سے مستثنیٰ قرار دیا: اِلَّا تَنْصُرُوْہ فَقَدْ نَصَرَہ اللّٰہ...... اس لئے کہ اس غزوہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا سارا مال دے کر قابل تقلید مثال قائم کی تھی۔

۵) حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ صحبت اور مال کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابو بکرؓ کا ہے۔ اگر میں اپنے رب کے بعد کسی کو دوست بناتا تو وہ ابو بکرؓ ہوتے مگر اسلامی برادری اور محبت کافی ہے۔ مسجد کے صحن میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کردی جائیں سوائے ابو بکرؓ کی کھڑکی کے۔ (متفق علیہ)۔

۶) حضرت عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ میں ایک مہم سے کامیاب واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا: عائشہؓ۔ میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ فرمایا: اس کا باپ (حضرت ابو بکرؓ)۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمرؓ اور پھر کئی اشخاص کے نام لیے۔ پھر میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ میرا نام سب سے آخر نہ ہو (متفق علیہ)۔

۷) حضرت محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت علیؓ) سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سے کون سب سے بہتر ہیں؟ فرمایا: ابو بکرؓ۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمرؓ۔ مجھے ڈر ہوا کہ اب وہ حضرت عثمانؓ کا نام لیں گے اس لئے میں نے کہا کہ بعد ازاں تو آپ ہیں۔ فرمایا: میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک ہوں (بخاری)۔

۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کا ہم پر ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ نہ دیا ہو سوائے ابو بکرؓ کے کہ اس کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا۔ کسی کے مال نے مجھے ایسا نفع نہیں دیا جیسا کہ ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔ اگر میں کسی کو جانی دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ آگاہ رہو کہ تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا دوست ہے (ترمذی)۔

۹) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تو غار میں میرا یار تھا اور حوض کوثر پر بھی میرا ساتھی ہے (ترمذی)

www.maktabah.org

۱۰)حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضور نے انہیں فرمایا کہ تمہیں اللہ نے آگ سے آزاد (عتیق) کر دیا ہے۔اس روز سے ان کا لقب عتیق پڑ گیا۔(ترمذی)۔

۱۱)ایک بار حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کا ذکر کیا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ میری ساری عمر کے اعمال حضرت ابو بکرؓ کے ایک دن کے اعمال کے برابر ہوتے یا ان کی ایک رات کے اعمال کے برابر جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو عرض کیا کہ واللہ آپ غار میں داخل نہ ہوں جب تک میں پہلے اندر نہ جاؤں تاکہ اگر اس میں کوئی چیز ہے تو آپ کے بجائے مجھے ضرر پہنچے۔پس آپ اندر گئے، غار کو صاف کیا اور اس کی ایک جانب کئی سوراخ پائے۔انہوں نے اپنا تہمد پھاڑا اور ان سوراخوں کو اس سے بند کر دیا۔ان میں سے دو سوراخ بچ گئے تو انہوں نے ان پر اپنے پاؤں رکھ دیے۔پھر انہوں نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ اندر تشریف لائیں۔پس آپ اندر داخل ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں پر ایک سوراخ میں سے سانپ نے کاٹا مگر حضرت ابو بکرؓ بالکل نہ ہلے کہ مبادا آنحضور ﷺ جاگ جائیں۔تاہم ان کی آنکھ سے آنسو نکل کر آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر گرا۔آپ نے پوچھا: ابو بکرؓ تجھے کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ قربان، مجھے سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔پس آنحضور ﷺ نے اپنا آبِ دہن لگایا تو ان کی تکلیف جاتی رہی (زرین)۔

۱۲)حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوہ احد پر چڑھے۔ان کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔کوہ احد ہلنے لگا تو آپ نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا: "ٹھہر جا کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں"۔(بخاری)۔

۱۳)جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن صحابہ کی جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے درِ دولت پر حاضر تھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا: کس شغل میں ہو۔میں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کے فضائل پر بات کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو خبردار ابو بکرؓ پر کسی کو فضیلت مت دینا اس لئے کہ وہ دنیا و

www.maktabah.org

آخرت میں تم سب سے افضل ہیں۔

۱۴) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابو بکرؓ کے آگے آگے جا رہا تھا۔ دفعتاً آنحضور ﷺ ملے اور فرمایا: "تم اس شخص سے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ واللہ انبیاء و مرسلین کے بعد کسی پر آفتاب اس حالت میں طلوع نہیں ہوا کہ وہ ابو بکرؓ سے بہتر ہو"۔

۱۵) ارشاد فرمایا: میں ابو بکرؓ کو تم پر اس کی کثرت نماز روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں دیتا بلکہ اس چیز کے سبب سے فضیلت دیتا ہوں جو اس کے سینہ میں ہے۔

۱۶) ابن ابی ملیکہؒ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ایک تالاب پر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے رفیق کی جانب تیرے۔ چنانچہ ہر شخص اپنے اپنے رفیق کی طرف تیرا۔ پھر آنحضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی طرف تیرے اور آپ نے ان سے معانقہ کیا اور فرمایا: اے ابو بکرؓ اگر میں کسی کو اپنے مرنے تک خلیل بناتا تو تجھے بناتا۔

۱۷) ارشاد ہوا: خیر کے تین سو خصائل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو ان میں سے کوئی خصلت عطا کر دیتا ہے اور اس کے سبب اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا: ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے؟ فرمایا: تم میں سب ہیں۔

۱۸) ارشاد فرمایا: ابو بکرؓ کی دوستی اور اس کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔

۱۹) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا: اس وقت ایک ایسا شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ آنحضور ﷺ اٹھے، ان سے بغل گیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

۲۰) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر سے قبل کی رات آنحضرت ﷺ میدان جنگ میں ایک چھولداری میں مقیم تھے۔ ہم نے صلاح کی کہ کوئی شخص پہرہ دار

www.maktabah.org

موجود رہے کہ مشرک رات کو اس طرف نہ آئیں۔ حضرت ابو بکرؓ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور ساری رات حضور ﷺ کے محافظ ہونے کا شرف حاصل کیا۔

۲۱) ایک بار آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا ابو بکرؓ؟۔ اس پر سب خاموش رہے پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ ابو بکرؓ کی ایک ساعت مومن آل فرعون کی ہزار ساعتوں سے بہتر ہے کہ وہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا اور ابو بکرؓ نے اپنا ایمان ظاہر کیا۔

صدّیقیت کبریٰ

حضرت ابو بکرؓ کو صدیق اکبر کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ صدیقیت ایک قرآنی اصطلاح ہے، بالکل اسی طرح جیسے نبوت اور رسالت ایک اصطلاح ہے۔ کسی کو نبی یا رسول کا لقب نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح کسی کو محض لقب کے طور پر صدیق نہیں کہا جا سکتا۔ صدیق کا مادہ صدق ہے اور صدیق اس کا صیغہ مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ سچائی والا، راست باز اور راست کردار۔ مَنْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ۔ سورہ فاتحہ میں ہم ہر روز دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا (اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) لیکن یہاں ان انعام یافتہ (مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ) کی وضاحت نہیں کی گئی۔ قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ ان لوگوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ یعنی منعم علیہم لوگوں کے چار گروہ ہیں: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انعام یافتہ افراد میں صدیقیت، نبوت سے قریب ترین ہے۔ اسی لئے اس گروہ کو اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ (انبیاء کے بعد لوگوں میں سب سے افضل) کہا گیا یہی وجہ ہے کہ جو صدیق ہوتا ہے، وہ نبی کا صحیح پرتو ہوتا ہے۔

ہر نبی بعثت سے پہلے عام لوگوں کی نگاہ میں صدیق ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کو صادق اور امین کے القاب دیے گئے۔ قرآن پاک میں انبیاء کے لئے متعدد جگہ صدیق کا لفظ استعمال ہوا۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں یہ الفاظ آئے: اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں نے انہیں یوں مخاطب کیا: يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ۔ چونکہ

www.maktabah.org

کوئی عورت نبوت کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتی اس لئے حضرت مریم کو نبوت سے نیچے سب سے عظیم مقام صدیقیت عطا کرتے ہوئے قرآن پاک نے اُمّہٗ صِدِّیقَہ کہا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام عمر مزاج کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ سے قریب ترین رہے۔ انہوں نے اپنی شخصیت کو آنحضور ﷺ کی شخصیت میں گم کر دیا۔ ان کی پوری زندگی میں کوئی ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جبکہ ان کی رائے آنحضور ﷺ کی رائے سے مختلف ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی وہ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رہے اور جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہیں اسے قبول کرنے میں ذرا تردد نہ ہوا حالانکہ تردد ہو سکتا تھا اور ذہن میں کئی سوالات پیدا ہو سکتے تھے مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ آپ نبوت کے اس قدر قریب تھے کہ یہ دعوت ان کے لئے پہلے ہی مانوس تھی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا تو سب نے کچھ تردد کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ معراج شریف کے واقعہ پر جب ابو جہل دوڑا ہوا حضرت ابوبکرؓ کے گھر گیا اور انہیں واقعہ کی تفصیل بتا کر پوچھا کہ اب بتاؤ اپنے نبی (ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے تو آپ نے فوراً واقعہ معراج کی تصدیق کر دی اور کہا کہ اگر آنحضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے کیونکہ آج تک آپ کی زبان سے سوائے سچ کے کوئی بات نہیں سنی گئی۔ بقول مولانا رومی ؎

نظرِ احمد بر ابوبکرے زدہ　　او زیک تصدیق صدیقے شدہ

(یہ آنحضور ﷺ کی نظر کا کمال تھا کہ وہ ابوبکرؓ پر پڑی تو انہیں ایسا کمال حاصل ہوا کہ ایک ہی تصدیق سے صدیق بن گئے)

آنحضور ﷺ کی شخصیت میں اپنی شخصیت کو گم کر دینا، ایک ایسا ایثار تھا جس کا اظہار آپ کی زندگی کے ہر موڑ پر ہوتا رہا۔ زمانہ جاہلیت کے دوران مکہ کے بلدی نظام میں آپ کو اہم حیثیت حاصل تھی۔ آپ خوں بہا (دیت) کا فیصلہ کرتے تھے جو ایک اہم اور حساس عہدہ تھا۔ آپ نے اسے خیرباد کہا۔ اسیران بدر کے معاملہ میں آپ کی رائے آنحضور ﷺ کی رائے کے عین مطابق تھی چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ غیرت اسلامی کی بنا پر جذباتی ہو گئے مگر حضرت ابوبکرؓ نے بڑے

www.muhaddith.org

ٹھنڈے انداز میں ان سے کہا: "وحی تو حضور ﷺ پر اترتی ہے"۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ سورہ الضحیٰ اور سورہ الم نشرح آنحضور ﷺ کی سورتیں ہیں کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ صرف اپنے نبی سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ اسی طرح سورہ الّیل سورہ صدیق ہے۔ امام حسن عسکریؒ نے بھی لکھا ہے کہ سورہ الّیل حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس سورہ میں صدیقیت کے تین لوازمات کا ذکر ہے: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی (جس نے راہ خدا میں مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور ہر بھلائی کی تصدیق کی) جہاں تک پہلی صفت یعنی مال عطا کرنے اور سخاوت کرنے کا تعلق ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایمان لانے سے پہلے چالیس ہزار دینار کی رقم تھی۔ یہ ساری رقم فراخ دلانہ انداز میں خدمتِ اسلام میں خرچ ہو گئی۔ آپ نے چھ مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرایا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے: ہمارے سیدّ ابوبکرؓ ہیں کہ انہوں نے سیدّنا بلال کو آزاد کرایا۔ ہجرت کے موقعہ پر دو اونٹنیاں رہ گئی تھیں، وہ اس موقعہ پر کام آئیں۔ مالی ایثار کے اعتبار سے آپ نے دو دفعہ گھر میں جھاڑو پھیرا اور کچھ اپنے پاس نہ رکھا۔ ایک دفعہ ہجرت کے موقعہ پر اور دوسری دفعہ تبوک کے موقعہ پر۔

اس سورہ میں صدیقیت کی دوسری صفت تقویٰ، پاکبازی بیان ہوئی۔ پاکبازی کا یہ عالم تھا کہ جاہلیت کے دور میں بھی رذائل سے دور رہے۔ نبی اور صدیق کے کردار کی مماثلت اور اوصاف کا قرب، تاریخ کے دو واقعات کے تقابل سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جب آنحضور ﷺ پر پہلی بار وحی اتری اور آپ غار حرا سے گھر تشریف لائے اور پریشانی کے عالم میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا: زَمِّلُوْنِی (مجھے کمبل اوڑھا دو) تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "آپ یتیموں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، غریبوں کا خیال کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، خدا تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا"۔ بالکل یہی الفاظ ابن الدغنہ نے اس وقت کہے جب حضرت صدیق اکبرؓ ہجرت حبش کے ارادہ سے مکہ مکرمہ سے باہر نکلے۔ اس سردار نے آپ سے واپس لوٹنے کی درخواست کی اور کہا: "آپ یتیموں پر رحم کرتے ہیں، غریبوں کا سہارا ہیں، ہم میں سے بہترین آدمی ہیں۔ آپ چھوڑ کر کیوں جائیں"۔ دو عظیم ہستیوں کے

www.maktabah.org

بارے میں دو صاحب نظر افراد کا یہ مشاہدہ اور تبصرہ ہے جس کے الفاظ تک مل گئے ہیں۔

تیسری صفت یعنی ہر اچھی چیز کی تصدیق بھی جامع الفاظ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے کردار کی تصویر کشی ہے۔ ایمان میں اولیت، ایثار و قربانی میں اولیت اور معراج کی تصدیق میں اولیت ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ زندگی کے ہر اہم موڑ، ہجرت، غار ثور، غزوات میں آنحضور ﷺ کے دوش بدوش رہے۔ یہاں تک کہ قبر میں بھی ثانی ہونے کا شرف حاصل کیا۔

ہمتِ او کشتِ ملت را چوں ابر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

سورہ الیل میں ہی آتا ہے۔ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (وہ اپنے برتر رب کی رضاجوئی کیلئے یہ کام (مال صرف کرنا) کرتا ہے اور وہ ضرور خوش ہوگا)۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال مسلمان غلاموں کو آزاد کرانے پر صرف کر دیا تو ان کے والد ابو قحافہ (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) نے انہیں ڈانٹا اور سخت سست کہا۔ آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اسی کیفیت میں آنحضور ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ ایسا کرتے وقت ان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن کے الفاظ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ عجیب اتفاق دیکھیں کہ اگلی سورہ الضحیٰ میں آنحضور ﷺ کے بارے میں یہی الفاظ استعمال ہوئے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے)۔ زہے نصیب۔

سورہ الیل میں صدیقیت کی تین صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا: فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (اس کو ہم آسان راستے کے لئے سہولت دیں گے)۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ انعام دیا گیا کہ زندگی کی ہر مشکل ان کے لئے آسان بنا دی گئی۔ ان الفاظ کی روشنی میں اگر حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ہر قدم پر ان کا منتظر نظر آئے گا۔ آنحضور ﷺ کے وصال سے لے کر آپ کے عہد خلافت کے اختتام تک کتنے کڑے اور نازک لمحات آئے۔

www.maktabah.org

آنحضور ﷺ کی وفات پر مسلم امہ کی سراسیمگی، فتنہ ارتداد، متنبیوں کی شورش، منکرین زکوٰۃ کا مسئلہ، قبائل کی بغاوت، دنیا کی دو سپر طاقتوں یعنی کسریٰ ایران اور قیصر روم سے بیک وقت تصادم...... ایک ایک امتحان ایسا تھا جو نوزائیدہ ملت اسلامیہ کے لئے موت وحیات کا مسئلہ تھا مگر سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں ان تمام مشکلات پر جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے قابو پایا، اس پر حیرت ہوتی ہے اور ہر مشکل کو آسان بنانے کا وہ انعام ذہن میں رکھنا پڑتا ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	شاہ معین الدین ندوی
تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
وفیات الایمان	ابن خلکان
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی
مشکوۃ شریف	(جلد چہارم)

www.maktabah.org

تیسرا باب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

متوفی ۳۵/۳۶ھ......۶۵۶ء

حضرت سلمان فارسیؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ آنحضور ﷺ اور اہل بیت سے خصوصی تعلق کے باوجود اکتسابِ فیض روحانی کی تکمیل حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کی اور سلسلہ ذہبیہ نقشبندیہ کے کبار مشائخ میں شمار ہوئے۔

ابتدائی زندگی

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور سلمان الخیر کے لقب سے بھی معروف ہوئے۔ اپنا نام سلمان بن اسلام بن اسلام بتایا کرتے تھے۔ اصفہان کے ایک گاؤں جیؔ میں پیدا ہوئے جو ہرمز کے مضافات میں واقع تھا۔ آپ کے والد وہاں کے آتش کدہ کے مہتمم اور ایک امیر زمیندار تھے۔ جیؔ کے لوگ آتش پرست تھے اور چتکبرے گھوڑے (الخیل السُبلق) کی پوجا بھی کرتے تھے۔ لیکن حضرت سلمانؓ کو آتش پرستی اور گھوڑے کی پوجا سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور ان کے دل میں تلاش حق کا جذبہ موجزن تھا۔ شاید اسی بنا پر ان کے والد نے گھر میں ہی ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر رکھا تھا اور انہیں باہر جانے سے روکا جاتا تھا۔

ایک بار کسی مجبوری کے تحت ان کے والد نے انہیں اپنی اراضی پر بھیجا اور جلد واپس آنے کی تاکید کی۔ راستے میں حضرت سلمانؓ نے ایک گرجا گھر دیکھا اور اندر جا کر عیسائیوں کی عبادت ملاحظہ کی۔ آپ کو عیسائیوں کا طریقہ عبادت پسند آیا اور ان سے معلومات حاصل کیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ عیسائیت کا مرکز شام میں ہے اور وہیں سے یہ علوم سیکھے جا سکتے ہیں۔ واپسی پر انہوں نے والد سے سارا ماجرا بیان کیا تو وہ بہت ناراض ہوا اور آپ کے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔ تاہم آپ نے خفیہ طور پر عیسائیوں کو کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جانے والا ہو تو مجھے بھی ساتھ لے جائے۔ آخر آپ

www.maktabah.org

ایک قافلہ کے ساتھ شام پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے بڑی محنت سے عیسائی و یہودی علماء اور راہبوں سے علوم سیکھے۔ عبادت اور ریاضت میں بھی مصروف رہے۔ یہیں قدیم کتب اور راہبوں سے آپ کو معلوم ہوا کہ ایک آخر الزمان نبی آئے گا اور اس کا وطن حجاز ہو گا۔ تلاش حق کے شدید جذبہ کے تحت آپ نے حجاز آنے کا قصد کیا۔ آپ موصل، نصیبین اور عموریہ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے۔ بنو کلب کا ایک قافلہ حجاز آرہا تھا چنانچہ آپ اسی کے ساتھ ہو لیے۔ ان ظالم تاجروں نے آپ کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

اس یہودی کا نام عثمان بن اشہل قریظی تھا۔ آپ اس کے ساتھ مدینہ آئے۔ وادی القریٰ اور مدینہ کے ارد گرد کھجوروں کے باغات دیکھ کر آپ کے دل میں امید کی کرن پیدا ہوئی کیونکہ راہبوں کی کتب میں آپ نے ایسی نشانیاں پڑھی تھیں۔ یہاں آپ ہر کشادہ جبیں کو غور سے دیکھتے کہ شاید یہی گوہر مقصود ہو۔ آخر آنحضور ﷺ کی قبا میں آمد کی اطلاع پھیلی۔

قبول اسلام

حضرت سلمانؓ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صدقہ کی کچھ کھجوریں ساتھ لے گئے اور آنحضور ﷺ کو پیش کیں مگر آپ نے وہ کھجوریں نہ کھائیں۔ حضرت سلمانؓ کو تسلی ہوئی کیونکہ انہوں نے پڑھ رکھا تھا کہ نبی صدقہ نہیں کھائیں گے۔ پھر آپ نے ایک دن مدینہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور اس بار ہدیہ کی کھجوریں پیش کیں۔ آپ نے یہ کھجوریں کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں۔ حضرت سلمانؓ کی مزید تسلی ہوئی۔ آخر ایک دن انہوں نے آنحضور ﷺ کے شانہ مبارک پر مہر نبوت بھی دیکھ لی اور پورے یقین کے ساتھ ایمان لائے۔

آپ کے خلوص و محبت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یہودی کی غلامی سے آزاد کرایا۔ یہ رہائی بروز پیر جمادی الاول ۱ ھ کو ہوئی۔ مواخات میں آپ کو حضرت ابو درداءؓ کا بھائی بنایا گیا۔ آپ اصحاب صفہ کے رکن تھے۔ آنحضرت ﷺ آپ سے اکثر طویل گفتگو فرماتے تھے۔ کبھی کبھی رات دیر تک مجلس رہتی۔

www.maktabah.org

خندق کا مشورہ اور اہل بیت کا درجہ

۵ ھ میں غزوہ احزاب پیش آئی۔ اس

میں قریش اور ان کے اتحادیوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ کھلے میدان میں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ بہت مشکل تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ شہر کے گرد خندق کھود کر دشمن کے خلاف مدافعانہ جنگ لڑی جائے۔ آنحضور ﷺ کو یہ رائے پسند آئی اور اسی پر عمل کیا گیا۔ یہ مشورہ دیتے وقت حضرت سلمانؓ نے یہ کہا تھا کہ ہم ایران میں ایسا کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انہیں ایسی مدافعانہ جنگ کا عملی تجربہ بھی تھا۔

خندق کھودنے کے لئے مہاجرین اور انصار میں زمین کے الگ الگ ٹکڑے بانٹ دیے گئے۔ اس موقعہ پر حضرت سلمانؓ کے بارے میں تنازعہ پیدا ہوا۔ مہاجرین کہتے تھے کہ وہ ان میں سے ہیں جبکہ انصار انہیں اپنے میں سے شمار کرتے تھے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سلمانؓ اہل بیت میں سے ہیں۔ یوں انہیں یہ بلند مرتبہ بھی عطا ہوا۔

مدائن کی گورنری

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت سلمان فارسیؓ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا۔ آپ ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار اور ذہین انسان تھے اس لئے اس علاقہ کا انتظام احسن طریقہ پر چلایا اور حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کے بلند معیار پر پورا اترے۔ تاہم گورنری میں بھی درویشی کا رنگ غالب رہا۔ مدائن کے حاکم کی حیثیت سے ان کی سواری اور حالت دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے۔ آپ کی تنخواہ پانچ ہزار درہم مقرر تھی مگر آپ یہ تمام رقم غرباء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور خود بکری کے بالوں کی رسیاں اور جھول بنا کر بسر اوقات کرتے تھے۔ آپ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک کمبل تھا، دن کو اپنے اوپر لپیٹ لیتے تھے اور رات کو اسی میں سو جاتے تھے۔

آپ کا لباس اس قدر سادہ تھا کہ مدائن کی حکومت کے دنوں میں ایک دفعہ مدائن کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو کمبل پہنے دیکھا اور مزدور سمجھ کر آپ سے اپنا سامان اٹھوایا اور چل پڑا۔ آپ نے نہ بتایا کہ میں کون ہوں۔ راستے میں ایک شخص نے، جو آپ کو پہچانتا تھا، کہا کہ اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا۔ اس پر پہلے شخص کو معلوم ہوا کہ آپ امیر شہر ہیں۔ وہ قدم پکڑ کر معافی کا خواستگار ہوا۔

www.maktabah.org

آپ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔ تیرا اسباب مکان تک پہنچا کر ہی واپس ہو نگا۔

وفات آپ کی وفات ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں (یعنی حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے آخر یا حضرت علیؓ کی خلافت کے آغاز میں) مدائن میں ہوئی۔ عمر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض روایات میں اڑھائی سو سال کی عمر بھی بتائی جاتی ہے مگر محتاط محققین نے ذہبی کے قول کو ترجیح دی ہے جس کے مطابق آپ تقریباً چالیس سال کی عمر میں مدینہ منورہ آئے اور ۳۶ھ میں وفات پائی۔ یوں آپ کی عمر تقریباً ۷۶ سال تھی۔

جب وصال کا وقت قریب آیا تو آپ زار زار رونے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: "مجھے موت کا خوف ہے نہ دنیا کی خواہش۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر قیامت میں مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں"۔ آپ جسے اسباب کہہ رہے تھے، اس میں لوٹا، پالان، پوستین اور کمبل تھا۔ حضرت علیؓ نے بہ کرامت ایک رات میں مدائن جا کر آپ کو غسل دیا۔ مدائن میں آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اس علاقہ کو "سلمان پاک" کہتے ہیں اور یہ بستی طاق کسریٰ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کی اولاد میں ایک لڑکا جس کا نام کثیر تھا اور دو لڑکیاں تھیں۔

اقوال زریں آپ نے مختلف مذاہب کے علوم حاصل کیے تھے۔ لکھنا بھی جانتے تھے۔ آپ کے حکیمانہ اقوال کتابوں میں ملتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں ان کے نام حضرت علیؓ کا خط شامل ہے جس میں انہیں دنیا سے بے تعلقی اور پریشانیوں میں نہ گھبرانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے قبل ان کی خدمت میں حاضر ہو کر خصوصی ہدایت کی درخواست کی۔ اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ کی نصیحت پہلے گزر چکی ہے۔

آپ نے حضرت ابو درداءؓ کو خط لکھا: اے برادر!! اتنی دنیا مت جمع کرنا جس کا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جس مالدار نے اپنے

www.maktabah.org

مال کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کیا ہو گا، قیامت کو حاضری کے وقت اس کا مال سامنے ہو گا۔ جب وہ پل صراط پر ادھر ادھر ڈولنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ تو مجھ میں سے اللہ تعالیٰ کا حق دے چکا ہے اس لئے بے خوف چلتا جا۔ پھر ایسا مالدار آئے گا جس نے اپنا مال حکم خداوندی کے مطابق خرچ نہیں کیا ہو گا۔ اس کا مال اس کے شانوں پر رکھا جائے گا۔ جب وہ پل صراط پر ڈولنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ تجھے خرابی ہو تو نے مجھ میں سے خدا کا حق کیوں نہ دیا۔ چنانچہ وہ اسی حال میں پریشان رہے گا اور دہائی دے گا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی۔ آپ نے فرمایا: "اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گا تو جو کچھ تو کہتا ہے، میں اس سے بھی بدتر ہوں۔ اگر میرے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو گا تو تیری بات سے مجھے ڈر نہیں"۔

فضائل

۱) آنحضور ﷺ نے فرمایا: ہم چار سابقین ہیں، میں سابقین عرب سے، بلال حبش سے، صہیب روم سے اور سلمان فارس سے۔

۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب یہ آیت اتری وآخرِینَ مِنْهُم لَمَا یَلْحَقُوا بِهِم (اور نبی ان لوگوں کے لئے بھی مبعوث ہوئے جو اس سے ملے بھی نہیں)۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت یہ کون لوگ ہیں۔ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان پر رکھا اور کہا: "اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو یہ لوگ اسے پالیتے (متفق علیہ)۔

۳) حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے یہ آیات تلاوت کیں: وَاِنْ تَتَوَلَّوا یَستَبْدِلُ قَوماً غَیْرَ کُم ثُمَّ لَایَکُونُوا اَمْثَالکُم (اگر تم پھر جاؤ گے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے لیں گے پھر وہ تمہاری طرح نہ ہونگے)۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہونگے جو روگردانی کی صورت میں ہماری جگہ لیں گے۔ آنحضور ﷺ نے سلمان فارسیؓ کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ اور ان کی قوم۔ اگر

www.maktabah.org

ایمان ثریا تک جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے (ترمذی)۔

مندرجہ بالا دو احادیث میں حضرت سلمان فارسیؓ کے جذبہ تلاش حق کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ایرانی قوم کی ذہانت کی تعریف ہے اور مستقبل میں ان کی دینی خدمات کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ عباسی دور میں جب عرب قوم زوال پذیر ہوئی تو ایرانیوں اور بعد میں ترکوں نے اس کار خیر کو انجام دیا۔ اکثر علماء نے امام ابو حنیفہؒ کو، جو عجمی النسل تھے، اس پیش گوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔

۴) حضرت عائذ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابو سفیان کا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن میں حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں نے اس دشمن خدا کی گردن پر اپنی جگہ نہ بنائی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ بولے: کیا تم قریش کے شیخ اور سردار کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آنحضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ سب بتایا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اے ابو بکر شاید تو نے ان کو غصہ دلایا۔ اگر تو نے ایسا کیا ہے تو تُو نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ واپس ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا: اے میرے بھائیو! کیا میں نے تمہیں غصہ دلایا؟۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اے بھائی تمہیں اللہ تعالیٰ بخشے۔ (مسلم)۔

۵) خیثمہ بن ابی سبرہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے نیک بخت ہم نشین میسر آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو ہریرہؓ میسر کر دیے۔ میں ان کے پاس بیٹھا اور کہا کہ آپ کی ہم نشینی مجھے دی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: تو کہاں سے آیا ہے؟۔ میں نے کہا: اہل کوفہ میں سے ہوں اور خیر کی طلب میں آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم میں سعد بن مالک نہیں ہیں جو مستجاب الدعوات ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جو آنحضور ﷺ کے وضو کا پانی اور نعلین مبارک رکھتے تھے اور حضرت حذیفہؓ جو رازدانِ رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور حضرت عمارؓ جنہیں بقول رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی۔ اور حضرت سلمانؓ جو دو کتابوں یعنی انجیل اور قرآن کے صاحب ہیں (یعنی پہلے انجیل پڑھی، اس پر عمل کیا اور حضور ﷺ کے پاس آکر ایمان لائے، قرآن سیکھا اور اس پر عمل کیا) (ترمذی)۔

www.maktabah.org

۶) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جنت تین اشخاص کی مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کی"۔(ترمذی)۔

۷) جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی موت قریب آئی تو فرمایا: علم چار اشخاص سے طلب کرو: حضرت عویمر ابو درداءؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے (ترمذی)۔

۸) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے سات برگزیدہ نگہبان ہوتے ہیں۔ مجھے ایسے چودہ دیے گئے ہیں۔ ہم نے پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ فرمایا: میں (حضرت علیؓ)، میرے دونوں بیٹے (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ)، جعفرؓ، حمزہؓ، ابو بکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو ذرؓ اور مقدادؓ۔(ترمذی)۔

۹) حضرت بُرَیدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ان کے نام فرمائیے۔ فرمایا: ان میں علیؓ ہیں اور اسے تین بار دہرایا، اور ابو ذرؓ، اور مقدادؓ اور سلمانؓ۔ مجھے ان کی محبت کا حکم ملا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے (ترمذی)۔

www.maktabah.org

ماخذ کتب

وفیات الاعیان	ابن خلکان
طبقات ابن سعد	
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	حضرت محمد حسن خان بجنودی
مشکوۃ شریف	(جلد چہارم)

www.maktabah.org

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

م ۱۰۷ھ / ۷۲۵ء

سیاسی پس منظر

حضرت قاسم بن محمدؒ کی پیدائش حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ہوئی اور وفات ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں واقع ہوئی۔ گویا آپ نے اپنے سن شعور میں بنو امیہ کا دور عروج دیکھا۔ یہ زمانہ اندرونی طور پر بحیثیت مجموعی امن وامان اور بیرونی طور پر عظیم فتوحات اور توسیع سلطنت کا عہد زریں تھا۔ تاہم بعض اسلامی ادارے بتدریج روبہ زوال تھے اور معاشرہ اسلامی اقدار سے محروم ہو رہا تھا۔ حضرت امام قاسمؒ نے اپنے علم و فضل اور روحانی تصرفات سے اصلاح معاشرہ میں مقدور بھر حصہ لیا۔

تربیتی ماحول

اہل بیت کے ساتھ آپ کے خاندان کا خصوصی تعلق تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات پر ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیسؓ حضرت علیؓ کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ اس وقت بہت چھوٹے تھے اس لئے وہ بھی والدہ کے ساتھ حضرت علیؓ کے گھر آ گئے چنانچہ یہیں ان کی تربیت ہوئی اور حضرت علیؓ نے انہیں بیٹوں کی طرح پالا۔ اس تعلق کا ان کے مزاج پر گہرا اثر تھا۔ وہ حضرت علیؓ سے جذباتی انداز میں محبت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں مصر کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت محمد بن ابی بکرؓ نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر حضرت علیؓ کے مخالفین کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس سے ایک گروہ آپ کا جانی دشمن بن گیا اور اسی گروہ کے تعاون سے بالآخر عمرو بن عاصؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف سے مصر پر حملہ کیا تو محمد بن ابی بکرؓ شکست کھا کر مارے گئے۔

حضرت محمد بن ابی بکرؓ کے فرزند حضرت قاسم بن محمدؒ کے قریبی تعلقات اور

www.maktabah.org

رشتہ داریاں اہل بیت کے ساتھ تھیں۔ ادھر حضرت سلمان فارسیؓ بھی اہل بیت میں شمار ہوتے تھے چنانچہ حضرت امام قاسمؒ نے حضرت سلمانؓ سے اکتساب فیض کیا اور ان کے توسل سے اپنے جد امجد حضرت صدیق اکبرؓ کی روحانی نعمت حاصل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی پھوپھی تھیں اور آپ کی تربیت میں ام المومنین کا بھی حصہ تھا۔ آپ نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ اسی طرح آپ حضرت زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی تھے چنانچہ ان کی صحبت سے حضرت امام قاسمؒ کو حضرت علیؓ کی نسبت بھی حاصل تھی۔

علم و فضل

حضرت قاسم بن محمدؒ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کے دور میں مدینہ منورہ علم و فضل کا مرکز تھا۔ بلاد اسلامیہ سے اہل علم اکتساب کی غرض سے یہاں آتے تھے۔ اس شہر کا ہر گھر ہدایت کا سرچشمہ تھا کیونکہ صحابہ کی بڑی تعداد موجود تھی۔ ایسے علمی ماحول میں حضرت امام قاسمؒ نے بلند مقام حاصل کیا اور مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ (سات بڑے فقیہہ) میں شمار ہونے لگے۔ علم و فضل کی یہ روایت آگے بھی چلی اور آپ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ بھی مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کے علم کو اخلاف تک پہنچایا۔

یحییٰ بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جسے حضرت قاسم بن محمدؒ پر فضیلت دوں۔ اس مرتبۂ علمی کے باوجود طبیعت میں انکساری کا یہ عالم تھا کہ کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر الخطابؓ تو صرف اتنا فرمایا کہ وہ مرد مبارک ہیں۔ زبان سے نکلنا چاہتا تھا کہ وہ اعلم ہیں مگر رک گئے کہ جھوٹ نہ ہو اور یہ بھی نہ فرمایا کہ میں اعلم ہوں کہ یہ بات تزکیہ نفس کے خلاف تھی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ خود بھی جید عالم تھے اور آپ نے علم پروری اور علماء نوازی میں بھی بڑا حصہ لیا۔ آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ احادیث نبوی کو پہلی دفعہ بڑی باقاعدگی سے جمع کرایا اور اس کام پر قاضی ابوبکر بن خرم گورنر مدینہ کو مامور کیا۔ یہ ایک اہم دینی خدمت تھی اور اس کام میں حضرت قاسم بن محمدؒ نے خلیفہ وقت کی بڑی مدد کی۔

ولی عہدیٔ خلافت کی تجویز

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت امام قاسمؒ

www.maktabah.org

کے علم اور تقویٰ سے بہت متاثر تھے اور اصلاح معاشرہ میں بھی ان کے مشوروں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ جب آپ خلیفہ ولید اول کی طرف سے حاکم مدینہ مقرر ہوئے تو آپ نے علماء کی مجلس مشاورت بنائی جس میں حضرت امام قاسمؒ شامل تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں امام قاسمؒ کو اپنا جانشین مقرر کرتا لیکن بنوامیہ کی شدید مخالفت اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک بار اموی خاندان کے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور شکوہ کیا کہ آپ کے پیش رو خلفاء جو مراعات ہم سے روا رکھتے تھے، وہ آپ نے کیوں نظر انداز کر دیں۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور کہا کہ میں قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ کو خلافت کا اہل سمجھتا ہوں اور میں ان کو ولی عہد نامزد کر دونگا تاہم قبل اس کے کہ آپ اس ضمن میں عملی اقدام کرتے، آپ کو زہر دے کر مار ڈالا گیا۔

وفات

حضرت قاسم بن محمدؒ کا سن شریف ستّر سال کا ہوا تو آپ نے ۱۰۷ھ بمطابق ۷۲۵ء مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کے درمیان قُدید میں وفات پائی اور اس کے نواح میں پہاڑ مُشَلّل میں دفن ہوئے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام — صاحبزادت محمد عبدالرسول

سیرت عمر بن عبدالعزیز — مولانا عبدالسلام ندوی

وفیات الاعیان — ابن خلکان

طبقات ابن سعد

تذکرۃ الحفاظ — الذہبی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۸۰ھ تا ۱۴۸ھ / ۶۹۹ء تا ۷۶۵ء

عصری سیاسی تناظر

حضرت امام جعفر صادقؓ اموی خلیفہ عبدالملک کے عہد میں پیدا ہوئے اور عباسی خلیفہ منصور کے عہد میں وفات پائی۔ گویا آپ نے اپنی زندگی میں سیاست کے کئی نشیب و فراز دیکھے۔ ابتدائی زندگی میں بنو امیہ کے عروج کا زمانہ تھا اور تین براعظموں یعنی ایشیا، افریقہ اور یورپ کے اہم حصوں پر اموی اقتدار کا طوطی بولتا تھا۔ پھر اس کے خلاف عباسی تحریک کی صورت میں ایسا شدید ردعمل ظاہر ہوا کہ اتنی مضبوط اور وسیع حکومت اس کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئی اور اموی کی جگہ عباسی تسلط نے لے لی اور عباسی خلافت کا آغاز ہوا۔

اس سلسلہ میں اہم بات یہ تھی کہ عباسیوں نے یہ تحریک، ہاشمیوں کے استحقاق خلافت کے نام پر چلائی تھی۔ عام تاثر یہ تھا کہ بنو امیہ کی شکست کے بعد ہاشمی خاندان کی سب سے اہم شاخ یعنی علویوں کا اقتدار قائم ہو جائے گا مگر جب عباسیوں نے علویوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی خلافت قائم کر لی تو بنو ہاشم کے ان دو خاندانوں یعنی عباسیوں اور علویوں میں مخاصمت کا آغاز ہوا۔ نفس زکیہ علوی کی بغاوت اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔ عباسی خلیفہ منصور نے علویوں کی مخالفت کو سختی سے دبا دیا مگر اس کے منتقمانہ مزاج میں تمام علویوں کے بارے میں بد ظنی کبھی دور نہ ہو سکی۔ حضرت امام جعفر صادقؓ علوی سادات میں سے تھے۔ گو آپ سیاست سے کنارہ کش رہے لیکن علویوں میں آپ کے بلند مقام کی وجہ سے خلیفہ منصور عباسی آپ سے ہمیشہ بد ظن رہا اور آپ کے درپے آزار رہا۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کی زندگی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اس پس منظر اور حکومت وقت کی طرف سے آپ کی ایذا رسانی کے اسباب کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

www.maktabah.org

پیدائش اور تربیتی ماحول

آپ کی تاریخ پیدائش میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ (بمطابق ۲۴ مئی ۶۹۹ء) کو آپ کی تاریخ پیدائش بتایا ہے۔ قاضی ابن خلکان نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ (اور ابو اسمٰعیل) ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: جعفر بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی المرتضٰی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ کی والدہ ام فروہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور نانی اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضوان اللہ علیہم اجمعین تھیں۔ یوں ننہال کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آپ کی دوگونہ قرابت تھی۔ تہذیب التہذیب میں آتا ہے کہ اسی بنا پر آپ نے فرمایا: وَلَدَنِی اَبُوبکر مَرَّتَیْن (ابوبکر سے میں دو دفعہ پیدا ہوا)۔ اس قول کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ایک طرف اپنی والدہ کی طرف سے جسمانی پیدائش اور دوسری طرف سے اپنے نانا حضرت امام قاسم کی روحانی تربیت، جس سے آپ کو حضرت ابوبکرؓ سے روحانی نسبت ہوئی، کی بنا پر آپ نے یہ الفاظ فرمائے (مکتوبات حضرت مجدد)۔

غرضیکہ حضرت امام جعفر صادقؒ کا نسب اسلام کی دو انتہائی جلیل القدر ہستیوں سے جا ملتا ہے اور اسی ماحول میں آپ نے تربیت پائی۔ آپ چودہ سال اپنے دادا حضرت امام زین العابدینؒ، چونتیس[۳۴] سال اپنے والد امام باقرؒ اور ستائیس[۲۷] سال اپنے نانا حضرت امام قاسمؒ کے سایہ تربیت میں رہے۔ اس طرح آپ کو ان تینوں سر چشموں سے فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: "حضرت امام جعفرؒ نے اپنے آبائے کرام سے بھی الگ نسبت حاصل کی تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے اور اس جذبہ کو آپ نے ان کے سلوک کے ساتھ جمع فرمادیا اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے۔ ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت صدیقؓ کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے۔ حضرت علیؓ کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ کے سلوک میں

www.maktabah.org

محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر لازماً حضرت علیؓ علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت صدیقؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خُلت کی قابلیت پیدا کی۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اگر میں نے کسی کو اپنا خالص دوست بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا"۔ حضرت امام جعفرؒ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا مبنیٰ محبت ہے اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم و معارف کا منشا ہے، محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا۔ اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کے سپرد کیا"۔ (مکتوب نمبر ۲۹۰۔ دفتر اول)

صادق کا لقب قاضی ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ کی راست بازی اور حق گوئی کی وجہ سے آپ کو صادق کا لقب دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضور ﷺ نے آپ کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ پیکرِ صداقت ہوگا۔

علم و فضل جیسا کہ حضرت امام قاسمؒ کے باب میں گذر چکا ہے، مدینہ منورہ اس وقت علم وعرفان کا مرکز تھا۔ تمام ممالک اسلامیہ سے علم کے طالب کشاں کشاں اس شہر میں آتے تھے اور یہاں کے اکابر سے احادیث روایت کرتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ نے اس ماحول میں آنکھ کھولی چنانچہ جب آپ بڑے ہوئے تو ان طالبانِ علم کے مرکز بن گئے۔ آپ علم و فضل، صبر و شکر، تسلیم و رضا، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا نمونہ تھے۔ نَوَوِی کا قول ہے: اِتَّفَقُوا عَلٰی اِمَامَتِہٖ وَجَلَالَتِہٖ وَ سِیَادَتِہٖ (آپ کی امامت، جلالت اور سیادت کو سب تسلیم کرتے ہیں)۔ آپ کا چہرہ شجر نبوت کا ثمر شیریں تھا۔ عمرو بن ابی مقدم کا قول ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادقؒ کو دیکھتا ہوں، معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں۔

علمِ حدیث اور روایتِ حدیث آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ جب آپ سے ان احادیث کی سند کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے احادیث اپنے والد سے اور ان کی تحریروں سے حاصل کی ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے حدیث بیان کی ہو اور آپ باوضو نہ ہوں۔ فقہ میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ بلند پایہ مجتہد تھے تاہم فقہ

www.maktabah.org

کے اختلافات میں بے تعصبی سے کام لیتے تھے۔

علم کلام میں بھی آپ نے بڑی شہرت پائی۔ زنادقہ سے کئی بار مناظرے کیے اور ہمیشہ ان لوگوں کو ساکت اور لاجواب کر دیا۔ اسی طرح علم کیمیا، طب، فال، جفر وغیرہ کے علوم بھی آپ سے منسوب ہیں۔ اشعار بھی آپ کی ذات سے منسوب ہیں۔ آپ سے منسوب کتابوں کی تعداد بھی سینکڑوں تک جاتی ہے۔

آپ کے شاگردوں میں وقت کے مایہ ناز اہل علم شامل تھے۔ ان میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، یحییٰ بن سعید انصاری، ابن جریج، محمد بن اسحاق، موسیٰ بن جعفر اور سفیان ثوری کے نام نمایاں ہیں۔ تاریخ اسلام میں علم کیمیا میں جابر بن حیان کا نام سر فہرست ہے۔ وہ بھی آپ کا شاگرد تھا اور اس کی تعلیم کے لئے وقت بھی مختص تھا۔

خلیفہ منصور اور امام جعفر صادق

اگرچہ علویوں نے خلیفہ منصور کے خلاف مسلح جدوجہد کی مگر آپ عملی سیاست سے الگ رہے اور اپنی تمام صلاحیتیں علم اور نیکی کے فروغ کے لئے وقف رکھیں۔ آپ کا سارا وقت عبادات اور خدمت خلق میں صرف ہوتا تھا۔ اس کے باوجود خلیفہ منصور آپ کی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے آپ سے خائف رہا اور آپ کو دربار میں بھی طلب کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ آپ کو بلا کر قتل کر دیا جائے جیسا کہ وہ اس سے پہلے ابو مسلم خراسانی کو قتل کر چکا تھا۔ اس کے وزیر نے اسے منع کیا اور کہا کہ حضرت امام نے گوشہ ء عبادت اختیار کر رکھا ہے۔ ان کے قتل سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ مگر منصور عباسی نے آپ کی حاضری پر اصرار کیا۔ اور اپنے غلاموں سے کہہ دیا کہ جب جعفر صادق آئیں اور میں سر سے ٹوپی اتاروں تو تم ان کو قتل کر ڈالنا۔

جب امام جعفر صادقؒ دربار میں تشریف لائے تو ان کے دیکھتے ہی خلیفہ منصور تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کو مسند پر بٹھا کر خود ان کے سامنے باادب بیٹھ گیا اور پوچھا کہ کوئی حاجت ہے تو فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: ''آئندہ مجھے اپنے پاس نہ بلانا''۔ اور آپ واپس تشریف لے گئے۔ کافی دیر تک خلیفہ کی حالت غیر رہی۔ وزیر نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہوا تو خلیفہ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے، مجھے ایسے لگا کہ ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے ہے اور اگر میں نے ان کو کچھ بھی

www.maktabah.org

تکلیف دی تو وہ مجھے کھا جائے گا۔

وفات

حضرت امام جعفر صادقؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں گذرا۔ عباسی خلیفہ کی بدگمانیوں کی وجہ سے کئی بار عراق بھی جانا پڑا اور وہاں طویل قیام بھی رہا مگر اسے اپنا وطن نہیں بنایا۔ مدینہ منورہ میں ماہ شوال (یا ۱۵ رجب) ۱۴۸ھ بمطابق ۷۶۵ء میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں اسی احاطہ میں دفن ہوئے جہاں امام حسنؓ، امام زین العابدینؒ اور امام محمد باقرؒ دفن تھے۔ مختلف ازواج سے آپ کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں: اسمٰعیل، عبداللہ، موسیٰ کاظم، اسحاق، محمد، عباس، ام فروہ، اسماء اور فاطمہ الصغریٰ۔

اقوال زریں

۱) ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ ﷺ کچھ نصیحت فرمایئے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے، تم تو خود زاہدِ زمانہ ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی فضیلت سب پر ثابت ہے۔ آپ پر واجب ہے کہ سب کو نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابا سلیمان مجھے خود اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میرے جد امجد کہیں مجھ سے یہ نہ فرمائیں کہ تو حق متابعت کیوں بجانہ لایا۔ اے ابا سلیمان یہ کام نسب پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھنے والوں پر موقوف ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ بہت روئے کہ جب ایسے شخص جس کی فطرت کی نمو آب نبوت سے ہو اور جس کے جد رسول کریم ﷺ اور ماں حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا ہو، کا یہ حال ہے تو داؤد بے چارہ کس حساب میں ہے۔

۲) ایک روز آپ اپنے خادموں کے درمیان بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے کہ آؤ آپس میں قول و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے گا۔ سب نے عرض کیا: اے فرزند رسول اللہ ﷺ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے۔ آپ کے جد امجد شفیع خلائق ہیں۔ فرمایا: مجھے اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر اپنے جد امجد کے روبرو جاؤں۔

www.maktabah.org

۳) حضرت سفیان ثوریؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا: "اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی، حاسد کو راحت نہیں ہوتی، بد خلق کو سرداری نہیں ہوتی اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی"۔ انہوں نے عرض کیا: کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا: "اے سفیان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچانا تاکہ عابد بن جاؤ، جو کچھ قسمت میں مل گیا اس پر راضی رہنا تاکہ مسلم بن جاؤ، فاجر سے صحبت نہ رکھنا کہ تجھ پر فجور غالب آجائے گا اور اپنے معاملات میں ایسے آدمیوں سے مشورہ کرنا جو اطاعت خدا خوب کرتے ہوں"۔ انہوں نے پھر عرض کیا: کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا: "اے سفیان جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو اور رعب بلا حکومت ہو، اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے"۔ انہوں نے ایک بار پھر عرض کیا: کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا: "جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا، جو کوئی بُرا راستہ اختیار کرتا ہے اس پر اتہام لگتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے"۔

۴) ارشاد ہوا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے، اسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔

۵) ارشاد فرمایا: بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مغرور اطاعت گذار، گنہ گار ہو جاتا ہے اور نادم گنہ گار، اطاعت گذار کے درجہ میں آجاتا ہے۔

۶) امام ابو حنیفہؒ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ایک روز آپ نے ان سے پوچھا کہ عقل مند کسے کہتے ہیں؟ امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا: جو خیر اور شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا: یہ تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقل مند کون ہے۔ فرمایا: "عقل مند وہ ہے جو دو خیروں اور دو شروں میں امتیاز کرے یعنی خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو پہچانے۔

۷) ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ میں تمام خوبیاں ہیں۔ آپ

www.maktabah.org

زاہد بھی ہیں، آپ میں نور باطن بھی ہے اور آپ خاندان نبوت کے قرۃ العین بھی ہیں لیکن آپ متکبر ہیں۔ فرمایا: میں متکبر نہیں ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا پر تو ہے۔

۸) آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر افضل ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا: درویش صابر افضل ہے کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں اٹکا رہتا ہے اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں۔

۹) فرمایا: عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اَلتَّائِبُون العَابِدُون فرما کر توبہ کو مقدم کیا اور یہ ابتدائے مقاماتِ عبودیت اور انتہائے مقاماتِ درجات ہے۔

۱۰) ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی۔ وہ حضرت امام سے واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اس نے آپ پر شک کرتے ہوئے کہا کہ میری تھیلی تم نے لی ہے۔ حضرت امام نے اس سے بحث نہ کی اور فرمایا: کس قدر دینار تھے۔ اس نے کہا کہ ایک ہزار تھے۔ آپ اسے اپنے گھر لے گئے اور ہزار دینار دیدیے۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا تو اسے وہاں اپنی تھیلی مل گئی۔ وہ شخص واپس حضرت امام کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھ سے خطا ہوئی، مجھے اپنی تھیلی مل گئی ہے آپ اپنے دینار واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم یہ لے جاؤ، ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ یہ امام جعفر صادق ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

۱۱) فرمایا: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار میں مبتلا ہوا تو وہ چار سے کیسے غافل رہا۔ تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو تو وہ یہ کیوں نہیں کہتا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِین کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذَالِکَ نُنْجِی الْمُومِنِین (ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں)۔ اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو تو وہ یہ کیوں نہیں کہتا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ (وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے واپس ہوئے، انہیں کوئی

www.maktabah.org

نقصان نہیں پہنچا) اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہے تو وہ یہ کیوں نہیں کہتا : وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : فَوَقٰهُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوا (اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے مکر کی برائیوں سے بچالیا)۔ اور تعجب ہے اس پر جو جنت کی خواہش رکھتا ہے تو وہ یہ کیوں نہیں کہتا : مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : فَعَسٰی رَبِّیْ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِنْ جَنَّتِكَ (قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا کرے)۔

کرامات

۱) ایک روز مکہ معظمہ میں آپ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھی رو رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی تھی۔ آپ نے اس عورت سے آہ و بکا کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ میری اور میرے بچوں کی گذر اوقات اس گائے کے دودھ پر ہوتی تھی۔ اب یہ مر گئی ہے تو میرا کیا بنے گا۔ اس عورت کی حالت دیکھ کر حضرت امام کا دل بھر آیا اور آپ نے فرمایا : کیا تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دے۔ وہ عورت بولی : ایک تو مجھ پر یہ مصیبت آن پڑی ہے اور اوپر سے آپ ہنسی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا : میں ہنسی نہیں کرتا۔ پھر آپ نے دعا مانگ کر گائے کو ٹھوکر ماری تو وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ تیزی سے مجمع عام میں جا ملے تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔

۲) لیث بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں عصر کی نماز حرم کعبہ میں ادا کر کے کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا۔ میں نے اس کے الفاظ یا رَبِّ یا رَبِّ اور پھر یا حَیُّ یا حَیُّ سنے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا : الٰہی میں انگور کھانا چاہتا ہوں مجھے انگور کھلا دے، میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں مجھے نئی پہنا دے۔ اس وقت میں نے انگوروں سے بھرا ٹوکرا وہاں موجود پایا حالانکہ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا اور دو چادریں دیکھیں جن کی مثل اس دنیا میں پہلے نہ دیکھی تھی۔ جب وہ شخص انگور کھانے لگا تو میں نے کہا کہ میں بھی اس میں حصہ دار ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ کیسے۔ میں نے کہا کہ جب تم دعا مانگ رہے تھے تو آمین کہہ رہا

www.maktabah.org

تھا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آیئے اور کھایئے۔ میں نے انگور کھائے کہ ایسے کبھی پہلے نہیں کھائے تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ بعد ازاں اس شخص نے ایک چادر بطور تہہ بند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی اور دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لئے پہاڑ سے اترا۔ صفا مروہ کے درمیان اس سے ایک شخص نے سوال کیا: اے فرزند رسول ﷺ میں ننگا ہوں مجھے اوڑھا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوڑھایا ہے۔ اس پر اس نے وہ دونوں سائل کو دیدیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ حضرت جعفر صادقؓ ہیں۔ اس کے بعد میں نے انہیں بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام — صاحبزادہ محمد عبدالرسول

تذکرۃ الاولیاء — حضرت فریدالدین عطار

نفحات الانس — مولانا جامی

تذکرۃ الحفاظ — الذہبی

کشف المحجوب — حضرت علی ہجویریؒ

مکتوبات امام ربانی — حضرت مجدد الف ثانیؒ

دائرۃ المعارف اسلامیہ — (پنجاب یونیورسٹی)

www.maktabah.org

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
تذکرۃ الاولیاء	حضرت فریدالدین عطار
نفحات الانس	مولانا جامی
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ نور بخش توکلی
دائرہ المعارف اسلامیہ	(پنجاب یونیورسٹی)
صوفی آرڈرز ان اسلام	ٹری منگھم

www.maktabah.org

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ

م ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء

آپ کا عہد سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ نے اپنی زندگی میں عباسی عہد کا عروج دیکھا اور پھر ایسے حالات بھی پیدا ہونے لگے کہ مرکز کمزور ہونے لگا اور صوبائی خود مختاری کے رجحانات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ آپ نے خلیفہ مامون الرشید کا عہد زریں بھی دیکھا اور پھر خلفاء معتصم، واثق، متوکل، منصر، مستعین، معتنر، مہتدی اور معتمد کا زمانہ بھی پایا۔ اس دوران مرکز میں ترکوں کا غلبہ ہو گیا تھا اور خلفاء ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنتے جا رہے تھے۔ حضرت بایزیدؒ کے وطن خراسان میں طاہریہ خاندان کی نیم خود مختار حکومت قائم ہو چکی تھی جسے بعد میں صفاریہ خاندان نے ختم کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ یہ مقامی حکمران برائے نام ہی خلفائے بغداد کے ماتحت تھے۔

حالات زندگی آپ کا اصل نام طیفور بن عیسیٰ بن سروشان تھا مگر اپنی کنیت بایزید سے مشہور ہوئے۔ آپ کے دادا شروع میں آتش پرست تھے پھر مسلمان ہو گئے۔ آپ کے دو بھائی آدم اور علی نام کے تھے جو سب عابد و متقی تھے۔ روحانی تربیت حضرت امام جعفر صادقؒ سے ہوئی مگر یہ تربیت اویسی طریقہ سے ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش حضرت امامؒ کی وفات کے بعد ہوئی۔ آپ کا تعلق بسطام کے شہر سے تھا جو ولایت قومس میں نیشاپور کے راستے پر دامغان سے دو منزل پر واقع تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان کیا کہ ایام حمل میں جب میں کبھی مشکوک لقمہ کھا لیتی تو اندر گھبراہٹ شروع ہو جاتی اور اس وقت تک آرام نہ آتا جب تک قے نہ کر لیتی۔ جب آپ کو مدرسہ میں داخل کیا گیا اور آپ سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے۔ اَنِ

www.maktabah.org

اشْکُرْلِی وَلِوَالِدَیْكَ (تاکہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے) تو آپ استاد سے اجازت لے کر اپنی والدہ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میرا اور والدین کا شکر ادا کرو۔ مجھ سے دو کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، یا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا شکر معاف کرا دو یا پھر اپنا شکر بخش دو۔ آپ کی والدہ نے فرمایا: ہم نے اپنا حق بخش دیا اور تجھے تمام تر اللہ تعالیٰ کا کر دیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت بایزیدؒ بسطام سے شام چلے گئے اور تیس سال تک شام کے جنگلات میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آپ کی حالت یہ ہو گئی کہ جس وقت نماز پڑھتے تھے تو خوف الٰہی اور تعظیم شریعت کے سبب آپ کے سینے کی ہڈیوں سے ایسی آواز نکلتی تھی جو لوگوں کو بھی سنائی دیتی تھی۔ اس دوران میں ریاضت کے بارے میں آپ سے کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ اس کا بیان ممکن نہیں۔ جب سوال کرنے والے نے اصرار کیا کہ کچھ تو فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے نفس کو کسی طاعت کی طرف بلایا مگر وہ نہ مانا۔ اس پر میں نے اسے ایک سال پیاسا رکھا۔

سفر حج

آپ حج کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو اس احساس عبودیت کے ساتھ کہ ہر قدم پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے، یوں آپ بارہ برس میں مکہ معظمہ پہنچے۔ فرماتے تھے کہ حرم شریف کوئی دنیا کے بادشاہ کی بارگاہ نہیں کہ آدمی یک بارگی چلا جائے۔ حج کے بعد آپ نے اس سال مدینہ منورہ حاضری نہ دی اور فرمایا کہ روضہ نبوی کی زیارت کو حج کے تابع بنانا خلاف ادب ہے۔ چنانچہ اگلے سال دوبارہ سفر اختیار کر کے مدینہ منورہ حاضری دی۔ اس سفر کے دوران ایک شہر میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ہجوم سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے چنانچہ نماز فجر کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھی: اِنّی اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُونِ (بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو)۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی دیوانہ ہے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

والدہ کی خدمت

فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کام کو غیر اہم سمجھتا تھا، وہ سب سے اہم نکلا اور جو چیز میں ریاضت و مجاہدہ میں تلاش کرتا رہا، وہ مجھے اس کام میں ملی اور یہ کام والدہ کی خدمت تھی۔ ایک رات میری ماں نے پانی مانگا۔

www.maktabah.org

میں پیالہ لے کر اٹھا مگر کوزہ اور گھڑا خالی پایا۔ میں ندی پر گیا اور پانی لے آیا۔ اس دوران والدہ سو چکی تھیں۔ جاڑے کی رات تھی۔ میں نے کوزہ ہاتھ میں اٹھائے رکھا۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو میں نے پانی پلایا اور انہوں نے دعا دی اور پوچھا کہ کوزہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپ جاگ اٹھیں تو میں حاضر ہوں۔ ایک دفعہ میری والدہ نے فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو۔ میں صبح تک سوچتا رہا کہ کونسا آدھا بند کرنا چاہئے تھا، دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا مبادا والدہ کی حکم عدولی ہو جائے۔ صبح کے وقت مجھے وہ چیز مل گئی جس کی میں تلاش کرتا پھرتا تھا۔

علماء کی مخالفت

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے دو رجحان واضح طور پر سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کے علم بردار حضرت بایزید بسطامیؒ تھے اور دوسرے کے ترجمان حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اول الذکر جسے حضرت بایزیدؒ کی نسبت سے بسطامی یا خراسانی کہتے تھے، اس میں ملامت، سکر، جذب، غلبہ، خلوت، اویسیت اور علیحدگی کے عناصر کا غلبہ تھا اور موخر الذکر جسے حضرت جنیدؒ کی نسبت سے جنیدی یا عراقی کہتے تھے، اس میں صحو، پابندئ شرع، جلوت، رفاقت، موجود مرشد کی تربیت وغیرہ کا غلبہ تھا، علماء نے بالعموم جنیدی یا عراقی تصوف کو تسلیم کیا اور حضرت جنیدؒ کو "شیخ الطریقت" کا لقب دیا گیا۔ اس کے برعکس علماء حضرت بایزیدؒ کے بعض اقوال وغیرہ پر گرفت کرتے رہے۔ تاہم صوفیاء اور مشائخ نے بسطامی طریق تصوف کو بھی ہمیشہ اعلیٰ مقام دیا اور آپ کو "سلطان العارفین" کا لقب دیا گیا۔ حضرت علی ہجویریؒ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں صوفیاء کے بارہ طبقوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں ان کے نزدیک دس مقبول ہیں اور دو مردود۔ مقبول طبقوں میں انہوں نے طیفوری (یعنی بسطامی) کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بایزیدؒ ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسے فرشتوں میں جبریل۔

حضرت بایزیدؒ پر سکر کا غلبہ تھا اس لئے اس حالت میں بعض ایسے فقرے آپ کے منہ سے نکلے جن پر علمائے ظاہر کو اعتراض ہوا۔ ایسے فقرے یہ ہیں:
"سُبحَانِی مَا اَعظَمَ شَانِی" (پاک ہوں میں۔ میری شان کتنی بلند ہے)۔
"میرے لئے تیری اطاعت، تیرے لئے میری اطاعت سے بڑھ کر ہے"۔ "میں ہی

www.maktabah.org

عرش ہوں میں ہی اس کا پایہ"۔ "میں لوحِ محفوظ ہوں"۔ "میں نے کعبہ کو اپنے گرد طواف کرتے دیکھا"۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت بایزیدؒ ایسی حالت میں کبھی لوگوں کے سامنے نہیں آئے اور نہ کبھی عام لوگوں میں ایسی بات کہی۔ یہ خلوت میں حالت سکر کے دوران منہ سے نکلے الفاظ تھے جو چند مصاحبان خاص نے سنے۔ اس کیفیت کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مراقبات میں آپ نے ماورائے ادراک فضاؤں میں پرواز کی۔ ان روحانی پروازوں کے دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں وحدتِ انانیت سے مشرف کیا اور اپنی انانیت کا لباس پہنایا۔ ابو علی جوزجانیؒ سے ان الفاظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: شاید غلبہ حال یا حالت سکر میں یہ الفاظ کہے گئے، تم پہلے بایزیدؒ کی طرح مجاہدہ و ریاضت سے اس کا مقام معلوم کرو پھر اس کے کلام کو سمجھ سکو گے۔

علماء کی مخالفت کی وجہ سے آپ کی زندگی میں چند وقفے ایسے بھی آئے جن میں آپ کو اپنے شہر بسطام سے دور جا کر رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تاہم آپ کی زندگی کا آخری حصہ زیادہ تر بسطام میں ہی بسر ہوا۔

ہم عصر صوفیاء

اپنے ہم عصر جلیل القدر صوفیاء سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ حضرت ذوالنون مصری (م ۸۶۰ء) اس دور کے معروف شیخ تھے۔ اگرچہ ان سے کوئی سلسلہ منسوب نہیں تاہم انہوں نے صوفیاء کے حلقوں میں بہت شہرت پائی۔ حضرت بایزیدؒ اور حضرت ذوالنونؒ میں دوستی تھی اور ان کی ملاقات بھی ہوئی۔ حضرت ابو سعید بن ابی الخیرؒ بھی آپ کی زیارت کو آئے تو فرمانے لگے یہ وہ جگہ ہے کہ دنیا میں کسی کی کوئی چیز گم ہوئی ہو تو یہاں ڈھونڈے۔ حضرت جنید بغدادیؒ (م ۲۹۸ھ / ۹۰۱ء) آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت جنیدؒ نے آپ کے بھتیجے سے آپ کے اقوال سنے جو فارسی میں تھے۔ انہوں نے ان کا ترجمہ عربی میں کر دیا۔ حضرت جنیدؒ نے آپ کے ملفوظات کی شرح بھی لکھی۔ تصوف میں حضرت بایزیدؒ کے اہم ساتھی ابو علی السِندیؒ تھے جو عربی نہیں جانتے تھے۔ حضرت نے ان کو قرآن پاک کی وہ آیات سکھائیں جو نماز کے لئے ضروری تھیں اور انہوں نے حضرت کو وحدت سے متعارف کرا لیا۔ ہو سکتا ہے ان کی وجہ سے ہندی اثرات بھی آئے ہوں۔

www.maktabah.org

اقوال وزرین

حضرت بایزیدؒ نے کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن ان کے تقریباً ۵۰۰ اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ ان میں بعض اس کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں جب صوفی محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ایک ہے۔ اس کیفیت کو تصوف کی اصطلاح میں "عین الجمع" کہتے ہیں۔ یہ اقوال ان کے حلقہ کے افراد نے جمع کیے ہیں۔ ان میں سب سے اہم ان کے شاگرد اور بھتیجے ابو موسیٰ عیسیٰ بن آدم ہیں۔ دوسرے راویوں میں ابو موسیٰ ثانی الدبیلی (باشندہ دبیل۔ آرمینیہ) اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے شاگرد ابو اسحاق ابراہیم الہروی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کتاب فضل بن محمد بن علی البسطامی (م ۴۷۶ھ) کی تالیف "کتاب النور فی کلمات ابی یزید طیفور" ہے۔

آپ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ پر معبود حقیقی کی بارگاہ جلال میں خشیت و خوف طاری رہا۔ آپ کی یہ آرزو غالب نظر آتی ہے کہ ریاضت نفس کے ذریعے ان تمام حجابات کو دور کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ سے جدا کرتے ہیں اور یوں اسے پا لیا جائے۔ فرمایا: اَنَا حَدّادُ نَفْسِی (میں اپنی ذات کا آہن گر ہوں)۔ آپ کے نزدیک دنیا، زہد، عبادت، کرامات، ذکر سب بعض اوقات حجابات بن جاتے ہیں جو اللہ سے دور رکھتے ہیں۔ بالآخر جب اپنی 'انا' کو فنا میں اتار پھینکتے ہیں جس طرح سانپ اپنی کینچلی اتار پھینکتا ہے تو مطلوبہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

۱) ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ کوئی بزرگ رہتے ہیں۔ آپ ان سے ملنے تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی جانب منہ کر کے تھوکا ہے۔ حضرت بایزیدؒ یہ دیکھ کر واپس آ گئے اور فرمایا کہ اگر اس شخص کو طریقت میں دخل ہوتا تو اس سے یہ بے ادبی صادر نہ ہوتی۔

۲) آپ کے گھر اور مسجد میں چالیس قدم کا فاصلہ تھا مگر مسجد کی تعظیم کے پیش نظر کبھی راہ میں نہ تھوکا۔

۳) کسی نے سوال کیا کہ متکبر کسے کہتے ہیں۔ فرمایا: جس شخص نے دنیا میں اپنے سے زیادہ ایک بھی بری چیز دیکھی۔

۴) میری زیارت سے بعض اشخاص پر لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت۔ لعنت اس وجہ سے کہ وہ ایسے وقت میں آئے کہ مجھ پر حال غالب تھا اور میں اپنے آپ

www.maktabah.org

میں نہ تھا چنانچہ وہ میری غیبت کرنے لگے۔ دوسروں نے مجھ پر حق کو غالب پا کر مجھے معذور سمجھا اور ان پر رحمت ہوئی۔

۵) فرمایا: دل چاہتا ہے کہ قیامت کے روز دوزخ کی جانب اپنا خیمہ لگاؤں تا کہ وہ مجھے دیکھ کر اس طرف پیٹھ کر لے اور خلق خدا کو راحت مل جائے۔

۶) فرمایا: ایک بار میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا: یا اللہ تیرا راستہ کس طرح ہے؟ فرمایا: دَعْ نَفْسَكَ فَتَعَال (اپنے نفس کو چھوڑ اور چلا آ)۔

۷) فرمایا: نماز سے سوائے کھڑا ہونے کے اور روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ نہ پایا۔ مجھے جو کچھ ملا، وہ عمل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا۔ کیونکہ محض جدو جہد سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

۸) ایک دفعہ آپ کو الہام ہوا کہ اے بایزید تو جو عبادت کرتا ہے اس سے بہتر کوئی ایسی چیز لا جو میری درگاہ میں نہ ہو۔ آپ نے عرض کیا: بارِ خدایا تیرے پاس کیا نہیں ہے؟ الہام ہوا: "بے چارگی، عجز و نیاز اور شکستگی نہیں ہے۔ یہ لا"۔

۹) ایک آتش پرست سے کسی نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے جواب دیا: اگر مسلمانی وہ ہے جو بایزیدؒ میں ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہوتی اور اگر وہ ایسی ہے جیسے تم میں ہے تو وہ کوئی ایسی چیز نہیں۔

۱۰) ایک مرتبہ آپ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد اس امام نے آپ کا حال دریافت کیا اور پوچھا کہ آپ کا کھانا پہننا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ذرا صبر کرو پہلے میں اپنی نماز دہرا لوں، پھر تمہاری بات کا جواب دونگا۔ جو شخص روزی دینے والے کو نہیں جانتا، اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

۱۱) فرمایا: کسی دن اگر کوئی مصیبت نہیں آتی تو کہتا ہوں، الٰہی روٹی بھیجی مگر سالن نہ بھیجا۔

۱۲) ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم دیجئے جس سے نجات ہو جائے۔ فرمایا: دو باتیں یاد کر لے، وہ کافی ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے، وہ دیکھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

www.maktabah.org

۱۳) کسی نے آپ سے درخواست کی کہ اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھے عنائت کر دیں تا کہ مجھے اس کے ذریعے برکت حاصل ہو۔ فرمایا: اگر تو میری پوست بھی پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک میرے عمل نہ کرے۔

۱۴) سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے جو مجاہدہ کی تلوار سے تمام خواہشات کا سر کاٹ لے اور اس کی تمام شہوات اور تمنائیں محبت حق میں فنا ہو جائیں یہاں تک کہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، وہ اسے بھی پسند ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو، وہی اس کی آرزو ہو۔

۱۵) فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنیٰ بات جو عارف کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔

۱۶) فرمایا: نیکوں کی صحبت، کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت، کارِ بد سے بُری ہے۔

۱۷) فرمایا: جس نے اپنی خواہشات ترک کیں، وہ اللہ تعالیٰ کو پہنچ گیا۔

۱۸) فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کو دوست نہ رکھے۔

۱۹) فرمایا: اپنے آپ کو ایسا ظاہر کر جیسا تو فی الواقعہ ہے۔

۲۰) فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو بارِ خلق کھینچے اور خوش خلق رہے۔

۲۱) کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا: اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں) نہ کہتا۔

۲۲) کسی شخص میں کرامات دیکھو یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا نظر آئے تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی اور اتباع شریعت میں کیسا ہے۔

۲۳) فرمایا: اولیاء اللہ دعا کی قبولیت اور کرامات مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، زمین و آسمان کی سیر وغیرہ سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ دعا تو کافر کی بھی قبول ہوتی ہے۔ زمین پر انسان و شیطان رہتے ہیں۔ ہوا میں پرندوں اور پانی میں مچھلی کا بسیرا ہے۔ کسی کو ان شعبدوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے (مُنادی)

۲۴) آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ سنا ہے آپ ہوا میں اڑ سکتے ہیں۔

www.maktabah.org

فرمایا: اس میں کیا عجیب بات ہے۔ مردار کھانے والا پرندہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔ آدمی تو اس سے افضل ہے (حلیہ از ابو نعیم)

کرامات وحکایات

۱) آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر اپنا اور مریدوں کا اسباب لاد کر سفر کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اس بے چارہ پر کس قدر بوجھ لادا ہے۔ آپ نے فرمایا: ذرا غور سے دیکھو، اس پر کوئی بوجھ ہے۔ اس نے دیکھا تو وہ اسباب اونٹ کی پشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا: سبحان اللہ عجب معاملہ ہے۔ اگر اپنا احوال تم لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں تو ملامت کرتے ہو اور اگر ظاہر کرتا ہوں تو اس کی تم کو طاقت نہیں۔

۲) ایک دفعہ آپ کو فیض کی بندش لاحق ہوئی۔ اطاعت سے مایوس ہو کر ارادہ کیا کہ بازار سے زنار خرید کر پہن لوں۔ بازار سے زنار کی قیمت دریافت کی تو دکاندار نے کہا کہ ایک ہزار درہم۔ آپ کے دل میں خیال تھا کہ قیمت صرف ایک درہم ہوگی چنانچہ دکاندار کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ غیب سے آواز آئی کہ جو زنار تو باندھے، اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہونی چاہیے۔ فرمایا کہ میرا دل خوش ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عنائت میرے حال پر ہے۔

۳) ایک مرتبہ سکر میں آپ کی زبان سے سبحانی ما اعظم شانی (پاک ہوں میں۔ میری شان کتنی بلند ہے) نکلا۔ جب معمول کی حالت میں آئے تو مریدوں نے بتایا کہ آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا۔ فرمایا: تم پر خدا کی مار ہو، اگر پھر ایسا میری زبان سے سنو تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ آپ نے سب کو ایک ایک چھری دے دی۔ ایک بار پھر آپ سے یہ کلمہ سرزد ہوا۔ مریدوں نے حسب حکم آپ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن تمام گھر آپ کی شکل سے پُر پایا۔ مرید چھری مارتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پانی میں مارتے ہیں۔ آخر کار ممولا کی طرح محراب میں بیٹھے نظر آئے۔ مریدوں نے پھر سارا قصہ بیان کیا تو فرمایا: بایزید تو یہ ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، وہ بایزید نہ تھا۔

۴) ایک مرتبہ شفیق بلخیؒ، ابو تراب نخشبیؒ اور بایزید بسطامیؒ اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ پاس ایک مرید تھا جو کھانے میں شریک نہ ہوا۔ ابو تراب نے فرمایا: آؤ کھانا کھا لو۔ اس نے کہا کہ میرا روزہ ہے۔ فرمایا: کھانا کھاؤ، ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب لو۔ اس

www.maktabah.org

نے منظور نہ کیا۔ پھر شفیق بلخیؒ بولے : کھاؤ اور ایک برس کے روزوں کا ثواب لو۔ اس نے پھر بھی منظور نہ کیا۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ جانے دو، راندہ درگاہ ہو گیا۔ تھوڑے دن گذرے کہ وہ چوری میں پکڑا گیا اور اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے۔

۵) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا پیر کون ہے ؟ فرمایا : ایک بوڑھی عورت۔ اس نے پھر پوچھا کہ وہ کیونکر۔ فرمایا : ایک مرتبہ غلبہ شوق میں جنگل میں چلا گیا۔ وہاں ایک بڑھیا کو دیکھا کہ بوجھ لا رہی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ یہ بوجھ اٹھا لے۔ مجھ سے نہیں اٹھایا جاتا۔ اس وقت میری حالت ایسی تھی کہ اپنے وجود کا بوجھ نہیں اٹھ سکتا تھا، بڑھیا کا کیا اٹھاتا۔ ایک شیر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آیا اور میں نے اس کی پشت پر وہ بوجھ رکھ دیا۔ پھر بڑھیا سے کہا کہ جب تو شہر میں جائے گی تو کیا بیان کرے گی کہ کس کو دیکھا۔ اس نے کہا میں کہوں گی کہ ایک ظالم کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ یہ کیسے۔ اس نے پوچھا کہ شیر مکلّف ہے یا غیر مکلّف۔ میں نے کہا کہ غیر مکلّف۔ بڑھیا نے کہا جسے خدا تکلیف نہ دے اسے تُو تکلیف دے تو ظالم ہے یا نہیں۔ میں نے کہا : ظالم ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ پھر اس پر تُو چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ معلوم کریں کہ شیر تیرے تابع ہیں اور تُو صاحب کرامت ہے۔

۶) ایک مرتبہ قبرستان سے آرہے تھے کہ بسطام کے رئیسوں میں سے ایک نوجوان گاتا بجاتا چلا آتا تھا۔ حضرت بایزیدؒ نے اسے دیکھ کر فرمایا : لَا حَولَ وَلَا قُوۃَ الَّا بِاللّٰہِ الْعَلِی الْعَظِیم۔ اس رئیس نے غصہ میں اپنا باجا آپ کے سر پر اس زور سے مارا کہ باجا بھی ٹوٹ گیا اور شیخ کا سر بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے دوسرے دن صبح کے وقت آپ نے باجا کی قیمت اور کچھ حلوا اپنے مرید کے ہاتھ اس نوجوان کے پاس بھیجا اور کہا کہ اسے کہنا کہ بایزید نے معذرت کی ہے اور یہ قیمت بھیجی ہے کہ اس سے اور باجا خرید لو اور یہ حلوا بھیجا ہے کہ اسے کھاؤ تاکہ رات کا غم و غصہ جاتا رہے۔ اس نوجوان نے یہ دیکھا تو اس پر ایسا اثر ہوا کہ آکر حضرت بایزیدؒ کے قدموں پر گر پڑا، بہت رویا اور آپ کی بیعت کرلی۔ اس کے ہم راہی بھی آپ کے مرید ہو گئے۔ یہ حضرت خواجہ کی خوش خلقی کا ثمر تھا۔

۷) ایک روز آپ نے اپنے اندر ذوقِ عبادت نہ پایا۔ خیال آیا کہ گھر میں انگور

www.maktabah.org

کا ایک خوشہ رکھا تھا۔ فرمایا: یہ کسی کو دیدو۔ میرا گھر میوہ فروش کی دکان نہیں ہے۔
چنانچہ اسی وقت وہ خوشہ کسی کو دے دیا گیا اور حضرت خواجہ کی عبادت میں لذت پیدا ہو گئی۔

۸) آپ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ وہ سفر کو گیا۔ اس کا بچہ رات کے اندھیرے کی وجہ سے روتا۔ آپ اپنا چراغ اس کے گھر لے جاتے تو وہ خوش ہو جاتا۔ جب وہ آتش پرست سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے اس سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جب حضرت کی روشنی ہمارے گھر میں آگئی تو اب کیا اندھیرے میں رہیں۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

۹) آپ کے پاس ایک مرید تیس[۳۰] برس سے تھا۔ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تیرا نام کیا ہے۔ وہ ہر روز بتا دیتا۔ آخر کار ایک روز اس نے کہا کہ اے شیخ میں تیس سال سے آپ کے پاس رہتا ہوں۔ آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اس کا نام دل میں آگیا ہے، کچھ یاد نہیں۔ ہر روز تیرا نام پوچھ لیتا ہوں اور ہر روز بھول جاتا ہوں۔

۱۰) آپ مکہ مکرمہ سے واپس آرہے تھے کہ ہمدان کے مقام پر آپ نے کسم کا بیج خریدا اور اسے خرقہ میں باندھ لیا۔ بسطام میں آکر کھولا تو اس میں چند کیڑے نظر آئے۔ فرمایا: میں نے انہیں بے وطن کیا ہے۔ یہ کہہ کر واپس ہمدان آئے اور ان کیڑوں کو ان کی اصل جگہ پر پہنچا دیا۔

۱۱) ایک روز آپ نے صحرا میں اپنا کپڑا دھویا۔ ایک مرید ساتھ تھا۔ اس نے کہا کہ اسے انگوروں کی دیوار پر لٹکا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لوگوں کی دیوار میں میخ نہ گاڑو۔ اس نے عرض کیا کہ درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔ فرمایا: ایسا نہ کرنا، درخت کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ اس نے عرض کیا کہ گھاس پر پھیلا دیتے ہیں۔ فرمایا: ایسا نہ کرنا، گھاس چوپایوں کا چارہ ہے۔ ہم اسے نہیں چھپاتے، پھر آپ کپڑے کو پشت مبارک پر رکھ کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے۔ جب ایک طرف سوکھ گئی تو دوسری طرف الٹا دی۔

۱۲) ایک دن حضرت ذوالنون مصریؒ نے آپ کو کہلا بھیجا کہ اے بایزید تم

www.maktabah.org

رات کو جنگل میں آرام سے سوتے رہے اور قافلہ چلا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ مرد کامل وہی تو ہے جو رات کو سو جائے اور صبح کو قافلہ کے اترنے سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت ذوالنونؒ یہ سن کر روئے اور فرمایا کہ بایزید کو مبارک ہو۔ ہم اس مرتبہ کو نہیں پہنچے۔

۱۳) ایک بار لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قحط سالی کی شکایت کی۔ اور عرض کی کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجے۔ یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا: جاؤ اپنے پرنالوں کو درست کر لو۔ بارش آرہی ہے۔ اسی وقت مینہ برسنا شروع ہوا اور ایک دن رات برستا رہا۔

۱۴) یہ وہ زمانہ تھا جب بلاد روم میں خلافت عباسی کی ترک افواج رومیوں سے نبرد آزما رہتی تھی۔ ایسی ہی ایک لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہونے والی تھی کہ کسی نے حضرت بایزیدؒ کو پکارا۔ آپ نے یہ آواز سنی: "بایزید دریاب" (اے بایزید ہماری خبر لیجئے)۔ اسی وقت خراسان کی سمت سے ایک آگ نمودار ہوئی جس کی دہشت سے رومی لشکر میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

۱۵) شیخ ابو سعید میخورانی حضرت بایزیدؒ کی خدمت میں امتحان کی غرض سے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے خلیفہ ابو سعید راعی کے پاس جاؤ کیونکہ ہم نے ولایت اور کرامات اسے بخش دی ہیں۔ جب ابو سعید ان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت راعی صحرا میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کی بھیڑوں کی نگہبانی بھیڑیے کر رہے ہیں۔ جب حضرت راعی نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ گرم روٹی اور انگور۔ حضرت راعی نے اپنے ہاتھ کی لکڑی کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا اپنے سامنے گاڑ دیا اور دوسرا ابو سعید کے سامنے گاڑ دیا۔ فوراً ہی ان پر انگور لگ گئے مگر فرق یہ تھا کہ حضرت راعی کی طرف کے انگور سفید تھے اور ان کی طرف کے سیاہ تھے۔ جب انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت راعی نے جواب دیا کہ میری طلب بطور یقین کے اور تیری طلب بطور امتحان کے تھی۔ ہر چیز کا رنگ اس کے حال کے موافق ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت راعی نے ابو سعید کو اپنی گدڑی دی اور فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ جب وہ حج کو گئے تو عرفات میں وہ گدڑی گم ہو گئی۔ جب

www.maktabah.org

بسطام میں واپس آئے تو اسے حضرت راعی کے پاس دیکھا۔

وفات آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ (بہ مطابق ۸۷۴ء) بسطام کے مقام پر ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا: حق تعالیٰ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میرے لئے کیا لائے ہو۔ میں نے عرض کی کہ کوئی فقیر دربار شاہی میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں کہتے کہ کیا لایا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کیا مانگتا ہے۔

خاندان ایل خانی کے سلطان الجائتو محمد خدابندہ نے ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں آپ کے مزار پر روضہ تعمیر کرایا۔

www.maktabah.org

حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۴۲۵ھ / ۱۰۳۴ء

آپ کا عہد حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ اپنے روحانی مرشد حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات سے بہت بعد پیدا ہوئے۔ اس ڈیڑھ صدی کے عرصہ میں اسلامی دنیا میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ مرکز بے حد کمزور ہو چکا تھا اور صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جو عباسی خلیفہ بغداد کا نام خطبہ میں لے کر بظاہر اس کی اطاعت کا دم بھرتی تھیں لیکن عملاً آزاد تھیں۔ مصر میں شیعہ مسلک کی فاطمیہ حکومت قائم ہو گئی تھی اور اس نے پیش قدمی کر کے شام و حجاز پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ خود مرکز یعنی بغداد میں آل بویہ کا اقتدار چھا چکا تھا اور عباسی خلیفہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ آل بویہ شیعہ تھے۔ ان کی پالیسی کی وجہ سے بغداد میں شیعہ سنی فساد شروع ہو گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے ہم مسلک فاطمیہ مصر کی درپردہ حمایت کی اور ان کی پیش قدمی روکنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

اس عہد میں مشرق یعنی خراسان، افغانستان اور پنجاب میں غزنوی اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ سلطان محمود غزنوی (۹۷۱ء تا ۱۰۳۰ء) خلیفہ بغداد کا وفادار تھا۔ خلیفہ قادر باللہ (۹۹۱ء تا ۱۰۳۱ء) نے اسے یمین الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ سلطان محمود غزنوی کے خوف سے آل بویہ خلیفہ قادر پر زیادتی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت ابو الحسنؒ جس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے، وہ سلطان محمود کی سلطنت کا حصہ تھا۔ حضرت کے ساتھ سلطان کے عقیدت مندانہ تعلقات تھے اور اس کی کامیابیوں میں حضرت کے روحانی تصرف کا بھی دخل تھا۔

www.maktabah.org

آپ کی پیدائش کی پیش گوئی

حضرت بایزید بسطامیؒ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال دِہستان میں قبور شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب آپ راستے میں خرقان پہنچتے (جو بسطام کے نواح میں ایک گاؤں تھا) تو کھڑے ہو جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کچھ سونگھ رہے ہوں۔ مرید عرض کرتے کہ ہمیں تو کوئی خوشبو نہیں آرہی، آپ کیا سونگھ رہے ہیں۔ آپ فرماتے: چوروں کے اس گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہوگی۔ اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی۔ اول اس پر اہل و عیال کا بوجھ ہوگا، دوم وہ کھیتی کرے گا، سوم وہ درخت لگائے گا۔

مولانا رومیؒ نے اپنی مشہور کتاب مثنوی (انقلاب الحقیقت) میں اس واقعہ کو طویل نظم میں قلمبند کیا ہے۔ اس نظم کے چند منتخب اشعار درج ذیل ہیں:

ایں طبیبانِ بدن دانشورند
بر مقامِ توز تو واقف ترند

(یہ بدن کے طبیب دانشور ہوتے ہیں۔ وہ تیرے مقام کے بارے میں خود تجھ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں)

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا
دیدہ باشندت بچندیں حالہا

(بلکہ تیری پیدائش سے سالہا سال پہلے ہی وہ تجھے اس حال میں دیکھتے ہیں۔)

آں شنیدی داستانِ بایزید
کہ زحالِ بوالحسن از پیش دید

(تو نے حضرت بایزیدؒ کی داستان سنی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالحسنؒ کا حال پہلے ہی دیکھ لیا تھا)

بوئے خوش آمد مرا ورا ناگہاں
در سوادِ رَے زحدِ خارقاں

(انہیں اچانک رَے کے نواحی علاقہ میں شہرِ خرقان کی حد سے خوشبو آئی)

www.maktabah.org

گفت زیں سو بوئے یارے می رسد
کاندریں دِہ شہر یارے می رسد

(فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے کہ اس گاؤں میں ایک شہریار پہنچ رہا ہے)۔

بعد چندیں سال می زاید شہے
می زند بر آسماں ہا خرگہے

(اتنے سال کے بعد ایک بادشاہ پیدا ہوگا جو آسمانوں پر اپنا خرگاہ نصب کرے گا)

مولانا رومیؒ اس کے بعد حضرت بایزیدؒ کے الفاظ میں بتاتے ہیں کہ اس مرد عظیم کا نام، کنیت، قد، رنگ، شکل، گیسو غرضیکہ پورا حلیہ ایسے ہوگا۔ چنانچہ سالہا سال کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانیؒ پیدا ہوئے تو آپ کی تمام نشانیاں پیش گوئی کے عین مطابق تھیں۔ مثنوی کے دو مزید شعر ملاحظہ ہوں :

نَے نجومست ونہ رملست و نہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب

(یہ نہ تو نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے۔ حق کی طرف سے وحی ؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے)

مومنِ یَنْظُر بِنُورِ اللہ شدی
از خطا و سہو بیروں آمدی

(تُو وہ مومن بن جائے جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو خطا اور غلطی سے پاک ہو جائے)

اکتسابِ فیض حضرت خواجہؒ کی ولادت حضرت بایزیدؒ کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے اویسی طریقہ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت ادا کرنے کے بعد بسطام میں حضرت بایزیدؒ کے مزار پر چلے جاتے اور تمام رات مراقبہ و توجہ میں اکتساب فیض کرتے اور دعا مانگتے : اے اللہ جو خلعت تو نے حضرت بایزیدؒ کو عطا کیا، وہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ پھر واپس آکر

www.maktabah.org

عشاء کے وضو سے ہی فجر کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ واپسی میں مزار مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے۔ بارہ برس بعد مزار سے آواز آئی کہ اے ابو الحسن تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے۔ عرض کیا کہ میں بے علم ہوں۔ آواز آئی: تم نے جو کچھ خدا سے مانگا، تمہیں مل گیا۔ واپس پہنچے تو قرآن پاک حفظ تھا اور علوم شرعی و باطنی آپ پر ظاہر ہو گئے تھے۔

اس کے بعد بھی مجاہدہ و ریاضت کا عمل جاری رہا۔ چالیس سال تک آپ نے تکیہ پر سر نہ رکھا اور فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے۔ شیخ ابو العباس قصابؒ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرا معاملہ ارشاد حضرت خرقانیؒ کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اس اویسی طریقہ اکتساب کے علاوہ بھی حضرت بایزیدؒ کے ساتھ آپ کا بالواسطہ روحانی شجرہ نسبت بھی ملتا ہے۔ روزبہان اصفہانی نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی شرح وصیت نامہ میں حضرت ابو الحسنؒ کا بالواسطہ شجرہ تحریر کیا ہے جو یہ ہے: حضرت ابو الحسن مرید مولانا ترک طوسیؒ مرید خواجہ اعرابی یزید عشقیؒ مرید خواجہ محمد مغربیؒ مرید حضرت بایزید بسطامیؒ۔

حضرت خرقانیؒ اور سلطان محمود

سلطان محمود غزنوی علماء فضلاء اور شعراء کے علاوہ اولیاء اللہ کا بھی قدر دان تھا۔ وہ مشرق میں ہندوؤں کے خلاف جہاد میں مصروف تھا اور مغرب میں بغداد کے سیاسی و دینی حلقوں میں شیعہ آل بویہ کے مقابلہ میں سنی مسلک اور خلیفہ اسلام کا حامی تھا۔ اسی بنا پر حضرت خواجہ خرقانیؒ نقشبندی صوفیاء کی روایت کے مطابق اس کے لئے دعا کرتے تھے اور اسے نصیحت فرماتے تھے۔

اس تعلق کا آغاز ایک دلچسپ واقعہ سے ہوا۔ ایک بار سلطان محمود غزنوی خرقان آیا۔ حضرت کی شہرت اس تک پہنچ چکی تھی چنانچہ اس نے آپ سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنا ایک قاصد آپ کو بلانے کے لئے بھیجا اور اسے سمجھا دیا کہ اگر آپ آنے میں تامل کریں تو انہیں قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر سناؤ: اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حاکم ہیں) قاصد نے آکر سلطان کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے

www.maktabah.org

معاف رکھا جائے۔ اس نے آپ کے سامنے مذکورہ آیت پڑھی۔ جواب میں فرمایا: "در اطیعوا اللہ چناں مستغرق ام کہ از اطیعوا الرسول خجالت ہادارم۔ تابہ اولی الامرچہ رسد" (میں اطیعوا اللہ میں اس قدر مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول سے بھی بے حد نادم ہوں۔ اولی الامر تک رسائی تو بجائے خود رہی)۔

قاصد نے یہ جواب سلطان کو سنایا تو وہ آب دیدہ ہو گیا اور حکم دیا کہ تیار ہو جاؤ ہم خود حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی تک اس کا دل پوری طرح صاف نہیں تھا اور حضرت خواجہ کے امتحان کا خیال اس کے دل میں جاگزیں تھا۔ اس نے دس عورتوں کو مرد غلاموں کے کپڑے پہنائے، اپنا لباس اپنے خادم خاص ایاز کو پہنایا اور خود ایاز کا لباس پہن کر ایک خادم کی طرح آگے آگے چل پڑا۔ جب حضرت کی خانقاہ پر پہنچے تو سلام کہا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا لیکن کھڑے ہو کر تعظیم نہ کی۔ حضرت نے خادم کے لباس میں ملبوس محمود کی طرف دیکھا اور شاہی لباس پہنے ایاز کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ محمود نے کہا کہ آپ نے سلطان کی تعظیم نہیں کی۔ فرمایا: یہ سب فریب ہے۔ پھر محمود کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آگے آؤ، تم مقدم ہو۔ اس پر محمود آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اب اس نے عرض کی کہ کچھ فرمایئے۔ آپ نے مردانہ لباس کنیزوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان نامحرموں کو باہر بھیجو۔ محمود کے اشارہ پر تمام کنیزیں باہر چلی گئیں۔

اب محفل کا ماحول بدل چکا تھا۔ سلطان نے التجا کی کہ حضرت بایزیدؒ کی کچھ باتیں سنایئے۔ فرمایا: حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ جس نے مجھے دیکھا، وہ شقاوت سے محفوظ رہا۔ اس پر سلطان محمود بولا کہ کیا بایزید رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ کر تھے کہ ابوجہل اور ابولہب نے حضور کو دیکھا مگر وہ شقی ہی رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ منہ سنبھال کر بات کرو اور اپنی بساط سے باہر قدم نہ رکھو۔ ابوجہل اور ابولہب نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو دیکھا تھا نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے: وَتَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (تو دیکھتا ہے کہ وہ بظاہر تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ تجھے نہیں دیکھتے)۔ سلطان محمود کو یہ بات پسند آئی اور اس نے کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے۔ فرمایا: چار باتوں کا خیال رکھنا: اول ممنوعات سے پرہیز، دوم نماز باجماعت، سوم سخاوت اور چہارم خلق خدا پر شفقت۔

www.maktabah.org

اب محمود نے عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا: میں تو ہر روز دعا کرتا ہوں اَللّٰهُم اغْفِر لِلْمُومِنِيْنَ وَالْمُومِنَات (اے اللہ سب مومن مردوں اور عورتوں پر مغفرت فرما)۔ سلطان نے عرض کی کہ میرے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔ فرمایا: اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد سلطان محمود نے ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ حضرت شیخ نے سلطان کو جَو کی روٹی پیش کی اور کہا کہ اسے کھاؤ۔ سلطان اسے چباتا تھا مگر وہ گلے سے نہیں اترتی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ شاید یہ روٹی تمہارا اگلا پکڑتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں گلا پکڑتی ہے۔ فرمایا تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی اسی طرح میرا گلا پکڑتی ہے۔ اسے لے جاؤ کہ میں نے اسے طلاق دیدی ہے۔ سلطان نے باصرار کہا کہ کچھ تو قبول فرمائیں۔ فرمایا: نہیں۔ آخر میں سلطان نے عرض کی کہ مجھے کوئی نشانی عنائت فرمائیں۔ حضرت نے اپنا پیراہن عطا فرمایا اور کہا کہ مشکلات کے وقت اس کے ذریعے اللہ سے مدد مانگنا۔ سلطان محمود واپس چلنے لگا تو حضرت تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ سلطان نے دریافت کیا کہ جب میں آیا تھا تو آپ نے کوئی توجہ نہ دی اور اب آپ میری تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا: اُس وقت تو امتحان لینے اور رعونت شاہی کے ساتھ آیا تھا اور اب فقر کے انکسار کے ساتھ جاتا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے ساتھ سلطان محمود کا روحانی تعلق قائم رہا۔ سلطان نے برصغیر پاک و ہند پر سترہ[۱۷] حملے کئے۔ اس کے علاوہ اس نے وسط ایشیاء میں امرائے سامانہ اور دیگر حکمرانوں سے خوں ریز جنگیں کیں مگر ساری عمر اسے کہیں شکست کا سامنا نہیں ہوا۔ وسط ایشیاء کی برفانی چوٹیاں، برصغیر کے تلاطم خیز دریا، سندھ کے لق و دق صحرا اور ہندو راجاؤں کی متحدہ افواج کوئی بھی اس کا راستہ نہ روک سکیں۔ اس میں حضرت خواجہ کے روحانی تصرف کا بھی بڑا دخل تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مشکل مہم سومناتھ پر حملہ تھا (۲۶۔۱۰۲۵ء)۔ مرکز سے ہزاروں میل دور سلطان محمود راجاؤں کی افواج میں گھر گیا جو سامناتھ کے تیرتھ (مقدس مندر) کو بچانے کے لئے ہر طرف سے اُمڈ آئے تھے۔ قریب تھا کہ سلطان کو شکست ہو جاتی مگر اس نے خواجہ ابوالحسن کا پیراہن ہاتھ میں لے کر دعا مانگی: "الٰہی بہ ابروئے ایں

www.maktabah.org

خرقہ مرا بریں کفار ظفر بدہ کہ ہر چہ ازیں جا غنیمت بگیرم ،بدرویشاں دہم"۔(الٰہی اس خرقہ کے طفیل مجھے ان کفار پر فتح عطا فرما تا کہ یہاں سے جو مال غنیمت ہاتھ آئے ،وہ درویشوں کی نذر کروں)۔اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے فتح عطا فرمائی۔اسی رات سلطان محمود نے خواب میں حضرت کو دیکھا۔آپ نے فرمایا: "محمود تو نے ہمارے خرقہ کی آبرو کھودی۔اگر تم دعا کرتے کہ سارا ہندوستان مسلمان ہو جائے تو ہو جاتا"۔

اقوال زریں

۱)ایک روز حضرت خواجہؒ اپنے مریدوں میں بیٹھے تھے۔آپ نے پوری محفل سے سوال کیا: کیا چیز سب سے بہتر ہے۔اہل مجلس نے عرض کیا کہ شیخ آپ خود ہی فرمائیں۔فرمایا: وہ دل جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہو۔

۲) کسی نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کسے کہتے ہیں۔فرمایا: صوفی گدڑی اور سجادہ سے نہیں بنتا۔صوفی وہ ہے جو نہ ہو۔مزید فرمایا: صوفی وہ ہے کہ اسے دن کو آفتاب کی ضرورت نہ ہو اور رات کو چاند ستاروں کی حاجت نہ ہو۔

۳) کسی نے پوچھا کہ صدق کسے کہتے ہیں۔فرمایا: صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے (یعنی وہ بات کہے جو دل میں ہو)۔

۴) کسی نے پوچھا کہ اخلاص کسے کہتے ہیں۔فرمایا: جو کچھ تُو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے،وہ اخلاص ہے اور جو مخلوق کے واسطے کرے،وہ ریا ہے۔

۵)فرمایا: اندوہ پیدا کرو کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندۂ گریاں کو دوست رکھتا ہے۔

۶)فرمایا: جو شخص سرود بجائے اور اس کے ذریعے خدا کو چاہے،وہ اس شخص سے بہتر ہے جو قرآن پاک پڑھے اور خدا کو نہ چاہے۔

۷)فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا وارث وہ شخص ہے جو آنحضور ﷺ کی سنت کی اقتدا کرے نہ کہ وہ شخص جو محض کاغذ سیاہ کرے۔

۸)حضرت شبلیؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں۔فرمایا: یہ بھی ایک خواہش ہے۔چالیس سال گزرے کہ میرا نفس ٹھنڈا پانی اور ترش لسی

www.maktabah.org

چاہتا ہے مگر ابھی تک اسے یہ نہیں دیا۔

۹) دنیا میں عالم اور عابد تو بہت ہیں مگر تمہارا وقت اس طرح گزرنا چاہیے کہ رات اس انداز میں بسر ہو جیسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور دن ایسے بسر ہو جیسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

۱۰) نماز روزہ تو سب کرتے ہیں لیکن مرد وہ ہے کہ اس کے ساٹھ سال اس طرح گذر جائیں کہ بائیں جانب کا فرشتہ کچھ بھی نہ لکھ سکے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

۱۱) جو شخص دنیا سے نیک مردی کا نام لے جائے، اس کا مقام ایسا ہونا چاہیے کہ اگر دوزخ کے کنارے کھڑا ہو جائے اور جس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں بھیجے، وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جائے۔

۱۲) فرشتوں کو تین جگہ اولیاء اللہ سے خوف آتا ہے۔ اوّل ملک الموت کو جان نکالتے وقت، دوم کراماکا تبین کو لکھتے وقت اور سوم منکر نکیر کو سوال کرتے وقت۔

۱۳) صحبت اللہ تعالیٰ سے رکھو نہ کہ خلق خدا کے ساتھ کیونکہ ایک غلطی سے دوسالہ راہ کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

۱۴) اگر تو طالبِ دنیا ہو گا تو دنیا تجھ پر غالب ہو گی اور اگر اس سے منہ پھیرے گا تو تُو اس پر غالب ہو گا۔

۱۵) درویش وہ ہے کہ دنیا اور عاقبت دونوں کی رغبت نہ کرے کیونکہ یہ ایسی چیزیں نہیں کہ جن کا دل سے تعلق ہو۔

۱۶) علماء کہتے ہیں کہ ہم وارثِ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض معاملات ہم میں پائے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے درویشی اختیار کی تھی، ہم نے بھی درویشی اختیار کی ہے کیونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور بھی ہو، وہ دلِ مردہ ہے اگرچہ سراپا اطاعت ہو۔ دین کو شیطان سے اتنا اندیشہ نہیں جتنا حریصِ دنیا عالم سے اور بے علم زاہد سے۔

۱۷) میں نے چالیس سال روٹی وغیرہ اپنے لئے کچھ نہیں پکائی البتہ مہمانوں کے لئے پکائی اور خود ان کا طفیلی بنا رہا۔ حق تو یہ ہے کہ اگر سارا جہاں مہمان کے سامنے

www.maktabah.org

رکھا جائے پھر بھی اس کا حق ادا نہ ہو گا۔

۱۸)میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز سنی کہ اے میرے بندے اگر غم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو تجھے خوش کر دوں گا، اگر حاجت و فقر کے ساتھ آئے گا تو تجھے مالدار کر دوں گا، اور جب تو اپنے آپ سے دست بردار ہو جائے گا تو پانی اور ہوا کو تیرا مطیع کر دوں گا۔

۱۹)سب سے زیادہ روشن دل وہ ہے جس میں خُلق ہو، سب سے بہتر کام وہ ہے جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو، سب سے حلال لقمہ وہ ہے جو اپنی کوشش سے ہو اور سب سے بہتر رفیق وہ ہے جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔

۲۰)مجھے تین چیزوں کی انتہا معلوم نہیں ہو سکی۔ اوّل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے درجات کی انتہا، دوم نفس کے فریب کی انتہا اور سوم معرفت کی انتہا۔

۲۱)میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

۲۲)جس نے مجھے پہچانا اور دوست رکھا، حق تعالیٰ نے اسے دوست رکھا۔

۲۳)جوانمردوں کا کھانا اللہ تعالیٰ کی دوستی ہے۔

۲۴)جس وقت اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا رزق تقسیم کیا تو غم و اندوہ جوانمردوں کو دیا اور انہوں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ نماز روزہ اچھی چیز ہے لیکن غرور و حسد دل سے دور کرنا زیادہ اچھا ہے۔

۲۵)بہت روؤ اور مت ہنسو، بہت خاموش رہو اور مت بولو، بہت دو اور مت کھاؤ، بہت جاگو اور مت سوؤ۔

۲۶)جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی مٹھاس اور لذت نہ چکھی اور دنیا سے چلا گیا، وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم رہا۔

۲۷)مخلوق کے ساتھ تعلق خاطر داری سے رکھنا چاہیے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ تعلق متابعت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پاکی کے ساتھ کیونکہ وہ پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔

۲۸)اگر کوئی شخص ایک آرزو نفس کی پوری کرے اس کو سینکڑوں رکاوٹیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

www.maktabah.org

۲۹) ایک لمحہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا خلائق زمین و آسمان کے اعمال سے بہتر ہے۔[1]

۳۰) ستّر سال گزرے میں اللہ تعالیٰ کا ہو رہا ہوں۔ اس مدت میں ایک مرتبہ بھی نفس کی مراد پوری نہیں کی۔

۳۱) اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو مخلوق خدا پر شفقت نہیں ہوتی۔

۳۲) اگر تمام عمر میں تو نے ایک بار بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا ہو اور اس نے تجھے معاف بھی کر دیا ہو، پھر بھی باقی عمر یہ افسوس دل سے نہ جائے کہ میں نے ایسے مالک کو ناراض کیا۔

۳۳) بہت سے ایسے آدمی ہیں جو زمین پر چلتے ہیں لیکن وہ مردہ ہیں۔ اور بہت سے ایسے آدمی ہیں جو زمین کے اندر سوتے ہیں لیکن زندہ ہیں۔

۳۴) یہ مجھے گوارا ہے کہ دنیا سے مقروض ہو کر جاؤں اور قیامت کے روز قرض خواہ میرا دامن پکڑے مگر مجھے یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اس کی حاجت رد کر دوں۔

۳۵) ایک روز مجھے الہام ہوا کہ جو کوئی تیری مسجد میں آئے، اس کا گوشت پوست دوزخ کی آگ پر حرام ہوا اور جو شخص تیری مسجد میں دو رکعت نماز تیری زندگی میں یا تیرے بعد ادا کرے، قیامت کے روز عابدوں میں اٹھے گا۔

کرامات وحکایات

۱) ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ کی خانقاہ میں خود آپ کو اور آپ کے ساتھ درویشوں کی کثیر تعداد کو سات روز تک کچھ کھانے کو نہ ملا۔ آخر ایک شخص آٹا اور بکری

---

[1] خاقانی نے اسی مضمون کو اس شعر میں بیان کیا ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

(تیس سال بعد خاقانی پر یہ بات واضح ہوئی کہ ایک لمحہ خدا کے ساتھ گزارنا حضرت سلیمان کی حکومت سے بہتر ہے)

www.maktabah.org

لایا اور آواز دی کہ صوفیوں کے واسطے لایا ہوں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم میں سے جو صوفی ہو، وہ لے لے میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ صوفی ہونے کا دعویٰ کروں۔ غرضیکہ کوئی بھی لینے کو تیار نہ ہوا اور وہ شخص ہر دو جنس واپس لے گیا۔

۲) ایک مرتبہ ایک شخص حضرت خواجہؒ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے اپنا خرقہ پہنائیں۔ فرمایا: پہلے مجھے ایک مسئلہ کا جواب دو۔ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو وہ مرد بن جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا: پھر خرقہ پہننے سے کیا فائدہ۔ اگر تو مرد نہیں ہے تو خرقہ پہننے سے مرد نہیں بن سکتا۔

۳) ایک شخص نے عرض کی کہ آپ اجازت دیں کہ میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دوں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا، خبردار اپنی طرف نہ دینا۔ اس نے عرض کی کہ اپنی طرف دعوت کیسے ہوتی ہے۔ فرمایا: اپنی طرف دعوت کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی اور شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہو تو تجھے یہ بات ناخوشگوار لگے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تو لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہا ہے۔

۴) ایک روز شیخ المشائخ عبداللہ داستانیؒ (م ۴۱۷ھ) آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے پانی سے بھرا تھال رکھا۔ پھر انہوں نے تھال میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر آپ کے سامنے رکھ دی۔ حضرت خواجہؒ نے نگاہ کی تو ایک گرم تنور نظر پڑا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی نکال لی اور فرمایا: پانی میں سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے، آگ میں سے نکالنی چاہیے۔ شیخ المشائخ نے کہا کہ آؤ ہم دونوں اس تنور میں کود پڑیں، دیکھیں کون زندہ نکل آتا ہے۔ فرمایا: اے عبداللہ آؤ ہم اپنی نیستی میں چلے جائیں اور دیکھیں کہ اُس ذات کی ہستی کے ساتھ کون نکلتا ہے۔ اس پر شیخ المشائخ خاموش ہو گئے۔

۵) ایک مرتبہ ایک مرید نے حضرت خواجہؒ سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیں کہ میں لبنان میں جا کر قطب عالم کی زیارت کروں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ جب وہ لبنان میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ رکھ کر خاموش بیٹھے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ لوگوں نے کہا قطب عالم کا انتظار ہے کیونکہ وہ ہر روز یہاں پانچوں وقت کی امامت کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ مرید خوش ہوا۔

www.maktabah.org

کچھ دیر بعد سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور مرید نے دیکھا کہ حضرت خواجہؒ تشریف لائے اور امامت فرمائی۔ مرید پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ جب ہوش آیا تو حضرت جا چکے تھے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ تھے۔ اس نے پوچھا کہ پھر کب آئیں گے تو جواب ملا کہ اگلی نماز کے وقت آئیں گے۔ چنانچہ حضرت آئے اور نماز کی امامت فرمائی تو اس مرید نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور رونے لگا۔ عرض کی کہ میں پشیمان ہوں، مرید ہوتے ہوئے مجھے علم نہ تھا کہ آپ ہی قطب عالم ہیں۔ مجھے بھی خرقان لے چلیں۔ فرمایا: اس شرط پر تجھے خرقان لے چلتا ہوں کہ جو کچھ تو نے دیکھا، وہ کسی پر ظاہر نہ کرے کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اس جہاں میں مجھے خلقت سے پوشیدہ رکھے۔ مجھے سوائے بایزید بسطامیؒ کے کسی نے نہیں دیکھا۔

۶) حضرت خواجہؒ کے ہاں سماع کی روایت نہیں تھی۔ ایک مرتبہ شیخ ابو سعید آپ کی زیارت کے لئے خرقان آئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ اجازت ہو تو قوال کچھ گائیں۔ فرمایا: ہمیں سماع سے غرض نہیں لیکن آپ کی موافقت سے سن لیتے ہیں۔ قوالی کے دوران شیخ ابو سعید نے کہا کہ حضرت اب وقت ہے کہ آپ رقص کے لئے اٹھیں۔ حضرت خواجہؒ اٹھے، تین بار آستین کو حرکت دی اور سات مرتبہ زمین پر قدم مارا۔ خانقاہ کی تمام دیواریں آپ کی موافقت میں ہلنے لگیں۔ ابو سعید بولے: حضرت بس کیجئے ورنہ عمارتیں خراب ہو جائیں گی، واللہ زمین و آسمان بھی آپ کی موافقت میں رقص کرنے لگیں گے۔ اس کی بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا: سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک سب کچھ دیکھے۔ پھر آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ اگر تم سے پوچھا جائے کہ رقص کیوں کرتے ہو تو جواب دو کہ ان لوگوں کی موافقت سے جو پہلے گزر چکے ہیں اور وہ ایسا کیا کرتے تھے۔

۷) شیخ بو علی ابن سینا (۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء) آپ کا ہم عصر اور اپنے وقت کا نابغہ روزگار تھا۔ مختلف علوم بالخصوص فلسفہ اور طب میں اس کا بڑا نام ہے۔ حضرت خواجہؒ کی شہرت سن کر وہ بخارا سے خرقان آیا اور آپ کے گھر پر دستک دی کہ حضرت کہاں ہیں۔ اندر سے آپ کی بیوی نے جواب دیا کہ اس زندیق کذاب کو تو کیا کرے گا۔

www.maktabah.org

اس کے علاوہ بھی سخت سست کہا۔ ابن سینا کے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی اپنی بیوی ایسی منکر ہے، اس میں کیا رکھا ہوگا۔ پھر ابن سینا آپ کی تلاش میں جنگل کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آپ ایک شیر پر لکڑیوں کا بوجھ لاد کر آرہے ہیں۔ ابن سینا نے حیران ہو کر پوچھا کہ حضرت کیا معاملہ ہے، گھر کا وہ حال اور باہر کا یہ حال۔ آپ نے فرمایا: "اگر ایسے بھیڑیئے (یعنی بیوی) کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گا تو ایسا شیر میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا"۔ خانقاہ میں واپسی پر ابن سینا کے ساتھ مجلس رہی پھر آپ معذرت کر کے اٹھے اور کہا کہ میں نے دیوار بنانے کی غرض سے مٹی میں پانی ڈالا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر دیوار بنانے لگے۔ اچانک تیشہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑا۔ ابن سینا نے چاہا کہ تیشہ اٹھا کر آپ کو دے مگر وہ خود بخود آپ کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ اس سے ابن سینا کو مزید تصدیق ہو گئی۔

وفات حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰ محرم ۴۲۵ھ بمطابق ۱۰۳۴ء کو خرقان کے مقام پر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ وصال سے پہلے وصیت کی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودی جائے تاکہ حضرت بایزیدؒ کی قبر سے اونچی نہ ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اپنی زندگی میں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگے گا، وہ قبول ہوگی۔

حضرت علی ہجویریؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں آپ کے فرزند اور جانشین شیخ احمد کو وقت کا اہم بزرگ لکھا ہے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
تذکرۃ الاولیاء	حضرت فریدالدین عطار
نفحات الانس	مولانا جامی
تاریخ پاک وہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
مثنوی	مولانا رومی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت شیخ ابو القاسم گُرگانی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۴۶۹ھ / ۱۰۷۶ء

آپ کا عہد

یہ عہد تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دوران سلجوقیوں نے بغداد پر قبضہ کر کے شیعہ مسلک کے آل بویہ کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ سلجوقی مذہباً اہل سنت اور صوفیاء کے معتقد تھے۔ ان کے بر سر اقتدار آنے سے مسلمانوں کی فوجی طاقت از سر نو زندہ ہو گئی اور غیر مسلم حکومتوں کے مقابلہ میں انہیں دوبارہ فتوحات حاصل ہونے لگیں۔ کچھ عرصہ کے لئے عالم اسلام کا بڑا حصہ ایک حکومت کے ماتحت متحد ہو گیا کیونکہ سلجوقی حکومت میں ترکستان، ایران، عراق اور شام کے علاقے شامل تھے۔ بغداد میں عباسی خلیفہ قائم بامر اللہ کی خلافت قائم تھی اور سلجوقیوں نے عباسی خلفاء کا ظاہری احترام قائم رکھا۔ طغرل بک اور الپ ارسلان سلجوقی حضرت گرگانیؒ کے ہم عصر تھے۔

خراسانی اور عراقی رجحانات کا امتزاج

حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں تصوف کے دو رجحان واضح ہو چکے تھے۔ ایک رجحان کو حضرت بایزید بسطامیؒ کی نسبت سے خراسانی کا نام دیا گیا اس میں ملامت، سکر، جذب، غلبہ، خلوت، اویسیت اور علیحدگی کی خصوصیات نمایاں تھیں۔ دوسرا رجحان حضرت جنید بغدادیؒ کی نسبت سے عراقی کہلایا۔ اس میں صحو، پابندی شرع، جلوت، رفاقت اور موجود مرشد کی تربیت کے عناصر غالب تھے۔ اب پانچویں صدی ہجری میں بعض مشائخ کے ہاں ہر دو رجحانات کا حسن امتزاج سامنے آتا ہے۔ یہ امتزاج پہلی بار حضرت ابو القاسم گرگانیؒ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ آپ نے ایک طرف حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے اکتساب فیض

www.maktabah.org

کیا اور دوسری طرف آپ تین واسطوں سے حضرت جنید بغدادیؒ کے فیض یافتہ تھے۔ اس امتزاج کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلسلہ کے صوفیاء جہاں جذب، غلبہ اور احوال کے ذریعے سلوک کی منازل جلد طے کرتے، وہاں ہوش اور کتاب و سنت کی سختی سے پیروی بھی ان کے مزاج کا جزو بن گئی۔ بالآخر سلسلہ نقشبندیہ انہی خصوصیات کی بنا پر تصوف کی دنیا میں منفرد اور نمایاں ہوتا گیا۔

حالات واقوال

آپ کا نام علی بن عبداللہ اور کنیت ابو القاسم ہے۔ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہوئے۔ گُرگان کے رہنے والے تھے جو طوس کے نواح میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے براہ راست فیض باطنی حاصل کیا۔ آپ صاحب تصانیف عالم تھے۔ آپ کی کتاب اصول الطریقہ و فصول الحقیقہ تصوف کے موضوع پر اہم تحریر ہے۔ اپنے وقت میں مرجع خلائق تھے اور مریدین کے مقامات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری (م۔ ۴۶۷ھ / ۱۰۷۴ء) آپ کے ہم عصر اور ہم صحبت تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں آپ کا متاخرین صوفیاء میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "ان میں سے زمانہ کے قطب اور اپنے وقت کے یکہ و تنہا ابو القاسم علی بن عبداللہ گرگانی رضی اللہ عنہ اپنے دور میں بے نظیر ہیں۔ آپ کے ابتدائی حالات بہت اچھے اور قوی ہوئے ہیں اور کتابیں مشکل لکھی ہیں۔ آپ کے وقت میں تمام دوستان خداوندی کی التفات آپ کی طرف تھی اور تمام طالبان حق کا بھروسہ آپ پر تھا اور آپ مریدوں کے کشف میں آراستہ ظاہر نشان ہیں اور علوم و فنون میں ماہر ہیں۔ آپ کے مریدوں میں ہر ایک مرید علم کی زینت سے آراستہ ہے اور علماء کے لئے بھی موجبِ زینت ہے"۔

حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں آپ کے بارے میں چند چشم دید واقعات لکھے ہیں۔

نمبر ۱ تا ۴ ان ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:

۱) میں نے شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانیؒ سے پوچھا کہ درویش کے لئے کم از کم کون سی چیز ضروری ہے جو فقر کے نام کے لائق ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں

www.maktabah.org

چاہئیں۔ ایک تو یہ ہے کہ چیتھڑوں کی سلائی درست کرے، دوسرا یہ کہ بات سچی سنے اور تیسرا یہ کہ پاؤں زمین پر ٹھیک رکھے۔ جس وقت حضرت ابو القاسمؒ نے یہ باتیں بیان فرمائیں اس وقت درویشوں کا ایک گروہ بھی میرے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ جب ہم دروازے پر آئے تو ہر شخص نے ان باتوں پر تصرف شروع کیا۔ ایک گروہ کو بسبب جہالت اس بات پر خوشی محسوس ہوئی اور اس نے کہا کہ بس فقیری یہی ہے۔ انہوں نے زمین پر پاؤں مارنا اور چیتھڑے سینا شروع کیے۔ چونکہ میرا دل شیخ کے کلام کی طرف تھا، میں نے ان کو کہا کہ آؤ ہم سب مل کر شیخ کے اس کلام کے متعلق بطور تشریح کچھ بیان کریں۔ ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ چیتھڑا درست تو وہ ہے کہ جو فقر کے لئے سیا جائے نہ کہ زینت کے لئے۔ جب چیتھڑا فقر کے لئے سیئے گا تو اگرچہ تُو اسے درست نہ سیئے گا مگر وہ درست ہو گا۔ بات درست وہ ہوتی ہے جو موافق حال کے ہو اور وجد کی خاطر اس میں کسی قسم کا تصرف نہ ہو اور نہ ہی دنیاوی غرض کے لئے ہو۔ زمین پر پاؤں کا ٹھیک رکھنا وہ ہوتا ہے جو کہ بسبب وجد کے رکھا جائے نہ کہ بسبب کھیل اور رسم کے۔ بعضوں نے یہ تشریح سن کر شیخ کی خدمت میں پہنچائی تو شیخ نے فرمایا: اَصَابَ عَلِیٌّ خَیَّرَہُ اللّٰہ (علی ٹھیک سمجھا۔ خدا اس کا بھلا کرے)۔

۲) شیخ ابو القاسم گرگانیؒ جو آج کے دن قطب اور مدار علیہ ہیں، اللہ عزوجل ان کو بقا عطا فرمائے، نے اپنے ابتدائی حال سے اطلاع دی کہ میں نے نفس کو سانپ کی شکل میں دیکھا۔

۳) ایک دفعہ مجھے ایک مشکل آن پڑی جس کا حل میرے لئے مشکل تھا۔ میں نے ابو القاسم گرگانیؒ کا قصد کیا۔ میں نے طوس میں آپ کو اپنی گھر والی مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا اور میرا واقعہ بعینہٖ آپ مسجد کے ستون سے بیان کر رہے تھے۔ میں نے عرض کی کہ اے شیخ آپ یہ باتیں کس سے کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹے اس ستون کو اللہ عزوجل نے مجھ سے گویا کیا ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے۔

۴) میں نے شیخ ابو القاسم گرگانیؒ سے پوچھا کہ صحبت کی شرط کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تُو صحبت میں اپنا حظ تلاش نہ کرے کیونکہ صحبت کی تمام آفتیں اس

www.maktabah.org

امر پر منحصر ہیں کہ بندہ صحبت کو اپنے حظ کے لئے اختیار کرے اور صاحبِ حظ کو صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور جس وقت اپنے حظ کو چھوڑ دے گا، اس وقت اپنے صاحب کے حظ کی خوب رعایت کرے گا اور صحبت میں فائدہ پانے والا ہو گا۔

۵) ایک روز حضرت ابو القاسمؒ اور شیخ ابو سعیدؒ طوس میں اکٹھے بیٹھے تھے۔ ایک درویش کے دل میں خیال آیا کہ ان بزرگوں کا مرتبہ کیا ہے۔ شیخ ابو سعیدؒ نے اس کے دل کا حال جانتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص دو بادشاہوں کو ایک ہی تخت پر بیٹھا دیکھنا چاہے، اسے کہو کہ آکر دیکھ لے۔ حضرت شیخ کے تصرف سے اس درویش کے حجابات اٹھ گئے اور اس نے ان بزرگوں کے بلند مرتبہ کو دیکھا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ آج روئے زمین پر ان بزرگوں سے بڑھ کر بھی کوئی شخصیت ہے۔ شیخ ابو سعیدؒ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک چھوٹے سے ملک میں بھی ہر روز ابو سعید اور ابو القاسم جیسے ستر ہزار جاتے ہیں اور ستر ہزار آتے ہیں۔

۶) فرمایا: کسی کام میں جو گناہ نہ ہو، بھائیوں کی موافقت کرنا نفلی روزے سے کم نہیں۔

۷) حضرت عبید اللہ احرارؒ نے فرمایا کہ حضرت ابو القاسم گرگانیؒ کا قول ہے کہ ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھ کہ تُو سراسر وہ ہو جائے یا وہ سراسر تُو ہو جائے یا پھر دونوں حق سبحانہ، میں گم ہو جائیں۔ نہ تو رہے اور نہ وہ رہے۔

وفات آپ کی وفات ۴۶۹ھ بمطابق ۱۰۷۶ء واقع ہوئی۔ اور گرگان میں دفن ہوئے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
نفحات الانس	مولانا جامی
کشف المحجوب	حضرت علی ہجویریؒ
صوفی آرڈرز ان اسلام	ٹری منگھم

www.maktabah.org

حضرت شیخ ابو علی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ

۴۰۷ھ تا ۴۷۷ھ (۱۰۸۴ء)

تعلیم و تربیت آپ کا نام فضل بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے۔ عموماً اپنی کنیت سے ہی مشہور ہوئے۔ آپ کا تعلق فارمد سے تھا جو طوس کے نواح میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے عہد میں سیاسی و معاشرتی حالات وہی تھے جن کا ذکر حضرت ابو القاسم گرگانیؒ کے باب میں کیا جا چکا ہے کیونکہ آپ کی وفات اور حضرت گرگانیؒ کے وصال میں صرف آٹھ سال کا فرق ہے۔ آپ کی روحانی نسبت حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے ہے۔ تاہم آپ کے روحانی سلوک و تربیت کی تکمیل حضرت گرگانیؒ کی ذات سے ہوئی۔ ظاہری علوم آپ نے وقت کے نامور علماء سے حاصل کیے۔ ان اساتذہ میں امام غزالیؒ (متوفی ۱۱۱۱ء) اور استاد ابو القاسم قُشیری (۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء) کے نام قابل ذکر ہیں۔ حضرت ابو علی فارمدیؒ اپنے وقت کے عظیم صوفی، نامور عالم دین اور پر تاثیر واعظ تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ حضرت گرگانیؒ کے ہاں آپ کے ہم مجلس رہے۔ انہوں نے آپ کو لسان الوقت لکھا ہے۔

اپنی تعلیم و تربیت کے بارے میں خود حضرت ابو علی فارمدیؒ نے یوں بیان فرمایا:

'ابتدائے جوانی میں مَیں نیشاپور میں علم ظاہری پڑھنے گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک دن سنا کہ شیخ ابو سعید بن ابی الخیرؒ مہینہ بھر سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں ان کی زیارت کو گیا۔ ان کی صورت دیکھ کر مجھے ان سے اک گونہ عشق ہو گیا اور اس طائفہ کی محبت میرے دل پر غالب ہو گئی۔ ایک روز گھر میں بیٹھا تھا کہ یکایک میرے دل میں شیخ ابو سعیدؒ کی زیارت کا شوق شدت کے ساتھ پیدا ہوا۔ وہ وقت

www.maktabah.org

شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا۔ ارادہ کیا کہ ابھی نہ جاؤں مگر صبر نہ ہو سکا۔ ناچار اٹھ کر باہر گیا۔ جب چوراہے پر پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ مع مریدوں کے چلے جا رہے ہیں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ ایک جگہ پہنچے تو میں بھی ان کے ہمراہ وہاں ایک گوشہ میں اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ وہاں سماع شروع ہو گیا اور شیخ وجد عظیم میں آگئے چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب آپ سماع سے فارغ ہوئے، کپڑے اتارے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ آستین علیحدہ رکھی اور آواز دی کہ ابا علی طوسی کہاں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ تو مجھے جانتے بھی نہیں اور اس وقت دیکھ بھی نہیں رہے۔ کوئی اور ان کا مرید باعلی ہو گا جس کو پکار رہے ہیں۔ یہ سوچ کر خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ نے دوبارہ پکارا مگر میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ جب پکارا تب کسی نے کہا کہ شیخ تمہیں ہی پکارتے ہیں۔ میں اٹھ کر ان کے پاس گیا تو شیخ نے وہ آستین مجھے دی اور فرمایا کہ جاؤ اور اس کو اچھی طرح سے حفاظت رکھنا کہ تو مجھے مثل اس آستین کے ہے۔ میں وہ کپڑا لے کر آداب بجا لایا اور اسے بہت حفاظت سے رکھا۔ مجھے ان کی خدمت میں بہت فائدہ اور حال وارد ہوئے۔

جب وہ نیشا پور سے چلے گئے تو میں امام ابوالقاسم قشیریؒ کے پاس گیا اور جو کچھ میرے اوپر احوال وواردات گذری تھیں، وہ بیان کیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے فرزند ابھی علم پڑھو۔ چنانچہ میں علم پڑھتا رہا۔ میرے باطن کی روشنی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ تین سال تک میں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں نے امام ابوالقاسمؒ سے یہ حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اب علم نے تجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب تُو بھی اس سے منہ پھیر لے۔ چنانچہ میں مدرسہ سے خانقاہ میں گیا اور امام کے استاد کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک روز امام کے استاد تنہا غسل خانہ میں گئے۔ میں نے چند ڈول غسل خانہ میں ڈال دیے۔ جب استاد باہر آئے، نماز پڑھی اور پھر فرمایا: یہ کس نے غسل خانہ میں پانی ڈالا۔ میں نے مارے خوف کے کچھ نہ کہا کہ شاید مرضی کے خلاف ہوا ہو۔ دوبارہ دریافت کیا۔ پھر بھی میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا، تب میں نے عرض کیا کہ میں تھا۔ فرمایا: اے ابا علی جو کچھ کہ ابوالقاسم کو ستر سال میں ملا، تجھے ایک ڈول پانی میں مل گیا۔ اس کے بعد

www.maktabah.org

مدتوں تک ان کی خدمت میں مجاہدہ کیا۔ ایک روز مَیں بیٹھا تھا کہ کچھ ایسا حال وارد ہوا کہ میں اس میں گم ہو گیا۔ یہ حال میں نے مرشد سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابا علی اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ مجھے ابھی کسی اور پیر کی ضرورت ہے جو مجھے اس مقام سے نکالے۔

مَیں نے شیخ ابو القاسم گرگانیؒ کا نام سن رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا، وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد ادا کیے اور ان کے سامنے آیا۔ آپ مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ سر اٹھایا اور فرمایا: آؤ کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا: ہاں تمہاری ابتدا اچھی ہے، اگر تمہاری تربیت ہو تو بلند مرتبہ پر پہنچ سکتے ہو۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے مرشد یہی ہیں۔ چنانچہ میں نے وہیں قیام کیا۔ آپ نے مدت دراز تک مجھ سے طرح طرح کے مجاہدات اور ریاضتیں کرائیں۔ بعد ازاں اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کیا۔ ابھی شیخ نے مجھ سے وعظ کرنے کو نہیں کہا تھا۔ ایک روز مَیں شیخ ابو سعیدؒ کے پاس مِیہَنہ (جو خراسان میں علاقہ خابران کا ایک گاؤں ہے) میں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے ابا علی بہت جلد تجھ سے مثل طوطی کے باتیں کرائیں گے۔ اس بات کو بہت دن نہیں گذرے تھے کہ شیخ ابو القاسم گرگانیؒ نے مجھے وعظ کرنے کو فرمایا۔ اور مجھے شیخ ابو سعیدؒ کی بات سمجھ میں آئی"۔

حضرت علی ہجویریؒ سے ایک مکالمہ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ مَیں ایک دن حضرت ابو علی فارمدیؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ میرے دل میں جوانی کی نخوت کی وجہ سے خیال آیا کہ اپنا حال ان پر ظاہر کروں اور یہ کہ شاید اس شیخ کو ابتدا میں اس کوچہ کی طرف گزر نہیں ہوا جو میرے حق میں اتنی عاجزی کرتا ہے اور اپنے حال میں اس قدر انکساری سے کام لیتا ہے۔ آپ میرے غرور کو سمجھ گئے اور فرمایا: اے میرے باپ کے دوست خوب جان لے کہ میری یہ انکساری تیرے لئے نہیں بلکہ احوال کے بدلانے کے واسطے ہے اور یہ محض تمہارے لئے نہیں بلکہ تمام طالبوں کے لئے ہے۔ میں نے یہ بات سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ آپ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا: اے بیٹے آدمی کو طریقت

www.maktabah.org

سے نسبت یہ ہے کہ جب اسے طریقت کی طرف لائیں تو اس بارے میں دریافت کرنے کا خیال نہ کرے اور جب اسے اس سے معزول کریں تو عبادت کا خیال باندھ لے۔ آدمی کبھی بھی خیالات کی قید سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے بندگی کرنا لازمی ہے۔ تمام نسبتوں کو اپنے سے دور کر دینا چاہیے، ہاں بندگی کی نسبت سے کام رکھنا اس کے لئے بہتر ہے۔

مسند ارشاد و تذکیر ظاہری و باطنی تربیت کی تکمیل کے بعد آپ نیشاپور تشریف لے گئے اور وہاں فیض جاری کیا۔ آپ کا وعظ اس قدر پر تاثر ہوتا تھا کہ لوگ جوق در جوق اس میں جمع ہوتے۔ آپ کے مداحوں میں سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی بھی شامل تھا۔ آپ کو دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ جو بھی حاصل ہوتا، وہ صوفیوں اور درویشوں پر صرف فرما دیتے تھے۔

آپ کے خلفاء میں دو نامور ہستیاں شامل ہیں۔ اول حضرت یوسف ہمدانیؒ جن سے سلسلہ نقشبندیہ چلا (ذکر اگلے باب میں آئے گا) اور دوم حضرت احمد غزالیؒ (م۔ ۵۲۰ھ / ۱۱۲۶ء) جو امام غزالی کے چھوٹے بھائی تھے مگر روحانی مرتبہ اتنا بلند تھا کہ اپنے شہرہ آفاق بڑے بھائی امام غزالی کے شیخِ صحبت تھے۔ حضرت احمد غزالیؒ کے توسط سے دو بڑے سلسلے سہروردیہ اور مولویہ (مولانا رومیؒ کی نسبت سے موسوم) پھیلے۔ یوں تصوف کی تاریخ میں حضرت ابو علی فارمدیؒ کو یہ ممتاز مقام حاصل ہے کہ آپ بڑے سلاسل کے شیخ ہیں۔

وفات آپ کی وفات ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ بمطابق ۱۰۸۴ء کو طوس کے مقام پر ہوئی۔

ماخذ کتب

نفحات الانس	مولانا جامی
کشف المحجوب	حضرت علی ہجویریؒ
رسالہ	استاد ابوالقاسم قشیریؒ
احیاء العلوم	امام غزالی

www.maktabah.org

دسواں باب

حضرت ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ

۴۴۱ھ تا ۵۳۵ھ

۱۰۴۹ء تا ۱۱۴۰ء

آپ کا عہد حضرت یوسف ہمدانیؒ کی طویل عمر کے دوران عالم اسلام میں بڑے سیاسی، علمی اور ذہنی تغیرات رونما ہوئے۔ آپ کے علمی اور روحانی کام کو سمجھنے کے لئے ان تغیرات کو سمجھنا اور ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت گرگانیؒ اور حضرت فارمدیؒ کے عہد میں سلاجقہ کا اقتدار بغداد میں قائم ہوا جس سے دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصہ کا سیاسی اتحاد عمل میں آیا اور سلجوقی حکمرانوں کی بہادری کی وجہ سے مسلمانوں کی فوجی قوت ایک بار پھر مضبوط ہوئی اور انہوں نے رومی حکمرانوں کو شکستیں دیں۔ سلاجقہ کا سب سے مشہور حکمران ملک شاہ تھا۔ اس نے ۱۰۹۲ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد ملک شاہ کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی اور سلجوقی حکومت کے زوال کا آغاز ہوا۔ سلجوقی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور سلجوقی شہزادوں میں تقسیم ہوگئے۔

اسی دوران یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا سیلاب اٹھا اور پورا عیسائی یورپ مسلم ایشیا پر حملہ آور ہوا۔ جنگوں کا یہ سلسلہ وقفوں سے تقریباً دو سو سال تک جاری رہا۔ انہیں صلیبی جنگیں کہا جاتا ہے۔ ان جنگوں کا پہلا دور ۱۰۹۷ء میں شروع ہوا جب سات لاکھ کا ٹڈی دل یورپ سے ایشیا میں داخل ہوا۔ سلجوقی سلطنت انتشار کا شکار تھی۔ مصر کی حکومتِ فاطمیہ بھی زوال پذیر ہو رہی تھی۔ اس لئے اس صلیبی سیلاب کو روکا نہ جاسکا اور عیسائیوں نے شام و فلسطین کے بڑے حصے پر قبضہ کر کے بیت المقدس کو فتح کرلیا۔ صلیبیوں نے بربریت اور قتل و غارت کی انتہا کردی۔

www.maktabah.org

لاکھوں کی تعداد میں مسلمان قتل ہوئے۔ خود عیسائیوں کے مقدس شہر بیت المقدس میں ستر ہزار لاشیں تڑپنے لگیں۔

علمی اعتبار سے اس عہد کی اہمیت یہ ہے کہ سلجوقیوں نے حکومتی امداد سے مدرسے قائم کیے۔ اس سے پہلے مدارس کسی عالم کی ذات سے وابستہ تھے۔ ان مدارس میں دینی علوم پر زور دیا جاتا تھا جبکہ اس سے پہلے یونانی اثرات کے تحت دنیاوی علوم زیادہ اہم سمجھے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی (۱۰۱۷ء تا ۱۰۹۲ء) کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ اس نے ۱۰۶۵ء میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ دوسرے بڑے شہروں مثلاً نیشاپور میں بھی ایسے مدارس قائم کیے گئے۔ نظامیہ بغداد دنیائے اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی بن گئی۔ بعد کے مشاہیر صوفیاء میں سے اکثر یہیں سے پڑھ کر فارغ ہوئے اور بعض یہاں پڑھاتے رہے۔

اس دور میں تصوف کے بارے میں فقہا کا رویہ بھی بدلا۔ اس سے پہلے وہ تصوف کے بالعموم ناقد تھے۔ مگر اب انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ سوچ کی یہ تبدیلی استاد ابوالقاسم قُشَیری کی تحریروں سے شروع ہوئی ان کی کتاب "رسالہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ ذہنی انقلاب امام غزالیؒ (۱۰۵۸ء تا ۱۱۱۱ء) کے ہاں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس سے معاشرہ میں تصوف کے وقار میں اضافہ ہوا اور اجتماعی اذکار عام ہونے لگے۔

پانچویں و چھٹی صدی ہجری (گیارھویں و بارھویں صدی عیسوی) اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ اس میں مشاہیر اولیاء اللہ نے جنم لیا اور مختلف سلسلے ان کے نام سے موسوم ہوئے۔ تصوف کا ہر سلسلہ دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے کہ جس میں اس سلسلہ کا باقاعدہ کوئی نام نہ تھا اور نہ اس کے سلوک کے قواعد و اوراد منظم تھے۔ اس حصہ کو سلسلہ ذہبیہ (سنہری سلسلہ) کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ سلسلہ تربیہ (تربیت کا سلسلہ) کہلاتا ہے۔ اس میں کسی ممتاز شخصیت کے نام سے سلسلہ موسوم ہوا اور اس کی باقاعدہ تنظیم ہوئی۔ اس عہد کے مشاہیر صوفیاء میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۱۰۷۸ء تا ۱۱۶۶ء) جن سے سلسلہ قادریہ موسوم ہوا، حضرت ابو نجیب سہروردیؒ (م۔ ۱۱۶۸ء) جن سے سلسلہ سہروردیہ موسوم ہوا، حضرت احمد الرفاعیؒ (۱۱۰۶ء تا ۱۱۸۲ء) جن سے سلسلہ رفاعیہ موسوم ہوا، حضرت احمد یَسوی

www.maktabah.org

(م۔ ۱۱۶۶ء) جن سے سلسلہ یَسویہ موسوم ہوا اور خود حضرت یوسف ہمدانیؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (م ۱۱۷۹ء) جن سے سلسلہ خواجگان (نقشبندیہ) موسوم ہوا، قابل ذکر ہیں۔ دوسرے ہم عصر صوفیاء میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ (م۔ ۱۰۷۴ء)، حضرت احمد غزالیؒ (م۔ ۱۱۲۶ء) وغیرہ بہت معروف ہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت یوسف بن ایوب ہمدانیؒ علاقہ ہمدان کے ایک گاؤں بُوزَنجِرد میں ۴۴۱ھ بمطابق ۱۰۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ ابھی صرف اٹھارہ سال کے تھے کہ علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے بلاد اسلامیہ کے سفر پر چل کھڑے ہوئے۔ پہلے بغداد آئے۔ اس وقت نظامیہ بغداد کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ آپ نے نامور اساتذہ سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر اصفہان، سمرقند، بخارا وغیرہ میں اہل علم سے استفادہ کیا۔ اس دوران علمی دنیا میں آپ کی شہرت پھیل چکی تھی۔ آپ وعظ فرماتے تو لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوتے۔ علماء و فقہاء کا جم غفیر آپ کے ہاں جمع رہتا۔ فتاویٰ اور احکام شرع کی توضیح و تشریح میں کمال حاصل تھا۔

پھر آپ نے یہ سب ترک کر کے ریاضت و مجاہدہ کی زندگی اختیار کی۔ سالہا سال خراسان میں کوہ زرا میں مقیم رہے اور سوائے جمعہ کی نماز کے باہر نہیں آتے تھے۔ روحانی تربیت حضرت ابو علی فارمدیؒ سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ اس دور کے مزاج کے مطابق دوسرے اولیاء اللہ کے بھی ہم صحبت رہے۔ ان میں شیخ عبداللہ جوینی نیشا پوریؒ اور شیخ حسن سمنانیؒ شامل ہیں۔ اول الذکر سے آپ نے خرقہ بھی پہنا۔

مسند ارشاد

آپ ساٹھ سال تک مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ زیادہ تر وقت مرو میں بسر ہوا جہاں آپ کی خانقاہ طالبانِ حق کا مرجع تھی۔ پھر آپ مرو سے ہرات چلے آئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ مرو جانے کا قصد کیا مگر اس سفر کے دوران میں آخری وقت آپہنچا اور آپ نے فرشتہ اجل کو لبیک کہا۔

یوں تو آپ کی ذات سے بڑی تعداد میں خلائق فیض یاب ہوئی لیکن آپ کے دو خلفاء ایسے ہیں جن سے دو اہم سلسلے پھیلے۔ اول حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (جن کا ذکر اگلے باب میں آئے گا) اور دوم حضرت احمد یسویؒ تھے۔ موخر الذکر سے

www.maktabah.org

سلسلہ یسویہ منسوب ہوا۔ آپ تُرک صوفیاء کے لئے ایک نمونہ تھے۔ اس سلسلہ میں بہت سے تُرک "بابے" مشہور ہوئے۔ "بابا" ترکی زبان میں عظیم اور صاحب ارشاد بزرگ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آپ کے خلفاء میں باباحاجی بیک تاش تُرک بابوں کا روایتی نمونہ تھے۔ یہ سیلانی درویشوں کا سلسلہ تھا جس نے ترکستان اور کرغیز میں اس روایت کو پھیلایا اور ترک قبائل کو مسلمان کرنے میں ان مشائخ کو بڑی کامیابی ہوئی اور حضرت احمد یسویؒ "حضرتِ ترکستان" کہلائے۔

حضرت یوسف ہمدانیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ایک مرتبہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ بغداد تشریف لے گئے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ابھی جوان تھے۔ وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے اور اپنے احوال اور مشکلات ان کے سامنے بیان کیں۔ حضرت خواجہ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور تمام مشکلات کا حل بیان فرمایا۔ پھر حضرت خواجہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے عبدالقادر! آپ وعظ کریں (ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر نے خود عرض کی کہ مجھے اندر سے آواز آتی ہے کہ وعظ سناؤ)۔ انہوں نے کہا کہ حضرت میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحائے عرب کے سامنے کیسے بول سکوں گا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: آپ کو فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، لغت، قرآن و حدیث پر عبور حاصل ہے، آپ میں صلاحیت موجود ہے، منبر پر چڑھیں اور وعظ کہیں۔ میں آپ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جس کی اصل اور شاخیں زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

حضرت خواجہ کے اسی ارشاد پر حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ ہفتہ میں چار دن بغداد کی جامع مسجد، عید گاہ اور اپنے مدرسہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ یہ مواعظ اس قدر مقبول اور پر تاثیر ثابت ہوئے کہ سارے شہر سے ایک جم غفیر جمع ہوتا تھا اور لوگ وعظ کی تاثیر سے زار زار روتے تھے۔ موجودہ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ ان مواعظ سے جذبہ جہاد پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں عراق سے ہزاروں کی تعداد میں رضاکار سلطان نورالدین اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی فوج میں شامل ہو کر صلیبیوں کے خلاف لڑے اور مسلمانوں نے بالآخر بیت المقدس کو دوبارہ فتح

www.maktabah.org

کر کے شام و فلسطین کے بڑے حصہ سے صلیبیوں کو نکال دیا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیاء نے تعلق باللہ اور مشاہدہ حق کی اصل غائت کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے سیاسی و معاشرتی مسائل میں گہری دلچسپی لی اور روحانی تصرف اور عملی اقدام کے ذریعے اپنا کردار انجام دیا۔

اقوالِ زریں

۱) سماع حق تعالیٰ کی جانب سے اور حق تعالیٰ کی طرف ایک سفیر ہے۔ وہ ارواح کی خوراک، اجسام کی غذا، قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقاہے۔ وہ پردہ کو پھاڑنے والا اور بھید کو ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔ وہ دنیا میں ہر فکر، ہر لحظہ، ہر تدبر، ہوا کے ہر جھونکے، درخت کی ہر حرکت اور ناطق کے ہر نطق سے ہوتا ہے۔ چنانچہ تُو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ و حیران، مقید و اسیر اور صاحب خشوع و مستی دیکھتا ہے۔

۲) ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں کچھ دیر پہلے حضرت احمد غزالیؒ کے پاس تھا۔ وہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اسی اثنا میں ان پر غیبت طاری، ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور میرے منہ میں لقمہ رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے فرمایا: تِلْكَ خَيالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَه (یہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی پرورش کی جاتی ہے)۔

۳) اللہ تعالیٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ستر ہزار مقربین فرشتے پیدا کیے اور ان کو اپنی بارگاہ میں عرش اور کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ ان کا لباس سبز صوف ہے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں ہیں۔ وہ اپنی تخلیق کے وقت سے حالتِ وجد میں سرگشتہ و حیران اور مست کھڑے ہیں اور شیفتگی کی شدت کے سبب عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں۔ پس وہ اہل آسمان کے صوفیاء اور بلحاظ نسبت ہمارے بھائی ہیں۔ اسرافیلؑ ان کے قائد و مرشد اور جبریلؑ ان کے رئیس و متکلم ہیں اور حق تعالیٰ ان کا انیس و ملیک ہے۔ پس ان پر سلام و تحیہ ہو۔

www.maktabah.org

۴) تم اللہ تعالیٰ سے صحبت رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ سے صحبت رکھتا ہو۔

کرامات وحکایات

۱) ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کی کہ فرنگی میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ وہ واپس آجائے۔ آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ اس کی بیڑی توڑ دے اور اسے فی الفور غم سے نجات دے۔ پھر آپ نے اس عورت سے کہا کہ صبر کر اور اپنے گھر کو جا، تیرا لڑکا تجھے گھر میں مل جائے گا۔ وہ عورت واپس آئی تو لڑکے کو گھر میں موجود پایا۔ اس نے بتایا کہ میں قسطنطنیہ میں قید تھا۔ نگہبان میرے گرد تھے۔ اچانک ایک اجنبی شخص ظاہر ہوا اور مجھے آنکھ جھپکنے میں یہاں لے آیا۔ وہ عورت حضرت خواجہ کے پاس گئی اور سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا: تجھے خدا کے حکم سے تعجب ہوتا ہے۔

۲) ایک مرتبہ حضرت خواجہ وعظ فرمارہے تھے۔ وہاں دو فقیہہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ تم بدعتی ہو۔ آپ کے منہ سے نکلا: خاموش رہو، تمہیں موت آئے۔ ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ دونوں اسی جگہ مر گئے۔

۳) حضرت خواجہ ۵۱۵ھ میں بغداد تشریف لائے۔ ایک دن مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرمارہے تھے کہ ابن سقا نامی ایک فقیہہ اٹھا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا، مجھے تیرے کلام سے کفر کی بو آتی ہے، شاید تیری موت اسلام پر نہ ہو گی۔ کچھ عرصہ بعد شاہ روم کی طرف سے ایک عیسائی سفیر خلیفہ کے پاس بغداد آیا۔ ابن سقا دنیاوی لالچ میں اس کے پاس گیا اور اس سے دوستی پیدا کی۔ آخر اس سے درخواست کی کہ مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چلو، میں عیسائیت قبول کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ شاہ روم کے دربار میں آکر نصرانی ہوا اور اسی پر مرا۔ ابن سقا عالم اور حافظ قرآن تھا۔ اس کی مرض الموت کے دوران ایک شخص نے اسے قسطنطنیہ میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہیں قرآن اب بھی یاد ہے اس نے کہا: سب بھول گیا صرف یہ آیت یاد ہے رُبَمَا یَوَدُّ

www.maktabah.org

الَّذِین کَفَرُوا لَو کَانُوا مُسلِمِین۔ (بعید نہیں کہ وہ وقت آئے جب کافر لوگ پچھتا کر آرزو کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے)

وفات آپ نے ہرات سے مرو جاتے ہوئے راستہ میں بمقام بامئین ۲۷ رجب ۵۳۵ھ بمطابق ۱۱۴۰ء کو وفات پائی۔ وہیں آپ کی تدفین امانتاً کر دی گئی۔ بعد میں آپ کے مریدین آپ کا جسد مبارک مرو لے آئے جہاں آج آپ کا مزار ہے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
نفحات الانس	مولانا جامی
وفیات الاعیان	ابن خلکان
صوفی آرڈرزان اسلام	ٹری منگھم
بہجۃ الاسرار	الشطنوفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

گیارھواں باب

حضرت خواجہ عبدالخالق غُجدوانی رحمتہ اللہ علیہ

م۔۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کا مقام

حضرت یوسف ہمدانیؒ تک تمام مشائخ سلسلہ نقشبندیہ کے حصہ ذہبیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یعنی اس وقت تک سلسلہ کا باقاعدہ نام اور منفرد تنظیم نہ تھی۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے حصہ تربیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ سے یہ سلسلہ، سلسلہ خواجگان کہلانے لگا۔ بعد میں حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ کی زوردار شخصیت نے اسے سلسلہ نقشبندیہ کا نام دیدیا۔ حضرت خواجہ غجدوانیؒ سے حضرت خواجہ نقشبندؒ تک سات نامور مشائخ کو آج بھی ہفت خواجگانِ نقشبند کہا جاتا ہے۔ یوں حضرت خواجہ غجدوانی ہفت خواجگانِ نقشبند کے سرخیل ہیں۔ آپ نے سالک کی تربیت کے لئے چند قواعد مقرر کیے۔ اس سلسلہ کے مزاج اور ہیئت ترکیبی میں آپ کی چھاپ بہت گہری ہے۔

وسط ایشیا (ترکستان) خواجگانِ نقشبند کی روحانی تربیت کا مرکز تھا۔ یاد رہے کہ ۱۱۵۷ء میں اس علاقہ پر خوارزم شاہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ یہ حکومت سلاجقہ کے زوال پر عالم وجود میں آئی اور ۱۲۱۹ء میں وسط ایشیا پر چنگیز خان کی طوفانی یلغار تک قائم رہی۔ مغرب یعنی شام و فلسطین میں مسلم بیداری کی نئی لہر اٹھ رہی تھی اور سلطان نورالدین صلیبیوں کو بتدریج پسپا کر رہا تھا۔ ۱۱۷۴ء میں اس کی وفات پر تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت سلطان صلاح الدین ایوبی کا دور شروع ہوا۔

پیدائش

حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کے آباء و اجداد بلاد روم (ایشیائے کوچک۔ موجودہ ترکی) کے رہنے والے تھے اور حضرت امام مالکؒ کی اولاد تھے۔ آپ کی والدہ سلطان روم کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام

www.maktabah.org

عبدالجمیلؒ تھا جو خود بھی کبار اولیاء سے تھے اور امام کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ خواجہ خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ خواجہ خضرؑ نے امام عبدالجمیلؒ کو بشارت دی کہ آپ کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام عبدالخالق رکھنا، اس کو ہم اپنی فرزندی میں لیں گے اور اپنی نسبت سے بہرہ ور کریں گے۔

کچھ عرصہ بعد شیخ امام عبدالجمیلؒ حوادثِ زمانہ کے زیر اثر بلاد روم سے ترک وطن پر مجبور ہوئے اور ماوراء النہر کے علاقہ میں آکر بخارا سے چھ فرسنگ دور قصبہ غُجدوان میں آباد ہوگئے۔ یہیں حضرت عبدالخالق کی پیدائش ہوئی۔

تعلیم و تربیت

بخارا کی سرزمین اس وقت اسلامی علوم و فنون کا عظیم مرکز تھی۔ ایسے علمی ماحول میں آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل مکمل کی۔ تفسیر میں آپ کے استاد صدر الدینؒ تھے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے: اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْیَۃً۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن (اپنے رب کو زاری اور خفیہ طور پر پکارو۔ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) تو آپ نے اپنے استاد سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود جو خفیہ طور پر پکارنے کا فرمایا ہے اس کا کیا طریقہ ہے۔ کیونکہ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کرتے وقت اپنے اعضاء کو حرکت دے تو غیر شخص اس سے آگاہ ہو جائے گا اور ذکر خفیہ نہ رہے گا اور اگر دل میں ذکر کرے تو پھر بھی شیطان اس سے واقف ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے: اَلشَّیْطَانُ یَجْرِیْ فِیْ عُرُوْقِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّم (شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے) پھر خفیہ طور پر ذکر کیسے ممکن ہے۔ استاد نے کہا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو کوئی اہل اللہ تجھے ملے گا اور تمہیں پتہ چل جائے گا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہؒ ہمیشہ کسی ایسے ہی مرد کامل کے منتظر رہتے تھے۔ ایک دن جمعہ کے روز آپ اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ ایک ضعیف العمر شخص آئے۔ حضرت خواجہؒ نے ان کی بڑی عزت و تعظیم کی۔ نووارد بزرگ نے کہا: اے نوجوان میں تم میں بزرگی کے آثار دیکھتا ہوں۔ تو نے کہیں بیعت کی ہے یا نہیں۔ حضرت خواجہ بولے: میں تو مدت سے اسی کی تلاش میں ہوں۔ بزرگ نے فرمایا: میں خضر ہوں۔ میں نے تجھے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ ایک سبق تجھے بتاتا ہوں، اس پر

www.maktabah.org

مداومت رکھنا، تیرے کام میں کشائش ہوگی۔ پھر فرمایا: حوض میں غوطہ مار اور دل سے
لا اله الا الله محمد رسول الله کہہ۔ حضرت خواجہ نے اس کی تعمیل کی۔

اسکے بعد حضرت عبدالخالقؒ خواجہ خضر علیہ السلام کے بتائے ہوئے سبق میں مشغول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے باطن میں کشائش عظیم واقع ہوئی اور ان پر اسرار کھل گئے۔ اسی اثنا میں حضرت یوسف ہمدانیؒ بخارا میں تشریف لائے۔ حضرت عبدالخالقؒ ان کی صحبت میں باقاعدگی سے حاضر رہنے لگے اور آپ کو ان کی صحبت سے فوائد کثیرہ حاصل ہوئے۔ تاہم آپ اسی سبق کا تکرار کرتے رہے جو خواجہ خضرؑ نے عنائت فرمایا تھا۔ یوں حضرت خواجہ کے پیرِ سبق خواجہ خضر علیہ السلام تھے اور پیرِ صحبت و خرقہ حضرت یوسف ہمدانیؒ تھے۔ حضرت یوسف ہمدانیؒ کا طریقہ ذکر جہر کا تھا مگر چونکہ حضرت عبدالخالقؒ کو خواجہ خضرؑ نے ذکر خفی تعلیم فرمایا تھا اس لئے حضرت یوسفؒ نے انہیں ذکر جہر کا حکم نہ دیا بلکہ یہ فرمایا کہ خواجہ خضرؑ نے جو حکم دیا ہے، اسی طرح کیے جاؤ۔ ایک بار حضرت عبدالخالقؒ نے یہ فرمایا کہ میری عمر ابھی بائیس سال تھی کہ خواجہ خضر علیہ السلام نے میری تربیت کے واسطے حضرت یوسف ہمدانیؒ کو وصیت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت یوسفؒ بخارا سے واپس ہمدان چلے آئے تو مدت دراز تک حضرت عبدالخالقؒ مجاہدات وریاضت میں مصروف رہے۔ اس دوران وہ اپنے حالات عام لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔

ذکر خفی کا جو طریقہ خواجہ خضرؑ کی طرف سے حضرت غُجدوانیؒ کو ودیعت کیا گیا تھا، سلسلہ نقشبندیہ کے مزاج کا حصہ بن گیا اور اس سلسلہ کے مشائخ اسی پر کاربند رہے۔

اقوال زریں

۱) ایک روز حضرت خواجہؒ اپنی عبادت گاہ میں روتے تھے تو مریدوں نے عرض کی کہ آپ ایسے عمدہ اطوار اور خوش اوقات ہیں پھر اس رونے اور خوف کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا: جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا خیال کرتا ہوں تو ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ گویا جان قالب سے باہر آرہی ہے۔ اس بات کا خوف آتا ہے کہ شاید بے ارادہ یا

www.maktabah.org

نادانستہ مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو گیا ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ آپ جس جگہ بیٹھتے تھے، آپ پر ایسا خوف خدا طاری رہتا کہ ایسا معلوم ہوتا گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

۲) ایک درویش نے آپ سے دریافت کیا کہ تسلیم کسے کہتے ہیں۔ فرمایا: تسلیم یہ ہے کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے جنت خریدی ہے، اس وعدہ کو آج بھی تسلیم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰه اشْتَرٰی مِنَ الْمُومِنِیْن اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّه (اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کے بدلے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں)۔ جان و مال کی تسلیم اس طرح ہوتی ہے کہ اپنی جان کو حق تعالیٰ کی ملکیت سمجھے اور حق تعالیٰ کو اپنے مال کے خرچ کا وکیل جانے اور جہاں تک ہو سکے اپنی جان اور مال سے بندگان خدا کے ساتھ بے لوث نیکی کرے۔ مال دنیا کو اپنے دل میں کوئی جگہ نہ دے اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلوں پر سر تسلیم خم کرے۔

۳) ایک درویش نے سوال کیا کہ فراغت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا: فراغتِ دل یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل میں راہ نہ پائے۔ یہ بھی نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو جائے۔ حق تعالیٰ نے آنحضور ﷺ سے فرمایا: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یعنی جب تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے، اس وقت میری بارگاہ میں مشغول ہو۔ جو لوگ اشغال دنیا، خرید و فروخت اور مخلوق سے معاملہ داری کے دوران اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرماتا ہے: رِجَالٌ لَا تُلْهِیْهِم تِجَارَةٌ وَلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰه (وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی)۔ اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ تو سبحان اللہ ورنہ جان و مال سے ان لوگوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا اور ان کے لئے فراغت کا سامان مہیا رکھو تا کہ ان کی کمائی میں تمہارا حصہ رہے اور اس لقمہ کی قوت سے ان لوگوں سے جو طاعت و عبادت ہو، اس کا ثواب تمہیں بھی ملے اور ان کے درجات و مقامات تمہارے نامہ اعمال میں بھی درج ہوں اور قیامت کے روز ان کی خدمت و محبت میں اٹھو۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے)۔ یہ حضرات خاصیت لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ" (آنحضور ﷺ کا فرمان کہ اللہ کے

www.maktabah.org

ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) رکھتے ہیں اور جذبات الوہیت کے تصرف کے ساتھ ان پر اہل زمین و آسمان کے عقدے کھل جاتے ہیں۔ کیونکہ جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ اللّٰهِ توازِی عَملَ الثَّقَلین (اللہ تعالیٰ کے جذبات میں سے جذبہ جو جن و انس کے عمل کا احاطہ کرتا ہے)۔ اس وقت اس جانی و مالی خدمت کرنے والے کو جو نصیب پہنچتا ہے، اہل مشرق و مغرب اس کا حساب نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی طرف اشارہ ملتا ہے: وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيا (جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر)۔

۴) کسی نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ عالم کی عقوبت کسے کہتے ہیں۔ فرمایا: جس وقت کوئی مرد عالم آخرت کی طلب سے ہٹ کر دنیا کی طلب میں مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں یہ عقوبت دیتا ہے کہ اطاعت کی لذت سے اسے محروم کر دیتا ہے اور وہ کاہل ہو کر نیکیوں سے رہ جاتا ہے۔ اس وقت اسے عقوبتِ آخرت میں مبتلا کرتا ہے۔

۵) کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ نماز میں خشوع سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: نمازی کو اللہ کا خوف اور خشیت اس قدر ہو کہ اگر اسے تیر بھی مارا جائے تو اسے خبر نہ ہو۔

۶) فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک کو بھی دوست رکھے گا تو دوزخ اس کی رگ گردن سے بھی نزدیک ہو جائے گا۔ اول عمدہ کھانا، دوم امیروں کی صحبت، سوم عمدہ پوشاک۔ کیونکہ غالب یہ ہے کہ یہ تینوں کام ہوائے نفس سے ہوتے ہیں اور جو شخص ہوائے نفس کے تابع ہو، اس کی جگہ دوزخ ہے۔

۷) حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں اپنے مکان میں مشغول عبادت تھا۔ میرے پڑوس میں ایک عورت رہا کرتی تھی جو اپنے خاوند سے جھگڑتی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اس قدر مدت گذری کہ میں تیرے گھر آئی، بھوک پیاس میں صبر کیا، گرمی سردی کی تکلیف برداشت کی، جو تو نے دیا اس پر قناعت کی زیادہ کا نام نہ لیا، تیری عزت و آبرو کی حفاظت کی۔ یہ سب باتیں اس واسطے برداشت کیں کہ تو میرا رہے اور میں تیری رہوں۔ لیکن اگر تیرا دوسری طرف خیال ہو گا تو میرا ہاتھ ہو گا اور خواجہ

www.maktabah.org

عبد الخالق کا دامن، اور جب تک میں اپنا انصاف نہ کرالونگی، ان کا دامن نہ چھوڑوں گی۔ حضرت خواجہ فرمانے لگے کہ میرے دل پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور خیال آیا کہ ایک عورت مخلوق کی محبت میں اس قدر ثابت قدم ہے کہ اس کے لئے تمام سختیاں برداشت کیں۔ یہ بات سالکِ راہ کے لئے ایک سبق ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے غور کیا تو قرآن مجید سے بھی اس کی شہادت ملی: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ (اللہ اپنی ذات سے شرک کو معاف نہیں کرتا، اس کے علاوہ دوسری باتوں کو معاف کردیتا ہے) یعنی اگر تو تمام گناہ لائے مگر ان میں شرک کا گناہ نہ ہو تو سب بخش دوں گا اور اگر شرک ماسواء کو باطن میں جگہ دے گا تو ہماری رحمت سے محروم رہے گا۔

۸) ایک روز حضرت خواجہ کے حضور میں کسی درویش کے منہ سے نکلا کہ اگر مجھے بہشت دوزخ میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیں تو میں دوزخ کو اختیار کروں کیونکہ میں نے کبھی نفس کی مراد پوری نہیں کی اور بہشت مرادِ نفس ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بندہ کو اختیار سے کیا مطلب۔ وہ جس جگہ بھیجے، وہاں جائے۔ جس جگہ رکھے وہاں رہے۔ بندگی کا طریقہ تو یہی ہے۔

۹) ایک درویش نے آپ سے پوچھا کہ سالکانِ طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا: جو سالک فنائے نفس کے مقام تک نہ پہنچا ہو، شیطان اس پر غصہ کی حالت میں قابو پاتا ہے۔ لیکن جو اس مقام پر پہنچ گیا ہو اس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے، شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور یہ صفت اس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں اور سنت رسول اللہ ﷺ کو بائیں ہاتھ میں لیے ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

کرامات وحکایات

۱) ایک روز حضرت خواجہؒ عقیدت مندوں کی کثیر جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک جوان زاہدانہ لباس پہنے، جانماز کندھے پر ڈالے آیا اور کونے میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے اسے دیکھا اور اس کی اصلیت کو پہچانا۔ تھوڑی دیر بعد وہ

www.maktabah.org

جوان کھڑا ہوااور کہا کہ حدیث میں آیا ہے اِتَّقُوا فَراسَۃَ الْمُومِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنا زنار توڑ ڈال اور ایمان قبول کر۔ جوان نے احتجاجاً کہا کہ خدا نہ کرے میں زنار پہنوں۔ حضرت نے خادم کو اشارہ کیا۔ خادم نے اس کی قمیض اتار کر دیکھا تو زنار موجود تھا۔ جوان نے اسی وقت توبہ کی اور ایمان قبول کیا۔ حضرت خواجہؒ نے مجمع کو مخاطب ہو کر فرمایا: دوستو! آؤ ہم بھی اس نو مسلم کی طرح اپنے زنار توڑ ڈالیں اور ایمان لائیں۔ جس طرح اس نے زنار ظاہری توڑا ہے، ہم اپنے زنار باطنی جس سے مراد خود پسندی ہے توڑ ڈالیں تا کہ اس جوان کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ سن کر مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور وہ حضرت کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

۲) بخارا میں ایک مجذوبہ عورت گلی کوچوں میں برہنہ پھرا کرتی تھی۔ لوگ اس سے کہتے کہ تو کپڑے کیوں نہیں پہنتی تو وہ جواب دیتی کہ اس شہر میں مرد کون ہے کہ اس سے پردہ کروں۔ ایک روز صبح کے وقت نانبائی کی دکان پر گئی، تنور گرم تھا۔ اس میں جا بیٹھی اور کہا کہ اس کا منہ بند کر دو کیونکہ ابھی ایک مرد اس شہر میں آیا ہے۔ اس سے اپنے آپ کو چھپاتی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد لوگوں نے تنور کا منہ کھولا اور پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ کپڑے لاؤ تا کہ میں پہنوں۔ لوگ کپڑے لائے۔ وہ تنور سے نکلی، کپڑے پہنے۔ آگ سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوا تھا۔ سب حیران رہ گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ولیہ ہے۔ لوگوں نے قسم دے کر پوچھا کہ سچ بتا وہ مرد کون ہے جس سے تو پردہ کرتی ہے۔ اس نے کہا میرے ساتھ آؤ کہ میں ان کی زیارت کو جاتی ہوں۔ وہ حضرت خواجہ غجدوانیؒ کے پاس گئی جو اسی وقت غجدوان سے بخارا میں تشریف لائے تھے۔ حضرت اسے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ دونوں کی آپس میں کچھ باتیں ہوئیں جنہیں حاضرین میں سے کوئی بھی سمجھ نہ سکا۔

۳) ایک مرتبہ آپ مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ حج بیت اللہ کو جا رہے تھے کہ راستے میں سب کو پیاس لگی۔ وہ ایک کنوئیں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول نہ تھا۔ سب لوگ بہت مایوس ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں،

www.maktabah.org

تم پانی پیو اور وضو کرو۔ مریدوں نے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ اس میں ضرور کچھ بھید ہے اور ان کے دل میں پانی ملنے کی امید پیدا ہو گئی۔ چنانچہ وہ دوبارہ کنوئیں پر گئے۔ دیکھا تو حضرت خواجہؒ کی برکت سے کنواں منہ تک بھر گیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن میں پانی بھر لیا۔ اس پر فوراً پانی کنوئیں کی تہ پر پہنچ گیا۔ حضرت خواجہؒ کو جب اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی نیچے نہ جاتا۔

۴) جب حضرت خواجہؒ کا آخری وقت آیا، مریدین اور فرزند وہاں موجود تھے۔ آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ اے عزیزو! خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارتِ رضا دی ہے۔ تمام اصحاب رونے لگے اور عرض کی کہ ہمارے واسطے بھی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ جو شخص اس طریقہ (نقشبندیہ) پر تا آخر استقامت رکھے گا، میں اس پر رحمت کروں گا اور اسے بخشوں گا۔ کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علیحدہ نہ ہو اور اس پر قائم رہو۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّه (اے نفس مطمئن واپس چل اپنے رب کے پاس اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے)۔ اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔

وصیت نامہ

حضرت عبدالخالق غُجدوانیؒ نے اپنے خلیفہ خواجہ اولیاء کبیرؒ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر وصیت فرمائی۔ یہ وصیت نامہ آدابِ طریقت کا حصہ بن گیا اور سالک کے لئے دستور العمل کا کام دیتا ہے۔ فرمایا:

"اے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف اور عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے احوال کی نگہبانی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ اللہ اور رسول کے حقوق کی پاسداری کرو۔ والدین اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو تاکہ ان باتوں سے تم رضائے الٰہی سے مشرف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لاؤ تاکہ وہ تمہارا حافظ رہے۔ قرآن پاک کی تلاوت کو لازم پکڑو خواہ یہ تلاوت

www.maktabah.org

بلند آواز سے ہو یا آہستہ، زبانی ہو یا ناظرہ اور قرآن پاک کی تلاوت تدبر، خوف اور گریہ سے کرو اور تمام امور میں قرآن پاک کی پناہ لو کیونکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قرآن پاک ہے۔ علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ ہٹو اور حدیث کا علم حاصل کرو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ مذہب سنت و جماعت اور ائمہ سلف کے مسلک پر قائم رہو کیونکہ جو نئی باتیں پیدا ہوئی ہیں، وہ گمراہی ہیں۔ عورتوں، نوجوانوں، بدعتیوں اور امیروں سے صحبت نہ رکھو کیونکہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں۔ دنیا میں دو روٹی پر راضی رہو۔ اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو ورنہ خلوت نشین رہو۔ حلال کھاؤ کیونکہ حلال خیر کی کنجی ہے اور حرام سے بچو ورنہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ اسی پر ثابت قدم رہو تاکہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔ حلال پہنو تاکہ عبادت کی لذت پاؤ۔ حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ ایک دن تم میدانِ حساب میں کھڑے ہو گے۔ رات دن نماز پڑھو اور جماعت ترک نہ کرو۔ امام اور موذن نہ بنو۔ دستاویزوں پر اپنا نام نہ لکھو اور نہ قاضیوں کی کچہری میں حاضر ہو۔ لوگوں کی وصیتوں میں نہ پڑو اور لوگوں سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرو کہ گمنام رہو تاکہ نیک نام ہو جاؤ۔ سفر بہت اختیار کرو تاکہ نفس کو ذلت ہو۔ خانقاہیں نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں بیٹھو۔ کسی کی طرف سے اپنی مذمت پر غمگین نہ ہو اور نہ کسی کی مدح سرائی سے مغرور ہو۔ لوگوں سے حسن خلق کے ساتھ معاملہ کرو اور کوئی نیک ہو یا بد تم ہر حال میں ادب سے رہو۔ تمام مخلوق پر رحم کرو۔ قہقہہ مار کر نہ ہنسو کیونکہ قہقہہ غفلت کے سبب ہوتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے، اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ رویا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو بلکہ خوف و امید کے درمیان زندگی گزارو کیونکہ سالکوں کا یہی مقام ہے کہ انہیں کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید۔

اے فرزند! شیخ اپنے مرید کے لئے باپ کی طرح ہوتا ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو قرب الٰہی میں پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہو سکے تو نکاح نہ کرو کیونکہ اس طرح تم دنیا کے طالب ہو جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں برباد ہو جاؤ گے۔ اگر

www.maktabah.org

نفس نکاح کی خواہش کرے تو مجاہدہ کرو، ہمیشہ دل میں آخرت کا غم رکھو اور موت کو یاد کرو۔ ریاست کی خواہش نہ کرو کیونکہ ریاست کے خواہاں کو سالکِ طریقت نہیں کہنا چاہیے۔ تمہیں چاہیے کہ اکثر روزہ رکھو کیونکہ روزہ نفس کی سرکوبی کرتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ، سبک بار، دیانتدار، پرہیزگار اور باورع رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں حلیم اور ثابت قدم رہو۔ مشائخ کی جان و مال سے خدمت کرو اور ان کے دل کا خیال رکھو۔ کسی شیخ کا انکار مت کرو سوائے اس امر کے جو خلاف شرع ہو۔ اگر مشائخ کا انکار کرو گے تو نجات نہیں ہو گی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگو اور نہ اپنے واسطے ذخیرہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کرو جو یہ فرماتا ہے کہ اے بنی آدم میں ہر روز تیرے لئے روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو تکلیف مت دے۔ توکل کے بھروسہ پر قدم رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَن يَّتَوَكَّل عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے کافی ہے)۔ یقین کرو کہ رزق قسمت میں لکھا ہے۔ جوانمرد بنو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا اسے خلق خدا پر صرف کرو۔ بخل اور حسد سے بچ کر رہو کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کے روز دوزخ میں جائیں گے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کرو کیونکہ آرائشِ ظاہری باطن کی خرابی کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتماد کرنے کا مطلب سب خلق سے ناامید ہونا ہے لہٰذا کسی سے امید نہ رکھو اور نہ انس رکھو۔ ہمیشہ سچی بات کہو اور ڈرو نہیں۔ اپنے نفس کی جائز ضروریات کا خیال رکھو تاکہ وہ درست رہے مگر اسے عزیز نہ رکھو۔ غیر ضروری باتوں سے زبان بند رکھو، لوگوں کو نصیحت کرو، کم کھاؤ۔ جب تک کھانے کی شدید خواہش نہ ہو، مت کھاؤ۔ جب تک کلام کی ضرورت نہ ہو، مت بولو۔ جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو، مت سوؤ اور پھر جلد اٹھ بیٹھو۔ سماع میں زیادہ نہ بیٹھو کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور سماع کی زیادتی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ مگر سماع کا انکار بھی نہ کرو کیونکہ اصحابِ سماع بہت ہیں۔ سماع اس شخص کو روا ہے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو اور جس شخص میں یہ بات نہ ہو اس کے لئے نماز روزہ میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے۔ چاہیے کہ ہمیشہ کے لئے تیرا دل فکرمند، تیرا بدن نماز میں مشغول، تیرا عمل خالص، تیری دعا مجاہدہ، تیرے کپڑے پرانے، تیرے ساتھی درویش، تیرا گھر مسجد، تیرا مال مسائل کی کتابیں، تیری آرائش ترکِ دنیا اور تیرا دوست اللہ تعالیٰ ہو۔

www.maktabah.org

جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرو اوّل فقیری کو امیری پر ترجیح دے، دوم علم کو دنیا کے کاموں پر ترجیح دے، سوم ذلت کو عزت سے بہتر جانے، چہارم علم ظاہر وباطن کا بینا ہو اور پنجم موت کے واسطے مستعد رہے۔

اے فرزند! دنیا پر مغرور نہ ہو کیونکہ صبح یا شام یہاں سے کوچ ہو جائے گا۔ چاہیے کہ خلوت میں تنہا ہو کر خوف خدا سے شکستہ دل رہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش میں غرق ہو جاؤ۔ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو کہ گویا تم مسافر ہو اور دنیا سے اس طرح مجرد جاؤ کہ قیامت کے دن یہ معلوم نہ ہو سکے کہ تم کس گروہ سے تھے۔

اے فرزند! جس طرح میں نے اپنے پیر سے یہ وصیتیں سن کر یاد کر لی تھیں اور عمل کیا تھا، اسی طرح تم بھی انہیں یاد کر لو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں تمہارا حافظ ہو گا۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کا پیر ہونا مسلم ہے اور جو شخص ان باتون پر عمل پیرا ہو گا وہ انشاء اللہ منزل مقصود پر پہنچے گا"۔

وفات

حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ بمطابق ۱۱۷۹ء بمقام غُجدوان واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک وہیں ہے۔

بعد وفات کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ زیر عرش ایک نورانی تخت پر بیٹھے ہیں اور فرشتے آپ کے گرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

سالک کے لئے چند اصول

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ طریقہ نقشبندیہ (جو پہلے سلسلہ خواجگان کہلاتا تھا) کی باقاعدہ تنظیم حضرت خواجہ غجدوانیؒ سے شروع ہوئی۔ ذکر خفی، سماع وغیرہ کے بارے میں آپ کا عمل اس طریقہ کے مزاج کا حصہ بن گیا۔ اگرچہ بعض بزرگ ان معاملات میں اپنی الگ ذاتی رائے بھی رکھتے تھے تاہم اس طریقہ کے سالکین کا عمومی طرز عمل یہی رہا۔ آپ کا وصیت نامہ ایک جامع دستور العمل کا کام دیتا رہا اور سالکین طریقہ اس سے روشنی اور ہدایت حاصل کرتے رہے۔

اس کے علاوہ آپ نے آٹھ اصول وضع کیے جو سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد ہیں :

۱) هوش در دم: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اس بات سے ہوشیار رہے کہ اس کا ہر سانس یاد الٰہی کے ساتھ ہو نہ کہ غفلت میں۔ یعنی سانس کے اندر آنے اور باہر

www.maktabah.org

جانے کے دوران اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے اور اس کا کوئی سانس بھی غفلت کی وجہ سے ضائع نہ ہونے پائے۔

۲) نظر بر قدم: یعنی سالک کو چاہیے کہ راہ چلتے وقت نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے۔ ہر وقت اس کی نظر سامنے ہو۔ وہ بلاوجہ دائیں بائیں اور ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ اس سے باطن میں فساد کا اندیشہ ہے اور مقصد کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ گویا ہوش در دم سے اندرونی انتشار سے بچنا مقصود ہے اور نظر بر قدم بیرونی خلفشار سے دور رہنے کی سعی ہے۔ روحانی سطح پر اس کلمہ کا مطلب یہ بھی لیا جاتا ہے کہ سفرِ باطن طے کرنے میں تیزی آئے یعنی سالک کی جہاں نظر پڑے، وہیں اس کا قدم بھی پہنچے اور اس کی باطنی رفتار اس کی دور نگاہی کا ساتھ دے۔

۳) سفر در وطن: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی صفات بشریہ سے الگ ہو کر صفات ملکیہ کی طرف جائے یعنی بشری تقاضوں کے تحت جو سفلی صفات انسانی فطرت میں موجود ہیں، ان کو ترک کر کے اپنے اندر عُلوی صفات پیدا کی جائیں۔ سلوک طریقت کے ضمن میں اس کلمہ کی تشریح یوں بھی کی جاتی ہے کہ سالک اپنے مطلوب کو اپنے اندر تلاش کرے۔ اسے سیر انفسی کہتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کا یہی خاصہ ہے۔ جبکہ دوسرے طریقے مطلوب کو اپنے سے باہر تلاش کرتے ہیں جسے سیر آفاقی کا نام دیا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک سیر انفسی سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی پر ختم کرتے ہیں جبکہ دوسرے سلاسل سیر آفاقی سے شروع کر کے سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں۔

۴) خلوت در انجمن: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک دنیاوی کاموں اور مجالس میں مصروف ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کیے رکھے کہ گویا وہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔ یعنی اپنی نشست و برخاست، کھانے پینے، بات چیت وغیرہ کے دوران سالک کا قلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل نہ رہے گویا وہ بظاہر خلائق کے ساتھ اور بباطن اپنے مطلوب کے ساتھ رہے۔ شروع میں خلوت کی صورت بہ تکلف پیدا کی جاتی ہے لیکن آخر میں یہ کیفیت بے تکلف آجاتی ہے۔ اس کی وضاحت حضرت خواجہؒ کے جانشین خواجہ اولیاء کبیرؒ نے یوں کی ہے کہ سالک اگر بازار

www.maktabah.org

میں بھی جائے تو ذکر خفی میں استغراق کے سبب کوئی آواز نہ سننے پائے۔ حضرت عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر میں مشغول رہنے کی صحیح کوشش اور مجاہدہ کیا جائے تو پانچ چھ روز میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ سالک کو چلہ کرانے کے بجائے اسی خلوت در انجمن پر زور دیتے ہیں کیونکہ اس میں دائمی چلہ کی کیفیت موجود ہے۔

۵) یاد کرد: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں رہے اور ذکر جاری رہے خواہ یہ ذکر زبانی ہو یا دل میں کیا جائے۔ بقول حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ کی تلقین کے مطابق ذکر میں بہ تکلف مشغول رہے یہاں تک کہ مرتبہ حضوری حاصل ہو جائے۔

۶) باز گشت: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ذکر کرتے وقت خاص وقفے کے بعد یہ الفاظ دہرائے: "الٰہی میرا مقصود تُو اور تیری رضا ہے۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما"۔ اس سے ذکر کے اصل مقصود کی طرف توجہ لوٹ آتی ہے اور سالک ذہنی انتشار سے محفوظ رہتا ہے۔

۷) نگاہ داشت: اس کی وضاحت یوں کی گئی کہ قلب کو خطرات وظنون اور خیالات نفس سے پاک رکھا جائے تاکہ پورے انہماک کے ساتھ ذکر کا شغل جاری رہے۔

۸) یاد داشت: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ الفاظ و خیال کے بغیر بھی وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے گویا اسے دائمی حضوری و آگہی حاصل ہو جائے۔ جب سالک اس حال کو پہنچ جاتا ہے تو اسے اپنے وجود کا احساس بھی نہیں رہتا۔ اس حالت کو مقام فنا بھی کہتے ہیں۔

بعد میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے ان میں مزید تین اصولوں کا اضافہ کیا:

۱) وقوف زمانی: اس کا ایک مطلب تو ہوش در دم سے ملتا جلتا ہے یعنی سالک ہر وقت اپنے نفس اور سانس کی آمد و رفت سے واقف رہے اور خیال رکھے کہ ہر سانس حضوری میں گزر رہا ہے یا غفلت میں دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے اور اپنے اوقات کا محاسبہ کرے۔ اگر اس کا وقت اطاعت میں بسر ہوا ہے تو

www.maktabah.org

شکر بجالائے اور اگر گناہ یا غفلت کی نذر ہو گیا ہے تو توبہ واستغفار کرے۔

۲) وقوفِ عددی: اس سے مراد یہ ہے کہ سالک نفی اثبات کرتے وقت ذکر کی تعداد سے واقف رہے اور ایک سانس میں طاق عدد پر ذکر کرے نہ کہ جفت عدد پر۔ بزرگوں نے ایک سانس میں اکیس[۲۱] عدد نفی اثبات کیا ہے۔ لیکن اصل چیز تعداد کی زیادتی نہیں بلکہ طاق عدد اور ذکر کی اثر آفرینی ہے۔ اثر یہ ہے کہ نفی (لا الہ) کرتے وقت خود وجود بشریت منفی ہو جائے اور اثبات (الا اللہ) کے وقت صفات الٰہی کے اثرات میں سے کوئی اثر محسوس ہو۔

۳) وقوفِ قلبی: اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت سالک قلب کی کیفیت سے واقف رہے اور اس کی توجہ قلب پر (جو سینہ کے بائیں جانب ہے) مرکوز رہے اور وہ قلب کو ذکر میں مشغول کرے۔

ماخذ کتب

نفحات الانس	مولانا جامی
انیس الطالبین	خواجہ محمد پارسا
رشحات	واعظ کاشفی
حضرات القدس	مولانا بدرالدین سرہندی

www.maktabah.org

حضرت خواجہ عارف رِیوِگری رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ٦١٦ھ / ١٢٢٠ء

آپ کا عہد حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کے عہد میں عالم اسلام میں بعض دور رس اہمیت کے واقعات ظہور میں آئے۔ مغربی حصہ یعنی شام و فلسطین میں صلیبیوں کا زور ٹوٹ رہا تھا اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے ١١٨٧ء میں بیت المقدس پر دوبارہ قبضہ کر کے دوسری صلیبی جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ اس پر یورپ میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور شاہانِ انگلستان، جرمنی اور فرانس نے بہ نفس نفیس اپنی متحدہ افواج کے ساتھ اسلامی دنیا پر حملہ کر کے تیسری صلیبی جنگ کا آغاز کر دیا مگر سلطان صلاح الدین ایوبی نے تن تنہا سارے یورپ کا مقابلہ کر کے صلیبیوں کو شکست دی اور وہ ناکام واپس لوٹ گئے۔

مشرق یعنی بر صغیر پاک و ہند میں سلطان محمد غوری نے ١١٩٢ء میں ترائن کی دوسری لڑائی میں راجا پرتھوی راج کو شکست دے کر اس ملک میں مسلم سلطنت کی بنیاد رکھ دی جو آئندہ کم و بیش ساڑھے چھ سو سال تک قائم رہی۔ اسی سال یعنی ١١٩٢ء میں حضرت معین الدین چشتیؒ اجمیر میں تشریف لائے اور ظلمت کدہ ہند میں عرفان و آگہی کا چراغ روشن کیا۔

ادھر بغداد میں آپ کے ہم عصر سلسلہ سہروردیہ کے امام طریقت حضرت شہاب الدین سہروردیؒ (م۔ ١٢٣٤ء) تھے۔ خود حضرت خواجہ عارفؒ کے علاقہ وسط ایشیا میں سہروردی سلسلہ کی ایک اور شاخ کبراویہ کے بانی حضرت نجم الدین کبرا (م۔ ١٢٢١ء) خوارزم میں مقیم تھے۔

اس دور میں عالم اسلام پر ایک نئی آفت آنے والی تھی۔ چین میں منگول

www.maktabah.org

سیلاب اٹھ رہا تھا جو بالآخر حضرت خواجہ کی وفات کے اگلے سال چنگیز خان کی قیادت میں وسط ایشیا کی تباہی کا موجب بنا۔

مختصر حالات

حضرت خواجہ غجدوانیؒ کے چار نامور خلفاء تھے۔ خواجہ اولیاء کبیرؒ، خواجہ احمد صدیقؒ، خواجہ سلیمان کرمینیؒ اور خواجہ عارف ریوگریؒ۔ ان میں سے موخر الذکر کے توسط سے نسبت طریقہ حضرت خواجہ نقشبند بخاریؒ تک آتی ہے۔اس لئے زیر نظر کتاب کا موضوع آپ ہی کی ذات ہے۔

حضرت خواجہ عارفؒ موضع رِیوگر سے تعلق رکھتے تھے جو شہر بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی بیعت کی اور پھر ساری عمر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور فوائد باطنی میں کمال حاصل کیا۔ حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر خلائق کی رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور متابعتِ سنت ضرب المثل تھی۔ آپ کے مرشد نے طریقہ میں جو روایات قائم کی تھیں ان پر آپ سختی سے عمل پیرا رہے۔

وفات

آپ کی وفات یکم شوال ۶۱۶ھ بمطابق ۱۲۲۰ء کو ہوئی۔ مزار مبارک ریوگر میں ہے۔

ماخذ کتب

تاریخ اسلام	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
نفحات الانس	مولانا جامی
رشحات	واعظ کاشفی

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۷۱۵ھ یا ۶۴۳ھ / ۱۳۱۶ء یا ۱۲۴۵ء

وسط ایشیا کی حالت وسط ایشیا کا علاقہ اس وقت خواجگان نقشبند کا مرکز تھا اور بیشتر مشائخ بخارا کے نواح سے تعلق رکھتے تھے۔ زیر نظر دور اس علاقہ کے لئے مصائب اور تباہی کا دور تھا۔ چنگیز خان نے ۱۲۲۱ء میں اس علاقہ پر حملہ کر کے علاؤ الدین خوارزم شاہ کو شکست دی اور اس کا ٹڈی دل لشکر وسط ایشیا، خراسان، افغانستان اور ایران پر قابض ہو گیا۔ تہذیب و تمدن اور علم و عرفان کے مراکز تباہ ہو گئے۔ بخارا، سمر قند، خوارزم، خیوا، مرو وغیرہ جیسے شہر ویران کر دیے گئے اور لوگوں کا قتل عام ہوا، ذرائع آبپاشی کو منصوبہ بندی کے تحت تباہ کر کے زراعت برباد کر دی گئی۔ چنگیز خان نے ۱۲۲۷ء میں وفات پائی اور اکتائی خان اس کا جانشین بنا جس نے ۱۲۴۲ء تک وسیع منگول سلطنت پر حکمرانی کی۔

برصغیر پاک و ہند میں البتہ سلطان التمش (۱۲۱۱ء تا ۱۲۲۶ء) اور اس کے جانشین سلطنت دہلی کی بنیاد مستحکم کر رہے تھے اور منگولوں کے حملوں کا موثر سدباب کر رہے تھے۔ اس ملک میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (م۔ ۱۲۳۶ء)، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ (م۔ ۱۲۶۵ء) اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ (م۔ ۱۲۶۶ء) جیسے بزرگ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے ہم عصر تھے۔

ابتدائی حالات حضرت خواجہ محمودؒ کا تعلق "انجیر فغنہ" نامی ایک گاؤں سے تھا جو بخارا سے تین فرسنگ دور قصبہ وابکنہ سے متصل تھا۔ آپ کا ابتدائی زمانہ وابکنہ میں گزرا جہاں آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل کی۔ آپ کا ذریعہ معاش گل

www.maktabah.org

کاری تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کی بیعت کی اور ساری عمر ان کی خدمت میں رہ کر مرتبہ کمال حاصل کیا اور اپنے مرشد کے حضور جلیل القدر طالبان میں سے شمار ہونے لگے۔ جب حضرت خواجہ عارفؒ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت خواجہ محمودؒ کو اپنا خلیفہ نامزد کر کے خلق کی رشد و ہدایت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے وابکنہ میں مقیم رہ کر تا عمر طالبان حق کی تربیت ور ہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

ذکر جہر

آپ نے طریقہ نقشبندیہ کی روش کے بر عکس ذکر جہر شروع کیا۔ آپ کے خیال میں یہ مصلحت وقت کا تقاضا تھا۔ کیونکہ آپ نے اس کے جواز میں فرمایا کہ حضرت خواجہ عارفؒ اخیر وقت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جبکہ طالبوں کو مصلحت کی بنا پر ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا اور اب وہ وقت آگیا ہے۔

مولانا حافظ الدین بخاریؒ اپنے وقت کے کبار علماء میں سے تھے اور حضرت خواجہ محمد پارساؒ کے جد امجد تھے۔ انہوں نے رئیس العلماء شمس الائمہ حلوائی کے اشارہ پر علماء کی بڑی جماعت کے روبرو حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”تاکہ سویا ہوا بیدار ہو جائے، غافل آگاہ ہو جائے اور شریعت و طریقت پر استقامت اختیار کر کے اس راہ پر آئے اور اس میں حقیقی توبہ وانابت کی رغبت پیدا ہو جائے“۔ مولانا نے کہا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لئے یہ شغل جائز ہے لیکن ذکر جہر کی کچھ حد مقرر فرمادیں جس سے حقیقت و مجاز اور آشنا و بیگانہ میں امتیاز کیا جا سکے۔ حضرت خواجہ محمودؒ نے فرمایا: ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو، حلق شبہ و حرام کے لقمہ سے صاف ہو، دل ریا سے منزہ ہو اور ذہن ماسوا اللہ کے خیال سے خالی ہو۔

معرفت میں مقام

۱) آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک درویش نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ دو حاضر کے مشائخ میں سے ایسا کون ہے جس کی اقتدا کی جائے، انہوں نے فرمایا کہ

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ۔ حضرت خواجہ علی رامیتنی کے مریدین کا خیال تھا کہ خواجہ خضرؑ سے دریافت کرنے والے خود حضرت علی رامیتنیؒ ہی تھے لیکن انہوں نے اپنا نام پوشیدہ رکھا تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ نے خواجہ خضرؑ کی زیارت کی ہے۔

۲)ایک دفعہ حضرت علی رامیتنیؒ مع اصحاب حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک سفید رنگ کا ایک بڑا پرندہ ہوا میں اڑتا ہوا اوپر سے گزرا اور وہ فصیح زبان میں بولا کہ "اے علی مردانہ باش اور اپنے کام میں مشغول رہ"۔ اس پرندہ کو دیکھنے اور ان الفاظ کے سننے سے تمام اہل مجلس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ ہوش میں نہ رہے۔ جب اس کیفیت میں افاقہ ہوا تو ساتھیوں نے حضرت خواجہؒ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پرندہ در حقیقت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کی روح مبارک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں، متشکل ہو جائیں۔ چنانچہ اس وقت آپ ایک پرندہ کی شکل اختیار کر کے یہاں سے گزرے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ خواجہ اولیاء کبیرؒ کے خلیفہ خواجہ دہقان قلبیؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ جب میری وفات قریب ہو تو میرے پاس اپنا مقبول دوست بھیج جس کی مدد اور برکت سے میں ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ اس وقت خواجہ دہقان قلبیؒ کا اخیر وقت آپہنچا تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کی روح مبارک ان کے پاس پہنچ گئی اور ان کا خاتمہ بخیر ہوا۔ چونکہ حضرت کی میرے حال پر بے حد عنایت تھی، اس لئے واپس جاتے ہوئے آپ اس راہ سے گزرے ہیں اور ازراہ محبت یہ الفاظ فرمائے ہیں۔

معرفت الٰہی میں ایسا مقام آتا ہے کہ اولیاء اللہ اس دنیاوی زندگی میں ہی جو قالب وقتی طور پر اختیار کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔ موت کے بعد جب اس بدن خاکی کی قید نہیں رہتی تو حسب خواہش دوسرے کسی قالب کو اختیار کرنا اور بھی آسان بات ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اس انتقالِ قالب کو "بروز" کہتے ہیں۔ یہ ایک عارضی کیفیت ہوتی ہے۔

www.maktabah.org

وفات حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے سال وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض روایات میں ۷۱۵ھ اور بعض دیگر روایات میں ۶۴۳ھ کا سن آیا ہے۔ اگر اوّل الذکر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ اپنے مرشد حضرت خواجہ عارفؒ (م۔ ۶۱۶ھ) کی وفات کے بعد بھی کم وبیش ایک صدی تک زندہ رہے جو قرین قیاس نہیں کیونکہ آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اپنے مرشد کی خدمت میں گزارا تھا۔ پھر آپ کی طوالت عمر کی بھی کوئی روایت موجود نہیں۔ اس لئے دوسری روایت کو ترجیح دینا مناسب ہے۔

آپ نے ۶۴۳ھ بمطابق ۱۲۴۵ء میں وابکنہ کے مقام پر وفات پائی اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

ماخذ کتب

تاریخ پاک وہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
رشحات	واعظ کاشفی
نفحات الانس	مولانا جامی

www.maktabah.org

چودھواں باب

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۷۱۵ھ / ۱۳۱۶ء

آپ کا عہد پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ منگول سیلاب وسط ایشیا، خراسان، ایران وغیرہ کو اپنی تباہ کاریوں میں غرق کر چکا تھا۔ اس عہد میں وہ مزید آگے بڑھا اور ۶۵۵ھ بمطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے بغداد پر قبضہ کر کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کر دیا۔ اس طرح عباسی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور بغداد جو عروس البلاد تھا، کھنڈر بن کر رہ گیا۔ محلات، عمارات، مساجد، مدارس، کتب خانے سب خاکستر ہو گئے۔ تاریخ اسلام میں پیش آنے والے واقعات میں سے یہ سب سے بڑا المیہ تھا۔ تاہم ۱۲۶۰ء میں مصر کے مملوک سلطان نے منگول افواج کو فلسطین میں شکست فاش دے کر ان کی پیش قدمی روک دی اور مصر ان کی دستبرد سے محفوظ رہا۔

یہ بھی اعجاز خداوندی تھا کہ جلد ہی یہی منگول اسلام کے علم بردار بن گئے۔ یوں بقول شخصے بت خانے سے کعبے کو نگہبان میسر آگئے۔ چنگیز خان کی وفات پر اکتائی خان منگو خان اور پھر قبلائی خان یکے بعد دیگرے قاآن بنے تو وسیع منگول سلطنت چنگیز خان کی اولاد میں تقسیم ہو گئی۔ کچھ عرصہ تک مرکزی قاآن کی گرفت موثر رہی لیکن رفتہ رفتہ دور افتادہ علاقے خود مختار ہو گئے۔ ایران کا علاقہ ہلاکو خان کی اولاد کی ملکیت تھا اور یہ ایل خانی خاندان کہلاتا تھا۔ جلد ہی ایل خانی بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ انقلابِ حقیقت صوفیاء کے ہاتھوں وجود میں آیا۔ ترکستان میں بھی مختلف منگول سردار خود مختار بن گئے۔ ان میں سب سے پہلے برک خان (۱۲۵۷ء تا ۱۲۶۷ء) خود علاقہ قپچاق (موجودہ قزاقستان) سے بخارا میں آیا اور کبراوی شیخ سیف الدین باخرزی کے

www.maktabah.org

ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اسی طرح غازاں خان نے ایک صوفی صدر الدین ابراہیم کو ان کی خانقاہ واقع بحر آباد (خراسان) سے بلایا اور البرز کے پہاڑوں میں ایک بڑے منگول اجتماع کے سامنے اسلام قبول کیا۔

بر صغیر پاک و ہند کی طرف دیکھا جائے تو حضرت خواجہ رامیتنی نے خاندان غلاماں سے علاؤالدین خلجی تک کا زمانہ پایا تھا اور مشائخ چشت میں سے بابا فرید گنج شکرؒ، مخدوم علاؤالدین صابرؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ آپ کے ہم عصر تھے۔ مغرب میں حضرت امام شاذلیؒ، حضرت ابن عربیؒ، حضرت احمد البدویؒ (بانی سلسلہ بدویہ) اور مولانا جلال الدین رومیؒ (بانی سلسلہ مولویہ) کا تعلق بھی آپ کے عہد سے تھا۔

حالات زندگی

حضرت خواجہ کا نام علی تھا۔ چونکہ آپ اپنے آپ کو عزیزاں کہتے تھے اور اپنے بارے میں بات کرتے وقت فرماتے کہ عزیزاں کا یہ خیال ہے اس لئے آپ کا لقب عزیزاں ہو گیا۔ آپ کا تعلق قصبہ رامیتن سے تھا جو بخارا سے دو کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت علی رامیتنیؒ خواجہ خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور انہی کے ارشاد پر حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے مرید ہوئے۔ تاعمر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر معرفت کے کمالات سے بہرہ ور ہوئے۔ جب حضرت خواجہ محمودؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے خواجہ علی رامیتنیؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ کچھ عرصہ اپنے آبائی وطن میں ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں حوادثِ زمانہ کے تحت آپ رامیتن چھوڑ کر قصبہ باورد چلے آئے اور ایک مدت تک وہیں اپنے روحانی درجات و کمالات سے خلق خدا کو مستفیض کرتے رہے۔

خوارزم میں قیام

منگولوں کے قبضہ کی وجہ سے وسط ایشیا کے حالات دگرگوں تھے۔ آپ نے بالآخر باورد سے ترک وطن کر کے مرکزی شہر خوارزم میں قیام کا ارادہ کر لیا اور اخیر عمر تک وہیں سکونت پذیر رہے۔ اہل خوارزم آپ کو خواجہ علی باوردیؒ کہتے تھے، اہل بخارا آپ کو خواجہ علی رامیتنی کہتے رہے اور صوفیاء آپ کو حضرت عزیزاںؒ کہتے تھے۔

www.maktabah.org

خوارزم میں داخلہ سے پہلے جب آپ شہر کی فصیل تک پہنچے تو باہر ہی رک

گئے اور دو درویشوں کو خوارزم کے حکام کے پاس بھیجا اور کہا کہ فقیر آپ کے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور یہاں قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کی کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ حضرت نے درویشوں کو سمجھا دیا کہ اگر حاکم اجازت دے تو اس سے اس بارے میں تحریر حاصل کر لیں اور اس پر اس کی مہر بھی ثبت کرائیں۔ جب حاکم شہر اور اس کی مصاحبوں نے ان درویشوں کی درخواست سنی تو ہنسنے لگے کہ کیسے سادہ لوح لوگ ہیں۔ تاہم حاکم نے تحریری اجازت نامہ لکھ کر اپنی مہر ثبت کر دی۔

اب آپ شہر میں داخل ہوئے اور ایک گوشہ میں درویشوں کے ساتھ عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز صبح دو مزدوروں کو تلاش کر کے اپنے ساتھ لاتے اور گھر آ کر انہیں فرماتے کہ وضو کرو، ظہر اور عصر کی نماز ہمارے ساتھ ادا کرو اور ذکر میں مصروف ہو جاؤ۔ شام کو تمہیں پوری مزدوری مل جائے گی۔ مزدور اسے آسان کام سمجھتے ہوئے بہت خوش ہو کر ان ہدایات کی تعمیل کرتے۔ اس ایک دن کی صحبت کا اثر ان مزدوروں پر ایسا پڑتا کہ وہ شیخ کے پاس بغیر بلائے حاضری پر مجبور ہو جاتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ آپ کا حلقہ وسیع تر ہونے لگا اور ایک وقت آیا کہ لوگوں کا ہجوم آپ کے در دولت پر حاضر رہنے لگا۔ ان میں شہر کے بااثر افراد بھی تھے۔ حاکم خوارزم کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ شیخ کے اثر ورسوخ اور مقبولیت سے حکومت کے خلاف فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ اس خیال کے تحت وہ حضرت کو شہر بدر کرنے کے درپے ہوا۔ حضرت علی رامیتنیؒ نے ان دونوں درویشوں کو اجازت نامہ مع مہر دے کر اس کے پاس بھیجا کہ ہم تمہاری اجازت سے اس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر تم بد عہدی کرنا چاہتے ہو تو ہم چلے جاتے ہیں۔ حاکم اپنا اجازت نامہ بھول چکا تھا۔ اب اس نے اسے ملاحظہ کیا تو شرمندہ ہوا اور وہ اور اس کے درباری حضرت خواجہؒ کی دوربینی اور کشف کے قائل ہو گئے اور آپ کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گئے۔

اقوالِ زریں

www.maktabah.org

۱) آپ کا پیشہ نساجی (کپڑا بننا) تھا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ ایمان

کسے کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے پیشہ کی مناسب سے فرمایا : کندن و پیوستن (دھاگا ادھر سے توڑنا اور ادھر کو جوڑنا) یعنی خلق سے تعلق خاطر توڑنا اور خدا سے جوڑنا۔

۲) اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کرو اور اگر یہ تمہارے لئے ممکن نہ ہو تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کا ہم صحبت ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشیں کا ہم نشیں بھی اللہ تعالیٰ کا ہم نشیں ہوتا ہے۔

۳) ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے عرض کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔

۴) نیک اعمال کرو اور یہی سمجھتے رہو کہ تم نے نیک اعمال کماحقہ' نہیں کیے اور اپنے آپ کو قصوروار خیال کرتے رہو۔

۵) اگر نیک لوگوں کے پاس بیٹھو گے تو نیک ہو جاؤ گے اور اگر بدوں کے پاس بیٹھو گے تو بد ہو جاؤ گے۔

۶) اگر تو ایسے شخص کے ساتھ بیٹھے گا جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے تجھے غافل کر دے تو جان لے کہ وہ انسانی شکل میں تیرا شیطان ہے۔ انسانی ابلیس، جن ابلیس سے بدتر ہے کیونکہ جن ابلیس پوشیدہ طور پر وسوسہ ڈالتا ہے اور انسانی ابلیس ظاہری طور پر۔

۷) یارِ نیک، کارِ نیک سے بہتر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کارِ نیک سے تمہارے اندر فخر و تکبر پیدا ہو لیکن یارِ نیک ہر صورت میں راہِ نیک کا مشورہ دے گا۔

۸) ہمارے لئے کچھ دور والے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دور۔ دور والے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بظاہر بدنی لحاظ سے ہم سے دور ہیں لیکن دل و جان کے ساتھ ہم سے نزدیک ہیں۔ نزدیک والے دور وہ لوگ ہیں جو بظاہر ہماری صحبت میں ہیں مگر دل و جان سے ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا دل کاروبارِ دنیا اور حرص و ہوا میں مبتلا ہے۔ ہمارے لئے نزدیک والے دور لوگوں کے مقابلہ میں دور والے نزدیک بہتر ہیں کیونکہ اصل اعتبار تو دل و جاں کی نزدیکی کا ہے، آب و گل کی نزدیکی لائق اعتبار نہیں۔

۹) کسی درویش نے آپ سے دریافت کیا کہ بالغ شریعت کسے کہتے ہیں اور بالغ طریقت کون ہے۔ فرمایا: بالغ شریعت وہ ہے کہ جس سے "انا" نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے کہ جو "انا" سے باہر آجائے۔ اس درویش نے یہ سن کر سر زمین پر رکھ

www.maktabah.org

دیا۔ آپ نے فرمایا: سر زمین پر رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنی غرور و نخوت) وہ زمین پر رکھو۔

۱۰) آپ کے فرزند اور جانشین حضرت خواجہ ابراہیمؒ نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں اَلْفَقِیْرُ لَا یحتَاجُ اِلَی اللّٰه (فقیر اللہ کی طرف حاجت نہیں رکھتا)۔ حضرت نے فرمایا: لَا یحتَاجُ بِالسَّوالِ اِلَی اللّٰه (فقیر اللہ سے سوال کی حاجت نہیں رکھتا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس سے سوال کی کیا ضرورت ہے، وہ سب کی حاجات جانتا ہے۔

۱۱) آپ کے فرزند ارجمند نے دریافت کیا کہ ایک طرف تو یہ دو حدیثیں ہیں اَلْفَقْرُ سوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْن و کَادَ الْفَقْرُ اَن یَّکُون کُفْراً (فقر دو جہاں میں روسیاہی ہے اور قریب ہے کہ فقر کفر کی صورت اختیار کرے) اور دوسری طرف یہ حدیث ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِی (فقر میرا فخر ہے)۔ یہ دونوں حدیثیں بظاہر متضاد ہیں، ان میں تطبیق کیسے کی جائے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اول کی دو حدیثیں ان فقیروں کے حق میں ہیں جو اپنا فقر خلق پر ظاہر کرتے ہیں، اسے گداگری کا ذریعہ بناتے ہیں اور اس سے منافع کماتے ہیں۔ اگر فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو تو وہ فقیر محمود الصفات ہے اور وہ الفقر فخری کہے تو درست ہے اور اگر فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو مگر دل میں خواہاں ہو تو وہ گدائے محلّہ ہے نہ کہ تابع رسول اللہ ﷺ اور اگر فقیر کے ہاتھ میں بھی ہو اور دل میں مزید کی خواہش رکھتا ہو تو وہ مذموم الصفات ہے۔ دو جہاں کی روسیاہی اور کفر کے قرب والی بات اس پر صادق آتی ہے۔

۱۲) آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابراہیمؒ نے دریافت کیا کہ منصورؒ نے انا الحق (میں حق ہوں) کہا اور حضرت بایزیدؒ نے کہا کہ لَیْسَ فِی جُبَّتِی سِوَیٰ اللّٰه (میرے جبہ میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں)۔ یہ دونوں قول شریعت ظاہر کے خلاف ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ منصورؒ کو موت کی سزا دی گئی جبکہ حضرت بایزیدؒ سے کچھ نہ کہا گیا۔ حضرت خواجہ عزیزاںؒ نے جواب دیا کہ ان دونوں قولوں میں فرق ہے۔ منصورؒ نے پہلے اپنی ہستی پیش کی اور ''انا'' کہا۔ اس کے برعکس حضرت بایزیدؒ نے اپنی نیستی پیش کی اور ''لَیسَ'' کہا اس لئے وہ سلامت رہے۔ پھر فرمایا کہ اگر منصور کے زمانے میں

www.maktabah.org

حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کا ایک بھی فرزند معنوی موجود ہوتا تو منصور سولی سے بچ جاتا۔ یعنی وہ ان کی تربیت کر کے اسے اس مقام سے اوپر لے جاتا۔

۱۳)اگر بندہ کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے کہے کہ "اے بندہ ہم سے جو حاجت ہے، مانگ"۔ شرطِ بندگی یہ ہے کہ بندہ خدا سے سوائے خدا کے اور کچھ نہ مانگے۔

۱۴)اگر کسی شخص کے پاس کچھ نہ ہو مگر اس کے دل میں خواہش موجود ہو تو اس کو تجرید معنوی حاصل نہیں۔ اور کسی شخص کے پاس سب کچھ ہو مگر اس کے دل میں اس مال کی محبت نہ ہو تو اسے تجرید معنوی حاصل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سترؒ کتے تھے جن کے پٹے سونے کے تھے اور وہ آپ کی بکریوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اس سے آپ کے باقی مال واسباب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے مگر آپ نے یہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک وسیع سلطنت اور خزانوں کے مالک تھے مگر اس میں سے اپنی ذات کے لئے کچھ روانہ رکھتے تھے اور خود زنبیل بافی کر کے بسر اوقات کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید ابی الخیرؒ نہایت مالدار تھے اور ظاہری شان و شوکت سے رہتے تھے۔ اسی طرح بہت سے انبیاء واولیاء ایسے گزرے ہیں کہ جن کے پاس مال و متاع بکثرت تھا لیکن ان کے دل میں اس کی ذرہ بھر اہمیت و محبت نہ تھی۔ انہیں تجرید معنوی حاصل تھی۔

۱۵)ایک مرتبہ علماء کی ایک جماعت حضرت کے پاس آئی۔ ان میں سے ایک عالم نے کہا کہ علماء پوست ہیں اور فقرا مغز۔ آپ نے فرمایا کہ مغز پوست کی حفاظت میں رہتا ہے۔

۱۶)ایک عالم دین مولانا سیف الدین نے آپ سے پوچھا کہ آپ ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آخری وقت بلند آواز سے ذکر اور تلقین کرنی چاہیے۔ حدیث میں ہے لقّنوا موتا کُم بِشَهَادَةِ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا الله (اپنے مُردوں کو لاالہ الااللہ کی شہادت کی تلقین کرو)۔ درویشوں کا ہر دم دم اخیر ہی ہوتا ہے۔

۱۷)شیخ بدرالدین نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذکروا الله ذِکراً کثیراً (اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثیر کرو)۔ یہاں

www.maktabah.org

ذکر کثیر سے مراد ذکر زبان ہے یاذکر دل۔ آپ نے فرمایا: مبتدی کے لئے ذکر زبان اور منتہی کے لئے ذکر دل۔ مبتدی کو ہمیشہ تکلف سے کام لینا پڑتا ہے۔اس کے بر عکس منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے اور اس کے تمام اعضا، رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں۔اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے۔اس مقام پر اس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

۱۸)آیت تُوبُوا اِلَی اللّٰه (اللہ کی طرف توبہ کرو) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت تو ہے توبہ کرنے کی اور بشارت ہے اس کی قبولیت کی۔ کیونکہ اگر قبول کرنا نہ ہوتا تو توبہ کا حکم نہ کرتا۔امر دلیل ہے قبول کی۔

۱۹)دو وقت اپنے آپ پر خوب نگاہ رکھنی چاہیے، بات کرتے وقت اور کوئی چیز کھاتے وقت (یعنی لقمہ حلال ہو)۔

۲۰)جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ ہدایت دکھائے، اسے پرندے پالنے والے کی طرح ہونا چاہیے جو ہر پرندہ کی پوٹ سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق خوراک دیتا ہے۔اسی طرح مرشد کو بھی چاہیے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک کی تربیت اس کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق کرے۔

۲۱)سالکان طریقت کو کسی مرتبہ و مقام تک پہنچنے کے لئے بڑی ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت پڑتی ہے لیکن ایک ایسا نزدیک کا راستہ بھی ہے جس کے ذریعے مقصود کو جلد پہنچ سکتے ہیں۔وہ یہ ہے کہ سالک خُلق اور خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل میں جگہ پائے۔چونکہ ان لوگوں کے دل پر نظر حق رہتی ہے اس لئے سالک کو اس نظر سے حصہ مل جائے گا۔

۲۲)ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ مصرع پڑھا: عاشقاں دردمے دو عید کنند (عاشق ایک سانس میں دو عیدیں کرتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: عاشق ایک سانس میں دو کیا تین عیدیں کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی تشریح فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: بندہ کی یاد خدا کے دو مرحلے ہیں۔ پہلے خدا تعالیٰ بندہ کو یاد کی توفیق دیتا ہے، پھر بندہ اسے یاد کرتا ہے اور آخر میں خدا تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔اس طرح توفیق، یاد اور قبولیت تین عیدیں ہوئیں۔

www.maktabah.org

۲۳) شیخ فخر الدین نوریؒ نے آپ سے سوال کیا کہ روز ازل جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا اَلَستُ بِرَبِّکُم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) تو ایک گروہ نے جواب دیا، بَلٰی (ہاں)۔ لیکن روز ابد جب اللہ تعالیٰ کہے گا لِمَنِ المُلکُ الیَوم (آج کون مالک ہے) تو کوئی جواب نہ دے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: روز ازل قوانین شرع وضع کرنے کا دن تھا اور شرع میں گفتار ہوتی ہے اس کے برعکس روز ابد قوانین شرع اٹھا دینے اور عالم حقیقت کی ابتدا کا دن ہے اور حقیقت میں گفتار نہیں ہوتی۔ اس لئے اس دن اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دے گا لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَھّار (خدائے واحد و قہار مالک ہے)

۲۴) فقیر کا ہاتھ غنی کے ہاتھ سے اونچا رہتا ہے کیونکہ فقیر کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا غائب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اَلصَّدَقَۃُ تَقَعُ فِی کَفِّ الرَّحمٰن قَبلَ اَن تَقَعَ فِی کَفِّ الفَقِیر (صدقہ فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی رحمٰن کے ہاتھ میں جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے)۔

۲۵) ایک عالم چالیس سال تک طالب علمی میں مشغول رہ کر محنت و تکالیف برداشت کرتا ہے اور استاد کی خدمت کرتا ہے۔ ایک عارف چالیس سال تک فقر و فاقہ اور ریاضت و مجاہدہ میں گزارتا ہے۔ علماء کو ان کا علم عزت و مرتبہ دیتا ہے اور اہل فقر کو ان کا مجاہدہ خدا تک پہنچاتا ہے۔ ہر درخت سے وہ میوہ نکلتا ہے جو اس میں مخفی ہوتا ہے۔

۲۶) غنا کا مطلب بے نیازی ہے۔ اگرچہ یہ لفظ مالدار کے لئے آتا ہے لیکن حقیقت میں بے نیازی فقیر کی صفت ہے۔ ایک مالدار کسی فقیر کو کچھ دے تو ہو سکتا ہے کہ وہ نہ لے کیونکہ لینا اس پر واجب نہیں۔ اس کے برعکس اگر مالدار نہ دینا چاہے تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں کیونکہ دینا اس پر واجب ہے۔ اسے زکوٰۃ کی ادائیگی اور مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔

۲۷) اگر تو اگلی صف میں بیٹھے (یعنی صدر نشین ہو) اور پچھلی صف والوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ہیچ سمجھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو بظاہر انکساری کے اظہار کے ساتھ پچھلی صف میں بیٹھے لیکن دل میں اگلی صف والوں کو اپنے مقابلہ میں ہیچ خیال کرے۔

www.maktabah.org

۲۸)بندہ خدا تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

۲۹)کسی نے آپ سے اس حدیث کے معنی دریافت کیے: تسافروا وتصحوا واغتنموا (سفر کرو، صحت پاؤ گے اور اسے غنیمت جانو۔) فرمایا: اپنی خودی سے وجود حق تعالیٰ کی طرف سفر کرو تو تم حوادث حدوث سے صحت پاؤ گے اور اسے غنیمت سمجھو۔ جب تم اپنے نفس کے عالم صحرا میں سفر کرو گے اور ہر مقام کی ہوائے لطیف حاصل کرو گے تو اپنے وجود کی صحت حاصل کرلو گے۔ پھر تم شک وشبہ کے مرض، ریاو مکاری، حرص وامید، بغض وکینہ، حسد و نفاق، بخل و کبر، عجب و خود پسندی، خود نمائی وبد اندیشی، آزار و ستم اور تمام برے اخلاق سے اس سفر کی وجہ سے رہائی پالو گے۔ پس ایسی صحت کو غنیمت جانو اور عمر چند روزہ کو طاعت و عبادت میں صرف کرو۔

۳۰)آپ سے دریافت کیا گیا کہ پورا مرد، آدھا مرد اور نامرد سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: پورے مرد کی صفت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰه (ایسے مرد ہیں کہ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی)۔ آنحضور ﷺ کی بھی یہی کیفیت تھی جو یہ فرمایا: فَتَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا)۔ آدھا مرد وہ ہے کہ جب تک اس کی زبان ذکر میں مشغول رہے، اس کا دل بھی اس ذکر سے لذت پاتا رہے اور جب زبان ذکر چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہے۔ نامرد وہ ہے جو منافق ہو یعنی ذکر کرے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کرے۔

۳۱)حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰه تَعَالٰی اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الحِكْمَة عَنْ قَلْبِه عَلٰی لِسَانِهِ (جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے چالیس دن صبح عبادت کرے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے نکل کر زبان پر جاری ہو جائیں گے)۔ بہت لوگوں نے اس پر عمل کیا لیکن انہیں یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ اس راستے میں سچے نہ تھے۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ حکمت کے چشمے ان کے دل سے ان کی زبان پر جاری ہو جائیں۔

www.maktabah.org

خالصتاً اللہ تعالیٰ ان کا مقصود نہ تھا اس لئے انہیں مقصد حاصل نہ ہوا۔

کرامات وحکایات

۱) کبراوی سلسلہ کے شیخ حضرت علاؤ الدولہ سمنانیؒ (۱۲۶۱ء تا ۱۳۳۶ء) حضرت علی رامیتنیؒ کے ہم عصر تھے (وہ امیر سید علی المعروف بہ شاہ ہمدان (۱۳۱۴ء تا ۱۳۸۵ء) جنہوں نے کشمیر کو مسلمان کیا، کے ماموں اور ابتدائی مرشد تھے)۔ انہوں نے ایک درویش کی زبانی حضرت عزیزاں علیؒ کو کہلا بھیجا کہ آپ اور میں دونوں آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ کھانے میں تکلف نہیں کرتے جبکہ میں کرتا ہوں۔ اس کے باوجود سب آپ کی تعریف کرتے ہیں اور میری شکایت کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت خواجہؒ نے جواب دیا کہ خدمت کرنے والے اور احسان کرنے والے بہت ہیں مگر خدمت کرنے والے اور احسان مند ہونے والے کم ہیں۔ اس درویش نے دوسری بات یہ کی کہ سنا ہے کہ آپ کی تربیت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں، خواجہ خضرؑ ان کے عاشق ہوتے ہیں۔ اس درویش کی تیسری بات یہ تھی کہ سنا ہے کہ آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا: میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا بھی ذکر جہر (ظاہر) ہو گیا۔

۲) ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مجھے بھول نہ جایئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر ایک کوزہ خریدو اور ہمیں لا کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا جس وقت اسے دیکھوں گا، تجھے یاد کرونگا۔

۳) کسی شخص نے طنزاً کہا کہ حضرت عزیزاں بازاری ہیں۔ یعنی سوت کی خریداری کے لئے بازار جایا کرتے ہیں۔ فرمایا: یار عزیزاں زاری چاہتا ہے۔ پھر کیوں نہ با، زاری ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی، زاری، سوز و نیاز۔

۴) حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ خوارزم میں کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔ آپ ہر روز شام کے وقت سوت بیچنے والوں کے بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور جن فقیروں کا سوت نہیں بکتا تھا، ان کا سارا سوت خرید کر گھر لے آتے تھے۔ آپ ساری

www.maktabah.org

رات مراقبہ میں مصروف رہتے تھے لیکن صبح تک چالیس گز کرباس (موٹا سوتی کپڑا) تیار ہو چکا ہوتا تھا۔ اس کو بازار میں فروخت کر کے اس رقم کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصہ علماء پر، ایک حصہ فقراء پر اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے۔

آپ کے اس پیشہ کی وجہ سے آپ کو نساج (کپڑا بننے والا) کا لقب بھی دیا گیا چنانچہ مولانا رومیؒ نے اسی لقب کے ساتھ آپ کے بارے میں یہ شعر کہا :

گر نہ علمِ حال فوقِ قال بودے کے شدے

بندہ اعیانِ بخارا خواجہء نساج را

(اگر علم حال، قال سے بہتر نہ ہوتا تو بخارا کے سردار خواجہء نساج کے غلام کب بنتے)

۵) ایک روز ایک معزز مہمان حضرت خواجہؒ کے گھر آیا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ مہمان کو کافی انتظار کرنا پڑا اور ظاہر ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اچانک ایک نوجوان جو کھانا فروخت کرتا تھا اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھا، کھانے سے بھرا ایک خوان لایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مہمان کو کھانا کھلایا۔ اس نوجوان کا ایسے وقت پر آنا اور کھانا لانا آپ کے لئے بے حد خوشنودی کا باعث بنا اور آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ تیری جو مراد ہو، وہ مانگ انشاء اللہ پوری ہو گی۔ وہ نوجوان بڑا ذہین اور ہوش مند تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں جیسے آپ ہیں۔ حضرت نے فرمایا : یہ نہایت مشکل بات ہے۔ تم پر اس کا ایسا بوجھ پڑ جائے گا جس کو اٹھانے کی تمہارے اندر طاقت نہیں۔ نوجوان نے بڑی عاجزی سے کہا کہ میری مراد تو بس یہی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی آرزو نہیں۔

حضرت عزیزاں علیؒ نے فرمایا کہ اچھا ایسا ہی ہو جائے گا۔ اب آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر بالکل علیحدگی میں لے گئے اور مراقبہ کی حالت میں اس پر توجہ فرمائی چنانچہ حضرت کی شبیہہ اس پر وارد ہوئی اور وہ صورت و سیرت اور ظاہر و باطن میں آپ کی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد وہ نوجوان کم و بیش چالیس روز تک زندہ رہا اور بالآخر اس بار گراں کو اٹھانے کا متحمل نہ ہو سکا اور فوت ہو گیا۔

(اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے حالات میں بھی ملتا ہے)

www.maktabah.org

۶) حضرت سید اتاؒ اور حضرت خواجہ عزیزانؒ ہم عصر تھے اور کبھی کبھی دونوں حضرات کی ملاقات بھی ہوتی رہتی تھی۔ شروع میں حضرت سید اتا کا دل آپ کی طرف سے صاف نہ تھا چنانچہ ایک روز حضرت سید اتاؒ سے حضرت خواجہؒ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاق سے انہی دنوں منگولوں کی ایک جماعت صحرائے قپچاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سید اتاؒ کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔

حضرت سید اتاؒ کو یقین ہو گیا کہ یہ حادثہ اس بے ادبی کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت خواجہؒ سے معافی مانگی اور بطور ضیافت آپ کی دعوت کی۔ آپ نے یہ دعوت قبول فرمائی اور سید اتاؒ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس دعوت میں مشاہیر علماء اور مشائخ کی بڑی تعداد موجود تھی۔ اس روز حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ ایک خاص کیفیت کے عالم میں تھے۔ جب خدام نے دستر خوان بچھایا اور کھانا چن دیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ علی اپنا ہاتھ اس وقت تک کھانے کی طرف نہیں بڑھائے گا، جب تک سید اتا کا لڑکا دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیار کی۔ تمام حاضرین حیرت کے عالم میں کسی واقعہ کے منتظر تھے۔ اچانک سید اتا کا لڑکا گھر کے دروازے پر حاضر ہوا۔ یکدم پوری مجلس میں شور اٹھا اور لوگ حیران رہ گئے۔

حاضرین نے واپس آنے کی کیفیت لڑکے سے دریافت کی تو اس نے بتایا کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ میں منگولوں کی قید میں تھا اور وہ مجھے اپنے ملک میں لے جا رہے تھے۔ پھر میں نے اچانک اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر پایا اور اب آپ کے سامنے موجود ہوں۔ حاضرین مجلس کو یقین ہو گیا کہ سب حضرت خواجہ کے تصرف باطنی کی وجہ سے ہوا ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

۷) حضرت عزیزان علی رامیتنیؒ کے دو فرزند تھے۔ بڑے فرزند کا نام خواجہ محمدؒ اور چھوٹے فرزند کا نام خواجہ ابراہیمؒ تھا۔ خواجہ محمدؒ خواجہ خورد کہلاتے تھے کیونکہ مرید حضرت عزیزانؒ کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے چھوٹے لڑکے خواجہ ابراہیمؒ کو خلافت عطا کر کے

www.maktabah.org

اپنا جانشین بنایا۔ مریدوں کے دل میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کی موجودگی میں جو بڑے عالم اور عارف ہیں، چھوٹے فرزند کو یہ منصب کیوں عطا کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کے ان جذبات سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ محمدؒ ہمارے بعد زیادہ دن زندہ نہیں رہیں گے اور جلد ہی ہمیں آملیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت کی وفات کے انیس[19] روز بعد خواجہ خورد نے ۷۱۵ھ میں وفات پائی جبکہ ان کے چھوٹے بھائی خواجہ ابراہیمؒ ۷۹۳ھ تک زندہ رہے۔

تصنیف آپ نے ایک مختصر رسالہ محبوب العارفین (وسیلۃ الطالبین) تصنیف فرمایا جس میں سلوک و تصوف کی راہ پر چلنے والوں کے لئے دس شرطیں تحریر فرمائیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے :

۱) طہارت : اس میں طہارتِ ظاہر یعنی پاک لباس اور وضو، طہارتِ باطن یعنی حرام لقمہ اور حرام مشروبات سے پرہیز، طہارتِ دل یعنی صفات سفلی سے دل کو پاک رکھنا اور طہارتِ سِر یعنی غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ کی طرف توجہ شامل ہیں۔

۲) خاموشی : یعنی زبان کو ناشائستہ کلام سے بچانا اور ذکر و تلاوت میں مصروف ہونا۔

۳) خلوت و گوشہ نشینی : اس سے نامحرم کو دیکھنے، ہاتھ، پاؤں، کان کے غلط استعمال سے روکنا مقصود ہے۔

۴) روزہ : جو بدن و روح کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے اور جس کی جزا خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۵) ذکر : اللہ تعالیٰ کی یاد حضور اور اخلاص کے ساتھ بغیر طلب دنیا اور جاہ و مال کے۔

۶) نگہداشت خاطر : اس میں خاطر رحمانی (غفلت کی تنبیہ)، خاطر ملکانی (طاعت کی ترغیب)، خاطر شیطانی (تزئین معصیت) اور خاطر نفسانی (شہوت کا مطالبہ) جیسی قابلِ قبول اور قابلِ رد خاطر شامل ہیں۔

۷) راضی بہ رضا اور توکل : سالک کو خوف و رجا کی کیفیت میں رہنا چاہیے۔

۸) نیکوں کی صحبت اختیار کرنا اور بدوں کی صحبت سے بچنا۔

www.maktabah.org

۹) بیداری: رات اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کا وقت ہے۔
۱۰) لقمہ کی حفاظت یعنی لقمہ پاک اور حلال ہو۔

منظوم کلام کچھ منظوم کلام بھی حضرت عزیزاں علی رامیتنیؒ سے منسوب ہے۔ ذیل میں چار رباعیات اور ایک قطعہ درج ہے:

رباعیات

۱) باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت — وز تو نہ رہید زحمتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش — ورنہ نہ کند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ: اگر تو ایسے شخص کے پاس بیٹھے جس کی صحبت سے تجھے دل کا سکون نہ ملے اور تو اپنی بدنی صفاتِ سفلی سے نجات نہ پا سکے تو اس شخص کی صحبت سے بیزار ہو کر الگ ہو جا ورنہ عزیزاں علی کی روح تجھے معاف نہیں کرے گی۔

۲) بے چارہ دلم کہ عاشقِ روئے تو بود — تا وقتِ صبوحِ دوش در کوئے تو بود
چوگانِ سر زلفِ تو از حالے بحال — می بردش و ہم چناں یکے گوئے تو بود

ترجمہ: میرا بے چارہ دل جو تیرے چہرے کا عاشق تھا اور کل صبح تک تیرے کوچے میں تھا۔ تیری زلف کے سرے کا بلا اسے ایک حال سے دوسرے حال تک لے جاتا تھا۔ گویا میرا دل تیرے ہاتھ میں ایک گیند کی مانند تھا۔

۳) چوں ذکر بدل رسد دلت درد کند — آں ذکر بود کہ مرد را فرد کند
ہر چند کہ خاصیتِ آتش دارد — لیکن دو جہاں بر دلِ تو سرد کند

ترجمہ: جب ذکر الٰہی دل پر پہنچتا ہے تو تیرا دل درد کرتا ہے (اثر پذیر ہوتا ہے)۔ ذکر وہ ہے جو مرد کو منکسر المزاج بنا دے۔ باوجودیکہ وہ آگ کی خاصیت رکھتا ہے لیکن تیرے دل پر دونوں جہانوں (کی محبت) کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

۴) خواہی کہ بحق رسی بیا رامے تن — واندر طلبِ دوست نیا رامے تن
خواہی مدد از روحِ عزیزاں یابی — پا از سر خود ساز و بیا رامیتن

ترجمہ: اگر خدا تک پہنچنا چاہتا ہے تو بدن کو (شریعت کا) تابعدار کر اور دوست کی طلب میں بدن کو بے تاب رکھ۔ اگر تو عزیزاں کی روح کی مدد چاہتا ہے تو وہ تجھے مل جائے گی۔

www.maktabah.org

سر کے بل رامیتن میں چلا آ۔

قطعہ :

نفس مرغِ مقید در درون ست   نگہدارش کہ خوش مرغیست دم ساز
زمانش بند مگسل تانپرد   کہ نتوانی گرفتن بعد پرواز

ترجمہ : نفس باطن کے اندر قید ایک پرندہ ہے۔ اس کی حفاظت کر کہ یہ ایک عمدہ اور ہمدرد پرندہ ہے۔ زندگی میں اس کے بند کو مت کھول کہ وہ اڑ نہ جائے کیونکہ اڑ جانے کے بعد تو اسے دوبارہ قابو نہ کر سکے گا۔

وفات حضرت عزیزاں علیؒ نے ایک سو تیس سال کی عمر میں ۲۸ ذی قعد ۷۱۵ھ بمطابق ۱۳۱۶ء بروز پیر کو وفات پائی۔ مزار مبارک خوارزم میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت بدر الدینؒ نے دو تاریخ وفات مندرجہ ذیل الفاظ سے نکالیں :

۷۱۵ھ	۷۱۵ھ
۱)وے سر گروہ صوفیہ بود	۲)بحر الاسرار بود

آپ کے نامور خلفاء میں خواجہ ابراہیمؒ، خواجہ بابا سماسیؒ، خواجہ محمد کلاہ دوز خوارزمیؒ، خواجہ محمد صلاح بلخیؒ اور خواجہ محمود باوردیؒ قابل ذکر ہیں۔

ماخذ کتب

آوٹ لائن آف ہسٹری	ایچ۔جی۔ویلز
تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
صوفی آرڈرز ان اسلام	ٹری منگھم
رشحات	واعظ کاشفی
نفحات الانس	مولانا جامی
رسالہ محبوب العارفین	حضرت علی رامیتنیؒ

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۷۵۵ھ / ۱۳۵۴ء

بابا کا لفظ ترکی زبان میں بزرگ اور ولی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ ہفت خواجگان نقشبند میں نہایت بلند مرتبہ کے مالک ہیں۔
جب حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ کا اخیر وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے حضرت محمد باباؒ کو اپنا نائب مقرر کر کے تمام اصحاب کو ان کی متابعت اور خدمت کا حکم دیا اور حضرت محمد باباؒ کو تاکید کی کہ میرے متعلقین کی تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں یہ تغلق سلاطین کا زمانہ تھا اور اس ملک کے عظیم شیخ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ (م۔ ۱۳۵۶ء) آپ کے ہم عصر تھے۔

جائے پیدائش حضرت محمد بابا کی جائے پیدائش سماسی نامی گاؤں تھا جو صاحب رشحات کی روایت کے مطابق رامیتن کے دیہات میں سے ہے اور رامیتن سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع ہے۔ تاہم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں سماسی مضافات طوس یعنی مشہد میں سے ہے۔ حضرت محمد باباؒ کے جو مختصر حالات ہم تک پہنچے ہیں، وہ تمام ترمخارا اور اس کے نواح قصر عارفاں کے گرد گھومتے ہیں۔ اس لئے صاحب رشحات کی روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ موضع سماسی رامیتن کے نواح میں تھا۔

محویت واستغراق آپ کی طبیعت پر محویت و حال کا غلبہ رہتا تھا اور دنیوی کاموں کے دوران بھی یاد الٰہی میں استغراق کی کیفیت طاری رہتی

www.maktabah.org

تھی۔ اپنے گاؤں میں آپ کا ایک باغ تھا جس میں انگوروں کی بیلیں تھیں۔ کبھی کبھی اپ وہاں جا کر ان پودوں کی شاخیں خود کاٹا کرتے تھے لیکن بے خودی کا یہ عالم تھا کہ کام کے دوران غیبت آجاتی تھی اور قینچی آپ کے ہاتھ سے گر جاتی تھی یا محویت کے عالم میں شاخ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔

خواجہ نقشبندؒ کے بارے میں پیش گوئی

اس سے پہلے حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ان کے بارے میں ان کی پیدائش سے ڈیڑھ صدی پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت محمد بابا سماسیؒ کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔ آپ جب بھی بخارا کے نواح میں کوشک ہندوواں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ”ازیں خاک بوئے مردے می آید۔ زود باشد کہ کوشک ہندوواں قصرِ عارفاں شود“ (اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ قریب ہے کہ کوشک ہندوواں قصر عارفاں بن جائے) ایک مرتبہ جب آپ پھر اس جگہ تشریف لے گئے تو فرمایا کہ اب خوشبو تیز ہو گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ کو پیدا ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ کے جد امجد بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بچے کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ پھر اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہی وہ مرد ہے جس کی خوشبو ہمیں آیا کرتی تھی اور یہ اپنے وقت کا ہادی ہو گا۔ اس کے بعد اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلالؒ سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ انہوں نے مؤدبانہ جواب دیا کہ اگر میں کوتاہی کروں تو مرد نہیں ہوں۔

دعا کی تلقین

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ جب میری عمر کم و بیش اٹھارہ برس ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے حضرت محمد باباؒ کی خدمت میں بھیجا تا کہ میں آپ کو قصر عارفاں لے آؤں اور آپ کی بابرکت موجودگی میں یہ کام انجام پائے۔ آپ کے پاس حاضری پر مجھے پہلی کرامت یہ

www.maktabah.org

نظر آئی کہ اس رات مجھ پر بڑا خشوع و نیاز طاری ہوا اور میں نے رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر وضو کیا، آپ کی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کیے۔ طبیعت میں بڑی تضرع آگئی تھی اور میرے منہ سے یہ دعا نکلی: "خدایا مجھے مصیبت کا بوجھ اٹھانے اور محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما"۔ صبح کو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بصیرت باطنی سے میری رات کی سرگذشت سے آگاہ ہو کر فرمایا: "اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہیے: 'خدایا اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے'۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ مصیبت میں مبتلا نہ ہو۔ اگر وہ حکمت کی بنا پر کسی دوست پر مصیبت بھیجتا ہے تو اپنی عنائت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے مصیبت طلب کرنا مناسب نہیں۔ یہ گستاخی نہیں کرنی چاہیے"۔

کرامت اسی دن جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دستر خوان سے ایک روٹی اٹھا کر مجھے دی۔ میں لینا نہیں چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لے لو کام آئے گی۔ میں نے وہ روٹی رکھ لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کو روانہ ہوا۔ راستے میں میرے دل میں کوئی شک یا فتور پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کرو۔ آپ کے اس تصرف باطنی کو دیکھ کر میرا یقین اور پختہ ہو گیا۔ راستے میں آپ نے اپنے ایک مخلص کے ہاں قیام کیا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا مگر اس میں کچھ اضطراب کی کیفیت بھی پیدا ہوئی۔ حضرت نے اسے فرمایا کہ سچ بتا تجھے کس بات کی پریشانی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ تو ہے مگر روٹی نہیں۔ کوشش کے باوجود دستیاب نہیں ہوئی۔ آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ روٹی لاؤ۔ تم نے دیکھا آخر وہ روٹی کام آگئی۔

وفات حضرت محمد باباؒ کا وصال ۱۰ جمادی الثانی ۷۵۵ھ بمطابق ۱۳۵۴ء کو ہوا۔ مزار مبارک موضع سماسی میں ہے۔

ماخذ کتب

انیس الطالبین	خواجہ محمد پارساؒ
رشحات	واعظ کاشفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

سولهواں باب

حضرت خواجہ سید امیر کُلال رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۷۷۲ھ / ۱۳۷۱ء

آپ کا عہد اس عہد میں طویل عرصہ کی طوائف الملوکی کے بعد وسط ایشیا میں ایک ایسی شخصیت ابھری جس نے وسط ایشیاء، ایران، عراق، ایشیائے کوچک کو فتح کر کے ایک مرکزی سلطنت قائم کی اور آخر میں برصغیر پاک وہند پر حملہ آور ہو کر آخری تغلق فرماں روا کو شکست دی اور دہلی پر قبضہ کیا اور پنجاب کو اپنی وسیع سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ شخص مشہور فاتح امیر تیمور تھا۔ وہ ۱۳۳۶ء میں وسط ایشیا کے مقام کیش میں پیدا ہوا۔ ۳۲ سال کی عمر میں اپنے قبیلہ کا سردار بنا اور وہیں سے اس کی عظمت اور فتوحات کا آغاز ہوا۔ اس عہد میں وسط ایشیا کی بد امنی کا خاتمہ ہوا اور ایک بار پھر اس علاقہ کی مادی ترقی اور فروغ علمی کا آغاز ہوا۔

امیر تیمور اور اس کی اولاد مشائخ نقشبندیہ کی معتقد رہی اور یوں ان مشائخ کے لئے ترویج طریقت اور خدمت خلق کے کاموں میں سہولت پیدا ہوئی۔ اولیاء اللہ کے ساتھ امیر تیمور کی عقیدت کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ اس نے ۱۳۹۸ء میں سیر دریا کے کنارے حضرت احمد یسویؒ کا مقبرہ اور مسجد تعمیر کرائے۔

ابتدائی زندگی حضرت خواجہ امیر کلالؒ صحیح النسب سیدؒ تھے۔ موضع سوخار میں پیدا ہوئے جو بخارا کے نواح میں موضع سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ آپ کا پیشہ کوزہ گری تھا۔ اسی سے آپ کا لقب کُلال (کوزہ گر) مشہور ہوا۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب خواجہ امیر میرے شکم میں تھے تو حالت یہ تھی کہ جب کبھی میں شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو میرے پیٹ میں شدید درد ہوتا اور

www.maktabah.org

جب تک قَے نہ کر لیتی، آرام نہ آتا۔ چند مرتبہ ایسا ہوا تو میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ پیٹ کا بچہ ہے چنانچہ میں خوراک میں احتیاط کرنے لگی۔

ابتدائے جوانی میں آپ کشتی لڑنے کا شوق رکھتے تھے۔ ایک دن آپ رامیتن میں کشتی لڑ رہے تھے کہ حضرت محمد بابا سماسیؒ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کشتی کا تماشا دیکھنے کے لئے اکھاڑے کے قریب ایک دیوار کے سائے میں کھڑے ہو گئے۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال آیا کہ حضرت خواجہؒ کو ایسے کھیل تماشوں سے کیا واسطہ، آپ کو یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے تھا۔ حضرت بابا سماسیؒ نے اپنے کشف باطن سے مریدوں کا تعجب معلوم کر کے فرمایا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ہے کہ جس کی صحبت سے کاملینِ زمانہ فیض یاب ہونگے۔ ہم یہاں اس مرد کے شکار کی غرض سے کھڑے ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آن پھنسے۔ اسی اثنا میں حضرت امیر کی نظر خواجہ محمد باباؒ پر پڑی اور وہ پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔ چنانچہ اسی وقت کشتی کو خیر باد کہا اور حضرت خواجہؒ کے پیچھے ہو لئے۔ قیام گاہ پر پہنچ کر حضرت ان کو خلوت میں لے گئے اور طریقہ تلقین فرمایا اور انہیں اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت امیر کلالؒ نے کبھی اکھاڑے کا رخ نہ کیا۔

روحانی تربیت

بیعت کے بعد حضرت امیر کلالؒ تیس سال تک حضرت محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور خواجگان کے طریقہ کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آپ ہفتہ میں دو بار یعنی پیر اور جمعرات کو سوخار سے سماسی جاتے اور نماز عشا سماسی میں ادا کر کے نماز فجر سوخار میں ادا کرتے اور تمام راہ شغل طریقہ میں مصروف رہتے اور کسی کو ان کے اس حال کی خبر نہ ہوتی۔ آخر حضرت محمد بابا سماسیؒ کی نظر التفات اور سایہ تربیت میں درجہ کمال تک پہنچے۔

امیر تیمور اور حضرت امیر کلالؒ

امیر تیمور کا دارالحکومت سمرقند تھا۔ اس نے اپنا ایک قاصد حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ آپ سمرقند تشریف لائیں تاکہ آپ کی برکات سے مرکز سلطنت مستفیض ہو۔ آپ نے سمرقند جانے سے معذرت کی اور کہا کہ ہم یہیں رہ کر تمہارے لئے دعا گو ہیں۔ آپ نے اپنے صاحبزادے امیر عمرؒ کو بادشاہ کے

www.maktabah.org

پاس بھیجا تاکہ آپ کی طرف سے معذرت پہنچادے۔ ساتھ ہی اپنے فرزند کو تاکید کی کہ امیر تیمور کی طرف سے کوئی انعام یا جاگیر قبول نہ کرنا اور اگر ایسا کیا تو پھر ہمارے پاس لوٹ کے نہ آنا کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے جد امجد آنحضور ﷺ کی مخالفت کے مرتکب ہو گے۔ اس کے علاوہ درویش تو ہر وقت مومنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں لیکن اگر وہ خود دنیا کی طرف مائل ہو جائیں تو ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

امیر عمرؒ چند روز امیر تیمور کے ہاں سمرقند میں رہے اور پھر اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تمام بخارا آپ کو عطا کرتا ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ بادشاہ نے پھر کہا کہ سارا نہیں تو اس علاقہ کا کچھ حصہ قبول کرلیں۔ آپ نے پھر معذرت کی کہ مجھے اس کی اجازت نہیں۔ اب امیر تیمور نے کہا کہ میں حضرت امیر کلالؒ کے پاس کون سا تحفہ بھیجوں کہ مجھے ان کا قرب حاصل ہو جائے۔ امیر عمرؒ نے جواب دیا کہ تقویٰ اور عدل اختیار کرو کیونکہ حق تعالیٰ اور خاصانِ حق تعالیٰ کے قرب کا یہی ذریعہ ہیں۔

ایک روز حضرت امیر کلالؒ جمعہ کی نماز جامع مسجد بخارا میں ادا کرنے کے بعد واپس اپنے گھر کو آرہے تھے۔ اتفاق سے راستہ میں امیر تیمور مع ایک فوجی دستہ کے خیمہ زن تھا۔ آپ نے فوجی کیمپ دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ امیر تیمور سمرقند سے آیا ہے۔ اتنے میں امیر تیمور کو بھی آپ کی موجودگی کی اطلاع ہو گئی۔ وہ فوراً خیمہ سے باہر آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: اے مخدوم میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں جس سے میرے دل کو تسکین ہو۔ آپ نے فرمایا: فقیر کو جب تک حضرت عزیزاںؒ کی روحانیت سے اشارہ نہ ملے گا، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا۔ تم منتظر رہو۔ حضرت امیرؒ اپنے گھر پہنچے تو نماز عشاء کے بعد مراقبہ میں حضرت عزیزاںؒ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ دیر بعد اپنے ایک محرم درویش منصور کو طلب کیا اور فرمایا کہ اسی وقت امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے خوارزم کی مملکت تمہیں عطا کر دی ہے اس لئے فوراً وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے اس کی تعمیل کی اور خوارزم کو فتح کر لیا۔

تقویٰ

ایک روز رامیتن کے ایک باغ میں آپ نے کپڑے دھوئے اور جب آپ کے اصحاب نے انہیں خشک کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ کپڑوں کو کانٹوں کی باڑ پر نہ

www.maktabah.org

پھیلاؤ مباد لباڑ کو نقصان پہنچے، درختوں کی شاخوں پر بھی نہ پھیلاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ ٹیڑھی ہو جائیں، زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تا کہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ اصحاب یہ سن کر پریشان ہو گئے کہ پھر خشک کرنے کا کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور پھر پیٹھ سورج کی طرف کر کے انہیں خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ باڑ خراب ہونے، درختوں کی شاخیں ٹیڑھی ہونے یا گھاس خراب ہونے کی صورت میں تم باغ کے مالک کو کیا جواب دو گے۔ گناہ صغیرہ کو معمولی مت سمجھو کیونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: لَا صَغِیرَةَ مَعَ الْاِصرَارِ وَلَا کَبِیرَةَ مَعَ الْاِستغفَار (گناہ صغیرہ کو عادت بنالیا جائے تو صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور گناہ کبیرہ استغفار کے ساتھ کبیرہ نہیں رہتا بلکہ ختم ہو جاتا ہے)۔

(اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے باب میں گزر چکا ہے۔)

کرامات وحکایات

۱) ایک روز حضرت امیر کلالؒ مسجد میں مناسک حج بیان فرما رہے تھے اور ہر مقام کی وضاحت نہایت تفصیل کے ساتھ ہو رہی تھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوچا کہ حضرت امیر نے تو کعبہ نہیں دیکھا۔ ایسی تفصیلات تو وہ شخص بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔ آپ اس شخص کے خیالات کو جان گئے اور جب خطاب کے بعد مسجد سے باہر آئے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے نادان دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ کعبہ حضرت امیر کے سر پر طواف کر رہا ہے۔ پھر فرمایا: اے نادان جس کی اپنی جیب خالی ہے وہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کے پاس بھی کچھ نہیں۔ جب تک تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے، تجھے کچھ دکھائی نہ دے گا۔

۲) ایک مرتبہ آپ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جنگل تھا۔ اچانک ایک شیر سامنے آگیا۔ سب درویش خوف زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر آپ آگے بڑھے اور شیر کو کان سے پکڑ کر ایک طرف کر دیا۔ جب سب لوگ گزر گئے تو شیر نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکایا اور چل دیا۔ آپ کے اصحاب نے اس واقعہ پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: جو ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے،

www.maktabah.org

سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

۳) حضرت خواجہ نقشبندؒ کچھ عرصہ سلطان خلیل کے مشیر رہے (تفصیل اگلے باب میں آئے گی)۔ ایک دن سلطان نے ایک مجرم کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ خواجہ نقشبندؒ اسے مقتل میں لے گئے اور اس کی گردن پر تلوار ماری مگر تلوار نے کچھ اثر نہ کیا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ اس دوران مجرم کے ہونٹ ہلتے تھے۔ خواجہ نقشبندؒ نے اس سے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے مرشد کو یاد کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا مرشد کون ہے۔ اس نے بتایا کہ میرے مرشد حضرت امیر کلالؒ ہیں جو سوخار میں رہتے ہیں۔ یہ سن کر خواجہ نقشبندؒ نے تلوار پھینک دی اور سوچا کہ جو شیخ اپنے مرید کو تلوار کے نیچے سے بچالے، تعجب نہیں کہ وہ اسے دوزخ کی آگ سے بھی بچالے۔

۴) ایک دن حضرت امیرؒ درویشوں کی جماعت کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جارہے تھے۔ راستے میں ایک زمیندار اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ زمیندار نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ حضرت امیر نے اپنے نورِ باطن سے اس کی بات معلوم کرلی اور فرمایا: یارو درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اور ان کو حقارت سے نہ دیکھو، ایسا نہ ہو کہ دنیا سے ذلیل و خوار ہو کر جاؤ۔ ساتھی درویش اس وقت آپ کی اس بات کے سیاق و سباق کو نہ سمجھ سکے۔ جب مسجد سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ زمیندار دردِ گردہ میں مبتلا ہو کر سخت تکلیف میں ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے حضرت کے پاس لے چلو۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے بڑا کارگر تیر کھایا ہے، اس کا علاج ممکن نہیں۔ چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مر گیا۔

وصیت نامہ

اس سے پہلے حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کا ایک وصیت نامہ ان کے باب میں دیا جا چکا ہے جو نقشبندی سلسلہ کے سالکین کے لئے مکمل رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ حضرت امیر کلالؒ کا جب اخیر وقت آیا تو انہوں نے بھی اپنے بیٹوں، خلفاء اور مریدوں کو جمع کیا اور مفصل وصیت نامہ فرمایا جو آنے والے دور میں تمام سالکین کے لئے سرچشمۂ ہدایت بنا۔ "مقامات امیر کلال" کے ذریعے یہ وصیتیں

www.maktabah.org

ہم تک پہنچی ہیں :

"جب تک تم زندہ ہو، طلبِ علم سے ایک قدم بھی دور نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ پہلا علمِ ایمان، دوسرا علمِ نماز، تیسرا علم روزہ، چوتھا علم زکوٰۃ، پانچواں علم حج (بہ شرط استطاعت)، چھٹا علم خدمت والدین، ساتواں علم صلہ رحم و حقوق ہمسایہ، آٹھواں علم خرید و فروخت (بہ شرط ضرورت) اور نواں علم حلال و حرام اس لئے کہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ محض بے علمی کی بنا پر تباہی کے گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔

"چاہیے کہ تم خدادان اور خداخوان ہو اور ایسے کام اختیار نہ کرو کہ ان کے سبب دنیوی کاموں میں مشغول رہ کر دین سے غافل ہو جاؤ۔ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ خوف خدا سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ جب تم ذکر کرو تو چاہیے کہ لا الہ کہتے وقت تمام ماسواء اللہ اور امور غیر شرعی کی نفی کرو اور اِلاَّ اللّٰہ کہو تو معبود حقیقی اور تمام امور شرعی کا اثبات کرو اور اپنے دل میں یہ بات بٹھا لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت و سجدہ کے لائق نہیں اور وہ باپ بیٹے اور کسی قسم کی مدد سے بے نیاز ہے۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم صحیح معنوں میں ذاکر بن جاؤ گے۔ جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو ذکر خدا، جسم کو نماز، مال کو زکوٰۃ، تمہاری راہ کو ادائیگی حقوق اور دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

"ہمیشہ توبہ کرتے رہو کیونکہ توبہ بندگی کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں توبہ کرتا ہوں بلکہ توبہ یہ ہے کہ پہلے اپنے گناہوں پر پشیمانی ہو اور آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کی پختہ نیت ہو۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے گناہوں سے معافی مانگو۔ جن کے حقوق تم پر ہیں انہیں راضی رکھو۔ ایسی زاری کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں محسوس کرو، تب تم صحیح معنوں میں تائب بن سکو گے۔

"روزی کا غم اپنے دل سے نکال دو اور آخرت اور بندگی کا غم دل میں رکھو کیونکہ تمام کاموں کی اصل یہی ہے۔"

"ارادت کیا ہے؟ ارادت طلبِ خدا، ترکِ عادت، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی غلطیوں پر نظر اور اپنے اعمال سے صرف نظر کا نام ہے۔

www.maktabah.org

"ہر حال میں امر معروف (نیکی کا حکم) اور نہی منکر (برائی سے روکنا) پر عمل کرو اور ہمیشہ دل میں غیر شرعی امور اور بدعت سے گریزاں رہو۔ اور آیت یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا اَنْفسکُم وَاَھْلِیکُمْ ناراً وَّقُودُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃ (اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) کو پیش نظر رکھو تاکہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔ ایک دن ہوا سرد تھی اور عتبۃ الغلامؒ باریک کپڑوں کے باوجود پسینہ سے شرابور تھے۔ حضرت فضیل عیاضؒ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس جگہ مجھ سے ایک گناہ ہوا ہے جس کی ندامت سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوں۔ گناہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ میں امر معروف اور نہی منکر کی طاقت تھی لیکن میں نے منع نہ کیا اور یوں اس حکم کا تارک بنا۔ اب تم سوچو کہ ہر روز ہم سے کتنے امر معروف اپنے حق میں اور دوسروں کے حق میں ترک ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال کو زر خالص خیال مت کرو بلکہ انہیں شریعت کی کسوٹی پر پرکھ کر قبول یا رد کرو۔

"شریعت اور حدود کی حفاظت تمام کاموں کی اصل ہے۔ سوچو کہ بندوں کے بارے میں جو باہمی حدود مقرر ہوئیں ان کی خلاف ورزی پر کتنی وعید ہیں تو خدا اور بندے کی باہمی حدود کا کیا حال ہو گا۔ پہلی قسم کی حدود نظر، بات چیت، کھانے پینے، خرچ، صدقہ وغیرہ سے متعلق ہیں اور دنیا میں ان کی رعایت کر سکتے ہیں۔ سو دنیا کی فرصت کو غنیمت سمجھو اور ایسے کام کرو جو نجات کا سبب ہوں۔ کسب حلال کی طرف بطریق غنا متوجہ ہو نہ کہ تکبر اور اسراف کے واسطے۔ اسی طرح خرچ کی طرف بہ طریق شرع متوجہ ہو نہ کہ اسراف یا بخل کے طریق پر بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ صدقہ حلال کی کمائی سے کرو۔ رہے دوسری قسم کے حدود تو روزہ اپنے آپ کو صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے۔ یہ ظاہری نگہداشت ہے۔ اپنے کان کو حرام سننے، زبان کو حرام کہنے، ہاتھ کو حرام پکڑنے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا باطنی روزہ ہے۔ روزہ دار اپنے دل کو تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے۔ زکوٰۃ کی حدود کی حفاظت بھی نہایت کوشش سے کرے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا اس کی نماز اور حج بھی قبول نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ بخیل

www.maktabah.org

خدا، اس کے بندوں کے دلوں اور بہشت سے دور اور دوزخ سے قریب ہے اور سخی خدا، اس کے بندوں کے دلوں اور بہشت سے قریب اور دوزخ سے دور ہے۔ دین کو حسن خُلق اور سخاوت سے بڑھ کر کوئی چیز درست نہیں کرتی۔

"جان لو کہ لوگ اس وجہ سے مقصود حقیقی تک نہیں پہنچ پاتے کہ وہ راہ وصال چھوڑ کر دنیائے دوں پر قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہیے کہ معرفت و توحید میں اپنا عقیدہ درست رکھے اور گمراہی و بدعت سے بچے۔ عقیدہ میں محض مقلد نہ بنے بلکہ ہر بات میں دلیل رکھتا ہو تاکہ بوقت ضرورت اسے بیان کر سکے۔ اس سے بڑھ کر کوئی بری بات نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کریں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے کیونکہ دوسروں کے لئے جو غائب ہے وہ صوفیاء کے لئے کشف ہے۔ معرفت سے دوسروں کا جو مقصود ہے وہ صوفیاء کے لئے حق سے موجود ہے۔ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہم اہل وصال۔ دوسروں کو صوفیاء سے کیا نسبت۔ جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو مصیبتوں سے بچاتا ہے۔ تم ایسے مردوں کے طالب رہنا تاکہ دونوں جہانوں کی دولت تمہیں مل جائے۔

"علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو کیونکہ وہ آنحضور ﷺ کی امت کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور دنیاداروں کی صحبت سے دور رہو کیونکہ ان کی صحبت خدا سے دوری کا باعث ہے۔

"سماع کی مجلس میں نہ بیٹھو کیونکہ سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔

"شرع میں رعایتوں سے دور رہو اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو کیونکہ رخصت (رعایت) کا راستہ اختیار کرنا کمزوروں کا کام ہے۔

"اگر زیادہ تفصیل چاہتے ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے وصیت نامہ کا مطالعہ کرو۔ سالک کے لئے اتنا ہی کافی ہے"۔

وفات

اس وصیت نامہ کے بعد حضرت خواجہ امیر کلالؒ گوشۂ تنہائی میں چلے گئے اور تین دن تک کسی سے بات نہ کی۔ لیکن تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر

www.maktabah.org

اٹھایااور مسرت کی کیفیت میں خدا تعالیٰ کی بے حد حمد کی۔ آپ کے اصحاب نے گذارش کی کہ اس کیفیت اور کثرت حمد کا سبب بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تین دن سے گوشہ تنہائی میں دریائے حیرت میں غوطہ زن رہا کہ ہمارا اور ہمارے متعلقین کا کیا حال ہو گا۔ بالآخر غیب سے میرے باطن میں آواز آئی کہ اے امیر کلالؒ ہم نے تجھ پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر جن پر تیرے لنگر کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیے۔ تم سب لوگ خوش ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اسی دن آپ کی وفات ہوئی۔

وفات سے پہلے آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی متابعت کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ ذکر جہر میں آپ کی پیروی نہیں کرتے اور وہ ذکر خفی کرتے ہیں۔ حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں۔ انہیں جو ہدایت کی گئی اسی میں حکمت الٰہی ہے۔

آپ نے جمعرات کے دن ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ بمطابق ۱۳۷۱ء کو وفات پائی۔ مزار مبارک سوخار میں ہے۔

<u>ماخذ کتب</u>

تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
مقامات امیر کلال	امیر حمزہ بن امیر کلال
نفحات الانس	مولانا جامی
رشحات	واعظ کاشفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

سترھواں باب

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ

۷۱۸ تا ۷۹۱ھ / ۱۳۱۸ تا ۱۳۸۹ء

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ امام طریقت اور وقت کے عظیم شیخ تھے۔ آپ کی زور دار شخصیت، کمالِ باطنی، سلسلہ کی ہمہ جہت ترقی اور روحانی تربیت کے منفرد انداز نے سلسلہ خواجگان کو آپ کے نام سے منسوب کر دیا اور وہ سلسلہ نقشبندیہ کہلانے لگا۔ تعلق باللہ، معرفت الٰہی اور مشاہدہ حق کے ساتھ ساتھ معاشرتی واجتماعی اصلاح، خدمت خلق، قیام عدل کی کوشش اور لوگوں کو ظلم وجور سے بچانے کی سعی اس سلسلہ کے مزاج میں شروع سے موجود تھی۔ آپ نے اس مزاج میں اور پختگی پیدا کی چنانچہ آئندہ آنے والے مشائخ نے معاشرتی مسائل میں گہری دلچسپی لی اور جہاں تک ہو سکا حکمرانوں سے بہبود خلائق اور کتاب وسنت کی ترویج کا کام لیا۔

نقشبند کے لفظی معنی مصور کے ہیں۔ اس لقب سے مراد ہے ''علم الٰہی کی لاثانی تصویر کھینچنے والا''۔ صاحب مفتاح المعیہ نے اس کی صوفیانہ توجیہہ یوں کی ہے : ''اپنے دل میں کمال حقیقی کا نقش رکھنے والا''۔ آپ کے عہد میں سیاسی نقوش وہی تھے جن کا ذکر حضرت امیر کلالؒ کے باب میں کیا جا چکا ہے یعنی شروع میں آپ نے وسط ایشیا کی طوائف الملوکی دیکھی پھر امیر تیمور اچانک اقتدار کے افق پر ابھرا اور ابھی اس کے عروج کی پیش رفت جاری تھی کہ آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے ہم عصر نامور مشائخ میں حضرت سید علی ہمدانی (م۔ ۱۳۸۵ء) اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ (م۔ ۱۳۸۶ء) شامل ہیں۔ گویا جب حضرت خواجہ نقشبندؒ وسط ایشیا میں معرفت کا صور پھونک رہے تھے، اسی دوران حضرت شاہ ہمدانؒ وادی کشمیر کو مسلمان کر

www.maktabah.org

رہے تھے اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سندھ اور جنوبی پنجاب کے قبائل کو کلمہ پڑھا رہے تھے۔ سیاسی میدان میں عین اسی وقت امیر تیمور ایشیا کی حکومتوں کو تہ وبالا کر رہا تھا اور ترکانِ عثمانی علم اسلامی اٹھائے یورپ میں پیش قدمی کر رہے تھے۔

آپ کے مرید صلاح الدین مبارک نے اپنی کتاب "مقامات سیدنا الشاہ نقشبند" میں آپ کے فتاویٰ جمع کیے ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت علاء الدین عطارؒ کے کہنے پر محمد الحافظی بخاری نے آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں اور "حدائق" میں آپ کی فارسی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ علی بن حسین الواعظ کاشفی (م۔ ۱۵۳۲ء) نے "رشحات عین الحیات" میں سلسلہ کی تاریخ اور آپ کے حالات قلمبند کیے۔

ابتدائی زندگی

۴ محرم ۷۱۸ھ کو بخارا سے ایک فرسنگ دور کشک ہندوواں میں آپ کی ولادت ہوئی۔ یہ جگہ بعد میں آپ کی نسبت سے قصر عارفاں کہلائی۔ آپ نسلاً تاجک تھے۔ حضرت محمد بابا سماسیؒ کے باب میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے آپ کی پیدائش کی پیش گوئی فرمائی اور آپ کی پیدائش پر اپنی فرزندی میں قبول کرتے ہوئے حضرت امیر کلالؒ کو آپ کی تربیت کی تاکید کی۔ بچپن میں ہی کرامت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ آپ ابھی چار سال کے تھے کہ آپ نے اپنی حاملہ گائے کے بارے میں کہہ دیا کہ اس کا بچھڑا سفید پیشانی والا ہو گا۔ چنانچہ اس گائے نے ایسا ہی بچھڑا جنا۔

بظاہر آپ کی روحانی نسبت حضرت امیر کلالؒ سے ہے لیکن اس نسبت کا بڑا حصہ بطریق اویسی براہ راست حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ سے ہے۔ اسی لئے حضرت بابا سماسیؒ اور حضرت امیر کلالؒ کے طریقہ ذکر جہر کے برعکس آپ نے خواجہ غجدوانیؒ کے طریق پر ذکر خفی اختیار کیا۔ اپنی نو عمری میں کسی پر دلی میلان رکھتے تھے۔ ایک دن خلوت میں اس کے خیال میں مشغول تھے کہ اچانک کان میں آواز آئی کہ اے بہاء الدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سب کی طرف سے منہ پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہو۔ یہ سن کر آپ بے قرار ہو گئے اور وہاں سے نکل کر اندھیری رات میں ایک نہر کے کنارے کپڑے دھوئے، غسل کیا اور کمال عاجزی سے دو رکعت نماز پڑھی۔ فرماتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں ہوں کہ ویسی نماز پھر پڑھوں مگر میسر نہیں ہوتی۔

www.maktabah.org

مزار پرانوار سید السادات خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندؒ

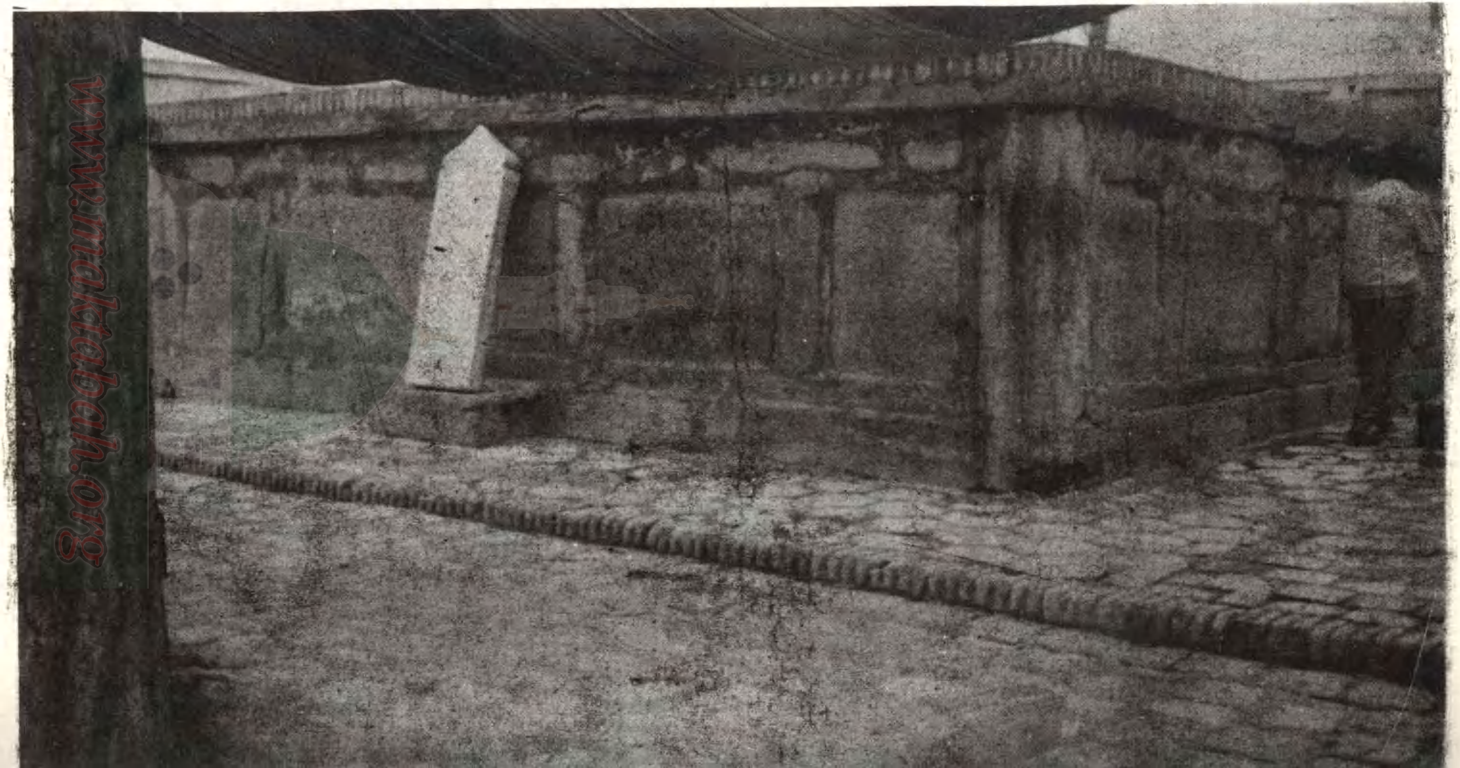

درگاہِ معلیٰ خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندؒ کی تعمیر جدید (زیر تعمیر) کا بیرونی گیٹ

www.maktabah.org

آپ نے فرمایا کہ ابتدائے جذبہ میں مجھے الہام ہوا کہ تو نے اس راستے میں جو قدم رکھا ہے، کیسے رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں، وہ ہو۔ جواب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں، وہ کرو۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں کہوں، اگر وہ ہو تو میں اس راستے میں قدم رکھوں ورنہ نہیں۔ اس کے بعد مجھ سے لاپرواہی کی گئی اور پندرہ روز تک میں بدحال اور میرا چشمہ فیض خشک رہا۔ جب مجھے ناامیدی ہونے لگی تو خطاب ہوا کہ اچھا جس طرح تم چاہتے ہو، رہو۔ ایک مرتبہ کم و بیش چھ ماہ تک فیض کی بندش (قبض) رہی اور آپ کو خیال ہوا کہ دولت باطنی میری قسمت میں نہیں۔ کوئی اور کام کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ اس ارادہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک مسجد آئی جس کے دروازے پر یہ شعر لکھا تھا۔

اے دوست بیا کہ ما ترائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

(ترجمہ: اے دوست آ کہ ہم تیرے ہیں۔ بیگانہ مت ہو کہ ہم تو آشنا ہیں)۔ یہ شعر دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ حال کی کیفیت لوٹ آئی اور آپ مسجد کے کونے میں بیٹھ گئے۔

باقاعدہ روحانی تربیت کا آغاز

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے اپنی کیفیات کے بارے میں خود بیان فرمایا کہ اس زمانہ میں جذبات، غلبات اور بے قراری بہت بڑھ گئی تھی اور میں راتوں کو بخارا کے نواح میں مختلف مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ ایک رات اسی طرح حاضری دے رہا تھا۔ جس مزار پر پہنچتا، دیکھتا کہ چراغ تیل سے بھرا ہوا ہے مگر ٹمٹما رہا ہے۔ بتی کو ذرا اوپر اٹھانے کی ضرورت تھی تاکہ تیل سے باہر آجائے اور خوب روشن ہو جائے۔

پہلے میں خواجہ محمد واسعؒ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں سے اشارہ ہوا کہ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے مزار پر جانا چاہیے۔ جب وہاں پہنچا تو دو شخص آئے انہوں نے دو تلواریں میری کمر پر باندھیں اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کی باگ خواجہ مزداخن کے مزار کی جانب موڑ دی۔ میں رات کے آخری حصہ میں ان کے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی چراغ اور بتی کو اسی حالت میں پایا۔ میں نے بتی کو اوپر سرکا دیا اور قبلہ کی طرف

www.maktabah.org

متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت مجھے غیبت ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہو گئی ہے۔ ایک تخت پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جن کے آگے سبز پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے۔ اس جماعت میں سے میں نے حضرت بابا سماسیؒ کو پہچان لیا کیونکہ میں زندگی میں انہیں دیکھ چکا تھا۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ یہ گزرے ہوئے بزرگوں کی جماعت ہے۔ دل میں خیال آیا کہ معلوم کرنا چاہیے کہ سبز پردہ کے پیچھے تخت پر کون بزرگ بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص اٹھا اور اس نے بتایا کہ یہ بزرگ حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ ہیں۔ اور یہ جماعت ان کے خلفاء کی ہے۔ پھر اس شخص نے سب کے نام بتائے اور اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ احمد صدیق ہیں، یہ اولیاء کبیر ہیں، یہ عارف ریوگری ہیں، یہ محمود انجیر فغنوی ہیں، یہ علی رامیتنی ہیں اور یہ محمد بابا سماسی ہیں۔ پھر کہا کہ محمد بابا سماسی کو تم نے زندگی کی حالت میں دیکھا ہے۔ یہ تمہارے پیر ہیں اور انہوں نے تمہیں کلاہ عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں۔ مگر کلاہ کا قصہ بہت پرانا ہے، مجھے یاد نہیں کہ کس جگہ رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کلاہ تمہارے گھر میں ہی ہے۔ تمہیں یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو بلا بھی ہو وہ تمہاری برکت سے دفع ہو جائے گی۔

اب اس جماعت نے مجھے کہا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تم سے کچھ باتیں فرمائیں گے جو طریق سلوک کے حق میں ضروری ہیں اس لئے خوب غور سے سنو۔ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی خدمت میں سلام عرض کروں۔ چنانچہ سبز پردہ ہٹا دیا گیا اور میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ آپ نے چند کلمات فرمائے جو سلوک کی ابتدا، وسط اور انتہا سے متعلق تھے۔ ان میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ تو نے چراغ تیل سے بھرے ہوئے دیکھے تھے، یہ تمہاری استعداد اور قابلیت کی بشارت تھی لیکن استعداد کی بتی کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ پوشیدہ اسرار ظاہر ہوں اور عمل باندازہ قابلیت کرنا چاہیے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ پھر آپ نے اس بات کی سخت تاکید فرمائی کہ عزیمت و سنت پر عمل کرنا چاہیے اور رخصت وبدعت سے پرہیز کرنی چاہیے۔ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث و اخبار اور صحابہ کرامؓ کے حالات کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

www.maktabah.org

حضرت خواجہ غجدوانیؒ کے ارشادات کے اختتام پر آپ کے خلفاء نے مجھے فرمایا کہ اس واقعہ کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ تم مولانا شمس الدین ایکنوی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ فلاں ترک نے سقا پر جو دعویٰ کر رکھا ہے اس میں ترک حق بجانب ہے مگر تم سقا کی رعایت کرتے ہو۔ اس سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے جب وہ حاملہ ہو گئی تو حمل ساقط کر کے بچہ فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ مولانا شمس الدین کو پیغام پہنچانے کے بعد اگلے روز نسف کی طرف حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں روانہ ہو جانا۔ راستے میں ایک جگہ جنگل میں بوڑھا آدمی تجھے ملے گا، وہ تمہیں ایک گرم روٹی دے گا۔ روٹی لے لینا مگر اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ آگے چل کر ایک قافلہ ملے گا۔ اس سے آگے ایک سوار سامنے آئے گا۔ اسے نصیحت کرنا اور وہ تیرے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ حضرت عزیزاںؒ کی کلاہ جو تمہارے پاس ہے اسے ساتھ لے جا کر حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں پیش کرنا۔ اس کے بعد اس جماعت نے مجھے ہلادیا اور میں ہوش میں آگیا۔

صبح ہوتے ہی میں جلدی سے اپنے گھر کو گیا اور اپنے گھر والوں سے کلاہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مدت سے فلاں جگہ پڑی ہے۔ جب میں نے حضرت عزیزاںؒ کی کلاہ دیکھی تو میری حالت دگرگوں ہو گئی اور میں بہت رویا۔ میں اسی وقت ایکنہ میں آیا اور صبح کی نماز مولانا شمس الدین کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد مولانا سے سارا قصہ بیان کیا۔ سقا وہاں موجود تھا، اس نے ترک کے دعویٰ کی حقیقت سے صاف انکار کیا۔ میں نے کہا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تو نے ایک عورت سے زنا کیا، وہ حاملہ ہوئی تو تیرے کہنے پر اس کا اسقاط حمل کرایا گیا اور بچہ فلاں جگہ انگور کے پیچھے دفن کر دیا گیا۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا تو مولانا نے وہ جگہ کھدوائی اور بچہ موجود پایا۔ سقا معافی مانگنے لگا اور مولانا و حاضرین شدت تاثر سے رو پڑے۔

دوسرے دن صبح میں حسب حکم نسف جانے کے لئے تیار ہوا تو مولانا کہنے لگے کہ تم میں درد طلب موجود ہے۔ یہیں رک جاؤ ہم تمہاری تربیت کریں گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ میرے منہ میں پستانِ تربیت دیں اور میں نہ چوسوں۔ اس پر مولانا خاموش ہو گئے اور جانے کی اجازت دیدی۔ میں نے دو آدمیوں سے اپنی کمر مضبوط بند ھوائی اور روانہ ہو گیا۔ جنگل میں ایک

www.maktabah.org

بوڑھا آدمی ملا۔ اس نے مجھے گرم روٹی دی جو میں نے لے لی لیکن اس سے کوئی بات نہ کی۔ آگے چل کر ایک قافلہ ملا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا ایکنہ سے۔ انہوں نے پوچھا کب چلے تھے۔ میں نے کہا: طلوع آفتاب کے وقت۔ وہ چاشت کا وقت تھا۔ اہل قافلہ بہت حیران ہوئے کہ ہم تو اوّل شب چلے تھے اور چار فرسنگ کا فاصلہ طے کر کے اب یہاں پہنچے ہیں۔ آگے وہ سوار دکھائی دیا۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو کہ تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تم توبہ کرو گے۔ وہ فوراً گھوڑے سے اترا اور توبہ کی۔ اس کے پاس بہت سی شراب تھی جو اس نے زمین پر پھینک دی۔

اس سفر کے بعد حضرت خواجہ نقشبندؒ حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے وہ کلاہ حضرت امیرؒ کے سامنے رکھی۔ انہوں نے تھوڑی توجہ کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت عزیزاںؒ کی ہے۔ خواجہ نقشبندؒ نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں یہ اشارہ ہوا ہے کہ اسے دو پردوں میں محفوظ رکھو چنانچہ خواجہ نقشبندؒ نے کلاہ واپس لے کر اس کی تعمیل کی۔ اب حضرت خواجہ نقشبندؒ کی باقاعدہ روحانی تربیت شروع ہوئی۔ آپ نے حضرت امیرؒ کی رہنمائی میں دن رات سخت محنت و ریاضت کی۔ ہمہ وقت ذکر اور نفی اثبات بطریق خفی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی ہدایت کے مطابق ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا اور رخصت سے الگ رہے۔ اس کے ساتھ آپ کو احادیث و اخبار رسول اللہ ﷺ کی جستجو کا بھی حکم ہوا تھا اس لئے آپ علماء کی صحبت میں یہ علوم بھی حاصل کرتے رہے اور ان پر عمل کر کے اپنے باطن میں اس کے اثرات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ آخر ایک دن حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاء الدین! حضرت محمد بابا سماسیؒ نے مجھے تمہاری تربیت کی وصیت فرمائی تھی چنانچہ میں نے اس وصیت کے مطابق تمہاری تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اس کے بعد حضرت امیر کلالؒ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔

ذکر خفی

خواجگان نقشبند میں حضرت محمود انجیر فغنویؒ سے ذکر جہر کا طریقہ شروع ہو گیا تھا۔ حضرت عزیزاںؒ، حضرت سماسیؒ اور حضرت امیر کلالؒ ذکر جہر

www.maktabah.org

ہی کیا کرتے تھے۔ عام لوگوں میں یہ مشائخ ”علانیہ خواں“ کہلاتے تھے۔ مگر حضرت خواجہ نقشبندؒ کا بہ طریق اویسی حضرت خواجہ غجدوانیؒ سے براہ راست رابطہ تھا اور ان کا طریقہ ذکر خفی کا تھا۔ چنانچہ آپ ہمیشہ ذکر خفی پر عمل پیرا رہے۔ جس وقت حضرت امیرؒ کے اصحاب ذکر جہر شروع کرتے، آپ حلقہ سے اٹھ جاتے۔ یہ بات حضرت امیرؒ کے مریدوں پر گراں گزرتی اور انہوں نے کئی مرتبہ مرشد سے شکایت کی اور کہا کہ بہاء الدین آپ کی اطاعت و اتباع نہیں کرتے۔ اس کے باوجود حضرت امیرؒ کی نظر التفات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ بھی مرشد کے ادب میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے اور آستانِ ارادت پر ہر وقت سر تسلیم خم رکھتے تھے۔ آخر ایک دن جبکہ مسجد اور خانقاہ کی تعمیر کے لئے تقریباً پانچ سو مریدین جمع تھے۔ حضرت امیر نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو۔ دراصل تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس پر ہے اور بندگانِ خدا کی نظر حق تعالیٰ کی نظر کے تابع ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں میرا کچھ اختیار نہیں۔

شیخ عارف دیک کرانیؒ

حضرت امیر کلالؒ کے ہاں سلوک کی تکمیل کے باوجود طبیعت کی بلند پروازی مزید بلندیوں کی متقاضی تھی چنانچہ آپ حضرت امیرؒ کے خلیفہ شیخ عارف الدیک کرانیؒ کے ہاں کئی سال تک مقیم رہ کر ریاضت اور روحانی تربیت میں مصروف رہے۔ آپ شیخ عارفؒ کے احترام کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ نہر پر وضو کرتے وقت پانی کے بہاؤ کے نیچے کی طرف بیٹھتے اور چلتے وقت ان کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔

سلطان خلیل اور حضرت خواجہ نقشبندؒ

حضرت امیر کلالؒ نے آپ کو اجازت دیتے وقت فرمایا تھا کہ ”تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا ہے مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ اس لئے ترک تاجک جس جگہ تمہاری ہمت کے موافق ملے اس کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرو“۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ اس دن سے میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مجھے مشائخ ترک سے حصہ ملے گا۔ ایک روز میں

www.maktabah.org

نے خواب میں دیکھا کہ حکیم اتاؒ جو کبار مشائخ ترک میں سے تھے، نے میرے لئے کسی درویش کی سفارش کی۔ میں نے اس درویش کی صورت دل میں بٹھالی۔ آخر ایک دن میں نے اسے بازار میں پہچان لیا۔ یہ خیل اتاؒ تھے۔ اس وقت تو ان سے صحبت نہ ہو سکی مگر جب میں اپنے مقام پر واپس آیا تو ایک قاصد نے آکر پیغام دیا کہ درویش خلیل تمہیں بلاتے ہیں۔ میں فوراً کچھ ہدیہ لے کر پورے شوق کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے چاہا کہ اپنا خواب ان سے بیان کروں مگر انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ مجھ پر عیاں ہے، کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے میرے دل میں ان کی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ ان کی صحبت میں عجیب و غریب احوال مشاہدہ میں آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ چلے گئے اور صحبت کا یہ سلسلہ وقتی طور پر منقطع ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد اچانک خبر ملی کہ وہ درویش ماوراء النہر کا بادشاہ بن گیا ہے اور اب وہ سلطان خلیل اللہ کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۳۴۰ء میں پیش آیا۔ سلطان خلیل نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطنت کے دوران بھی ان سے بڑے کمالات دیکھے۔ مجھ پر بڑی مہربانی کرتے اور آداب خدمت کی تعلیم کرتے اور یہ تعلیم مجھے اس راہ میں بھی بہت کام آئی۔ میں چھ سال ان کی خدمت میں رہا۔ مجلس عام میں آداب سلطنت ملحوظ رکھتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص تھا۔ اپنے دربار کے روبرو بارہا فرمایا کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے خدمت کرتا ہے وہ خلق میں بزرگ ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ روئے سخن کس کی طرف ہے۔

۱۳۴۷ء میں سلطان خلیل کی سلطنت جاتی رہی اور وہ والئ ہرات کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔ اب حضرت خواجہ نقشبندؒ اپنے سابقہ انداز زندگی میں واپس آگئے۔ تاہم یہ عرصہ کئی لحاظ سے اہم ہے۔ ایک یہ کہ حضرت خلیل اتاؒ سلسلہ یسویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یوں حضرت خواجہ اس تعلق کی بنا پر یسوی روایت کے بھی امین بن گئے۔ دوسرے یہ کہ سلاطین کے ذریعے خدمت خلق اور قیام عدل کی روایت سلسلہ نقشبندیہ میں مزید پختہ ہو گئی۔

www.maktabah.org

خواجہ خضرؑ سے ملاقات

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں بخارا سے نسف جارہا تھا کہ راستے میں خواجہ خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں نظر آئے۔ ہاتھ میں چرواہوں کی طرح بڑی لکڑی تھی اور سر پر ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے لکڑی سے مجھے مارا اور ترکی زبان میں کہا کہ تم نے گھوڑے دیکھے ہیں۔ میں نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ انہوں نے کئی بار میرا راستہ روکا اور پریشان کیا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو جانتا ہوں، آپ خضر ہیں۔ وہ رباط قراول تک میرے پیچھے آئے اور کہا ٹھہر جاؤ، کچھ دیر پاس بیٹھ کر بات کریں۔ مگر میں نے کوئی توجہ نہ دی۔ جب میں حضرت سید امیرؒ کے پاس پہنچا تو دیکھتے ہی فرمایا کہ راستے میں خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مگر تم نے دھیان نہ دیا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ چونکہ آپ کی طرف متوجہ تھا اس لئے ان کی طرف دھیان نہ دے سکا۔

حج

آپ نے دوبار حج کیا۔ پہلے حج سے واپسی پر والیٔ ہرات سے ملاقات ہوئی (جس کا حال آگے آئے گا)۔ دوسری بار حج کو روانہ ہوئے تو صرف مولانا زین الدینؒ کی ملاقات کے لئے ہرات تشریف لے گئے۔ تین روز تک ان سے صحبت رہی۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد مولانا نے آپ سے کہا: ”برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند“ (اے خواجہ ہمارے لئے بھی حقیقت کا نقش کھینچیں) آپ نے از روئے انکساری فرمایا: ”آمدیم تا نقش بریم“ (ہم اس لئے آئے ہیں کہ ماسواء اللہ کا نقش مٹا دیں) غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقشبند مشہور ہوا۔ فرمایا میں نے مکہ معظّمہ میں دو آدمی دیکھے ایک نہایت پست ہمت اور ایک نہایت بلند ہمت۔ پست ہمت وہ کہ خانہ کعبہ کے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا اور ایسی پاک جگہ خدا کے سوا کچھ اور مانگ رہا تھا اور بلند ہمت وہ جسے میں نے منیٰ میں دیکھا کہ پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی مگر اس کا دل ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہ ہوا۔

امیر حسین غوری سے ملاقات

امیر حسین غوری والیٔ ہرات ایک نیک نفس اور پابند شرع حکمران تھا اور اولیاء اللہ کا بے حد قدردان تھا۔ جب حضرت خواجہؒ پہلی بار حج سے واپسی پر خراسان کے شہر سرخس

www.maktabah.org

میں پہنچے تو ایک قاصد امیر حسین والیٔ ہرات کا خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے لیکن میرا حاضر ہونا مشکل ہے۔ خط پڑھ کر آپ کے دل میں آیا کہ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَر (سائل کو جھڑکنا نہیں) اور وَاِذَا رَایتَ لِی طَالِباً فکُنْ لَهٗ خَادِماً (جب تو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا)۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ بادشاہ کے سرخس آنے سے عوام کو تکلیف ہو گی۔ چنانچہ آپ ہرات روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر استقبال و آداب کی رسومات کے بعد مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کو بزرگی آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ جَذْبَةٌ مِن جَذبَاتِ الْحَق تَوازِی عَمل الثَّقلَیْن (جذبات حق میں سے ایک جذبہ جن و انس کے عمل کے برابر ہے) میں اسی جذبہ کے سبب اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ آپ سماع اور ذکر جہر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ انہی باتوں کو درویشی کہتے ہیں اور وہ آپ میں نہیں۔ آپ نے فرمایا: جذبہ عنائت الٰہی مجھ پر پہنچا اور میں حضرت غجدوانیؒ کے طریقہ میں داخل ہوا۔ ان کے ہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر ان کے ہاں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ظاہر با خلق اور باطن با حق۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰه (ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی)۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ ہمارے خواجگان کا اصول ہے خلوت در انجمن، سفر در وطن، ہوش در دم، نظر بر قدم۔ اس کے علاوہ ذکر جہر اور سماع سے جو حضور و ذوق ہوتا ہے، اسے قیام نہیں۔ اگر کوئی وقوف قلبی پر مداومت رکھے تو جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جذبہ سے کام بن جاتا ہے۔ حقیقت ذکر خفیہ اور وقوف قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور پھر ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ دل میں خبر نہیں ہوتی کہ ذکر میں مشغول ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ان علم القلب انه ذاکر فاعلم انه غافل (اگر قلب کو معلوم ہو کہ وہ ذکر رہا ہے تو جان لے کہ وہ غافل ہے) اور آیت واذکر ربك فی نفسِك تضرعاً و خِفیه (اپنے رب کو دل میں زاری اور خفیہ طور پر یاد کر)۔ بعض بزرگوں کا قول ہے: ذکرِ اللسان

www.maktabah.org

هذیان و ذکر القلب وسوسه (زبان کا ذکر ہذیان اور قلب کا ذکر وسوسہ ہے)۔
پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

دل را گفتم بیاد او شاد کنم گفت
چوں من ہمہ اوشدم کرا یاد کنم

(ترجمہ : میں نے دل سے کہا کہ اس کی یاد سے مجھے خوش کر تو اس نے کہا کہ جب میں تمام تر وہی ہو گیا ہوں تو کسے یاد کروں)۔

کچھ دیر بعد بادشاہ نے پوچھا کہ بعض کا قول ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

سلطان کی ایک دعوت میں آپ نے کھانا کھانے سے اجتناب کیا کیونکہ آپ کے خیال میں وہ مشکوک تھا۔

مقاماتِ روحانی کی سیر

فرمایا کہ روحانی منازل اور مقامات طے کرتے وقت شیخ منصور حلاج کی صفت دو دفعہ میرے وجود میں آئی۔ قریب تھا کہ جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے، وہ میری زبان پر بھی آجاتے۔ بخارا میں ایک سولی تھی۔ میں دو دفعہ اس کے نیچے کھڑا ہوا اور اپنے آپ سے کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں اس مقام سے آگے گزر گیا۔

مجھے شیخ جنیدؒ، شیخ بایزید بسطامیؒ، شیخ شبلیؒ اور شیخ منصور حلاجؒ کے مقامات کی سیر نصیب ہوئی اور میں وہاں پہنچا جہاں یہ بزرگ پہنچے تھے یہاں تک کہ بارگاہ عالی شان تک پہنچا اور سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جب حضرت بایزیدؒ وہاں پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ وہ بھی آنحضور ﷺ کی طرح وہاں کی سیر کریں۔ مگر ان کی پیشانی پر دستِ رد رکھا گیا۔ میں نے ایسی کوئی گستاخی نہ کی اور سرِ تعظیم آستانہء عزت پر رکھا اور راہ ادب اختیار کی اور اس مقام سے مستفیض ہوا۔

مریدوں کی تربیت

حضرت خواجہؒ کے خلیفہ اور جانشین حضرت علاء الدین عطارؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی نظرِ عنایت کا یہ عالم تھا کہ پہلے قدم پر ہی طالب مراقبہ کی سعادت حاصل کر لیتے۔ جب نظر عنایت

www.maktabah.org

مزید ہوتی تو درجہ عدم تک پہنچ جاتے۔ جب اور زیادہ عنایت ہوتی تو مقام فنا تک پہنچ جاتے۔ اس حالت میں طالب اپنے آپ سے فانی یعنی فانی از خود و باقی بحق ہو جاتے۔ ایسے مقام پر پہنچا کر حضرت خواجہؒ فرمایا کرتے کہ ہم تو وصالِ حق کا ایک واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ اس واسطہ سے منقطع ہو کر ہی مقصود حقیقی ملنا چاہیے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اہل اللہ طالب کو طریقت کے گھوارے میں لٹاتے ہیں اور اسے تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وہ فصال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے دودھ چھڑا دیتے ہیں۔ وہ بارگاہ الٰہی کا محرم بن چکا ہوتا ہے۔ اب اسے چاہیے کہ حق تعالیٰ سے بلاواسطہ فیض حاصل کرے اور روحانی ارتقاء جاری رکھے۔

معاشرتی معمولات

زندگی کے آخری حصہ میں آپ قصر عارفاں (بخارا) میں ہی مقیم رہے۔ آپ کے روزمرہ کے معمولات میں نمایاں پہلو خدمت خلق تھا۔ یہاں تک کہ جانوروں کی بھی خدمت اور دیکھ بھال کرتے۔ سڑکوں کی مرمت اور دیکھ بھال آپ کے مشاغل کا خصوصی حصہ تھا۔ آپ کا پیشہ زراعت تھا۔ ہر سال جو اور ماش کی کاشت کرتے۔ بیج، زمین اور بیلوں کے استعمال میں خاصی احتیاط کی جاتی۔ اسی پیداوار سے گھر اور لنگر کا کام چلتا تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ کے ہاں بغیر چھنے جو کا آٹا پکتا تھا۔ فرمایا کہ چند دن ہمارے ہاں بھی بغیر چھنے جو کا آٹا پکایا گیا۔ اس سے سب بیمار پڑ گئے۔ معلوم ہوا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضور ﷺ کی مماثلت اور برابری کی صورت پیدا ہو گئی اور یہ بے ادبی تھی۔ آنحضور ﷺ کی متابعت کی پوری کوشش کرنی چاہیے مگر اپنے آپ کو ہر معاملہ میں آپ سے فروتر خیال کرنا چاہیے۔ اس کے بعد دوبارہ چھنا ہوا آٹا پکنے لگا۔

آپ کے ہاں ہر طرح فقر کا عالم تھا۔ شہر میں آپ کا کوئی ذاتی مکان نہ تھا۔ کسی کے مکان میں رہائش رکھتے تھے۔ سردیوں میں فرش پر گھاس بچھا دیا جاتا اور گرمیوں میں بوریا کا بستر ہوتا۔ گھر میں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: بندگی اور خواجگی ایک ساتھ راس نہیں آتیں۔ اکثر کھانا خود پکاتے تھے اور دستر خوان کی خدمت بھی خود ہی کیا کرتے تھے۔ اگر کھانے میں کچھ تکلف ہوتا تو وہ چیز مہمان کے آگے رکھ دیتے۔ کھانے میں حلال کی رعایت اور شبہات سے پرہیز کی بڑی تاکید

www.maktabah.org

فرماتے اور ہمیشہ یہ حدیث دہراتے: انّ عبادة عشرة اجزاء تسعة منها طلب الحلال و جزء واحد منها سائر العبادات (عبادت کے دس اجزا ہیں۔ ان میں سے نو طلب حلال ہیں اور صرف ایک جزو باقی سب عبادات)۔ درویشوں کو تاکید فرماتے کہ کھانا کھاتے وقت حضوری و وقوف کا خیال رکھیں۔ بعض اوقات دستر خوان پر کافی مجمع ہوتا، اس کے باوجود اگر کوئی درویش غافل ہوتا تو آپ معلوم کر لیتے اور اسے ازراہ شفقت و تربیت آگاہ کرتے۔ غصے اور کراہت کی حالت میں پکایا ہوا کھانا بھی نہ کھاتے اور فرماتے کہ ایسے کھانے میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔

کوئی آدمی آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا تو اتباع سنت میں اسے قبول کر لیتے لیکن اس آدمی پر بھی بدلہ میں احسان فرماتے۔ دستر خوان پر چراغ خاص طور پر مہمان کے پاس رکھتے تاکہ اسے آسانی ہو۔ اگر وہ سو جاتا اور موسم سرد ہوتا تو گھر میں خواہ ایک کپڑا ہی ہوتا وہ مہمان پر ڈال دیتے۔ غرضیکہ خدمت خلق کا جذبہ آپ کی روزمرہ زندگی میں ہر جگہ کار فرما تھا۔

اقوال زریں حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ملفوظات بڑی تعداد میں ملتے ہیں اور صوفیائے طریقہ نے انہیں اپنے لئے شمعِ ہدایت بنائے رکھا۔ آنے والے مشائخ بالخصوص حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کی تشریح فرمائی۔ قاری کی سہولت کے لئے ان ملفوظات کو ذیلی عنوانات کے تحت پیش کیا جا رہا ہے:

آداب سلوک:

۱) اگرچہ نماز روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں کے مقابلہ میں قریب تر ہے اور یہ ترکِ اختیار اور اپنی کوتاہیوں پر نظر کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

۲) اس راستے کے سالکوں کے لئے ماسواء اللہ کے ساتھ تعلق بہت بڑا حجاب ہے۔

۳) تیرا حجاب تیرا وجود ہے۔ دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَال (اپنا وجود چھوڑ اور آجا)

۴) ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

www.maktabah.org

۵)خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے بشرطیکہ دونوں ایک دوسرے میں نفی ہو جائیں۔

۶)مرشد کو چاہیے کہ طالب کے تینوں حال (ماضی۔ حال۔ مستقبل) سے باخبر ہو تاکہ اس کی تربیت کر سکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت کسی ولی اللہ کی صحبت میں ہو تو اپنے حال سے واقف رہے اور زمانہ صحبت کا مقابلہ گذشتہ زمانہ سے کرے۔ اگر وہ بہتری کی طرف ترقی محسوس کرے تو اس بزرگ کی صحبت کو اپنے لئے فرض سمجھے۔

۷)طریقت سب ادب ہی ادب ہے۔ طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق تعالیٰ کی نسبت ہے، ایک ادب رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبتِ ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں کمالِ بندگی کی شرط کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کرے اور ماسوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ رسول اللہ ﷺ کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمہ تن حضور کی متابعت اور پیروی کے مقام پر رکھے اور آپ کو تمام موجودات اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی اور جو کچھ ہے سب کا سر حضور کے آستان عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ مشائخ سنتِ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے طفیل اس مقام پر پہنچے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ لہٰذا درویش کو چاہیے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

۸)ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہیے تاکہ موثر ہو اور اس کا نتیجہ ظاہر ہو۔ تیر بادشاہ کے ترکش سے لینا چاہیے تاکہ شایانِ حمایت ہو۔

۹)سالکین شیطانی و نفسانی خیالات کے دور کرنے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ نفس و شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ آنے سے پہلے ہی اسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اسے دور کر دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جب کوئی خطرہ دل میں آتا ہے تو اسے قرار پکڑنے سے پہلے دفع کر دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں مگر یہ اتنا مفید نہیں۔

۱۰)تین ذرائع ایسے ہیں جن سے عارف مقصود حقیقی پا لیتے ہیں اور

www.maktabah.org

دوسرے محروم رہ جاتے ہیں۔ مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ۔ خالق کی طرف دوام نظر اور مخلوق کی طرف سے نظر ہٹالینا مراقبہ کہلاتا ہے۔ یعنی سالک کو چاہیے کہ ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف نظر رکھے اور تمام مخلوقات کی ہستی پر خط تنسیخ پھیر دے۔ مراقبہ کا دوام نادر چیز ہے۔ اس گروہ میں سے کم ہیں جنہوں نے یہ بات حاصل کی ہے۔ ہم نے اس کے حصول کا طریقہ معلوم کر لیا ہے اور وہ ہے نفس کی مخالفت۔ مشاہدہ سے مراد ان واردات غیبیہ کا معائنہ ہے جو دل پر نازل ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ واردات جلدی گزر جاتی ہیں اور قرار نہیں پکڑتیں اس لئے ہم ان کا اوراک نہیں کر سکتے۔ مگر صفت بسط و قبض سے جو ہم میں پیدا ہوتی ہے، انہیں معلوم کر لیتے ہیں۔ قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں صفت جمال کا۔ محاسبہ یہ ہے کہ ہر ساعت جو کچھ ہم پر گزرے اس کا حساب کریں کہ اس میں غفلت کیا ہے اور حضور کیا ہے۔ اگر دیکھیں کہ سراسر نقصان ہے تو باز گشت کریں اور عمل کو از سر نو کریں۔ راستہ ان تین پر منحصر ہے۔

۱۱) درویش کو چاہیے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اس میں نہیں حق تعالیٰ کبھی اس کو اس حال کی سعادت نہیں بخشے گا۔

۱۲) یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے، وہ گیند لے جائے مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

۱۳) درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ ؎

تا دریں خرقہ ایم از کس ما
هم نہ رنجیم و هم نہ رنجانیم

(جب تک ہم اس خرقہ میں ہیں ہم نہ کسی سے رنجیدہ ہیں اور نہ کسی کو رنجیدہ کرتے ہیں)

۱۴) درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر مخالفانہ آواز نہ نکلے۔

۱۵) درویش اہل نقد ہیں۔ آئندہ پر نہیں چھوڑتے ؎

www.maktabah.org

امروز بیں بدیدہ باطن جمال دوست
اے بے خبر حوالہ بفردا چہ می کنی

(باطن کی آنکھ سے آج ہی دوست کا جمال دیکھ۔ اے بے خبر تو اسے کل پر کیوں چھوڑ رہا ہے)

۱۶) جس شخص کی استعداد مختلف صحبتوں کے سبب بے کار ہو چکی ہو، اس کا معاملہ دشوار ہے۔ وہ اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے بغیر درست نہیں ہو سکتی اور ایسی صحبت سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے۔

۱۷) بندہ کا اختیار ثابت کرنے میں بڑی مصلحت ہے۔ اس لئے کہ اگر اس سے کوئی عمل رضائے حق کے خلاف سرزد ہو جائے تو وہ اسے اپنا اختیار سمجھ کر شرم کے مارے معافی طلب کرنے لگے اور اگر کوئی عمل رضائے حق کے موافق ہو اور اسے اپنا اختیار سمجھے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی توفیق ملنے پر شکر بجالائے۔

۱۸) مشائخ کا قول ہے: اَلْمَجازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَه (مجاز حقیقت کا پل ہے)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری، قولی ہوں یا فعلی، مجاز ہیں۔ جب تک سالک ان سے نہ گزرے گا حقیقت کو نہ پا سکے گا۔

۱۹) اگر مرید کو پیر کے کسی کام میں مشکل یا شبہ ہو تو صبر کرے اور اعتقاد خراب نہ کرے۔ شاید وہ بھید اس پر خود ہی کھل جائے۔ اگر مرید مبتدی ہے اور صبر کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ پیر سے سوال کر سکتا ہے اور اگر مرید متوسط ہے تو اس کے لئے سوال روا نہیں۔

۲۰) حضرت خواجہؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس لے لے تو وہ کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس حال کا کچھ حصہ باقی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس درویش سے زاری و نیاز مطلوب ہے۔ اسے چاہیے کہ حق تعالیٰ سے نہایت عاجزی کے ساتھ اسے طلب کرے۔ اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اس صورت میں اس سے صبر اور راضی بہ رضا ہونا مطلوب ہے۔

۲۱) ایک شخص نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں شخص بیمار ہے اور آپ کے دل کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت،

www.maktabah.org

اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ۔ (یعنی پہلے طالب شکستہ دل ہو کر اپنی حاجت کا ذکر کرے پھر اہل اللہ اس کی حاجت براری کی طرف توجہ کرتے ہیں)

۲۲) ہمارا روزہ ماسوا کی نفی اور ہماری نماز مقام مشاہدہ ہے۔

۲۳) پیر کی گاہے گاہے زیارت جو حضور قلب کے ساتھ ہو، ایسی زیارت سے کہیں بہتر ہے جو دائمی ہو مگر بلا حضور ہو۔

۲۴) اگر تو مقام ابدال تک پہنچنا چاہتا ہے تو مخالفتِ نفس کر۔

۲۵) جو شخص اپنے آپ کو سلامتی کی خاطر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اس کے لئے کسی دوسرے سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عوام سے معاف ہے مگر خواص سے نہیں۔

۲۶) متوکل کو چاہیے کہ وہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے (یعنی اسباب کو ترک نہ کرے)۔

انکسار :

۱) اس راہ میں صاحب پندار کا کام بہت مشکل ہے۔

۲) اس راستے میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے آپ کو کم سمجھنا بڑا کام ہے۔ مقصد حقیقی حاصل ہونے کا انحصار قبولیت پر ہے۔ میں نے اس معاملہ میں تمام موجودات پر نگاہ ڈالی اور ہر ذرے کے ساتھ اپنے آپ کا مقابلہ کیا تو سب کو اپنے آپ سے بہتر پایا۔ یہاں تک کہ فضلات پر غور کیا تو ان میں بھی فائدہ دیکھا مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کتے کے فضلہ کے بارے میں ایک مدت تک میں اس خیال پر قائم رہا کہ اس میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آخر کار میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے مگر مجھ میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں۔

۳) ایک دن ایک لڑکا قرآن پاک کو ہاتھ میں لیے گھر سے نکلا۔ اس نے حضرت خواجہؒ کو سلام کیا۔ آپ نے اس سے قرآن پاک لے کر کھولا تو یہ آیت نکلی وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (اور ان کا کتا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے) آپ نے فرمایا: امید ہے ہم وہ ہوں گے۔

www.maktabah.org

۴) اس راستے کا سالک اگر اپنے نفس کو سوبار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں

جانتا تو وہ اس راستے میں نہیں ہے۔

۵)میں نے اکابرین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: عاجزی اور خواری۔

معرفت :

۱)اہل اللہ کی تین قسمیں ہیں : مقلد، کامل اور کامل مکمل۔ مقلد اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل تک محدود ہے۔ کامل خود تو نورانی ہے مگر نور بخش نہیں یعنی دوسرے کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کامل مکمل نورانی بھی ہے نور بخش بھی۔ وہ صحیح معنوں میں دوسروں کی تربیت کا اہل ہے۔

۲)رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے کہ اس وقت مجھ میں کوئی نبیٔ مرسل اور کوئی فرشتہء مقرب نہیں سما سکتا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی نبی یا فرشتہ ملحوظ نہیں رہتا۔ مگر یہ حال بعض اوقات مبتدی سالک کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرا ایسا حال ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ کے حال سے اعلیٰ واشرف ہوتا ہے۔

۳)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جو شخص ان کا احاطہ کرے، وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان ناموں کا شمار کرے اور جانے۔ ایک مطلب یہ ہے کہ ہر نام کے تقاضا کے مطابق عمل کرے مثلاً جب رزاق کہے تو روزی کا غم اس کے دل سے نکل جائے اور جب متکبر کہے تو سب عظمت وبادشاہی خدا کی ہی ملکیت سمجھے۔

۴) مجھ کو براہ فضل لائے ہیں اور آخر تک میں نے فضل ہی دیکھا ہے۔ اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا۔

۵)ارادہ الٰہی سے جو رسول اللہ ﷺ پر گزرا وہ بوجہ متابعت میرے اوپر بھی گزرا ہے۔ ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے مع اصحاب تنور میں روٹی لگائی۔ سب کی روٹیاں پک گئیں مگر حضور ﷺ کی نہ پکی۔ ایک دفعہ میں نے بھی مع یاران تنور میں

www.maktabah.org

روٹی لگائی۔ سب کی پک گئی مگر میری نہ پکی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رحمتہ للعالمین تھے اور جس روٹی کو آپ کا دست مبارک لگ گیا، اس پر آگ نے اثر نہ کیا۔ چونکہ حضرت خواجہ آنحضور ﷺ کا کمال اتباع کرتے تھے اس لئے اس اتباع کی برکت سے آپ کا ہاتھ بھی جس روٹی پر لگا اس پر آگ نے اثر نہ کیا۔

۶) چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں۔ ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ (مراد یہ ہے کہ چونکہ ولی اللہ، اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اس لئے غلطی کا امکان نہیں)۔

۷) حضرت عزیزانؒ کا قول ہے کہ اس گروہ کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ روئے ناخن کی طرح ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ جب حضرت عزیزانؒ نے یہ ارشاد فرمایا وہ دستر خوان پر تھے۔ اسی مناسبت سے یہ فرمادیا۔

۸) کسی ولی اللہ نے حضرت خواجہؒ سے دریافت کیا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس سے مقصود معرفت تفصیلی ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ معرفت تفصیلی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: معرفت تفصیلی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ اجمالاً قبول کیا گیا ہے، اسے تفصیلاً پہچانا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف وعیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے۔

۹) خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جس نے مجھے دوست رکھا میں نے اسے بلا میں ڈالا"۔ محبت کا یہ تقاضا ہے کہ محبّ اپنے محبوب کا طلب گار رہے۔ محبوب جس قدر عزیز ہو گا، اس کی راہِ طلب میں بلا اسی قدر زیادہ ہو گی۔ ایک شخص نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو فقر کے لئے تیار رہ۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو بلا کے لئے تیار رہ۔

۱۰) حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو لوگوں کے اعمال وخیالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ یہ کیسے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس نور کی فراست سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔ حدیث میں ہے: اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُومِنِ فَاِنَّهٗ

www.maktabah.org

يَنۡظُرُ بِنُورِ اللهِ۔ (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)۔

۱۱) حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ بعض مشائخ کا قول ہے کہ اَلصُّوفِی غَیۡرُ مَخۡلُوق (صوفی غیر مخلوق ہے) اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا: بعض اوقات صوفی پر ایک ایسا حال ہوتا ہے کہ وہ نابود ہوتا ہے۔ مشائخ کا یہ قول اسی وقت کی مناسبت سے ہے ورنہ صوفی مخلوق ہے۔

۱۲) حضرت خواجہؒ سے سوال کیا گیا کہ بعض صوفیاء کا قول ہے کہ فقیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا کہ یہ سوال کرنے کی حاجت کی نفی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالنے لگے تو حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ انہوں نے فرمایا حسبی من سوالی علمه بحالی (میرے حال کے بارے میں خدا تعالیٰ کا علم میرے سوال کی نسبت کافی ہے) یعنی خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے تو مجھے سوال کی حاجت نہیں۔

۱۳) حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ اذا تم الفقر فهو الله (جو فقر کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی باقی رہ جاتا ہے) اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بندہ کی فنا اور نیستی اور اس کی بشری صفات مٹ جانے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴) مشائخ کے اس قول کے بارے میں کہ "عارف کی معرفت صحیح نہیں ہوتی جب وہ خدا سے تضرع کرتا ہے" وضاحت کرتے ہوئے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ بندہ کی ہستی اور اس کی بشری صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۵) حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہوتی ہے، حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔

ساقیا قدحے کہ نیم مستیم مخمور صباحئ الستیم
مارا تو بہ ما مماں کہ تاما با خویشتیم بت پرستیم

(ترجمہ: اے ساقی ایک پیالہ عطا کر کہ ہم نیم مست ہیں، روز الست کے مخمور ہیں۔ ہم کو ہم تک مت رہنے دے کیونکہ ہم جب تک اپنے آپ میں ہیں اس وقت تک بت پرست ہیں۔)

www.maktabah.org

کرامت :

۱) کرامات اور خوارق کے ظہور کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل چیز استقامت ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ طالب استقامت ہو نہ کہ طالب کرامت۔ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس کرامت چاہتا ہے۔ اکابر کے اقوال میں سے ہے کہ اگر ولی کسی باغ میں جائے اور ہر درخت و پتے سے یا ولی اللہ کی آواز آئے تو اسے اس پر التفات نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر لحظہ بندگی و نیاز مندی میں کوشاں رہنا چاہیے۔

۲) حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ کرامات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا: کرامتوں کا کیا ذکر، جو کچھ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلہ میں نفی ہے۔ اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دور رکھے گئے ہیں۔

۳) حضرت خواجہؒ سے لوگوں نے کرامت کا مطالبہ کیا تو فرمایا: ہماری کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چلتے ہیں اور اس میں دھنس نہیں جاتے۔

۴) مرید سے احوال کا ظاہر ہونا، شیخ کی اصل کرامت ہے۔

۵) اولیاء کو اسرار کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بلا اجازت اس کا اظہار نہیں کرتے۔ جو رکھتا ہے، وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا، وہ چلاتا ہے۔

۶) مجھ سے جو کچھ اظہارِ خاطر و احوال خلق صادر ہوتا ہے، اس میں میرا کوئی واسطہ نہیں۔ الہام کے ذریعے مجھے اطلاع کر دی جاتی ہے۔

عبادات و علم ظاہر :

۱) سالکان طریقت دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور اس کے ثمرات پا کر مقصود کو پہنچتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو فضلی ہیں کہ سوائے فضل خدا کے کچھ نہیں جانتے۔ اطاعت و عبادت کی توفیق کو بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہی جانتے ہیں۔ یہ گروہ جلد منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ الحقیقة ترك ملاحظة العمل لا ترك العمل (حقیقت عمل کو ترک کرنا نہیں بلکہ عمل پر نگاہ نہ کرنا ہے)۔ حضرت

www.maktabah.org

ہرویؒ کا قول ہے: عمل رہا مکن لیکن گراں بہا مکن (عمل کو مت چھوڑ مگر اسے بہت اہم نہ سمجھ)

۲) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ ارشاد نماز حقیقی کی طرف اشارہ ہے کہ نماز کے دوران حق تعالیٰ کی کبریائی نمازی کے وجود میں حال ہو جائے اور اس میں اس قدر خشوع و خضوع آجائے کہ استغراق کی کیفیت طاری ہو جائے۔

۳) حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے۔ یہ صومِ حقیقی کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ ماسوائے حق سے کلی قطع تعلق کا نام ہے۔

۴) حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی علم منطق پڑھے تو کس نیت سے پڑھے۔ فرمایا: حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

طریقہ نقشبندیہ کا امتیاز:

۱) ہمارے خواجگان کی نسبت چار جہت سے ہے۔ ایک حضرت خضر علیہ السلام سے۔ دوسرے حضرت جنید بغدادیؒ سے، تیسرے حضرت بایزید بسطامیؒ سے جو ان کو حضرت علیؓ کے ذریعے پہنچی ہے اور چوتھے جو ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملی ہے۔ اس بنا پر اس نسبت کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔

۲) ہر شیخ کے آئینہ کے دو رخ ہوتے ہیں۔ میرے آئینہ کے چھ رخ ہیں۔ (آئینہ سے مراد قلب ہے اور دو رخ سے مراد روح و نفس ہیں۔ چھ رخ سے مراد لطائف ستہ یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی ہیں۔ سیر باطن قلب میں ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف منکشف ہو جاتے ہیں۔)

۳) میرا طریقہ عروہ وثقیٰ ہے یعنی اتباع سنت رسول اللہ ﷺ اور اقتدائے آثار صحابہ کرامؓ۔

۴) میرے طریقہ میں تھوڑا عمل زیادہ ہے مگر متابعت شرط ہے۔

۵) جس نے ایک دفعہ بھی میری جوتی سیدھی کی، اس کی شفاعت کروں گا۔

وقوف:

www.maktabah.org

۱) وقوف عددی علم لدنی کا اول مرتبہ ہے (مراد وہ علم ہے جو بندہ پر براہ

راست خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوتا ہے)

۲) وقوف زمانی یہ ہے کہ سالک ہر ساعت میں اپنے احوال سے واقف رہے۔ اچھا ہے تو شکر کرے بصورت دیگر عذر خواہی کرے۔

۳) وقوف قلبی اور وقوف عددی میں باختیار آنکھیں بند نہیں کرنی چاہیں کہ یہ بات اطلاع خلق ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ اپنی گردن اوپر اٹھا۔ ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہل مجلس میں سے کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔

۴) وقوف قلب کی رعایت ہر حال میں چاہیے۔ یعنی کھانے میں، بات کرنے میں، سننے میں، چلنے میں، خرید و فروخت میں، عبادت میں، تلاوت قرآن پاک میں، لکھنے میں، پڑھانے میں، وعظ کرنے میں ایک لمحہ غافل نہ ہو۔

اقسام امت:

امت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک امت دعوت جس میں سب لوگ شامل ہیں۔ دوسری امت اجابت جو ایمان لائے ہیں۔ تیسری امت متابعت جو ایمان لانے کے بعد آنحضور ﷺ کی پوری طرح پیروی کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ آتشِ دوزخ سے میری امت کا حصہ اتنا ہی ہے جتنا آتش نمرود سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حصہ تھا اور آپ کا یہ ارشاد کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی، ان دونوں ارشادات میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔

خدمت خلق:

اہل اللہ خدمت خلق کا بوجھ اس لئے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اپنے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے۔ اس لئے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ حق تعالیٰ کی نظر عنایت اس پر نہ ہو خواہ وہ ولی خود اس سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اس ولی سے ملے گا، اس نظر عنایت سے اسے بھی فیض پہنچے گا۔

سماع:

خواجہ مسافر خوارزمیؒ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے

www.maktabah.org

تھے مگر ان کا طبعی میلان اور ذوق سماع (راگ) کی طرف تھا۔ ایک دن انہوں نے حضرت خواجہؒ کے چند اصحاب سے مشورہ کر کے منصوبہ بنایا۔ چنانچہ وہ قوال اور دفاف (سازندے) لے آئے اور حضرت خواجہؒ کی مجلس میں سماع شروع کر دیا۔ آپ اس مجلس میں بیٹھے رہے اور کسی طرح بھی منع نہ فرمایا۔ جب محفل اختتام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے لیکن اس کا انکار بھی نہیں کرتے۔

ایک رباعی ایک رباعی حضرت خواجہ نقشبندؒ کی طرف منسوب ہے۔

تا روئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

(ترجمہ: جب سے اے شمع روشن میں نے تیرا چہرہ دیکھا ہے، نہ میں کوئی کام کرتا ہوں اور نہ نماز روزہ ادا کرتا ہوں۔ جب میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں تو میرا عملِ مجاز بھی نماز بن جاتا ہے اور جب تیرے ساتھ نہیں ہوتا تو میری نماز بھی تمام تر مجاز ہے)

یہ رباعی اسی کیفیت کی غماز ہے جس کے بارے میں حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہمارا روزہ ماسوا کی نفی اور ہماری نماز مقام مشاہدہ ہے۔ حضرت یعقوب چرخیؒ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ مقصود حقیقی تک پہنچنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ ہماری کوئی طاعت ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کے لائق ہو۔

کرامات وحکایات آپ کی کرامات بڑی تعداد میں منقول ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱) ایک مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ علاء الدینؒ سے دریافت فرمایا کہ ظہر کا وقت ہوا ہے یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اب ذرا آسمان کی طرف تو دیکھو۔ انہوں نے دیکھا تو سب پردے ہٹ گئے اور معلوم ہوا کہ فرشتے نماز ظہر میں مصروف ہیں۔ حضرت نے فرمایا: تم تو کہتے تھے کہ وقت نہیں ہوا۔

۲) جب حضرت خواجہؒ حج کو گئے تو منیٰ میں حاجیوں نے قربانی دی۔ اس دن آپ نے فرمایا: ہم بھی قربانی کرتے ہیں، ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کیا۔ جب بخارا واپس آئے تو معلوم ہوا کہ عید قربان کے روز آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

www.maktabah.org

۳) ایک مرتبہ ایک درویش نے آپ کے لئے کلاہ نوروزی تیار کی۔ یہ ٹوپی عموماً بادشاہ پہنتے تھے۔ آپ نے یہ ٹوپی پہنی تو آپ پر بسط کی کیفیت طاری تھی۔ فرمایا کہ ہم نے بادشاہوں کی ٹوپی پہنی ہے۔ بتاؤ کہ اب ہم کس بادشاہ پر زد کریں۔ کسی درویش نے ماوراء النہر کے ایک حاکم کا نام لیا۔ فرمایا کہ ہم نے اس پر زد کی۔ پھر اسی کیفیت میں بخارا کے ایک امیر کو جو اس حاکم کے خوف سے کابل فرار ہو گیا تھا، لکھا کہ ہم نے اس حاکم کو مار دیا ہے۔ حامل رقعہ کے ہاتھ درویشوں کے لئے پانچ سو دینار بھیج دو۔ چند روز بعد معلوم ہوا کہ وہ حاکم اسی روز قتل ہو گیا تھا۔ آپ کے اصحاب نے اس پر تعجب کیا تو فرمایا کہ جب ہم سے ایسی بات ظاہر ہوتی ہے تو ہم درمیان میں نہیں ہوتے۔ جو کچھ اہل اللہ سے صادر ہوتا ہے اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں۔ یہ مشیت ایزدی کے اپنے فیصلے ہیں۔

۴) ایک روز حضرت امیر کلالؒ کے لڑکے امیر برہان الدین قصر عارفاں آئے اور تنور میں روٹیاں پکانے لگے۔ اتنے میں سخت بارش شروع ہو گئی۔ حضرت خواجہ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ بارش سے کہو کہ ہم جس جگہ ہیں وہاں نہ آئے۔ امیر برہان الدین نے کہا کہ میری کیا مجال کہ ایسی بات کہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہیں کہتے ہیں کہ کہدو۔ چنانچہ انہوں نے یہ الفاظ کہہ دیے۔ نتیجتاً ہر جگہ بارش ہوئی لیکن اس جگہ ایک قطرہ نہ گرا۔

۵) آپ کے ایک مخلص کے بھائی کو دشت قپچاق کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں نے قیدی بنالیا۔ وہ آپ کی ہدایت پر اس کی تلاش میں نکلا اور اس نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ بخارا کی طرف واپسی پر دونوں بھائی کشتی میں سوار تھے کہ طوفان نے آلیا اور کشتی ڈوبنے لگی۔ اس نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی۔ آپ اسے دکھائی دیے اور طوفان رک گیا۔ جب دونوں بھائی بخارا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نے کشتی میں ہمیں سلام کیا تھا تو ہم نے جواب دیا تھا لیکن تم نے سنا نہیں تھا۔

۶) ایک درویش کے پچیس دینار گم ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو فلاں لونڈی لے گئی ہے اور اسے حکم دیا کہ رقم دیدو۔ لونڈی نے کہا کہ میں نے انہیں

www.maktabah.org

فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ فرمایا کہ اس جگہ تو صرف تین دینار ہیں۔ جب دیکھا گیا تو زمین میں تین ہی دینار تھے۔

۷) ایک روز آپ نے ایک درویش کو ایک طرف روانہ کیا۔ وہ تھوڑی دور گیا تھا کہ گر ااور فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھی دوڑ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے وہاں جا کر اس درویش کے سینے پر قدم رکھا تو وہ ہلنے لگا اور زندہ ہو گیا۔ فرمایا: میں اس کی روح کو چوتھے آسمان سے واپس لایا ہوں۔

۸) ایک روز آپ بخارا کے مغرب میں ایک تالاب کے کنارے کھڑے تھے کہ ایک درویش آپ سے ملنے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ سنا ہے تم خوارزم جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا: ہم تمہیں خوارزم نہیں جانے دیں گے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ کہیں کیونکہ آپ کو اس بات کی قدرت نہیں۔ اس وقت مولانا حمید الدین شاشی آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: مولانا گواہ رہنا ہم اسے خوارزم نہیں جانے دیں گے۔ وہ درویش بخارا کے نواح میں اقشیہ کے مقام پر ہی پہنچا تھا کہ بادشاہ کے کارندوں نے خوارزم کا راستہ بند کر دیا۔ اس نے عام راستے سے ہٹ کر ایک غیر معروف راستے سے جانا چاہا تو سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے نواسہ خواجہ داؤد کی کوشش سے اسے رہائی ملی۔ مولانا حمید الدین شاشی نے سنا تو انہوں نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ اہل اللہ کو یہ تصرف حاصل ہے۔

۹) حضرت خواجہؒ غدیوت میں تھے کہ ایک درویش محمد زاہد نے عرض کی کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے اور مجھے بہت فکر ہے۔ فرمایا: وہ کہیں نہیں جا سکتا، دو دن ہمارے پاس رہو پھر اپنے گھر زیورتوں میں جانا۔ تمہیں غلام کی خبر مل جائے گی۔ دو دن بعد جب وہ درویش زیورتوں واپس گیا تو وہ غلام بھی گھر میں داخل ہوا۔ غلام سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نسف کی طرف جانا چاہتا تھا کہ میرے پاؤں میں بیڑی پڑ گئی۔ زیورتوں کی طرف رخ کرتا تو بیڑی غائب ہو جاتی۔ تین دن یہ حال رہا۔ آخر میں خوف زدہ ہو کر یہاں آگیا۔ مجھے معاف کر دیں۔

۱۰) ایک روز شیخ شادی غدیوت سے حاضر ہوئے اور کسی غلطی کی معافی چاہنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ نذرانہ چاہیے۔ شیخ شادی نے عرض کیا کہ ایک بیل

www.maktabah.org

نذرانہ کے طور پر لاتا ہوں۔ فرمایا کہ نذرانہ میں بیل نہیں چاہیے، وہ اڑتالیس دینار لاؤ جو تم نے غدیوت میں ایک دیوار کے سوراخ میں چھپا رکھے ہیں۔ یہ سن کر شیخ شادی ہکا بکا ہو گئے کیونکہ کسی کو ان دیناروں کی خبر نہ تھی۔ جب وہ دینار لے آئے تو آپ نے ایک دینار الگ کر دیا کہ یہ مال حرام ہے۔ باقی سینتالیس دینار شیخ شادی کو دے کر کہا کہ اس سے بیل خرید کر کھیتی کرو اور لوگوں کی خدمت کرو۔ اس ایک دینار کے بارے میں شیخ شادی سے پوچھا گیا تو انہوں نی کہا کہ مرید ہونے سے پہلے میں جوا کھیلتا تھا اور یہ دینار وہیں سے حاصل ہوا تھا۔

۱۱) ایک دن درویشوں کے دو گروہ لنگر کے لئے سامان کی خریداری کے لئے نکلے اور الگ الگ بازاروں میں گئے۔ دونوں گروہوں نے حضرت کو اپنے اپنے بازار میں دیکھا۔ اتنے میں اخی محمد در آہنی بھی ان سے ملے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت کو فلاں بازار میں دیکھا ہے۔ یہ سب اس پر تعجب کر رہے تھے کہ حجرہ سے ایک درویش آیا کہ حضرت نے مجھے تمہاری تلاش میں بھیجا ہے کہ تم لوگوں نے بازار میں اتنی دیر کیوں کر دی۔ اس نے بتایا کہ جب سے تم لوگ بازار کے لئے نکلے ہو، حضرت تو حجرہ سے باہر نہیں آئے۔ سب کو مزید تعجب ہوا تو انہوں نے حضرت خواجہ سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان میں حضرت عزیزانؒ کو تیرہ جگہ دعوت افطار دی گئی اور آپ ہر جگہ موجود پائے گئے۔

۱۲) ایک روز حضرت خواجہؒ اور شیخ شمس الدین کلال (خلیفہ حضرت امیر کلال) ایک ندی کے کنارے بیٹھے تھے جو شیخ سیف الدینؒ اور شیخ حسن بلغاریؒ کے مزار کے سامنے سے گزرتی ہے۔ باتوں باتوں میں مچھلی کے قصہ کا ذکر آیا جو ان دو بزرگوں کے درمیان گزرا تھا۔ شیخ شمس الدین کلال نے کہا کہ کیا اس زمانہ میں بھی ایسے بزرگ ہیں جن سے ایسے تصرفات ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایسے بزرگ بھی ہیں کہ اگر وہ ندی کو اشارہ کر دیں کہ الٹ بہے تو وہ الٹی بہنے لگے۔ آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ندی الٹی بہنے لگی۔ آپ نے اسی وقت فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ اس پر وہ ندی معمول کے مطابق بہنے لگی۔ سب حاضرین نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا۔

۱۳) ایک دفعہ حضرت خواجہؒ شیخ شادی کے ہمراہ خوارزم جا رہے تھے۔ جب

www.maktabah.org

حرام کام ندی کے کنارے پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے کچھ پس و پیش کیا تو آپ نے شیخ پر جلال کی نگاہ ڈالی تو شیخ بے خود ہو گئے اور پانی پر قدم رکھ کر چل پڑے۔ ان کے پیچھے حضرت بھی آرہے تھے۔ جب ندی سے پار ہو گئے تو آپ نے شیخ سے فرمایا کہ اپنے موزہ کو دیکھو، کوئی جگہ بھیگی تو نہیں۔ شیخ نے دیکھا تو کوئی جگہ بھیگی نہ تھی۔

۱۴) حضرت خواجہؒ ایک درویش کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ وہ آٹے کی ایک بوری بازار سے خرید لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو مگر اس کی کمی بیشی کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہؒ دو ماہ وہاں مقیم رہے۔ آپ سے ملنے والوں کی بڑی تعداد ہر روز آتی تھی مگر وہی آٹا پکتا رہا۔ آپ کے جانے کے بعد بھی اس درویش کے گھر وہی آٹا چلتا رہا۔ اس درویش نے خوش ہو کر آپ کی یہ کرامت اپنے اہل و عیال کو بتا دی چنانچہ اس حکم عدولی کی وجہ سے وہ برکت جاتی رہی۔

۱۵) حضرت خواجہؒ اپنے مرشد زادہ امیر برہان الدین کے ہاں سوخار میں تھے کہ امیر برہان الدین نے کہا کہ مولانا شیخ عارفؒ کی ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ وہ اس وقت نسف میں ہیں۔ آپ توجہ کریں کہ وہ آجائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم ان کو جلدی بلا لیتے ہیں۔ آپ نے خانقاہ کی چھت پر چڑھ کر تین بار شیخ عارف کو آواز دی اور فرمایا کہ انہوں نے یہ آواز سن لی ہے اور آرہے ہیں۔ مولانا عارف نسف سے بخارا ہوتے ہوئے سوخار آئے تو انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں وقت دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کان میں آئی کہ چلے آؤ۔ چنانچہ میں اسی وقت بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔

۱۶) ایک روز قصر عارفاں میں درویش حضرت کے حکم کے تحت مٹی کا ایک چھکڑا کھینچ رہے تھے کہ آپ کا ایک مرید محمد خرکوشی زیورتوں سے آیا۔ وہ حضرت کی زیارت کے لئے بے قرار تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت گھر کو تشریف لے گئے ہیں تو وہ بے قراری میں اڑنے لگا اور پرندوں کی طرح اڑ کر حضرت کے مکان تک پہنچا۔ یہ دیکھ کر دوسرے درویش بھی آپ کے مکان پر آئے۔ حضرت گھر سے نکلے اور فرمایا: تم اس فقیر بے نوا سے کیا چاہتے ہو۔ اس صفت سے کچھ حاصل نہیں۔ اس

www.maktabah.org

حالت پر کچھ اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ بہت سے بیگانے ایسے ہوتے ہیں جو پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ حق طلبی اور ہی چیز ہے۔ درویش یہ سن کر بہت ڈرے۔ اسی حال کی کیفیت میں حضرت خواجہؒ نے ان سے فرمایا کہ چھکڑے میں مٹی بھر دو۔ پھر آپ نے چھکڑے کی طرف اشارہ کیا اور وہ خود بخود چلتا تھا اور مٹی گرا کر واپس آجاتا تھا۔ حاضرین یہ دیکھ کر اپنے فعل پر نادم ہوئے۔

۱۷) ایک موقعہ پر حضرت خواجہؒ نسف میں تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ آپ نے بخارا جانے کا ارادہ کیا۔ اس روز گھنے بادل چھائے ہوئے تھے اس لئے نسف کے اصحاب نے درخواست کی کہ اس موسم میں سفر مناسب نہیں۔ فی الحال نسف میں قیام رکھیں مگر آپ نے ارادہ سفر ترک نہ کیا۔ خواجہ محمود پارساؒ جو نقشبندی سلسلہ کے صاحب تصنیف کبار مشائخ میں سے ہیں، آپ کے ہمراہ تھے۔ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ حضرت خواجہؒ نے خواجہ محمد پارساؒ کی طرف اشارہ کیا کہ بارش سے کہو کہ ٹھہر جا۔ خواجہ محمد پارساؒ نے حضرت کی موجودگی میں ایسا کہنا گستاخی سمجھی اور خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں کہہ دے 'اے مینہ ٹھہر جا'۔ چنانچہ خواجہ محمد پارساؒ نے کہہ دیا۔ اسی وقت بارش تھم گئی اور مطلع صاف ہو گیا۔

۱۸) ایک روز حضرت خواجہؒ غدیوت میں اسحاق نامی ایک درویش کے مکان پر کھانا تیار کر رہے تھے۔ تنور میں آگ جل رہی تھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر اسی حالت میں رکھے رکھا۔ جب باہر نکالا تو عنایت الٰہی سے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا تھا۔ درویش جو وہاں موجود تھے۔ اس عنایت خداوندی سے بہت محظوظ ہوئے۔

۱۹) ایک درویش نے بیان کیا کہ میں اس باغ میں جس میں آپ کا اس وقت مزار ہے، آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ یکایک آپ کا وجود بڑا ہونا شروع ہوا اور سارا باغ اس سے پُر ہو گیا۔ میں جہاں نظر دوڑاتا تھا، آپ کا وجود دکھائی دیتا تھا۔ پھر آپ کا وجود مختصر ہونے لگا اور بالکل چھوٹا ہو کر غائب ہو گیا اور اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اس کے بعد پھر آپ اپنی اصلی حالت میں آگئے۔ میں بہت حیران ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے احوال حضرت عزیزانؒ کی نسبت میں بھی ملتے ہیں

www.maktabah.org

(حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں بھی آپ کے اصحاب نے ایسے مشاہدات کیے)۔

۲۰) نیک روز نامی ایک درویش سوخار سے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بہت رنجیدہ خاطر تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حسین نامی سوخار کے ایک شخص نے مجھے بہت برا بھلا کہا مگر میں نے اسے محسوس نہ کیا مگر جب اس نے آپ کی بے ادبی کی تو مجھے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بہت جلد دنیا و آخرت میں رسوا ہو گا۔ جب آپ نے یہ فرمایا اس وقت عصر کا وقت تھا۔ جب میں آپ سے رخصت ہو کر شام کو سوخار واپس پہنچا تو وہ شخص اپنے نوکر کے لئے کھیت میں کھانا لے جا رہا تھا۔ نوکر کھانا کھانے لگا تو وہ شخص کھیت میں کام کرنے لگا۔ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس نے لپک کر اس شخص کی ناک اور ہونٹ نوچ لیے اور اس کی شکل ایسی بد صورت ہو گئی کہ لوگ اسے حسین گرگ گرفتہ کہنے لگے۔

وفات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا آخر وقت آئے گا تو سب کو مرنا سکھلاؤں گا۔ چنانچہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے اور دیر تک دعا مانگتے رہے۔ جب دعا کے اختتام پر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے تو جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ بمطابق ۱۳۸۹ء بروز پیر انتقال فرمایا مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے۔

وفات سے پہلے ایک مرتبہ آپ کے سامنے ذکر ہوا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے جنازے کے آگے کون سی آیت پڑھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ شعر پڑھیں ؎

چیست ازیں خوب تر درہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

(ترجمہ: پوری دنیا میں اس سے بہتر کون سا کام ہے کہ دوست، دوست کے پاس پہنچے اور یار، یار کے نزدیک ہو جائے)

www.maktabah.org

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ پڑھنا تو بڑی بات ہے۔ تم میرے جنازے کے

مزارِ مبارک حضرت خواجہ نقشبند کا ایک اور منظر

www.maktabah.org

آگے یہ رباعی پڑھنا۔

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للّٰہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بردست و بر بازوئے تو

(ترجمہ: ہم مفلس تیرے کوچے میں آئے ہیں۔ لِلّٰہ اپنے چہرے کے جمال سے کچھ عطا ہو۔ ہماری جھولی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا۔ تیرے ہاتھ اور بازو پر قربان جائیں)

ماخذ کتب

انیس الطالبین	خواجہ محمد پارسا
رسالہ قدسیہ	خواجہ محمد پارسا
مقامات نقشبند	خواجہ علاء الدین عطار
رشحات	واعظ کاشفی
نفحات الانس	مولانا جامی
حضرت القدس	مولانا بدر الدین سرہندی
مقامات شاہ نقشبند	مولانا صلح الدین مبارک

www.maktabah.org

حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۸۰۲ھ / ۱۴۰۰ء

حضرت خواجہ نقشبندؒ کے بعد ان کے خلیفہ اعظم اور داماد حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ان کے جانشین بنے۔ آپ کا اصل نام محمد بن محمد بخاری تھا۔ آباء و اجداد خوارزم سے تعلق رکھتے تھے۔ فقر میں آپ کے ارفع مقام کا یہ عالم تھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ (خواجہ بزرگ) نے اپنی زندگی میں ہی اپنے اکثر مریدین کی تربیت کا کام آپ کے سپرد کر دیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ علاء الدین نے ہمارا کام ہلکا کر دیا ہے۔ سالکین کی تربیت کے سلسلہ میں آپ کا طریقہ بھی منفرد تھا۔ اس خصوصیت کی بنا پر آپ کی نسبت کو نقشبندیہ علائیہ کہا جانے لگا۔

ابتدائی زندگی

حضرت علاء الدینؒ بچپن سے ہی فقر کی طرف طبعی میلان رکھتے تھے چنانچہ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ نے آبائی ترکہ سے اپنا حصہ تک بھی قبول نہ کیا اور بخارا کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر علم ظاہری کے حصول میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت مسلم معاشرہ میں حصول علم کے لئے دولت کی ضرورت نہ تھی۔ مدارس میں ہر طالب علم کے قیام و طعام اور کتب کی فراہمی کا مفت انتظام ہوتا تھا۔

حضرت علاء الدینؒ ابھی بچہ ہی تھے کہ خواجہ بزرگؒ نے آپ کو دیکھا اور آپ کی باطنی استعداد معلوم کر لی۔ خواجہ بزرگؒ نے آپ کی والدہ سے فرمایا کہ جب علاء الدین بالغ ہو جائے تو مجھے خبر کرنا۔ ایک روز حضرت خواجہؒ قصر عارفاں سے چل کر خود اس مدرسہ میں تشریف لائے جہاں حضرت علاء الدینؒ زیر تعلیم تھے۔ دیکھا کہ آپ

www.maktabah.org

ایک پھٹے پرانے بوریا پر لیٹے ہیں۔ سرہانے ایک اینٹ رکھی ہے اور مطالعہ میں مصروف ہیں۔ خواجہ بزرگؒ کو دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی جگہ بٹھایا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میری لڑکی بالغ ہو گئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو اس سے تمہارا نکاح کر دوں۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ میرے لئے بڑی سعادت ہے مگر میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ خواجہ بزرگؒ بولے: میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے۔ وہ خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تمہیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ یہ نکاح ہو گیا۔

اس تعلق کے بعد حضرت علاء الدینؒ باقاعدگی سے خواجہ بزرگؒ کے ہاں حاضری دینے لگے۔ حضرت ان پر خاص نگاہ شفقت کرتے تھے۔ ہمیشہ انہیں اپنے پاس بٹھاتے اور تھوڑے وقفہ سے ان پر توجہ فرماتے رہتے۔ کسی نے اس خصوصی توجہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں ان کو پاس بٹھاتا ہوں تاکہ ان کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ ان کے نفس کا بھیڑیا گھات میں ہے اس لئے میں ہر لحظہ ان کی خبر رکھتا ہوں۔ اس خصوصی توجہ کا نتیجہ تھا کہ وہ بہت جلد درجہ کامل تکمیل تک پہنچ گئے اور خواجہ بزرگ نے اکثر طالبین حق کو تربیت کے لئے ان کے سپرد کر دیا۔

مسند ارشاد

جب حضرت خواجہ نقشبندؒ کی وفات ہوئی تو ان کے تمام اصحاب نے حضرت علاء الدین سے بیعت کی اور آپ کی رہنمائی میں جادۂ سلوک پر گامزن رہے۔ اس وقت خواجہ محمد پارساؒ بھی موجود تھے جو نہ صرف صاحبِ تصنیف عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے بلکہ ان کے بارے میں خواجہ بزرگؒ کا قول تھا کہ جو مجھے دیکھنا چاہتا ہو وہ محمد پارسا کو دیکھے۔ انہوں نے بھی حضرت علاء الدین کو ہی اپنا پیشوا بنایا۔ اس سے حضرت خواجہؒ کے حلقہ اصحاب میں حضرت علاء الدینؒ کے علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح سید شریف جرجانی فرماتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین کے پاس نہ گیا، رفض سے نجات نہ پائی اور جب تک حضرت علاء الدین کی صحبت میں نہ پہنچا، خدا تعالیٰ کو نہ پہچانا۔

طریقہ علائیہ

حضرت علاء الدین ایک صاحب طرز شیخ طریقت تھے اور ان کی تربیت کا انداز ایسا منفرد تھا کہ ان کے حلقہ کو طریقہ علائیہ کہا جانے لگا۔ اس طریقہ کی وضاحت میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

www.maktabah.org

"اس طریقہ میں جذبہ، معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے...... چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے اس لئے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے۔ ان کی عبارت میں واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے۔ اگرچہ اس جذبہ کا اصل آغاز حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ہے لیکن اس جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ کا وضع کرنا حضرت خواجہ علاء الدینؒ کے ساتھ مخصوص ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے۔ اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ نافع ہے"۔

"حضرت علاء الدین عطارؒ نسبت ولایت و شہادت و صدیقیت کے ساتھ معیت ذاتیہ کی راہ سے غیبت ذات تک پہنچے ہیں اور آخری نقطہ تک رسائی حاصل کی ہے اور اس جگہ بقا پیدا کی ہے۔ قطب ارشاد تو کیا قطب مدار کا انحصار بھی اسی نقطہ تک رسائی ہے۔ جب تک اس مقام میں فناوبقا پیدا نہ کی جائے۔ ان ہر دو قطبیت تک نہیں پہنچ سکتے اور خواجہ علاء الدین عطارؒ نے اس مقصد تک پہنچنے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور ان کے خلفاء نے اس طریقہ کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے کہ اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ طریقہ قریب ترین ہے۔ اولیائے عظام میں سے کم ہی اس راہ سے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچے ہیں چہ جائیکہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایسے طریقہ کو وضع کرتے۔ حضرت محمد پارساؒ، حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ نے حضرت علاء الدینؒ کی صحبت میں اس طریقہ سے اپنا حصہ پایا...... پس معلوم ہوا کہ خواجگاں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ وہ جذبہ جو معیت کی راہ سے حاصل ہوتا ہے اور سالکین کا اس جذبہ کی راہ سے سفر حضرت علاء الدین عطارؒ کا خاصہ ہے"۔

اقوال زریں

۱) اگرچہ مرشد سے تعلق بھی ایک طرح تعلق غیر ہے اور آخر میں اس کی بھی نفی کرنا چاہیے لیکن ابتدا میں یہ وصول حق ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرنا چاہیے اور

www.maktabah.org

مرشد کی رضاجوئی کرنا چاہیے۔

۲)ریاضت سے مقصود تعلقاتِ جسمانیہ کی نفی اور عالم ارواح کی طرف مکمل توجہ ہے۔ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے راہ کی رکاوٹ بننے والے تعلقات سے گذرے اور ہر تعلق پر غور کرے۔ جس تعلق کی دل پر بستگی دیکھے، اسی کو قطع کرے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ جب نیا کپڑا پہنتے تو فرمادیتے کہ یہ فلاں کا ہے۔ گویا کپڑا ابھی عاریتاً پہن رکھا ہو۔ اس قدر تعلق بھی روا نہ رکھتے تھے۔

۳)التوفیق مع السعی (توفیق کوشش کے ذریعے ملتی ہے)۔ اسی طرح مرشد کی روح کی مدد طالب کی اپنی کوشش کے مطابق ملتی ہے۔

۴)خدا تعالیٰ کی صفت جباری پر غور کرنے سے تضرع، زاری، توبہ اور انابت پیدا ہوتی ہے۔

۵)جب آدمی اپنے اندر رضا کی جانب میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر رضا کے برعکس میلان ہو تو تضرع اور زاری کرے اور استغنا کی صفت سے ڈرے۔

۶)مزارات مشائخ سے اسی قدر فیض حاصل ہوتا ہے جس قدر کہ ان کا اعتقاد ہے۔ اگرچہ بزرگوں کی قبور کی زیارت میں ظاہری قرب کا بڑا اثر ہوتا ہے تاہم ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہونے میں ظاہری دوری مانع نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: صَلُّوا عَلَیَّ حَیْثُ مَا کُنْتُم (تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود بھیجو)۔ بایں ہمہ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجاورتِ خلق سے مجاورتِ حق بہتر ہے اور آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

تو تا کے گور مرداں را پرستی بگرد کار مرداں گر دورستی

(توکب تک مَردوں کی قبور پرستی کرتا رہے گا۔ مردوں کے کام کو اپنا لے)۔ مشائخ کے مزارات کی زیارت کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور ان مشائخ کی روح کو وسیلہ بنائے۔ یہی حال خلق کے ساتھ تواضع کرنے کا ہے یعنی ظاہری طور پر خلق کی تواضع کی جائے مگر حقیقت میں وہ اللہ کے واسطے ہو۔

www.maktabah.org

۷)طریقہ مراقبہ، طریقہ نفی اثبات سے اعلیٰ واولیٰ ہے کیونکہ مراقبہ سے

ملک وملکوت میں نورانیت و تصرف کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔اس سے دلوں کو روشنی ملتی ہے اور طالبانِ حق کے باطن منور ہوتے ہیں اور انہیں دائمی جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

۸)خاموشی ان تین صفات سے خالی نہیں ہونی چاہیے : ۱)خطرات کی نگہداشت ، ۲)دل کے ذکر کا مطالعہ ، ۳)دل پر گزرنے والے احوال کا مشاہدہ۔

۹)اہل اللہ کی دائمی صحبت سے آخرت کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۰)صحبت سنت موکدہ ہے۔ہر روز یا ایک دن کے ناغہ کے بعد ہونی چاہیے۔ اگر مرشد سے ظاہری دوری (فاصلہ) ہو تو ہر ماہ یا تیسرے ماہ اپنے احوال کی اطلاع بذریعہ خط دیتا رہے اور اپنے گھر میں مرشد کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

۱۱)ولایت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب سالک میں اوصاف حیوانی باقی نہ رہیں۔اس آیت : اَلا اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوفٌ عَلَیهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُون (جان لو کہ خدا تعالیٰ کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے) کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو سابقہ صفات حیوانی کے لوٹ آنے کا خوف نہیں۔ کیونکہ مشائخ کا قول ہے : الفانی لایرد الی اوصافِه (صاحب فنا اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا)۔

۱۲)جب ملک و ملکوت طالب سے پوشیدہ اور فراموش ہو جائے تو یہ فنا ہے اور جب اس کی اپنی ہستی بھی اس سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناو فنا ہے۔

۱۳)اپنے آپ سے غیب اور حق تعالیٰ سے حضور بقدر عشق ہوتا ہے اور افراط محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے، اسی قدر عاشق کو اپنے آپ سے غیبت اور معشوق سے حضور زیادہ ہوتا ہے۔

۱۴)اس زمانہ میں تجارت کے مقابلہ میں زراعت و باغبانی کے پیشے رزق حلال سے قریب تر ہیں۔

کرامات وحکایات

۱)قیامت کے روز ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکے گا یا نہیں، یہ مسئلہ معتزلہ و غیر معتزلہ اور علماء کے مختلف طبقات میں موضوع بحث رہا ہے۔اہل سنت خدا تعالیٰ کے دیدار کے قائل رہے ہیں۔ایک مرتبہ علماء میں اس مسئلہ

www.maktabah.org

پر بحث چھڑ گئی اور فریقین نے حضرت علاء الدین کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے دیدار الٰہی کے منکرین سے فرمایا کہ تم تین دن باوضو ہو کر ہماری صحبت میں رہو۔ تیسرے دن ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ خود بخود اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل ہو گئے اور پھر کبھی آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔

۲) آخری مرض میں آپ خواجہ بزرگؒ کو دیکھتے، ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتیں سنتے تھے۔

۳) خواجہ محمد پارساؒ نے لکھا ہے کہ وفات سے سات سال پہلے آپ خواجہ بزرگ کے مزار پر قصر عارفاں تشریف لے گئے۔ شعبان کا آخری حصہ اور ماہ رمضان وہیں گزارا اور شوال کے شروع میں واپس آئے۔ عید کی رات کو خواجہ بزرگؒ کے ایک درویش نے دیکھا کہ خواجہ بزرگؒ اور حضرت علاء الدینؒ آنحضور ﷺ کی بارگاہ کے سامنے ہیں۔ خواجہ بزرگ زیارت کے لئے اس بارگاہ میں داخل ہوئے۔ جب باہر آئے تو بے انتہا خوش تھے اور فرمایا کہ مجھے یہ کرامت دی گئی ہے کہ جو شخص میری قبر کے گرد سو فرسنگ کے اندر دفن ہے، میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی شفاعت کر سکوں گا۔ حضرت علاء الدینؒ کو اپنی قبر کے گرد چالیس فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے اور میری پیروی کرنے والوں کو ان کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ ملا ہے۔

وفات حضرت کو مرض الموت لاحق ہوا تو آخر میں درویشوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی سوائے اس کے کہ دوست آئیں اور مجھے نہ پا کر شکستہ دل واپس چلے جائیں۔ تم لوگ رسوم و عادات کو چھوڑو۔ خلق کی رسوم و عادات کے خلاف عمل کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت رسم، عادت اور بشریت کے توڑنے کے واسطے تھی۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو اور سنت موکدہ پر مداومت رکھو۔ اسی اثنا میں کلمہ توحید پڑھا اور وفات پائی۔

آپ کی وفات ۱۸ رجب ۸۰۲ھ بمطابق ۱۴۰۰ء شب بدھ کو بعد نماز عشا واقع ہوئی اور چغانیاں (عربی میں صغانیاں) میں دفن ہوئے۔ یہ ماوراء النہر کا ایک قصبہ ہے جہاں آپ زندگی میں مقیم رہے۔

www.maktabah.org

خواجہ محمد پارساؒ

آپ کا اسم مبارک محمد بن محمود حافظ بخاری تھا۔ آپ حضرت خواجہ نقشبندؒ اور حضرت علاء الدینؒ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا: جو مجھے دیکھنا چاہتا ہو وہ محمد پارسا کو دیکھے۔ خواجہ علاء الدین نے فرمایا: ہمارے ظہور سے مقصود ان کا ہی وجود تھا۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ خواجہ پارسا جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ آپ ۸۲۲ھ میں حج کی نیت سے بخارا سے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہر مقام پر شرفاء، علماء اور صوفیاء کی جماعت زیارت کے لئے حاضر ہوتی۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ غَیبت میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ تشریف لائے اور فرمایا: بشارت ہو تمہارا حج مقبول ہو گیا ہے۔ ۲۳ ذی الحج کو مدینہ منورہ پہنچے اور اگلے روز ۲۴ ذی الحج ۸۲۲ھ بمطابق ۱۴۲۰ء کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

صاحب تصنیف عالم تھے۔ آپ کی کتب انیس الطالبین، رسالہ قدسیہ وغیرہ مشائخ نقشبندیہ کے لئے نہایت اہم ماخذ ہیں۔

ماخذ کتب

حضرات القدس — مولانا بدرالدین سرہندی

نفحات الانس — مولانا جامی

رشحات — واعظ کاشفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۸۵۱ھ / ۱۴۴۷ء

حضرت مولانا یعقوب بن عثمانؒ غزنی کے ایک گاوں چرخ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے خواجہ بزرگ حضرت نقشبند کی بیعت کی تھی لیکن چونکہ مرشد کے اشارہ پر سلوک کی تکمیل حضرت علاء الدین کی خدمت میں کی اس لئے ان کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔

تحصیل علم شروع میں افغانستان میں ہی علوم ظاہری کی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں کچھ مدت جامع ہرات میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد مصر روانہ ہو گئے۔ منگولوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی کے بعد مصر ہی اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ وہاں مملوک سلاطین کی حکمرانی تھی اور نام نہاد خلیفہ عباسی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ حضرت یعقوبؒ نے وہاں نامور اساتذہ سے ظاہری تعلیم مکمل کی۔ آپ کا علمی شغف آخر تک جاری رہا۔ متعدد تصانیف میں قرآن پاک کے آخری دو پاروں کی تفسیر قابل ذکر ہے جس کا مطالعہ اہل ذوق کے لئے ایک نعمت ہے۔ آپ نے اپنی تصنیف رسالہ انسیہ میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

تربیت باطن تعلیم علوم ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں تربیت باطن کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور اسی جذبہ کے تحت آپ خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک مجذوب ملا۔ اس نے کہا: اے یعقوب جلد جلد قدم اٹھا۔ وہ وقت آگیا کہ تو مقبولوں میں سے ہو۔ اس

www.maktabah.org

مجذوب نے چند خط زمین پر کھینچے۔ حضرت یعقوبؒ کے دل میں خیال آیا کہ اگر خطوط کی تعداد طاق ہو گی تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ جب ان کو شمار کیا تو طاق ہی تھے۔ بخارا میں پہنچ کر آپ نے قرآن پاک سے فال نکالی تو اول سطر میں یہ آیت نکلی : أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَا هُمُ اللّٰهُ فَبِهُدَا هُمُ اقْتَدِه (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس ان کی ہدایت کی پیروی کر)۔ ان اشارات غیبی سے انہیں یقین ہو گیا کہ خواجہ بزرگؒ خواص اولیاء میں سے ہیں۔

ایک شام بخارا میں حضرت سیف الدین باخرزیؒ کے مزار پر متوجہ بیٹھے تھے کہ اچانک خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں جانے کے لئے بے قراری پیدا ہوئی۔ چنانچہ قصر عارفاں میں حضرت کے پاس حاضر ہوئے۔ خواجہ بزرگ کو راستے میں منتظر پایا۔ آپ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ حضرت کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ مولانا یعقوب فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کی طرف دیکھنے کی بھی مجال نہ رہی۔ حضرت نے فرمایا : علم دو ہیں، ایک قلب کا علم جو انبیاء کا علم ہے اور دوسرا زبان کا علم جو بنی آدم پر حجت ہے۔ امید ہے کہ علم باطن سے تجھے حصہ ملے گا۔ پھر فرمایا : حدیث میں ہے : "جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں۔ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں"۔ آخر میں فرمایا کہ ہم مامور ہیں۔ خود کوئی کام نہیں کرتے۔ آج رات کو معلوم کریں گے، جو اشارہ ہو گا اس پر عمل کریں گے۔

حضرت یعقوبؒ فرماتے ہیں کہ وہ رات میرے اوپر جس قدر سخت گزری، ایسی کوئی اور رات نہیں گزری۔ ڈرتا رہا کہ دیکھئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ بارے صبح کی نماز کے بعد فرمایا کہ مبارک ہو۔ میں سمجھ گیا کہ قبولیت ہو گئی۔ پھر آپ نے مشائخ کا سلسلہ حضرت عبدالخالق عجدوانیؒ تک بیان فرمایا اور مجھے وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حتی المقدور عدد طاق کی رعایت رکھنا اور یہ طریقہ خاصان خدا میں سے ایک بزرگ (خواجہ خضرؑ) نے حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کو پڑھایا تھا۔ ایک مدت تک میں آپ کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ آپ نے مجھے بخارا سے واپس جانے کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ جو کچھ تمہیں ہم سے ملا ہے، وہ بندگان خدا تک پہنچانا۔ اس کے بعد

www.maktabah.org

تین مرتبہ فرمایا: تجھے خدا کے سپرد کیا۔

حضرت علاء الدین کی صحبت

خواجہ بزرگ سے رخصت ہو کر حضرت یعقوب کِش کے مقام پر کچھ عرصہ مقیم رہے۔ یہیں آپ کو خواجہ بزرگؒ کی وفات کی خبر ملی۔ آپ کو مرشد سے اس قدر محبت تھی کہ یہ صدمہ ناقابل برداشت ہو گیا۔ مایوسی کے عالم میں کش سے بدخشاں آئے اور وہاں سے چرخ جانے کا ارادہ کیا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اندیشہ پریشان کر رہا تھا کہ کہیں دل دوبارہ دنیا کی طرف مائل نہ ہو جائے اور طلب کی خواہش کمزور ہو جائے۔ اسی اثناء میں حضرت علاء الدین عطارؒ کا خط ملا۔ آپ نے اس خط میں خواجہ بزرگؒ کے اس اشارہ کی طرف توجہ دلائی جس سے خواجہ بزرگؒ نے مولانا یعقوبؒ کو حضرت عطارؒ کی متابعت کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ آپ اسی وقت چغانیاں روانہ ہوئے اور ایک مدت تک حضرت عطارؒ کی خدمت میں رہ کر کامل تکمیل کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔

مسند ارشاد

حضرت عطارؒ کی وفات کے بعد مولانا یعقوبؒ نے خواجہ بزرگؒ کی اس وصیت کو پیش نظر رکھا کہ "جو کچھ تمہیں ہم سے ملا ہے اسے بندگان خدا تک پہنچا دینا، حاضرین کو بطریق خطاب اور غائبین کو بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کرنا"۔ کم و بیش نصف صدی تک آپ نے اس وصیت پر عمل کر کے بندگانِ خدا کی خدمت کی۔ تصنیف و تالیف، ترویج علوم اور تربیت سالکین میں ہمہ وقت مصروف رہے۔

اقوال زریں

۱) آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے خواجہ بزرگؒ کو حالت مکاشفہ میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کو قیامت میں کس عمل سے پاؤں۔ حضرت نے فرمایا: تشرع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے۔ ان تین بشارتوں سے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہوا جو آپ اپنی زندگی میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، قرآن و حدیث پر عمل کرنے سے اور اس عمل سے نتیجہ طلب کرنے سے۔ تقویٰ و حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے سے۔ عزیمت پر اور طریقہ اہل سنت و جماعت پر چلنے سے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔

www.maktabah.org

۲) حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا بیان ہے کہ حضرت مولانا یعقوب اور مولانا زین الدین خوافی مصر میں ہم سبق رہے تھے اور دونوں اصحاب مولانا شہاب الدین سیرامی کے شاگرد تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر ایک روز مولانا یعقوبؒ نے ہم سے پوچھا کہ سنا ہے آج کل مولانا زین الدین خوابوں کی تعبیر کا شغل رکھتے ہیں اور اس معاملہ میں کمال کی مہارت پیدا کرلی ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جی ہاں یہ درست ہے۔ پھر آپ کچھ دیر کے لئے بے خود ہو گئے۔ یہ باربار کی بے خودی آپ کے مزاج کا حصہ بن گئی تھی اور آپ ساعت بساعت بے خود ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر پڑھا ؎

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(ترجمہ: جب میں آفتاب کا غلام ہوں تو آفتاب کے بارے میں ہی بات کرتا ہوں۔ میں نہ تو خود شب (اندھیرا) ہوں اور نہ شب پرست کہ خواب کی باتیں کروں)۔

۳) فرمایا کرتے تھے کہ شہر ہرات میں صرف تین اوقاف ایسے ہیں جن سے کوئی چیز کھائی جاسکتی ہے: خانقاہ خواجہ عبد اللہ انصاری، خانقاہ ملک اور مدرسہ غیاثیہ۔ ان تین مقامات کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں وقف میں شک نہ ہو۔ اسی واسطے ماوراء النہر کے مشائخ سالکین کو ہرات کے سفر سے منع فرماتے تھے کیونکہ وہاں حلال کمیاب ہے اور جہاں حلال نہ ہو اور حرام کی خوراک اندر جائے تو سالک دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور سلوک کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے۔

وفات حضرت یعقوب چرخیؒ نے ۵ صفر ۸۵۱ھ بمطابق ۱۴۴۷ء کو انتقال فرمایا اور بلغنور کے مقام پر دفن ہوئے۔

ماخذ کتب

حضرات القدس	مولانا بدرالدین سرہندی
نفحات الانس	مولانا جامی
رشحات	واعظ کاشفی

www.maktabah.org

بیسواں باب

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ

۸۰۶ تا ۸۹۵ھ / ۱۴۰۴ تا ۱۴۹۰ء

آپ کا عہد

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ نے سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ بزرگؒ کے بعد سب سے زیادہ شہرت پائی۔ آپ کو حضرت ایشاں کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے عہد میں وسط ایشیا ایک بار پھر سیاسی انتشار کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ امیر تیمور نے ۱۴۰۵ء میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کی اولاد کے ہاتھوں تیموری سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے اور باہمی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بر صغیر پاک و ہند میں سید خاندان اور لودھی خاندان کے حکمرانوں کا دور تھا جس میں سلطنت دہلی کی مرکزیت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عالم اسلام کے مغربی حصہ میں البتہ عثمانی ترکوں کی یورپ میں پیش قدمی جاری تھی اور سلطان محمد فاتح نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے بزنطینی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور سلطان سلیم نے بعد میں مصر پر قبضہ کر کے نام نہاد عباسی خلافت ختم کی اور سلاطین ترکی نے خود خلافت کا منصب سنبھال لیا۔ مزید مغرب یعنی اندلس میں مسلمان زوال کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں نے ۱۴۹۲ء میں غرناطہ پر قبضہ کر کے اندلس میں مسلم اقتدار کی آخری علامت بھی ختم کر دی اور انتہائی بربریت سے کام لیتے ہوئے مسلم تہذیب و تمدن کے نشانات مٹا دیے۔

بر صغیر میں آپ کے ہم عصر حضرت محمد غوث گیلانیؒ تھے جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی دسویں پشت سے تھے اور آپ نے سلسلہ قادریہ کو جنوبی ایشیا میں متعارف کرایا۔ آپ ۱۴۸۲ء میں اُچ میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں ۱۵۱۷ء میں وفات پائی۔

www.maktabah.org

عام طور پر اہل اللہ ارباب اقتدار سے الگ رہے۔ چشتی اور قادری مشائخ کا عمومی رویہ یہی تھا۔ مگر نقشبندی سلسلہ میں یہ خصوصیت تھی کہ اکثر مشائخ نے ارباب اقتدار سے ربط پیدا کر کے سیاسی و معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کی۔ حضرت عبید اللہ احرارؒ اس طرز فکر کے سب سے نمایاں ترجمان تھے۔ آپ کا ایک قول حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں نقل کیا:

> "اگر ہم محض پیری کرتے تو اس زمانہ میں کسی اور پیر کو کوئی مرید نہ ملتا۔ لیکن ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے کہ ظلم کی شر سے مسلمانوں کی حفاظت کریں۔ اس مقصد کے لئے بادشاہوں سے تعلق پیدا کرنا اور ان کے نفوس کو مسخر کرنا اور اس طریقہ سے مسلمانوں کے مقاصد پورا کرنا ضروری ہے"۔

آپ نے وسط ایشیا کے سیاسی انتشار کے مضرات کو کم کرنے میں اہم سیاسی کردار ادا کیا۔ ازبک اقوام میں اسلام کی اشاعت آپ کے فیض سے ہوئی اور سلسلہ نقشبندیہ کی وسیع پیمانے پر ترویج بھی آپ کی ذات کی مرہون منت ہے۔

ابتدائی زندگی

آپ کا اسم گرامی عبید اللہ بن محمود شاشی (تاشقند کا پرانا نام شاش تھا) اور لقب ناصر الدین ہے۔ دوسرا لقب جو زیادہ مشہور ہوا، خواجہ احرار ہے۔ جو کثرت استعمال سے صرف احرار رہ گیا۔ اہل طریقت کی اصطلاح میں "حر" (جمع احرار) اسے کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی عبودیت میں کمال اور غیر اللہ کی غلامی سے مکمل آزادی حاصل کرے۔ آپ تاشقند کے نواح میں واقع گاؤں باغستان میں ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد چالیس روز تک والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیا اور جب انہوں نے غسل طہر کر لیا تب دودھ پینا شروع کیا۔ آپ کے دادا خواجہ شہاب الدینؒ ولی اللہ تھے۔ انہوں نے اخیر وقت اپنے پوتوں کو الوداع کے لئے بلایا۔ خواجہ عبید اللہؒ اس وقت بہت کم سن تھے۔ جب آپ دادا کے پاس گئے تو وہ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو گود میں لے کر فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھے بشارت نبوی ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا اور اس سے شریعت و طریقت کو رونق ملے گی۔

بچپن میں حسب معمول تعلیم ظاہری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا مگر اس دوران

www.maktabah.org

بھی آپ کا طبعی میلان تصوف کی طرف رہا۔ نو عمری میں ہی مشائخ کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایک ہی رات میں تاشقند کے نواح میں سارے مزارات کی زیارت کرتے۔ آپ کے ماموں خواجہ ابراہیمؒ کو بے حد اشتیاق تھا کہ آپ علوم ظاہری کی تکمیل کریں چنانچہ وہ آپ کو بائیس سال کی عمر میں سمرقند لے آئے۔ یہاں بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ شغل باطنی کا غلبہ رہا۔ سمرقند میں آپ اکثر حضرت علاء الدین عطارؒ کے خلیفہ مولانا نظام الدین کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے آنے سے پہلے ایک روز مولانا نظام الدین نے مراقبہ کے بعد نعرہ مارا۔ جب حاضرین نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہ ہے، اس نے تمام روئے زمین کو لے لیا۔ وہ عجیب بزرگ ہے۔ ایک روز آپ مولانا کے ہاں سے باہر نکلے تو کسی نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ مولانا نے فرمایا: یہ خواجہ عبید اللہ ہیں۔ عنقریب دنیا کے سلاطین کو ان سے واسطہ پڑے گا۔

سمرقند میں آپ حضرت سید قاسم تبریزیؒ کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ پھر بخارا آ گئے۔ راستے میں ایک ہفتہ خواجہ بزرگؒ کے خلیفہ شیخ سراج الدین کلالؒ کی صحبت میں رہے۔ بخارا میں جن مشائخ سے مستفیض ہوئے، ان میں سید امیر کلالؒ کے خلیفہ مولانا حسام الدین شاشیؒ اور خواجہ بزرگؒ کے خلیفہ شیخ علاء الدین غجدوانیؒ شامل ہیں۔ بعد ازاں خراسان کا سفر اختیار کیا اور مرو سے ہوتے ہوئے ہرات پہنچے۔ یہاں آپ چار سال مقیم رہے۔ یہاں شیخ بہاء الدین اور شیخ زین الدین خوافیؒ کی صحبت حاصل رہی۔

حضرت یعقوب چرخیؒ سے بیعت

ہرات میں آپ نے ایک سوداگر کی زبان سے حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے حالات سنے تو فوراً دل میں کشش پیدا ہوئی اور ان کی رہائش بلغنور کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ مَیں راستے میں بیمار پڑ گیا اور بیس روز تک تپ لرزہ آیا۔ اسی دوران بعض آدمیوں نے میرے سامنے حضرت مولانا کی عیب جوئی کی۔ اس سے میرا شوق ٹھنڈا پڑ گیا اور میں نے چاہا کہ واپس جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ اتنا سفر طے کیا ہے تو ملاقات کر لینا مناسب ہے۔ چنانچہ میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

www.maktabah.org

مولانا نہایت شفقت سے پیش آئے لیکن جب دوسرے دن حاضر ہوا تو تلخی اور غصہ کا اظہار کیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ سختی اس عیب جوئی کی وجہ سے ہے جو راستے میں پیش آئی تھی تاہم مولانا نے اس ضمن میں کوئی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کی عنایت وشفقت لوٹ آئی اور انہوں نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرمایا۔بعد ازاں اپنا ہاتھ میری طرف بیعت کرنے کی غرض سے بڑھایا مگر چونکہ ان کی پیشانی پر برص کا داغ تھا، اس لئے میرے دل میں کراہت پیدا ہوئی۔ آپ نے نور باطن سے میرے دل کی کیفیت معلوم کرلی اور فوراً اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ اس کے بعد آپ ایسی جاذب نظر اور پر کشش شخصیت کے لبادہ میں ظاہر ہوئے کہ میں بے تاب ہو گیا۔ اب انہوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جس نے تیرا ہاتھ پکڑا، اس نے بہاء الدین کا ہاتھ پکڑا۔ بیعت کے بعد آپ نے مجھے وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ہمیں جو کچھ ملا، یہی ہے۔ تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو بطریق جذبہ طالبوں کی تربیت کر سکتے ہو۔

حضرت مولانا کی اس اجازت سے آپ کے بعض درویشوں کو غیرت آئی کہ اس قدر مجھے کیوں اختیار دے دیا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ کو قوت و تصرف سب حاصل ہے، صرف اجازت کی دیر تھی۔ طالب کو اس طرح پیر کے پاس آنا چاہیے جیسے عبید اللہ آیا ہے کہ تیل بتی سب درست ہے۔ صرف آگ لگانے کی دیر ہے۔

جب میں نے حضرت مولانا سے اجازت چاہی تو آپ نے حضرت خواجگان کے سارے طریق بیان کر دیے۔ جب طریقہ رابطہ پر پہنچے تو فرمایا کہ اس کی تعلیم میں دہشت نہ کھانا اور صاحب استعداد کو بتلا دینا۔ آخر میں آپ نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہیں حضرت خواجہ نقشبندؒ کی نسبت حاصل ہو اور پھر تم کسی اور بزرگ کے پاس جاؤ اور وہاں بھی وہی نسبت حاصل ہو تو تم پھر کیا خیال کرو گے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ جس جگہ سے بھی یہ نسبت حاصل ہو، اسے حضرت خواجہ نقشبندؒ ہی سے خیال کرنا۔ اس کے مناسب حال یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ قطب الدین حیدرؒ کا ایک مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں گیا۔ اسے سخت بھوک لگی تھی۔ اپنے پیر کے گاؤں

www.maktabah.org

کی جانب منہ کر کے کہنے لگا: شیئاً لِلّٰہ یا قطب الدین حیدرؒ۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اس کا حال معلوم کر کے کہا کہ اسے کھانا کھلاؤ۔ کھانے کے بعد اس شخص نے پھر اپنے پیر کے گاؤں کی جانب منہ کر کے کہا: شکر للہ یا قطب الدین حیدر، آپ مجھے کسی جگہ فراموش نہیں فرماتے۔ خادم نے یہ ماجرا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بیان کیا اور کہا کہ یہ درویش عجیب آدمی ہے۔ کھانا تو آپ کا کھایا اور شکر قطب الدین حیدر کا ادا کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مریدی اس سے سیکھنا چاہیے کہ ظاہر و باطن جس قسم کا فائدہ ہو، اسے اپنے پیر ہی کی طرف سے خیال کرتا ہے۔

معاشی زندگی

حضرت عبید اللہ احرارؒ، حضرت یعقوب چرخیؒ سے رخصت ہو کر ہرات آئے۔ ایک سال کے بعد ۲۹ سال کی عمر میں اپنے وطن واپس آگئے اور تاشقند میں مقیم ہو کر زراعت کا کام شروع کیا۔ اس کام میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت پیدا کی اور آپ کے ہاں مال مویشی، مال و متاع اور اجناس کی فراوانی ہو گئی۔ یوں بظاہر آپ کی زندگی میں امیرانہ شان تھی لیکن یہ سب کچھ درویشوں کی خدمت کے لئے تھا۔

وسط ایشیائی سیاست میں مصلحانہ و مصالحانہ کوششیں

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ سلاطین سے روابط بڑھا کر ان میں دین کی محبت پیدا کرنے اور پھر ان کے ذریعے عوام کی بہبود اور شریعت کی سربلندی کا کام لینے کی حکمت عملی کے قائل تھے۔ اس حکمت عملی کا اشارہ آپ کو غیب سے مل چکا تھا چنانچہ آپ اس خیال سے سمرقند کی طرف آئے جو ماوراءالنہر میں تیموری حکمرانوں کا دارالسلطنت تھا۔ اس وقت امیر تیمور کا پرپوتا مرزا عبداللہ وہاں کا حکمران تھا۔ مرزا کا ایک امیر آپ کے پاس آیا اور آپ نے اس سے فرمایا کہ ہم تمہارے سلطان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، اگر تمہارے ذریعے ایسا ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس امیر نے گستاخانہ انداز میں جواب دیا کہ ہمارا مرزا ایک لاپرواہ جوان ہے۔ اس سے ملاقات مشکل ہے اور ویسے بھی درویشوں کو ایسی ملاقاتوں سے کیا مطلب۔ آپ نے جلال میں فرمایا کہ ہمیں ملاقات کا حکم ہوا ہے، ہم خود نہیں آئے۔ اگر تمہارے مرزا کو پرواہ نہیں تو دوسرا حاکم لائیں گے جسے پرواہ ہو گی۔

www.maktabah.org

اس کے بعد آپ نے اس امیر کا نام سیاہی سے مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب دہن سے اسے مٹا دیا۔ پھر فرمایا کہ ہمارا کام اس سلطان اور اس کے امراء سے نہیں چل سکتا اور واپس تاشقند روانہ ہو گئے۔ ایک ہفتہ بعد وہ امیر مر گیا اور ایک ماہ بعد امیر تیمور کا ایک اور پرپوتا ابو سعید مرزا ترکستان کی طرف سے سمرقند پر حملہ آور ہوا۔ مرزا عبداللہ کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اور سمرقند پر سلطان ابو سعید مرزا کا قبضہ ہو گیا۔

ابو سعید مرزا (۱۴۵۱ تا ۱۴۶۸ء) بہتر حکمران تھا۔ وہ دیندار اور نیک طبع تھا۔ حضرت خواجہؒ اپنے روحانی تصرف کے ساتھ اس کے حامی تھے۔ کچھ عرصہ بعد امیر تیمور کے ایک پرپوتے ابوالقاسم بابر مرزا (م ۱۴۵۷) نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ خراسان کی طرف سے سمرقند پر حملہ کر دیا۔ سلطان ابو سعید مرزا نے حضرت خواجہؒ سے عرض کیا کہ مجھ میں اس لشکر کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ نے اسے تسلی دی۔ مگر سلطان کے امراء اس قدر خائف تھے کہ جب حملہ آور لشکر نے دریائے جیحوں عبور کیا تو امراء نے مشورہ کیا کہ سلطان کے ساتھ ترکستان کی طرف پسپا ہو جانا مناسب ہے، وہاں جا کر قلعہ بند ہو جائیں۔ اس مشورہ کے بعد تمام سامان اونٹوں پر لدوا دیا گیا۔ جب حضرت خواجہؒ کو علم ہوا تو آپ شتربانوں پر خفا ہوئے اور سامان اتروا دیا۔ پھر ابو سعید مرزا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ کہاں جاتے ہو۔ تمہارا کام یہیں درست ہو جائے گا۔ میں نے تمہاری مہم اپنے ذمہ لے لی۔ امراء بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت خواجہؒ ہمیں مروا دیں گے۔ تاہم سلطان ابو سعید مرزا کا آپ پر اعتقاد کامل تھا اور وہ سمرقند میں ہی مقیم ہو گیا۔

جب ابوالقاسم بابر مرزا سمرقند پہنچا تو اس کا سالار خلیل جو عید گاہ کے دروازے پر ٹھہرا ہوا تھا، ابو سعید کے چند سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ ادھر بابر مرزا کی فوج میں وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اس پر اس کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نے مولانا محمد کو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی درخواست کی (قابل غور بات یہ ہے کہ حملہ آور بادشاہ نے سلطان ابو سعید کے بجائے حضرت خواجہؒ کی طرف رجوع کیا) گفت و شنید کے دوران مولانا محمد نے

www.maktabah.org

حضرت سے کہا کہ ہمارا مرزا نہایت بلند ہمت اور غیور بادشاہ ہے۔ جس طرف جاتا ہے، بغیر فتح کے واپس نہیں ہوتا۔ حضرت نے جواباً کہا کہ مَیں اس کے دادا شاہ رخ بن امیر تیمور (م۔ ۸۵۰ھ) کے عہد میں ہرات میں تھا اور مجھے شاہ رخ کی طرف سے بڑی سہولتیں حاصل تھیں۔ اگر وہ حقوق میرے پیش نظر نہ ہوتے تو تم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ بابر مرزا کا کیا حال ہوتا۔ آخر آپ نے دونوں میں صلح کرادی۔

سلطان ابو سعید کی وفات (۸۷۳ھ / ۱۴۶۸ء) پر اس کی سلطنت چار بیٹوں میں منقسم ہو گئی۔ الغ بیگ مرزا کابل میں، سلطان محمود مرزا حصار و بدخشاں میں، سلطان احمد سمرقند میں اور عمر شیخ مرزا (ظہیر الدین بابر بانی سلطنت مغلیہ پاک و ہند کا والد) اندجان و فرغانہ میں حکومت کرنے لگے۔ سمرقند امیر تیمور کا پایہ تخت رہا تھا۔ اس پر قبضہ کرنا ہر تیموری کی آرزو ہوتی تھی۔ چنانچہ سلطان محمودؒ نے ایک بڑی فوج کے ساتھ جس میں چار ہزار ترکمان بھی شامل تھے۔ سمرقند پر چڑھائی کردی۔ حضرت خواجہؒ نے ایک خط کے ذریعے اسے اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے پیش قدمی جاری رکھی۔ سلطان احمد کو مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس نے سمرقند سے بھاگ جانے کی تیاری کی اور حضرت سے اجازت چاہی۔ آپ نے اسے سختی کے ساتھ فرار سے منع کیا اور فرمایا کہ اگر تم بھاگ گئے تو اہل سمرقند حملہ آور فوج کے ہاتھوں قتل و غارت کا شکار ہو جائیں گے۔ تم گھبراؤ نہیں، میں تمہارے معاملہ کا ذمہ دار ہوں۔ آپ اس وقت سمرقند کے مدرسہ میں مقیم تھے۔ آپ نے سلطان احمد مرزا کو وہیں حجرہ میں اتارا اور اس کی تسلی کے لئے ایک تیز رو اونٹنی اس کے دروازے پر بٹھادی اور سلطان احمد سے فرمایا کہ شکست کی صورت میں تم اس پر بیٹھ کر شہر کے دوسرے دروازے سے بھاگ جانا۔

اب آپ نے اپنے خلفاء مولانا سید حسین، مولانا قاسم میر عبدالاول اور مولانا جعفر کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں فلاں برج پر جاکر مراقبہ کرو۔ مراقبہ کے دوران انہوں نے دیکھا کہ وہ خود بالکل نیست ہو گئے ہیں اور تمام عالم حضرت کے وجود سے پُر ہے۔ لڑائی شروع ہوئی تو حملہ آور فوج کا پلہ بھاری تھا۔ اہل سمرقند سخت پریشان تھے کہ اچانک دشت قپچاق سے زبردست آندھی اٹھی۔ سلطان محمود کے خیمے اکھڑ گئے،

www.maktabah.org

سامان اڑ گیا، گردو غبار سے سپاہیوں کی آنکھیں اٹ گئیں اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے۔ سلطان محمود اپنے دستہ کے ساتھ شہر کی دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ اچانک دیوار گر پڑی۔ چار سو سوار اس کے نیچے دب گئے۔ ترکمانوں کے گھوڑے خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے اور بالآخر سلطان محمود کو شکست ہوئی اور سلطان احمد کی فوج نے پانچ کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت

حضرت خواجہؒ کی بدولت قبائل میں اسلام وسیع پیمانے پر پھیلا۔ خاص طور پر ازبک قبائل نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کیا۔ دوسری طرف سلسلہ نقشبندیہ آپ کے خلفاء کے ذریعے تین شاخوں کی صورت میں مختلف اطراف میں پھیلا۔ ایک شاخ تو وسط ایشیاء کے قدیم سرچشمہ پر مشتمل تھی۔ اس میں سمرقند، مرو، خیوا، تاشقند، بخارا، ہرات کے شہر اہم روحانی مراکز تھے۔ دوسری شاخ حضرت کے خلیفہ شیخ عارف باللہ عبداللہ سماویؒ (م۔ ۱۴۹۰ء) اور شیخ سعید احمد بخاری بکیاسیؒ کے ذریعے مغرب میں اناطولیہ اور ترکی میں پھیلی۔ اس شاخ کے اثرات کوہ قاف کے علاقہ داغستان وغیرہ میں پھیلے اور اس نے امام شاملؒ جیسے مجاہد پیدا کیے۔ تیسری شاخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ذریعے برصغیر پاک وہند میں پھیلی جو زیر نظر کتاب کا موضوع ہے۔

اقوال زریں

حضرت ایشاں خواجہ احرارؒ کے ملفوظات بڑی تعداد میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند کلمات کو قارئین کی سہولت کے لئے ذیلی عنوانات کے تحت درج کیا جاتا ہے:

پیری اور مریدی:

۱) پیر وہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مرضی میں فنا ہو گیا ہو۔ جو کچھ آپ نے فرمادیا، اس پر قائم ہو یہاں تک کہ اس کی تمام آرزوئیں آئینہ کی مانند ہوں کہ اس میں اخلاق واوصاف نبوی کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو۔ یوں وہ اوصاف نبوی سے متصف ہو کر تصرف حق تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔

۲) مرید وہ ہے کہ ارادت کی تاثیر سے اس کی ساری خواہشات جل گئی ہوں

www.maktabah.org

اور اس کی کوئی مراد دل میں باقی نہ رہی ہو اور ہر طرف سے توجہ ہٹا کر صرف پیر کی طرف متوجہ رہے۔

۳) مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کی بائیں جانب کا فرشتہ کوئی بات بھی لکھنے نہ پائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی مرید سے کوئی گناہ بھی سرزد نہ ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بائیں جانب کے فرشتہ کے لکھنے سے پہلے اس کا تدارک اور استغفار کرے تاکہ لکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

۴) جس شخص کو اللہ تعالیٰ توبہ عطا کرے اور وہ طریقت کی راہ میں قدم رکھے تو اسے چاہیے کہ اس میں اس قدر مصروف رہے کہ کوئی لمحہ یا ساعت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو اور صحبت ناجنس سے پرہیز کرے۔ ناجنس سے مراد دنیادار اور طریقت کے مخالفین ہیں۔

۵) چاہیے کہ مرید کی توجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو اور پیر کو اپنے تمام احوال سے آگاہ سمجھے تاکہ پیر کی بزرگی اس میں تصرف کرے اور جو چیز پیر کے نزدیک نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے الگ ہو جائے اور یہ حال ہو جائے کہ پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور پیر کے تمام مقاصد اور احوال مرید کے مشاہدہ میں آ جائیں۔

٦) فطرت انسانی کے غلط تقاضوں سے خلاصی تین چیزوں میں سے کسی ایک سے ہو سکتی ہے۔ اوّل یہ کہ اعمال خیر میں سے ہر عمل کو اپنے اوپر لازم کر لے اور ریاضت کا طریقہ اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے اختیار اور طاقت کو درمیان سے اٹھا دے اور جان لے کہ میں از خود اس بلا سے نجات نہیں پا سکتا اور عاجزی کے ساتھ ہمیشہ حق تعالیٰ کے حضور زاری کرے تاکہ وہ اسے اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ اپنے پیر کی ہمت و باطن سے مدد طلب کرے اور اسے اپنی توجہ کا قبلہ بنائے۔ ان کلمات کے بعد حضرت خواجہؒ نے حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کون سا ہے۔ پھر خود ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں طالب پیر کو حق تعالیٰ کی جناب میں رسائی کا وسیلہ بناتا ہے اور یہ امر حصول نتیجہ کے قریب تر ہے۔

www.maktabah.org

اصطلاحات تصوف :

۱) فنا مطلق یہ ہے کہ اپنے جملہ اوصاف و افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف بطریق ذوق منسوب کرے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ یہ لباس جو میں پہنے ہوئے ہوں، عاریتاً مجھے ملا ہے لیکن اس بات کا مجھے علم نہیں اور میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ میرا ہے۔ اس وجہ سے میرا اس لباس کے ساتھ دلی تعلق ہے۔ اگر مجھے علم ہو گیا کہ یہ لباس مجھے عاریتاً دیا گیا ہے تو میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا حالانکہ میں اسے اسی طرح پہنے ہوئے ہوں جیسے پہلے پہنے ہوا تھا۔ تمام صفات کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ ماسواء اللہ سے منقطع ہو جانا ہی اصل درویشی ہے جسے لوگوں نے لمبا چوڑا ہبار کھا ہے۔

۲) وصل یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بطریق ذوق جمع پائے۔ اس حالت کے بارے میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ ہم انتہا کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔ اگر ذکر میں اس قدر ملکہ ہو جائے کہ دل ہمیشہ حاضر رہے تو ایسا حضور قلب رکھنے والا ذاکر ابرار میں سے ہے اور اس کو حاضر مع اللہ کہنا چاہیے۔ لیکن وہ واصل مع اللہ نہیں ہے۔ واصل وہ ہے کہ اسبابِ حضور اس سے دور ہو جائیں اور وہ حق تعالیٰ کو بذات خود حاضر جانے۔

۳) ہمت اسے کہتے ہیں کہ کسی کام کے واسطے دل کی توجہ اس طرح مرکوز کرے کہ اس کے خلاف کوئی خیال دل میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی کافر بھی کسی کام کے واسطے ہمیشہ دل کو جمع رکھے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس میں ایمان و عمل صالح کی شرط نہیں ہے۔

۴) شریعت، طریقت اور حقیقت تین چیزیں ہیں۔ ظاہر پر احکام جاری کرنا شریعت ہے۔ جمعیت دل کے ساتھ تعمل طریقت ہے اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے۔ حضرت مولانا نظام الدینؒ اس ضمن میں یہ مثال دیتے تھے کہ جھوٹ منع ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کوشش کرے کہ اس کی زبان پر جھوٹ جاری نہ ہو لیکن دل میں داعیہ ہو تو یہ شریعت ہے۔ اگر دل سے بھی داعیہ جاتا رہے تو یہ طریقت ہے۔ اگر باختیار و بے اختیار زبان و دل سے یہ بات بالکل جاتی رہے تو یہ حقیقت ہے۔

۵) کشف قبور یہ ہے کہ میت کی روح مناسب صورت میں صاحب کشف پر

www.maktabah.org

ظاہر ہوتی ہے لیکن چونکہ شیطان کو تمثل اور تشکل میں بڑی قدرت حاصل ہے اس لئے حضرات خواجگانؒ نے اس کشف کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی قبر پر گئے، اپنے آپ کو نسبت و کیفیت سے خالی کر کے انتظار کرتے ہیں کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ معلوم ہو، وہ صاحبِ قبر کا حال ہے۔ یہی طریقہ نسبت دریافت کرنے کا ہے۔

۶) اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے تو جواب دے کہ غیر اللہ کے خیال سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے تو جواب دے کہ غیر اللہ کے وجود کے علم و شعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے تو جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کی دید کے ساتھ اپنی خودی سے نجات سعادت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے تو جواب دے کہ خودی میں رہنا اور اللہ تعالیٰ سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے تو جواب دے کہ نور خداوندی کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا نسیان وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے تو جواب دے کہ دل کا غیر اللہ سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سُکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسی حالت کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کا پوشیدہ رکھنا اس حالت سے پہلے واجب تھا۔

۷) عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر (احکام) پر عمل کریں اور نواہی (ممنوعات) سے پرہیز کریں۔ عبودیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہمیشہ توجہ رہے۔

۸) علم دو ہیں۔ علم وراثت اور علم لدنی۔ علم وراثت وہ ہے جس پر پہلے سے عمل ہو رہا ہے۔ اور علم لدنی وہ ہے کہ اس پر پہلے سے کوئی عمل نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ محض اپنی عنایت سے بندے کو اپنے پاس سے کوئی خاص علم عطا کرے۔

۹) اجر بھی دو طرح کا ہے۔ اجر ممنون اور اجر غیر ممنون۔ اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے بدلہ میں نہ ہو بلکہ محض عطاءِ ربی ہو اور اجر غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے بدلہ میں ہو۔

www.maktabah.org

۱۰) تجلی کے معنی کشف ہیں۔ اس کا ظہور دو طرح ہوتا ہے۔ ایک کشف عیانی جو ذہن کی آنکھ سے مقصود کے جمال کا مشاہدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ غلبہ محبت سے غائب مثل محسوس کے ہو جائے۔ کیونکہ محبت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ غائب کو محسوس کی مانند کر دیتی ہے۔ دنیا میں اہل کمال کی یہی انتہا ہے۔

۱۱) سیر دو طرح کی ہے۔ سیر مستطیل اور سیر متدیر۔ سیر مستطیل بُعد در بُعد اور سیر متدیر قُرب در قُرب ہے۔ سیر مستطیل سے مراد مقصود کو اپنے دائرہ کے باہر سے تلاش کرنا ہے (سیر آفاقی) اور سیر متدیر اپنے دل کے گرد پھرنا اور مقصود کو اپنے اندر سے ڈھونڈنا ہے (سیر انفسی)۔

ادب:

۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھے یہ طاقت بخشی ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک رقعہ سے بادشاہِ ختا جو الوہیت کا دعویدار ہے، کی حالت ایسی بنادوں کہ وہ بادشاہت چھوڑ کر ننگے پاؤں ختا سے دوڑتا ہوا میرے آستانہ پر پہنچ جائے لیکن باوجود اس طاقت کے ہم خدا کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ جو چاہے اور حکم دے، وہی وقوع پذیر ہوگا۔ اس مقام کے لئے ادب لازم ہے اور ادب یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تابع بنائے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادہ کا تابع بنائے۔

۲) جس بستی میں سادات رہتے ہوں، میں وہاں رہنا نہیں چاہتا کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے اور میں ان کی تعظیم کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

ایک روز حضرت امام اعظمؒ درس کی مجلس میں کئی بار اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ آخر حضرت کے ایک شاگرد نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سیّد خاندان کا ایک لڑکا ان لڑکوں میں ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ جب وہ لڑکا اس درس کے قریب آتا ہے اور میری نظر اس پر پڑتی ہے تو میں تعظیماً اٹھتا ہوں۔

۳) اگر درویش کی تصویر دیوار پر کھینچی ہو تو اس کے نیچے سے بھی ادب کے ساتھ گزرنا چاہیے۔

۴) اگر کسی کا حال باطنی ترکِ ادب کے باوجود قائم رہے تو وہ مکرِ الٰہی ہے۔

www.maktabah.org

صحبت :

۱)جو شخص فقیروں کی صحبت میں آئے، اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو نہایت مفلس ظاہر کرے تاکہ اس پر انہیں رحم آئے۔

۲)بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت ایسی ہے کہ اسے بہترین اشغال میں صرف کرنا چاہیے۔ بعض کا قول ہے کہ بہترین شغل محاسبہ ہے کہ تمام دن عبادت میں صرف ہوا تو شکر کرنا چاہیے اور اگر معصیت میں صرف ہوا تو استغفار کرنا چاہیے۔ بعض نے فرمایا کہ بہترین عمل یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایسے شخص کی صحبت میں پہنچائے کہ اس کی صحبت میں دل ماسواء اللہ سے متنفر اور اللہ کی طرف مائل ہو۔

۳)حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو نیک آرزو کرتا ہے وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ ہم درویشوں کی ایک جماعت میں اس ساعت کا تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت میسر آئے تو اس میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہیے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت کی صحبت مانگنی چاہیے کیونکہ اس کے ذریعے تمام سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۴)آیت کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین کے معنی دو طرح ہیں۔ ایک یہ کہ اہل صدق کے ساتھ صحبت کو لازم پکڑے تاکہ اس کا باطن ان کی صفات وانوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس گروہ کے ساتھ باطن کی راہ سے رابطہ اختیار کرے اور صحبت کو محض آنکھ سے دیکھنے تک محدود نہ کرے۔ اس طرح صحبت دائمی ہو جائے گی اور اس کے باطن کو ان کے باطن کے ساتھ نسبت واتحاد پیدا ہو جائے گا اور اسے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔

۵)اعمال اور صحبت کا اثر جمادات پر بھی پڑتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز ادا کرے جہاں اعمال واخلاق ناپسندیدہ ہوتے ہوں تو وہ نماز ایسی بابرکت اور پُر انوار نہ ہوگی جیسی وہ نماز جو ایسی جگہ ادا کی جائے جہاں ارباب جمعیت کی برکت کے اثرات ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حرم کعبہ کی دو رکعت نماز دوسرے مقامات کی نماز سے کئی گنا زیادہ ہے۔

www.maktabah.org

نسبت خواجگاں :

۱) یہ نسبت خواجگاں جو مجمع میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے۔ محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو شرماتا ہے۔

۲) یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ اس کے ظہور میں مانع ہے۔ جیسے مظاہر جمیلہ کی طرف اگر غور سے دیکھو تو وہ شرما جاتے ہیں۔

۳) ہر زمانہ میں رجال غیب ایسے شخص کی صحبت میں آتے ہیں کہ رخصت سے اجتناب کرتا ہو اور عزیمت پر عمل کرتا ہو۔ رجال غیب ارباب رخصت سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ حضرت خواجگاں کا طریقہ یہی ہے کہ ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا جائے۔

استقامت :

حدیث شریف کے مطابق آنحضور ﷺ نے فرمایا: ”سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا“۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ (پس تو استقامت رکھ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے)۔ استقامت نہایت دشوار ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں تمام افعال و اقوال و اخلاق میں حد اعتدال میں اس طرح قائم رہنا کہ کسی بات میں حد سے تجاوز نہ ہو اور افراط و تفریط سے باز رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اہم کام تو استقامیت ہے۔ کرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

متفرق :

۱) اگر وجد اور حال کی تمام کیفیات ہمیں عطا کی جائیں لیکن اہل سنت و جماعت کے عقائد سے ہم آراستہ نہ ہوں تو ہم اسے خرابی کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتے۔ اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع ہوں لیکن اہل سنت و جماعت کے عقائد سے سرفراز ہوں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

۲) میں جو اکابر کی خدمت میں رہا تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا کیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں، وہ جدید ہو گا نہ کہ قدیم۔ دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں، وہ

www.maktabah.org

مقبول ہو گا۔

۳) ہمارے زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حسن وجمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایسے مشاہدہ سے خدا کی پناہ۔ حضرت سیدنا قاسم تبریزیؒ اس ولایت میں تشریف لائے تو ان کے مریدوں کی ایک جماعت بازاروں میں پھرتی تھی اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ کرتی تھی اور ان سے تعلق پیدا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ خوبصورت صورتوں میں ہم حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سید قاسمؒ بعض وقت فرماتے کہ ہمارے سور کہاں گئے ہیں۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ وہ گروہ حضرت کی نظر بصیرت میں سور کی شکل میں دکھائی دیتا تھا۔

۴) محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ اولیاء اللہ موت کے بعد بھی ترقی کرتے ہیں۔

۵) بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ شاید کمال انا الحق کہنے میں ہے۔ ایسا نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ انا کو دور کیا جائے۔

۶) زندگی سے اس شخص کو بہرہ ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے گرم ہو۔

۷) شیخ ابو طالب مکیؒ کا قول ہے کہ کوشش کر کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ اگر یہ بات حاصل ہو گئی تو تیرا کام پورا ہو گیا۔ پھر چاہے حال و وجد و کشف و کرامت ظاہر ہوں یا نہ ہوں، کچھ غم نہیں۔

۸) بعد نماز عشا جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد، تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اس کا ثواب تمام اہل قبور کو پہنچائے تاکہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ ان پر بخشش و رحمت کرے۔ اہل قبور اس کے لئے زندوں کے منتظر رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارحم ترحم (رحم کر تاکہ تجھ پر رحم کیا جائے)۔

۹) سونے سے قبل اپنے گذشتہ اوقات کا محاسبہ کرے کہ کیسے گزرے ہیں۔ اگر غیر طاعت میں گزرے ہوں تو استغفار کرے۔

www.maktabah.org

۱۰) آداب طریق میں سے یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔ دوام وضو سے فراخی رزق ہوتی ہے۔

کرامات وحکایات

۱) اس سے پہلے سلطان ابو سعید مرزا کے حق میں حضرت خواجہ کے تصرف کے واقعات بیان کیے جا چکے ہیں۔ حضرت سے سلطان ابو سعید کی ارادت مندی کا آغاز اس طرح ہوا کہ اس نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور آپ کا نام دریافت کیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ کیا کوئی درویش خواجہ عبید اللہ نامی اس شکل و شباہت کے یہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ تاشقند میں ہیں۔ وہ اسی وقت سوار ہو کر تاشقند روانہ ہوا۔ حضرت خواجہ کو اس کے آنے کا علم ہوا تو آپ فرکت چلے گئے۔ وہ آپ کے پیچھے فرکت پہنچ گیا۔ جب اسے حضرت کی زیارت ہوئی تو بے اختیار کہنے لگا کہ جس شخص کو میں نے خواب میں دیکھا، وہ آپ ہی ہیں۔ سلطان ابو سعید حضرت خواجہ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے بھی اس پر مہربانی فرمائی اور اپنی طرف منجذب کیا۔

اس کے بعد جب اس نے سمرقند فتح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت خواجہ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کس ارادہ سے فتح کرنا چاہتے ہو۔ اگر تقویت شریعت اور ترویج دین کی غرض سے ہے تو جاؤ فتح تمہاری ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں جان و دل سے اس کی کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اب تم پناہِ شریعت میں ہو اور تمہاری مراد حاصل ہے۔

۲) حضرت خواجہؒ کا مرید ہونے کے بعد سلطان ابو سعید مرزا کے دل میں کئی بار شراب کی ہوس پیدا ہوئی۔ آخر ایک دن اس نے خادم سے کہا کہ دیوار کے نیچے لے آنا، میں چھت پر سے لے لوں گا۔ جب وہ لے آیا تو مرزا نے پگڑی سے کوزہ شراب باندھ کر اوپر کھینچا۔ کوزہ دیوار سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اس بات سے مرزا کو بہت رنج ہوا۔ صبح جب حضرت کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پہلا فقرہ یہ فرمایا کہ رات تمہارے کوزہ ٹوٹنے کی آواز میں نے سنی۔ اگر کوزہ نہ ٹوٹتا تو میرا دل تم سے ٹوٹ جاتا اور پھر ہماری تمہاری ملاقات نہ ہوتی۔

www.maktabah.org

۳)فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب ہم مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جا پہنچتے اور اپنی قوت اور توجہ کا امتحان کرتے۔ دو پہلوانوں میں سے ایک پر توجہ مرکوز کرتے تو وہ غالب آجاتا۔ پھر دوسرے کی طرف توجہ کرتے تو وہ غالب ہو جاتا۔ مقصد یہ ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمت (کسی کام پر توجہ مرکوز کرنا) کی تاثیر کس درجہ پر پہنچی ہے۔

۴)مولانا شیخ ابو سعید جو مرزا شاہ رخ (بن امیر تیمور) کے عہد میں خوبصورت نوجوان تھے، بیان کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک خوبصورت عورت کے ساتھ میری ملاقات ہو گئی اور میرے ساتھ میرے مکان میں آگئی۔ میں خلوت میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اچانک حضرت خواجہؒ کی آواز سنی: "ابو سعید! یہ کیا کر رہے ہو"؟۔ یہ سن کر مجھ پر ہیبت طاری ہو گئی اور میں کانپنے لگا اور عورت کو فوراً رخصت کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت تشریف لائے اور مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری مدد نہ کرتی تو شیطان تجھے برباد کر دیتا۔

۵)حضرت خواجہؒ کے ایک مخلص کا غلام سمرقند میں غائب ہو گیا۔ وہ چار ماہ تک ہر جگہ اسے تلاش کرتا رہا مگر غلام نہ ملا۔ آخر ایک روز حضرت صحرا میں اپنے اصحاب کے ساتھ جا رہے تھے کہ اس شخص کی آپ سے ملاقات ہو گئی اور اس نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ماجرا بیان کیا۔ پہلے تو آپ نے کہا کہ ہم دہقانی آدمی ہیں، ایسی باتوں کو کیا جانیں۔ لیکن اس نے باگ تھامے رکھی اور عاجزانہ اصرار کرتا رہا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ تم نے سامنے والے گاؤں میں اسے تلاش کیا ہے۔ اس نے کہا کہ بارہا وہاں تلاش کر چکا ہوں۔ فرمایا: پھر تلاش کرو، مل جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے گھوڑا تیز دوڑا لیا۔ وہ شخص جب اس گاؤں کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ غلام پانی کا گھڑا سامنے رکھ کر حیران کھڑا ہے۔ اس کے دریافت کرنے پر غلام نے بتایا کہ ایک شخص مجھے بہکا کر خوارزم لے گیا اور مجھے فروخت کر دیا۔ نئے مالک نے آج مجھے کہا کہ پانی سے گھڑا بھر لاؤ۔ میں نے گھڑا پانی سے بھر کر اٹھایا تو اپنے آپ کو یہاں کھڑا پایا۔ حضرت خواجہ کا یہ تصرف دیکھ کر وہ شخص حیران رہ گیا۔ اس نے غلام آزاد کر دیا اور خود

www.maktabah.org

حضرت کے درویشوں میں شامل ہو گیا۔

۶) حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارے لئے سمر قند سے چند ڈبے شہد لانا۔ اس نے حسب فرمائش خالص شہد کے ڈبے لئے اور ایک بزاز کی دکان پر کچھ دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ اسی اثنا میں ایک حسین عورت وہاں آئی۔ اس خادم نے چند بار اس عورت کو نظر حرام سے دیکھا۔ جب اس نے شہد کے ڈبے تاشقند لا کر آپ کی خدمت میں پیش کئے تو آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بُو آرہی ہے۔ جب ڈبے کھولے گئے تو سب میں شراب بھری تھی۔

۷) ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ اپنے اصحاب کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ شام قریب ہو گئی، منزل دور اور راستہ خطرناک تھا۔ آپ کے رفقاء بہت پریشان ہوئے۔ آپ نے ان کی پریشانی بھانپ لی اور فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو، ہم انشاء اللہ غروب آفتاب سے پہلے منزل پر پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تک شہر کے قریب نہ پہنچے، آفتاب ایک جگہ قائم رہا اور جیسے ہی شہر کی دیوار کے نیچے پہنچے، دفعتاً آفتاب غائب ہو گیا۔ شفق کا نشان بھی باقی نہ رہا اور اندھیرا چھا گیا۔ تمام رفقاء حیران ہو گئے اور حضرت سے اس کا بھید دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طریقت کے شعبدوں میں سے ایک ہے۔

۸) ایک مرتبہ دو درویش دور دراز سے سفر کر کے حضرت کی زیارت کو آئے۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ بادشاہ کے پاس گئے ہیں۔ وہ سن کر حیران ہوئے کہ یہ کیسے شیخ ہیں کہ بادشاہ کے پاس جاتے ہیں۔ بِئسَ الفَقِیر عَلٰی بَابِ الاَمِیر (وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے دروازے پر جائے) کے مصداق ہیں۔ اتفاق سے اسی وقت دو چور بادشاہ کے دربار سے بھاگ آئے تھے اور ان کی تلاش کی جا رہی تھی۔ یہ دونوں درویش شبہ میں پکڑ لیے گئے اور انہیں بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت کے مطابق ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ حضرت خواجہؒ بادشاہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ درویش میرے ملنے کے واسطے آئے ہیں۔ چنانچہ آپ ان کو ہمراہ لے کر چلے آئے۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو ان سے فرمایا کہ میں اس لئے بادشاہ کے پاس گیا تھا کہ تمہارے ہاتھ قطع ہونے سے بچاؤں۔ بئس الفقیر

www.maktabah.org

علی باب الامیر کاتب مصداق ہو تا کہ طمع دنیا کے واسطے وہاں جاتا۔

۹) ایک عالم حضرت خواجہؒ کی تعریف سن کر زیارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ غلہ بکثرت جا رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ غلہ کس کا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ کا ہے تو حیران رہ گئے کہ فقیری کجا اور یہ غلہ کجا۔ دل میں خیال آیا کہ لوٹ جائیں لیکن پھر سوچا کہ اس قدر سفر کر کے آئے ہیں تو اب مل کر ہی واپس جانا چاہیے۔ جب خانقاہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت خواجہؒ گھر میں تھے۔ چنانچہ وہ آپ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ اچانک انہیں غیبت ہو گئی۔ دیکھا کہ قیامت برپا ہے۔ ایک شخص جس کے یہ مقروض تھے، آ کر اپنے قرض کا مطالبہ کرنے لگا اور قریب تھا کہ وہ اپنے ہمراہ انہیں دوزخ میں لے جائے کہ اسی اثنا میں حضرت خواجہؒ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ تیرا قرض کتنا ہے۔ اس نے جو تعداد بتائی حضرت خواجہؒ نے اپنے پاس سے ادا کر کے اس کی خلاصی کرائی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو حضرت گھر سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: میں اسی واسطے مال رکھتا ہوں کہ تجھ جیسے آدمی کو قرض سے نجات دلاؤں۔

۱۰) مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ آپ کے ہم عصر نامور شاعر تھے۔ انہوں نے آپ کو پہلی دفعہ اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی سواری جا رہی تھی اور آپ کے جلو میں خدام کی ایک جماعت تھی۔ یہ ظاہری شان و شوکت کا انداز دیکھ کر مولانا جامیؔ کی شعری حِس بیدار ہوئی اور ان کے دلی جذبات اس مصرع کی صورت میں زبان پر آ گئے۔ ع

نہ مرد ست آں کہ دنیا دوست دارد
(وہ مرد نہیں جو دنیا کو دوست رکھے)

پھر جب مولانا جامیؔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جامیؔ تم نے صرف ایک مصرع کہا۔ شعر مکمل نہیں کہا۔ دوسرا مصرع بھی کہو۔ مولانا جامیؔ آپ کی اس باطنی بصیرت سے شرمندہ ہو کر رہ گئے اور خاموش رہے۔ چنانچہ حضرت نے خود ہی دوسرا مصرع لگاتے ہوئے فرمایا کہ پورا شعر یوں ہونا چاہئے۔ ~

www.maktabah.org

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

(وہ مرد نہیں جو دنیا کو دوست رکھے۔ تاہم اگر دنیا رکھے تو دوست ہی کے لئے رکھے)

وفات حضرت ایشاں خواجہ احرار کی وفات ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ بمطابق ۱۴۹۰ء شب ہفتہ کو مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں ہوئی۔ اس وقت مکان میں بہت سی شمعیں روشن تھیں۔ دفعتاً آپ کے دونوں ابرو کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی نے تمام شمعوں کو ماند کر دیا۔ سب حاضرین نے اس نور کا مشاہدہ کیا اور ساتھ ہی آپ کا وصال ہو گیا۔

مزار مبارک محلّہ خواجہ کفشیر سمرقند میں ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ
۸۱۷ تا ۸۹۸ھ، ۱۴۱۴ تا ۱۴۹۲ء

یہاں اس عہد کی مشہور شخصیت مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامیؔ کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس دور کے شہرہ آفاق ادیب، شاعر، نامور عالم دین اور برگزیدہ صوفی تھے۔ خراسان کے ضلع جام کے قصبہ خرجرد میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء واجداد اصفہان کے نواح میں قصبہ دشت کے رہنے والے تھے۔ بعد میں آپ کے والد وہاں سے نقل مکانی کر کے علاقہ جام میں آ گئے۔ اس لئے شروع میں آپ نے دشتی تخلص اختیار کیا اور بعد میں جامی کہلانے لگے۔

علوم ظاہری کی تکمیل ہرات اور سمرقند میں کی۔ پھر تصوف و عرفان کی طرف مائل ہوئے اور حضرت خواجہ نقشبندؒ کے خلیفہ سعد الدین محمد کاشغریؒ (م ۱۴۵۵ء) کی بیعت کی اور ان سے خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت عبید اللہ احرار کے ہاں روحانی اکتساب کی تکمیل کی۔

بقیہ زندگی آپ نے ہرات میں بسر کی۔ ۱۴۷۲ء میں حج کیا۔ عمر کا یہ حصہ مطالعہ، شاعری، تصنیف اور مجاہدات میں گزرا۔ اس دوران آپ کی شہرت دور دراز پھیلی۔ وقت کے حکمرانوں نے آپ کا بے حد احترام کیا۔ عثمانی سلاطین محمد ثانی اور بایزید ثانی نے استنبول آنے کی دعوت دی لیکن آپ شاہی درباروں اور قصیدہ خوانی سے الگ

www.maktabah.org

رہے۔ ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء میں ہرات میں وفات پائی۔ نماز جنازہ مرزا حسین بائقرا شاہ ہرات نے خود پڑھائی۔

نظم و نثر میں آپ کی تخلیقات کی تعداد ۴۵ بتائی جاتی ہے۔ میر علی شیر نوائی جو آخری ایام میں آپ کے پاس رہا، نے ان کی تعداد ۹۹ بتائی ہے۔ اگرچہ نثری کتب اور رسائل کی تعداد زیادہ ہے تاہم آپ کی شہرت کا سبب آپ کی شاعری ہے۔ ان میں غزلیات کے تین مجموعے، سات مثنویاں جن میں یوسف زلیخا، تحفۃ الاحرار (خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار کی شان میں)، لیلیٰ مجنوں، خرد نامہ سکندری زیادہ مشہور ہیں۔ جہاں تک نثری تحریروں کا تعلق ہے نفحات الانس میں صوفیاء کی سوانح عمریاں لکھیں اور شروع میں تصوف پر مقدمہ قلمبند کیا۔ اس میں شیخ فرید الدین عطار کی کتاب تذکرۃ الاولیاء اور شیخ عبداللہ ہروی کی کتاب طبقات الصوفیہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ نے وحدت الوجودی فلسفہ پر بھی قلم اٹھایا اور حضرت ابن عربیؒ کی کتاب فصوص الحکم کی شرح لکھی۔ اسی طرح مثنوی مولانا رومیؒ کے کچھ ابیات کی شرح لکھی۔ اربعین حدیث، رسالہ در قافیہ، شرح کافیہ وغیرہ دیگر مشہور تصانیف ہیں۔ ایرانی، ترکی اور ہندی تصوف، نیز فارسی ادب اور نعت گوئی پر آپ نے گہرے اثرات چھوڑے۔

ماخذ کتب

تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
حضرات القدس	مولانا بدرالدین سرہندی
نفحات الانس	مولانا جامی
رشحات	واعظ کاشفی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت مولانا محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۹۳۶ھ / ۱۵۳۰ء

آپ کا عہد حضرت مولانا محمد زاہدؒ حضرت ایشاں خواجہ احرارؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ ہی کے زمانہ میں ظہیر الدین بابر نے بر صغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ بابر کے دادا سلطان ابو سعید مرزا پر حضرت ایشاںؒ کی نظر عنایت رہی تھی۔ چنانچہ شاہانِ مغلیہ نے ہمیشہ مشائخ نقشبندیہ کا احترام قائم رکھا۔ اس دور کا دوسرا اہم واقعہ ایران میں صفوی حکومت کا قیام تھا جس کی بنیاد شاہ اسمٰعیل (م۔ ۱۵۲۴ء) نے رکھی۔ صفوی حکمران مذہباً شیعہ تھے اور جنوبی ایشیا کے سنی مغل بادشاہوں کے حریف تھے۔ صفویوں نے سنی علماء اور صوفیاء پر مظالم کا سلسلہ شروع کیا اور ان میں سے بیشتر ایران سے بلاد روم یا پاک و ہند کی طرف ہجرت کر گئے۔

حالات زندگی حضرت مولانا محمد زاہدؒ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے رشتہ دار تھے بلکہ ایک روایت کے مطابق نواسہ تھے۔ شروع میں ان ہی کے کسی خلیفہ سے تعلیم اور تربیت روحانی حاصل کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے حضرت خواجہ احرارؒ کا شہرہ ارشاد سنا تو ان کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ اپنے وطن وخش متصل حصار سے روانہ ہو کر سمرقند پہنچے اور محلہ وانسر میں اترے۔ یہاں سے حضرت خواجہ احرارؒ کی رہائش گاہ تین کوس کے فاصلہ پر تھی۔ آپ نے سوچا کہ لباس تبدیل کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونگے۔

ادھر حضرت خواجہؒ کو کشف کے ذریعے آپ کی آمد کی خبر ہو گئی اور ان کے

www.maktabah.org

باطنی کمالات و مقامات بھی حضرت پر منکشف ہو گئے۔ دوپہر کا وقت اور بڑی سخت گرمی تھی۔ حضرت اسی وقت اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کی باگ چھوڑ دی کہ جس طرف چاہے چلا جائے۔ مریدوں کی جماعت ساتھ تھی لیکن کسی کو علم نہ تھا کہ حضرت نے اچانک کہاں جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اونٹ محلّہ وانسر کے ایک مکان کے سامنے ٹھہر گیا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ یہاں کون ٹھہرا ہوا ہے۔ جب آپ کو بتایا گیا کہ یہاں مولانا محمد زاہدؒ ٹھہرے ہوئے ہیں تو آپ اونٹ سے اتر پڑے۔ مولانا محمد زاہدؒ کو جب حضرت کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار ہو کر آپ کے استقبال کو دوڑے اور آپ کی قدم بوسی کی۔

اسی مکان میں مجلس خلوت ہوئی اور مولانا نے اپنے حالات مقامات حضرت خواجہ کے سامنے بیان کیے، ساتھ ہی بیعت کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت نے آپ کو بیعت کر کے اپنی توجہ اور تصرف سے اسی مجلس میں کمال و تکمیل تک پہنچا دیا۔ اسی وقت آپ کو اپنی خلافت عطا کی اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ اس پر حضرت خواجہؒ کے پرانے خادموں نے غیرت کی کہ مولانا محمد زاہدؒ کو پہلی صحبت میں ہی خلافت دے دی اور ہم برسوں سے آپ کی خدمت میں ہیں، ہمارے حال پر کچھ خیال نہیں فرماتے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد زاہد چراغ بتی درست کر کے لائے تھے۔ ہم نے اسے صرف روشن کیا اور رخصت کر دیا۔ اس واقعہ سے حضرت خواجہ احرارؒ کے تصرف عظیم اور حضرت مولانا کی استعداد و قابلیت کے کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔

وفات

آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۳۰ء میں واقع ہوئی اور اپنے وطن وخش میں دفن ہوئے۔ صاحب حضرات القدس نے وخش کا محل وقوع مضافات حصار بتایا ہے جبکہ معجم البلدان میں اسے نواح بلخ میں ختل سے متصل دریائے جیحوں کے کنارے آباد ایک گاؤں لکھا گیا ہے۔

ماخذ کتب

حضرات القدس	مولانا بدرالدین سرہندی
خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
معجم البلدان	یاقوت حموی

www.maktabah.org

حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۳ء

ابتدائی زندگی حضرت مولانا درویش محمدؒ نے اپنے ماموں مولانا محمد زاہدؒ سے خلافت پائی۔ بیعت سے پندرہ سال پہلے مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ تنہائی میں ویرانوں میں چلے جاتے اور خوراک و آرام سے بے نیاز یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ ایک دن بھوک کی شدت سے لاچار ہو گئے اور آسمان کی جانب منہ اٹھایا۔ اچانک حضرت خضر علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہدؒ کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ تمہیں صبر و توکل سکھا دیں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا حسب ہدایت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی تربیت میں مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچ گئے۔

خواجہ محمد زاہدؒ کی وفات پر آپ ان کے جانشین بنے۔ نیکی و تقویٰ، عمل بہ عزیمت اور حفظ نسبت میں شانِ عظیم رکھتے تھے لیکن آپ اپنے احوال پوشیدہ رکھنے اور گمنامی کی زندگی بسر کرنے میں حد سے زیادہ اہتمام کرتے۔ آپ نے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا شروع کیا تاکہ لوگ آپ کو اسی شغل کے حوالے سے پہچانیں اور کسی کو آپ کے اصل حال سے آگاہی نہ ہو۔ اس کے باوجود مشک نافہ کی خوشبو کیسے چھپ سکتی۔ ایک دفعہ کسی ترک شیخ کا اس شہر سے گزر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں کسی مرد خدا کی خوشبو آتی ہے اور اشارہ خواجہ درویش محمدؒ کی طرف کیا۔

شہرت عامہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجگیؒ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد کی شہرت کی وجہ یہ بنی کہ ایک روز ایک درویش نے میرے

www.maktabah.org

والد کے سامنے شیخ نور الدین خوافی کے حالات بیان کیے۔ آپ نے سن کر مجھے فرمایا کہ بیٹا یہ وقت کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔ جب کبھی ادھر آئیں تو ان سے ضرور ملنا۔ کچھ دن بعد ہی شیخ نور الدین خوافی کا نواحِ امکنہ میں گزر ہوا۔ میرے والد نے جب ان کے آنے کی خبر سنی تو آپ انہی میلے کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے تھے، چل پڑے اور کچھ ہدیہ بھی ساتھ لے لیا۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے میرے والد کا پر تپاک استقبال کیا اور دیر تک بغل گیر رہے۔ پھر کافی دیر تک دونوں مراقب ہو کر بیٹھے رہے۔ جب میرے والد وہاں سے رخصت ہو کر روانہ ہونے لگے تو شیخ نے چند قدم ساتھ چل کر بڑی تواضع سے رخصت کیا۔ والد کی واپسی کے بعد شیخ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ اس علاقہ کے طالبان معرفت ان کی خدمت میں آتے جاتے ہونگے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شیخ نہیں ہیں۔ یہ تو ملا ہیں جو بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے ہیں۔ شیخ نور الدین نے فرمایا: سبحان اللہ یہاں کے لوگ بھی کس قدر نابینا اور مردہ دل ہیں کہ ایسے کاملِ مکمل بزرگ سے استفادہ نہیں کرتے۔ شیخ کی بات مشہور ہو گئی اور لوگوں نے بڑی تعداد میں حضرت مولانا کے پاس آنا شروع کر دیا اور آپ کی تربیت میں کسب کمال کرنے لگے۔ تاہم حضرت اپنی خلوت پسندی کی وجہ سے لوگوں کے اس رجوع سے دل تنگ رہتے تھے اور گمنامی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔

کرامت

شیخ حسین خوارزمی کُردیؒ اپنے وقت کے معروف بزرگ تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جس جگہ تشریف لے جاتے، وہاں کے جن مشائخ سے ملاقات ہوتی، ان کی نسبت سلب کر لیتے۔ ایک مرتبہ مولانا درویش محمدؒ کے علاقہ میں آئے تو وہاں کے سارے مشائخ ان کی ملاقات کو آئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہمیں بھی ان سے ملنے جانا چاہیے۔ روانگی سے پہلے آپ نے اپنے باطن میں اندر ہی اندر شیخ خوِرازمی کی نسبت سلب کر لی۔ ادھر شیخ نے اپنے آپ کو نسبت سے خالی پایا تو سخت پریشان ہوئے۔ جب حضرت مولانا ان کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے تو شیخ کو اپنی نسبت کی بو آئی اور وہ اونٹ پر سوار ہو کر اپنی نسبت کی بو کے نشان پر آگے بڑھنے لگے۔ جوں جوں مولانا سے نزدیک ہوتے جاتے تھے، خوشبو زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ راستے میں دونوں حضرات کی ملاقات ہو گئی اور اسی وقت وہ خوشبو منقطع ہو گئی۔ شیخ

www.maktabah.org

سمجھ گئے کہ حضرت مولانا نے نسبت سلب کی ہے۔ شیخ نے بڑی عاجزی وانکساری کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ ولایت آپ کے زیر حکومت ہے۔ میں ابھی واپس لوٹ جاتا ہوں۔ حضرت مولانا کو رحم آیا اور ان کی نسبت واپس کر دی۔ شیخ خوارزمی نے اسی سواری پر اسی جگہ سے گھر کا راستہ لیا۔

وفات حضرت مولانا درویش محمدؒ کا انتقال ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ بمطابق ۱۵۶۳ء کو ہوا۔ موضع استقرار مضافات شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

ماخذ کتب

حضرات القدس — مولانا بدرالدین سرہندی

خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور لاہوری

www.maktabah.org

www.maktabah.org

تیئسواں باب

حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ

۹۱۸ تا ۱۰۰۸ھ / ۱۵۱۳ تا ۱۶۰۱ء

آپ کا عہد تیموری شہزادوں کے باہمی اختلافات اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے وسط ایشیا اور خراسان میں تیموری سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور اس کی جگہ ازبک حکمرانوں نے لے لی تھی۔ یہ حکمران بھی سنی تھے اور مشائخ بالخصوص نقشبندی مشائخ کے ارادت مند تھے۔ تاہم ازبک حکمرانوں میں بھی کوئی بڑا بادشاہ پیدا نہ ہو سکا جو اس علاقہ میں مستحکم حکومت قائم کر کے امن وامان قائم کرتا اس لئے سیاسی انتشار کی کیفیت جاری رہی۔ ایران کی متعصب شیعہ صفوی حکومت ہمیشہ توران، ماوراء النہر اور بدخشاں میں سازشیں کرتی رہی اور وہاں شیعہ حکمران مسلط کرنے کے درپے رہی لیکن اسے اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ برصغیر پاک وہند اور افغانستان میں اب مغلیہ حکومت مستحکم ہو چکی تھی اور یہاں حضرت مولانا خواجگیؒ کا ہم عصر حکمران اکبر بادشاہ تھا۔

حالات زندگی حضرت مولانا خواجگیؒ خواجہ درویش محمدؒ کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ اسم مبارک خواجگی سے مراد "منسوب بہ خواجہ" ہے۔ موضع امکنہ کے رہنے والے تھے جو مضافات بخارا میں سے ہے۔ اس گاؤں کی نسبت سے آپ امکنگی کہلاتے تھے۔ آپ کی تعلیم وتربیت اپنے والد کی زیر نگرانی ہوئی اور انہی کی ہدایت میں مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے۔

خواجہ درویش محمدؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے اور اڑتیں سال تک مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ آپ کے مزاج میں خدمت خلق کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ عمر کے آخری سالوں میں ضعف پیری کا غلبہ تھا، ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ اس کے

www.maktabah.org

باوجود مہمانوں کا کھانا خود لاتے تھے بلکہ بعض اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی خبر گیری بھی خود کیا کرتے تھے۔

آپ کا سارا عمل طریقہ نقشبندیہ کے اصل مزاج کے مطابق تھا اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ ذکر جہر و دیگر ایسی محدثات سے پرہیز و احتراز کرتے تھے۔ آپ کی ذات سے کرامات کا ظہور بہت ہوتا تھا حالانکہ آپ اپنے والد کی طرح اپنے احوال کے اخفا کی کوشش کرتے تھے۔ طالبانِ حق، علماء، فضلاء اور امراء کی کثیر جماعت آپ کے ہاں اکتساب فیض کی غرض سے حاضر رہتی تھی۔

تسخیر سلاطین

آپ کی زندگی میں طریقہ نقشبندیہ کی اس روایت کا بھی بھرپور اظہار ہوا جس کے تحت سلاطین کو مسخر کر کے ان سے نفاذ شریعت اور اصلاح معاشرہ کا کام لیا جاتا تھا اور بے مقصد خانہ جنگی کو روک کر مخلوق خدا کو حتی المقدور قتل و غارت اور تباہی سے بچانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

۱) عبداللہ خان والئ توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان بارگاہ کھڑی ہے اور آنجناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہاں رونق افروز ہیں اور ایک بزرگ دروازہ پر ہاتھ میں عصا لیے کھڑے ہیں اور لوگوں کی عرضیں آنحضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان کا جواب لاتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ایک شمشیر ان بزرگ کے ہاتھ عبداللہ خان کو بھیجی اور انہوں نے اس کی کمر میں باندھ دی۔ جب عبداللہ خان بیدار ہوا تو ان بزرگ کا حلیہ بتا کر ان کا پتہ پوچھا۔ اسے بتایا گیا کہ اس شکل و شباہت کے حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ ہیں۔ چنانچہ وہ بڑے اشتیاق سے تحائف لے کر حاضر ہوا اور آپ کا حلیہ بعینہٖ جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا، پا کر بے حد خوش ہوا۔ اور کمال نیاز مندی سے پیش آیا۔ اس نے درخواست کی کہ اس کے ہدیہ اور تحائف قبول فرمائے جائیں مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے۔ سلطان نے بڑی انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرمان أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکمران ہیں ان کی اطاعت کرو) کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر آپ نے فرمان الٰہی کے احترام میں ناچار قبول فرمایا۔ اس کے بعد سلطان اکثر صبح کو خدمت

www.maktabah.org

اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ یہ حضرت کی صحبت کا اثر تھا کہ عبداللہ خان میں اتنی دینی حمیت پیدا ہو گئی کہ اس نے ۱۵۸۶ء میں مغل بادشاہ اکبر کو ایک خط لکھ کر اسے مذہبی بے راہ روی پر ٹوکا۔ اکبر نے اس خط کا جواب بھی دیا۔

۲) باقی محمد خان سمر قند کا حکمران تھا۔ اسے اچانک اطلاع ملی کہ پیر محمد خان پچاس ہزار سوار فوج کے ساتھ سمر قند پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ باقی محمد خان بہت گھبرایا کیونکہ اس کے پاس صرف چودہ ہزار فوج تھی۔ وہ حضرت خواجگیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا و مدد کی درخواست کی۔ اس پر حضرت خود پیر محمد خان کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو سمجھایا کہ واپس چلے جاؤ کیونکہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا اچھا نہیں۔ مگر اس نے آپ کی نصیحت پر کان نہ دھرا اور لڑائی پر مصر رہا۔ آپ غصے کی حالت میں واپس آئے اور باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ خلق خدا پر کبھی ظلم نہ کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو تجھے کامیابی ہو گی۔ اس نے آپ کے سامنے یہ عہد کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لشکر کی قلت کا کچھ فکر نہ کرو، دشمن سے مقابلہ کرو۔ ماوراء النہر کی سلطنت تمہیں مبارک ہو۔ اس بات سے باقی محمد خان کا حوصلہ بلند ہوا۔ وہ لشکر لے کر بڑھا تو حضرت بھی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور میدان جنگ سے کچھ فاصلہ پر ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو ہو کر مراقب بیٹھ گئے۔ آپ بار بار مراقبہ سے سر اٹھا کر دریافت فرماتے کہ کیا خبر ہے یہاں تک کہ کسی نے اطلاع دی کہ باقی محمد خان نے فتح پائی ہے۔ تب آپ وہاں سے اٹھ کر گھر تشریف لائے۔

کرامات و حکایات

۱) ایک درویش کی روایت ہے کہ میں ایک رات حضرت خواجہؒ کے ہمراہ ننگے پاؤں سفر کر رہا تھا کہ میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش حضرت مجھے جوتا دے دیتے۔ آپ نے فوراً میرے خیال کو معلوم کر لیا اور فرمایا: اے برادر جب تک کانٹا نہیں لگتا، پھول ہاتھ میں نہیں آتا۔

۲) ایک مرتبہ تین طالب علم آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ہر ایک

www.maktabah.org

نے اپنے اپنے دل میں علیحدہ علیحدہ نیت کی۔ ایک نے سوچا کہ اگر حضرت خواجہؒ نے فلاں طعام سے میری ضیافت کی تب میں ان کو صاحب کرامت سمجھوں گا۔ دوسرے نے خیال کیا کہ اگر مجھے فلاں میوہ دیں تب میں آپ کو ولی مانوں گا۔ تیسرے نے دل میں کہا کہ اگر فلاں خوبصورت لڑکا محفل میں میرے پاس آجائے تو میں آپ کو صاحب کمال تسلیم کروں گا۔ جب یہ تینوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے دو طالب علموں کی خواہشات پوری کر دیں۔ پھر تیسرے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ درویشوں کو جو کمالات نصیب ہوتے ہیں، وہ آنحضور ﷺ کی شریعت کی متابعت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ان سے خلاف شریعت کام صادر نہیں ہوتے۔ پھر سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ درویشوں کے پاس جائز کاموں کی نیت کر کے بھی نہیں آنا چاہیے کیونکہ ان لوگوں کے احوال مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں اور وہ بسا اوقات ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں آنے والا بد اعتقاد ہو کر نقصان اٹھاتا ہے اور ان کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کرامت کا چنداں اعتبار نہیں۔ درویشوں کے پاس صرف اللہ کے لئے آنا چاہیے تاکہ ان کے باطن سے حصہ مل سکے۔

وفات

حضرت خواجگیؒ نے اپنے انتقال سے چند دن پہلے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ایک خط لکھا اور اس کے آخر میں یہ رباعی تحریر فرمائی:

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم　　ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
خدائی مبادا مرا از خدا　　دگر ہرچہ پیش آیدم شائدم

(مجھے ہر لحظہ موت یاد آ رہی ہے۔ میں اب نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا۔ مجھے خدا کی خدائی نہیں چاہیے دیگر جو بھی پیش آئے مجھے منظور ہے)

اس خط کے تھوڑے ہی دن بعد ۱۰۰۸ھ بمطابق ۱۶۰۱ء نوے سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ اور اپنے وطن امکنہ میں دفن ہوئے۔

ماخذ کتب

تاریخ پاک وہند　　صاحبزادہ محمد عبدالرسول
حضرات القدس　　مولانا بدرالدین سرہندی
خزینۃ الاصفیاء　　مفتی غلام سرور لاہوری

www.maktabah.org

چوبیسواں باب

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ

۹۷۱ تا ۱۰۱۲ھ / ۱۵۶۴ تا ۱۶۰۳ء

سلسلہ نقشبندیہ کا ہندی دور اب تک جن نقشبندی مشائخ کا تذکرہ ہوا، ان میں سے بیشتر وسط ایشیا و خراسان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی علاقہ اس سلسلہ کا ابتدائی مرکز تھا۔ تاہم حضرت خواجہ احرارؒ کے خلفاء کے توسل سے سلسلہ کی ایک شاخ اناطولیہ، ترکی اور علاقہ کوہ قاف میں پھیلی اور دوسری شاخ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعے بر صغیر پاک و ہند میں فروغ پایا۔ یہ ہندی شاخ کئی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس نے جنوبی ایشیا میں اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی کے اثرات کا قلع قمع کیا، بادشاہوں اور امراء میں دینی حمیت کا نیا جذبہ پھونکا، ایران سے در آنے والے رفض کا سدباب کیا، مسلم تصوف پر ہندو ویدانت کے اثرات کو محو کیا اور کتاب و سنت پر سختی سے عمل کو رواج دیا۔ یہ سلسلہ سب سے آخر میں جنوبی ایشیا میں آیا تھا لیکن صرف چند سالوں میں اس کی مقبولیت کے سامنے باقی سلسلے ماند پڑ گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہندی مرکز کے مشائخ کے خلفاء نے عرب، شام و فلسطین، عراق وغیرہ میں سلسلہ کی نئی شاخیں قائم کیں۔ خواجہ باقی باللہؒ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلیؒ بلاد عرب میں چلے گئے اور وہاں سلسلہ کی اشاعت کی۔ آپ نے عربی زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ پھر یہ سلسلہ حرمین سے حاجیوں کے ذریعے انڈونیشیا میں پھیلا۔ اسی طرح خواجہ محمد معصومؒ کے ایک خلیفہ مراد بن علی بخاریؒ (۱۶۴۰ تا ۱۷۲۰ء) شام گئے اور دمشق کو مرکز بنا کر شام میں سلسلہ کو پھیلایا۔ ۱۸۱۰ء میں شام پر وہابی قبضہ کا خطرہ پیدا ہوا تو شیخ ضیاء الدین خالد (۱۷۷۸ تا ۱۸۲۶ء) نے

www.maktabah.org

برصغیر آکر نقشبندی طریقہ کی تربیت شاہ غلام علی دہلوی سے حاصل کی اور واپس جاکر وہابیت کا موثر سدباب کیا۔ اسی مرکز سے کردستان میں وسیع پیمانے پر سلسلہ کی اشاعت ہوئی۔

عہد اکبری میں مذہبی حالت

مغل بادشاہ اکبر (۱۵۵۶ تا ۱۶۰۵ء) نے جہاں جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی حکومت مستحکم کی، وہاں اس کی حکمت عملی نے عجیب بوالعجبیوں کو جنم دیا۔ اکبر کتابی علم سے بے بہرہ تھا۔ شروع میں وہ خوش عقیدہ مسلمان تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کے طرز عمل میں تبدیلی آتی گئی۔ اس کی وجوہات میں اس کے سیاسی مقاصد، ہندو رانیوں کے اثرات، علماء کے کردار کی پستی، ان کے باہمی اختلافات اور فروعی اختلافات پر جھگڑے اور آزاد خیال و خود غرض اہل علم کی مصاحبت شامل تھیں۔ اس نے عبادت خانہ کے نام سے ایک عمارت تعمیر کرائی اور اس میں مسلمانوں کے مختلف مسالک نیز دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کو بلاکر مناظرے اور علمی مباحث کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ یوں اکبر نے مجوسیت، جین مت، عیسائیت، ہندو مت سب سے تاثر قبول کیا۔ بتدریج اس کی سوچ نے یہ صورت اختیار کی کہ سلطانِ عادل کی حیثیت سے اس کا مرتبہ مجتہد سے بھی بڑھ کر ہے اور جہاں علماء کا اختلاف ہو، وہاں بادشاہ کی رائے حتمی ہو گی اور علماء و عوام کو اس پر عمل کرنا ہو گا۔ اس مضمون کا ایک محضر نامہ شیخ مبارک نے تیار کیا اور اس پر سب علمائے وقت کے دستخط کرائے گئے۔

مجتہد بن جانے کے بعد بادشاہ کا اگلا اقدام یہ تھا کہ اس نے ۱۵۸۱ء میں تمام درباری فضلاء اور منصب داروں کا اجلاس بلایا اور کہا کہ جب سب ایک بادشاہ کے تحت سیاسی طور پر متحد ہیں تو انہیں مذہبی لحاظ سے بھی متحد ہونا چاہیے اور ایسا مسلک اختیار کرنا چاہیے جس میں سب مذاہب کی خوبیاں جمع ہوں۔ اس غرض سے اس نے "دین الٰہی" کے نام سے نیا مذہب جاری کیا۔ اس مذہب کے پیرو اکبر کی بیعت کرتے، اس کی تصویر اپنے پاس رکھتے۔ سلام کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص اللہ اکبر اور دوسرا جواباً جل جلالہ کہتا (یہ دونوں الفاظ بادشاہ کے نام جلال الدین اکبر کا حصہ تھے)۔ ہر پیرو اپنی سالگرہ پر دعوت کا انتظام کرتا، مُردوں کے پاؤں مغرب کی طرف اور سر مشرق کی

www.maktabah.org

طرف کر کے دفن کرتے اور خود اکبر اور اس کے پیرو زندگی میں اسی انداز سے سوتے تھے۔ اس مذہب میں وحدانیت کو اسلام سے، سورج کی عظمت اور آگ کے احترام کو مجوسیت سے، گوشت خوری سے اجتناب کو جین مت سے اور گائے کی حرمت کو ہندو مت سے اخذ کیا گیا تھا۔

دین الٰہی کے نفاذ کے بعد اکبر نے جس قسم کے احکامات جاری کرنا شروع کیے اس کی جھلک عبدالقادر بدایونی کی کتاب میں ملتی ہے اور جس کی تصدیق حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور دیگر ذرائع سے ہوتی ہے۔ ان احکامات کا اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

> محمد، احمد اور مصطفیٰ وغیرہ نام بادشاہ پر گراں گزرنے لگے اور اس نے چند خاص لوگوں کے نام بدل بھی ڈالے۔ مثلاً یار محمد اور محمد خان کو وہ رحمت کے نام سے پکارتا تھا۔ نئی مساجد کی تعمیر بند کر دی گئی اور کئی قدیم مساجد منہدم کر دی گئیں۔ گائے کی ذبح پر موت کی سزا دی جاتی تھی۔ سال میں کم وبیش نوّے دن گوشت خوری ممنوع تھی اور حکم عدولی کی سزا موت تھی جس سے متعدد خاندان تباہ ہو گئے۔ پیاز اور لہسن کا استعمال بند کر دیا گیا۔ بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا لازمی قرار دیدیا گیا۔ ریشمی لباس اور سونے کا استعمال جو کہ مردوں کے لئے شرعاً جائز نہ تھا، اب لازمی بنا دیا گیا۔ نماز، روزہ، حج، پردہ، علوم اسلامیہ یہاں تک کہ عربی رسم الخط کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ علانیہ نماز ادا کرے۔ بارہ سال کی عمر سے قبل ختنہ ممنوع ٹھہرا دیا گیا۔ اس کے بعد ہر لڑکے کو اختیار تھا کہ ختنہ کرائے یا نہ کرائے۔ محل میں سور اور کتے پالے گئے جنہیں بادشاہ ہر صبح باقاعدگی سے دیکھتا۔ ایک جوا گھر خاص دربار میں بنایا گیا۔ جن شیوخ نے ان احکامات کی مخالفت کی انہیں غلام بنا کر قندھار میں بیچ دیا گیا۔

www.maktabah.org

شیخ محمد اکرام کے الفاظ میں : ''اس دور کو علم تصوف کا عہد زریں سمجھنا چاہیے لیکن عام طور پر ان بزرگوں نے عہد اکبری کی مذہبی بوالعجبیوں کو روکنے کے لئے مؤثر کوشش نہ کی۔ ان میں جو غالی وحدت الوجودی خیالات کے تھے (مثلاً شیخ امان پانی پتی کے قبیلہ دار) وہ تو اکبر کی مذہبی اختراعوں میں اس کے شریک کار ہو گئے۔ جو شیخ عبدالحق محدث کی طرح ان اختراعوں سے متنفر تھے، وہ زیادہ تر دربار سے کنارہ کش رہے اور گوشہء تنہائی میں اللہ اللہ یا درس و تدریس کرنے لگے۔ دربار اکبری کے مذہبی رجحانات کے خلاف مستحکم محاذ ایک ایسے بزرگ نے قائم کیا جو عہد اکبری کے بالکل آخر میں ہندوستان میں آئے۔ انہیں چار پانچ سال سے زیادہ کام کرنا نصیب نہیں ہوا۔ لیکن وہ نہ صرف روحانی پاکیزگی اور سر بلندی میں بے نظیر تھے بلکہ ان کا طریق کار وقت کی ضرورت کے لئے خاص طور پر موزوں تھا'' ...... انہوں نے ''نہ صرف ہندوستان میں نقشبندی سلسلے کی مستحکم بنیاد رکھی بلکہ امراء و اکابر سے اختلاط پیدا کر کے نہایت خاموشی سے درباری بدعتوں کے خلاف متشرع اور دیندار امراء کا محاذ قائم کیا۔ وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ تھے''۔

حضرت خواجہ کی ابتدائی زندگی

آپ کا اصل نام رضی الدین تھا لیکن اپنے لقب محمد باقی باللہ سے مشہور ہوئے۔ ۱۲ جولائی ۱۵۶۴ء بمطابق ۹۷۱ھ کو کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی عبدالسلام کا تعلق سمرقند سے تھا لیکن وہ عرصہ سے کابل میں مقیم تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے علوم ظاہری مولانا محمد صادق حلوائی سے حاصل کیے جن کا شمار وقت کے کبار علماء اور شعراء میں ہوتا تھا۔ وہ سمرقند کے رہنے والے تھے۔ ۱۵۷۱ء میں حج سے واپس آئے تو اکبر کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم والئی کابل نے انہیں کچھ دن کے لئے کابل میں قیام پر راضی کیا۔ حضرت خواجہ ان دنوں ان کے حلقہ تدریس میں داخل ہوئے۔ بعد میں وہ سمرقند واپس گئے تو حضرت خواجہ بھی ان کے ہمراہ سمرقند چلے گئے۔

آپ نے بڑی تیزی سے علوم کی تحصیل شروع کی مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ایک دن مطالعہ کتب میں مصروف تھے کہ ایک مجذوب نے آپ کے

www.maktabah.org

سامنے یہ شعر پڑھا۔

در کنز و ہدایہ نتواں دید خدارا
آئینہء دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

(کنزوہدایہ جیسی کتابوں میں خدا نظر نہیں آسکتا۔ دل کا آئینہ دیکھ کہ اس سے بہتر کوئی اور کتاب نہیں)

اس پر طبیعت میں اچانک انقلاب آیا۔ کتابوں سے دل اچاٹ ہو گیا اور مرشد کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔

روحانی تربیت انہی دنوں ایک تجلی کا ظہور ہوا اور حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جذبہ القا کیا۔ اس کے بعد آپ اہل اللہ کی تلاش میں اس قدر سرگرداں ہوئے کہ آپ کی والدہ یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں اور دعا کی کہ یااللہ میرے بیٹے کا مقصد پورا کردے یا مجھے موت دیدے۔ اس دوران آپ ماوراء النہر، بلخ بدخشاں، کشمیر، لاہور، دہلی وغیرہ ہر جگہ پھرتے رہے۔ بعض مشائخ سے بیعت بھی کی اور صحبت بھی اختیار کی لیکن عالی ہمتی کا یہ عالم تھا کہ کہیں تسلی نہیں ہوتی تھی اور خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رہی۔

پہلے خواجہ عبید کی خدمت میں رہے۔ پھر حضرت افتخار شیخ سمرقندی (جو حضرت احمد یسوی کے خاندان سے تھے) کے ہاں استفادہ کیا۔ بعد ازاں امیر عبداللہ بلخی کی بیعت کی۔ ان سے مدارج روحانی میں بڑی ترقی ہوئی مگر یہاں بھی استقامت نہ ہو سکی۔ مقصود کی تلاش میں کشمیر گئے اور شیخ بابا بھائی والی کی خدمت میں حاضری دی۔ یہ بزرگ خوارزم کے رہنے والے تھے اور ۹۹۹ھ میں کشمیر آئے تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ لاہور آئے۔ یہاں شیخ فرید بخاری (جو صوبہ لاہور کے بخشی اور نہایت دیندار تھے) سے تعلق پیدا ہوا۔ لاہور میں آپ ایک مجذوب کے پاس اکثر جاتے تھے مگر وہ گالیاں دیتا اور پتھر مارتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے آپ کو پاس بلا کر بہت دعائیں دیں۔ لاہور میں بھی آپ گوہر نایاب کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔

لاہور سے روانہ ہو کر دہلی آئے اور شیخ عبدالعزیز چشتیؒ کی خانقاہ میں مقیم ہوئے اور ان کے فرزند شیخ قطب العالمؒ کے ساتھ مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ ایک

www.maktabah.org

رات شیخ قطب العالم پر منکشف ہوا کہ حضرتؒ خواجہ کا حصہ بخارا میں ہے۔ چنانچہ وہ اسی وقت اٹھے اور آپ سے فرمایا کہ آپ کو بخارا کے شیخ بلا رہے ہیں، فوراً روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت دہلی سے واپس ماوراء النہر کی جانب چل پڑے۔ راستے میں مولانا شیر غازیؒ کی صحبت میں بھی حاضر رہے پھر آگے روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خواجہ احرارؒ کی طرف سے آپ کو اشارہ ہوا کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ کے پاس جاؤ۔ پھر حضرت خواجگیؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: "اے فرزند میری آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں"۔ اس پر آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

ے گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سر راہم بگرفت

(میں غم سے آزاد جا رہا تھا کہ اچانک گھات میں سے ایک جہاں آشوب نگاہ نے مجھے راستے میں قابو کر لیا)

آپ حضرت مولانا خواجگیؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے بڑی شفقت و محبت فرمائی۔ تین دن متواتر خلوت میں اپنی صحبت میں رکھا اور مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اکابر طریقہ کی روحانی تربیت سے تمہارا کام انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اب تم ہندوستان جاؤ، وہاں تمہارے ذریعے اس طریقہ کا رواج ہو گا۔ پہلے تو حضرت نے حسب عادت عجز و انکسار کیا مگر پھر حسب ارشاد ہندوستان روانہ ہو گئے۔

جب حضرت خواجگیؒ کے قدیم درویشوں کو معلوم ہوا کہ آپ نے صرف چند روز میں حضرت باقی باللہ کو خلافت سے سرفراز فرما کر پاک و ہند روانہ کر دیا ہے تو وہ احتجاج کرنے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جوان پہلے ہی درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ ہمارے پاس صرف احوال حاصلہ کی تصحیح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جو شخص جیسا آئے گا ویسا جائے گا۔

برصغیر میں مستقل قیام اور اس کے اثرات

ماوراء النہر سے واپسی پر آپ پشاور سے ہوتے ہوئے لاہور آئے۔ یہاں تقریباً ایک سال مقیم رہے۔ پھر دہلی آئے جو مسلم حکومت کا صدر مقام

www.maktabah.org

تھا۔ یہاں قلعہ فیروز شاہ میں سکونت اختیار کی۔ دہلی میں آپ کا قیام تین چار سال سے زیادہ نہیں رہا لیکن اس قلیل مدت میں آپ کو اس قدر مقبولیت اور شہرت عامہ حاصل ہوئی کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ شاہ ولی اللہؒ نے شیخ قطب العالمؒ کے فرزند شیخ رفیع الدین احمد کی شادی کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ شادی اگرچہ دہلی سے دور اعظم پور میں ہو رہی تھی لیکن شیخ قطب العالمؒ سے پرانے تعلق کی بنا پر حضرت خواجہ طبیعت کی ناسازی کے باوجود شامل ہوئے۔ جونہی صوفیہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی، وہ دوڑ پڑے اور سَو کوس تک کوئی بھی مشہور صوفی نہ تھا جو زیارت کے لئے حاضر نہ ہوا ہو۔

صوفیاء اور مشائخ میں آپ کی پذیرائی اور بلند مقام کے علاوہ جو بات توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ احرارؒ کے اس نظریہ سے خوب واقف تھے کہ بادشاہوں اور امراء سے رابطہ کر کے اور انہیں مسخر کر کے اقامت دین اور مسلمانوں کے آرام کا اہتمام کیا جائے۔ اس قلیل عرصہ میں دربار اکبری کے جس قدر امراء آپ سے متاثر ہوئے، وہ بھی حیران کن ہے۔ ان میں شیخ فرید بخاری جسے جہانگیر نے نواب مرتضیٰ خان کا خطاب دیا، ایک اہم امیر تھا۔ وہ نسب کا سیّد اور اپنی دیانت کی وجہ سے معتمد شاہی تھا۔ ترقی کر کے میر بخشی کے اعلیٰ عہدہ تک پہنچا۔ عہد اکبری کی متعدد فوجی مہمات میں نمایاں حصہ لیا۔ جہانگیر کی تخت نشینی میں اس کا کردار سب سے اہم تھا چنانچہ اس کا مرتبہ اور بڑھا۔ پہلے اسے گجرات کا گورنر اور پھر پنجاب کا گورنر بنا دیا گیا۔ شیخ فرید نے امیری کے بھیس میں فقیری کی۔ اس کی نیکی، عدل، غریب پروری اور خدمت خلق ضرب المثل تھی۔ حضرت خواجہ کے زیر اثر اس نے سلسلہ نقشبندیہ کی گراں قدر خدمت کی۔

عبدالرحیم خانخاں بھی آپ کا ارادت مند تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ حضرت حج کی خواہش رکھتے ہیں تو اس نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ روپیہ بھجوایا لیکن آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ دوسرے سے پیسے لے کر حج کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ قلیچ خان بھی دربار اکبری کا ایک اہم امیر تھا۔ اکبر کا بیٹا دانیال اس کا داماد تھا۔ لاہور کا گورنر بھی رہا۔ یہ امیر بھی حضرت کا عقیدت مند تھا۔ دوسرے عقیدت مندوں میں خان اعظم مرزا کوکہ، صدر جہاں اور ابوالفضل کے بھوئی خواجہ حسام الدین قابل ذکر ہیں موخر

www.maktabah.org

الذکر پر محبت الٰہی کا جذبہ ایسا غالب ہوا کہ منصب چھوڑ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں مستقل طور پر آگئے اور حضرت کی وفات کے بعد آپ کے کم سن صاحبزادوں کی دیکھ بھال اپنے ذمہ لے لی۔

یہ وہ لوگ تھے جن کے ذریعے حضرت خواجہؒ نے اکبری عہد کی مذہبی اختراعات کے خلاف جوابی تحریک کی بنیاد رکھی۔ یہ تحریک آپ کے شہرہ آفاق خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں پھلی پھولی اور بالآخر دین الٰہی اور اس کے اثرات کا قلع قمع ہو گیا۔

سیرت کے نمایاں پہلو

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگؒ کی سیرت کا جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل پہلو بڑے نمایاں نظر آتے ہیں:

عجز و انکسار :

۱) طبیعت میں مسکنت اس قدر تھی کہ ایک خط کے آخر میں لکھتے ہیں: "اے اللہ تو مجھے مسکین ہی زندہ رکھ اور مسکین ہی مار"۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اگرچہ حضرت کے مرید اور خلیفہ تھے اور ان کی تربیت کا ہر مرحلہ آپ کی رشد و ہدایت کا ثمر تھا لیکن فرمایا: "شیخ احمد (حضرت مجدد) آفتاب کی مانند ہیں اور ہم جیسے سیارے اس میں گم ہیں"۔ تالیف قلوب اور اپنی فروتنی کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے روحانی مدارج کو چھپانے کی کوشش کرتے۔

۲) اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی طالب بیعت کے لئے حاضر ہوتا تو فرماتے کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں۔ کسی مرد کامل کی تلاش کرو اور اگر پتہ چلے تو مجھے بھی بتانا۔ آپ کے خلیفہ شیخ حسام الدینؒ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔ وہ آپ کا عذر سن کر مرشد کی تلاش میں آگرہ چلے گئے۔ وہاں پریشان پھر رہے تھے کہ کان میں قوالوں کی آواز آئی جو شیخ سعدی کا یہ شعر گا رہے تھے ؎

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نہ خواہد رفت از دکانِ حلوائی

(تو چاہے آستین جھاڑ اور چاہے دامن اندر کھینچ۔ مکھی حلوائی کی دکان سے ہرگز نہ جائے گی)۔ یہ سنتے ہی وہ واپس آئے اور اصرار کر کے بیعت ہو گئے۔

www.maktabah.org

۳)ایک خراسانی نوجوان حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر معتکف تھا۔اسے خواب میں اشارہ ہوا کہ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ شہر میں آئے ہوئے ہیں، ان کو مرشد بناؤ۔وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے حسب عادت کسر نفسی کی۔وہ واپس چلا گیا۔رات کو پھر خواب میں اشارہ ہوا کہ یہی وہ بزرگ ہیں۔یہ عاجزی تو ان کا زیور ہے چنانچہ وہ دوبارہ آیا اور پھر واپس نہ گیا۔

شفقت وترحم:

۱)اس صفت کی بے شمار مثالیں تذکروں میں ملتی ہیں۔جن دنوں آپ کا قیام لاہور میں تھا تو وہاں قحط پڑا ہوا تھا اور لوگ بھوکوں مر رہے تھے۔آپ نے اپنی خوراک کم کردی، اکثر روزہ سے رہنے لگے اور جو کھانا آپ کے ہاں پکتا وہ غریبوں میں تقسیم فرما دیتے۔

۲)شفقت کا یہ انداز جانوروں کے لئے بھی ویسا ہی تھا۔ایک رات تہجد کے لئے اٹھے تو بلی بستر میں سو گئی۔آپ نے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود سردی کی کوفت برداشت کرتے رہے۔

۳)سفر کے دوران اگر کوئی کمزور پیادہ نظر آتا تو اسے سوار کر لیتے اور خود پاپیادہ ہو جاتے۔منزل پر پہنچنے سے کچھ پہلے خود سوار ہو جاتے تاکہ کسی کو اس نیکی کا علم نہ ہو۔

تحمل وبردباری:

۱)ایک روز آپ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔آپ کے خدام نے آپ کے آنے سے پہلے وہاں تخت بچھا کر اس پر فرش لگا دیا۔اس دوران ایک بد مغز فقیر وہاں آیا اور تخت و فرش دیکھ کر حضرت کو سخت سست کہنے لگا۔اس کی ہرزہ گوئی پر آپ کے خدام غضبناک ہوئے مگر آپ نے سختی سے انہیں خاموش رہنے کی ہدایت کی اور خود اس بدزبان کے پاس جا کر معذرت کی کہ میں تو اس قابل نہیں۔یہ سب کچھ میرے علم کے بغیر ہوا ہے۔اسے کچھ درہم بھی عطا کیے۔

۲)آپ کے مخلص امراء آپ کے پاس رقوم بھیجتے تاکہ آپ فقیروں میں

www.maktabah.org

تقسیم فرمادیں۔ آپ اپنے پاس سے بھی کچھ رقم ملا کر اسے تقسیم کر دیتے۔ اس کے باوجود بعض دفعہ کچھ حریص فقیر زبان درازی کرتے۔ لیکن آپ ہمیشہ بردباری سے کام لیتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ تحمل راہ عرفان کی دلیل ہے۔

۳) ایک شخص آپ کے پڑوس میں رہتا تھا اور طرح طرح کی شرارتیں کیا کرتا تھا۔ مگر آپ سب برداشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے کسی بااثر مرید نے اسے کوتوالی میں گرفتار کرا دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو مرید پر ناراض ہو گئے۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ بڑا فاسق و شریر ہے۔ آپ نے آہ سرد بھری اور فرمایا کہ ہاں تم اپنے آپ کو صالح خیال کرتے ہو اور تمہیں دوسرے فاسق نظر آتے ہیں۔ ہم کیا کریں، ہمیں تو وہ اپنے سے کسی طرح برا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ سن کر مرید نے اسی وقت اسے قید سے رہا کرا دیا۔

خدمتِ خلق و زہد:

اگر کوئی حاجت مند آپ کے پاس آتا تو اس کی سفارش فرما دیتے لیکن اپنی ذات یا اپنے خاص درویشوں کے لئے کوئی دنیاوی تدبیر نہ کرتے۔ فرماتے کہ جس کسی کو ہم سے مالی امداد ملے، وہ سمجھ لے کہ اس کے ساتھ ہماری دینی محبت کم ہے۔ جب کوئی امیر آدمی خانقاہ کے درویشوں کی امداد کی اجازت طلب کرتا تو آپ ان سالکین کے لئے جن کی نسبت آپ سے قائم ہو چکی ہوتی، اجازت نہ دیتے اور فرماتے کہ میرے خاص خادموں کی زندگی میری طرح فقر، زہد، توکل اور قناعت سے بسر ہونی چاہیے۔ ہاں عام لوگوں کے لئے اجازت دے دیتے۔

خوراک و پوشاک و عبادت:

کھانے اور کپڑے کا کچھ التزام آپ کے مزاج میں نہ تھا۔ اگر کتنی ہی مدت کوئی غیر مرغوب کھانا ہوتا، تو کبھی نہ فرماتے کہ اسے بدل دو یا اور پکاؤ۔ اگر کپڑے میلے ہو جاتے تو یہ نہ فرماتے کہ اور حاضر کرو۔ آپ کا مکان نہایت تنگ اور شکستہ تھا۔ اس کی درستی کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ باوجودیکہ آپ نہایت نحیف و کمزور تھے مگر دوام ذکر اور کثرت عبادت میں مشغول رہتے۔ نماز عشا کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے اور

www.maktabah.org

مراقبہ کرتے۔ جب ضعف معلوم ہوتا تو اٹھ کر وضو کرتے اور دوگانہ ادا کر کے دوبارہ مراقب ہو جاتے۔ اسی طرح ساری رات گزار دیتے۔

کمال رشد و جذب :

۱) رشد و ہدایت کے فن میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ صرف تین چار سال کے عرصہ میں آپ نے اس میدان میں جو عظیم کامیابی حاصل کی، وہ بہت کم بزرگوں کے حصہ میں آئی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کے طریقہ تعلیم اور مرشدانہ شان کی اپنی کتاب مبدا و معاد میں ان الفاظ میں تعریف کی ہے :

> "ہم حضرت خواجہؒ کی ملازمت میں چار اشخاص ایسے تھے کہ باقی سب اصحاب میں امتیاز رکھتے تھے اور ہم میں سے ہر ایک کو حضرت خواجہ قدس سرہ سے جدا جدا معاملہ تھا اور یہ فقیر یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و تسلیمات کے بعد ایسی صحبت اور ایسی تربیت و ارشاد ہرگز وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اگرچہ ہم خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تاہم اس صحبت کی سعادت سے محروم نہ رہے"۔

۲) تمام امور میں آپ کا عمل عزیمت پر تھا۔ سماع و رقص و وجد کو آپ کے ہاں دخل نہ تھا۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بلند آواز سے "اللہ" کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ ہماری مجلس کے آداب کا خیال رکھے۔ لقمہ میں احتیاط کا خیال رکھتے۔ کھانا پکانے والا باوضو اور صاحب حضور ہو۔ ایک صاحب کشف درویش نے فیض میں کمی کی شکایت کی۔ فرمایا کہ لقمہ میں کچھ بے احتیاطی ہوئی ہے۔ جب خوب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایندھن میں ترک احتیاط ہو گئی ہے۔ خود ہر وقت باوضو رہتے۔ بیعت کرتے وقت طالب سے توبہ کراتے۔ پھر طریقہ رابطہ و نگہداشت کی تعلیم دیتے۔ زیادہ تر طالبوں کو ذکر قلب اور بعض کو نفی اثبات کی تلقین کرتے۔ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی محبت و توجہ کو شامل حال کرتے۔

www.maktabah.org

۳) کمال جذب کا یہ عالم تھا کہ بہت سے طالب تو آپ کے دیکھتے ہی مجذوب و مغلوب ہو جاتے۔ ایک خطیب کی خطبہ کے دوران آپ پر نظر پڑی تو مغلوب ہو کر منبر سے نیچے گر پڑا۔

۴) ایک لشکری حضرت خواجہؒ سے ملنے آیا اور اپنا گھوڑا سائیس کو دے آیا۔ حضرت خواجہؒ اس وقت طہارت کے لئے مسجد سے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس ہوئے تو اتفاقاً اس سائیس پر نظر پڑ گئی۔ آپ تو مسجد میں تشریف لائے اور اس پر جذب و بے خودی غالب ہوئی۔ وہ شور کرتا ہوا بازار سے گزرا اور وہاں سے جنگل میں چلا گیا۔

۵) ایک مرتبہ آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے رمضان میں رات کے وقت ایک خادم کے ہاتھ حضرت کے پاس فالودہ بھیجا۔ وہ سادہ آدمی تھا، کسی خادم کو جگانے کے بجائے سیدھا خاص دروازہ تک چلا گیا۔ حضرت خود ہی فالودہ لینے آئے اور اس سے نام پوچھا اور فرمایا کہ ہمارے میاں شیخ احمد کا خادم ہے تو ہمارا ہی ہے۔ جیسے ہی وہ واپس ہوا، جذب و سکر اس پر غالب ہونا شروع ہوا۔ وہ چلاتا، گرتا پڑتا حضرت مجددؒ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ زمین آسمان سب جگہ ایسا بیرنگ نور نظر آتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ اس بے چارہ کے سامنے ہوئے اور اس ذرہ پر آفتاب کا پرتو پڑ گیا۔

اقوال زریں

حضرت خواجہؒ کے ملفوظات پر کتب موجود ہیں۔ ان سب کا اندراج اس مختصر تذکرہ میں ممکن نہیں۔ چند منتخب اقوال ذیل میں درج کیے جاتے ہیں اور قاری کی سہولت کے لئے انہیں ذیلی عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا ہے:

اصطلاحات تصوف:

۱) یاد کرد کے معنی زبان سے یاد کرنا، باز گشت کے معنی یہ کہنا کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے، نگہداشت خطرات سے دل کا بچانا اور یاد داشت غلبۂ حضور بہ غلبۂ ذاتی مراد ہے۔

۲) توبہ کے معنی گناہ سے نکلنے کے ہیں۔ جو حجاب ہے وہ گناہ ہے۔ پس کمال توبہ سے مراد تعلق توڑنا (کندن) ہے اور اس کے واسطے تعلق جوڑنا (پیوستن) بھی

www.maktabah.org

لازم ہے۔ع

چوں پیوند ہا بگسلی واصلی

(جب تونے پیوند چھوڑ دیے تو واصل ہو گیا)

۳) زہد کے معنی رغبت سے نکلنا ہے۔ چونکہ رغبت دنیوی مال و متاع سے وابستہ ہے اس لئے کمال زہد نامرادی ہے۔

۴) توکل ظاہری اسباب کو چھوڑنے کا نام نہیں کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے۔ جائز سبب اختیار کرنا چاہیے لیکن نظر صرف سبب پر نہ رکھنی چاہیے کیونکہ سبب تو ایک دروازہ ہے جو خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اسے بند کر کے دیوار کے اوپر سے گزرنا بے ادبی ہے۔ اسے کھلا رکھنا چاہیے

۵) قناعت فضول کو ترک کرنے اور محض حاجت کی حد تک اکتفا کرنے، عمدہ کھانے لباس رہائش سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ کمال قناعت یہ ہے کہ صرف ہستی اور محبت الٰہی پر اکتفا کرے۔

۶) عزلت خلق سے میل جول سے باہر آنے کو کہتے ہیں اور کمال عزلت یہ ہے کہ رویت خلق سے باہر آئے۔

۷) ذکر ماسواء اللہ کے ذکر سے باہر آنے کا نام ہے اور کمال ذکر یہ ہے کہ خود ذکر سے باہر آجائے اور ھوالذاکر والمذکور (وہی ذاکر اور وہی مذکور) کے راز کا مظہر بن جائے۔

۸) توجہ تمام لذات سے منہ موڑ کر تمام تر توجہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے۔

۹) صبر نفس کے تمام حظوظ اور پسندیدہ امور سے باہر آنے کا نام ہے۔

۱۰) مراقبہ اپنی قوت و توانائی سے باہر آکر اللہ تعالیٰ کی عنایات کے منتظر رہنے کو کہتے ہیں اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب ہے اور مقصود حق تعالیٰ کا دیدار ہے۔

۱۱) رضا یہ ہے کہ نفس کی رضا سے نکل کر رضائے الٰہی میں داخل ہو اور اس کے احکام کی تسلیم اور اپنے امور اس کے سپرد کر دے۔

ناقص سلوک:

سلوک کے دس مقامات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص گناہ کی

www.maktabah.org

زندگی میں ملوث ہے یا اس کے دل میں دنیا کی رغبت ہے یا اسباب پر نظر[۳] رکھتا ہے یا بقدر ضرورت معاش[۴] پر اکتفا نہیں کرتا یا لوگوں سے[۵] میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات ذکر حق[۶] سے معمور نہیں یا خدا سے خدا کے علاوہ[۷] کچھ اور مانگتا ہے یا مجاہدہ نفس[۸] نہیں کرتا یا اپنی ذات پر نظر رکھتے ہوئے اپنی[۹] قوت وذہانت پر بھروسہ کرتا ہے یا احکام ازلیہ[۱۰] کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا وہ یقینی طور پر سلوک میں ناقص ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض منتہی سالکین بھی جو اپنی خواہشات سے باہر آگئے ہیں، بقدر ضرورت معاش پر اکتفا کرنے، لوگوں سے میل جول اور مجاہدہ نفس میں ثابت نہیں ہو رہے ہیں وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے)۔

سورہ اخلاص و توحید :

۱) سورہ اخلاص کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی و خفی سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

۲) توحید یہ ہے کہ "نہیں موثر وجود میں کوئی شے سوائے اللہ کے"۔ یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے آپ کو قدرت سے خالی کرنا۔

ارشاد و تربیت :

۱) مشائخ تین وجوہ میں سے کسی ایک کی بنا پر لوگوں کی تربیت کرتے ہیں: حق تعالیٰ کا الہام، پیر کا حکم یا بندگان خدا پر شفقت۔ شفقت سے مراد یہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ گمراہی سے مخلوق کو نقصان ہوگا تو از راہ شفقت و رحم وہ ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور شریعت کے احکام کی پیروی کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر انہیں واصل بحق کرنا شفقت کا تقاضا نہیں بلکہ وہ ایک زاید امر ہے۔

۲) قرب الٰہی اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی جو فنا کی طرف لے جاتی ہے، حاصل ہو جائے۔ یہ ہو جائے تو سالک مرتبہ ولایت کو پہنچ گیا۔

۳) درست عقیدہ، احکام شریعت کی رعایت، اخلاص اور حق تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق و وجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں۔

www.maktabah.org

۴) انجذاب و محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس کا رخ ذات الٰہی کے سوا کسی طرف نہیں۔ یہ انجذاب اور محبت تمام انسانوں میں پوشیدہ ہے۔ نقشبندی مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

۵) اولیاء بھی کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں۔ اگر اتفاقاً کسی سے یہ حرکت سر زد ہو جائے تو اسے ولایت سے خارج سمجھنا جہالت ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ وہ اکثر کس حال میں رہتے ہیں۔ تقاضائے بشریت کے تحت کسی غلطی پر انہیں معذور سمجھنا چاہیے۔

۶) ہمارے طریقہ کا دارومدار تین باتوں پر ہے : اہل سنت و جماعت کے عقیدہ پر ثابت قدمی، دوام آگاہی اور عبادت۔ اگر کسی شخص میں ان تین میں سے کسی ایک میں بھی فتور پڑ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔

۷) جس شخص کو اس راہ کا شوق ہو اسے چاہیے کہ سچی توبہ کے بعد حتی المقدور زہد و توکل و قناعت و عزلت و صبر و توجہ کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ اسی کو سفر در وطن کہتے ہیں۔

۸) اگر کسی کو اس سلسلہ کے شیخ سے ایسی محبت ہو جائے کہ اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی صورت حاضر رہتی ہو تو طریقہ رابطہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس طریقہ کا مدار ارتباط جانبین پر ہے۔ جس طرح روئی آتشی شیشہ سے مقابل ہو کر سورج کی حرارت حاصل کرتی ہے۔ طالب اور شیخ کی مثال روئی اور آتشی شیشہ آفتاب نما کی ہے۔ یہ طریقہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے کیونکہ انہیں آنحضور ﷺ سے نسبت محبت بدرجہ کمال حاصل تھی۔ آپ کی نسبت، نسبتِ حُبی ہے۔

۹) محبت کی دو قسمیں ہیں۔ محبت صفات یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے یا بہادر ہے۔ اس کی محبت کا انحصار علم و بہادری کی صفات پر ہے۔ یہ اس سے دور ہو جائیں تو محبت بھی ختم ہو جائے گی۔ دوسری قسم محبت ذات ہے یعنی کسی سے بغیر لحاظ صفت محبت کی جائے۔

۱۰) پیر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک پیر خرقہ، دوسرا پیر تعلیم اور تیسرا پیر صحبت۔ پیر خرقہ وہ ہے جو خرقہ پہنا کر خلافت عطا کرتا ہے۔ پیر تعلیم ذکر کی تعلیم

www.maktabah.org

دینے والے کو کہتے ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس کی صحبت میں رہ کر روحانی ترقیاں حاصل کی جائیں۔ ہندوستان میں چشتیہ و کبرویہ میں دارومدار پیر خرقہ پر ہے اور وہ کسی شخص کے لئے کئی پیروں کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض بزرگوں کے نزدیک پیر خرقہ اور پیر تعلیم کا متعدد ہونا مکروہ ہے لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے لیکن پیر تعلیم اور پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔

۱۱) یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وحدت الوجود کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے اور وحدت الوجود کی راہ اس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔

ولایت :

وَلایت (واؤ پر زبر کے ساتھ) بندگی کا قرب ہے جس کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے۔ اور وِلایت (واؤ کے نیچے زیر کے ساتھ) خلق میں مقبولیت کا باعث ہے۔ کرامات کا تعلق دوسری قسم کی وِلایت سے ہے۔ صاحب استعداد کو برکات پہلی قسم کے زیر اثر ملتی ہیں۔ بعض کو دونوں میں سے کوئی ایک ولایت اور بعض کو دونوں حاصل ہوتی ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ انہیں دونوں حاصل ہوتی ہیں مگر ایک قوی اور ایک ضعیف ہوتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ کی وَلایت واؤ پر زبر والی ہمیشہ دوسری وِلایت پر غالب ہوتی ہے۔ شیخ اپنی وفات پر پہلی قسم وَلایت اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور دوسری قسم اپنے مخلص کو چھوڑ جاتا ہے۔

ترقی بعد از موت :

حضرت ابن عربیؒ کا قول ہے کہ جو شخص درست اعتقاد اور صحیح نیت کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا رہے تو اگر اسے زندگی میں ذوق ووجد حاصل نہ ہوں تو موت کے بعد اسے عطا کیے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے یہ قول بیان کر کے فرمایا: بلکہ ایسے شخص کو اسی جہاں میں سکرات الموت کے وقت اس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔

رویت :

آنکھ کے ساتھ باری تعالیٰ کی رویت (دیدار) موت کے بعد ہو گی کیونکہ

www.maktabah.org

رویت مکمل انکشاف کا نام ہے۔ جب تک روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے، انکشاف نہیں ہو سکتا کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہو جائے، کم سے کم حیات کا تعلق باقی رہے گا۔

کشف :

کشف قبور کا کچھ اعتبار نہیں۔ کشف صوریہ میں خطاو لغزش کی بڑی گنجائش ہے۔ جن مکاشفات میں خیال کو دخل ہے، ان میں خطا ہو جاتی ہے تاہم الہام پر مبنی علوم یقینی میں خطا کو دخل نہیں۔ جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان کو کشف کی ضرورت نہیں کیونکہ کشف دو قسم کا ہے۔ ایک کشف دنیوی جو بالکل کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا کشف اخروی ہے جو کتاب و سنت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے اور عمل کے لئے کافی ہے۔

اہل اللہ کے طبقات :

اہل اللہ کے تین طبقے ہیں : عباد، صوفیہ اور ملامتیہ۔ عباد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا۔ وہ صوفیہ کے ذوق ووجد سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ صوفیہ وہ ہیں جو ظاہر عبادت کے ساتھ وجد و ذوق سے بہرہ ور ہیں۔ وہ اپنی کرامات کو مخلوق سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ اس طبقہ میں ایک طرح کی رعونت و نخوت رہ جاتی ہے۔ ملامتیہ وہ ہیں جو عام لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں۔ ظاہر میں فرائض و سنن پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مشہور و ظاہر نہیں کرتے۔ یہ حق تعالیٰ کا اتباع ہے کیونکہ وہ بھی لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ یہ طبقہ رعونت سے پاک ہے اور عبودیت میں کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ حضرت ابن عربیؒ نے آنحضور ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت ابو سعید خرازؒ اور خود اپنے آپ کو اس طبقہ کا سردار بتایا ہے۔ جو ملامتیہ ایسی ناپسندیدہ حرکات کرتے ہیں جن سے وہ مخلوق کی نظروں سے گر جائیں، وہ مرتبہ میں صوفیاء سے کم درجہ کے ہیں کیونکہ مخلوق ان کی نظروں سے ساقط نہیں۔

www.maktabah.org

سماع :

جو صوفیہ راگ سننے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک راگ روح معانی کا

اور اک زیادہ کرتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا تھا کہ راگ سننے کی ایک شرط یہ ہے کہ سننے والے پر حق تعالیٰ کی محبت غالب ہو۔ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پورا اتباع کیا جائے۔ اگر اتباع کرنے والے کا مقصود جنت کا حصول ہو تو وہ اتباع کامل نہیں۔ ایسے شخص کو اہل اللہ میں شمار نہیں کر سکتے۔ اتباع باطنی یہ ہے کہ اس کے باطن میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی اور مقصود نہ ہو۔

کرامات

حضرت خواجہؒ کے اس کارنامہ سے بڑھ کر بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے تین چار سال کے قلیل عرصہ میں برصغیر کی سیاست، معاشرہ اور مذہبی افکار میں انقلاب کی بنیاد رکھ دی۔ انجذاب اور تاثیر کی ایسی فراوانی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے کہ امرائے دربار، علماء اور صوفیہ یکساں طور پر آپ کے زیر اثر آگئے۔ اس کے مقابلہ میں کرامات کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے خلیفہ کی تربیت بذات خود کسی بڑی کرامت سے کم نہیں۔ تاہم اہل اللہ کی روایت کے پیش نظر چند کرامات بطور تبرک درج ذیل ہیں۔

۱) ایک مرتبہ آپ کے ہمسایہ پر نائب حاکم نے بہت ظلم کیا اور اسے گھر سے نکالنا چاہا۔ حضرت کو علم ہوا تو حاکم کو سمجھایا کہ میں اسی محلّہ میں رہتا ہوں۔ اسے معاف کر دو۔ مگر وہ نہ مانا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان بہت غیور ہیں۔ تیری نہیں بلکہ اوروں کی جانیں بھی جائیں گی۔ دو تین روز کے بعد اس پر چوری کا الزام لگا اور اسے خویشوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

۲) ایک چشتی شیخ زادہ آپ کا مرید ہوا۔ اتفاقاً اسے ایسا مرض لاحق ہوا کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ حضرت کو بتایا گیا تو فرمایا کہ اس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ اس طریقہ کو چھوڑ کر اپنا آبائی سلسلہ دوبارہ اختیار کرنا چاہیے۔ مجھ پر یہ بات ظاہر ہو گئی اور مجھے غیرت ہوئی۔ اس بیماری کی یہی وجہ ہے۔ مریض تک یہ بات پہنچی تو اس نے اس کی تصدیق کی اور ندامت کے ساتھ توبہ کی۔ چنانچہ اسے فی الفور آرام آگیا۔

۳) آپ کے محلّہ میں ایک بڑھیا کا تین چار سالہ بچہ دیوار سے گر پڑا۔ اس کے کانوں سے خون بہنے لگا اور سانس بند ہو گئی۔ عورت بے قراری کی حالت میں حضرت کے پاس روتی ہوئی آئی اور دعا کی التماس کی۔ حضرت اپنا تصرف بہت چھپایا کرتے تھے۔

www.maktabah.org

آپ نے طب کی ایک کتاب منگائی اور اسے کھول کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہیں مرے گا۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ کون سی کتاب ایسی بات بتا سکتی ہے۔ حضرت کچھ دیر خاموش رہے اور وہ قریب المرگ لڑکا تندرست حالت میں آگیا۔

۴)ایک سن رسیدہ عالم نے نوعمر لڑکی سے شادی کرلی مگر اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے دہلی چھوڑ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس دوران ایک روز آپ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ وہ عالم سرراہ مل گئے۔ آپ پر ان کے دل کا حال کھل چکا تھا۔ آپ ان کی تعظیم کو گھوڑے سے اتر پڑے اور انہیں خوب زور سے سینہ سے لگایا۔ اسی وقت اس عالم نے اپنے اندر توانائی محسوس کی اور اس کی جوانی لوٹ آئی۔

۵)ایک بانجھ عورت حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ میرے ہاں کوئی بچہ نہیں اور میرا خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سبب سے میں بہت رنجیدہ ہوں۔ اس وقت آپ معجون فلاسفہ نوش فرما رہے تھے۔ تھوڑی سی کھا کر باقی اس کو دیدی اور فرمایا: یہ مادہ حیات حاضر ہے۔ اس عورت نے آپ کے دست مبارک سے وہ معجون لے کر کھائی اور آپ کی برکت سے اس کا مرض جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد دی اور اس کے خاوند نے نکاح ثانی کا ارادہ ترک کر دیا۔

وفات

جب آپ کی عمر چالیس سال ہوئی تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے تو آہِ سرد بھر کر فرماتے: خوب چھوٹا۔ انہی دنوں آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ جب میری عمر چالیس سال کی ہوگی تو مجھے ایک واقعہ عظیم پیش آئے گا۔ پھر ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ جس غرض کے واسطے تمہیں لائے تھے وہ پوری ہوگئی۔ ایک دن فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ قطب وقت کا انتقال ہوگیا اور میں اپنے ہی مرثیہ میں ایک قصیدہ پڑھ رہا ہوں جس میں میری تعریف کی گئی ہے۔

وسط جمادی الثانی میں مرض الموت شروع ہوا۔ ان دنوں ایک روز فرمایا کہ حضرت خواجہ احرارؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: پیراہن پہنو۔ اس کے بعد مسکرا کر فرمایا کہ اگر زندہ رہے تو پہنیں گے۔ ورنہ کفن ہی پیراہن ہے۔ ایام مرض میں ایک

www.maktabah.org

روز آپ کو استغراق اس قدر ہو گیا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ یہ نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے اور ایسے حال سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہفتہ کے روز ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ (۳۰ نومبر ۱۶۰۳ء) کو طبیعت خراب ہوئی تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے اور اللہ اللہ کرتے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

دوسرے دن مخلصین نے جنازہ اٹھایا تو فرط غم کی وجہ سے ان پر ایسی کیفیت طاری تھی کہ وہ اس جگہ تابوت نہ اتار سکے جہاں قبر تیار کی گئی تھی بلکہ ایک دوسری جگہ تابوت جا اتارا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو وہی جگہ ہے جہاں حضرت نے ایک دن وضو کر کے دوگانہ پڑھا تھا اور اٹھتے وقت وہاں کی خاک دامن مبارک پر لگ گئی تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اس جگہ کی خاک دامن گیر ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہیں بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قدم رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن ہوئے۔ خواجہ حسام الدینؒ کی کوشش سے مزار پر مقبرہ تعمیر ہوا مگر آپ کی وصیت کے مطابق اس پر گنبد نہ بنایا گیا۔

آپ کے وصال کی تاریخ کا آخری شعر جس میں مادہ تاریخ ہے، یہ ہے:

سال تاریخ و صالش خسروے

فی البدیہہ نقشبندِ وقت گفت
(۱۰۱۲)

نقشبند وقت مادہ تاریخ ہے۔

اولاد حضرت خواجہؒ کی وفات کے وقت آپ کے دونوں بیٹے نہایت کم سن تھے۔ خواجہ عبید اللہ المعروف بہ خواجہ کلاں اور خواجہ عبد اللہ المعروف بہ خواجہ خورد کی عمر دو دو تین تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت نے اپنی زندگی میں ہی انہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ سے توجہ دلائی تھی۔ ان کی عام خبر گیری اور پرورش کی سعادت خواجہ حسام الدین کے حصہ میں آئی۔

ماخذ کتب

تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ محمد عبد الرسول
منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی
زبدۃ المقامات	محمد ہاشم کشمی
حضرات القدس	مولانا بدر الدین سرہندی
[illegible]	شیخ محمد اکرام

www.maktabah.org

پچیسواں باب

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

۱۵۶۴ تا ۱۶۲۴ء / ۹۷۱ تا ۱۰۳۴ھ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے جس تحریک احیائے دین کا آغاز کر دیا تھا اس کی تکمیل آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کی۔ حضرت مجددؒ کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ آپ عالی مرتبت کامل مکمل صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مجتہد عالم دین، زور دار انشا پرداز، قادر الکلام متکلم اور سرگرم عمل مصلح تھے۔ آپ نے ایک طرف امرائے سلطنت کو مسخر کر کے اکبری الحاد کا قلع قمع کیا تو دوسری طرف علمائے سو کی خبر لی۔ تصوف کو انتہا پسند وحدت الوجودی نظریات اور ویدانتی اثرات سے پاک کیا، گمراہ فرقوں کی نشان دہی کی، مسلم معاشرہ کو بدعات سے پاک کر کے کتاب و سنت کی سختی سے پیروی پر زور دیا اور متابعت رسول اللہ ﷺ کو اکتساب روحانی کی لازمی شرط قرار دیا۔ یہ ایسے انقلابی اقدامات تھے کہ ان کی بنا پر آپ کو مجدد الف ثانی تسلیم کر لیا گیا۔

الف ثانی کا مطلب دوسرا ہزار ہے۔ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد اب دوسرا ہزار سالہ دور شروع ہو چکا تھا۔ خود حضرت مجددؒ کے الفاظ میں 'یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا...... اس (امت) کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا۔ اسی لئے ہر صدی کے بعد اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے مبعوث ہونے کا وقت ہے''۔ (مکتوب ۲۳۴ دفتر اول)۔ ''ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور

www.maktabah.org

ہے اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے، ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض وبرکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے، اس کے واسطے سے پہنچتا ہے" (مکتوب ۴ دفتر دوم) "اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے، ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے (محض) پیری مریدی کے لئے نہیں لایا گیا...... ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے"۔ (مکتوب ٦ دفتر دوم)۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہاں تک کہا کہ متصوفین اسلام میں دو حضرات بہت زیادہ عظیم المرتبت ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ۔ مگر میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان میں سے کون برتر ہے۔ تاہم خود حضرت مجددؒ نے مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم میں فرمایا "مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے نائب ہیں"۔

آپ کے آباء

آپ کا خاندان فاروقی النسب ہے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں آپ کے اسلاف میں چھٹی پشت کے امام رفیع الدین کے ہاتھوں شہر سرہند آباد ہوا۔ یہاں پہلے جنگل تھا جسے سہر ند (شیروں کا جنگل) کہتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (جن سے سلطان کو عقیدت تھی) نے سلطان کو بتایا کہ یہاں ایک بڑا ولی اللہ پیدا ہوگا اور انسے یہاں شہر آباد کرنے کو کہا۔ چنانچہ فیروز شاہ نے اس کا حکم جاری کیا اور یہ کام امام رفیع الدین کے سپرد کیا۔ امام موصوف کو سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی طرف سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت مجددؒ کے والد شیخ عبدالاحدؒ علوم ظاہر میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدینؒ کے مرید اور چشتی صابری سلسلہ میں مجاز خلیفہ تھے۔ انہیں قادری سلسلہ میں بھی حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے اجازت حاصل تھی۔

ابتدائی زندگی

حضرت مجددؒ کا نام احمد، لقب بدرالدین اور عرف امام ربانی تھا۔ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۵۶۴ء شب جمعہ کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ روضہ قیومیہ کے مطابق آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ سور، ریچھ اور بندر لوگوں کو

www.maktabah.org

مزار مبارک حضرت مجدد الف ثانیؒ

www.maktabah.org

مزار مبارک کے مختلف مناظر

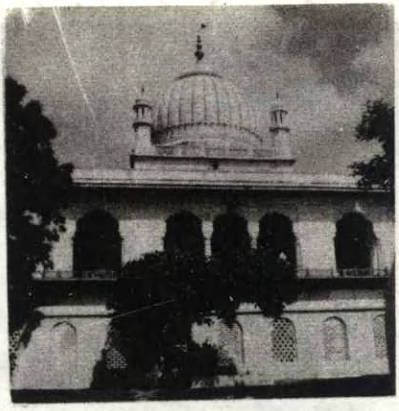

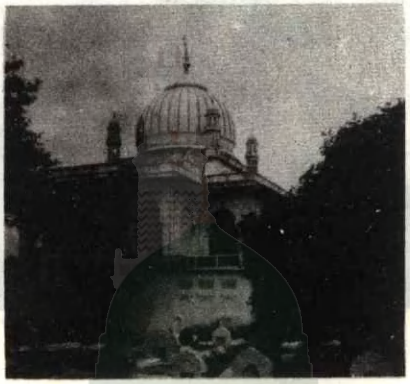

مصنف کے اپنے ہاتھ سے اتارے ہوئے عکس (مورخہ، 22,8,1960)

www.maktabah.org

ہلاک کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ان کے سینے سے نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا جس پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ظالموں اور ملحدوں کو بکروں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے۔ کوئی بلند آواز سے کہتا ہے: قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلِ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً (کہدو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل اسی لئے ہے کہ مٹ جائے)۔ شیخ عبدالاحدؒ نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا پیدا ہوگا جس کے ذریعے ظلمت والحاد و بدعت کا خاتمہ ہوگا۔

ایام رضاعت میں ایک مرتبہ آپ ایسے سخت بیمار ہو گئے کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ اتفاقاً حضرت شاہ کمالؒ کا آپؒ طرف گذر ہوا۔ حضرت کے والد آپ کو حضرت شاہ صاحب کے پاس دم کرانے لے گئے۔ انہوں نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دیدی اور آپ اسے دیر تک چوستے رہے۔ بعد میں انہوں نے تسلی دی کہ اس بچے کی عمر دراز ہوگی اور وہ عالم و عارف ہوگا۔ اگرچہ یہ واقعہ ایام رضاعت کا تھا مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اب تک یاد ہے۔

شیخ احمدؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔ تھوڑی ہی مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ پھر اپنے والد بزرگوار سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں تکمیل کے لئے گھر سے نکلے۔ سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیری سے معقولات اور مولانا یعقوب کشمیری سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ قاضی بہلول بدخشانی سے تفسیر، بخاری، مشکوٰۃ، ترمذی، قصیدہ بردہ وغیرہ کی اجازت حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں تمام متداول علوم کی تکمیل کے بعد واپس سرہند شریف تشریف لائے اور درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔

قیام آگرہ

آگرہ اس زمانے میں دارالسلطنت تھا اور دربار سے منسلک بڑے بڑے اہل علم وہاں مقیم تھے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ اس دوران ابوالفضل اور فیضی سے بھی ہم مجلس ہونے اور علمی مباحث میں شرکت کا موقعہ ملا۔ ان دنوں فیضی اپنی بے نقط تفسیر ''سواطع الالہام'' لکھ رہا تھا۔ عربی کے حروف تہجی میں پندرہ حروف منقوط ہیں اور صرف گیارہ غیر منقوط یعنی بے نقط۔ اس لئے صرف ایسے الفاظ کا انتخاب جن کے تمام حروف بے نقط ہوں، بڑا مشکل علمی کام تھا۔ فیضی

www.maktabah.org

کو جب بھی کسی عبارت میں دقت پیش آتی وہ آپ سے مدد لیتا تھا اور آپ اسے عبارت لکھ کر دیدیتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا ابو الفضل بھی قائل تھا اور آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ تاہم یہ رفاقت زیادہ دیر نہ چل سکی۔ ایک مجلس میں ابو الفضل نے امام غزالیؒ کے حق میں گستاخانہ الفاظ کہے تو آپ ناراض ہو کر مجلس سے اٹھ آئے۔ جب کئی روز تک ابو الفضل کے ہاں نہ گئے تو آدمی بھیج کر آپ سے معذرت کی اور اپنے پاس بلا بھیجا۔

قیام آگرہ کے دوران آپ کو دربار اکبری کے علماء کے انداز فکر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور اس مرکز علم میں رہ کر اپنا علمی پایہ بلند کرنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ اس دوران آپ نے کئی علمی رسائل عربی اور فارسی زبان میں لکھے۔ انہی میں سے ایک رسالہ رد رفض بھی تھا۔ اس کی تحریر کا باعث یہ امر تھا کہ عبداللہ خان ازبک والئی سمرقند و بخارا نے خراسان پر حملہ کر کے ۹۹۳ھ میں ہرات پر قبضہ کر لیا اور پھر مشہد کا محاصرہ کر لیا۔ مشہد کے شیعہ علماء نے اسے اس شہر میں قتل و غارت سے باز رکھنے کے لئے شیعیت کے حق میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس رسالہ کی خوب اشاعت کی گئی۔ برصغیر کی علمی مباحث میں اس کا ذکر ہوتا تھا۔ حضرت مجددؒ نے اس کے جواب میں ایک مدلل رسالہ تحریر فرمایا جو بعد میں شیعہ امراء کی طرف سے آپ کی مشکلات کا باعث بھی بنا۔

شادی

آپ کے والد آپ کو وطن واپس لانے کے لئے آگرہ آئے اور آپ کو ساتھ لے کر سرہند شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں تھانیسر کے مقام پر وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہو گیا۔ اس شادی کے نتیجہ میں جو مال آپ کے ہاتھ آیا اس سے آپ نے سرہند شریف میں نئی حویلی بنوائی اور اس کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی۔ انہی ایام میں ایک مرتبہ آپ نہایت علیل ہو گئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ حالت دیکھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کی صحت کے لئے نہایت گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی۔ اسی گریہ وزاری میں انہیں نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تسلی رکھو۔ ہمیں اس شخص سے بہت کام لینے ہیں۔ اور ابھی تو ان ہزاروں میں سے ایک کام بھی سرانجام نہیں پایا۔ چنانچہ آپ کو جلد صحت ہو گئی۔

www.maktabah.org

حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت

آگرہ سے واپسی پر آپ نے سلوک و تصوف کی دنیا میں قدم رکھا۔ طریقت کی تعلیم و تربیت بھی آپ نے اپنے والد سے شروع کی اور ان سے خرقہ خلافت چشتیہ صابریہ حاصل کر کے جانشین ہوئے۔ سلسلہ سہروردیہ اور قادریہ کی اجازت بھی اپنے والد سے حاصل کی اور طریقہ کبرویہ اپنے استاد شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ اس کے باوجود آپ کو پورا اطمینان نہ ہوا۔ کتاب و سنت کی پیروی کا خیال اس قدر غالب تھا کہ چشتی سلسلہ کی خلافت کے باوصف سماع کی طرف طبیعت مائل نہ ہوئی۔

ان دنوں آپ کو حج بیت اللہ کا بے حد اشتیاق رہتا تھا لیکن والد بزرگوار کی کبر سنی کے سبب یہ ارادہ معرض التوا میں رہا۔ آپ کے والد گرامی نے ۱۰۰۷ھ میں اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے سال آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور دہلی پہنچے۔ ان دنوں حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلی تشریف لا چکے تھے۔ حضرت مجددؒ کے ایک دوست مولانا حسن کشمیری نے آپ کے سامنے حضرت خواجہؒ کی تعریف کی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نہایت بشاشت سے ملے اور آپ سے ارادہ و قصد کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ارادۂ حج کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنی افتاد طبع کے بر عکس فرمایا کہ اگرچہ ارادہ نیک ہے لیکن چند روز اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرنے میں کیا حرج ہے۔ آپ نے حسب ارشاد ایک ہفتہ قیام کا فیصلہ کیا۔ ابھی دو روز ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہؒ کے جذب کی وجہ سے آپ میں طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کا شوق غالب آگیا اور آپ نے حضرت خواجہؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت بغیر استخارہ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے مگر یہاں اپنی روش کے بر عکس فی الفور آپ سے بیعت لی (۱۵۹۹ء) اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ اسی وقت اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور پھر حلاوت و لذت قلبی کے ایسے معاملات پیش آئے کہ نہ دیکھے نہ سنے۔ دو ماہ میں آپ کو تمام نسبت حاصل ہو گئی۔

ایک روز حضرت خواجہؒ نے آپ کو خلوت میں طلب کیا اور اپنے واقعات بیان فرمائے کہ جب مجھے حضرت خواجہ امکنگیؒ نے فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ، وہاں تم

www.maktabah.org

سے طریقہ جاری ہوگا تو میں نے اپنے میں اس قابلیت کو نہ پاکر عذر کیا۔ حضرت نے مجھے استخارہ کا حکم دیا۔ استخارہ میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو مجھے سفر ہندوستان میں سہولت ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ طوطی میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب حضرت خواجہ امکنگیؒ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں تم سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا کہ جہان اس سے روشن ہوگا اور تم بھی اس سے بہرہ یاب ہوگے۔ حضرت کا یہ اشارہ تمہاری طرف تھا۔ جب میں سرہند شریف میں پہنچا تو خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تم قطب کے پڑوس میں آکر ٹھہرے ہو اور اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا۔ صبح اٹھ کر میں اس جگہ کے درویشوں سے ملنے گیا مگر کسی کو اس حلیہ اور قابلیت کا مالک نہ پایا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہاں کے کسی فرد میں یہ استعداد ہوگی جو بعد میں ظاہر ہوگی۔ پھر جب تمہیں دیکھا تو وہی حلیہ پایا اور نشان قابلیت بھی موجود تھے۔ پھر ایک روز میں نے دیکھا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے اور اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جارہی ہے اور لوگ اس چراغ سے بکثرت چراغ روشن کررہے ہیں۔ جب سرہند شریف کے قرب وجوار میں پہنچا تو وہاں کے دشت و صحرا کو مشعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ یہ اشارہ بھی تمہاری طرف تھا۔

مسند ارشاد

حضرت خواجہؒ نے آپ کو دولت کمال و تکمیل عطا فرماکر سرہند شریف رخصت کیا۔ یہاں حضرت مجددؒ نے طالبان کی تربیت کا کام شروع کیا اور آپ کی ذات سے اثر عظیم ظاہر ہونے لگا اور لوگ کشاں کشاں آپ کے پاس حاضر ہونے لگے۔ اس کے بعد دوبار اور مرشد کی زندگی میں دہلی تشریف لائے اور فیض حاصل کیا۔ اب آپ پر حضرت خواجہؒ کی عنایات بہت بڑھ گئی تھیں۔ حضرت خواجہؒ بہت کم لوگوں کو خود بیعت کرتے تھے بلکہ جو اس غرض سے آتا اسے آپ کے پاس بھیج دیتے۔ اپنے کم سن بیٹوں کو بھی آپ سے توجہ دلائی۔ بعض اوقات تو اس طرح آپ کا ادب کرتے اور حلقہ میں بیٹھتے کہ گویا آپ مرشد اور وہ خود مرید ہیں۔

جب دوسری بار حضرت مجددؒ دہلی آئے تو حضرت خواجہؒ نے کابلی دروازہ تک

www.maktabah.org

پا پیادہ مع خدام آپ کا استقبال کیا اور اپنے اصحاب کو تاکید کی کہ شیخ احمد سرہندیؒ کی موجودگی میں کوئی میری طرف متوجہ نہ ہوا کرے بلکہ سب ان کی طرف متوجہ رہا کریں۔ حضرت خواجہؒ کے پرانے اصحاب نے تامل کیا تو فرمایا کہ "شیخ احمد آفتاب کی مانند ہیں اور ہم جیسے ستارے اس میں گم ہیں"۔ مجلس سے اٹھتے وقت حضرت خواجہؒ آپ کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک خط میں حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں: "شیخ احمد نامی ایک شخص سرہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اس سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک چراغ ہوگا جس سے جہاں روشن ہو جائیں گے۔ اس کے بھائی اور رشتہ دار سب نیک اور طبقہ علماء سے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں، اسرارِ الٰہی ہیں۔ حاصل کلام شجرہ طیبہ ہیں"۔ (زبدۃ المقامات)

مرید کی فضیلت کے بارے میں پیر کے متعدد ارشادات ملتے ہیں مثلاً شیخ احمد مراد و محبوب ہیں۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ ان کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے ان تین چار سالوں میں پیری نہیں کی بلکہ کھیل کھیلا ہے۔ الحمد للہ میرا کھیل ضائع نہیں گیا اور ایسا شخص ظاہر ہوا۔

مرشد کی طرف سے اس قدر افزائی کے باوجود آپ مرشد کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے۔ خواجہ حسام الدینؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہؒ نے مجھے میاں احمد کے بلانے کو بھیجا۔ جیسے ہی میں نے جا کر کہا کہ آپ کو حضرت طلب فرماتے ہیں تو خوف سے ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔

آخری ملاقات میں حضرت خواجہؒ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ لاہور جائیں۔ چنانچہ سرہند شریف واپس آکر چند روز قیام کیا اور پھر لاہور روانہ ہو گئے۔ وہاں علماء و فضلاء کی کثیر تعداد طریقہ میں داخل ہوئی اور ایک سرگرم حلقہ عالم وجود میں آیا۔ قیام لاہور کے دوران ایک عالم نے آپ سے وحدت الوجود کے متعلق سوال پوچھا۔ آپ نے اس کے کان میں کچھ بات کی جسے سن کر اس کا رنگ اڑ گیا اور آنسو بہہ نکلے۔ وہ آپ کے زانوؤں کو ہاتھ لگا کر رخصت ہوا۔ لاہور میں ہی آپ نے حضرت خواجہؒ کی وفات کی خبر سنی چنانچہ تیزی سے دہلی پہنچے اور مزار مبارک پر حاضری دی۔

www.maktabah.org

اب آپ نے اپنے مرشد کی خانقاہ میں رہ کر حلقہ و مجلس کا اہتمام کیا مگر حضرت خواجہ مرحومؒ کے کچھ درویشوں نے حسد کی بنا پر آپ کی مخالفت شروع کردی۔ جب تلخی زیادہ بڑھی تو آپ نے یہاں قیام مناسب نہ سمجھا اور واپس سرہند شریف تشریف لے گئے۔ بعد میں ان درویشوں نے معافی چاہی تو آپ نے انہیں معاف فرمادیا۔

اس کے بعد آپ زیادہ تر سرہند شریف میں مقیم رہے البتہ جمادی الثانی میں جو حضرت خواجہؒ کے عرس کا مہینہ تھا، آپ ہر سال دہلی جاتے اور مزار مبارک پر حاضری دیتے۔ اس دوران دو تین بار آگرہ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔

حضرت مجدد دربار جہانگیری میں

حضرت مجددؒ کی مصلحانہ مساعی زوروں پر تھیں اور ان کے اثرات جنوبی ایشیا سے باہر افغانستان اور ترکستان میں بھی پھیل چکے تھے۔ ۱۶۱۹ء میں آپ نے اپنے خلیفہ شیخ بدیع الزمان کو مغل بادشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ تا ۱۶۲۷) کے لشکر میں رشد وہدایت کے لئے بھیجا۔ وہ بڑے پرجوش انسان تھے۔ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی تو ہوئی لیکن ساتھ ہی رد عمل کے طور پر مخالفت کا آغاز ہوا۔ اصل بات یہ تھی کہ اگرچہ جہانگیر کو برسر اقتدار لانے والا امراء کا وہ گروہ تھا جو حضرت خواجہؒ اور حضرت مجددؒ سے متاثر تھا لیکن اب جہانگیر اپنی ملکہ نور جہاں اور اس کے بھائی وزیر اعظم آصف خان کے زیر اثر آچکا تھا۔ ایرانی امراء کا یہ طبقہ متعصب شیعہ مسلک رکھتا تھا اور حضرت مجددؒ کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ کتاب و سنت کی پیروی اور بدعات کی مخالفت کے پرزور ترجمان تھے۔ آپ نے رسالہ رد رفض لکھ کر شیعہ کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا تھا اور اس رسالہ نے بڑی شہرت پائی تھی۔ اپنے مکتوبات میں بھی آپ نے شیعہ کے معاملہ میں سخت رویہ اختیار کیا تھا۔

ان لوگوں نے حضرت مجددؒ کے مکتوب ۱۱ دفتر اول کے مندرجات کو بہانہ بنایا اور بادشاہ کو کہا کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ اس مکتوب میں حضرت کے مکاشفہ کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا، یہ تھی:

"......کچھ اور مقام اوپر نیچے ظاہر ہوئے...... معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کو بھی اس

www.maktabah.org

مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے......اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروقؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبرؓ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو ہر مقام پر اپنے ساتھ پایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام، گذرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا سوائے حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے مقام کے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت نورانی تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام سے ذرا اوپر چبوترے کے برابر بلند تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ مقام، مقامِ محبوبیت ہے۔ میں نے اس کے پرتو سے اپنے آپ کو رنگین پایا"۔

حضرت مجددؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ خط میں نے اپنے مرشد کو لکھا ہے۔ مرید کا فرض ہے کہ اپنے مکاشفات میں جو کچھ دیکھے وہ اپنے مرشد کو من وعن لکھے تا کہ مرشد اس کی اصلاح اور رہنمائی کریں۔ جہاں تک حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل ہونے کا تعلق ہے، میرا تو عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت علیؓ کو بھی حضرت صدیقؓ سے افضل جانے، وہ اہل سنت وجماعت کے دائرہ سے خارج ہے چہ جائیکہ میں اپنے بارے میں اس کا تصور بھی کروں۔ مگر جہانگیر کے وزیر اعظم آصف خان نے مشورہ دیا کہ شیخ احمد کے بارے میں احتیاط ضروری ہے۔ اس نے بادشاہ کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ حضرت کا اثر ورسوخ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ سلطنت کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ ایران میں صفوی حکومت کی بنیاد بھی اسی طرح شیخ کے مریدوں نے رکھی تھی۔ اس لئے حضرت کو نظر بند کر دینا چاہیے۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا کیونکہ بڑے بڑے امراء آپ کے معتقد تھے چنانچہ ان امراء کو دور دراز علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ خانخاناں کو

www.maktabah.org

دکن، صدر جہاں کو بنگال، خان جہاں کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور مہابت خان کو کابل میں بھیجا گیا۔ اس کے بعد حضرت مجددؒ کو دربار میں طلب کیا گیا۔

بادشاہ نے جب متنازعہ مکتوب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ جب تم اپنے ایک ادنیٰ خادم کو اپنے پاس بلاؤ اور ازراہ مہربانی اس سے راز کی بات کہو تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادم امرائے عالی درجہ کے مقامات سے گزر کر تمہارے پاس پہنچے گا اور پھر اپنے مقام پر واپس جا کھڑا ہو گا۔ اس آمدورفت سے یہ نہیں ہوتا کہ اس ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرائے نامدار سے زیادہ ہو گیا۔ اس جواب سے بادشاہ مطمئن ہو گیا لیکن مخالف گروہ نے کہا کہ شیخ کا تکبر تو دیکھیں کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا۔ اس پر بادشاہ غصہ میں آگیا اور آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

دربار میں حاضری سے پہلے شہزادہ شاہجہاں (جو حضرت مجددؒ کا معتقد تھا) نے افضل خان کے ذریعے آپ کے پاس فقہائے وقت کا فتویٰ ارسال کیا جس کی رو سے بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی جائز قرار دیا گیا تھا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ بادشاہ کو سجدہ کریں تاکہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ مگر آپ نے خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ علامہ اقبال کے قصیدہ کے یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

قلعہ گوالیار کی قید

حضرت مجددؒ دو سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہے۔ ان دنوں بھی آپ تبلیغ وارشاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور روحانی ترقی کر کے درجہ ولایت تک پہنچے۔ ایام قید میں آپ نے کبھی بادشاہ کے لئے بد دعا نہ کی۔ اپنے معتقد امراء کو بادشاہ کا مطیع رہنے کی تاکید کی۔ نظر بندی کے مکتوبات میں آپ نے اس بات پر اظہار اطمینان کیا کہ اس قید کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ملی۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد خطوط میں فرمایا کہ اس قید سے مجھے بے حد روحانی ترقی ملی جو قید کے بغیر ممکن نہ تھی۔ جب تک اپنے آپ کو بندۂ خوار وزار، ذلیل و بے اعتبار اور بے طاقت و کامل محتاج

www.maktabah.org

محسوس نہ کیا، حق تعالیٰ کے استغنا کی رفیع الشان بارگاہ کا مشاہدہ نہ کیا۔ فرمایا کہ محبوب کی جفا اس کی مہربانی سے زیادہ دلآویز ہوتی ہے۔ میر محمد نعمان کے نام ایک خط میں لکھا کہ دوستوں سے کہیں کہ سینہ کی تنگی دور کریں اور جو جماعت درپئے آزار ہے اس سے دشمنی نہ رکھیں۔

رہائی اور لشکر شاہی سے وابستگی

آخر جہانگیر اپنے کیے پر نادم ہوا اور اس نے رہا کر کے آپ سے ملاقات کی خواہش کی۔

حضرت مجددؒ نے ملاقات کے لئے شرائط پیش کیں (روضہ قیومیہ):

۱) سجدہ تعظیمی موقوف کیا جائے۔

۲) جو مساجد منہدم کی گئی ہیں، دوبارہ تعمیر کی جائیں۔

۳) گائے کے ذبیحہ کے امتناعی احکام منسوخ کیے جائیں۔

۴) احکام شرع نافذ کرنے کے لئے قاضی، مفتی اور محتسب مقرر کیے جائیں۔

۵) جزیہ پھر جاری کیا جائے۔

۶) بدعات کو روکا جائے اور احکام شرع کو نافذ کیا جائے۔

۷) اس تنازعہ میں محبوس تمام لوگ رہا کئے جائیں۔

بادشاہ نے یہ شرائط منظور کرنے کا وعدہ کیا اور حضرت مجددؒ بادشاہ سے ملے۔ اس نے آپ کو خلعت اور نذرانہ پیش کیا۔ آپ کو یہ اجازت دی گئی کہ چاہیں تو واپس وطن چلے جائیں اور چاہیں تو لشکر شاہی سے وابستہ رہیں۔ آپ نے اپنے مشن کی خاطر کچھ عرصہ لشکر شاہی میں رہنا پسند فرمایا۔

حضرت مجددؒ تقریباً تین چار سال لشکر شاہی کے ساتھ رہے اور ملک کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ اس دوران آپ کا اصل مقصد یعنی امرائے سلطنت اور بادشاہ کو ترویج شریعت پر مائل کرنے میں بڑی کامیابی ہوئی۔ بادشاہ کی مجالس میں رشد و ہدایت کا موقع ملا۔ مکتوب ۴۳ دفتر سوم میں فرماتے ہیں کہ آج رمضان کی سترہ تاریخ کو بادشاہ سے گفتگو کا موقعہ ملا۔ اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت، آخرت پر ایمان، ختم نبوت، عذاب و ثواب، ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین کی

www.maktabah.org

اقتدا وغیرہ پر بات ہوئی اور بادشاہ بڑے انہماک سے سنتا رہا۔ ان مجالس کا بادشاہ پر بڑا اثر ہوا اور تزک جہانگیری میں اس کی اپنی تحریریں اس کی گواہ ہیں جن میں دینی حمیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اپنے سابقہ طرز عمل کے برعکس وہ کانگڑہ کی فتح کے موقعہ پر (جس میں حضرت مجددؒ بھی ہمراہ تھے) لکھتا ہے: ”حکم دیا کہ شعار اسلام اور دین محمدی کی شرائط عمل میں لائیں۔ خدا تعالیٰ کی توفیق سے اذان، نماز، خطبہ، ذبح گائے وغیرہ جو اس قلعہ میں آج تک نہیں ہوا تھا، سب پر اپنے سامنے عمل کرایا...... حکم دیا کہ قلعہ کے اندر مسجد عالی تعمیر کی جائے“۔

وفات

اس عرصہ میں آپ کبھی کبھی اجازت لے کر سرہند بھی تشریف لے جاتے اور پھر واپس آجاتے۔ اب آپ کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور ضعف جسمانی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ چنانچہ آپ بادشاہ سے اجازت لے کر مستقل طور پر سرہند شریف تشریف لائے اور خلوت اختیار کی۔ ارشاد کی ذمہ داریاں اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے سپرد کر دیں۔

ان دنوں آپ اکثر موت کا ذکر فرماتے تھے۔ شب برات کو زوجہ محترمہ نے کہا کہ معلوم نہیں کہ کس کا نام دفتر ہستی سے محو ہوا۔ اس پر فرمایا: تم بطور شک کہتی ہو اور جو شخص دیکھتا ہے کہ میرا نام دفتر ہستی سے مٹ گیا ہے، اس کا کیا حال ہو گا۔ بارھویں محرم کو مجمع اصحاب میں فرمایا کہ مجھے آگاہ کیا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان اس جہان سے جانا ہو گا۔ ۲۲ صفر کو فرمایا کہ اس میعاد کے چالیس دن گذر گئے، اب دیکھئے پانچ سات دنوں میں کیا ہو گا۔

اس دوران میں دمہ کا شدید حملہ ہوا۔ ایک مرتبہ اشک بار آنکھوں کے ساتھ آپ ہندی کا یہ دوہا پڑھتے تھے:

آج ملاوا کنت سوں، سکھی سب جگ دیواں وار

(آج وصال کا دن ہے اے سکھی۔ میں اس خوشی پر تمام دنیا کو نثار کر دوں)۔

۲۸ صفر ۱۰۳۴ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء صبح کے وقت نماز اشراق پڑھنے کے بعد داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں انتقال فرمایا اور اسی روضہ میں جو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق

www.maktabah.org

کی قبر پر بنوایا تھا، دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے حضرت کو بعد وفات خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسے گزری۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بہ کمال رحمت پوچھا کہ اگر تو کہے تو منکر نکیر تیرے پاس آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس بندہ مسکین کے پاس نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہ کمال فضل انہیں میرے پاس نہ بھیجا۔

حلیہ مبارک

حضرت دراز قد، نازک اندام، گندم گوں مائل بہ سفیدی اور کشادہ جبیں تھے۔ پیشانی اور رخسار مبارک سے ایسا نور چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھ کام نہیں کرتی تھی۔ آپ کی ابرو سیاہ، دراز، باریک اور کشادہ تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی، ان کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید تھی۔ سر مبارک بلند، لب سرخ، دہن مبارک نہ بڑا نہ چھوٹا، دانت متصل چمکتے ہوئے، داڑھی مبارک گھنی اور مربع تھی، رخسار مبارک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے پاؤں نہایت صاف رہتے تھے۔ بدن پر میل نہ بیٹھتا تھا۔ پسینہ میں خواہ گرمی ہو خواہ برسات کبھی بو نہ آتی تھی۔ غرضیکہ آپ کی شکل ایسی محبوبانہ تھی کہ جو دیکھتا، بے اختیار پکار اٹھتا سبحان اللہ یہ ولی ہیں۔

لباس میں بھی سنت کا خاص خیال ہوتا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر، مسواک دستار میں، شملہ دونوں کندھوں کے درمیان، قمیض کی گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر، پاجامہ ٹخنوں سے اوپر، عصا ہاتھ میں، مصلیٰ کندھے پر اور سجدے کا نشان ماتھے پر نمایاں۔

معمولات

سرما و گرما، سفر و حضر میں نصف شب کے بعد بیدار ہوتے۔ بیت الخلا میں جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں نکالتے۔ قبلہ رو ہو کر وضو فرماتے اور وضو کرتے وقت کسی سے مدد نہ لیتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے اور اسے دائیں اور بائیں پھیرتے وقت طاق عدد کا خیال رکھتے۔ وضو میں اعضا کو دھوتے وقت بھی طاق عدد (بالعموم تین) کا خیال رکھتے اور مسنونہ دعائیں پڑھتے۔ بعد وضو اعضاء کو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ تہجد میں پہلی دو رکعت خفیف اور باقی رکعتیں بہ طول قرأت ادا فرماتے۔ غالباً دو تین سیپارہ قرآن پاک پڑھتے۔ نماز وتر کی آخری رکعت میں قنوت حنفی کو قنوتِ شافعی سے ضم کرتے۔ بعد ازاں صبح تک مراقبہ

www.maktabah.org

کرتے۔ نماز فجر اول وقت میں ادا فرماتے اور امامت خود فرماتے۔ نماز کے بعد اصحاب کے ساتھ حلقہ ذکر ہوتا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے۔

بعد ازاں خلوت میں تشریف لے جاتے اور طالبان کو جدا جدا طلب فرما کر احوال پرسی کرتے۔ حضرت کی اصحاب کے ساتھ خاموشی کی صحبت ہوتی۔ جب سورج خوب اوپر آجاتا تو نماز ضحیٰ خلوت میں ادا کرتے جو کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہوتی۔ اس کے بعد حرم سرا میں جاکر کھانا تناول فرماتے اور ساتھ ہی درویشوں میں طعام تقسیم فرماتے۔ لنگر کے کھانے میں عجیب لذت ہوتی۔ ایک بار لشکر شاہی سرہند کے پاس سے گزرا تو آپ نے بادشاہ جہانگیر کی دعوت کی۔ بادشاہ حیران ہوا کہ ایسا لذیذ کھانا کبھی نہ کھایا تھا۔ آپ کی غذا نہایت قلیل تھی اور کھانا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ تناول فرماتے اور پھر سنت کے مطابق قیلولہ کرتے۔ جونہی موذن ظہر کی اذان شروع کرتا، پہلے کلمہ پر ہی تیزی سے اٹھ کھڑے ہوتے اور مسجد میں جاکر چار رکعت سنت زوال ادا کرتے۔ اس کے بعد نماز ظہر کی سنتیں اور فرض پڑھتے۔ نماز ظہر کے بعد اصحاب کے ساتھ حلقہ ہوتا۔ ہر حلقہ میں قاری قرآن پاک پڑھتا۔ اس سے فارغ ہو کر دینی کتب کا درس دیتے۔ عصر مع چار رکعت سنت ادا فرما کر حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ کبھی احوال پرسی بھی فرماتے۔ بعد نماز مغرب چار یا چھ رکعت اوابین ادا فرماتے۔ عشاء کے لئے تشریف لاتے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ عشاء کی دو رکعت سنت موکدہ کے بعد چار رکعت مستحب بھی ادا کرتے۔ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ آخر عمر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے۔

سونے سے پہلے سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ بقرہ کا آخری رکوع، چہار قل، ورد فاطمہؓ، اعوذ بکلمات اللہ...... الخ اور دیگر ادعیہ پڑھتے۔ اگر سفر میں نماز جمعہ نہ ملتی تو نماز ظہر اکیلے پڑھتے۔ آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف میں بیٹھتے۔ تراویح میں کم سے کم قرآن پاک کے تین ختم کرتے۔ سفر کے دوران منزل تک پہنچنے تک تلاوت قرآن جاری رکھتے اور آیت سجدہ پر اسی وقت سواری سے اتر کر سجدہ کرتے۔ نماز کسوف و خسوف کے علاوہ کسی نفلی نماز کو باجماعت ادا نہ کرتے بلکہ اسے مکروہ سمجھتے۔ تشہد میں انگلی سے اشارہ بھی نہ کرتے کہ حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے لیکن چونکہ بعض علماء اس

www.maktabah.org

کے سنت ہونے کے قائل ہیں اس لئے کبھی کبھی نوافل میں اشارہ کرتے تاکہ یہ عمل بالکل متروک نہ ہو۔ قبروں کی زیارت کو جاتے اور اموات سے استعانت جائز رکھتے۔ ذکر جہر اور سماع سے پرہیز کرتے۔ بالعموم سفر پیر یا جمعرات کو شروع کرتے اور سفر کے آغاز پر سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور چہار قل پڑھتے۔ سوار ہوتے وقت سبحان الذی سخرلنا...... الخ تلاوت فرماتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرتے۔ طاق عدد کا اس قدر خیال تھا کہ ایک بار خادم سے کہا کہ فلاں برتن سے لونگ کے تھوڑے سے دانے لاؤ۔ وہ چھ دانے لایا تو فرمایا: ہمارے صوفی کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر پسند کرتا ہے۔

کفر سے اس قدر نفرت تھی کہ ایک بار لشکر شاہی دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ آپ نے اصحاب کو اس کا پانی استعمال کرنے سے منع کر دیا کہ ہندوؤں کا معبد ہے اور ایک کنوئیں سے پانی منگوایا۔ ادب کا اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ بیت الخلا میں گئے۔ وہاں دیکھا کہ ناخن پر سیاہی کا نشان ہے جس سے قرآنی حروف لکھے گئے تھے۔ فوراً باہر آئے اور نشان دھو کر دوبارہ اندر گئے۔ ایک دفعہ پلنگ پر بیٹھ کر اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم سے فرمایا کہ بستر کے نیچے کاغذ ہے، اسے نکال لو۔ ایک بار ایک حافظ فرش پر بیٹھا تلاوت کر رہا تھا۔ آپ نے فوراً اپنے نیچے سے خصوصی فرش ہٹا دیا اور حافظ کے ہم فرش ہو گئے۔

فضائل و کمالات روحانی

حضرت مجددؒ کے فضائل اور کمالات روحانی سے مکتوبات اور دیگر کتب بھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند بطور اشارہ درج ذیل ہیں:

۱) آپ کا خمیر طینت اس مٹی سے بنا تھا جو آنحضور ﷺ کی تخلیق سے بچ گئی تھی۔ مکتوب ۱۰۰ دفتر سوم میں اشارہ فرماتے ہیں: ''اگرچہ اس دولت محمدی میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس دولت خاصہ سے ان کی تخلیق و تکمیل کے بعد کچھ حصہ بچا تھا کیونکہ شرفاء کی ضیافت کے دستر خوان پر کچھ نہ کچھ بچ رہنا لازمی امر ہے جو پس ماندہ کھانے والے خادموں کا حصہ ہوتا ہے''۔ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ ایک ہی طینت سے پیدا

www.maktabah.org

ہوئے۔ یہی بات آپ نے عبداللہ بن جعفرؒ سے فرمائی۔

۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب قیومیت عطا فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بعد از نماز ظہر مراقب بیٹھا تھا اور حافظ قرآن پڑھتا تھا کہ ناگاہ میں نے اپنے اوپر ایک خلعت عالی نورانی پائی۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعتِ قیومیت ہے جو کہ خاتم الرسل ﷺ کی وراثت اور متابعت کے ذریعے عطا کی گئی ہے۔ اتنے میں حضرت سید المرسلین ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے میرے سر پر دستار مبارک باندھی اور منصب قیومیت کی مبارکباد دی۔

قیوم اس دنیا میں حق تعالیٰ کا خلیفہ و نائب ہوتا ہے۔ اقطاب و ابدال و اوتاد اس کے دائرہ ظلال میں ہوتے ہیں۔ وہ اہل دنیا کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے خواہ انہیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ اہل دنیا کا قیام اس کی ذات سے ہوتا ہے۔ طویل عرصہ کے بعد کسی عارف کو ذات الٰہی سے یہ نصیب ملتا ہے اور اشیاء اس سے قائم ہوتی ہیں (مکتوب ۷۹، ۸۰ دفتر سوم)۔

۳) آپ دوسرے ہزار سالہ دور کے مجدد یعنی مجدد الف ثانی تھے۔ آپ نے خود اس کا باقاعدہ دعویٰ نہیں کیا اگرچہ آپ کی تحریروں کے بین السطور اس کا اشارہ ملتا ہے۔ سب سے پہلے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو مجدد الف ثانی لکھا اور بعد میں سب اہل علم اور صوفیہ نے اسے تسلیم کیا۔ (اس کی کچھ تفصیل باب کے شروع میں گزر چکی ہے)

۴) آپ پر قرآنی حروف مقطعات اور پر اسرار متشابہات کے رموز ظاہر کیے گئے تھے۔ (مکتوب ۷۶ ۲ دفتر اول)

۵) آپ محدَّث (دال پر زبر کے ساتھ) تھے۔ یہ اس شخص کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ بلاواسطہ ہم کلام ہوجاتا ہے۔ یہ صفت انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے مگر کبھی کبھی انبیاء کی متابعت کاملہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اس فضل عظیم سے نوازتا ہے (مکتوب ۵۱ دفتر دوم)

۶) آنحضور ﷺ کی مکمل متابعت دوراثت کی بنا پر حضرت مجدد کو زمرہ سابقین کا مرتبہ عطا کیا گیا (مکتوب ۳۹ ۲ دفتر دوم)۔

www.maktabah.org

۷) آنحضور ﷺ نے آپ کو بشارت دی کہ قیامت کو ہزارہا آدمی آپ کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مجتہد علم کلام ہونے کی بشارت دی۔ اسی طرح ایک روز حلقہ و مراقبہ میں الہام ہوا کہ تجھے اور جس نے تیرا وسیلہ پکڑا اسے بخش دیا گیا۔ یہ بشارت بھی ہوئی کہ آپ کی دعا سے سرہند شریف کے قبرستان سے عذاب اٹھالیا گیا۔

۸) مکتوبات کے دفتر دوم کی تیاری ہورہی تھی کہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں، معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے یا نہیں۔ اسی وقت آواز آئی کہ یہ علوم جو کچھ تم نے لکھے ہیں تمام مقبول ہیں۔

۹) آپ نے فرمایا کہ مجھ پر جو معاملات اور کمالات اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیے ہیں، وہ امام مہدی کے آنے تک کسی اور پر ظاہر نہیں ہونگے۔

۱۰) آپ سے پہلے سیر سالکین صرف ولایت صغریٰ یعنی قلب تک تھی۔ شاذ و نادر ہی کسی کو ولایت کبریٰ عطا ہوتی تھی۔ آپ پر ولایت کبریٰ، ولایت ملاء اعلیٰ، کمالات نبوت، حقیقت ابراہیمی، حقیقت موسوی، حقیقت محمدی، حقیقت احمدی، حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن، حقیقت صلوٰۃ و معبودیت منکشف ہوئیں۔ آپ نے اپنے خلفاء کو ان مقامات کی سیر کرائی اور اس طریقہ میں آج بھی یہ سیر جاری ہے اور اسے سلوک مجددی کہتے ہیں۔

۱۱) آپ نے فرمایا کہ نبوت کے سوا جو بھی کمالات بشر میں ممکن ہیں، وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے۔

۱۲) علامہ سیوطیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے "صلہ" (دو کو ملانے والا) کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے اتنے اتنے مسلمان جنت میں جائیں گے۔ یہ بھی حضرت مجددؒ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں: "میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدیؐ ولایت ابراہیمیؑ کے رنگ سے رنگین ہو جائے...... مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ...... بنا دیا"۔ (مکتوب ۶ دفتر دوم)

۱۳) حضرت شیخ احمد جامؒ نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور

www.maktabah.org

میرے ہم نام ہونگے۔ ان میں سے آخری شخص حضور ﷺ کے ہزار سال بعد ہوگا اور وہ ان سب سے بڑا بزرگ ہوگا۔ (حضرات القدس)

۱۴) ایک روز حضرت شاہ کمال کیتھلی کے جانشین حضرت شاہ سکندر قادری حضرت مجددؒ کے ہاں آئے اور حضرت غوث الاعظمؒ کا خرقہ جو ان کے خاندان میں بطور امانت چلا آرہا تھا، آپ کو پہنا دیا۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ کمالؒ نے متعدد بار خواب میں مجھے حکم دیا کہ یہ خرقہ آپ کے حوالے کروں۔ حضرت مجددؒ یہ خرقہ پہن کر گھر تشریف لے گئے۔ جب باہر آئے تو فرمایا کہ اس خرقہ کے پہننے سے حضرت غوث الاعظم اور ان کے خلفاء آئے اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لے کر اسے انوار و اسرار سے منور کر دیا۔

۱۵) فرمایا کہ جو مرد اور عورتیں ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے ہیں یا قیامت تک ہونگے، وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں اور ہر ایک کا نام و نسب اور مسکن بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں۔

۱۶) فرمایا کہ ایک روز صبح کے حلقہ میں حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے۔ اور کہا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت عطا کی ہے کہ اجسام کی صورت اختیار کر کے وہ کام کریں جو جسموں سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان سے کچھ مانگوں۔ اس پر حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ جس شخص پر عنایت خداوندی ہو ہمیں اس میں کیا دخل ہے (مکتوب ۲۸۳ دفتر اول)

۱۷) آپ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور ﷺ نے آپ کے لئے ایک اجازت نامہ لکھا ہے جیسا کہ مشائخ اپنے خلفا کو اجازت نامہ عطا کرتے ہیں۔ اس اجازت نامہ کی پشت پر آپ نے مزید لکھا کہ یہ آخرت کا اجازت نامہ اور مقام شفاعت سے سرفراز کیا گیا ہے (مکتوب ۱۰۶ دفتر سوم)

مکتوبات امام ربانی

اگرچہ حضرت مجددؒ کی تصانیف میں متعدد رسائل شامل ہیں لیکن آپ کی معرکہ آرا تصنیف وہ خطوط ہیں جو آپ نے مختلف النوع شخصیات، امراء، حکام، صوفیہ، اپنے صاحبزادگان وغیرہ کے نام لکھے۔ انہیں

www.maktabah.org

مکتوبات امام ربانی کے نام سے آپ کی زندگی میں ہی مرتب کر دیا گیا تھا۔ ان کی تین جلدیں ہیں۔ دفتر اول جس کا تاریخی نام درالمعرفت (۱۰۲۵) ہے، ۳۱۳ خطوط پر مشتمل ہے اور اسے خواجہ یار محمد بدخشی نے ۱۶۱۶ء میں یعنی قید سے تین سال قبل ترتیب دیا۔ ان میں سے پہلے بیس خطوط اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نام اور باقی امرائے سلطنت یا ان لوگوں کے نام ہیں جنہوں نے سوالات پوچھے تھے یا علمی و دینی مسائل پر بحث سے متعلق ہیں۔ دفتر دوم جس کا تاریخی نام نور الخلائق (۱۰۲۸) ہے، ۱۶۱۹ء میں یعنی قید سے ذرا پہلے خواجہ عبدالحی نے مرتب کیا۔ اس میں ۹۹ خطوط ہیں جن میں زیادہ تر اہل سنت کے عقائد اور مسائل تصوف کی وضاحت ہے اور شیعوں کے رد میں مدلل بحث ہے۔ دفتر سوم کا نام معرفت الحقائق ہے اور اس کا سال تاریخ لفظ ثالث (۱۰۳۱) سے نکالا گیا ہے۔ اسے خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری نے ۱۶۲۲ء میں حضرت مجدد کی وفات سے اڑھائی تین سال پہلے ترتیب دیا۔ اس میں ۱۱۵ خطوط ہیں۔ بعد میں ۹ خطوط کا اضافہ ہوا۔ ان میں بیشتر وہ خطوط ہیں جو قلعہ گوالیار کی قید کے دوران لکھے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مجددؒ کے دو معجزے ہیں۔ ایک ان کی عالی قدر اولاد اور دوسرے ان کے مکتوبات۔ تصوف کے ادب میں بہت کم کتابوں کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی جو ان مکتوبات کے حصے میں آئی۔ جلد ہی ان کا ترجمہ عربی زبان میں ہو گیا اور ممالک اسلامیہ میں ان کی وسیع اشاعت ہوئی۔ حضرت مجددؒ کے طرز تحریر، انشائی حسن اور عالمانہ ابلاغ نے مکتوبات کی تاثیر میں نمایاں کردار انجام دیا ہے۔ حسب حال عربی اور فارسی اشعار نفس مضمون کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ ان میں معانی کا دریا محدود الفاظ کے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مکتوبات خطیبانہ جوش اور پر سوز دل کے جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

اقوال زریں

حضرت مجدد کے مکتوبات اور رسائل، تمام کے تمام ایسے ملفوظات ہیں جو طالب حق کے لئے اکسیر ہیں۔ ان سب کا خلاصہ بھی اس کتاب میں درج کرنا ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے احوال اور کارناموں پر بحث (جو آگے آئیگی) بھی انہی ملفوظات پر مبنی ہے۔ تاہم یہاں تبرکاً چند مکتوبات کے صرف ان

www.maktabah.org

حصوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جو عام سالک کی رہنمائی کے لئے ضروری ہیں۔ اس انتخاب میں مکتوبات کی ترتیب بھی پیش نظر رکھی گئی ہے:

۱) حدیث قدسی میں ہے کہ "ابرار کو میری ملاقات کا شوق دامن گیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے زیادہ رکھتا ہوں"۔ واصلین کو شوق نہیں ہوتا کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا متقاضی ہے۔ مثلاً انسان اپنی ذات کا مشتاق نہیں ہوتا حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ واصل کا حال حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ سے اس کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا انسان کو اپنی ذات سے۔ (مکتوب ۲۶ دفتر اول)۔

۲) فرائض کے مقابلہ میں نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل سے بہتر ہے۔ زکوٰۃ کے حساب میں ایک دمڑی دینا سونے کے پہاڑ بطور نفلی صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ اسی طرح ایک ادب کی رعایت کرنا اور ایک مکروہ سے بچنا، ذکر و فکر و مراقبہ سے بہتر ہے۔ (مکتوب ۲۹ دفتر اول)

۳) اس دنیا میں جو کہ آزمائش و امتحان کی جگہ ہے دوست دشمن کو ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (میری رحمت ہر چیز پر پھیلی ہے)۔ قیامت کے دن دوست اور دشمن جدا ہو جائیں گے۔ قرآن پاک کی آیت وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (اے مجرمو آج کے دن الگ ہو جاؤ)۔ اس وقت رحمت دوستوں کے حصہ میں آئے گی اور دشمن محروم ہو جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت آخرت میں نیکوں کے لئے مخصوص کیا ہے (مکتوب ۹۶ دفتر اول)۔

۴) بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ دوسروں نے تاویل یوں کی کہ اس ولایت سے مراد خود اس نبی کی ولایت ہے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تنگی سینہ کے سبب خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے جبکہ نبوت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب نہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ خلق کی طرف توجہ میں رکاوٹ ہے

www.maktabah.org

اور نہ خلق کی طرف توجہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کے مانع ہے۔(مکتوب ۱۰۸ دفتر اول)

۵)استطاعت یعنی سفر حج کے مصارف کا موجود ہونا فرضیت حج کے لئے شرط ہے۔بغیر استطاعت حج کے لئے نکل کھڑا ہونا تضیع اوقات ہے(مکتوب ۲۴ دفتر اول)

۶) پہلی ضروری بات یہ ہے کہ اپنا عقیدہ علمائے اہل سنت و جماعت کے موافق درست کریں کیونکہ فرقہ ناجیہ یہی بزرگ اور ان کے پیرو ہیں اور یہی آنحضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کے طریق پر ہیں(مکتوب ۱۹۳ دفتر اول)

۷)موت سے پہلے تین کام کرنے چاہیں۔اول اعتقاد کی درستی۔دوم فقہ کا علم اور اس پر عمل۔سوم سلوک طریق صوفیہ۔یہ سلوک اس لئے نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود اعتقادیات شرعیہ میں یقین کی زیادتی حاصل کرنا ہے تاکہ استدلال کی تنگ جگہ سے کشف کی فراخ زمین میں آجائیں۔نیز سلوک سے مقصود احکام فقہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل کرنا اور اس دشواری کو دور کرنا ہے جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے(مکتوب ۲۰۱ دفتر اول)

۸)نبی کریم ﷺ کی کامل متابعت کے نتیجہ میں جو لوگ مقام نبوت کے کمالات مکمل کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت عطا کیا جاتا ہے اور بعض کو منصب نہیں دیا جاتا حالانکہ حصول کمال کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں، فرق صرف منصب دینے یا نہ دینے کا ہے۔اس منصب امامت پر فائز شخص کو قطب ارشاد کہتے ہیں۔ دوسری حضور ﷺ کی متابعت کے نتیجہ میں جو لوگ ولایت نبوت کے کمالات مکمل کر لیتے ہیں، ان میں سے بعض کو منصب خلافت عطا کرتے ہیں اور بعض کے لئے حصول کمال ہی کافی قرار پاتا ہے اور منصب نہیں دیا جاتا۔منصب خلافت پر فائز شخص کو قطب مدار کہتے ہیں۔شیخ ابن عربیؒ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے مگر فقیر کا عقیدہ ہے کہ غوث، قطب مدار سے الگ ہے بلکہ اس کا ممد و معاون ہے(مکتوب ۲۵۶ دفتر اول)

۹)سماع و وجد مبتدی کے لئے مضر ہے اگرچہ شرائط سماع کے مطابق ہو۔منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔مبتدی اور منتہی کے درمیان متوسط حضرات میں سے صرف ان لوگوں کے لئے سماع فائدہ مند ہے جو دولت جذبہ سے مشرف نہیں اور

www.maktabah.org

ریاضت کے ذریعے مسافت طے کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ سلمیؒ فرماتے ہیں کہ محفل سماع میں شریک ہونے والے کو چاہیے کہ دل زندہ اور نفس مردہ کے ساتھ شریک ہو اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اسکے لئے سماع حلال نہیں (مکتوب ۲۸۵ دفتر اول)۔

۱۰) صوفیہ کے اعتقادات وہی ہیں جو علمائے اہل حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل واستدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیہ کو کشف والہام سے۔ پس سالک کو چاہیے کہ اہل حق کی تقلید کو لازم جانے۔ سالک کا کشف جو وحی کے احکام کا مخالف ہو، خطا اور غلط ہے۔ سالک کو قرب الٰہی کے عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور یہ عروج شیخ کامل مکمل کی توجہ و تصرف پر موقوف ہے (مکتوب ۲۸۶ دفتر اول)

۱۱) اس راستے کے سالک یا مراد ہیں یا مرید۔ اگر مراد ہیں تو کشش و محبت کے طریق سے ان کو کھینچ کر اعلیٰ مطلب تک پہنچادیں گے۔ حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔ "اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے"۔ اگر مرید ہیں تو ان کا کام پیر کامل مکمل کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے۔ ان کے لئے ایسا پیر چاہیے جو جذب و سلوک، فناوبقا، سیر الی اللہ، سیر فی اللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ سے بہرہ ور ہو۔ مرید اپنے آپ کو کلی طور پر اس کے حوالے کردے اور اپنی توجہ ہر طرف سے پھیر کر پیر کی طرف کرلے۔ وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے آداب کی رعایت ضروری ہے۔ مثلاً جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑے۔ پیر کے مصلیٰ پر پاؤں نہ رکھے۔ اس کے سامنے کھائے پیے نہیں، کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ پیر کی غیر حاضری میں بھی جس طرف کہ وہ ہو اس طرف پاؤں نہ پھیلائے۔

پیر کے الہام میں خطا ہو سکتی ہے مگر یہ اجتہادی خطا کی طرح ہے۔ اس پر ملامت جائز نہیں۔ جو واقعہ پیش آئے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور تعبیر اسی سے طلب کرے۔ اس سے بلند آواز میں بات نہ کرے۔ جو فیوض و برکات حاصل ہوں، ان کو پیر کی وساطت سے تصور کرے۔ اگر مرید فناوبقا کے مرتبہ پر پہنچ جائے تو وہ اپنے الہام کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ مشائخ کا قول کہ پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، سے مراد روح کا زندہ کرنا اور روح کا مارنا ہے۔ حیات و موت سے مراد فناوبقا ہے۔ (مکتوب ۲۹۲ دفتر اول)

www.maktabah.org

۱۲)ذکر سے مراد غفلت دور کرنا ہے نہ یہ کہ نفی اثبات یا اسم ذات کا محض تکرار۔ اس طرح شرعی احکام کی بجا آوری اور شرعی نواہی سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے۔ لیکن وہ ذکر جو مذکور (اللہ تعالیٰ) کے اسم وصفت کے ساتھ ہو، جلدی اثر کرنے والا اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور اس تک جلدی پہنچانے والا ہے (مکتوب ۴۶ دفتر دوم)

۱۳)جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے اسی طرح طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ کافر شریعت مردود ہے کیونکہ یہ کفر سرکشی کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے اور کافر طریقت مقبول ہے کیونکہ یہ کفر محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اہل سُکر کے لئے بڑی شرط ماسوائے حق کی فراموشی ہے۔ منصور باوجود انا الحق کہنے کے ہر رات قید خانہ میں بھاری زنجیر کے ساتھ پانچ سو رکعت ادا کرتا تھا (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

۱۴)ولی کی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ انہیں خود اپنی ولایت کا علم نہیں تو دوسروں کے لئے ان کی ولایت کا علم کیسے ضروری ہو سکتا ہے۔ نبی میں خوارق کا ظہور ضروری ہے تاکہ نبی اور غیر نبی میں امتیاز کیا جا سکے کیونکہ نبی کی نبوت کا علم واجب ہے اور ولی چونکہ لوگوں کو اپنے نبی کی شریعت کی دعوت دیتا ہے اس لئے اس کے واسطے نبی کا معجزہ کافی ہے۔ تاہم مرید ہر گھڑی اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا ہے کیونکہ پیر نے اس کے مردہ دل کو زندہ کر کے مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کا زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب کا زندہ کرنا بڑی خوبی ہے کیونکہ جسم کی زندگی چند روزہ ہے اور قلب کا زندہ کرنا ہمیشہ کی زندگی کا وسیلہ ہے (مکتوب ۹۶ دفتر دوم)

۱۵)پیر وصول الی اللہ کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب اپنا رشد دوسرے شیخ کے پاس دیکھے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں بغیر اجازت اس شیخ کے پاس جائے لیکن اسے چاہیے کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے (مکتوب ۱۶۳ دفتر دوم)

۱۶)آیت لَا یَمسّہٗ اِلّا المُطَهَّرُوْن۔ (اس (قرآن پاک) کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں) کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے پوشیدہ اسرار کا مساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلقات بشری کی آلودگی سے پاک ہوں، ان کے نفوس ہوا و ہوس، شرک جلی و خفی اور آفاقی و انفسی خداؤں سے پاک ہوں۔ اس حالت کے حصول

www.maktabah.org

سے تلاوت کرنا ابرار کے اعمال میں داخل ہے اور اس حالت کے حصول کے بعد قرآن مجید کی تلاوت مقربین (واصلین) کے اعمال میں سے ہے۔ ابرار کے اعمال عبادات میں سے ہیں اور مقربین کے اعمال تفکرات میں سے۔ ایک گھڑی تفکر کرنا ایک سال یا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تفکر کا مطلب یہ ہے کہ باطل سے نکل کر حق میں مستغرق ہو جائے (مکتوب ۴ دفتر سوم)۔

۱۷) بدن سے تعلق سے پہلے روح عالم مثال میں تھی۔ بدن سے جدائی کے بعد دوبارہ عالم مثال میں چلی جائے گی۔ پس عذابِ قبر عالم مثال میں ہوگا اور وہ اس درد والم کی مانند ہوگا جو خواب میں عالم مثال میں محسوس کرتے ہیں۔ عالم ممکنات کی تین قسمیں ہیں: عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد۔ عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہا گیا ہے۔ عالم مثال دیکھنے کے واسطے ہے، رہنے کے واسطے نہیں۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عالموں کا صرف آئینہ ہے (مکتوب ۳۱ دفتر سوم)۔

۱۸) جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہیے کہ شیخ پہلے اس کو استخارہ کا حکم دے۔ تین سے سات استخارہ تک تکرار کرائے۔ سب سے پہلے طالب کو طریق توبہ کی تعلیم دے۔ پھر وہ طریق اور ذکر تلقین کرے جو اس کی قابلیت کے مناسب ہو اور اس کے معاملہ میں توجہ کو کام میں لائے۔ نیز اسے ترغیب دے کہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی متابعت کرے اور تاکید کرے کہ حرام و مشتبہ لقمہ میں بہت احتیاط کرے (رسالہ مبدأ و معاد)۔

۱۹) پیر کے حقوق تمام حقوق والوں سے زیادہ ہیں، حق تعالیٰ کے انعامات اور آنحضور ﷺ کے احسانات کے بعد۔ اگرچہ ظاہری ولادت والدین سے ہے مگر ولادت معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہے اور معنوی ولادت کی زندگی ابدی ہے۔ پیرؒ کے وسیلہ سے حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں جو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے (رسالہ مبدأ و معاد)۔

کرامات و تصرفات

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سیاسی، معاشرتی، مذہبی اور روحانی میدانوں میں جو انقلاب آفریں اثرات مرتب کیے،

www.maktabah.org

ان کو دیکھتے ہوئے آپ کی ذات کے حوالے سے کرامت ایک چھوٹا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ کرامات سے نہ کسی ولی اللہ کی شان بڑھتی ہے اور نہ کرامات کی عدم موجودگی سے شان کم ہوتی ہے کیونکہ کرامت شرط ولایت نہیں۔ تاہم چونکہ اہل اللہ سے خوارق و تصرفات کا ظہور ہوتا ہے اس لئے ان امور کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہے۔

۱) آپ نے ایک شخص کو ولایت ابراہیمی کی بشارت دی۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ کاش مجھے خود بھی معلوم ہو جاتا۔ رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت کو بھی وہاں موجود پایا۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ وہ شخص صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ آپ نے خود ہی فرمایا کہ جو کچھ کہہ دیا ہے اس میں تردد مت کرو۔

۲) فرمایا کہ میرے علم میں ہے کہ اہل ہند میں بھی بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے اور ہند کے بعض شہروں میں آج بھی ان انبیاء کے انوار مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ میں ان شہروں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ ان پیغمبروں میں سے بعض پر کوئی بھی ایمان نہ لایا، بعض پر ایک، بعض پر دو اور کسی پر تین شخص ایمان لائے۔ تین سے زیادہ کسی ایک نبی پر ایمان لانے والے نظر نہیں آتے (مکتوب ۲۵۹ دفتر اول)۔

۳) ایک دن آپ حلقہ ذکر میں تھے کہ آپ پر منکشف ہوا کہ ایک شخص کو زمرۂ اشقیاء میں داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ شخص شیخ طاہر لاہوری تھے۔ چنانچہ وہ ایک کافرہ عورت پر فریفتہ ہو کر مرتد ہو گئے۔ وہ حضرت کے صاحبزادوں خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ کے استاد تھے۔ آپ ان کی شقاوت دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ قضائے مبرم ہے اس لئے مایوس ہو گیا۔ پھر خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظمؒ کا قول ہے کہ میرے سوا کسی کو قضائے مبرم میں تصرف حاصل نہیں۔ میں نے عرض کی کہ الٰہی جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے تو میں بھی امیدوار ہوں۔ چنانچہ میری دعا قبول ہوئی اور شیخ طاہر کو اس بلا سے نجات مل گئی اور بلند درجات تک پہنچے۔ (مکتوب ۲۱۷ دفتر اول)

www.maktabah.org

۴) ایک شخص نے طریقہ قادریہ میں آپ سے بیعت کی۔ کسی نے اس کی سفارش کی کہ اسے حضرت غوث الاعظمؒ سے بھی ملادیجئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ مکان سے باہر تشریف لائے اور اس شخص سے فرمایا کہ قطب ستارہ کی طرف دیکھو۔ اس نے جو دیکھا تو اس میں سے ایک شخص سیاہ کمبل اوڑھے تیر کی طرح اس جگہ آئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت غوث الاعظمؒ ہیں۔ وہ شخص آپ کا قدم بوس ہوا۔ بعد ازاں حضرت غوث الاعظمؒ رخصت ہو کر اسی ستارہ میں غائب ہو گئے۔

۵) آپ کے ایک خادم کا سلوک مکمل نہیں ہوا تھا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور توجہ شروع کی۔ اس دوران اس سے حال دریافت فرماتے جاتے تھے وہ بیان کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ سلوک کی تکمیل ہو گئی اور ساتھ ہی اس نے وفات پائی۔

۶) ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری نعش حضرت کے پاس لے جانا اور عرض کرنا کہ داخل طریق کر لیں کیونکہ آپ اموات کو نسبت عطا کرتے تھے۔ اس کا لڑکا اس کا جنازہ آپ کی خدمت میں لایا۔ فرمایا کہ کل معلوم ہو جائے گا۔ دوسرے دن اس کے لڑکے نے حلقہ میں دیکھا کہ اس کا باپ آپ کے قریب بیٹھا ذکر میں مصروف ہے۔

۷) ایک شخص نے آپ کو خط لکھا کہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کی ایک ہی صحبت میں اولیاء اللہ سے افضل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس سوال کا حل صحبت پر موقوف ہے۔ چنانچہ وہ شخص حاضر ہوا اور پہلی ہی صحبت میں وہ حالت پیدا ہو گئی کہ بیان سے باہر ہے۔ فرمایا آج میں نے تیرا ورق پلٹ دیا۔ تیری سمجھ میں آگیا ہو گا۔ اس نے سر قدموں پر رکھ دیا۔

۸) ملکہ نور جہاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے بادشاہ جہانگیر اور شہزادہ شاہجہاں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے کیونکہ ملکہ اپنے داماد شہریار کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی۔ چنانچہ شاہ جہاں نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ دہلی کے بعض مشائخ نے شاہ جہان کو فتح کی خوش خبری دی مگر اس نے حضرت مجددؒ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے مگر آخر کار شہزادہ کرسی نشین ہو گا۔

www.maktabah.org

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بغاوت میں شاہجہان کو شکست ہوئی مگر آخر کار وہی تخت نشین ہوا۔

۹) عبدالرحیم خانخاناں دکن کا صوبہ دار تھا۔ اسے ملک عنبر کے تحت احمد نگر کی افواج کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی اور احمد نگر پر دوبارہ نظام شاہ کا قبضہ ہو گیا (۱۶۰۹)۔ خانخاناں سے ناراض ہو کر جہانگیر نے اسے دارالسلطنت میں طلب کیا۔ خانخاناں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے حضرت کے خلیفہ میر محمد نعمانؒ سے مدد طلب کی۔ انہوں نے خانخاناں کی سفارش میں حضرت کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا: "تمہارے خط کا مطالعہ کرتے وقت خانخاناں عالی قدر نظر آیا۔ اسے اس معاملہ میں خاطر جمع رکھنا چاہیے"۔ میر صاحب نے یہ خط خانخاناں کو بھیج دیا۔ اس کے چند روز بعد ہی بادشاہ خانخاناں سے راضی ہو گیا اور اسے خلعت عطا کر کے بحال کر دیا۔

۱۰) ایک امیر کو بادشاہ نے سخت غصے میں لاہور طلب کیا۔ معاملہ ایسا تھا کہ لوگوں کا خیال تھا کہ اسے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر مروادیا جائے گا۔ وہ سرہند شریف پہنچا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اس قدر خوف زدہ تھا کہ اس نے درخواست کی کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں، یہ اپنے قلم سے لکھ دیں۔ اس پر آپ مسکرا پڑے اور یہ الفاظ لکھ دیے: "جب فلاں نے غضب سلطانی، جو غضب الٰہی کا نمونہ ہے، کے خوف سے فقراء سے رجوع کیا تو فقراء نے اسے اپنی ذمہ داری میں لے لیا اور اس ہلاکت انگیزی سے نجات دلائی"۔ چند روز بعد کسی نے حضرت سے کہا کہ بادشاہ نے اس امیر کو قید کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خبر صحیح نہیں کیونکہ فقراء کو اس کے حق میں بادشاہ کی شفقت روز روشن کی طرح معلوم ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ نے اسے دیکھ کر تبسم کیا اور چند نصیحت آمیز کلمات کے بعد خلعت دے کر بحال کر دیا۔

۱۱) ۱۶۲۲ء میں آپ لشکر شاہی کے ساتھ اجمیر تشریف لے گئے۔ حضرت نے خواجہ اجمیریؒ کے مزار پر طویل مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ حضرت خواجہؒ نے حق مہمانی ادا کیا۔ مزار کے خادموں نے مزار کا قبر پوش پیش کیا تو آپ نے اسے مودبانہ وصول کر کے فرمایا کہ یہ لباس حضرت خواجہ سے بہت نزدیک رہا ہے اس لئے اسے

www.maktabah.org

میرے کفن کے لئے سنبھال رکھا جائے۔

یہیں برسات کے موسم میں ماہ رمضان آیا۔ ایک تنگ مسجد میں نماز تراویح پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ گرمی اور پسینہ سے نمازی پریشان ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر ختم سننے کا ارادہ ہے، اگر بارش نہ ہوئی تو صحن میں سنیں گے اور یہ بڑی نعمت ہو گی۔ چنانچہ ستائیسویں تک آپ نے چار ختم صحن میں سنے اور بارش نہ ہوئی۔ اسی مسجد کی ایک دیوار اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ گرنے کے قریب تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک فقراء یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، یہ رعایت کر کے نہیں گرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہو کر ایک میل ہی گئے ہونگے کہ وہ دیوار گر پڑی۔

۱۲) طویل بیماری میں مبتلا ایک شخص نے آپ کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ لکھا۔ آپ نے جواب میں اسے مرض قلبی کی فکر کرنے کی تلقین کی۔ پھر دعا فرمائی اور اسے اپنا پیرہن ارسال کیا۔ پیرہن کا پہننا تھا کہ اسے شفا ہو گئی۔

۱۳) آپ کے مرید سید رحمت اللہ کا بیان ہے کہ ہم دو تین درویش دکن کے علاقہ میں ایک صحرا سے گذر رہے تھے کہ ہمیں ویران جگہ میں ایک بت خانہ نظر آیا۔ ہم نے حضرت سے سن رکھا تھا کہ بتوں اور بت پرستوں کی توہین سے بہت ثواب ملتا ہے۔ وہاں کوئی نگہبان نہ تھا اس لئے ہم نے بت کو توڑ دیا اور بت خانہ کی دیواریں گرانے لگے۔ دور سے کسی کاشتکار نے ہمیں دیکھ کر گاؤں والوں کو خبر کر دی۔ وہ لاٹھیاں اور اسلحہ لے کر ہم پر چڑھ دوڑے۔ ہمارے لئے بھاگ جانا بھی دشوار تھا چنانچہ میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اچانک میرے کان میں آواز آئی: "اطمینان رکھو۔ تمہاری حفاظت کے لئے لشکر اسلام بھیج رہا ہوں"۔ میں حیران ہوا کہ بت پرست تو بالکل قریب آ گئے ہیں، لشکر کہاں سے آئے گا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ٹیلے پر سے تیں چالیس سواروں کا دستہ ظاہر ہوا جسے دیکھ کر کفار بھاگ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مسلمان نواحی گاؤں میں کسی تقریب میں آئے ہوئے تھے۔ گاؤں کے ایک مسلمان نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا اور اسی وقت مدد کو آ گئے۔

۱۴) آپ کے مخلص سید جمال بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگل میں اچانک ایک شیر میرے سامنے آ گیا۔ میں اس کی ہیبت سے بے حس و حرکت ہو گیا۔ میں نے آنکھ

www.maktabah.org

بند کر کے حضرت کی طرف توجہ کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک عصا لیے دوڑے آ رہے ہیں اور آپ نے وہ عصا شیر کے منہ پر مارا۔ میں نے آنکھ کھولی تو نہ وہاں حضرت تھے اور نہ شیر۔

۱۵)ایک دفعہ آپ سیر کو نکلے۔ دھوپ کی شدت اور گردو غبار سے اصحاب تکلیف محسوس کرنے لگے۔ آپ نے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور زیر لب کچھ کہا۔ فی الفور بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور اس نے جماعت پر سایہ کر دیا۔ معمولی بوندیں بھی پڑیں جس سے گردو غبار بیٹھ گیا حالانکہ یہ بارش کا موسم نہ تھا۔

۱۶)ایک سید طالب علم کا بیان ہے کہ میں حضرت معاویہؓ کے بارے میں دل میں نفرت رکھتا تھا۔ ایک روز مکتوبات کے مطالعہ کے دوران پڑھا کہ امام مالکؒ حضرات شیخینؓ پر سب و شتم کرنے والے پر جو حد لگاتے تھے، وہی حد حضرت معاویہؓ پر شتم کرنے والے پر لگاتے۔ میں نے ناپسندیدگی اور غصے میں مکتوبات کی کتاب زمین پر پھینک دی اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت مجددؒ غصے کی حالت میں آئے اور مجھے کان سے پکڑ کر کہا کہ آ تجھے حضرت علیؓ کے پاس لے چلوں۔ آپ مجھے ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک محل کے اندر ایک نورانی بزرگ بیٹھے تھے۔ آپ نے کہا کہ یہ حضرت علیؓ ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ "خبردار رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے کوئی کدورت دل میں نہ رکھو۔ ہم جانتے ہیں کہ کن نیک نیتوں سے ہمارے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ شیخ احمد کی تحریروں سے ہرگز روگردانی نہ کرنا"۔ اس کے باوجود میرا دل صاف نہ ہوا تو حضرت علیؓ نے شیخ سے فرمایا کہ اسے تھپڑ ماریں۔ آپ نے مجھے زور سے تھپڑ رسید کیا اور میرا دل کدورت سے پاک ہو گیا۔ ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔

۱۷)سرہند شریف کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ایک مخلص اپنے بیمار رشتہ دار کی صحت کی دعا کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے فاتحہ مغفرت پڑھتے ہیں۔ وہ شخص دل میں پریشان سا ہو کر گھر لوٹا تو معلوم ہوا کہ جس وقت آپ نے فاتحہ پڑھی اس وقت مریض فوت ہو چکا تھا۔

۱۸)آپ کے چھوٹے بھائی شیخ محمد مسعودؒ تجارت کی غرض سے قندھار گئے

www.maktabah.org

ہوئے تھے۔ ایک صبح آپ نے خادم سے فرمایا کہ میں نے چشم مکاشفہ سے بھائی کو تلاش کیا مگر روئے زمین پر اسے کہیں نہیں پایا۔ البتہ اس کی تازہ قبر نظر آئی۔ سامعین نے تاریخ اور دن لکھ لیا۔ واپس آنے والے ساتھیوں نے حضرت کے بیان کی تصدیق کر دی۔

۱۹) ایک امیر نے آپ سے عرض کیا کہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں لیکن میری کوئی اولاد نہیں۔ دعا فرمائیں۔ آپ کچھ دیر مراقب رہے پھر فرمایا کہ لوح محفوظ میں اس بیوی سے تمہاری کوئی اولاد نہیں۔ البتہ دوسری بیوی سے اولاد ہو گی۔ اس نے دوسری شادی کی اور اس سے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئی۔

۲۰) ایک سوداگر کی نیل کی ایک بوری چوری ہو گئی۔ اس نے آپ کے ایک رشتہ دار نوجوان پر چوری کا الزام لگایا وہ نوجوان خوف کے مارے بھاگ گیا۔ کوتوال نے اس سلسلہ میں آپ کو طلب کر لیا۔ آپ نے درویشوں کو ادھر ادھر بھیج دیا تا کہ وہ غصہ نہ کریں اور خود ایک خادم کے ساتھ پا پیادہ کوتوال کے پاس چلے گئے۔ وہ بڑی گستاخی سے پیش آیا مگر آپ نے ہر بات کا نرمی سے جواب دیا۔ اس بے ادبی پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ کوتوال اور علاقہ کے حاکم کے درمیان جھگڑا ہوا۔ کوتوال اپنے بیس تیس عزیزوں کے ساتھ ایک بالاخانہ پر چڑھ گیا جو بارود سے پُر تھا۔ اچانک بارود میں آگ لگ گئی اور کوتوال اور اس کے ساتھیوں کا نام و نشان نہ رہا۔

حضرت مجددؒ کی اولاد و خلفاء

حضرت مجددؒ کی اولاد کے بارے میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے فرمایا تھا کہ وہ سب اسرار الٰہی اور شجرہ طیبہ ہیں اور عجیب دل کے مالک ہیں۔ آپ کی اولاد کی تعداد دس ہے جس میں سات بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

حضرت خواجہ محمد صادقؒ

آپ حضرت مجددؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جب حضرت مجددؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی بیعت کی تو آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ بھی والد گرامی کے ساتھ تھے اور آپ نے بھی اسی وقت حضرت خواجہؒ کی بیعت کی۔ آپ پر استغراق کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس

www.maktabah.org

کااثر کم کرنے کے لئے حضرت خواجہؒ آپ کو بازاری کھانا کھلاتے تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی اور اٹھارہ سال کی عمر میں تعلیم مکمل کر کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی نظر کشفی ایسی صحیح تھی کہ حضرت خواجہؒ آپ سے حالات دریافت فرماتے، قبروں پر اپنے ہمراہ لے جاتے اور اموات کے بارے میں دریافت فرماتے۔ آپ کے چچا شیخ محمد مسعودؒ تجارت کی غرض سے سفر پر روانہ ہوئے تو ان کو رخصت کرنے کے لئے سب شہر سے باہر گئے۔ راستے میں حضرت مجددؒ کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحدؒ کا مزار تھا۔ خواجہ محمد صادق فرمانے لگے کہ دادا حضرت، چچا جان کو سفر سے منع فرماتے ہیں مگر چونکہ آپ بچہ تھے کسی نے آپ کی بات کو اہمیت نہ دی۔ چنانچہ شیخ محمد مسعود سفر میں انتقال فرما گئے اور مال بھی ضائع ہو گیا۔

اکیس برس کی عمر میں حضرت مجددؒ نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اپنے متعدد مکتوبات میں حضرت نے ان کی شان میں لکھا ہے۔ فرمایا کہ میرا بیٹا میرے معارف کا مجموعہ ہے۔ وہ محرم اسرار اور خطا سے محفوظ ہے۔ جب آپ کی عمر چوبیس برس ہو گئی تو سرہند شریف میں طاعون کی وبا پھیلی۔ لوگ بڑی تعداد میں مرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ یہ وبا لقمہ تر چاہتی ہے۔ جب تک ہم نہ جائیں گے، اسے تسکین نہ ہو گی۔ چنانچہ طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر دو شنبہ (پیر) کے دن ۹ ربیع الاوّل

۱۰۲۵

۱۰۲۵ھ کو وصال فرمایا۔ تاریخ وفات بھی "دو شنبہ نہم ربیع الاوّل" کے الفاظ سے نکلتی ہے۔

آپ کی وفات سے ایک دو دن پہلے آپ کے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ اور بہن ام کلثوم نے اسی وبا میں وصال فرمایا تھا۔ ان تینوں کو ان کے جد امجد کے مزار میں دفن کیا گیا۔ جب خواجہ محمد صادق فوت ہوئے تو حضرت مجددؒ نے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ مجھے چند ماہ پہلے ایک بلند نور دکھایا گیا تھا جو میری رہائش کے ایک گوشہ میں تھا۔ میری خواہش تھی کہ وہ جگہ میرا مدفن ہو۔ میں نے یہ راز اپنے بیٹے کو بتا دیا اور وہ اس دولت کی طرف مجھ پر سبقت لے گیا۔ چنانچہ خواجہ محمد صادقؒ کو اس خاص جگہ دفن کیا گیا۔ حضرت نے بعد میں اس پر قبہ تعمیر کر دیا۔ وفات کے بعد خود بھی اسی قبہ میں اپنے فرزند کے پہلو میں دفن ہوئے۔

www.maktabah.org

خواجہ محمد صادقؒ کی وفات کے بعد سرہند شریف کے علاقہ میں وبا کا زور تھم گیا۔ جو بیمار تھے، صحت یاب ہو گئے۔ خواب میں لوگوں نے دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میں نے وبا کو اپنے اوپر لے لیا ہے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ جو کوئی حضرت محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ کا نام پانی میں تر کر کے پی جائے، وبا سے محفوظ رہے گا۔ صدہا لوگوں نے اس کا تجربہ کیا۔ حضرت مجددؒ کو اپنی اولاد کی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ فرمایا کہ میرا فرزند حق جل وعلا کی آیتوں میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ اس نے ولایت موسوی کو نقطہ آخر تک پہنچایا ہوا تھا۔

حضرت خواجہ محمد سعیدؒ

آپ حضرت مجددؒ کے فرزند ثانی تھے اور ''خازن'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ولادت ۱۰۰۵ھ میں بمقام سرہند شریف ہوئی۔ بچپن سے ولایت کے آثار ظاہر تھے۔ چار پانچ سال کی عمر میں ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے تو جواب دیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو چاہتا ہے۔ حضرت مجددؒ نے اس بات کا ذکر حضرت خواجہؒ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ محمد سعید نے حریفی اور رندی کی اور ہم سے غائبانہ بازی لے گیا۔

علوم ظاہری اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ اور شیخ طاہر لاہوریؒ سے حاصل کیے اور کچھ سبق اپنے والد سے پڑھے۔ قرآن مجید کو تجوید سے پڑھا اور حدیث کی سند جید حاصل کی۔ فقہ میں ایسا ید طولیٰ رکھتے تھے کہ خود حضرت مجددؒ کو کسی مسئلہ میں تحقیق کی ضرورت پیش آتی تو آپ سے دریافت فرماتے۔ ایک بار لاہور میں اپنے چھوٹے بھائی خواجہ محمد معصومؒ کے ساتھ علماء ومشائخ کی ایک محفل میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ سجدہ تعظیمی پر بحث شروع ہوئی۔ سارے جید علماء ایک طرف تھے اور یہ نوعمر بھائی ایک طرف تھے۔ آپ نے اصول وفروع سے ایسا استدلال پیش کیا کہ سب حیران رہ گئے۔

سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے اور اپنے والد گرامی سے طریقہ کی تعلیم شروع کی اور حضرت کی وفات تک کسب کمالات باطنی کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ محمد سعید علمائے راسخین میں سے ہیں اور زمرۂ سابقین میں داخل ہیں۔ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلعت خلت انہیں عطا ہوئی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ خازن رحمت الٰہی ہیں اور قیامت کے دن خزائن رحمت کی تقسیم ان کے سپرد

www.maktabah.org

ہو گی۔ فرمایا کہ ہر قطب کے دو امام ہوتے ہیں، میرے امام محمد سعید اور محمد معصوم ہیں۔

جب دارا شکوہ اور اورنگ زیب کے درمیان جنگ تخت نشینی ہوئی تو ان دنوں آپ سفر حج پر جا رہے تھے۔ راستے میں اورنگ زیب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ فتح اس کی جو ترویج شریعت کرے۔ اورنگ زیب نے کہا کہ میرا یہی ارادہ ہے۔ فرمایا: تو انشاء اللہ فتح ہو گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔

آپ حج اور زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے۔ آٹھ مرتبہ آپ نے آنحضور ﷺ کو ظاہری آنکھ سے دیکھا۔ ایک دن مسجد نبوی میں نوافل ادا کر رہے تھے کہ روضہ نبوی سے آواز آئی العجل العجل فانا منتظرون الیک (جلدی کر جلدی کر کیونکہ ہم تمہارے انتظار میں ہیں)۔

بادشاہ اورنگ زیب اس خاندان کا معتقد تھا۔ اس نے بڑی التجا سے اپنے پاس دہلی بلایا۔ آپ کافی دن وہاں مقیم رہے اور وہیں بیمار پڑ گئے۔ جب شاہی اطباء کا علاج بھی ناکام رہا تو آپ واپس سرہند شریف کے لئے روانہ ہوئے اور راستے میں سرہند سے ۳۶ میل دور سنبھالکہ کے مقام پر ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔ نعش مبارک سرہند شریف لا کر حضرت مجددؒ کے قبہ کے اندر آپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔

آپ کے فرزند پنجم شیخ عبدالاحد نے بڑی شہرت پائی۔ آپ کو گلگوں رخسار کی وجہ سے "شاہ گل" کہتے تھے اور آپ وحدتؔ تخلص کرتے تھے۔ پندرہ بیس سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حج کیا اور اس دوران میں کیفیات وواردات پر عربی زبان میں رسالہ تحریر کیا۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات پر آپ اپنے چچا خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت خواجہ آپ کو مجسم عقل قرار دیتے تھے اور آپ کے روحانی کمالات کے بارے میں بہت کچھ فرماتے تھے۔ متعدد تصانیف کے علاوہ ایک دیوان اور مثنوی چارچمن آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے اشعار میں سے بطور نمونہ ایک شعر درج ہے:

دل بہر نقش نہ بندیم برنگ وحدت
نقشبندیست کزو بوئے وفا یافتہ ایم

(ہم ہر نقش کے ساتھ دل نہیں لگاتے۔ ایک نقش بند ہے جس سے ہم نے وفا کی خوشبو حاصل کی ہے)۔ اٹھتر سال کی عمر میں ۷ ذوالحج ۱۱۲۶ھ کو وفات پائی۔

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد معصومؒ آپ حضرت مجددؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ان کے حالات اگلے باب میں بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد فرخؒ آپ حضرت مجددؒ کے چوتھے فرزند تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں مرض طاعون میں وصال فرمایا۔ حضرت ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ محمد فرخ کے بارے میں کیا لکھوں۔ گیارہ سال کی عمر میں کافیہ (نحو کی مشکل کتاب) پڑھتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے لرزاں رہتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد عیسیٰؒ حضرت کے پانچویں فرزند جو آٹھ سال کی عمر میں اسی طاعون کی وبا میں فوت ہو گئے۔ حضرت مجددؒ لکھتے ہیں کہ اس چھوٹی عمر میں بھی ان سے کرامات کا ظہور ہوا۔

حضرت خواجہ محمد اشرفؒ حضرت کے چھٹے فرزند جو دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

حضرت خواجہ محمد یحییٰؒ حضرت مجددؒ کے سب سے چھوٹے ساتویں فرزند تھے۔ ۱۰۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے حضرت پر اس آیت قرآنی کا الہام ہوا: اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ ن اسْمُهٗ يَحْيٰى (ہم تمہیں ایک بیٹے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے)۔ اس اشارہ کے مطابق آپ کا نام محمد یحییٰ رکھا گیا۔ آپ کو بالعموم ''شاہ جی'' کہا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن شاہ سکندر کیتھلی قادریؒ نے حضرت سے کہا کہ اپنا ایک بیٹا مجھے عنایت کر دیں۔ اس وقت محمد یحییٰ وہاں موجود تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی کو لے لیں۔ چنانچہ شاہ سکندر کیتھلیؒ نے ان کو گود میں لے کر اپنی نسبت کا القاء کیا۔ اس پر آپ کو شاہ جی کہا جانے لگا۔ آٹھ نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ علوم ظاہری و باطنی اپنے بھائیوں خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ سے حاصل کیے اور حدیث کی سند شیخ عبد الحق دہلویؒ سے حاصل کی۔ دو دفعہ حج کو گئے۔ بادشاہ اورنگ زیب نے مدد معاش کے طور پر آپ کو بہت کچھ دے رکھا تھا۔ آپ نے حضرت مجددؒ کے روضہ کے شمال کی طرف کچھ فاصلے پر ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی جس کے تین گنبد اور دو چھوٹے مینار تھے۔ ساتھ حوض اور مدرسہ بھی بنوایا۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ کو وفات پائی۔ آپ کی اولاد کابل و قندھار میں موجود ہے۔

www.maktabah.org

خلفاء حضرت مجددؒ کے خلفاء کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کتاب میں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ جنوبی ایشیا کے شہروں کے علاوہ افغانستان، بدخشاں، ترکستان، قبچاق، کاشغر، یمن، شام، روم وغیرہ میں مختلف خلفاء آپ کی رہنمائی میں طریقہ کی اشاعت اور تبلیغ دین میں مصروف تھے۔ تاہم چند نام ایسے ہیں کہ ان کا ذکر ناگزیر ہے:

میر محمد نعمانؒ

خلفاء میں سب سے عالی مرتبہ حضرت میر محمد نعمانؒ بدخشی تھے۔ ۹۷۷ھ میں بدخشاں کے مقام پر پیدا ہوئے۔ شروع میں حضرت عبداللہ بلخی عشقیؒ کی بیعت کی۔ پھر جنوبی ایشیا میں آئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا اور حضرت سے ذکر و مراقبہ نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہؒ آپ پر بہت مہربان تھے۔ ایک بار ایک امیر نے درخواست کی کہ درویشوں کی روزمرہ کفالت کی اجازت دیں۔ حضرت خواجہؒ نے چند درویشوں کے بارے میں اجازت دیدی مگر میر صاحب کو ان میں شامل نہ کیا۔ کسی نے کہا کہ وہ کثیر العیال ہیں اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہیں، انہیں بھی اجازت دیں مگر آپ نے منظور نہ کیا اور فرمایا کہ وہ میرے اجزائے بدن ہیں۔ جب حضرت خواجہؒ نے حضرت مجددؒ کو اجازت ارشاد فرمائی تو میر محمد نعمان کو آپ کے سپرد کیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنی تربیت میں انہیں درجہ کمال و تکمیل تک پہنچادیا اور ملک دکن کی قطبیت عطا فرمائی۔ دکن میں آپ کو اس قدر مقبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ طالبان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے خائف ہو کر اپنے پاس بلا لیا۔ وفات ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک شہر آگرہ میں مرجع خلائق ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ

آپ بھی حضرت مجددؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے حضرت کے حالات پر ایک کتاب زبدۃ المقامات تحریر کی۔ اس میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ

www.maktabah.org

آبائی طور پر سلسلہ کبرویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم ان کے دل میں مشائخ نقشبندیہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اتفاق سے جنوبی ایشیا میں آنے کی ضرورت پڑی۔ ایک رات خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جنہوں نے سورہ نصر پڑھائی۔ برہان پور (دکن) میں میر محمد نعمان بدخشیؒ سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی زیارت خواب میں ہوئی تھی۔ ان کی بیعت کی اور دو سال تک ان سے ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ اس کے بعد میر صاحب نے انہیں حضرت مجددؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اب آپ سفر و حضر میں حضرت کی خدمت میں رہنے لگے۔ فرماتے تھے کہ میں حضرت کی ظاہری شکل کا بھی عاشق ہوں۔ مکتوبات کی تیسری جلد آپ نے مرتب کی۔ حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت دے کر برہان پور روانہ کیا۔ شخصیت میں اتنی جاذبیت تھی کہ لوگ کشاں کشاں آپ کے پاس آنے لگے۔ وہیں برہان پور میں انتقال فرمایا۔

شیخ سید آدم بنوریؒ

حضرت شیخ آدم بنوریؒ صحیح النسب سید تھے۔ پہلے لشکر شاہی میں ملازم تھے۔ ملازمت چھوڑ کر حضرت مجددؒ کے ایک خلیفہ حاجی خضرؒ کی بیعت کی۔ پھر تکمیل ارشاد کے لئے حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہنچے اور نعمت باطنی سے پوری طرح سیراب ہو گئے۔ پہلے امی محض تھے پھر ایک شدید جذبہ کے تحت قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری بھی حاصل کئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو طریق مخصوص عنایت کیا تھا جسے طریقہ احسنیہ نقشبندیہ کہتے ہیں۔ آپ میں ایسی قوت نسبت تھی کہ اول توجہ میں ہی طالب کو فنائے قلب اور نسبت نقشبندیہ پر پہنچا دیتے تھے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد چار لاکھ اور کامل خلفاء کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ خانقاہ میں ایک ہزار سے زیادہ طالبان طریقت جمع رہتے تھے جن کو کھانا آپ کے لنگر سے ملتا تھا۔ ۱۶۴۲ء میں آپ لاہور تشریف لے گئے۔ شیخ کے ساتھ اس وقت دس ہزار پٹھان تھے۔ بادشاہ شاہجہان بھی اس وقت لاہور میں تھا، اسے کہا گیا کہ شیخ کے پاس اتنی جمعیت ہے کہ اگر چاہیں تو حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ بادشاہ نے وزیر اعظم سعد اللہ خان اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کو تحقیق حالات کے لئے بھیجا۔ حضرت شیخ ان سے حسب معمول بڑی بے رخی

www.maktabah.org

سے پیش آئے چنانچہ وزیر اعظم کی رپورٹ منفی قسم کی تھی۔ بادشاہ نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ آپ حج پر چلے جائیں۔ آپ کا پہلے ہی یہ ارادہ تھا چنانچہ آپ حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں آنحضور ﷺ کے دست مبارک روضہ سے باہر آئے اور شیخ نے مصافحہ کر کے بوسہ دیا۔ حضور ﷺ کی طرف سے بشارت ہوئی۔ "اے میرے بیٹے تو میرا پڑوسی ہے"۔ چنانچہ وہیں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عثمانؓ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ شاہ ولی اللہ کے والد حضرت شیخ کے خلیفہ سے بیعت تھے۔

شیخ محمد طاہر لاہوریؒ

حافظ قرآن اور علوم عقلی و نقلی کے ماہر تھے۔ شوق طریقت غالب ہوا تو حضرت مجددؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحبزادگان خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ کی تعلیم ظاہری آپ کے سپرد ہوئی۔ کمال عجز و انکسار آپ کے مزاج کا خاصہ تھا۔ حضرت مجددؒ کے حالات میں گزر چکا ہے کہ کس طرح آپ پر شقاوت کا حملہ ہوا اور آپ راہ راست سے بھٹک گئے مگر حضرت کی دعا و برکت سے آپ سے یہ بلا دفع ہوئی۔ حضرت نے آپ کو اجازت طریقہ نقشبندیہ اور خرقہ طریقہ قادریہ و چشتیہ سے مشرف فرما کر لاہور روانہ کیا۔ آپ فقر و قناعت اور دنیا داروں سے استغنا میں فقید المثال تھے۔ کسی سے کچھ قبول نہ کرتے۔ دینیات کی کتابیں خوش خط لکھ کر اور انہیں محشیٰ کر کے فروخت کرتے اور اسی سے بسر اوقات کرتے۔ ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے تھے۔ حضرت نے آپ کو لاہور کا قطب بنا دیا۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۰۵۶ھ کو وفات پائی۔ مزار لاہور کے قبرستان میانی شریف میں ہے۔

شیخ بدیع الدین سہارنپوریؒ

آپ شروع میں حضرت سے علوم ظاہری پڑھتے تھے مگر پابند صوم و صلوٰۃ نہ تھے بلکہ عشق مجازی میں گرفتار تھے۔ حضرت نے ایک دن نصیحت کی کہ نماز پڑھا کرو اور نواہی سے پرہیز کرو۔ کہنے لگے ایسی نصیحتیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں، اس کا کیا فائدہ۔ کوئی جذب و تصرف دکھائیں تا کہ دل صاف ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا کل آنا۔ اگلے دن ان کی محبوب سے ملاقات تھی اس لئے کئی روز بعد آئے۔ حضرت نے

www.maktabah.org

فرمایا: وعدہ خلافی کی۔ خیر اب وضو کے دوگانہ پڑھ کر آؤ۔ پھر آپ کو خلوت میں ایسی توجہ کی کہ مست و بے خود ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت سے سالہا کسب فیض کیا اور مرتبہ کمال و تکمیل پر پہنچ کر اپنے وطن سہارنپور چلے گئے۔ حکومت کا دار السلطنت آگرہ وہاں سے نزدیک تھا۔ حضرت نے انہیں حکم دیا کہ آگرہ میں قیام کر کے دربار شاہی کی اصلاح کریں۔ یہاں آپ کو بڑی کامیابی ہوئی اور امراء مسخر ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد بغیر اجازت وطن آ گئے۔ اس پر حضرت بہت ناراض ہوئے۔ شیخ نے دوبارہ آگرہ جانے کی اجازت چاہی تو فرمایا: وقت وہی تھا۔ اب جاؤ یا نہ جاؤ۔ بہر کیف حضرت شیخ دوبارہ آگرہ آ گئے۔ مزاج میں تیزی تھی اس لئے دربار شاہی میں مخالفت کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت مجدد کو دربار میں بلا کر گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا (تفصیل پہلے گزر چکی ہے)۔ اس واقعہ کے بعد شیخ سہارنپور میں سکونت پذیر ہو گئے اور سلسلہ کی خوب اشاعت کی۔ آپ کا مزار وہیں ہے۔

مولانا بدر الدین سرہندیؒ

آپ نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت کی بیعت کی اور مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچے۔ حضرت ان پر بہت مہربان تھے اور انہیں اپنے عیال میں شمار کرتے۔ حضرت کی جائے نماز قالین پشمین کی تھی لیکن چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک پشم پر سجدہ مکروہ ہے اور آپ تمام ائمہ کی آراء کا خیال رکھتے تھے اس لئے آپ نے اس کے اوپر سجدہ کی جگہ پر سوتی کپڑا سی دیا تھا۔ جب وہ کپڑا میلا ہو گیا تو خادم نے اسے الگ کر کے نیا لگا دیا۔ مولانا بدر الدینؒ نے وہ پرانا کپڑا اپنی پگڑی میں رکھ لیا اور اس رات انہیں بارہ مرتبہ آنحضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ مولانا نے ایک کتاب حضرات القدس دو جلدوں میں لکھی۔ پہلی جلد میں آنحضور ﷺ سے حضرت خواجہ باقی باللہ تک اور دوسری میں حضرت مجددؒ، ان کی اولاد اور خلفاء کے حالات ہیں۔

دیگر خلفاء

دیگر خلفاء میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔ پوری تعداد شمار سے باہر ہے:
شیخ نور، شیخ حمید بنگالی، شیخ محمد صدیق، شیخ طاہر بدخشی، شیخ عبدالہادی

www.maktabah.org

بدایونی، خواجہ محمد صادق، شیخ خضر، شیخ احمد برکی، مولانا احسن برکی، مولانا محمد یوسف، مولانا کریم الدین، شیخ عبدالحی، شیخ مزمل، مولانا یار محمد قدیم، مولانا یار محمد جدید، مولانا امان اللہ وغیرہم رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت مجددؒ کے کارنامے

حضرت مجددؒ کے کارنامے ہمہ جہتی نوعیت کے ہیں۔ سیاست، مذہب، معاشرہ، تصوف غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں آپ نے انمٹ نقوش چھوڑے اور تمام شعبوں کا رخ متابعتِ رسول ﷺ کی طرف موڑ دیا۔ تصوف کے بارے میں عوام میں ایک یہ خیال پایا جاتا ہے کہ یہ معاشرہ سے آنکھیں بند کر لینے کا نام ہے اور یہ کہ صوفیہ نے ہمیشہ گوشہ نشینی اختیار کر کے مسلم معاشرہ کے مسائل سے لا تعلقی اختیار کی۔ مشائخ نقشبندیہ کا طرز عمل اس نظریہ کی نفی کرتا ہے۔ بالخصوص حضرت مجددؒ کی زندگی باطل قوتوں کے خلاف مسلسل جہاد تھا۔ آپ کے باطنی تصرفات ایک طرف طالبانِ حق کو مقام فنا و بقا اور مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچا رہے تھے تو دوسری طرف اقامت دین، تطہیر تصوف، اتباع سنت، رد بدعت اور دینی حمیت کی بیداری کا سامان کر رہے تھے۔

اس انقلاب کے لئے حضرت نے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے :

۱) اپنے خلفاء کی ایک بڑی تعداد کو اس کام کے لئے تیار کیا اور پھر جنوبی ایشیا میں اور بیرون ملک ہر طرف بھیجا تا کہ اسلام کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو دائرہ شریعت میں واپس لائیں۔ مسلم ممالک میں نامور خلفاء کی سربراہی میں صوفیہ کی جماعتیں روانہ کی گئیں۔ مولانا یار محمد قدیم طالقانیؒ کو ستر اہل ارادت کے ساتھ ترکستان و قبچاق روانہ کیا۔ مولانا فرخ حسینؒ کی قیادت میں چالیس ارادت مند یمن، شام، روم کی طرف بھیجے۔ اسی طرح دس صوفیہ مولانا صادق کابلیؒ کے تحت کاشغر کی طرف روانہ کیے۔ مولانا شیخ احمد برکیؒ کو تین دوسرے خلفاء کے ساتھ توران، بدخشاں اور خراسان کا علاقہ سپرد کیا۔ جنوبی ایشیا کے ہر شہر میں خلفاء موجود تھے۔

www.maktabah.org

۲) مختلف علاقوں کے نامور لوگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور ان مکتوبات کی بڑی کثرت سے اشاعت کی گئی۔ ان میں مذہبی امور، احکام شریعت اور حقائق سلوک پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اتباع سنت پر زور دیا گیا ہے۔

۳) دربار شاہی کے بڑے بڑے امراء کو مسخر کر کے حلقہ ارادت میں داخل کیا اور انہیں بار بار تاکید کی کہ نہ صرف اپنے ماتحت علاقوں میں اقامت دین کا اہتمام کریں بلکہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے بادشاہ کے ذہن کو بھی بدلیں۔

۴) لوگوں میں یہ بیداری پیدا کی جائے اور دینی حمیت کا احساس اجاگر کر کے عہد لیا جائے کہ خلاف اسلام احکام شاہی کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اس تحریک کو شاہی فوج میں بھی پھیلایا گیا۔

اقامت دین اقامت دین کی جو تحریک حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شروع کی تھی، اس کا پہلا موثر مظاہرہ بادشاہ اکبر کی وفات پر ہوا۔ راجا مان سنگھ اور اس کا گروہ ۱۷ سالہ شہزادہ خسرو کو تخت نشین کرنا چاہتا تھا، کیونکہ یہ شہزادہ راجا مان سنگھ کا بھانجا تھا۔ اس کی نوعمری اور الحاد کی طرف مائل طبیعت کی وجہ سے اسے اکبر کی بے راہروی پر آسانی سے چلایا جا سکتا تھا۔ لیکن حضرت خواجہؒ و حضرت مجددؒ سے متاثر امراء نے درویش صفت شیخ سید فرید بخاری کی قیادت میں یہ سازش ناکام بنادی اور جہانگیر کو تخت پر بٹھایا۔ گو کہ جہانگیر کوئی مثالی کردار نہ تھا لیکن وہ مقابلتاً بہتر امیدوار تھا۔ ان امراء نے اس سے اسلام کی حفاظت کا عہد لیا۔ چنانچہ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی زنجیر عدل آویزاں کی اور بارہ احکامات (دستور العمل) جاری کیے جن میں غیر شرعی محصولات کی منسوخی، امتناعِ شراب، غیر شرعی سزاؤں کی منسوخی، اسلامی قانون وراثت کا نفاذ اور رفاہ عامہ کے کام شامل تھے۔

جہانگیر سے وابستہ توقعات پوری نہ ہو سکیں کیونکہ وہ بہت جلد نور جہاں، اس کے باپ غیاث بیگ (اعتماد الدولہ) اور بھائی آصف خان کے زیر اثر آ گیا۔ اس گروہ نے بادشاہ کی شراب نوشی کی حوصلہ افزائی کی اور اقتدار بڑی حد تک خود سنبھال لیا۔ حضرت مجددؒ نے امرائے سلطنت سے مستقل رابطہ رکھا اور اقامت دین کی تحریک کو مسلسل آگے بڑھاتے رہے آپ کے بے شمار مکتوبات اس سلسلہ میں دربار شاہی سے منسلک افراد

www.maktabah.org

کی رہنمائی کرتے رہے۔

"بادشاہ جہان کے لئے اس طرح ہے جس طرح بدن کے لئے دل۔بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے اور اس کی خرابی ملک کو خرابی میں ڈال دیتی ہے......اس سے قبل کفار اعلانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان عاجز اور بے بس تھے۔ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت! ہائے افسوس! رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں، ان کے ماننے والے تو ذلیل و خوار ہوں اور آپ کے منکروں کی عزت اور لحاظ ہو"۔(مکتوب ۴۷ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

"ابتدائے بادشاہت میں ہی اگر مسلمانی رواج پذیر ہو گئی تو فبہا......ورنہ مسلمانوں پر سخت برے دن آجائیں گے۔الغیاث الغیاث۔اللہ کی بارگاہ میں فریاد فریاد۔دیکھئے کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت کو پہنچتا ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے"۔(مکتوب ۸۱ دفتر اول بنام لالہ بیگ)

"یہی ملازمت جو آپ رکھتے ہیں اگر اس کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کی تکمیل کے ساتھ جمع کردیں تو آپ انبیاء علیہم السلام کا کام کریں گے۔ہم فقیر لوگ اگر کئی سال بھی اس عمل میں اپنی جان لڑائیں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے

(مکتوب ۴۵ دفتر سوم بنام خان جہاں)

ایسے بے شمار خطوط خانخاناں، قلیچ خان، خان اعظم، خواجہ جہاں، صدر جہاں وغیرہم کے نام لکھے جن میں بادشاہ کی صحیح رہنمائی اور مشاورت پر زور دیا۔اسلام کی محبت یقیناً ہر مسلمان کے دل میں موجود ہوتی ہے۔حضرت مجددؒ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اس محبت کو شعور کی سطح پر بیدار کیا اور اسے منظم کر کے ایک تحریک کی شکل دی جس نے اکبر کی گمراہی کا قلع قمع کر دیا اور اس کے جانشینوں میں شاہجہاں اور اورنگ

www.maktabah.org

زیب جیسے دیندار بادشاہ پیدا ہوئے۔

دینی حمیت

اکبری عہد میں ہندو احیاء نے جارحانہ رنگ اختیار کر لیا تھا اور شعائر اسلام کی برملا بے حرمتی ہونے لگی تھی۔ متھرا کے قاضی عبدالرحیم نے مسجد بنانے کے لئے مسالہ جمع کیا تو ایک امیر اور بااثر برہمن نے اس پر قبضہ کر کے مندر تعمیر کر لیا۔ جب مسلمانوں نے اسے روکنا چاہا تو اس نے الٹا آنحضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ جب صدر الصدور نے اس برہمن کو سزا دی تو اکبر کی ہندو رانیاں سراپا احتجاج بن گئیں اور یہ واقعہ صدر الصدور کے زوال کا سبب بن گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ تھانیسر میں پیش آیا۔ ایسے واقعات نے حضرت مجددؒ کے ذہن میں شدید ردعمل پیدا کیا اور ان کا رویہ سخت ہوتا گیا۔

"غربت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں...... ہائے حسرت! ہائے ندامت! ہائے افسوس!...... آخر وہ جنون یعنی اسلامی غیرت آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے الحمد للہ...... یہ قولی جہاد جو آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے"

(مکتوب ۶۵ دفتر اول بنام خان اعظم)

"اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو عزت دینا دوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا باعث ہے...... کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا حضور ﷺ کے خلق عظیم کا حصہ ہے...... اسلام کی عزت اہل کفر کی ذلت میں ہے"۔

(مکتوب ۱۶۳ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

حضرت مجددؒ کی اس تحریک میں اس وقت مزید اثر پیدا ہوا جب آپ قید سے رہا ہو کر مستقل طور پر لشکر شاہی سے وابستہ ہو گئے۔ بادشاہ جہانگیر کا رویہ بھی واضح طور پر بدلا ہوا نظر آتا ہے۔ تزک میں وہ ایک جگہ نو مسلموں میں بدعات اور ہندو رسوم مثلاً ستی وغیرہ کی موجودگی پر سخت خفگی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے سدباب کا حکم دیتا ہے۔ کانگڑہ کی فتح پر بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ یہاں اس نے شریعت کے

www.maktabah.org

لوازمات کے اجرا کا حکم دیا اور عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔

تطہیر تصوف یہ دور اگرچہ تصوف کی مقبولیت عامہ کا دور تھا لیکن روحانی ارتقاء کے حصول کے لئے بہت سے ایسے طریقے تصوف میں داخل ہو چکے تھے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بعض متصوفین یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ احکام شریعت کی تکذیب کرتے اور شریعت ظاہر کو سطحی چیز قرار دیتے۔ وہ سنت نبوی سے لاپرواہ ہو کر ویدانتی فلسفہ یوگ سے اثرات قبول کر رہے تھے یہاں تک کہ اسلامی تصوف اور ویدانتی یوگ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں قرار دیا جا رہا تھا۔

حضرت مجددؒ کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علماء اور صوفیاء کو مکمل اتباع سنت کی طرف مائل کیا بلکہ تصوف کا مقصد ہی اتباع قرآن و سنت قرار دیا۔ اور فرمایا:

"تمام احوال و وجد ہمیں مل جائیں لیکن ہم اہل سنت و جماعت کے عقائد سے آراستہ نہ ہوں تو سب خرابی ہے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع ہوں لیکن ہم اہل سنت کے عقائد سے نوازے جائیں تو پھر کچھ خوف نہیں" (مکتوب ۹۳ دفتر اول بنام شیخ سید فرید بخاری)

اس سلسلہ میں آپ کا انقلابی اقدام وحدت الوجود کے بجائے وحدت الشہود کا نظریہ تھا۔

وحدت الشہود مفکرین کی یہ خواہش رہی ہے کہ کوئی وجود موجود ایسا تلاش کیا جائے جو تمام موجودات کا منبع ہو اور یوں پورے عالم کی وحدت کی اساس تلاش کی جا سکے۔ کسی نے پانی کو، کسی نے ہوا کو، کسی نے مادہ غیر متعینہ کو، کسی نے ذرات کو اور کسی نے تصورات کو تمام عالم کا اصل اصول قرار دیا۔ ہر مفکر ثابت کرتا ہے کہ حقیقت اشیاء اس میں مضمر ہے۔ اس کے برعکس مذہبی نظریہ یہ ہے کہ ایسا وجود ہے جو ہماری رہنمائی کرتا ہے اور وحی کے ذریعے اپنے کمالات اور فضل کا یقین دلاتا ہے۔ وہ ایک ہے، واحد و صمد ہے اور انسان ہر بات میں اس کا محتاج ہے۔ فلسفیانہ وحدت کے لئے لازمی ہے کہ وہ احدی ہو جبکہ مذہبی وحدت میں اثنینیت (دوئی) ضروری ہے یعنی خدا ایک طرف اور یہ عالم اور انسان دوسری طرف، ایک کامل ہے دوسرا ناقص اور محتاج۔ وحدت مذہبی کو ایک ذات مشخص ہونا چاہیے جبکہ وحدت فلسفی کے لئے مشخص ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنی وحدت کو غیر مشخص ہی تصور کرتا ہے۔

www.maktabah.org

وحدت الوجود کا نظریہ وحدت فلسفی اور وحدت مذہبی کے ان امتیازات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ وہ ان دونوں کو عین یک دگر کر دیتا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ اس نظریہ کے پہلے ترجمان تھے۔ وہ صوفیائے وجودیہ کے امام سمجھے جاتے ہیں اور بجا طور پر شیخ اکبر کہلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک وجود ایک ہے، وہی موجود ہے اور وہ اللہ ہے۔ ہر دوسری چیز فقط اس کا مظہر ہے۔ لہٰذا اللہ اور عالم عین یک دگر ہیں۔ وحدت بصورت ارواح نزول کرتی ہے اور اپنے آپ کو بہت سی ارواح میں تقسیم کر دیتی ہے مثلاً فرشتے۔ پھر اس کے تنزل سے عالم مثال وجود میں آتا ہے۔ آخری تنزل تعین جسدی (عالم شہادت) کی صورت اختیار کرتا ہے اور اشیائے طبعی ظاہر ہوتی ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ کے نزدیک مخلوقات بجز اس کے کہ خود خالق نے ان میں ظہور فرمایا ہے اور کچھ نہیں۔ عالم ہی خدا ہے۔ یہ تجلی ہے جس میں وحدت نے اپنے آپ کو نمودار کیا ہے۔ مزید برآں اللہ اصل ہے اور عالم اس کا ظل لیکن ظل نمود ہے اصل کی اور فی الحقیقت وہ اصل ہی ہے جو اپنے آپ کو ظاہر کر رہی ہے۔ پس عالم اور خدا عین یک دگر ہیں (ہمہ اوست)۔

شیخ ابن عربیؒ نے آیت نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ہم اس سے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کے ضمن میں کہا کہ خدا خود بندہ کے اعضاء و جوارح کی حقیقت ہے۔ اسی طرح خلق الآدم علیٰ صورته (آدم کو اپنی صورت پر بنایا) کے معنی یہ ہیں کہ انسان میں خدا کی تمام صفات موجود ہیں بلکہ وہ صفات مجسم ہو کر انسان میں موجود ہیں۔ اسی لئے کہا گیا مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)۔ مقصدِ تخلیق بھی خود شناسی کی طلب کو پورا کرنا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ کُنۡتُ کَنۡزاً مَخۡفِیاً فاحببتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخلق (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا)۔

اب حضرت مجددؒ کے تصور توحید کی طرف آئیں جو ان کے مکتوبات کی مختلف تحریروں پر مبنی ہے۔ آپ کے ارتقائے سلوک میں تین مدارج ہیں۔ وجودیت، ظلیت اور عبدیت۔ پہلے مقام پر انہیں وحدت وجود کا کشف حاصل ہوا۔ اس مقام پر تصوف کا مقصود یہ ہے کہ خدا اور انسان کے مابین جو نسبت ہے اسے ایسے علم یقینی میں

www.maktabah.org

بدل دیا جائے جو کشف و شہود پر مبنی ہو۔ یعنی خدا، انسان اور عالم میں ساری ہے اور اس کی نسبت عالم کے ساتھ عینیت کی نسبت ہے۔ اس کے بعد وہ مقام ظلیت پر پہنچتے ہیں۔ یہ ایک درمیانی منزل ہے جہاں یہ منکشف ہوتا ہے کہ عالم کا وجود علیحدہ ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت کا صرف عکس (ظل) ہے۔ یہاں اثنینیت کا ادراک پیدا ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں انہیں اس مقام سے بھی عروج ہوتا ہے اور مقام عبدیت پر فائز ہو جاتے ہیں جو اعلیٰ ترین مقام ہے۔ عبدیت پر پہنچ کر عالم اور خدا کی اثنینیت (دوئی) ان پر واضح ہو جاتی ہے اور عالم و خدا جدا جدا ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن (اللہ تعالیٰ عالمین سے بے نیاز ہے)۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی ذات میں کامل ہے اور صفات جن کے ذریعے وہ عالم کو پیدا کرتا ہے اس ذات کامل کے علاوہ ہیں۔ عالم تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات ہے کیونکہ اگر عالم تجلی صفات ہوتا تو وہ عین صفات ہوتا حالانکہ صفات کامل ہیں اور عالم نقص سے بھرا ہوا ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْن (تیرا رب پاک ہے ان صفات سے جن سے وہ اس کی صفت کرتے ہیں) یعنی صفات خداوندی اور صفات انسانی میں کوئی مماثلت نہیں۔ شیخ ابن عربیؒ جب ماسوا کی نفی کی بات کرتے ہیں تو وہ مقام فنا کی بات کرتے ہیں۔ اس مقام پر سالک کی توجہ ذات احدیت پر مرتکز ہوتی ہے اور سالک کو سوائے خدا کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ وحی کی رو سے ہمیں بتایا گیا ہے کہ خدا، عالم سے الگ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو احکام و اعمال بے معنی ہو جاتے اور عالم آخرت بھی بے معنی ہو جاتا۔ عالم حادث ہے اور خدا قدیم۔ حادث اور قدیم کو عین یک دگر کہنا ممکن نہیں۔ کسی شیئی کا ظل اس شیئی کا عین نہیں ہو سکتا۔ ظل تو صرف اصل کے مشابہ ہوتا ہے۔

آیت نحن اقرب الیه من حبل الورید پر شیخ ابن عربیؒ سے غلطی ہوئی ہے۔ یقیناً خدا ہماری شاہ رگ سے قریب ہے لیکن اس کے قرب کی حقیقت ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ خلق الآدم علٰی صورته کی تاویل جو شیخ ابن عربیؒ نے کی وہ بھی صحیح نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کی صفات نے مجسم ہو کر انسان کی صورت اختیار کی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور روحِ انسانی دونوں لامکانی ہیں

www.maktabah.org

اور یوں ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ نے من عرف نفسه فقد عرف ربه کی تاویل میں بھی غلطی کھائی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اپنی فطرت کے نقائص کو محسوس کرنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے فضائل کو پالیتا ہے کہ وہی کمالات کا سرچشمہ ہے۔ مقصد تخلیق کے ضمن میں شیخ ابن عربیؒ کے مسلک سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا اپنی ذات سے کامل نہ تھا اور اسے حصول کمال کے لئے عالم کی حاجت تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو لغنی'' عن العالمین ہے۔ دوسرے قرآن پاک عبادت کو مقصد تخلیق قرار دیتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو جاننے یعنی علم کو۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن (میں نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے)

غرضیکہ حضرت مجدد کے نزدیک وحدت شہود کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے، وہ وحدت ہے۔ مقام فنا میں کائنات کا وجود نظر سے چھپ جاتا ہے اور غلبہ شوق میں خدا ہی خدا دکھائی دیتا ہے۔ یہ محض شہود و نمود ہوتا ہے نہ کہ حقیقت۔ فی الواقعہ سب ایک نہیں ہوتا۔ سالک مراقبہء وحدت میں لا اله الا الله کی تعبیر لا موجود الا اللہ سے کرتے ہیں۔ پھر وفور محبت الٰہی میں سالک اپنے محبوب میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ ہر چیز اس کی نظر سے محو ہو جاتی ہے اور سوائے محبوب کے کسی چیز کو نہیں دیکھتا۔ یہ اس کے شہود کی وحدت ہے نہ کہ وجود کی وحدت۔ لیکن یہ سلوک کا کمال نہیں بلکہ ایک منزل ہے۔ کمال مقام عبدیت ہے جہاں احکام الٰہی سے اتنی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی امر کا بجالانا اور کسی نہی سے بچنا اس پر گراں نہیں رہتا۔ ارتقائے روحانی کے اس درجہ کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ یہاں آکر انسان ماسواء اللہ کی گرفت سے پوری طرح آزاد ہو جاتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مجددؒ کا نظریہ شہود محض استدلالی نہیں بلکہ اس کی بنیاد ان کے ذاتی کشف و شہود اور روحانی تجربات پر ہے۔ آپ کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ وحدت الوجود میں انتہا پسندی کے رجحانات کا سدباب کیا۔ بعض صوفیوں کے ہاں اس فلسفہ کی جو تاویلیں ہو رہی تھیں۔ ان میں خالق و مخلوق اور اسلام و کفر میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا۔ آپ نے وحدت الشہود کے نظریہ سے صوفیاء اور علماء کے اختلافات ختم کر دیے۔ وحدت الوجود کو سلوک کی محض ایک منزل بتایا اور عابد و معبود کا فرق واضح کر

www.maktabah.org

کے پابندی شرع کو سلوک کی آخری منزل (عبدیت) قرار دیا۔

ردرفض وبدعت

سولھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ایران میں صفوی حکومت قائم ہوئی۔ اس کے حکمران متعصب شیعہ تھے۔ ایران میں علماء و مشائخ کے قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ کم و بیش اسی زمانہ میں جنوبی ایشیا میں مغل سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ جنوبی ایشیا میں دولت کی فراوانی تھی اس لئے بہت سے امراء، ادباء اور شعراء ایران سے نقل مکانی کر کے مغل دربار میں آتے رہے۔ وہ اپنے ساتھ ایران کے نئے دور کی جارحانہ شیعیت لائے اور نظریات رفض کے پرچار میں سرگرمی دکھانے لگے اور توہین صحابہ ان کا معمول بن گیا۔ اتفاق سے نور جہاں بادشاہ جہانگیر کی چہیتی ملکہ بن گئی۔ اس نے بادشاہ کی شراب نوشی کو خوب ہوا دی اور اپنے پورے ایرانی خاندان کو اپنے ساتھ اقتدار میں شامل کر لیا۔ بادشاہ کو نشے سے فرصت نہ تھی اور ایرانی امراء اور ملکہ من مانیاں کرتے تھے۔ حضرت مجددؒ کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بروقت اس صورت حال پر توجہ دی۔ پہلے رسالہ رد رفض لکھ کر شیعیت کے نظریات کا مدلل جواب دیا۔ پھر اپنی اصلاحی تحریک میں دین کے اس پہلو کو پوری طرح واضح کیا۔

> "صحابہ کرام میں عیب نکالنا در حقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے...... احکام شرعیہ ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں۔ جب صحابہ کرامؓ مطعون ہونگے تو ان کی روایت بھی مطعون ہو گی...... حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کی تعظیم و توقیر کی ہے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ پس اصحاب ثلاثہؓ کا انکار در حقیقت حضرت علیؓ کا انکار ہے...... عقل تسلیم نہیں کرتی کہ شیر خدا حضرت علیؓ کمال معرفت و شجاعت کے باوجود تیس سال تک خلفائے ثلاثہؓ کا بغض سینے میں چھپائے اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے اور اتنا عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت رکھی۔ اہل اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان بھی ایسے نفاق کا تصور نہیں کر سکتا...... حضور نبی

www.maktabah.org

کریم ﷺ نے بھی ساری عمر اصحاب ثلاثہ کی توقیر کی۔ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی کیونکہ حق کی تبلیغ رسول پر واجب ہوتی ہے...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے وقت ۳۳ ہزار صحابہ مدینہ شریف میں موجود تھے۔ سب نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بخوشی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کا 'گمراہی' پر جمع ہونا محالات میں سے ہے"۔

(مکتوب ۸۰ دفتر اول بنام مرزا فتح اللہ حکیم)

سامانہ کے ایک خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا نام نہ لیا تو آپ نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور سامانہ کے سادات اور رشند گان کے نام مکتوب میں لکھا کہ "ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کرے گا جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہے"۔ آپ نے شیخین کی فضیلت پر بحث کی اور لکھا کہ "بادشاہِ وقت اہل سنت سے ہے اور حنفی مذہب ہے۔ اس کے دور میں ایسی بدعت کا مرتکب ہونا بڑی دلیری ہے"۔

"بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض و عناد رکھتا ہے...... اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (اللہ تعالیٰ کفار کو صحابہ کے بارے میں غصے میں مبتلا کرتا ہے۔) صحابہ کے اختلافات میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے لیکن یہ خطاء خطائے اجتہادی تھی...... آج کل اس بدخواہ گروہ نے بہت غلو کرنا شروع کر رکھا ہے"۔ (مکتوب ۵۴ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

اسی طرح مکتوب ۲۴ دفتر سوم تمام کا تمام فضائل صحابہ سے متعلق ہے۔

دو قومی نظریہ

اسلام سے پہلے جنوبی ایشیا میں جتنی اقوام اور مذاہب آئے، وہ ہندو قومیت اور ہندو مت میں جذب ہوتے گئے اور انہوں نے اپنا

www.maktabah.org

جداگانہ تشخص کھو دیا۔ اگرچہ اسلام نے الٹا ہندو مت کو متاثر کیا تھا، بڑی تعداد میں ہندو مسلمان ہوئے اور خود ہندو مت میں اسلامی اثرات کے تحت اصلاحی تحریک (بھگتی تحریک) شروع ہوئی لیکن حضرت مجددؒ کے دور میں ایسے ذہنی رجحانات جنم لے رہے تھے جن سے اسلامی تشخص کو نقصان پہنچنے کا خدشہ پیدا ہو رہا تھا۔ اکبر کا دین الٰہی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی جس کا مقصد جنوبی ایشیا کی سیاسی وحدت کے ساتھ ساتھ مذہبی وحدت پیدا کرنا تھا۔ علمائے سو نے ذاتی مقاصد اور بعض صوفیاء نے ویدانتی نظریات سے متاثر ہو کر اس خیال کو مزید تقویت پہنچائی۔ دارا شکوہ ناپختہ ذہن کا مالک شہزادہ تھا۔ وہ صوفیہ کے علاوہ ہندو جوگیوں کی صحبت کا رسیا تھا۔ اس نے اپنی کتاب 'مجمع البحرین' میں مسلم تصوف اور ہندو یوگ کو ایک ہی چیز قرار دیا۔ اس نے مسلمانوں کی دلآزاری اس بات سے کی کہ اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کیا، اس کا نام 'سر الاسرار' رکھا اور اس میں اپنشدوں کو قرآن پاک کا ماخذ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ایک ہندو ہردے رام نے اس عام نظریے کے تحت حضرت کو لکھا کہ رام اور رحمٰن ایک ہی ہیں۔ آپ نے اسے مکتوب ۱۶۷ دفتر اول میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق، پروردگار، بے کیف اور بے مثل ہے۔ اپنی مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس کی شان کے لئے عیب اور نقص ہے۔ رام اور کرشن، اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ مخلوق ہیں۔ انہیں ماں باپ نے جنا۔ رام اپنی بیوی سیتا کی حفاظت نہ کر سکا، وہ دوسروں کی کیا مدد کرے گا۔ "ہزاروں درجے شرم و عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔ رام اور رحمٰن کو ایک خیال کرنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے"۔ ہندوؤں کے اوتار اگرچہ حق تعالیٰ کے قائل تھے لیکن اس کا اپنے اندر حلول و اتحاد بھی ثابت کرتے تھے اور اپنے آپ کو معبود گردانتے تھے۔

حضرت مجددؒ کے ان نظریات اور ان کی تشہیر نے جاہل صوفیوں اور عیار جوگیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا سدباب کیا اور مسلمانوں کے الگ تشخص کی بھرپور ترجمانی کی۔ اس سے مسلم قومیت کا احساس دوبارہ مستحکم ہوا اور ہندو مت میں اس کے انجذاب کے امکانات ختم ہو گئے۔ یہی تشخص دو قومی نظریہ کی بنیاد ہے جو بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوا۔

www.maktabah.org

علمائے سو

حضرت مجددؒ نے اس بات کا کھل کر اظہار کیا کہ اکبر کی گمراہی کا باعث علمائے سو تھے جو اپنے مفادات کے لئے اس کے نفس کی کبریائی کو ہوا دیتے رہے۔ پہلے اسے مجتہد بنایا اور پھر ایک نئے دین کا بانی بنا دیا۔ جہانگیر میں آپ کی تحریک سے دین کی طرف میلان پیدا ہوا اور اس نے اپنی رہنمائی کے لئے اپنے پاس علماء کی موجودگی کی خواہش کی۔ اس موقعہ پر آپ لکھتے ہیں :

''یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندار نہ فطرت کی خوبی کے باعث آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دیندار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں اور احکام شرعی بیان کرتے رہیں تا کہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو...... الحمدللہ مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر کیا خوش خبری ہو سکتی ہے اور ماتم زدوں کو اس سے اچھی کیا بشارت ہو سکتی ہے...... دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ کی محبت نکل چکی ہو اور ان کا مدعا صرف ترویج شریعت ہو...... گذشتہ دور میں علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا میں مبتلا کر چکے ہیں۔ علمائے سو کے فتنہ سے پناہ...... کسی بزرگ نے شیطان کو بے کار بیٹھے دیکھا اور وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس وقت کے علماء ہمارے کام کو انجام دے رہے ہیں...... اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آ جائے تو بڑی سعادت ہو گی'' (مکتوب ۵۳ دفتر اول بنام شیخ فرید بخاری)

''آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا، وہ علماء کی ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ امید ہے کہ علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں کوشش کریں گے''

(مکتوب ۱۹۴ دفتر اول بنام صدر جہاں)

تمام شعبہ ہائے زندگی میں یہی وہ دوررس اثرات کے حامل اقدامات تھے جن کی بنا پر تمام مسالک کے اہل علم نے حضرت کو مجدد الف ثانی تسلیم کیا اور ان اقدامات کے اثرات آج بھی ہماری قومی اور ملی زندگی میں کارفرما ہیں۔

ماخذ کتب

تاریخ پاک و ہند	زبدۃ المقامات	برکات احمدیہ
حضرات القدس	روضہ قیومیہ	مکتوبات امام ربانی
مبدأ و معاد	حضرت مجدد کا نظریہ توحید (ڈاکٹر فاروقی)	

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ

۱۰۰۷تا۱۰۷۹ھ / ۱۵۹۹تا۱۶۶۹ء

آپ کا عہد حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا عہد جنوبی ایشیا کی مذہبی تاریخ میں ایک نیا دور تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بے دینی اور بدعت کے خلاف جو پرزور تحریک چلائی تھی، وہ اب بار آور ہو رہی تھی۔ اس کے ثمرات زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آرہے تھے۔ اکبر کے تخت پر اب شاہجہاں اور پھر اورنگ زیب جلوہ افروز ہوئے جو دیندار ہونے کے علاوہ حضرت خواجہؒ کے ارادت مند تھے۔ ان حالات میں ترویج شریعت کی راہ میں رکاوٹیں دور ہو گئیں، شعائر اسلامی کی بے حرمتی اور مخالفینِ اسلام کی دریدہ دہنی کا سدباب ہو گیا اور حضرت خواجہؒ کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ کی جس انداز میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اشاعت ہوئی، اس کی پہلے کوئی مثال نہ تھی۔ سرہند شریف اب پوری دنیا میں سلسلہ کا اہم ترین مرکز بن چکا تھا اور اس مرکز کے فیض یافتہ خلفاء افغانستان، کاشغر، ختا، ترکستان، قبچاق، خراسان، بدخشاں، عرب، شام، روم وغیرہ میں پھیل گئے تھے۔ ان علاقوں کے حکمران، امراء اور عوام سبھی اس سرچشمہ فیض سے سیراب ہو رہے تھے۔

ابتدائی زندگی خواجہ محمد معصومؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے بیٹے اور مرتبہ قیومیت پر فائز جلیل القدر خلیفہ تھے۔ آپ کا لقب عروۃ الوثقیٰ ہے اور آپ کو قیوم ثانی کہا جاتا ہے۔ ۱۰۰۷ھ (۱۵۹۹ء) میں پیدا ہوئے۔ حضرت مجددؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت میرے لئے نہایت مبارک ثابت ہوئی کیونکہ اس کے بعد جلد ہی مجھے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضری کا شرف نصیب

www.maktabah.org

ہوا۔ تعلیم ظاہری کا آغاز ہوا تو آپ نے قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ دیگر علوم کی تعلیم میں حضرت مجددؒ نے خصوصی توجہ دی۔ آپ نے کچھ علوم اپنے والد گرامی سے، کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے اور کچھ وقت کے جید عالم شیخ محمد طاہر لاہوریؒ سے حاصل کیے۔ حضرت مجددؒ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ کہ مجھے تم سے بڑے بڑے کام لینا ہیں۔ حضرت ان کی علمی استعداد کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں آپ تمام علوم عقلی و نقلی سے فارغ ہو گئے۔

حضرت مجددؒ آپ کی روحانی استعداد کے بھی معترف تھے۔ ایک مکتوب میں فرمایا: "میرے بیٹے محمد معصوم کے بارے میں کیا لکھا جائے کہ وہ بالذات اس دولت یعنی ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کے قابل ہے"۔ ابھی آپ کی عمر تین سال تھی کہ توحید وجودی (جو مقام فنا ہے) کے الفاظ زبان پر لائے کہ میں زمین ہوں، میں آسمان ہوں، دیوار حق ہے، اشجار حق ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے تھے کہ محمد معصوم محبوب خدا ہے اور اسی وجہ سے ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابھی آپ بچہ تھے کہ حضرت مجددؒ کے ساتھ دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کے وقت آپ والد گرامی کے پلنگ پر سو رہے۔ جب حضرت مجددؒ قیلولہ کے لئے کمرہ میں آئے تو خادم نے آپ کو جگانا چاہا مگر حضرت نے منع فرمادیا اور خود باہر آکر بیٹھ گئے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دوست آرام کر رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ اسے تکلیف ہو اور اللہ تعالیٰ ناپسند فرمائے۔

روحانی کمالات

گیارہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اپنے والد گرامی سے طریقت کی تربیت شروع کی۔ چودہ سال کی عمر کو پہنچے تو حضرت مجددؒ کو بتایا کہ میں نے خواب میں اپنے بدن سے ایسا نور نکلتا دیکھا ہے جس سے سارا عالم منور ہو گیا، وہ ہر ذرہ میں ساری تھا اور ایسا محسوس ہوا کہ اگر وہ نور آفتاب کی طرح غروب ہو جائے تو ساری دنیا میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت نے سن کر فرمایا کہ تو قطب وقت ہو گا اور اس بشارت کو یاد رکھنا

سولہ سال کی عمر میں جب علوم ظاہری کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو اکتساب فیض باطنی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور والد گرامی کے احوال و اسرار سے بہرہ ور ہو گئے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مجددؒ نے

www.maktabah.org

مسجد حضرت خواجہ محمد معصوم سرہند شریف

مسجد خواجہ محمد زبیر سرہند شریف

www.maktabah.org

مزارِ مبارک خواجہ محمد صدیق سرہند شریف

مزار مبارک محمد سیف الدین سرہند شریف

مزار مبارک خواجہ محمد نقشبند سرہند شریف

www.maktabah.org

فرمایا کہ محمد معصوم کا حال میری نسبت روز بروز حاصل کرنے میں صاحب شرح وقایہ جیسا ہے۔ ان کا دادا جتنا روز لکھتا تھا، وہ اسی روز اتنا یاد کر لیتے تھے۔ ادھر کتاب مکمل ہوئی، ادھر ان کا حفظ ختم ہوا۔ گویا آپ اپنے والد گرامی کے جملہ کمالات کے وارث تھے۔

آپ کے بارے میں 'فرحت الناظرین' کا مصنف لکھتا ہے :

"اپنے والد بزرگوار شیخ احمد کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مریدوں کی تربیت، ان کے واقعات کی تعبیر اور مشکلات کے حل میں اپنے بھائیوں اور زمانے کے تمام مشائخ سے ممتاز تھے۔ آپ کی تصانیف میں مکتوبات کی تین جلدیں ہیں۔ ان میں نادر اسرار، عجیب نکات اور علوم بدیعہ درج ہیں۔ بادشاہ دین پناہ اورنگ زیب کی درخواست پر چند دفعہ دربار شاہی میں آئے اور ہر قسم کی تکریم وتوقیر و تعظیم آپ کے لئے مخصوص کی گئی"۔

آپ کے کمالات روحانی کے بارے میں بے شمار روایات و شواہد ہیں۔ بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے :

۱) حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ اے محمد معصوم تیرا خمیر طینت بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی بقیہ طینت سے لیا گیا ہے۔ اور تیری ذات کی محبوبیت کی وجہ یہی ہے۔ خواجہ محمد معصومؒ نے اپنے مکتوب ۱۹۲ جلد اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے :

"حضرت فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ کی خلقت سے جو بقیہ تھا، اسے بطور اُلش امت کے ایک خوش نصیب کو عطا کیا گیا اور اس کا خمیر طینت اس سے بنایا گیا اور اسے اصالت سے بہرہ ور کیا گیا۔ اس کے بعد بھی کچھ بچ رہا تو اس فرد کے اہل نسبت میں سے ایک فرد کو حصہ ملا اور اس کا خمیر طینت اس سے بنایا گیا اور اسی اندازہ سے اسے اصالت عطا ہوئی"۔

اس خط میں "اس فرد کے اہل نسبت میں سے ایک" سے مراد خود حضرت خواجہ محمد معصومؒ ہیں۔

www.maktabah.org

۲) حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ اے محمد معصوم منصب قیومیت تجھے عطا ہوا اور اشیاء تیری قیومیت پر زیادہ راضی ہیں:

"کل صبح کی نماز کے بعد خاموشی کی مجلس رکھتا تھا کہ ظاہر ہوا کہ وہ لباس جو میں پہنے ہوئے تھا، مجھ سے الگ ہو گیا...... دیکھا تو وہ میرے لڑکے (محمد معصوم) کو دیدیا گیا اور پوری خلعت اسے پہنا دی گئی اور یہ خلعت معاملہ قیومیت سے کنایہ ہے"۔

(مکتوب ۱۰۴ دفتر سوم بنام صاحبزادگان)

یہ خط ملتے ہی خواجہ محمد معصومؒ اپنے بھائی خواجہ محمد سعیدؒ کے ہمراہ اجمیر پہنچے جہاں اس وقت حضرت مقیم تھے۔ آپ نے خواجہ محمد معصومؒ کو خلوت میں بلا کر خلعت قیومیت عطا فرمائی۔

"جس وقت حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مخلصین میں سے ایک درویش کو خلعت قیومیت سے سرفراز کیا تو اس درویش کو خلوت میں فرمایا کہ اس مجمع گاہ سے تعلق کا سبب یہی معاملہ قیومیت تھا جو تجھے عطا کیا گیا اور مخلوقات و موجودات بڑے شوق سے تیری طرف متوجہ ہوئی۔ اب میں اس جہانِ فانی میں رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا"۔ (مکتوب ۸۶ جلد اول مکتوبات معصومیہ)

اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت مجددؒ نے انتقال فرمایا۔ خواجہ محمد معصومؒ کو قیوم ثانی کہا جاتا ہے۔ قیوم کی تعریف آپ نے اس طرح کی ہے کہ وہ اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ ہوتا ہے

(مکتوب ۸۶ جلد اول۔ مکتوبات معصومیہ)۔

۳) حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ محمد معصوم زمرہ سابقین سے ہے جن کی شان میں حق تعالیٰ نے سورہ واقعہ میں فرمایا: ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ (پہلے لوگوں میں انبوہ اور پچھلے لوگوں میں تھوڑے ہیں)۔ نیز آپ کو متشابہات اور مقطعات قرآنی کے اسرار سے بھی بہرہ ور کیا گیا:

"حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ (حضرت مجدد) نے ایک روز

www.maktabah.org

فرمایا کہ میں زمرہ سابقین میں...... نظر کر رہا تھا تو خود کو اس گروہ
میں دیکھا اور مریدین میں سے ایک کو بھی اپنے ساتھ وہاں پایا۔
اسی طرح متشابہات کے اسرار کے بارے میں بھی لکھا ہے...... کہ
اسے اپنے مریدوں میں سے ایک میں مشاہدہ کیا ہے"
(مکتوب ۲۳۷ جلد اول مکتوبات معصومیہ)

۴) روضہ قیومیہ میں ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عروۃ الوثقیٰ کا خطاب دیا۔ یہ بشارت خود رسول کریم ﷺ نے صبح کے حلقہ میں دی۔ آپ نے دیکھا کہ فرشتے اور اولیاء آپ کو "السلام علیکم یا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ" کہہ رہے ہیں۔

۵) ایک روز صبح کے مراقبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ تمام اہل جہان مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ میں حیران ہوا مگر پھر یہ راز کھلا کہ کعبہ نے مجھے گھیر رکھا ہے اور جو لوگ کعبہ کی طرف سجدہ کر رہے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

مسند ارشاد

حضرت مجددؒ نے آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور طالبان کی بیعت و تربیت اور مسجد کی امامت وغیرہ کے فرائض آپ کے سپرد کر دیے تھے۔ چنانچہ والد گرامی کی وفات پر آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ تقریباً نو لاکھ افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں سے سات ہزار صاحب ارشاد خلفاء ہوئے۔ توجہ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ آپ کی صحبت میں طالب کو ایک ہفتہ میں مرتبہ فنا وبقا حاصل ہو جاتا تھا اور ایک ماہ میں کمالاتِ ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ مقاماتِ الٰہیہ کا کشف اس قدر صحیح تھا کہ دور سے بتا دیتے تھے کہ تیری ولایت محمدی ہے یا موسوی یا عیسوی۔

آپ کی طبیعت اور محفل میں جلال کا غلبہ تھا۔ حاضرین دم بخود رہتے تھے۔ بادشاہ اورنگ زیب بھی کبھی حاضر ہوتا تھا تو جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت کے رعب کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ زبانی گفتگو نہ کر سکتا تھا اور جو عرض پیش کرنا ہوتی، تحریری طور پر پیش کرتا تھا۔ جلال کی یہ کیفیت آپ کے مزار مبارک پر آج بھی محسوس ہوتی ہے۔

آپ کے دور میں سلسلہ نقشبندیہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ ترکستان، خراسان، بدخشاں کے کئی حکمرانوں نے اپنے وکیل بھیج کر غائبانہ بیعت کی۔ جہانگیر کے

www.maktabah.org

بعد شاہجہان تخت نشین ہوا تو اس نے بھی سرہند شریف میں حاضری دی۔ آپ نے خواجہ محمد حنیف کابلیؒ کو کابل، خواجہ محمد صدیقؒ پشاوری کو پشاور، شیخ ابو المظفر برہان پوریؒ کو دکن، شیخ اخون موسیٰ کو ننگرہار، شیخ بدر الدینؒ کو سلطان پور میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ عبدالعزیز شاہ توران نے وکیل کے ذریعے غائبانہ بیعت کی۔ اسی طرح سلطان عبدالرحمٰن والی خراسان اور امام یمن غائبانہ مرید ہوئے۔ شیخ حبیب اللہ بخاریؒ کو بخارا روانہ کیا۔ انہیں بڑی مقبولیت ملی اور متعدد خوانین مرید ہوئے۔ خلیفہ خواجہ ارغون کو ختا بھیجا اور وہاں کے حاکم قاآن نے بیعت کی۔

ان خلفاء میں سے شیخ مراد بن علی بخاریؒ (۱۶۴۰ تا ۱۷۲۰ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ شام گئے اور دمشق کو مرکز بنا کر شام میں سلسلہ پھیلا دیا۔ وہ مختلف ممالک کے دورے کرتے رہے اور بالآخر استنبول میں وفات پائی۔ ان کے خلفاء میں عبدالغنی النابلسی (۱۶۴۱ تا ۱۷۳۱ء) نے خصوصی شہرت پائی۔ ترکی کے شہروں میں نقشبندی طریقہ بہت مقبول ہوا۔ چنانچہ ۱۸۸۰ء میں صرف استنبول میں ۵۲ تقیے تھے۔

عمر کے آخری حصہ میں آپ نے اپنے خلفاء اور مریدوں کو اپنے فرزندوں کی نگرانی میں تقسیم کر دیا۔ کابل اور اس کے نواح کو خواجہ محمد صبغتہ اللہؒ، بدخشاں، ترکستان، قپچاق، کاشغر، ختا، روم و شام کو خواجہ محمد نقشبند حجتہ اللہؒ، خراسان، توران، اندراب، طبرستان اور سجستان کو خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعتؒ، دکن اور پنجاب کو خواجہ محمد اشرفؒ کے سپرد کیا۔ بادشاہ اورنگ زیب اور اس کے درباری امراء کو خواجہ محمد سیف الدینؒ کے حوالے کیا گیا۔ بعد میں اکثر خلفاء اور بادشاہ نے خواجہ نقشبند حجتہ اللہ سے رجوع کر لیا۔

دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے ارادت مندوں کا سرہند شریف میں ہجوم رہتا تھا۔ بعض اوقات شہر کے گرد ایک ایک میل تک مجمع کا پڑاؤ رہتا تھا۔ نماز کے وقت اس قدر ہجوم ہوتا کہ بعض لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرتے۔ ایسی مقبولیت عامہ کی مثال تاریخ تصوف میں نہیں ملتی۔

اقامتِ دین حضرت مجددؒ کی تحریک اقامت دین کے نتیجہ میں جنوبی ایشیا کو شاہجہان جیسا دیندار بادشاہ نصیب ہوا۔ تاہم ان بزرگوں کے

www.maktabah.org

تصرفات کا صحیح مظہر درویش صفت اور عالی ہمت بادشاہ اورنگ زیب تھا۔ ابھی وہ شہزادہ تھا کہ ۱۰۴۸ھ (۱۶۳۹ء) میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی بیعت کی۔ اس کی ہمشیرگان روشن آرا بیگم اور گوہر آرا بیگم بھی حلقہ ارادت میں داخل ہوئیں۔ اس وقت شہزادہ اورنگ زیب دکن کا گورنر تھا۔ ۱۶۴۴ء میں وہ آگرہ آیا اور اچانک غیر متوقع طور پر استعفیٰ دیدیا اور درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مورخین اس واقعہ کو داراشکوہ کی مخالفت کے خلاف احتجاج قرار دیتے ہیں مگر شہزادہ نے درویشی اختیار کرنے کا جو عندیہ دیا اس سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے حضرت خواجہؒ کی بیعت کے بعد اس کی قلبی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاہم اس کی درویشی کے مقابلے میں اقتدار سنبھال کر اقامتِ دین اور ترویجِ شریعت زیادہ اہم بات تھی۔ اس لئے اپنے باپ کے زبردست دباؤ اور شاید حضرت خواجہؒ کی ہدایت پر اس نے استعفیٰ واپس لے لیا۔ اور اس کے بعد کوئی ایسا اقدام نہ کیا حالانکہ داراشکوہ کی مخالفت وقت کے ساتھ تیز تر ہوتی گئی۔ دوسری طرف اورنگ زیب کا فقر مستحکم تر ہوتا گیا۔ بادشاہ بننے کے باوجود اس کی عبادات، اتباع سنت اور سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ ذاتی اخراجات کے لئے اس نے خزانہ شاہی سے ایک پیسہ نہ لیا اور ٹوپیاں سی کر اور قرآن پاک کی کتابت کر کے ذاتی روزی کماتا رہا۔ یوں اکل حلال جو فقر کی اوّلین شرط ہے، اس پر تاعمر قائم رہا۔

۱۶۵۸ء میں حضرت خواجہؒ سفر حج پر نکلے تو راستے میں اورنگ زیب نے قدم بوسی کی اور بارہ ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ اس وقت شاہجہان کے بیٹوں میں جنگ تخت نشینی کا آغاز ہو چکا تھا۔ شہزادہ نے دعا کی درخواست کی تو حضرت نے اسے فتح کی خوش خبری دی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دیں۔ آپ نے اسے لکھ کر دیدیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے کامیابی دی۔ اس کی ہمشیرہ گوہر آرا کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگ زیب نے بارہ ہزار روپیہ میں سلطنت خریدی ہے۔

حضرت خواجہؒ کا اصل مقصد اقامت دین تھا اور اورنگ زیب اس کا ذریعہ تھا۔ اس لئے حضرت نے حرمین شریفین میں بھی اس امر کو فراموش نہ کیا۔ روضہ نبوی کے سامنے آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور التجا کی۔ داراشکوہ اپنے دادا اکبر کے

www.maktabah.org

انداز فکر کا حامل تھا اور اس سے ترویج شریعت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ آپ کو محسوس ہوا کہ گویا رسول اللہ ﷺ دست مبارک میں شمشیر برہنہ لے کر ظاہر ہوئے۔ یہ گویا دارا شکوہ کے قتل کا اشارہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب دارا شکوہ نے آپ کے سفر حج کے بارے میں سنا تو کہنے لگا کہ ڈوبنے جا رہے ہیں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ڈوبنے نہیں، ڈبونے جا رہے ہیں۔ دارا شکوہ کے قتل کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ ایمان لے کر مرا ہے، اس نے دل میں توبہ کر لی تھی۔

اورنگ زیب نے برسر اقتدار آکر اسلامی اقدار کو زندہ کرنے کی کوشش کی جو عہد شاہجہان کے آخری حصہ میں دارا شکوہ کے اثر ورسوخ کی وجہ سے ایک بار پھر پامال ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس نے قحبہ خانوں اور شراب خانوں کو بند کر دیا۔ رقاصاؤں اور طوائفوں سے کہا کہ نکاح کر لیں یا ملک چھوڑ کر چلی جائیں۔ قمار بازی کی ممانعت ہو گئی۔ نوروز کا غیر اسلامی جشن جو ایرانی روایات سے لیا گیا تھا، موقوف کر دیا۔ رعایا کی اخلاقی حالت کی نگرانی کے لئے محتسب مقرر کیے۔ مسلمانوں میں شریعت کی پابندی اور اسلامی شعائر کے احترام کو عام کیا۔ سرکاری خرچ پر مساجد اور خانقاہوں کی مرمت ہونے لگی۔ تعلیم کے فروغ کے لئے طلباء اور علماء کے لئے اتنے وظائف مقرر کیے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہ تھی۔ دربار میں موسیقی بند کر دی تاہم ملک میں فن موسیقی کو ممنوع قرار نہیں دیا۔ بادشاہ کے تلنے کی رسم اور ہر روز جھروکہ درشن کو بھی ختم کر دیا۔

سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ ملا نظام کی سربراہی میں علماء کی ایک جماعت سے کئی برس کی تحقیق و محنت کے بعد فقہ کی جامع کتاب فتاویٰ عالمگیری تیار کرائی۔

سفر حج

۱۶۵۸ء میں آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ اس سفر کے حالات آپ کے فرزند ثالث حضرت خواجہ عبید اللہؒ نے 'یاقوت احمر' نامی ایک رسالہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

بحری جہاز سے اتر کر سرزمین حجاز میں خشکی کا سفر اختیار کیا تو فرمایا کہ تمام علاقہ کو آنحضور ﷺ کے نور سے پر پاتا ہوں...... آج ایسے محسوس ہوا کہ کعبہ اپنی جگہ

www.maktabah.org

سے منتقل ہو کر میری طرف تبسم کناں ہے۔ گیارھویں ذوالحج کو طواف سے فارغ ہوئے تو اگرچہ ابھی حج کے لوازمات میں سے جمرات وغیرہ باقی تھے مگر معلوم ہوا کہ حج کی قبولیت کا کاغذ آپ کو دیدیا گیا۔ قیام مکہ کے دوران اکثر طواف کعبہ میں مصروف رہتے تھے اور اسے سب سے افضل عبادت جانتے تھے۔ اکثر ایسے محسوس ہوتا کہ کعبہ آپ سے معانقہ کر رہا ہے۔ اسی حالت میں ایک بار ایسے محسوس ہوا کہ آپ کی ذات سے ایسے انوار ظاہر ہوئے کہ تمام اشیاء و دشت اس سے منور ہو گئے۔ ایک روز رکن یمانی کے پاس فرشتوں کا ہجوم دیکھا جو آپ کے بارے میں لکھ رہے تھے۔ کئی بار کعبہ میں عبادت کے دوران آپ کو نورانی خلعت سے نوازا گیا۔

جنت المعلیٰ میں زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر توقف کر کے فرمایا کہ بحرِ انوار موجزن ہے۔ حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰؓ کی قبر پر طویل مراقبہ کیا اور فرمایا کہ جتنی عنایات حضرت ام المومنین کلاںؓ نے فرمائیں، کسی نے نہیں کیں حتیٰ کہ حجاب سے باہر آکر ہدایات فرمائیں۔ مراقبہ کے اختتام پر آپ سرِ پردہ میں تشریف لے گئیں۔ حضرت فضیل عیاضؒ (دوسری صدی ہجری) اور حضرت سفیان ثوریؒ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ فرمایا کہ حضرت فضیل عیاضؒ امت کے چند علیحدہ شان والے مشائخ سے ہیں۔

حج کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو کثرتِ شوق اور ظہورِ انوار کے سبب آپ کو نیند نہ آئی۔ روضہ مبارکہ سے کمال الطاف و عنایات کا ظہور ہوا۔ چند روز بعد اہل مدینہ نے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے کمال ادب کے پیش نظر آنحضور ﷺ سے اجازت طلب کی تو حضور رسالت مآب ﷺ کی طرف سے اس امر میں رضا کے ساتھ خلعت ارشاد عطا ہوئی اور حضرات شیخین کی عنایات بھی ظاہر ہوئیں۔ آپ کو مسجد نبوی میں دو روز اعتکاف کی خصوصی اجازت ملی۔ رات کو حسب معمول مسجد عام لوگوں سے خالی کرالی گئی تو آپ روضہ مبارک کے سامنے مراقب ہوئے۔ مراقبہ میں آنحضور ﷺ حجرہ خاص سے باہر تشریف لائے اور آپ پر نزول فرمایا اور بغل گیر ہوئے۔

جنت البقیع کی زیارت کے دوران اہل بیت میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور

www.maktabah.org

حضرت فاطمتہ الزہرا کی بے حد عنایات حاصل ہوئیں۔ فرمایا کہ اگرچہ حضرت عائشہؓ کا مزار بقیع میں ہے مگر حجرہ شریف ان کا گھر ہے اور اکثر انہیں وہیں پایا۔ آنحضور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام تر نور پایا۔ حضرت عثمانؓ کی نسبت کمال ظاہر ہوئی اور ایسے ہی حضرت عباسؓ کا معاملہ محسوس ہوا۔ اسی طرح حضرات عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، امام اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؒ کو دوسروں سے زیادہ مہربان پایا۔

فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ کی ذات تمام عالمین کا مرکز ہے اور تمام مخلوقات آپ کی محتاج ہیں۔ دینے والا وہاب تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کی عنایات آپ کے توسل سے ہوتی ہیں۔ عنایات پانے والوں میں مسلمان اور کافر کا امتیاز نہیں کیونکہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔ اس عمومی رحمت کے باوجود استغنا و عظمت حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت کا تقاضا ہے اس لئے آنحضور ﷺ کے حضور عرض حاجت کے لئے وسیلہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور بلا وسیلہ قبولیت میں مشکل پیش آتی ہے۔ جب مدینہ منورہ سے واپسی کا وقت آیا تو غم واندوہ کی وجہ سے حضرت خواجہؒ پر کثرتِ گریہ کی حالت طاری ہوئی۔ کشف کی حالت میں آنحضرت ﷺ نے خلعت خاص عطا فرمائی۔ حضرت خواجہ کے دل میں خیال آیا کہ مدینہ منورہ میں ہی مستقل سکونت اختیار کریں مگر حضور ﷺ نے وطن واپس جانے کا حکم دیا۔

اقوال زریں

مکتوبات امام ربانی کی طرح حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات کی بھی تین جلدیں ہیں اور انہیں مکتوبات معصومیہ کہا جاتا ہے۔ پہلی جلد آپ کے فرزند سوم حضرت محمد عبید اللہ مروج الشریعتؒ نے، دوسری جلد شرف الدین حسینی ہرویؒ نے اور تیسری جلد حاجی محمد عاشور بخاریؒ نے مرتب کی۔ یہ مکتوبات بھی اسرار معرفت، مسائل علمی اور پند و نصائح کا مجموعہ ہیں۔ چند اقوال بطور تبرک درج کیے جاتے ہیں :

(۱) انسان کی تخلیق کا مقصد حق تعالیٰ کی معرفت کا حصول ہے۔ اس معرفت میں بقدر استعداد فرق ہوتا ہے۔ جسے یہ نعمت مل گئی اس کے لئے خوش خبری ہے اور جو اس دولت سے محروم رہا اس کے لئے صد افسوس۔ جس نے اپنی عمر عزیز لایعنی کاموں

www.maktabah.org

میں ضائع کر دی اور اصل مقصود کی طرف راغب نہ ہوا، وہ کس منہ سے حق تعالیٰ کے سامنے آئے گا۔ حق تعالیٰ سے دوری و محرومی جہنم کے عذاب سے بدتر ہے اور حق تعالیٰ سے وصال کی لذت جنت کی لذات سے زیادہ ہے۔

۲) معرفت دو قسم کی ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جسے علماء نے بیان کیا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو صوفیاء کرام سے مختص ہے۔ پہلی قسم استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری کشف و شہود سے۔ پہلی قسم دائرہ علم میں داخل ہے اور دوسری دائرہ حال میں۔ پہلی قسم کی معرفت میں نفس کی سرکشی موجود رہتی ہے اس لئے اس ایمان کو ایمانِ مجازی کہتے ہیں جو زوال و خلل سے محفوظ نہیں۔ دوسری قسم کی معرفت میں سالک کا وجود فنا اور نفس مطیع ہو جاتا ہے اس لئے اس کا ایمان زوال و خلل سے محفوظ رہتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے علم و اجتہاد کے باوجود حضرت بشر حافیؒ کی رکاب میں چلتے تھے۔ شاگردوں نے کہا کہ آپ جیسا عالم اس شوریدہ سر کے پیچھے چلتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان علوم کو اس سے بہتر جانتا ہوں مگر وہ خدا کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نعمانؒ اپنی عمر کے آخری دو سال اجتہاد چھوڑ کو گوشہ نشین ہو گئے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

(مکتوب ۶۱ جلد دوم مکتوبات معصومیہ)

۳) عمر کا بہترین حصہ جوانی ہے جبکہ اعضاء و قویٰ درست ہوتے ہیں۔ بعد میں عمر کا ارذل حصہ یعنی بڑھاپا آجاتا ہے۔ افسوس کہ عمر کا بہترین حصہ تو ہوا و ہوس میں گزر گیا اور بہترین شے یعنی معرفت کے حصول کو عمر کے ارذل حصہ کے سپرد کر دیا۔

۴) اے بھائی صحبتِ ناجنس سے پرہیز کر۔ یحییٰ معاذ رازیؒ فرماتے ہیں: تین اصناف کی صحبت سے بچو، غافل علماء، مداہنت والے فقراء اور جاہل صوفی۔ جو شخص مسند شیخی پر بیٹھا ہے مگر اس کا عمل سنت رسول ﷺ کے مطابق نہیں اس سے دور بھاگ بلکہ اس شہر میں بھی نہ رہ مبادا اس کی طرف کبھی دل مائل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے تارک کو کبھی عارف نہ سمجھو اور اس کی کرامات و زہد و توکل پر فریفتہ نہ ہو کیونکہ ایسی باتیں یہود و نصاریٰ و جوگیہ سے بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ خوارق کا انحصار ریاضت پر ہے اور معرفت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے کسی نے

www.maktabah.org

کہا کہ فلاں شخص پانی پہ چلتا ہے۔ فرمایا: آسان بات ہے، تنکا بھی پانی پر چلتا ہے۔ کسی نے کہا فلاں آدمی ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا: مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ کسی نے کہا کہ فلاں شخص ایک لحظہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے۔ فرمایا: شیطان ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے۔ ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں۔ مرد وہ ہے جو لوگوں کی مجلس میں رہتا ہے، لین دین کرتا ہے، اہل وعیال رکھتا ہے لیکن ایک لحظہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہیں ہوتا۔ (مکتوب ۱۱۰ جلد دوم)۔

۵) اگر گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار سے اس کا تدارک کرے۔ اگر گناہ پوشیدہ ہے تو توبہ بھی پوشیدہ کرے اور اگر گناہ ظاہراً سرزد ہوا ہے تو توبہ بھی ظاہراً کرے۔ نقل ہے کہ کراماکاتبین تین ساعت تک گناہ تحریر کرنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر اس دوران توبہ کی جائے تو وہ اعمال نامہ میں گناہ تحریر نہیں کرتے۔ اگر جلدی توبہ نصیب نہ ہو تو ہر وقت توبہ کرتا رہے۔

۶) خورد و نوش میں اعتدال اختیار کرے۔ نہ اس قدر کھائے کہ طاعت میں سستی پیدا ہو اور نہ اس قدر کمی کرے کہ ذکر و طاعت سے باز رہے۔ حضرت نقشبندؒ نے فرمایا کہ لقمہ تر کھا اور کام اچھے کر۔ اصل کام طاعت ہے۔ جو بات اس میں ممد و معاون ہے، وہ مبارک ہے اور جو اس میں مخل ہے، وہ ممنوع ہے۔

۷) ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے۔ جو کوئی عذر پیش کرے، اس کا عذر قبول کرے۔ دوسروں پر اعتراض کم کرے اور نرم و ملائم انداز سے بات کرے۔ شیخ عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ درویشی نماز، روزہ اور شب بیداری میں نہیں کیونکہ یہ سب تو اسباب بندگی ہیں۔ درویشی یہ ہے کہ نہ کسی سے ناراض ہو اور نہ کسی کو ناراض کرے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو تُو واصل ہو جائے گا۔

۸) قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی وہ پردہ جو قبر اور جنت کے درمیان ہوتا ہے، اٹھ جاتا ہے اور دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں رہتی (مکتوب ۷ جلد اول)۔

۹) ہمارے طریقہ میں درجہ کمال کو پہنچنے کا انحصار مرشد کے ساتھ رابطہ محبت پر ہے۔ فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر جو اس رابطہ اور فنافی الشیخ

www.maktabah.org

کے بغیر ہو، درجہ کمال کو نہیں پہنچاتا۔ شیخ کامل سے فیوض وبرکات حاصل کرنے میں لڑکے، جوان، بوڑھے، زندہ اور مردے سب برابر ہیں۔ اس طریقہ میں ریاضت سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب ہے۔ جو چیزیں شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں، وہ یہ ہیں کہ ظاہر وباطن میں شیخ کی محبت اور اس کی خدمت و آداب کی رعایت۔ (مکتوب ۷۸ جلد اول)

۱۰) کسی نے حضرت خواجہؒ کو لکھا کہ پیر کا مریدوں کے حالات کو نہ جاننا نقص ہے۔ فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں جو صحابہ علیہم الرضوان کا طریقہ ہے، ایسا علم نہ پیر کے لئے ضروری ہے نہ مرید کے لئے۔ اس طریقہ میں استفادہ انعکاسی ہے۔ خربوزہ جو آفتاب کی حرارت سے پکتا ہے، اس کے لئے ضروری نہیں کہ سورج کو یا خربوزہ کو پکانے یا پکنے کا علم ہو۔ (مکتوب ۱۴۲ جلد اول)

۱۱) قیوم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور قائم مقام ہے۔ قطب، ابدال اور اوتاد اس کے سائے کے دائرہ میں ہیں۔ وہ دنیا والوں کی توجہ کا مرکز ہے خواہ وہ اس بات کو محسوس کریں یا نہ کریں۔ اہل دنیا کا قیام اس کی ذات سے ہے (مکتوب ۸۶ جلد اول)

۱۲) اس وقت اکثر خام صوفی ملحد کافروں سے دوستی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقیری کا راستہ کسی سے بگاڑ پیدا کرنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو حکم دیا کہ "اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر"۔ یہ عجیب صوفی ہیں جو حضور ﷺ کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ کفار بے شک خدا کے دشمن ہیں اور یہ خدا سے دوستی کا کیسا دعویٰ ہے کہ اس کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں (مکتوب ۵۵ جلد سوم)۔

۱۳) کسی نے حروف مقطعات اور متشابہات کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا: متشابہات میں صحیح طریق یہ ہے کہ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کے اسرار ہیں جو وہ اپنے خاص ترین بندوں کو بتاتا ہے۔ جس پر یہ راز کھل گیا، وہ اسے ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا (مکتوب ۱۸۳ جلد سوم)۔

کرامات وتصرفات

آپ کی کرامات بہت ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

www.maktabah.org

۱) ایک جوگی جادو سے آگ باندھ دیتا تھا اور لوگوں کو اس شعبدہ سے فریفتہ کرتا۔ حضرت کو یہ سن کر غیرت آئی۔ بہت سی آگ تیار کرا کر یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَسَلَاماً عَلٰی اِبْرٰاھِیم پڑھ کر دم کیا اور ایک شخص کو فرمایا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر کرو۔ چنانچہ وہ اس میں بیٹھ کر ذکر کرنے لگا اور آگ اس پر گلزار ہو گئی۔

۲) کابل میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اسے تبرک عطا کر رہے ہیں۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ تبرک فی الواقع اس کے پاس موجود تھا۔

۳) چند اشخاص دور کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ہر ایک کو لباس خاص عطا کیا مگر ایک شخص محروم رہا۔ جب یہ لوگ واپس وطن آئے تو اس شخص کو محرومی کا شدید احساس رہنے لگا۔ ایک دن اچانک آپ کی تشریف آوری کا شور بلند ہوا۔ وہ شخص بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت گھوڑے پر سوار ہیں۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ تبرک لے اور کلاہ شریف اس کے ہاتھ میں دیدی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔

۴) ایک روز آپ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک خادم کے ہاتھ سے لوٹا لے کر دیوار پر دے مارا۔ وہ لوٹا تو ٹوٹ گیا اور پھر دوسرے لوٹے سے وضو کیا۔ حاضرین نے اس امر کو ذہن میں رکھا۔ مدت کے بعد ایک سوداگر آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں بنگال کے جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک شیر میری طرف غراتا ہوا آیا۔ میں بہت خوف زدہ ہوا۔ اچانک حضرت کو دیکھا کہ لوٹا لیے آئے ہیں اور اسے شیر پر زور سے مارا۔ اس پر شیر خوف سے فرار ہو گیا۔

۵) ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ میرا یہ بیٹا ایک عورت پر عاشق ہو گیا ہے اور دنیا و دین کے کسی کام کا نہیں رہا۔ آپ اسے سمجھانے لگے تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تبدیل کن قضارا

www.maktabah.org

(نیک نامی کے کوچے میں ہمارا گزر نہیں ہو سکا۔ اگر تجھے یہ پسند نہیں تو تقدیر کو بدل

دے) سن کر فرمایا: ہم نے تیری قضا بدل دی۔ اسی وقت اس کا دل اس عشق سے خالی ہو گیا۔

۶) ایک شخص کی آنکھیں دکھنے آئیں۔ کسی نیم حکیم نے اسے دوا دی جس کے استعمال سے اس کی بینائی ضائع ہو گئی۔ اسی اثنا میں آپ حج سے واپس تشریف لائے۔ یہ بھی کسی کا ہاتھ پکڑ کر حاضر ہوئے۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر افسوس کیا اور اپنا لعاب دہن آنکھوں پر لگا کر فرمایا کہ گھر جاؤ اور وہاں جا کر آنکھیں کھولنا۔ جب اس نے گھر پہنچ کر آنکھیں کھولیں تو بینائی موجود تھی۔

۷) ناصر علی سرہندی اس عہد کا مشہور شاعر تھا۔ شروع میں شوق کے باوجود اس کی طبیعت میں شاعری کی صحیح مناسبت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اس نے حضرت سے دلی آرزو بیان کی۔ آپ وضو فرما رہے تھے۔ وہی پانی اسے پلا دیا۔ پانی پیتے ہی اس کی طبیعت میں آمد اور کلام میں موزونی و شوخی پیدا ہو گئی۔ اس نے حضرت کی تعریف میں کئی اشعار کہے۔ دو شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

چراغِ ہفت محفل خواجہ معصوم منور از فروغش ہند تا روم
زہے عزت کہ رب العزتش داد کہ برسر تاج قیومیش بنہاد

(سات محفلوں کے چراغ خواجہ محمد معصوم کہ ان کے فروغ سے ہند سے روم تک کی سرزمین منور ہے۔ رب العزت نے کیا خوب عزت عطا کی ہے کہ آپ کے سر پر قیومیت کا تاج رکھ دیا)

آپ کے روضہ مبارک کے بارے میں اس کی نظم کا یہ مطلع بہت مشہور ہوا ؎

درِ فیض است منشیں از کشائش ناامید ایں جا
برنگِ دانہ از ہر قفل می روید کلید ایں جا

(یہ فیض کا دروازہ ہے۔ اس کے کھلنے سے ناامید ہو کر نہ بیٹھ جا۔ یہاں تو ہر قفل کے اندر سے کنجی دانہ کی طرح خود بخود اگتی ہے)

۸) حضرت کا ایک داماد ایک اور عورت کی جانب متوجہ ہوا۔ صاحبزادی صاحبہ نے حضرت سے شکایت کی تو آپ کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ مر جائے گا۔

www.maktabah.org

صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا کہ جیتا رہے۔ فرمایا: جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس کے ایمان کی دعا کرو۔ چنانچہ تیسرے چوتھے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

۹) آپ کے خادموں میں سے ایک شخص نے کسی امیر کو دوا دی۔ وہ دوا اسے ناموافق آئی اور وہ امیر غصے میں اس کے درپئے آزار ہوا۔ اس نے حضرت سے عرض کی کہ میں طبیب ہوں۔ میں نے فلاں امیر کو دوا دی جس سے اسے نقصان ہوا اور اب وہ مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا: پہلے تو تم طبیب نہ تھے لیکن اب طبیب ہو گئے۔ جاؤ اب جو دوا بھی دو گے، آرام آجائے گا۔ اس نے بازار سے کوئی دوا لے کر امیر کو دی، اسے فوراً آرام آگیا۔

۱۰) حضرت کے ایک خادم کے ہاں چھ مہمان آگئے۔ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ وہ پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں آکر خاموش بیٹھ گیا۔ اتنے میں آپ کے پاس آم آئے۔ حضرت کا معمول تھا کہ حاضرین کو دس دس آم دیتے تھے۔ چنانچہ اس شخص کے ہاتھ میں دس آم دیے اور فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے۔ پھر چھ مہمانوں کے لئے الگ الگ دس دس آم دیے۔ بعد ازاں چھ اشرفیاں جیب سے نکال کر دیں اور فرمایا کہ تم ہمارے لئے فرزند کی طرح ہو۔ جب ضرورت ہو خانقاہ سے لے لیا کرو۔ انشاء اللہ تمہیں فراغت نصیب ہو گی۔ چنانچہ وہ خوش حال ہو گیا۔

۱۱) ایک روز آپ خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک آپ کا ہاتھ اور آستین پانی سے تر ہو گئے۔ حاضرین کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرے ایک مرید کا جہاز غرق ہو رہا تھا میں نے اسے غرقاب سے نکال کر ساحل پر پہنچا دیا۔ ایک مدت کے بعد وہ سوداگر حاضر ہوا اور اس واقعہ کی تصدیق کی۔

۱۲) آپ کے اجل خلیفہ خواجہ محمد صدیق پشاوری نے بیان کیا کہ ایک بار میں سرہند شریف سے واپس وطن جا رہا تھا کہ راستے میں ایک ندی کے کنارے میرا پاؤں پھسلا اور میں گہرے پانی میں گر کر ڈوبنے لگا۔ اچانک حضرت نمودار ہوئے اور ہاتھ ڈال کر مجھے پانی سے نکالا اور پھر غائب ہو گئے۔

۱۳) آپ کے ایک مخلص حاجی نور الدین حج پر جا رہے تھے۔ طوفان کی وجہ سے جہاز ڈوبنے لگا۔ جہاز کو ہلکا کرنے کے لئے لوگوں نے سامان سمندر میں پھینکنا شروع

www.maktabah.org

کیا۔ حاجی نور الدین نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ آئے اور فرمایا تسلی رکھو۔ حاجی صاحب نے سب لوگوں کو یہ بشارت پہنچائی۔ چنانچہ اسی وقت طوفان اور لہروں کا تموج تھم گیا اور جہاز محفوظ رہا۔

۱۴) نماز کے وقت بعض اوقات آپ کے پیچھے سو سو صف بھی ہوتی مگر آپ کی قرأت سب کو ایک جیسی سنائی دیتی۔

۱۵) آپ خربوزہ کھا رہے تھے کہ کسی نے کہا کہ فلاں رافضی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا ہے۔ آپ جلال میں آگئے اور چھری سے خربوزہ کے دو ٹکڑے کر کے فرمایا کہ ہم نے رافضی کا سر کاٹ دیا۔ اسی روز وہ مر گیا۔

۱۶) ایک مرید کا بیٹا سخت بیمار ہو گیا۔ وہ اسے اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا اور لڑکا مر گیا۔ اس کا باپ بھی صدمہ سے زمین پر گر پڑا۔ آپ کو رحم آیا اور دیر تک کھڑے رہ کر لڑکے پر مراقبہ کیا۔ پھر پانی منگا کر دم کیا اور لڑکے پر چھڑکا۔ وہ اسی وقت اٹھ بیٹھا اور مکمل صحت یاب ہو گیا۔

وفات آپ کو مرض وجع مفاصل اکثر رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس میں شدت آگئی۔ فرمایا کہ اب کوئی دوا کارگر نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا ہے کہ ارشاد کا معاملہ اب انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ یعنی میری تخلیق کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ آپ نے اپنا کتب خانہ صاحبزادگان میں تقسیم کر دیا۔ آخر ماہ صفر میں حضرت مجددؒ کا عرس ہوا تو آپ نے عین مجمع میں فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں مَیں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انتقال سے دو تین روز پہلے آپ نے قرب و جوار کے بزرگوں کو رقعہ بھیجا کہ "فقیر محمد معصوم دنیا سے جا رہا ہے۔ دعائے خاتمہ بخیر کے ساتھ ممد و معاون ہوں"۔ وفات سے ایک روز قبل جمعہ کا دن تھا۔ آپ نے نماز جمعہ مسجد میں ادا کی اور فرمایا کہ امید نہیں کہ کل اس وقت تک دنیا میں رہوں۔ صبح نماز ادا کی۔ حسب معمول مراقبہ کیا اور پھر اشراق کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد سکرات موت شروع ہو گئے۔ زبان تیز تیز چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا سورہ یٰسین پڑھ رہے ہیں۔ دوپہر کے وقت بروز ہفتہ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ (۱۶۶۹ء) کو جان بجاناں تسلیم کی۔

www.maktabah.org

اورنگ زیب کی بہن شہزادی روشن آرا بیگم نے قبر مبارک پر عالیشان روضہ تعمیر کرایا۔ اس کے لئے ایران سے معمار منگائے اور روضہ پر سنہرا کام کرایا۔ روضہ کے شمال میں آپ کے فرزند خواجہ عبید اللہؒ نے خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔

حلیہ مبارک وعادات

آپ دراز قد، پر گوشت بدن، گندمی رنگ، کشادہ ابرو، بلند ناک کے مالک تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور داڑھی سفید تھی۔ تمام اعضا نہایت خوبصورت اور خوش وضع تھے۔ کبھی تورانی چوغہ زیب تن کرتے اور گاہے ہندوستانی جامہ پہنتے۔ سر پر عمامہ باندھتے۔

آپ کے روزوشب کے معمولات اور عبادات کم وبیش وہی تھے جن کا تفصیلی ذکر حضرت مجددؒ کے باب میں آچکا ہے لہٰذا یہاں تکرار کی ضرورت نہیں۔

رمضان مبارک میں اہل شہر کے خاص وعام کی دعوت افطار کرتے۔ مخلصین کو وحدت الوجود کی تقلید سے منع فرماتے لیکن شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو بزرگ مانتے اور ان کی خطائے کشفی کو معذور رکھتے اور ان کی بعض باتوں کی تاویل فرماتے۔ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرتے۔ اگرچہ طریقہ نقشبندیہ کو افضل سمجھتے تاہم طریقہ چشتیہ و قادریہ میں بھی مرید کرتے۔ یَا شَیْخ عَبدُالقَادِر جِیْلانِی شَیْئاً لِلّٰہ کا پڑھنا جائز رکھتے (مکتوب ۱۶۶ جلد سوم)۔ دعوات خاصہ میں تشریف لے جاتے اور دعوات عامہ میں نہ جاتے۔ شادی کی تقریب میں اگر بدعت نہ ہوتی تو شمولیت فرماتے۔ خود سال میں دو عرس کیا کرتے، ایک عرس حضرت رسول خدا ﷺ کا اور دوسرا حضرت مجدد الف ثانیؒ کا۔ ان عرسوں میں حفاظ قرآن پاک پڑھتے اور مختلف اقسام کا طعام وشیرینی ومیوہ لوگوں میں تقسیم ہوتا۔ یتیم کے کنوئیں سے پانی نہ پیتے تھے۔

اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمتؒ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ موسم گرما میں آپ چھت پر قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوتے تو شام کے وقت خواجہ محمد سعیدؒ پالکی میں سوار ہو کر ایک تیر کے فاصلہ سے اپنے محل سرا میں جاتے تو حضرت باوجود دوری کے پالکی پر نظر پڑتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک پالکی دکھائی دیتی رہتی، آپ کھڑے رہتے۔ کسی نے کہا وہ دور سے گزرتے ہیں، اس طرف دیکھتے نہیں، آپ کیوں کھڑے ہوتے ہیں۔ فرمایا: ان کو دکھانا مقصود نہیں۔

www.maktabah.org

آپ کی اولاد

حضرت شیخ محمد صبغتہ اللہؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۰۳۲ھ میں حضرت مجددؒ کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ اس لڑکے سے چونکہ بوئے اصالت آتی ہے، اس لئے اس کا نام صبغتہ اللہ رکھا جائے۔ بچپن میں سخت بیمار ہوئے تو حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ اس لڑکے کی عمر طویل ہوگی۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیر معمر ہاتھ میں عصا لئے کھڑا ہے اور خلق اس کے گرد حلقہ باندھے کھڑی ہے۔ ایسا ہی ہوا، آپ کی عمر نوے سال کے قریب ہوئی۔

آپ نے چالیس روز میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور پھر علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر اپنے والد ماجد سے استفادۂ علم باطن میں مصروف ہو گئے۔ کمالات باطنی اور ورع و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم فرمایا کرتے تھے کہ اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنا ہوتی تو میں اپنے لڑکے محمد صبغتہ اللہ کی کرتا۔ حضرت نے آپ کو خلافت دے کر کابل روانہ کیا اور وہاں کی قطبیت بھی عطا فرمائی۔ وہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔

آپ کی وفات بروز جمعہ ۸ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ کو ہوئی اور اپنے والد گرامی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت محمد نقشبند حجتہ اللہؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے دوسرے بیٹے اور خلیفہ اجل تھے۔ آپ کا لقب حجتہ اللہ تھا اور آپ قیوم سوم تھے۔ ذی قعد ۱۰۳۴ھ میں حضرت مجددؒ کے وصال کے بعد پیدا ہوئے۔ ابھی آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت مجددؒ نے خواجہ محمد معصومؒ سے فرمایا کہ تمہارا یہ لڑکا عجائبِ روزگار اور صاحبِ معارف واسرار ہوگا۔

آپ تھوڑی مدت میں قرآن پاک حفظ کر کے تحصیل علوم ظاہر میں مشغول ہو گئے۔ اکثر کتابیں اپنے چچا جان خواجہ محمد سعیدؒ سے پڑھیں۔ آپ ایسی تحقیق سے پڑھا

www.maktabah.org

کرتے تھے کہ خواجہ محمد سعیدؒ فرمایا کرتے کہ یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں۔ علم قال کی تکمیل کے بعد علم حال اپنے والد گرامی سے حاصل کیا اور بلند استعداد کی وجہ سے تھوڑی مدت میں اعلیٰ ترین مقامات پر فائز ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ نے بعض حقائق و معارف اپنے والد گرامی کے سامنے بیان کیے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ مقطعات قرانی کے اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مجددؒ پر ظاہر کیے تھے۔ اب تمہیں بھی آگاہی بخشی۔ ایک روز آپ کے والد گرامی نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلعت قیومیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ الحمد للہ کہ وہ خلعت تمہیں بھی عطا ہوا۔ مبارک ہو۔ آپ ۱۰۷۹ھ میں مسند ارشاد پر بیٹھے اور مقبولیت عامہ کا یہ حال تھا کہ دور دراز ممالک سے خواص و عوام سرہند شریف کھچے چلے آتے تھے۔

آپ کی وفات شب جمعہ ۹ محرم الحرام ۱۱۱۵ھ کو ۸۱ سال کی عمر میں ہوئی اور اپنے والد ماجد کے مقبرہ کے شمال میں علیحدہ مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ

حضرت محمد نقشبندؒ کے پوتے تھے۔ ۵ ذی قعد ۱۰۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ابھی تیرہ سال کے تھے کہ والد حضرت ابوالعلیٰؒ (۱۰۶۴ تا ۱۱۰۷ھ) فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ انتقال فرما گئے۔ چنانچہ آپ کی تربیت ظاہری و روحانی آپ کے دادا بزرگوار نے کی۔ کم سنی میں بھی آپ پر استغراق غالب تھا اور سبق پڑھتے وقت آپ کو غیبت ہو جایا کرتی تھی۔ خواجہ محمد زبیرؒ قیوم چہارم تھے۔ نہایت کثیر العبادت تھے۔ نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ ظہر اور عصر کے درمیان چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے تھے۔ آپ کی سواری میں خلقت کا اژدہام رہتا تھا۔ ۴ ذی قعد ۱۱۵۲ھ میں دہلی میں وفات پائی اور نعش مبارک سرہند شریف لا کر ایک الگ مقبرہ میں دفن کی گئی۔

حضرت خواجہ محمد عبید اللہؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ کا لقب مروج الشریعت تھا۔ یکم شعبان ۱۰۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر سات سال تھی کہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی سرہند شریف میں آئے۔ انہوں نے سوال کیا کہ دل تو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، وہ کس طرح

www.maktabah.org

ذکر کرتا ہے۔ گویائی تو زبان کی صفت ہے۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ زبان بھی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس قادر مطلق نے اسے صفت گویائی دی، کیا وہ دل کو یہ صفت نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر علامہ صاحب کی تشفی ہو گئی۔

آپ اپنے والدین کی سب اولاد سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے۔ حضرت خواجہؒ آپ کو میاں حضرت کہہ کر پکارتے تھے۔ سلوک باطن اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ قرآن پاک ایک مہینے میں حفظ کر لیا تھا یعنی رمضان مبارک میں دن کو ایک پارہ یاد کر لیا کرتے تھے اور رات کو سنا دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہؒ فرماتے تھے کہ حضرت مجددؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے لڑکے میری مثل ہونگے۔ ان سے محمد نقشبند اور محمد عبید اللہ مراد ہیں۔

آپ کو تپ دق کا مرض لاحق ہو گیا۔ بادشاہ اورنگ زیب نے آپ کو دارالحکومت میں بلا کر شاہی اطباء سے علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ چنانچہ آپ واپس سرہند شریف روانہ ہوئے اور راستے میں سنبھالکہ کے مقام پر جمعہ کے روز ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو اشراق کے وقت وفات پائی۔ تدفین والد گرامی کے مقبرہ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمد اشرفؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے چوتھے بیٹے تھے۔ ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلی و نقلی کمال محنت سے حاصل کیے اور ہر کتاب کی شرح و حاشیہ لکھا۔ حضرت خواجہؒ فرماتے تھے کہ وقت تھوڑا ہے، میں تمہارا کام ایک توجہ میں کر دونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور تمام نسبت مجددیہ القا فرما دی۔ آپ کی ساری عمر بھی طریقت و شریعت پر استقامت اور طالبان حق کی ہدایت میں گزر گئی۔ آپ نے ۱۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد سکھوں نے سرہند کے علاقہ میں قتل و غارت شروع کی تو خواجہ محمد اشرفؒ کے ایک بیٹے شیخ محمد جعفرؒ نے ان کے خلاف عملی جہاد کرتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت خواجہ سیف الدینؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے پانچویں بیٹے تھے۔ تفصیل اگلے باب میں آئے گی۔

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد صدیقؒ

آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے چھٹے اور سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئے حضرت خواجہؒ اب بوڑھے ہو گئے تھے اس لئے آپ کو ان کی تربیت کی بڑی فکر رہتی تھی کہ مبادا معاملہ خام و ناتمام رہ جائے اور بھائیوں کی محتاجی ہو۔ قرآن پاک ختم کر کے علوم ظاہری کے حصول میں مصروف ہو گئے۔ گیارہ سال کی عمر میں جناب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں ولایت احمدی کی بشارت دی۔ بیس سال کی عمر میں طریقہ کے جملہ کمالات سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور حرمین شریفین میں آپ کو قبولیت عام نصیب ہوئی اور آپ مدت تک وہاں مقیم رہے۔ جنوبی ایشیا واپس آکر آپ دارالسلطنت شاہجہان آباد (نئی دہلی) میں مقیم ہوئے۔ اس زمانہ میں فرخ سیر (۱۷۱۲ تا ۱۷۱۹) بادشاہ ہند تھا۔ وہ آپ کا مرید ہو گیا۔ اکثر بیمار رہتے اور پرہیزی کھانا کھاتے تھے۔

۵ جمادی الثانی ۱۱۳۰ھ کو بمقام دہلی وفات پائی۔ نعش مبارک سرہند شریف لاکر ایک الگ مقبرہ میں دفن کی گئی۔ بعد میں اس پر شاندار گنبد بنایا گیا۔

آپ کے خلفاء

حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں محمد باقر لاہوری، محمد حنیف کابلی، محمد صدیق پشاوری، مرزا امان اللہ برہان پوری، شیخ ابو المظفر، شیخ محمد علیم اللہ جلال آبادی، مرزا عبید اللہ بیگ، ملا حسن پشاوری، ملا موسیٰ بھٹی، ملا بدر الدین سلطان پوری، حکیم حافظ عبدالحکیم نوہانی، شیخ بایزید سہارنپوری، حاجی حبیب اللہ حصاری، شیخ محمد مراد، شیخ آدم بھٹی، سید یوسف گردیزی، میر شرف الدین حسین لاہور، شیخ انور نور سرائی، شیخ حسین منصور جالندھری، اخوند سجاول (مترجم شرح وقایہ) وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

ماخذ کتب

زبدۃ المقامات	محمد ہاشم کشمی
مکتوبات معصومیہ	حضرت خواجہ محمد معصوم
مقامات معصومی	حضرت صفر احمد
رسالہ یاقوتیہ	خواجہ عبید اللہ فرزند خواجہ محمد معصوم
روضہ قیومیہ	خواجہ محمد احسان

www.maktabah.org

حضرت خواجہ محمد سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ

۱۰۴۹ تا ۱۰۹۶ھ / ۱۶۴۰ تا ۱۶۸۶ء

ابتدائی زندگی حضرت خواجہ محمد سیف الدینؒ اپنے والد گرامی حضرت محمد معصومؒ کے پانچویں بیٹے تھے۔ آپ ۱۰۴۹ھ (۱۶۴۰ء) میں بمقام سرہند شریف پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے چچا حضرت محمد سعید خازن الرحمتؒ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ کوئی فرشتہ یہ آیت پڑھتا ہے: سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَياً (سلام اس پر جس روز کہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے) سن تعلیم کو پہنچے تو تھوڑی ہی مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور پھر علوم ظاہری کی تکمیل بھی تھوڑے عرصہ میں کر لی۔

بچپن میں ہی کمالات باطنی کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد گرامی نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت عطا فرمائی۔ غرضیکہ عین شباب میں جملہ کمالات سے سرفراز ہو گئے۔ اپنے بارے میں والد گرامی کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں:

> "عرضداشت کمترین درویشاں محمد سیف الدین اپنے احوال پراگندہ کے عرض کرنے کی جرأت کر کے گستاخی کرتا ہے...... الحمد للہ اس خرابی کے باوجود اس درگاہ کے کتوں کی محبت میں مضبوط قدم رکھتا ہے اور اس آستانہ عالیہ کے لئے جانثاری کے اعتقاد میں ممتاز ہے...... حضرت سلامت! چند سال پہلے آپ نے نہایت ذرہ پروری سے اس ناچیز کو حقیقت الحقائق سے الحاق

www.maktabah.org

اور نسبت ملاحت سے بہرہ ور ہونے کی سعادت سے مشرف کیا تھا...... اب بھی اس تعجب انگیز حقیقت کے اسرار کے سمندروں میں غوطہ لگاتا ہے۔ انوار و برکات بادل کی طرح برستے ہیں اور ایسے اسرار بیان ہوتے ہیں کہ جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے...... اس درویش کو آپ نے کئی بار حیلولۂ بشری کے بغیر مرتبہ مقدسہ سے فیوض و برکات اخذ کرنے کا واسطہ اٹھ جانے کی بشارت دی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حقیقت کے ساتھ کمال اتحاد یہی ہے کہ درمیان کا واسطہ اٹھ جائے۔ اس قسم کا اتحاد بہت قلیل لوگوں کا نصیب ہے"۔ (روضہ قیومیہ)

اورنگ زیب کے دربار میں

بادشاہ اورنگ زیب نے حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے درخواست کی کہ اپنا کوئی خلیفہ میری ہدایت و توجہ کے لئے بھیجیں۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ خواجہ محمد سیف الدینؒ کو اس کام پر مامور کیا۔ آپ کے مزاج میں امر معروف اور نہی منکر بدرجہ غایت تھا۔ شرعی احکام کے اجراء اور بدعت کے سدباب میں سخت گیر تھے۔ جب آپ دہلی پہنچے تو بادشاہ نے استقبال کیا۔ قلعہ میں داخل ہونے لگے تو آپ نے دیکھا کہ قلعہ کے دروازے پر دو ہاتھیوں کی مورتیاں ہیں جن پر دو فیل بان سوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس قلعہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہونگا جب تک یہ مورتیاں موجود ہیں کیونکہ ایسی جگہ رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ چنانچہ وہ مورتیاں توڑ دی گئیں اور آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔

آپ کی ہدایت پر دربار شاہی میں راگ ناچ بند کر دیا گیا۔ گویے اور مراثی خوش مذاق تو ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ بادشاہ کی سواری کے آگے ایک جنازہ اٹھا کر چل پڑے اور خوب آہ و بکا کی۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ موسیقی مر گئی ہے، یہ اس کا جنازہ ہے۔ بادشاہ بھی بڑا حاضر جواب تھا۔ بولا کہ اسے گہرا دفن کرنا تاکہ دوبارہ باہر نہ نکل سکے۔

ایک دن بادشاہ آپ کو حیات بخش باغ کی سیر کو ساتھ لے گیا۔ وہاں سونے کی مچھلیاں بنائی گئی تھیں جن کی آنکھوں میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

www.maktabah.org

حضرت نے فرمایا کہ جب تک یہ مچھلیاں توڑ نہ دی جائیں، میں یہاں نہیں بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے شاہی نقصان کے پیش نظر انہیں توڑنے میں تامل کیا۔ لیکن بادشاہ نے انہیں توڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ شیخ کی مرضی میں زیادہ نفع ہے۔

بادشاہ نیک سیرت انسان تھا۔ وہ آپ کے جذبہ سے بہت متاثر ہوا اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کو شکریہ کا خط لکھا۔ حضرت خواجہؒ نے اس کے جواب میں بادشاہ کو لکھا:

"الحمد للہ کہ فقیر زادہ منظور و مقبول ہوا اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا۔ امر معروف و نہی منکر جو اس فقیر زادہ کا شیوہ ہے، اس پر آپ نے اظہار تشکر کیا...... یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ باوجود اس تمام شاہی شان و شوکت اور دبدبہ سلطنت کے کلمہ حق سن کر قبول کیا جائے اور ایک مسکین کی بات موثر ہو جائے"

(مکتوب ۲۲۱ جلد سوم)

بادشاہ اورنگ زیب آپ سے توجہ لیا کرتا تھا اور اس کے ایسے احوال باطنی ظاہر ہوتے جو بادشاہوں کے لئے عجوبہ اور محال سمجھے جاتے تھے۔ حضرت محمد سیف الدینؒ اپنے والد گرامی کو بادشاہ کے روحانی سلوک کے احوال تحریر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ کے جوابی خطوط میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔

"بادشاہ دین پناہ کے احوال میں جو کچھ تحریر کیا گیا...... شکر خداوندی بجالانا چاہیے کیونکہ طبقہ سلاطین میں اس قسم کے امور عنقا ہیں۔ یہ درویش دعا اور توجہ سے غافل نہیں اور ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح کے لئے بھکاری ہے اور امید رکھتا ہے کہ عنقریب فنائے قلب سے مشرف ہونگے"

(مکتوب ۲۲۰ جلد سوم)

"(بادشاہ) کے احوال میں لکھا ہے کہ لطیفہ اخفی اور اس کی مکمل مناسبت کی خبر دیتے ہیں۔ یہ پڑھ کر بہت ذوق پیدا ہوا۔ لطیفہ اخفی تمام لطائف سے بلند ہے اور اس کی ولایت تمام ولایات سے

www.maktabah.org

اوپر ہے۔ یہ لطیفہ سرور کائنات و فخر موجودات علیہ و آلہ الصلوٰۃ کے ساتھ خاص خصوصیت رکھتا ہے" (مکتوب ۲۳۲ جلد سوم)

اسی طرح مکتوب ۲۴۲ میں بھی بادشاہ کے باطنی سلوک کا ذکر ہے۔ بادشاہ کے اس ذوق کی وجہ سے شہزادوں، امراء اور محلات شاہی میں ارشاد کو بہت وسعت ملی اور سب نے آپ کی بیعت کرلی اور حلقہ میں ہجوم خلائق رہنے لگا۔ شہزادہ محمد اعظم بھی آپ کا مرید تھا۔ ایک دفعہ مجلس میں حاضر ہوا تو انبوہ خلائق کی وجہ سے اس کی پگڑی گر پڑی۔ آپ بارگاہ شاہی میں ایک کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور امراء و خوانین بڑے ادب سے اردگرد کھڑے ہوتے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ درویش ہیں اور اس قدر تکبر کرتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تکبرِ ما از کبریائی اوست (ہمارا تکبر اس ذات کی کبریائی سے ہے)

آپ عام لوگوں کا احتساب بھی کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے آپ کی سواری میں لاٹھی بردار بھی شامل ہوتے تھے اسی لئے آپ کے والد گرامی آپ کو 'محتسب امت' کہا کرتے تھے۔

مسند ارشاد کچھ عرصہ دارالحکومت میں قیام کے بعد آپ وطن واپس آئے اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔ آپ کا لنگر بہت وسیع تھا۔ خانقاہ میں ہر روز کم و بیش چار سو آدمی موجود رہتے اور جو شخص جو فرمائش کرتا اس کے لئے وہی کھانا تیار کیا جاتا۔ اس افراط نعمت کے باوجود سالکان طریقت روحانی کمالات کی بلندی پر پہنچتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے غذا میں کمی کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ غذا میں کمی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اس کام کی بنیاد وقوف قلبی و صحبت شیخ پر رکھی ہے۔ سخت مجاہدہ کا پھل خوارق و کرامات میں ہے اور ہمارے ہاں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں تو دوام ذکر و توجہ الی اللہ و اتباعِ سنت ہے۔

اس بلند مرتبہ کے باوجود آپ کی طبیعت میں بے حد انکسار تھا۔ اکثر نصف شب کے بعد حضرت مجددؒ کے روضہ مبارک کے گرد چکر لگاتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

من کیستم کہ با تو دم دوستی زنم
چندیں سگانِ کوئے تو یک کمتریں منم

www.maktabah.org

(میں کون ہوں کہ تیری دوستی کا دم بھروں۔ تیرے کوچے کے بے شمار کتوں میں سے ایک میں کمترین ہوں)۔ اکثر فرماتے کہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی درگاہ کا کتا ہوں۔

سماع

ایک بار آپ لکڑی کے اونچے جائے نماز پر بیٹھ کر تہجد کے لئے وضو فرمار ہے تھے کہ پڑوس سے سماع کی آواز آئی۔ سنتے ہی آپ پر بے خودی طاری ہو گئی، تخت سے گر پڑے اور دست مبارک پر چوٹ آگئی۔ صبح کو ہوش آئی تو حاضرین سے فرمایا: ارباب سماع ہمیں بے درد خیال کرتے ہیں حالانکہ سماع سے یکبارگی میرا یہ حال ہو گیا کہ قریب تھا کہ زندگی سے میرا رشتہ ہی ٹوٹ جائے۔ جو لوگ کثرت سے سماع کی رغبت رکھتے ہیں، وہ یہ کیسے برداشت کرتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ بے درد ہم ہیں یا وہ۔ وہ ہمارے اندرونی درد سے بے خبر ہیں۔ ہم ظاہر میں راکھ کی طرح سکون رکھتے ہیں لیکن ہمارا باطن درد و غم کے سوز سے شعلہ زن ہے۔ ہمارا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے جو ظاہر میں کمال تمکنت و وقار سے آراستہ تھے لیکن ان کے دردمند دل سے نکلنے والی آہ سے گھر کی چھت سیاہ ہو گئی تھی۔

کرامات و تصرفات

۱) آپ کا ایک خادم کابل سے اپنے وطن ایران جا رہا تھا۔ ایک رافضی اس کے آگے ایک گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ اچانک اس نے حضرات شیخینؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ اسے غیرت آئی اور اس نے تلوار سے رافضی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد میں اسے ڈر پیدا ہوا کہ اس کے ساتھی اسے ایذا نہ پہنچائیں۔ ناگاہ ایک نقاب پوش سوار آیا اور اسے کہنے لگا کہ فکر مت کر۔ میں نے اسے گدھا بنا دیا ہے۔ اس نے دیکھا تو واقعی مقتول کا جسم گدھے کی لاش بن گئی تھی۔ اس نے متاثر ہو کر عرض کی کہ مجھے اپنی زیارت تو کرائیں۔ جب نقاب پوش نے نقاب الٹا تو وہ حضرت محمد سیف الدینؒ تھے مقتول کے ساتھی گھوڑا خالی دیکھ کر وہاں آئے مگر گدھے کی لاش دیکھ کر واپس چلے گئے۔

۲) ایک شخص کو جذام کا لاعلاج مرض لاحق ہو گیا۔ آپ کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دم کیا، فوراً شفا ہو گئی۔

۳) خواجہ محمد زبیرؒ بچپن میں سخت بیمار ہو گئے۔ آپ عیادت کے لئے گئے تو

www.maktabah.org

ان کی خالہ نے دعائے صحت کے لئے عرض کی۔ آپ نے تھوڑی توجہ کی اور پھر فرمایا کہ اس لڑکے کا اللہ تعالیٰ حافظ ہے۔ یہ لڑکا شیخ عظیم ہوگا اور اس کے حلقہ میں ہزاروں لوگ شامل ہونگے۔

۴) آپ کے بڑے بھائی حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبندؒ حج پر جانے لگے تو آپ سے فرمایا کہ عمر آخر ہو گئی ہے۔ میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ خواجہ سیف الدینؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گی البتہ مجھے اپنی عمر کی امید نہیں اس لئے آپ میرے بچوں کا خیال رکھیے گا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ ان کی حج سے واپسی سے پہلے آپ فوت ہو گئے اور آپ کے بڑے بھائی انیس سال بعد تک زندہ رہے۔

۵) ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ خواجہ سیف الدینؒ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ وہ تکبر کرتے ہیں۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوتوال مجھے پکڑ کر لے گیا ہے اور ڈنڈے مارتا ہے کہ تو خواجہ سیف الدینؒ کے بارے میں برا خیال دل میں لایا حالانکہ وہ محبوب پروردگار ہیں۔ آنکھ کھلی تو میں نے توبہ کی اور حاضر خدمت ہو کر آپ کا مرید ہو گیا۔

وفات

آپ کا معمول تھا کہ ظہر اور عصر کے درمیان مستورات کے مجمع میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ایک روز خلاف معمول درس جلد ختم کر دیا۔ مستورات نے عرض کیا کہ ابھی کافی وقت باقی ہے، آپ درس جاری رکھیں۔ فرمایا: باقی محمد اعظم سے پڑھنا۔ خواجہ محمد اعظم آپ کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ اس کے بعد آپ علیل ہو گئے اور درس حدیث کا اتفاق نہ ہوا۔ اخیر وقت میں ایک طبیب لایا گیا۔ جس کے عقاید اہل سنت وجماعت کے خلاف تھے۔ اسے دیکھ کر فرمایا: "یہ کون سا وقت ہے کہ ایک مخالفِ مشرب کو میرے پاس لاتے ہو۔ اسے دور کرو"۔ چنانچہ واپس بھیج دیا گیا۔

آپ نے سینتالیس۴۷ سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الاول ۱۰۹۶ھ بمطابق ۱۶۸۶ء کو انتقال فرمایا اور حضرت مجددؒ کے روضہ مبارک کے جنوب میں ایک تیر کے فاصلے پر دفن ہوئے اور مزار مبارک پر عالی شان گنبد بنایا گیا۔ آپ کے آٹھ لڑکے تھے۔ سب سے بڑے خواجہ محمد اعظم ظاہری وباطنی علوم میں کامل اور صاحب ارشاد و تصانیف تھے۔

ماخذ کتب: ٭روضہ قیومیہ — خواجہ محمد احسان

مکتوبات معصومیہ — حضرت خواجہ محمد معصوم

www.maktabah.org

اٹھائیسواں باب

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ

م۔ ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۴ء

حضرت خواجہ نور محمد خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ علوم ظاہری میں فقیہہ کامل کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ سیف الدین کی خدمت میں سالہا سال تک مقیم رہ کر اکتسابِ فیض کیا اور مقامات بلند پر فائز ہوئے۔ اس کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ حضرت حافظ محمد محسنؒ کی خدمت میں بھی رہے اور ان سے بھی استفادہ کیا۔ ابتداء میں پندرہ سال تک آپ پر ہر وقت استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ صرف نماز کے وقت افاقہ ہوتا تھا۔ نماز کے بعد دوبارہ مغلوب الحال ہو جاتے تھے۔ بعد میں اس کیفیت سے نکل آئے۔

تقویٰ

ہر وقت مراقب رہنے کی وجہ سے پشت مبارک میں خم آگیا تھا۔ اتباع سنت کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت خلاف سنت دایاں پاؤں پہلے اندر چلا گیا۔ اتنی سی بات پر تین دن تک احوال باطنی میں بندش کی کیفیت رہی اور آپ بڑی عاجزی سے اس غلطی کی معافی مانگتے رہے۔ ہر وقت سیرت کی کتابیں زیر مطالعہ رہتی تھیں اور سنت رسول اللہ ﷺ کی جزئیات کے مطابق عمل کرتے تھے۔

کھانے پینے میں بے حد احتیاط کرتے تھے۔ کئی دن کا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر رکھ لیتے اور سخت بھوک کی صورت میں اس میں سے کچھ کھالیا کرتے۔ فرماتے تھے کہ تیس سال سے طبیعت کو غذا کی نوعیت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ یعنی پسند ناپسند کا

www.maktabah.org

احساس ختم ہو گیا ہے، بھوک میں جو مل گیا، کھالیا۔ دو سالن جمع کرنا خلاف سنت جانتے تھے چنانچہ اپنے ایک بیٹے کو گھی اور دوسرے کو شکر دیا کرتے تھے۔

امراء کا کھانا کبھی نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا البتہ نواب مکرم خان کے ہاں کا کھانا اس سے مستثنیٰ تھا۔ نواب موصوف خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی اولاد میں سے تھے۔ لاہور کے گورنر بھی رہے اور پھر سب کچھ ترک کر کے حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مرید ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہے۔ ایک بار بادشاہ اورنگ زیب نے ان سے عمر پوچھی تو کہنے لگے : چار سال۔ بادشاہ مسکرایا تو کہا کہ یہ تبسم کی بات نہیں۔ جتنی مدت میں نے اپنے مرشد کی خدمت میں گزاری ہے، وہی میری عمر ہے۔ باقی تو سب وبالِ آخرت ہے۔ نواب صاحب کے کھانے بڑے پر تکلف ہوتے تھے مگر حضرت سید نور محمدؒ احتیاط کے باوجود ان کا کھانا بطور تبرک کھالیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کے کھانے کی برکتوں سے اس قدر باطنی نور حاصل ہوتا ہے کہ گویا کھانا نہیں کھایا بلکہ دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ پیر کی محبت اور انوار نسبت کے سبب نواب صاحب کی تمام چیزیں نور بن گئی ہیں۔

کمالات روحانی

حضرت کی باطنی صفائی آئینہ کی طرح تھی۔ نور فراست اور کشف اس قدر صحیح تھا کہ آپ کو چشم دل سے وہ کچھ نظر آتا تھا جو دوسروں کو ظاہری آنکھ سے بھی نظر نہ آتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی دنیادار کے گھر سے کھانا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ اپنے خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ سے فرمایا کہ تم غور کرو۔ انہوں نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ کھانا تو رزق حلال سے معلوم ہوتا ہے مگر ریا کی نیت کی وجہ سے اس میں عفونت پیدا ہو گئی ہے۔

اگر کسی دنیادار سے کوئی کتاب عاریتاً منگاتے تو تین روز تک اس کا مطالعہ نہ کرتے اور فرماتے کہ دنیادار کی صحبت سے کتاب پر ظلمت کا غلاف چڑھ گیا ہے۔ تین دن کے بعد آپ کے ماحول کی برکت سے ظلمت دور ہو جاتی تو مطالعہ فرماتے۔

مریدوں کی لغزشوں سے فوراً باخبر ہو جاتے اور انہیں تنبیہ کرتے۔ ایک روز ایک مرید حضرت سیدؒ کی خدمت میں حاضری کے لئے آرہا تھا کہ راستے میں ایک نامحرم پر نظر پڑ گئی۔ اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم میں ظلمتِ زنا معلوم ہوتی ہے، شاید کسی

www.maktabah.org

نامحرم پر نگاہ پڑ گئی ہے۔ پھر توجہ فرما کر اس ظلمت کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح ایک روز ایک خادم کو راستے میں کوئی شرابی مل گیا۔ جس وقت وہ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ آج تمہارے باطن میں ظلمتِ شراب محسوس ہوتی ہے، شاید کسی شراب خوار سے ملاقات ہوئی ہے۔ فرمایا کہ فاسق لوگوں کی ملاقات سے نسبت مکدر ہو جاتی ہے۔ لغزشوں کی طرح خوبیوں کا بھی علم ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں ذکرِ تہلیل (کلمہ طیبہ) کر کے جاتا تو فرما دیتے کہ آج ذکر تہلیل کر کے آئے ہو۔ اگر کوئی شخص درود شریف پڑھ کر جاتا تو اسے بھی بتا دیتے کہ تم درود شریف پڑھ کر آئے ہو۔

ایک مرتبہ بادشاہ اورنگ زیب نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنے سال کی ہے۔ فرمایا: عمر تو وہی ہے جو اپنے مرشد کی خدمت میں بسر ہوئی۔ باقی تمام کانٹے ہی کانٹے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ فرماتے تھے کہ افسوس تم نے حضرت سیّدؒ کو نہ دیکھا۔ ان کو دیکھ کر قدرتِ خدا یاد آتی تھی کہ اس کی مخلوق میں ایسے صاحب کمال بھی موجود ہیں۔

کرامات وتصرفات

۱) ایک دفعہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں۔ بہت عملیات کیے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ توجہ فرمائیں۔ آپ نے دیر تک مراقبہ فرمایا اور پھر کہا کہ فلاں وقت تیری لڑکی آجائے گی چنانچہ اسی وقت مقررہ پر وہ لڑکی آگئی۔ لڑکی سے ماجرا دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ میں ایک صحرا میں بیٹھی تھی، وہاں سے ایک بزرگ میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں لے آئے۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر تامل کے بعد کیوں کہا کہ تمہاری لڑکی فلاں وقت آجائے گی۔ فوراً ہی کیوں نہ کہہ دیا۔ فرمایا کہ میں نے مراقبہ میں اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اگر میری توجہ میں اثر ہو تو میں ہمت کروں۔ جب مجھے الہام ہوا کہ اثر ہے، تب میں نے ہمت کی اور کہا کہ فلاں وقت لڑکی آجائے گی۔

۲) دو عورتیں امتحان لینے کی نیت سے آپ کے پاس آئیں اور بیعت کرنے

www.maktabah.org

لی درخواست کی۔ وہ دراصل رافضی عورتیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے عقیدہ بد سے توبہ کرو، پھر طریقہ میں داخل ہونا۔ چنانچہ ایک عورت آپ کے کمال باطن کی قائل ہو کر تائب ہوئی اور اس نے بیعت کرلی۔ دوسری کو توفیق نہ ہوئی اور محروم رہی۔

۳) آپ کا ایک مخلص خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر زنا کا مرتکب ہونے والا تھا کہ اچانک آپ کی مثالی صورت ظاہر ہوئی اور عورت خائف ہو کر ایک کونے میں چھپ گئی اور وہ شخص گناہ سے باز رہ کر تائب ہوا۔

۴) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ خوش نظر آرہے تھے۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ آج میں نے بہت سے پنکھے فقیروں میں تقسیم کیے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عمل کو شرف قبولیت ملا ہے اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیوض و برکات بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

حقوق العباد

۱) آپ کے پڑوس میں بھنگ فروش کی دکان تھی۔ ایک روز فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت سے نسبت باطنی مکدر ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر کسی مخلص نے اس دکان کو جبری طور سے وہاں سے ہٹادیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اب پہلے سے زیادہ مکدر ہو گئی ہے کیونکہ دکاندار کا احتساب خلاف شرع انداز میں ہوا ہے۔ پہلے اسے نرمی سے تلقین کر کے توبہ کرانی چاہیے تھی۔ اس کے بعد سختی روا تھی۔ غرضیکہ اسے تلاش کر کے پاس بلوایا اور اپنے مریدوں کی طرف سے معذرت کی۔ پھر اسے کچھ رقم عنایت کی اور فرمایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا۔ کوئی اور جائز پیشہ اختیار کرو۔ دکاندار کے دل پر آپ کی باتوں کا اثر ہوا اور وہ تائب ہو گیا۔

۲) ایک بار آپ نے اپنے پیر صحبت حافظ محمد محسنؒ کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں مراقبہ میں معلوم ہوا کہ تمام جسم اور کفن درست حالت میں ہے مگر پاؤں کے تلوے اور کفن میں مٹی کا اثر پہنچ گیا ہے۔ آپ نے توجہ میں اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت محمد محسنؒ نے فرمایا کہ ہم نے ایک غیر شخص کا پتھر اس کی اجازت کے بغیر وضو کی جگہ رکھ لیا تھا اور ارادہ تھا کہ جب اس کا مالک آئے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔

www.maktabah.org

ایک بار اتفاقاً اس پر قدم رکھا گیا تھا۔ اسی وجہ سے سٹی نے پاؤں اور کفن پر اثر کیا ہے۔

وفات آپ کی وفات ۱۱ ذی قعد ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۴ء) میں ہوئی اور دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار مبارک کے جنوب میں نالے کے پار نواب مکرم خان کے باغ میں دفن ہوئے۔ قبر مبارک کچی ہے اور اس کے گرد پتھر کی چار دیواری ہے۔

آپ کے خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ فرماتے ہیں کہ ہزار سے زیادہ افراد آپ کی صحبت میں ذاکر اور صاحب حضوری ہوئے اور ان میں سے بعض حضرت مجددؒ کی نسبت عالیہ سے مشرف ہوئے ان میں حضرت سید حشمت اور حضرت محمد باقی رحمتہ اللہ علیہما قابل ذکر ہیں۔

ماخذ کتب

مقامات مظہریہ	شاہ غلام علی دہلویؒ
جواہر علویہ	شاہ رؤف احمد

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ

۱۱۱۱ تا ۱۱۹۵ھ / ۱۷۰۰ تا ۱۷۸۱ء

آپ کا عہد مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا دور نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد مغل سلطنت کو زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے جانشین نا اہل ثابت ہوئے۔ ملک میں خانہ جنگی کا دور دورہ شروع ہوا۔ دور افتادہ صوبوں میں خود مختاری کا رجحان بڑھنے لگا اور صوبائی گورنر خود مختار ہونا شروع ہو گئے۔ دکن میں مرہٹوں نے سر اٹھایا اور ان کی تاخت و تاراج دہلی تک پہنچ گئی۔ پنجاب میں سکھوں کی ہنگامہ آرائی شروع ہوئی اور مشرق یعنی بنگال میں انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سازشوں کا جال بچھادیا۔

۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا، دہلی تباہ ہوئی اور حضرت مرزاؒ کی آنکھوں کے سامنے قتل عام ہوا۔ محمد شاہ کی وفات (۱۷۴۸ء) کے بعد امرائے سلطنت صفدر جنگ اور عماد الملک کے درمیان جنگ میں شہر دہلی میدان کارزار بنا رہا۔ ۱۷۵۷ء یں احمد شاہ ابدالی نے دہلی میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ وہ ۱۷۵۹ء میں پھر آیا اور افغانوں اور مرہٹوں کے درمیان جنگ میں شہر تباہ ہوتا رہا۔ ۱۷۶۴ء میں انگریزوں نے بکسر کی لڑائی میں مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کو شکست دے کر بنگال، بہار اور اڑیسہ کے صوبوں پر قبضہ جمالیا۔ پنجاب میں سکھوں کی لوٹ مار میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے یہ دل دوز واقعات خود دیکھے۔ وہ اپنے مکتوبات میں ان حالات کی طرف اشارات فرماتے ہیں مثلاً ''از ہر طرف فتنہ قصد دہلی مے کند۔ دریں مملکت خیر نیست'' (ہر طرف سے فتنہ دہلی کا قصد کرتا ہے۔ اس

www.maktabah.org

مملکت میں خیر نہیں) تاہم آپ نے سکون سے اپنا روحانی کام جاری رکھا۔ بڑھاپے اور مخدوش حالات کے باوجود مریدوں کے اشتیاق اور اشاعتِ سلسلہ کے لئے امروہہ، مراد آباد، شاہ جہان پور، بریلی، سنبھل اور پانی پت کے دورے کیے۔

ابتدائی زندگی حضرت مرزاؒ کا سلسلہ نسب اٹھائیس[۲۸] واسطوں سے محمد بن حنفیہؒ کے توسط سے حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباء میں سے میر کمال الدین طائف سے ترکستان آئے۔ ان کی اولاد سے خان بابا ہمایوں کے ساتھ جنوبی ایشیا میں آئے۔ حضرت مرزاؒ کے والد مرزا جان اورنگ زیب کے تحت منصب دار تھے۔ بعد میں منصب ترک کر کے فقر کی زندگی اختیار کی۔ جب حضرت مرزاؒ کی پیدائش ہوئی تو چونکہ بیٹا اپنے باپ کی جان ہوتا ہے اس لئے اورنگ زیب نے آپ کا نام جانِ جاں رکھا جو بعد میں جانجاناں مشہور ہوا۔ آپ کا تخلص مظہر اور لقب شمس الدین حبیب اللہ ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے تاہم عام طور پر ۱۱ رمضان ۱۱۱۱ھ (فروری ۱۷۰۰ء) کی تاریخ کو صحیح تاریخ تسلیم کر لیا گیا ہے۔

جذبہ عشق آپ کی طبیعت کا حصہ تھا۔ فرماتے تھے کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں چھ ماہ کا تھا تو ایک حسین عورت نے مجھے گود میں لیا۔ میں اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس کے فراق میں رویا کرتا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔ آپ نے فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ قاری عبدالرسول سے قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھا۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کی ہر پہلو سے تربیت کی۔ بچپن سے آپ کے تمام اوقات منضبط کر دیے گئے تھے تاکہ وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ قلیل عرصہ میں آپ ہر فن مولا بن گئے۔ آدابِ مجلس، فنِ سپاہ گری اور صنائع ہنروی میں آپ کمال مہارت رکھتے تھے۔ پاجامہ کی تراش آپ کو پچاس طرح سے آتی تھی۔ فرماتے تھے کہ اگر بیس[۲۰] آدمی تلوار سے مجھ پر حملہ کریں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک لاٹھی ہو تو انشاء اللہ مجھے گزند نہیں پہنچا سکتے۔

سولہ سال کی عمر میں والد گرامی فوت ہو گئے۔ آپ کے خیر خواہ آپ کو بادشاہ فرخ سیر کے پاس لے گئے۔ تاکہ آپ کا موروثی منصب بحال کرا یا جائے۔ اس روز بادشاہ کو زکام تھا، وہ دربار میں نہ آیا اور ملاقات نہ ہو سکی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ

www.maktabah.org

ایک بزرگ نے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ میرے سر پر رکھ دی ہے۔ وہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تھے۔ اس سے منصب وجاہ کی رغبت دل میں باقی نہ رہی۔ اب آپ علوم ظاہری کی تکمیل میں مشغول ہو گئے اور جملہ علوم کی تحصیل حاجی محمد افضلؒ سیالکوٹی سے کی۔

اکتسابِ فیض

کم عمری میں ہی آپ میں رشد وہدایت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ فرمایا کہ میری عمر نو ۹ سال کی تھی کہ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ کمال عنایت سے پیش آئے۔ انہی دنوں جب حضرت صدیق اکبرؓ کا ذکر آتا تھا تو ان کی صورت سامنے آجاتی تھی۔ ایک روز آپ کے والد آپ کو اپنے پیر کی خدمت میں لے گئے۔ اتفاقاً اس روز سکر و سماع میں ان کی نماز ظہر و عصر ضائع ہو گئی۔ فرماتے تھے کہ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر والد صاحب نے مجھے ان کی بیعت کرنے کو کہا تو میں انکار کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت نماز میں کیوں تساہل کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان پر سکر غالب ہے اس لئے معذور ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نماز میں سکر غالب ہو جاتا ہے اور کام میں ہوشیار رہتے ہیں۔ اس بات سے والد ناراض ہو گئے مگر میرے دل سے بیعت کرانے کا کھٹکا نکل گیا۔

تکمیلِ علم کے بعد آپ کو درویشوں کی زیارت کا شوق ہوا۔ چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتیؒ جہاں آبادی و میر ہاشم جالیسریؒ اور شاہ مظفر قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ مظفر قادریؒ کی مجلس میں ایک شخص نے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں بھی اوتاد اور ابدال ہونگے تو آپ نے حضرت مرزاؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس کو اوتاد و ابدال دیکھنا ہو، اس نوجوان کو دیکھے۔ فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا ورنہ میں نے تو ابھی کوئی طریقہ اختیار ہی نہیں کیا تھا۔

ایک دن حضرت مرزاؒ اپنے گھر میں مجمع احباب اور سامان طرب کے درمیان بیٹھے تھے کہ کسی نے حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے اوصاف بیان کیے۔ یہ سنتے ہی آپ بے اختیار ہو گئے اور دوستوں کے احتجاج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسی وقت مجلس سے اٹھ کر حضرت سیدؒ کی زیارت کو روانہ ہو گئے۔ چونکہ گھر پر احباب کو چھوڑ کر آ گئے تھے

www.maktabah.org

اس لئے تھوڑی دیر حضرت کے پاس بیٹھ کر یہ کہہ کر واپسی کی اجازت چاہی کہ پھر کسی وقت حاضر ہوں گا۔ حضرت سیدؒ کسی کو استخارہ کے بغیر ذکر طریقہ کی تعلیم نہیں دیتے تھے لیکن حضرت مرزاؒ کو ان کی درخواست کے بغیر ہی فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے متوجہ قلب ہو جاؤ اور خود توجہ شروع کی۔ اس ایک توجہ میں حضرت مرزاؒ کے لطائف خمسہ جاری ہو گئے۔ بعد ازاں آپ کو واپسی کی اجازت دیدی۔

ایک ہی صحبت میں حضرت مرزاؒ پر نسبت باطنی کا غلبہ ہو گیا۔ اگلے دن صبح کو حضرت سیدؒ کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا تو حسب عادت آئینہ میں اپنی صورت دیکھی تو بعینہٖ حضرت سیدؒ کی صورت پائی۔ اس سے محبت و عقیدہ میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ حضرت مرزاؒ چار سال تک حضرت سیدؒ کی خدمت میں اکتساب فیض کرتے رہے اور سلوک باطنی ولایت کبریٰ تک پہنچ گیا۔ حضرت نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے۔ اس وقت حضرت سیدؒ نے آپ کو اجازت طریقہ مع تبرک پیر ہن عطا فرمائی اور اہل سنت کے عقیدہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب کی وصیت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت سیدؒ کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد آپ چھ سال تک حضرت سیدؒ کے مزار پر جاتے رہے اور آپ کی باطنی ترقی جاری رہی تاہم حضرت سیدؒ مکاشفہ میں بار بار فرماتے رہے کہ کمالات الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ قبور سے استفادہ معمول نہیں، کسی زندہ بزرگ سے تحصیل مقامات کرنی چاہیے۔ چنانچہ مرشد کے حکم کی تعمیل میں آپ پہلے حضرت شاہ گلشنؒ (خلیفہ شیخ الاحد وحدتؔ) کے ہاں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کو شیخ روزگار ہونا ہے اور میں چنداں پابند آدابِ طریقت نہیں ہوں۔ کبھی سماع بھی سن لیتا ہوں اور کبھی بے جماعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔ تم کسی اور جگہ جاؤ۔ اس کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ قیوم چہارم (حضرت مجددؒ کے پڑپوتے) کے پاس گئے۔ آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ ایسے افراد کی ملاقات کرنی چاہیے جو آدابِ ظاہر اور انوارِ باطن سے آراستہ ہوں۔ پھر حضرت مرزاؒ سے فرمایا کہ اس طریقہ میں صحبت شرط ہے اور تمہارا مکان یہاں سے دور ہے۔ ہر روز آ نہیں سکتے اس لئے جو نسبت تم کو حضرت سیدؒ سے پہنچی ہے اس کی محافظت کرنی چاہیے۔

www.maktabah.org

بعد ازاں حاجی محمد افضلؒ (خلیفہ حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبندؒ) کی خدمت میں آئے مگر انہوں نے بھی معذرت کی کہ تمہیں کشف مقامات ہے اور مجھے چنداں یہ کشف حاصل نہیں اس لئے کماحقہٗ استفادہ نہ ہو گا۔ حاجی محمد افضلؒ حضرت مرزاؒ کے استاد تھے۔ اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ ان سے ظاہراً استفادہ نہیں ہوا لیکن حدیث شریف کے سبق میں ان کے باطن سے فیض القا ہوتا تھا۔

بالآخر آپ حضرت حافظ سعد اللہ (خلیفہ حضرت محمد صدیقؒ جو حضرت مجددؒ کے پوتے تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا۔ استخارہ فہوالمراد آیا۔ یہاں بارہ سال رہے۔ حضرت حافظؒ کی عمر اسی ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ کبر سنی کی وجہ سے توجہ نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مرزاؒ نے ایک دن عرض کیا کہ اس طریقہ میں ترقی کا مدار پیر کی توجہ پر ہے اور آپ نے اس طویل عرصہ میں فقیر کو صرف ایک بار خاص توجہ سے سرفراز کیا ہے۔ حضرت حافظ صاحبؒ میں غیرت بہت تھی۔ اگر کوئی بغیر اجازت کسی مزار پر بھی جاتا تو ناراض ہو جاتے اور اس کی نسبت میں فتور آ جاتا۔ چنانچہ آپ حضرت مرزاؒ کی اس جرأت پر بھی ناراض ہو گئے اور ان کے ظاہر و باطن میں عظیم تغیر پیدا ہوا حتیٰ کہ آپ بیمار ہو گئے اور تین ماہ تک یہ حالت رہی۔ آخر ایک دن جناب حافظ صاحب عیادت کو تشریف لائے، تب صحت ہوئی اور نسبت باطنی بحال ہوئی۔ بہر حال حافظ صاحب کی صحبت میں آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں ترقی کے ساتھ ساتھ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ نسبت سے بھی حصہ ملا۔

سب سے آخر میں آپ نے حضرت محمد عابد سنامیؒ (خلیفہ شیخ عبدالاحدؒ جو حضرت مجددؒ کے پوتے تھے) کی خدمت میں حاضری دینا شروع کی۔ جناب حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو وہ ناراض ہوئے۔ حضرت مرزاؒ نے عرض کیا کہ میرا مقصود صرف اللہ ہے اور چونکہ آپ ضعیف ہیں اس لئے آپ کے بھائی کے پاس گیا ہوں، اس کے باوجود حضور سے ویسی ہی اخلاص و بندگی ہے۔ مگر حافظ صاحبؒ کا دل صاف نہ ہوا۔ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مزار پر حاضر ہوتے تو وہ منہ پھیر لیا کرتے۔ آخر ان کے خلیفہ نے حضرت مرزاؒ کو بشارت دی کہ انہوں نے مکاشفہ میں کہا ہے کہ ہم مرزا سے راضی ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا، وہ حکم الٰہی اور اللہ کی مرضی سے کیا۔ یہ سن کر

www.maktabah.org

حضرت مرزؒ بے حد خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت خواجہ محمد عابدؒ کی صحبت میں سات سال کے دوران سلوک کے حقائق سبعہ ختم کیے۔ بعد ختم مقامات حضرت شیخ نے پھر ایک سال میں سیر مرادی مقامات کی کرائی۔ مقامات عالیہ مجددیہ کی نسبت میں ایسی لطافت پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ کی توجہات بھی ادراک میں نہ آتی تھیں۔ جب آپ نے شیخ سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہیں۔ فیضان الٰہی برابر آتا ہے۔ جب تک حوض بھر نہیں جاتا، پرنالہ سے پانی گرنے کی آواز آتی رہتی ہے اور جب لبریز ہو جاتا ہے تو پانی اس میں آتا رہتا ہے مگر آواز پیدا نہیں ہوتی۔

کمالاتِ روحانی

بچپن سے ہی مشائخ نقشبندیہ کی آپ پر خاص نگاہ تھی۔ ایک مرتبہ اپنے والد گرامی کے پاس بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے ذکر کیا کہ قدیم صوفیاء وحدت الوجود کے قائل تھے مگر حضرت مجدد الف ثانیؒ سب کے خلافت وحدت الشہود کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک نور چمکا اور اس میں حضرت مجددؒ نے ظہور فرمایا اور آپ کو اشارہ سے فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔ جب آپ نے اس واقعہ کو والد صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ تمہیں حضرت مجددؒ کے طریقہ سے فیض حاصل ہو گا۔

فرمایا کہ ایک روز میں نے حضرت شیخ محمد عابدؒ سے قادریہ سلسلہ کی اجازت کے واسطے عرض کیا۔ انہوں نے کہا کہ آؤ تمہیں اس سلسلہ کی اجازت سے خود رسول کریم ﷺ سے سرفراز کرائیں۔ چنانچہ حضرت شیخ رسول کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بھی متوجہ ہونے کا حکم دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ مع اصحاب کرام و اولیائے عظام رضی اللہ عنہم ایک بارگاہ عالی میں رونق افروز ہیں اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی وہاں کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ نے عرض کی کہ مرزا جانجاناں سلسلہ قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ سید عبد القادر سے کہو۔ چنانچہ ان سے عرض کی۔ انہوں نے شیخ کی عرض قبول فرما کر اجازت مع خرقہ عطا فرمائی اور میں نے اپنے سینہ میں برکات طریقہ قادریہ کا بخوبی احساس کیا۔ فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ میں اضمحلال اور ربودگی بہت ہے اور طریقہ قادریہ میں انوار کی روشنی ہے۔

www.maktabah.org

فرمایا کہ حضرت شیخ نے مجھے سلسلہ چشتیہ کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ مجھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے نسبت چشتیہ اویسی طریقہ سے بھی حاصل ہوئی۔ بعض اوقات جب نسبت چشتیہ کا ظہور ہوتا ہے تو سماع اچھا لگتا ہے اور سوز و گداز اور عشق و محبت جو نسبت چشتیہ کا خاصہ ہے، باطن کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

فرمایا کہ جب حضرت شیخؒ نے مجھے حقیقت محمد علیٰ صاحبہ السلام کی بشارت عطا فرمائی تو میں نے دیکھا کہ جناب سرور عالم ﷺ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ پھر دیکھا کہ جناب سرور کائنات ﷺ بندہ کی جگہ تشریف فرما ہیں اور بندہ ان کی جگہ بیٹھا ہے۔ پھر دیکھا کہ دونوں جگہ حضرت محبوب رب العالمین ﷺ بیٹھے ہیں۔ پھر دیکھا کہ میں بیٹھا ہوں۔

فرمایا کہ ایک روز حضرت سید نور محمدؒ نے میری جوتیاں سیدھی کر کے رکھیں اور فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں قبولیت تمام ہے۔ حاجی محمد افضل صاحبؒ میری تعظیم کو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے کہ تمہارے کمالات کی تعظیم کرتا ہوں۔ حضرت حافظ سعد اللہؒ نہایت تکریم کرتے اور فرمایا کرتے کہ تم میرے قبلہ گاہ کی جگہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نہایت تواضع سے میرے زانوبوس ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری مانند میرے مریدوں میں کوئی نہیں ہے۔ تم کو جو خدا اور رسول سے محبت ہے، اس سے تمہارے ذریعے طریقہ کی اشاعت ہوگی۔ ایک روز میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمانے لگے دو آفتاب مقابل بیٹھے ہیں اور انوار ایک دوسرے سے ممیز نہیں ہو سکتے۔

فرمایا کہ ایک روز ایک سرہندی صاحبزادہ سرہند شریف کو جا رہے تھے۔ میں نے اُن کی زبانی اپنا سلام حضرت مجددؒ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ جب انہوں نے مزار پر پہنچ کر میرا سلام کہا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سینہ تک اپنا سر مبارک مزار سے باہر نکالا اور فرمایا کون مرزا؟ وہ ہمارا شیفتہ اور دیوانہ! علیک و علیہ السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ وہ مجددی صاحبزادہ صاحب میرے بہت ممنون ہوئے اور کہنے لگے کہ تمہاری وجہ سے مجھے زیارت نصیب ہو گئی۔

www.maktabah.org

حضرت شاہ ولی اللہؒ حضرت مرزاؒ کے ہم عصر تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہماری معلومات سے روئے زمین کے حالات پوشیدہ نہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت کسی ملک اور شہر میں حضرت مرزا جانجاناں کی مثل کوئی ولی موجود نہیں۔

مسند ارشاد

حضرت شیخ محمد عابدؒ کی وفات (۱۱۶۰ھ) کے بعد آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ طالبانِ حق ہر طرف سے آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت شیخؒ کے اجل اصحاب اور مشائخ و علمائے عصر اکتساب فیض کے لئے حاضر ہونے لگے اور حسب استعداد فیض یاب ہوئے۔ آپ کے فیض کا اثر اس قدر تیز تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں محض رسمی طور پر آیا اور پھر وہاں سے خواجہ میر دردؒ کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم مرزا صاحب کے مرید ہو گئے ہو کہ تمہارا باطن ان کے طریقہ کے انوار سے معمور ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہی ہوا تھا۔

آپ کی غائبانہ توجہات سے دور دراز ممالک میں بیٹھے لوگ بھی باطنی ترقیاں پاتے تھے۔ حضرت شاہ بھیکؒ نبیرہ حضرت شیخ عبدالاحدؒ کابل میں مقیم تھے۔ حضرت نے دہلی سے توجہ فرما کر مقاماتِ عالیہ تک پہنچادیا۔ حضرت قاضی ثناء اللہؒ کے فرزند مولوی احمد اللہ پانی پت میں رہتے تھے۔ آپ انہیں دہلی سے توجہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مکتوب میں انہیں لکھتے ہیں: ''تمہاری توجہ میں آج تک ناغہ نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہو گا۔ تمہاری ترقی روز افزوں ہے''۔ ہزار ہا آدمیوں نے آپ سے طریق حاصل کیا اور دوام ذکر میں مشغول ہوئے۔ قریباً دو سو آدمیوں کو اجازتِ تعلیم طریقہ عطا فرمائی اور پچاس کے قریب آدمیوں کو مقاماتِ مجددیہ کی انتہا تک پہنچایا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ مقامات مظہریہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا آدمی کو دیکھ کر جوہر آدمیت اور حوصلہ معلوم کر لیتے تھے۔ عبادت اور ذکر جیسے دوسرے مشاغل کے علاوہ صبح شام حلقہ قائم کرتے تھے جس میں ایک سو کے قریب مریدوں کو بلاناغہ توجہ دیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ مکتوبات مجددیہ، دعائے حزب البحر اور ختم خواجگان پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ زبان کو حرکت دیے بغیر ذکر قلبی کو ترجیح دیتے تھے۔

ایک مرتبہ بعض افغانوں نے حضرت کی بشاراتِ مقامات پر دل میں انکار

www.maktabah.org

کیا۔ حضرت نے اپنی باطنی فراست سے معلوم کر کے فرمایا کہ اگر تمہیں اعتبار نہیں تو بزرگانِ دین میں سے کسی کو مقرر کرلو اور اس کی روح سے تصدیق کرالو۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تصدیق چاہتے ہیں۔ اس پر آپ آنحضور ﷺ پر فاتحہ پڑھ کر مع اصحاب حضور کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب کو غیبت ہو گئی اور دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور سب کو ڈانٹ کر ارشاد فرمایا کہ مرزا صاحب کی بشارات صحیح ہیں۔

اقوال زریں آپ کے مکتوبات سالک کی رہنمائی کا خزینہ ہیں۔ ان میں سے چند اقوال ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

محبت اہل بیت و صحابہ :

۱) محبت ائمہ اہل بیت اطہار اور تعظیم صحابہ کبار رضی اللہ عنہم برابر ضروری ہے۔ اور یہی راہ مستقیم ہے۔

۲) مجھے حضرت صدیق اکبرؓ سے جو فرط محبت نسبت نقشبندیہ کے حوالے سے ہے، اگر نسبت باطن میں کسی قسم کا عارضہ آجائے تو طبیعت خود ود آپ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے اور آپ کی التفات سے کدورت دور ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جسمانی عارضہ پیدا ہو جائے تو حضرت علیؓ کی طرف طبیعت متوجہ ہو جاتی ہے کہ وہ میرے اجداد سے ہیں اور فوراً مرض دفع ہو جاتا ہے۔

۳) ایک بار کسی رافضی نے آپ کے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں گستاخی کی۔ آپ نے اسے مارنے کو خنجر نکالا۔ اس نے گھبرا کر حضرت امام حسنؓ کا واسطہ دیا کہ معاف کر دیں۔ حضرت امام حسنؓ کا نام سنتے ہی آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور اسے معاف کر دیا۔

سماع :

سماع سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے اور رقت رحمت کو کھینچتی ہے۔ جو چیز موجبِ رحمت ہو، وہ کیوں حرام ہونے لگی۔ مزامیر کی حرمت میں جہاں کسی کو اختلاف نہیں وہاں دف نکاح میں مباح اور ڈھول مکروہ ہے۔

www.maktabah.org

ایک روز جناب رسول اللہ ﷺ جا رہے تھے کہ گوش مبارک میں نے کی آواز آئی۔ آپ نے کان بند کر لئے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو ساتھ تھے، ان کو منع نہ فرمایا۔ پس کمال تقویٰ ایسی آواز سننے سے احتراز میں ہے۔

بزرگان نقشبند سماع سے اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ ان کا عمل رخصت سے اجتناب اور عزیمت پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ موسیقی کے جواز میں چونکہ علماء کا اختلاف ہے اس لئے مختلف فیہ امر کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ ایسے ہی کمال تقویٰ کی بنا پر ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر سے پرہیز کی۔

وحدت الوجود :

مسئلہ توحید وجودی ضروریات دین سے نہیں۔ شرع کی زبان اس مسئلہ میں خاموش ہے۔ صوفیہ نے اپنے کشف ووجدان سے اس کو بیان کیا۔ جس شخص پر احوال و محبت کے غلبہ کی وجہ سے یہ کیفیت وارد ہو، وہ معذور ہے۔

اشغال طریقہ :

۱) اس طریقہ میں پیری مریدی محض بیعت و شجرہ وکلاہ سے نہیں بلکہ مرشد کی صحبت میں تعلیم ذکر قلبی اور توجہ الی اللہ ضروری ہے۔

۲) محبت الٰہی کبھی محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے وگرنہ اس کے حصول کے لئے طریقہ کے اشغال اختیار کیے جاتے ہیں۔ چاہیے کہ تمام دنیوی مرادوں کو ترک کر کے کثرت سے ذکر کرے۔

۳) رسول اللہ ﷺ اور دیدار الٰہی کا نظر آنا تجلی صوری کہلاتا ہے۔ یہ جس طرح سے ہو، نعمت عظمیٰ ہے۔ غلبہ خاطر کے وقت مرشد کی صورت سامنے رکھ کر نہایت عاجزی سے جناب الٰہی میں التجا کرنی چاہیے کہ مرض باطنی کا ازالہ ہو۔

۴) عجز وانکسار کی صفت پیدا کرنی چاہیے اور خلق کی جفا پر صبر و تحمل کی عادت ڈالنا چاہیے۔ نظر بند رکھنی چاہیے اور معاملات کو تقدیر سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے۔ حضرت انسؓ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ اگر کسی کام میں ان سے خطا ہو جاتی اور اہل بیت ان کو ملامت فرماتے تو آپ فرماتے کہ کچھ نہ کہو۔ تقدیر میں ایسا ہی تھا۔

www.maktabah.org

۵) اپنے اعمال کی خامیوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ عنایات کو نگاہ میں رکھنا سالکین کے اطوار کا حصہ ہے۔ ہر چند کہ عمل زیادہ کرے لیکن خدا تعالیٰ کی صفت استغناو کبریائی سے خائف رہنا چاہیے۔ تھوڑے گناہ کو بہت جانے اور تھوڑی نعمت کو بہت سمجھے اور ہمیشہ شکرو رضا کو اختیار کرے۔

٦) کثرت درود اور استغفار سالکین کے لئے لازم ہے۔ مکتوبات مجددیہ کا درس بعد نماز عصر ہمیشہ کا معمول بنانا چاہیے۔ دعائے حزب البحر صبح شام اور ختم خواجگاں ہر روز حل مشکلات کے لئے پڑھنا چاہیے۔ نماز تہجد دس یا بارہ رکعت سورہ اخلاص یا سورہ یٰسین سے پڑھنی چاہیے۔ نماز اشراق چار رکعت، نماز چاشت چار رکعت یا چھ رکعت، سنت زوال ایک سلام سے چار رکعت، نماز اوابین چھ رکعت یا بیس رکعت، چار رکعت بعد سنت موکدہ عشا، سنت عصر اور تحیۃ وضو کا پابند رہنا چاہیے۔ تلاوت کلام پاک ایک پارہ یا دو پارہ، کلمہ تمجید و توحید سو سو مرتبہ، صبح اور سوتے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ مقرر کرنا چاہیے۔ لیکن ان اعمال میں حضور قلبی ضروری ہے۔

۷) خلوت میں بیٹھ کر نسبت باطنی کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہیے۔ ظاہری اعمال کے اوقات مقرر ہونے چاہیں کیونکہ یہ اعمال جمعیت اور حضور و آگاہی کا سبب بنتے ہیں۔

۸) کثرتِ مراقبہ سے نسبت باطنی قوی ہوتی ہے، کثرتِ ذکر سے بشریت فنا ہوتی ہے، کثرت درود سے نیک واقعات نظر آتے ہیں، کثرتِ نوافل سے انکسار و شکستہ دلی حاصل ہوتی ہے اور کثرتِ تلاوت سے نور و صفائی ملتی ہے۔

۹) ذکر تہلیل (لا الہ الا اللہ) بلحاظ معنیٰ مفید طریقہ ہے اور محض تکرار الفاظ سرمایہ ثواب اور برائیوں کو مٹانے والا ہے۔

۱۰) ذکر نفی اثبات حبس نفس سے تین سو سے کم فائدہ نہیں دیتا اور زیادہ جس قدر ہو مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ حبس نفس کو ذکر کی شرط نہیں سمجھتے تھے البتہ مفید فرماتے تھے۔

۱۱) کثرت اسم ذات سے جذب الٰہی پیدا ہوتا ہے اور نفی اثبات سلوک کا راستہ طے کرنے کے لئے مفید ہے۔

www.maktabah.org

۱۲) سالک کے دل میں طلبِ خدا اور طلبِ دنیا جمع نہیں ہوتی۔ ماسواء اللہ کی اغراض سے منہ موڑنا چاہیے۔

لوازمات سلوک:

تقویٰ وورع کا طریقہ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت اختیار کرنی چاہیے۔ اپنا احوالِ باطنی کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے، اگر موافق ہو تو قابلِ قبول، اگر مخالف ہے تو مردود جاننا چاہیے۔ ہر عمل حبیب خدا کی اتباع یا محض رضائے مولا کی نیت سے اختیار کرنا چاہیے۔ دل کو ہر دو جہاں کی اغراض سے بیزار کرنا چاہیے۔ اسباب دنیا سے جو کچھ اختیار کرنا ہو، مختصر اختیار کر کیونکہ اس کا حساب دینا ہوگا۔ عبادت اور ذکر خدا میں سرگرم رہ، آج کا عمل کل پر مت ٹال، محبت مشائخ بوھا کہ خدا کے دوستوں کی دوستی خدا کے قرب کا باعث ہوتی ہے۔ پیر کے روبرو غیر کی جانب التفات نہ کر، جہاں تک ہو سکے صبر و توکل سے اوقات بسر کر، غیر سے التجا کا اندیشہ سر سے دور کر، اپنے کام اللہ کے سپرد کر، اگر تیرے دل میں کسی قسم کا تردد نہیں تو عزلت اختیار کر کہ رزق اپنے وقت پر پہنچے گا، اگر اہل و عیال کے بارے میں تشویش ہو تو کوئی پیشہ اختیار کر کہ یہ بھی سنت انبیاء علیہم السلام ہے، فقرا کا سرمایہ جمعیت دلی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فکر معاش سے دل کی یکسوئی میں خلل پڑے۔ قناعت کی عادت اختیار کر اور حرص و طمع دل سے دور کر، کسی کو حقارت سے مت دیکھ، اپنے آپ کو سب سے کمتر شمار کر۔ درویشی یہ ہے کہ جو کچھ سر میں ہو (یعنی غرور و تکبر) وہ رکھ دے اور جو کچھ سر پر آئے (یعنی مصیبت) اس سے گریز نہ کرے (یعنی صبر سے برداشت کرے)۔ کل کے اندیشہ و فکر سے اپنے آپ کو رہا کر، اپنی عبادت و طاعت پر نازمت کر، اپنی غلطیوں پر نگاہ کو اپنا سرمایہ بنا، مخالفتِ نفس جس قدر ہو سکے زیبا ہے لیکن اس قدر بھی نہیں کہ نفس تنگ آ جائے، کبھی کبھی اس سے موافقت بھی کرنی چاہیے۔

مقاصد طریقہ:

۱) ان تمام تکلفات کا حاصل رسول کریم ﷺ کے مکارم صفات کے مطابق اپنے اخلاق کی تربیت ہے انك لعلى خلق عظيم۔ آپ ﷺ نے فرمایا بعثت لاتم

www.maktabah.org

مکارم الاخلاق (میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ نیک عادات کی تکمیل کروں)۔

۲) اپنے اوقات کو ذکر و عبادت سے معمور کر کے ذہن کو ماسواء کے خیال سے پاک رکھنا چاہیے۔ اگر ذوق و شوق کی کیفیت حاصل ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے ورنہ اصل چیز حضور و آگاہی کا مرتبہ حاصل کرنا ہے۔

۳) نفی اثبات سے صفات بشریت کم ہوتی ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز تک کلمہ طیبہ کے تکرار سے ہر برائی کی جدا جدا نفی کی جائے اور اس کی جگہ خدا کی محبت ثابت کی جائے یہاں تک کہ وہ برائی زائل ہو جائے۔

۴) حقیقت یہ ہے کہ بری صفات تزکیہ نفس سے کم ہو جاتی ہیں لیکن ان کا کلی استیصال ممکن نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو مان لو مگر یہ سنو کہ کوئی اپنی عادتِ جبلی سے لوٹ گیا ہے تو اس کا یقین نہ کرنا لا تبدیل لخلق اللہ۔ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ میرا غصہ گیا نہیں۔ پہلے کفر میں صرف ہوتا تھا اب حمایت اسلام میں ظاہر ہوتا ہے۔

۵) کھانے پینے، سونے جاگنے، اعمال و عبادات میں اعتدال بہت مشکل ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ سنتِ خیر البشر ﷺ کے مطابق اوقات منضبط کئے جائیں اور انبیاء علیہم السلام کا اتباع اعتدال حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ لیقوم للناس بالقسط (تاکہ لوگوں کو اعتدال پر قائم کرے) اس امر پر نص قاطع ہے۔

نسبت فنا:

نسبت فنائیہ کا کمال جب ظاہر ہوتا ہے تو یقین ہوتا ہے کہ میں اس جہان سے انتقال کر گیا ہوں۔ اپنی غلطیوں کا احساس غالب ہو جاتا ہے اور لوگوں کی تعظیم سے تعجب ہوتا ہے۔ ایک روز میں حضرت شیخ عابدؒ کو چوہری (مکھیاں اڑانے کے لئے گھوڑے کے بالوں سے بنی ہوئی) ہلا رہا تھا تو آپ نے سختی سے منع کیا۔ دوسرے روز خود فرمایا کہ چوہری ہلاؤ۔ فرمایا کہ کل نسبت فنائیہ کا ظہور تھا۔ میں نے خیال کیا کہ تم ہنسی کر رہے ہو۔ اس لئے غصہ کے ساتھ منع کر دیا۔ اس وقت نسبت بقائیہ کا ظہور ہے اور تجلی الٰہی باطن پر جلوہ گر ہے۔ اگر تمام عالم تعظیم کو اٹھے تو اس مرتبہ کا حق ادا نہ ہو سکے۔

www.maktabah.org

خوراک :

اگر شکر ادا کرنے کی نیت سے مزیدار کھانا کھائے تو اچھا ہے کیونکہ بے مزگی کی صورت میں دل سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ لذیذ طعام کو پانی ملا کر بے مزہ کرنا نعمت الٰہی کو خاک میں ملانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مرغوب طعام تناول فرماتے تھے۔ اگر رغبت نہ ہوتی تو ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ ہمارے نفس جنید و شبلی رحمتہ اللہ علیہما جیسے نہیں کہ تلخی کو شکر جانیں۔

رمضان المبارک :

رمضان مبارک میں نسبت باطن میں بڑی ترقی ہوتی ہے۔ روزہ میں غیبت اور کذب سے بچنا چاہیے ورنہ روزہ محض فاقہ ہے۔ اس مہینے کے انوار ماہ شعبان ہی سے ظہور کرتے ہیں.... (آپ کے پاس ماہ رمضان میں مرید ہر طرف سے جمع ہوتے تھے اور عجیب و غریب صحبت منعقد ہوتی تھی۔ قرآن پاک سننے اور تراویح میں عجیب احوال وارد ہوتے تھے۔ کبھی کبھی تراویح کے بعد مع احباب مراقبہ کرتے) فرماتے کہ اس ماہ میں جو جمعیت و حضور ہوتا ہے وہ سال بھر کے واسطے ذخیرہ ہوتا ہے۔ اگر اس میں فتور آجائے تو سال بھر اس کا اثر رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر یہ مہینہ جمعیت سے گزرے تو تمام سال جمعیت کی توفیق ہوتی ہے۔

کرامات و تصرفات

ایسے کاملین کی زندگی میں کرامات کی کوئی اہمیت نہیں تاہم کتب تصوف کی روایت کے پیش نظر چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے :

۱) ایک شخص اپنی باطنی استعداد بڑھانے کے لئے اپنے مقامات پر توجہ کی تکرار کر رہا تھا۔ ایک دن اس نے مراقبہ میں امتحاناً دوسرے مقام کی طرف توجہ کی۔ آپ نے اسے فوراً جھڑک کر فرمایا کہ میں نے کہا ہے کہ تو قلب پر توجہ رکھ۔ تو دوسرے مقام پر کیوں متوجہ ہوتا ہے۔

۲) ایک امیر شخص آپ کی خدمت میں اپنے مقامات کی صحیح پہچان کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تیری نسبت فلاں مقام تک پہنچی ہے اور تیرے پیر

www.maktabah.org

نے فلاں مقام کی بشارت دی ہے۔

۳) آپ کے خلیفہ غلام مصطفیٰ خان کی زوجہ اپنے گھر پر غائبانہ توجہ لیا کرتی تھی۔ اس کا معمول یہ تھا کہ جب وہ متوجہ ہو کر بیٹھتی تو ایک آدمی کو آپ کے پاس اطلاع دینے کے لئے بھیج دیتی اور آپ توجہ فرما دیتے۔ ایک دن وہ شخص خود ہی آپ کے پاس چلا آیا اور کہا کہ بی بی صاحبہ متوجہ بیٹھی ہیں۔ آپ نے قدرے سکوت کے بعد فرمایا کہ وہ تو سو رہی ہیں اور تو ان کے حکم سے نہیں آیا۔ اس شخص نے شرمندہ ہو کر غلطی کا اعتراف کر لیا۔

۴) ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا بھائی عظیم آباد میں قید ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اس کی رہائی ہو جائے۔ آپ نے تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ وہ قید نہیں ہوا بلکہ دلالوں سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی خیریت کے بارے خط بھیج دیا ہے جو کل یا پرسوں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵) ایک دن اپنے خلیفہ شیخ غلام حسن سے فرمایا کہ تو نے کفار کی پرستش کا کھانا کھایا ہے کہ تم میں ظلمتِ کفر معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ایک ہندو کے ہاتھ کا کھانا کھایا ہے۔ یہ اسی کی کدورت ہے۔

۶) آپ کے خلیفہ محمد احسان کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوا اور نام رکھنے کے واسطے عرض کی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر محمد حسن نام رکھیں تو بہت اچھا ہو۔ اسی وقت آپ نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کا نام محمد حسن رکھا۔

۷) ایک دفعہ ایک فاحشہ عورت کی قبر پر اتفاقاً گزر ہوا۔ قبر پر متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ اس قبر میں آتشِ دوزخ شعلہ زن ہے۔ آپ نے ذکر تہلیل کے ختم کا ثواب اس کی روح کو ایصال کیا۔ اسی وقت اس کی نجات ہو گئی۔

۸) ایک شخص جو آپ کے مکشوفات کے بارے میں شک کرتا تھا، آپ کو ایک قبر پر امتحاناً لے گیا اور کہا کہ یہ میرے ایک دوست کی قبر ہے، اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ آپ نے تھوڑی سی توجہ کے بعد فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے۔ یہ تیرے دوست کی قبر نہیں بلکہ ایک عورت کی قبر ہے۔ اس نے عرض کی کہ آپ نے درست

www.maktabah.org

فرمایا۔ میں نے محض امتحان کی خاطر ایسا کیا۔

۹) ایک شخص نے عرض کی کہ میرا ایک عزیز فوت ہو گیا اور اس کا حال اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے جناب الٰہی میں بڑی عاجزی سے دعا مانگی اور فرمایا الحمد للہ اس کی مغفرت ہو گئی۔ رات کو میت نے خواب میں آکر خود اس بات کی تصدیق کی کہ حضرت کی دعا سے اس کی بخشش ہو گئی۔

۱۰) آپ کا ایک ہمسایہ جس سے آپ کو پیار تھا، شدید بیمار ہو گیا۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی مجھے اس کی موت کے غم کی تاب نہیں، اس کو شفا عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور اسے صحت ہو گئی۔

۱۱) ایک روز آپ کے مرید غلام عسکری خان کی والدہ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ جب تک آپ میری لڑکی کے لئے فرزند کی بشارت نہیں دیں گے، دامن نہیں چھوڑوں گی۔ آپ نے قدرے سکوت کے بعد فرمایا کہ انشاء اللہ تمہاری لڑکی کا بیٹا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ لڑکا جوان ہوا تو اس نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہونے کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں اسے حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ بیٹا ہمارے گھر سے کہاں جاتے ہو۔ صبح اٹھتے ہی وہ حضرت مرزاؒ کی خدمت میں آیا اور بیعت کی۔

۱۲) ایک مرتبہ زادِ راہ کے بغیر ہی آپ سفر پر چل پڑے۔ راستے میں ہر منزل پر ضروری سامان آپ کو ملتا رہا۔ راستے میں شدید بارش ہوئی اور سردی کی وجہ سے ساتھیوں کو تکلیف ہونے لگی۔ آپ نے دعا کی کہ یا اللہ بارش ہمارے آس پاس ہو اور ہم خشک منزل پر پہنچ جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بارش آپ کے قافلہ کے اردگرد ہوتی رہی اور آپ خشک منزل پر پہنچ گئے۔

آپ کی شخصیت

آپ کی ہمہ پہلو شخصیت اہل نظر کے لئے حیران کن ہے۔ ایسی متنوع صفات تاریخ مشائخ میں کم ہی شخصیات میں جمع نظر آتی ہیں :

شجاعت :

۱) فن سپاہ گری کی تعلیم آپ نے بچپن میں حاصل کی تھی۔ اس میں اس قدر

www.maktabah.org

کمال حاصل تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ تلوار سے مسلح بیس آدمیوں کا مقابلہ اکیلا صرف ایک لاٹھی کے ساتھ کر سکتا ہوں۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز میں سلام پھیرتے وقت ایک شخص نے آپ کو خنجر مارنا چاہا۔ آپ نے فی الفور خنجر اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پھر اسے واپس دے دیا۔ اس نے پھر حملہ کیا اور آپ نے پھر خنجر چھین کر اسے واپس کر دیا۔ اسی طرح سات مرتبہ حملہ ہوا اور ساتوں مرتبہ آپ نے ناکام بنا دیا۔ بالآخر حملہ آور نے پاؤں پر گر کر معافی مانگ لی۔

۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ مست ہاتھی راہ میں آیا۔ میں گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ فیل بان نے شور مچایا کہ ہٹ جاؤ۔ میں نے سوچا کہ حیوان سے بھاگنا نامردی ہے۔ اتنے میں ہاتھی نے مجھے سونڈ میں لپیٹ لیا۔ میں نے اسی وقت خنجر نکال کر اس کی سونڈ میں مارا اور ہاتھی نے چیخ کر مجھے چھوڑ دیا۔

۳) فرمایا کہ ایک دفعہ جہاد پیش آیا۔ میں اور ایک سردار ہاتھی پر سوار تھے۔ عین لڑائی کی شدت میں میرے ساتھی کو خیال گزرا کہ شاید میں ڈر گیا ہوں۔ میں نے اپنی بے خوفی کے ثبوت میں اسی وقت ایک تازہ غزل کہہ ڈالی اور وہ حیران رہ گیا۔

نازک مزاجی:

شجاعت اور نازک مزاجی بظاہر متضاد صفات ہیں مگر آپ انتہائی نفیس طبع اور نازک مزاج انسان تھے۔ آپ غیر معمولی نازک مزاجی اور دل گداختگی کے ساتھ ساتھ دقیقہ رسی، مذاق سلیم اور متوازن سوچ سے متصف تھے۔

استغنا:

آپ نے ہمیشہ غنا پر فقر کو ترجیح دی، صبر و قناعت کو پسند فرمایا۔ تسلیم و رضا آپ کا شیوہ تھا۔

۱) ایک مرتبہ مغل بادشاہ محمد شاہ نے اپنے وزیر قمر الدین کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک عطا کیا ہے۔ اس میں سے جو کچھ آپ کی مرضی ہو، ہدیہ کے طور پر قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو متاعِ قلیل کہا ہے (قل متاع الدنیا قلیل) اور اس میں سے تمہارے پاس بہت ہی قلیل حصہ ہے۔

www.maktabah.org

پھر اس میں سے میں کیا قبول کروں۔

۲) ایک امیر نے ایک خانقاہ اور ایک حویلی تعمیر کرائی اور فقراء کی وجہ معاش مقرر کر کے حضرت کی نذر کی۔ آپ نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ گذارہ کرنے کے لئے اپنا یا بیگانہ مکان برابر ہیں اور ہر شخص کی روزی جو اس کے مقدر میں ہے، وقت پر پہنچ جاتی ہے۔ فقیروں کا اصل خزانہ صبر و قناعت ہے۔

۳) ایک روز موسم سرما میں آپ پھٹی ہوئی چادر اوڑھے بیٹھے تھے۔ نواب خان فیروز جنگ حاضر ہوا تو آپ کو اس حالت میں دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ یہ ہماری بدبختی ہے کہ جن بزرگوں کی خدمت میں ہمیں ارادت ہے، وہ ہمارا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ یہ سن کر آپ نے یہ شعر پڑھا:

ہزار حیف کہ گل کرد بے نوائی ما
بچشم آبلہ آمد برہنہ پائی ما

پھر فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا ہوا ہے کہ امیروں سے نیاز قبول نہیں کروں گا۔ اب جبکہ سورج غروب ہونے کو ہے اگر میں اپنا روزہ توڑ دوں تو مجھے کفارہ کے لئے دس لاکھ روپیہ چاہیے کہ ہمسایہ عورتوں کا چولہا گرم ہو۔

۴) مغل سلطنت کا بڑا منصب دار نظام الملک تیس ہزار روپیہ نیاز لایا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ اسے اہلِ حاجت لوگوں میں تقسیم فرما دیجئے گا۔ فرمایا: میں تمہارا خانساماں نہیں ہوں۔ یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو، گھر تک سب تقسیم ہو جائے گا۔

۵) ایک مرتبہ ایک شخص نے تین سو اشرفیاں بھیجیں۔ آپ نے واپس کر دیں اور فرمایا کہ اگرچہ ہدیہ کے رد کرنے کو منع فرمایا گیا ہے مگر اسے قبول نہ کرنے کو واجب بھی نہیں ٹھہرایا گیا۔ جو مال کہ یقینی طور پر حلال ہو، اسے لینے میں برکت ہے۔ فقیر اپنے احباب سے جو اخلاص و احتیاط کے ساتھ ہدیہ لاتے ہیں، قبول کر لیتا ہے۔ امراء کا مال اکثر مشتبہ ہوتا ہے اور حق العباد اس میں شامل ہوتا ہے۔ قیامت کے دن ایسے مال کا حساب دینے میں دقت ہوگی۔ ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے کہ جب تک آدمی سے پانچ سوالوں کا جواب نہیں لیا جائے گا، وہ بارگاہ الٰہی میں کھڑا رہے گا:

www.maktabah.org

(۱) عمر کس چیز میں صرف کی (۲) جوانی کس کام میں بسر کی (۳) مال کہاں سے کمایا (۴) کہاں خرچ کیا (۵) اپنے علم پر کیا عمل کیا۔

۶) ایک دفعہ کسی امیر نے آموں کا تحفہ بھیجا۔ آپ نے واپس کر دیے۔ جب اس نے بہت منت سماجت کی تو اس کی دلجوئی کے لئے دو آم رکھ لیے اور باقی واپس کر دیے کہ فقیر کا دل اسے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد باغبان چلاتا ہوا آیا کہ فلاں امیر نے مجھ سے ظلماً آم لیے ہیں اور ان میں سے کچھ آپ کو بھیجے ہیں۔ فرمایا: سبحان اللہ یہ ناعاقبت اندیش لوگ ایسے مغضوبہ ہدیوں سے ہمارا باطن تاریک کر دینا چاہتے ہیں۔

امراء کا کھانا نہیں کھاتے تھے کہ شر الطعام طعام الاغنیاء (بدترین طعام امراء کا طعام ہے)۔ غرباء کی دعوت قبول کرنے میں بھی تامل فرماتے کہ یہ لوگ اکثر سود پر قرضہ لے کر دعوت کرتے ہیں۔

تواضع واخلاق کریمہ:

اس استغنا کے ساتھ مزاج میں تواضع اور انکساری تھی۔ بڑے کریم الاخلاق تھے۔ چہرے پر انبساط کی کیفیت رہتی تھی اور ہر شخص سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بڑے خوش بیان تھے۔ علماء، فضلاء اور اہل تقویٰ کا بے حد احترام کرتے مگر کافر کی تعظیم کے لئے خواہ امیر ہو یا غریب کبھی نہ اٹھتے۔ ایک بار ایک مرہٹہ سردار آپ سے ملنے آیا تو آپ پہلے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور جب وہ آکر بیٹھ گیا تب باہر آئے۔ جب جانے لگا تو اس وقت بھی ایسا ہی کیا۔

فرماتے تھے کہ فقیر کو جو کچھ ملا ہے، اپنے پیروں کی محبت سے ملا ہے ورنہ فقیر کے اعمال کی کیا حیثیت ہے۔ اپنے مشائخ خصوصاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کی محبت میں سرشار تھے۔ طبیعت میں نفاست پسندی اور دردمندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ حسن وجمال سے فطری لگاؤ تھا۔

وسیع المشربی:

ایک طویل خط میں آپ نے ہندوؤں کے مذہب کے بارے میں اپنی رائے

www.maktabah.org

لکھی ہے جس سے آپ کی اعتدال پسندی، منصف مزاجی اور وسیع المشربی پر روشنی پڑتی ہے۔اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"واضح رہے کہ اہل ہند کی قدیم کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے، یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے شروع میں رحمتِ الٰہیہ نے ان لوگوں کی معاد و معاش کی اصلاح کے لئے ایک کتاب وید جس میں چار دفتر ہیں اور امر و نہی کے احکام اور ماضی و مستقبل کے واقعات ہیں ایک فرشتے برہما کے وسیلہ سے جو ایجاد عالم کا واسطہ ہے، نازل کی۔ اس زمانے کے مجتہدوں نے اس کتاب سے چھ مذاہب استخراج کیے اور اصول و عقائد کی بنا ان پر قائم کی۔ اسے دھرم شاستر کہتے ہیں یعنی ایمانیات جس سے علم کلام مراد ہے۔ اسی طرح انہوں نے نوع کے چار فرقے بنائے اور ہر فرقے کے لئے الگ مسلک مقرر کیا۔اسے کرم شاستر کہتے ہیں یعنی عملیات جس سے علم فقہ مراد ہے۔

ان کے تمام فرقے توحید الٰہی کے بارے میں متفق ہیں۔عالم کو مخلوق جانتے ہیں۔ فنائے عالم نیک وبد کی جزاوسزا، حشر و نشر جسمانی اور حساب کتاب کے قائل ہیں۔ علوم عقلی و نقلی، ریاضت و مجاہدات، تحقیق معارف اور مکاشفات میں ید طولیٰ رکھتے ہین۔ان کی بت پرستی شرک کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے دوسرے اسباب ہیں۔

ان کے علماء نے انسانی عمر کے چار حصے کئے ہیں۔ پہلا تحصیل علم کے لئے، دوسرا معاش اور اولاد کی غرض سے، تیسرا درستی اعمال اور تہذیب نفس کے لئے، چوتھا تجردو تنہائی کی مشق کے لئے جو کمال انسانی کا انتہائی درجہ ہے اور نجات کبریٰ جسے مہامکت کہتے ہیں، اس پر موقوف ہے۔

ان کے دین کے قواعد و ضوابط میں نہایت اعلیٰ درجہ کا نظم و نسق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دین باقاعدہ مرتب ہوا تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔ ہماری شرع میں یہود و نصاریٰ کے دین کے نسخ کے سوا اور کسی دین کے نسخ کا ذکر نہیں حالانکہ ان کے علاوہ بہت سے دین منسوخ ہوئے اور کئی دین صفحہ ہستی سے نابود ہو گئے۔ نیز واضح رہے کہ ان آیات کے مطابق وان من امة الا خلا فیھا نذیر (ہر ایک گروہ کا نبی گزرا ہے) ولکل امة رسول (اور ہر ایک امت کا رسول ہوتا ہے) سر زمین ہندوستان میں بھی نبی اور رسول بھیجے گئے جن کے احوال ان کی کتابوں میں مندرج ہیں۔

www.maktabah.org

ان کے اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صاحب کمال تھے۔ رحمت عامہ الٰہی نے مصلحت انسانی کو اس سر زمین میں فراموش نہیں کیا...... لیکن جب سے ہمارے پیغمبر خاتم المرسلین ﷺ مبعوث ہوئے ہیں تب سے لے کر جب تک دنیا باقی ہے کوئی اور نبی نہ ہوگا۔ شرق سے لے کر غرب تک تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ ہی کی تابعداری لازم ہے اور سرور کائنات ﷺ کے دین کے مقابل تمام باقی دین منسوخ ہیں۔

نیز حسب تصریح آیت کریمہ منهم من قصصنا عليك و منهم من لم نقصص عليك (ان میں سے بعض کا حال تمہارے روبرو بیان کیا اور بعض کا نہیں کیا) جب ہماری شریعت بہت سے انبیاء کے حال میں ساکت ہے تو ہم کو بھی ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی بہتر ہے...... اگر تعصب نہ ہو تو نیک گمان کرنا چاہیے...... کسی کو بغیر قطعی دلیل کے کافر نہ کہہ دینا چاہیے۔

ان کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو حکم الٰہی سے عالمِ کون و فساد میں دخل رکھتے ہیں یا بعض کاملین کی روحیں جنہیں جسم سے الگ ہو کر اس دنیا میں کچھ تصرف حاصل ہے یا بعض زندہ آدمی جو ان کے زعم میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تا ابد زندہ رہیں گے، یہ لوگ ان کی مورتیں یا تصویریں بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ کے سبب ایک مدت کے بعد صاحب صورت سے مناسبت پیدا کر لیتے ہیں اور اسی نسبت سے حوائجِ معاش و معاد کو پورا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے جو مسلم صوفیہ میں عام ہے اور جس میں صورتِ شیخ کا تصور کیا جاتا ہے اور فیض حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہاں صرف اس قدر فرق ہے کہ صوفیہ شیخ کی ظاہری تصویر نہیں بناتے۔

یہ بات کفار عرب کے عقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ وہ بتوں کو متصرف اور موثر بالذات مانتے تھے نہ کہ تصرف الٰہی کا ذریعہ۔ انہیں زمین کا خدا مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو آسمان کا خدا۔ یہ شرک ہے۔ ان (اہل ہند) کا سجدہ سجدۂ عبودیت نہیں بلکہ سجدۂ تحیت ہے جو کہ ان کے طریقے میں ماں باپ، پیر استاد کے سلام کے لئے بھی عام ہے اور جسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔

تناسخ کا اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔"

www.maktabah.org

آپ کی شاعری

فقر و تصوف کے ساتھ ساتھ آپ ایک فصیح البیان شاعر تھے۔ طبیعت نہایت موزوں اور کلام نہایت پراثر تھا۔

فارسی شاعری:

اس دور میں فارسی شاعری کا زیادہ رواج تھا۔ آپ نے اپنا فارسی دیوان خود مرتب کیا جو ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے جسے آپ نے اکیس [21] ہزار اشعار میں سے منتخب کیا۔ حمد و نعت سے متعلق یہ اشعار زبان زد عام بن چکے ہیں:

خدا در انتظارِ حمد مانیست — محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست
خدا خود مدح گوئے مصطفیٰ بس — محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
مناجاتے اگر باید تواں کرد — بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمدؐ از تو می خواہم خدا را — الٰہی از تو عشقِ مصطفیٰ را

(خدا ہماری حمد کے انتظار میں نہیں۔ محمد ﷺ ہماری ثنا کی راہ نہیں دیکھ رہے۔ مصطفیٰ کی مدح گوئی کے لئے خدا کافی ہے اور خدا کی حمد کہنے کو محمد ﷺ کافی ہیں۔ اگر کوئی مناجات کرنی ہی ہو تو صرف ایک شعر پر قناعت کی جا سکتی ہے۔ اے محمد ﷺ آپ سے میں خدا مانگتا ہوں اور اے اللہ تجھ سے عشقِ مصطفیٰ چاہتا ہوں)

حضرت کی ایک غزل بطور نمونہ اور تبرک درج کی جاتی ہے:

ازاں پہلوئے خود جامی دہم ایں رنج و محنت را
کہ غیر از من پناہے نیست در عالم مصیبت را

قضا از مشہد ما مشت خونے دام مے گیرد
کہ تا رنگیں کند ہنگامہء روز قیامت را

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نگیرد باطنِ اہل صفا رنگ از نظر بازی
تصرف نیست ہر گز در دلِ آئینہ صورت را

www.maktabah.org

دماغِ دل دریں جاگاہ گاہے چاق می گردد
خدا آباد تر سازد خرلباتِ محبت را

تلف کردست ایں دل حق صحبت ہائے دیرینم
بہ بزم خود نخواہی داد جا ایں بے مروت را

بجائے سنگِ طفلاں پارہ ہائے شیشہ باید زد
چو مظہر میرزا دیوانہ ء نازک طبیعت را

اردوشاعری :

آپ نے کوئی اردو دیوان نہیں چھوڑا۔ اردو کلام مختلف تذکروں میں ملتا ہے اور اشعار کی کل تعداد ایک سو چوبیس ہے۔[۱۲۴] اہم بات یہ ہے کہ آپ کے کلام نے اردو شاعری پر نہایت گہرے اثرات چھوڑے اور اردو شاعری کو سب سے پہلے آپ نے نئے قالب میں ڈھالا۔ آپ سے پہلے ابہام گوئی کا دور دورہ تھا۔ آپ نے روزہ مرہ کی زبان میں فارسی اجزا کی آمیزش سے شعر کہے اور اس رجحان کا آغاز ہوا جسے بعد کے شعراء نے ترقی دی۔ آپ کی شاعری واردات قلبی اور تجربات پر مبنی فطری عشقیہ شاعری ہے۔ زبان میں شائستگی، صفائی اور بیان میں جوش وحلاوت ہے۔

اس میدان میں آپ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے شاگردوں کی تربیت کی۔ آپ کے شاگرد انعام اللہ خان یقین (م۔ ۱۷۵۵ء) نے اس رجحان کو آگے بڑھایا۔ ولی دکنی اور آرزو جیسے شاعر آپ سے متاثر ہوئے۔ مصحفی نے آپ کو نقاش اول کہا۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار درج کیے جاتے ہیں :

ہمارے ہاتھ سے یہ دل بھی بھاگا لے کے جاں اپنا
ہم اس کو جانتے تھے دوست اپنا، مہرباں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو، ہے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا، مظہر اپنا، جانِ جاں اپنا

www.maktabah.org

نہیں پایا مرے رونے کوں اور فریاد کوں بادل
برس دیکھا، جھڑی کوں باندھ دیکھا، کڑکڑا دیکھا

سجن کس کس مزہ سے آج دیکھا ہم طرف یارو
اشارا کر کے دیکھا، ہنس کے دیکھا، مسکرا دیکھا

کبھی ملتا نہیں میرا ہٹیلا کیا کروں مظہر
تصدق ہو کے دیکھا، پاؤں پڑ دیکھا، منا دیکھا

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے
کہاں اس کو دماغ و دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کوں نہ ٹوکو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے

بہار آئی کھل آئے باغ بلبل پھول کر بیٹھی
دِوانوں کو کہو اس وقت کر لیویں علاج اپنا

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہیں کیا مفت جاتی ہے بہار

الٰہی مت کسو کے پیش رنج و انتظار آوے۔
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آئے

شہادت فرمایا کرتے تھے کہ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی سوائے شہادت ظاہری کے۔ فقیر کے اکثر بزرگ شہید ہوئے مگر چونکہ فقیر نہایت ناتواں اور ضعیف ہے اور قوت جہاد باقی نہیں رہی اس لئے بظاہر یہ آرزو مشکل نظر آتی ہے۔ فرمایا

www.maktabah.org

کہ مجھے اس شخص پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو موت کو دوست نہیں رکھتا حالانکہ موت موجب القائے الٰہی وزیارتِ رسالت پناہی ﷺ و دیدار اولیائے کبار و عزیزاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو بھی پوری کی۔ شب بدھ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ (۴ جنوری ۱۷۸۱ء) کو چند آدمیوں نے دروازہ پر دستک دی۔ خادم نے اطلاع دی تو فرمایا کہ اندر آجائیں۔ تین آدمی اندر آئے۔ ان میں سے ایک ایرانی شیعہ تھا۔ اس نے طمنچہ سے گولی ماری جو دل کے قریب پڑی اور آپ زمین پر گر پڑے۔ بادشاہ کے وزیر نجف خان نے ایک انگریز ڈاکٹر بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کے علاج کی ضرورت نہیں۔ میں نے قاتل کو معاف کیا۔ اگر وہ معلوم ہو جائے تو تم بھی اسے معاف کر دینا۔ تین روز کے بعد دسؔ محرم کو جان جان آفریں کے سپرد کی۔ زخمی حالت میں اکثر آپ اپنا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(خدا ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت کرے، انہوں نے خاک و خون میں لوٹنے کی کیا اچھی رسم کی بناڈالی ہے)

آپ کی متعدد تاریخ ہائے وفات لکھی گئیں جن میں ایک آیت قرآنی اولئك مع الذین انعم اللہ (۱۱۹۵) اور دوسری حدیث شریف (جو مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے) عاش حمیداً مات شہیداً (۱۱۹۵) (حمید زندگی گزاری اور شہید موت ملی) قابل ذکر ہیں۔

آپ کے مزار کے دروازے پر آپ کا اپنا الہامی شعر درج ہے:

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

(میری لوح مزار کے لئے غیب سے یہ تحریر ملی کہ اس مقتول کا سوائے بے گناہی کے کوئی اور قصور نہ تھا)

ایک نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہ سیاسی قتل تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کے رد

www.maktabah.org

رفض کی وجہ سے محمد حسین آزاد نے اپنی تحریروں میں تعصب کی بنا پر حضرت مرزا سے بدلہ لیا اور اس بات کو اچھالا کہ آپ نے ۷ محرم کے جلوس پر لعن طعن کی۔ اصل سبب یہ تھا کہ انگریزوں کی سفارش پر شاہ عالم ثانی نے نجف خان اصفہانی کو وزارت کا منصب دیا۔ اس نے نواب مجد الدولہ کو قید کر دیا۔ حضرت مرزا مجد الدولہ کو اچھا سمجھتے تھے۔ ایک خط میں لکھا:

''مجد الدولہ کے خلوص کا چرچا خاص و عام میں ہے۔ خدا تعالیٰ جلد ظہور میں لائے''۔
نجف خان کے بارے میں لکھا: ''اس شہر کے باشندوں میں نجف خان کے آنے کے بعد بادشاہ سے فقیر تک سب کا حال تباہ ہے''۔

حضرت مرزاؒ نقشبندی روایات کے مطابق اجتماعی زندگی کی خرابی کی نشان دہی کرتے تھے اور نجف خان آپ سے خائف تھا کیونکہ روہیلوں کی بڑی تعداد آپ کی مرید تھی۔ چنانچہ اس نے یہ مشہور کر کے کہ آپ نے ۷ محرم کے جلوس پر لعن طعن کی، لوگوں کے جذبات مشتعل کیے اور پھر ایک ایرانی شیعہ کے ذریعے آپ کو شہید کرا دیا۔

آپ کے خلفاء

آپ کے شہرہ آفاق خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ غلام علیؒ کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

آپ حضرت مرزاؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمانؓ سے ملتا ہے۔ مقرب بارگاہ الٰہی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و اصول میں اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ شاہ عبد العزیزؒ آپ کو بیہقیٔ وقت کہا کرتے تھے۔ حضرت مرزاؒ نے آپ کو علم الہدیٰ کا خطاب دیا تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں فقہ کی کتاب 'مالابد منہ' مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ سات جلدوں میں تفسیر مظہری لکھی۔ شاہان اودھ کے تعصب کی وجہ سے شیعہ سنی مسئلہ پھر پیدا ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے شیعہ عقائد کے خلاف کتاب سیف المسلول لکھی۔ اس کے علاوہ ارشاد

www.maktabah.org

الطالبین، حقوق الاسلام، شہاب ثاقب جیسی کتب اور دیگر رسائل آپ کی یادگار ہیں۔

حضرت مرزؒا آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ فرماتے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے قیامت کے روز دریافت کیا کہ میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں قاضی ثناء اللہ کو پیش کروں گا۔ اپنی مجلس میں ان کے لئے اپنے قریب جگہ خالی کرادیا کرتے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ قاضی صاحب آرہے ہیں تو فرمایا کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے تعظیماً کھڑے ہونے لگتے ہیں تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ قاضی صاحب آرہے ہیں۔

آپ کی وفات ماہ رجب ۱۲۲۵ھ (۱۸۰۵ء) میں ہوئی۔ مزار پانی پت میں ہے۔

دیگر خلفاء

دیگر خلفاء میں قاضی ثناء اللہؒ کے بڑے بھائی مولوی فضل اللہؒ اور حضرت قاضی صاحب کے بیٹے مولوی احمد اللہؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مولوی نعیم اللہ بہرا ئچیؒ تھے جن کو خلافت دیتے وقت حضرت مرزؒا نے مکتوبات امام ربانی کی تین جلدیں عطا کیں اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خاص نعمت ہے۔ نماز عصر کے بعد اس کا درس دینا۔ ان کی کتاب معمولات مظہریہ آدابِ طریقت کا خزینہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ سنبھلیؒ شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد اور حضرت مرزؒا کے اجل خلیفہ تھے۔ دوسرے خلفاء میں حضرت شاہ رحمتؒ اور حضرت محمد حسن عربؒ نے شہرت پائی۔ ان کے علاوہ کتب میں خلفاء کی طویل فہرست ملتی ہے۔

ماخذ کتب

مقامات مظہریہ	شاہ غلام علی دہلویؒ
تکملہ مقامات مظہریہ	شاہ عبدالغنی دہلوی
معمولات مظہریہ	مولوی نعیم اللہ بہرائچی
دیوان مظہر	مرزا مظہر جانجاناںؒ
تاریخ اردو ادب جلد دوم	ڈاکٹر جمیل جالبی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

حضرت شاہ عبداللہ عرف شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

۱۱۵۸تا۱۲۴۰ھ / ۱۷۴۶تا۱۸۲۵ء

آپ کا عہد حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے سب سے نامور خلیفہ شاہ غلام علی دہلویؒ کا دور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے مزید ادبار اور تنزل کا زمانہ تھا۔ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی ملکی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا اقتدار آگے بڑھا رہی تھی۔ بنگال، بہار اور اڑیسہ پر قبضہ کے بعد ۱۷۹۹ء میں اس نے مسلمانان بر صغیر کی آخری امید ٹیپو سلطان کو شہید کر کے میسور پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ نظام حیدر آباد بھی اس کا دست نگر بن چکا تھا اور کمپنی کی سازشوں کا جال دربار دہلی تک پہنچ چکا تھا۔ ادھر پنجاب میں رنجیت سنگھ نے زور پکڑ لیا تھا۔ اس نے ۱۸۰۷ء تک پنجاب میں دریائے ستلج کا مغربی علاقہ زیر نگیں کر لیا تھا اور پھر ۱۸۱۸ء میں ملتان اور اگلے سال کشمیر پر بھی قبضہ جمالیا۔ مسلمانوں پر مظالم کا دور شروع ہوا یہاں تک کہ سکھا شاہی کی اصطلاح ظلم وجور کی ہم معنی بن گئی۔ دہلی میں اب بھی مغل بادشاہ موجود تھا۔ شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹تا۱۸۰۶ء) اور اکبر شاہ (۱۸۰۶تا ۱۸۳۷ء) حضرت شاہ صاحب کے ہم عصر تھے مگر دونوں صرف نام کے بادشاہ تھے۔

دوسری طرف حضرت شاہ غلام علیؒ کی ذات سے سلسلہ نقشبندیہ کا اس قدر فیض جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے ان کی زندگی میں جاری ہوا ہو۔ اپنے زمانہ میں حضرت کا اتنا شہرہ تھا کہ انہیں لوگ تیرھویں صدی کا مجدد کہتے تھے۔ جنوبی ایشیا میں آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا اور آپ کی خانقاہ مجددی مشرب کے احیائی ذوق و شوق اور متشرع تصوف کا مرکز تھی۔ ملک سے باہر آپ کے خلفاء افغانستان، وسط ایشیاء،

www.maktabah.org

عرب، حرمین شریفین، عراق، روم، کردستان وغیرہ میں نسبت مجددی کی روشنی پھیلا رہے تھے۔ آپ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے آپ کے ملفوظات میں لکھا ہے:

> "ایک روز میں عصر کے وقت حاضر تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے۔ حضرت مکہ معظمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، حضرت مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، بغداد شریف، روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے اور پھر بطور ہنسی فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے"۔

ابتدائی زندگی

آپ کی ولادت ۱۱۵۸ھ (۱۷۴۶ء) میں بٹالہ (بھارتی پنجاب) کے مقام پر ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی مرتضیٰؓ سے ملتا ہے۔ والد شاہ عبداللطیف ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت کی پیدائش سے پہلے انہیں خواب میں حضرت علیؓ آئے اور فرمایا کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی نے علی نام رکھا تاہم بڑے ہو کر حضرت نے ادب کے طور پر اپنا نام غلام علی مشہور کیا۔ آپ کے چچا نے آنحضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں عبداللہ نام رکھا۔ چنانچہ آپ شاہ عبداللہ عرف شاہ غلام علی کہلائے۔

آپ نے بچپن کے سولہ سال اپنی جائے پیدائش میں گزارے۔ پھر والد گرامی نے دہلی بلا لیا۔ وہ ایک دن آپ کو اپنے پیر شاہ ناصر الدین قادری کی بیعت کرانے کی غرض سے لے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بزرگ اسی رات وفات پا گئے۔ اس پر آپ کے والد نے کہا کہ میرے پیر سے تمہاری بیعت قسمت میں نہ تھی۔ اب جہاں چاہو، کسب فیض کر لو۔ چنانچہ آپ اس وقت کے بزرگان دہلی کے ہاں جاتے رہے مگر آخر کار ۱۱۸۰ھ میں بائیس سال کی عمر میں حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس جگہ ذوق و شوق ہو، وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو سنگِ بے نمک چاٹنے کا معاملہ ہے۔ آپ نے عرض کی کہ مجھے یہی منظور ہے۔

حضرت مرزاؒ نے آپ کو طریقہ قادریہ میں بیعت کیا اور نقشبندیہ مجددیہ

www.maktabah.org

طریقہ کی تلقین کی۔ فرماتے تھے کہ شروع میں مجھے تردد ہوا کہ اگر میں طریقہ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں تو حضرت غوث پاکؒ ناراض نہ ہوں۔ اسی اثنا میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظمؒ تشریف فرما ہیں اور اس کے سامنے ایک اور مکان میں حضرت خواجہ نقشبندؒ رونق افروز ہیں۔ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے۔ خواجہ نقشبندؒ کے پاس جاؤ، کچھ مضائقہ نہیں۔ غرضیکہ آپ پندرہ سال تک حلقہ و مراقبہ میں حاضر رہے اور حضرت مرزاؒ نے اجازت مطلقہ عنایت فرمائی۔

آپ حافظ قرآن تھے اور حدیث کی سند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادوں سے اور پھر اپنے مرشد حضرت مرزاؒ سے حاصل کی۔

مسند ارشاد

اجازت و خلافت ملنے کے بعد آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ فرماتے تھے کہ شروع میں مجھے معاش کی تنگی ہوئی۔ میں نے ہر قسم کی وجہ معاش کو چھوڑ کر بالکل توکل اختیار کیا۔ ایک ٹوٹے ہوئے بوریا کا بستر اور اینٹ سرہانے ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بھوک کی شدت میں حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور دل میں سوچ لیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے دستک دے کر کہا کہ دروازہ کھولو۔ میں نے نہ کھولا۔ اس نے پھر کہا کہ کھولو، مجھے تم سے کام ہے۔ مگر میں نے نہ کھولا۔ آخر وہ کواڑوں کے شگاف سے پانچ روپیہ ڈال گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدن شروع ہو گئی۔ سینکڑوں علماء، صوفیاء اور فقراء دور دراز کے ممالک سے آکر آپ کی خانقاہ میں قیام پذیر رہتے اور لنگر کی طرف سے ان کے لئے عمدہ انتظام ہوتا۔

آپ کی ذات سے طریقہ نقشبندیہ کا فیض اس قدر جاری ہوا کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ مولانا ضیاء الدین خالد کردیؒ (۱۷۷۸ تا ۱۸۲۶ء) آنحضور ﷺ سے اشارہ پا کر مدینہ منورہ سے دہلی آئے اور نو ماہ میں خلافت پا کر واپس ہوئے۔ ان کے ذریعے شام، روم اور کردستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو خوب فروغ ملا۔ وہ حضرت کے خلیفہ شاہ ابو سعیدؒ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''یک قلم تمام مملکت روم، عربستان، دیار حجاز، عراق اور عجم کے بعض ممالک اور سارا کردستان طریقہ عالیہ مجددیہ کے جذبات و

www.maktabah.org

تاثیرات سے سرشار ہے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ذکر اور محامد دن رات محفلوں، مجلسوں، مساجد اور مدارس میں اس طرح ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے کہ کسی زمانہ یا کسی ملک کے بارے میں گمان نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں ایسا زمزمہ اس سے پہلے دیکھا یا سنا گیا ہو"۔

شیخ خالد کردیؒ کے خلیفہ تاج الدینؒ نے شمالی عراق کے علاقہ برزان میں طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت کی۔ اس سے پہلے یہاں قادری سلسلہ مقبول تھا مگر اب برزانی کردوں نے نقشبندی سلسلہ اپنایا اور اس کی بدولت ان میں تنظیم اور سیاسی بیداری بھی پیدا ہوئی جو اس سلسلہ کا ثمر تھا۔ اب یہ لوگ پس ماندگی اور ظلم و جور کے خلاف متحد ہو گئے۔

معمولات و عادات رات کو بہت کم سوتے تھے۔ تہجد کے وقت لوگوں کو جگا دیتے اور خود تہجد پڑھ کر مراقبہ یا تلاوتِ قرآن پاک میں مصروف ہو جاتے۔ روزانہ کم و بیش دس پارے تلاوت فرماتے۔ ضعیف عمر میں تلاوت کچھ کم ہو گئی تھی۔ نماز فجر اول وقت میں ادا کر کے اشراق تک حلقہ مراقبہ میں مصروف رہتے۔ ارادت مندوں کی زیادہ تعداد کی وجہ سے وہ گروہوں کی صورت میں باری باری توجہ لیتے۔ اس کے بعد آپ تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ ملاقات کے لئے آنے والوں کو تھوڑی دیر کے بعد رخصت فرما دیتے اور چلتے وقت انہیں کچھ تبرک شیرینی بھی دیتے۔

زوال کے وقت تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے۔ امراء آپ کی خدمت میں عمدہ کھانے بھیجتے لیکن انہیں نہ خود کھاتے اور نہ طالبوں کو دیتے بلکہ ہمسایوں کو بھیج دیا کرتے یا کسی حاضر مجلس کو پیش کر دیتے۔ اگر کوئی رقم بھیج دیتا تو اس کا چالیسواں حصہ اسی وقت علیحدہ کر کے زکوٰۃ دے دیتے اور پھر حلوہ وغیرہ پکا کر پیروں بالخصوص حضرت خواجہ نقشبندؒ کی نیاز دیتے یا اگر خانقاہ پر فقراء کے مصارف کی وجہ سے قرض ہوتا تو اسے ادا کر دیتے۔

کھانا کھانے کے بعد تھوڑا سا قیلولہ فرماتے اور پھر دینی اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ بعد ازاں نماز ظہر پڑھ کر حدیث و تفسیر کا درس دیتے۔ عصر کی نماز کے

www.maktabah.org

بعد مکتوبات امام ربانی یا عوارف یا رسالہ قشیریہ کا وعظ فرما کر شام تک حلقہ توجہ میں مصروف رہتے۔ نماز مغرب کے بعد خاص خاص مریدوں کو توجہ فرماتے۔ پھر کھانا کھا کر اور نماز عشا پڑھ کر اکثر رات ذکر و مراقبہ میں بسر کرتے۔ اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو مصلیٰ پر ہی داہنی کروٹ لیٹ جاتے۔ چارپائی پر بہت کم سوئے ہیں۔ پاؤں کبھی نہ پھیلاتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات بھی اسی طرح ہوئی۔ بیٹھتے وقت اکثر سنت کا وہ طریقہ اختیار کرتے جس میں دونوں پنڈلیاں اٹھا کر دونوں ہاتھ یا کپڑا ان کے گرد باندھ لیتے ہیں۔

لباس :

سنت کے مطابق موٹا کپڑا پہنا کرتے۔ اگر کوئی عمدہ نفیس کپڑا ہوا کر بھیج دیتا تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے چند عام سے کپڑے خرید کر اللہ تعالیٰ کے نام پر دے دیتے اور فرماتے کہ ایک آدمی کے پہننے سے بہتر یہ ہے کہ زیادہ آدمی پہنیں۔

سخاوت :

حضرت شاہ صاحبؒ بہت سخی تھے۔ اس معاملہ میں اخفا سے کام لیتے تھے۔ تحائف حلقہ کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چشم پوشی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی آدمی بغیر اجازت کوئی چیز لے جاتا تو آپ دوسری جانب منہ پھیر لیتے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ بارہا ایسا ہوا کہ لوگ آپ کی کتابیں لے جاتے اور پھر آپ کے پاس ہی انہیں فروخت کرنے آجاتے۔ آپ یہ کتابیں خرید لیتے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ یہ آپ کی اپنی کتابیں ہیں کیونکہ ان پر نشانی موجود ہے تو آپ ناراض ہو کر منع فرما دیتے اور فرماتے کہ ایک ہی کاتب کی لکھی ہوئی کئی کتابیں ہو سکتی ہیں۔

شفقت و کسر نفسی :

طبیعت میں شفقت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اکثر راتوں کو مسلمانوں کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک حکیم آپ کا ہمسایہ تھا جو ہمیشہ آپ کی غیبت میں مصروف رہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ قید ہو گیا تو آپ نے اس کی رہائی کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مجلس میں کسی کو غیبت کرنے کی اجازت نہ تھی اور فرماتے کہ غیبت کے لائق تو میں

www.maktabah.org

ہوں۔ ایک مرتبہ کسی نے بادشاہ وقت کی غیبت کی۔ آپ کا روزہ تھا۔ فرمایا کہ افسوس روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو غیبت نہیں کی۔ فرمایا: سنی تو ہے۔ غیبت کرنے اور سننے والا دونوں برابر ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ یزید پر لعن کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا: لعن کا مستحق تو میں ہوں۔ جتنا چاہو مجھ پر لعن کرلو۔ دوسرے کا حال مجھے معلوم نہیں۔ زیادہ تحقیق چاہتے ہو تو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے دریافت کرلو۔

امر معروف:

مشائخ نقشبندیہ کی روایت کے مطابق آپ امر معروف اور اصلاح میں کبھی تساہل نہیں کرتے تھے۔ سید اسمٰعیل مدنیؒ جو آنحضور ﷺ کے حکم سے آپ کے پاس آئے تھے، ایک دن جامع مسجد دہلی میں آثار نبوی کی زیارت کو گئے۔ واپس آکر انہوں نے عرض کی کہ اگرچہ وہاں آنحضور ﷺ کی برکات موجود ہیں لیکن ظلمتِ کفر کا احساس بھی ہوتا ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں اکابر دین کی تصویریں رکھی ہیں۔ آپ نے اسی وقت اکبر شاہ بادشاہِ وقت کو پر زور خط لکھ کر وہ تصویریں اٹھوادیں۔ اس خط کا ترجمہ درج ذیل ہے:

> "حضرت سلامت! السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ سبحان اللہ، اس خدا سبحانہ کی قدرت کے عجائبات میں سے کیا لکھا جائے۔ سید اسمٰعیل مدنی جو نسبت مجددیہ کے اکتساب کے لئے مدینہ منورہ سے اس لاشئے کے پاس تشریف لائے ہیں، آج رات یعنی شبِ جمعہ کو جامع مسجد میں آثار شریف دیکھنے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ اس جگہ بتوں کی ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ ان کا یہ کہنا محض نور ایمان کی وجہ سے ہے ورنہ وہ کیا جانتے ہیں کہ ان آثار میں کیا ہے۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ اس جگہ تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔ پیغمبر خدا علیہ السلام و ائمہ اہل بیت و اولیاء رضی اللہ عنہم کی تصاویر بنانا اور انہیں اپنے پاس رکھنا شرع محمدی میں جائز نہیں۔ پیغمبر خدا ﷺ

www.maktabah.org

نے خود اپنے ہاتھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر توڑی۔ اپنے پیر یا پیغمبر خدا یا امیر المومنین علیہم السلام کی تصاویر بت ہیں۔ ان کی تعظیم ترک کریں کہ یہ بت پرستی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ وہ پتھر جس پر نقش قدم بنا کر کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کا نقش قدم ہے، بت ہے۔ ہائے مسلمانی و توحید، وائے بادشاہی و متابعتِ اسلام! کہاں گئے کہ پیروی کرتے اور اس بت پرستی کو موقوف کرتے۔ مسلمانوں کی خرابی، مسلمانی، مداہنت اور سستی پر کیسے روؤں اور گریہ کروں۔ کفر کا غلبہ اس طرح ہے کہ کافروں کے بتوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ جامع مسجد اور قلعہ بادشاہی دونوں مسلمانوں کی جگہیں ہیں۔ ان میں بت پرستی کا کیا مطلب۔ واللہ اگر میری توانائی لوٹ آئے تو میں بت پرستوں کے شہر سے ہجرت کر جاؤں"۔

ایک بار ہندھیل کھنڈ کا رئیس انگریزی ٹوپی پہن کر آیا تو آپ نے سخت جھڑکا۔ وہ غصے میں اٹھا اور کہا کہ پھر نہیں آؤں گا لیکن چبوترے کے زینے پر اس کی ذہنی کیفیت بدل گئی۔ وہ ٹوپی اتار کر خدمتگار کو دی اور واپس آکر بیعت ہوا۔ بعض اوقات نرمی سے نصیحت کرتے۔ ایک سید زادہ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر فرمایا: تعجب ہے ابھی میر صاحب کی داڑھی نہیں نکلی۔ بعد میں ان کا بڑا احترام کیا۔ وہ ایسے شرمندہ ہوئے کہ پھر داڑھی نہ منڈوائی۔

فقر و قناعت:

بادشاہ اور امراء اکثر اس بات کے خواہش مند رہتے تھے کہ آپ خانقاہ کے اخراجات کے لئے کچھ مقرر فرمالیں۔ مگر کبھی منظور نہیں فرمایا۔ آپ اکثر یہ رباعی پڑھا کرتے تھے۔

خاک نشینی ست سلیمانیم ننگ بود وافر سامانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نہ شد چادر عریانیم

www.maktabah.org

(خاک نشینی ہی میری سلیمانی ہے۔ میرے لئے سامان کی کثرت باعث عار ہے۔ چالیس سال سے چادر عریانی پہن رکھی ہے، وہ ابھی تک پرانی نہیں ہوئی) نواب امیر خان والئی ٹونک حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ آپ ان کا احترام کرتے تھے مگر خانقاہ کی مالی امداد کے لئے ان کی درخواست قبول نہ کی اور جواب میں یہ شعر لکھا:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم

با میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر و قناعت کی آبرو ضائع نہیں کرتے۔ امیر خاں سے کہہ دو کہ روزی مقدر ہے)

فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جاگیر اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں وفی السماء رزقکم وما توعدون (تمہارا رزق آسمان میں ہے اور جس کا تمہیں وعدہ کیا گیا ہے)۔ فرماتے کہ اس طریقہ میں چار چیزیں بہت ضروری ہیں: دست شکستہ، پاشکستہ، دین درست اور یقین درست۔

عشق حضور علیہ السلام:

آنحضور ﷺ سے اس قدر عشق تھا کہ نام مبارک زبان پر آتا تو بے تاب ہو جاتے۔ ہاتھ اٹھا لیتے اور کبھی ہاتھ اس طرح سمیٹ لیتے جیسے کسی کو آغوش میں لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ قدم شریف کا خادم آپ کے لئے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آپ کے سر پر ہے۔ یہ سنتے ہی بے تاب ہو گئے۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ میری کیا حقیقت ہے۔ پھر اس خادم کی بے حد مدارت کی۔ مرض موت میں ترمذی شریف سینہ پر رکھی رہتی تھی۔ آپ کے خلیفہ شاہ ابو سعیدؒ بہت خوش الحان تھے۔ ان سے قرآن پاک سنتے۔ کبھی ایسے بے تاب ہو جاتے کہ فرماتے بس کرو، زیادہ سننے کی طاقت نہیں۔ پردرد شعر سن کر محظوظ ہوتے۔

نفاست طبع:

مزاج میں نفاست اس قدر تھی کہ افغان جو وہاں نسوار سونگھتے۔ اس کی بو سخت ناگوار گذرتی چنانچہ وہاں لوبان وغیرہ سلگواتے اور فرماتے کہ افغانوں نے میری

www.maktabah.org

مسجد کو ہُلاس (دق) دانی ہنار کھا ہے۔

بعض اوقات آپ کے مکان میں خود بخود خوشبو آنے لگتی۔ اس وقت لوگوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیتے۔ شاید رسول اللہ ﷺ یا مشائخ کی ارواح مبارکہ کا ظہور ہوتا تھا۔

کمالات روحانی

فرمایا کہ اب ضعیف ہو گیا ہوں، کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلے شاہجہاں آباد کی مسجد میں رہا کرتا تھا، حوض کا تلخ پانی پیتا تھا، دس پارے قرآن شریف پڑھتا تھا اور دس ہزار نفی اثبات کرتا تھا۔ نسبت ایسی قوی ہو گئی تھی کہ تمام مسجد انوار سے پر تھی۔ جس کوچہ سے گزر جاتا، وہ بھی نورانی ہو جاتا۔

فرمایا: ایک روز جامع مسجد میں معتکف تھا۔ رات کو سو رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر جگا دیا اور کہا اٹھ رسول اللہ ﷺ کی امت مرحومہ کے لئے دعا کر۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ سارا ماحول روشن ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ شب قدر کا نور ہے۔

فرمایا کہ حضرت بابا فریدؒ میرے حال پر بہت مہربان ہیں۔ ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور میرا گھر ان کے نور سے منور ہو گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آؤ تمہیں تعلیم شغل کروں۔ میں اپنے پیر کی غیرت سے ڈرا اور کہا کہ میرے لئے میرے پیر کی تعلیم شغل کافی ہے۔

ایک مرتبہ خواب میں ایک شخص نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ میں کمال شوق سے حاضر ہوا۔ آپ نے معانقہ فرمایا۔ میں ہر روز تحمید و تسبیح پڑھ کر اور اس کا ثواب جناب رسالت مآب ﷺ کی روح کو بھیج کر سویا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ترک ہو گیا تو خواب میں آنحضور ﷺ نے آکر شکایت کی۔ مجھے دوزخ کا بہت خوف رہتا تھا۔ حضور ﷺ خواب میں آئے اور فرمایا کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے، دوزخ میں نہیں جائے گا۔

فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ خواب میں آئے اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبندؒ خواب میں آئے اور میری پیرہن میں داخل ہو گئے۔ ایک مرتبہ ایک شخص ایک خلعت لایا اور کہا کہ حضرت غوث الاعظمؒ نے مجھے عطا کیا ہے۔ ایک بار حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو آپ نے مزار سے باہر آکر توجہ دی۔

www.maktabah.org

فرمایا کہ ایک روز خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضر ہوا اور کہا شیئاً للہ۔ القا ہوا کہ تیرا سینہ نسبت مجددیہ سے بھرا ہوا ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں۔ ایک دن سلطان المشائخؒ کے مزار پر حاضری دی اور توجہ کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو کمالات حاصل ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اپنی نسبت بھی عطا فرمائیں۔ آپ نے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ میرا چہرہ ان کی طرح ہو گیا ہے۔

ایک روز سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے مکان میں تشریف لائیں اور فرمایا کہ میں تیرے واسطے زندہ ہو کر آئی ہوں۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ قیوم چہارم کے عرس پر گیا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ عبادت بکثرت کرو۔ ایک روز الہام ہوا کہ تجھے منصب قیومیت عطا کیا گیا ہے۔

اقوال زریں

حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات ان کے خلفاء مثلاً حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ اور حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے مرتب کیے ہیں۔ ان میں سے چند منتخب اقوال درج ذیل ہیں:

۱) فقیر کی ف سے مراد فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یادالٰہی اور ر سے ریاضت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ امور بجالائے تو اسے ف سے فضل خدا، ق سے قربِ مولیٰ، ی سے یاری اور ر سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ ف سے فضیحت، ق سے قہر، ی سے یاس اور ر سے رسوائی ملتی ہے۔

۲) طالبِ ذوق و شوق اور کشف و کرامات، طالبِ خدا نہیں۔

۳) طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے مراد ہے: بے خطرگی، دام حضوری، جذبات، واردات

۴) جناب رسول اللہ ﷺ جامع کمالات تھے۔ آپ کے مختلف کمالات کا ظہور ہر زمانہ میں اس دور کے افراد کی استعداد کے مطابق ہوا۔ مثلاً جہاد، فاقہ، عبادت وغیرہ کا بدنی کمال صحابہ کرام میں ظاہر ہوا۔ استغراق و بے خودی، ذوق و شوق، آہ و نعرہ کا قلبی کمال حضرت جنید بغدادیؒ سے اولیائے امت میں ظاہر ہوا۔ اضمحلال و استہلاک (نیستی) کا کمال جو لطیفہ نفس سے پھوٹتا ہے، وہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے وقت سے ظاہر ہوا۔ اور جو کمال اسم شریف محمد مصطفیٰ ﷺ سے ناشی ہے، وہ حضرت مجدد الف

www.maktabah.org

ثانیؒ کے دور سے ظاہر ہوا۔

۵)درویش کے لئے فاقہ کی رات معراج کی رات ہے۔

۶)دعا کے وقت انوار وارد ہوتے ہیں مگر دعا کے انوار اور قبولیتِ دعا کے انوار میں فرق کرنا دشوار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں میں ثقالت محسوس ہو تو یہ قبولیت کی علامت ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر انشراح صدر حاصل ہو تو یہ دعا کی قبولیت کی علامت ہے۔

۷)مرد چار قسم کے ہیں : نامرد، مرد، جوانمرد، فرد۔ طالبِ دنیا نامرد ہے، طالب عقبیٰ مرد ہے، طالبِ عقبیٰ و مولیٰ جوانمرد ہے اور طالبِ مولیٰ فرد ہے۔

۸)جو شخص آنحضرت ﷺ سے نسبت اویسیت حاصل کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ بعد نماز عشا جناب رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک خیال میں اپنے ہاتھ میں لے اور یہ کہے کہ میں نے پانچ چیزوں کی گواہی پر آپ کی بیعت کی : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم رکھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، روزہ ماہ رمضان اور حج بشرط استطاعت۔ چند راتوں میں ایسا کرے۔ اگر کسی بزرگ سے اویسیت چاہے تو خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت نماز کا ثواب اس کی روح کو پہنچا کر اس کی جانب متوجہ ہو۔

۹) تین کتابوں کی نظیر نہیں ہے۔ قرآن پاک، صحیح بخاری اور مثنوی مولانا رومؒ۔

۱۰) شیخ سعدیؒ شیرازی سلسلہ سہروردیہ میں بڑے سمجھ دار آدمی تھے۔ دو باتوں میں تصوف تمام کر دیا:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب　　دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر خویش خود بیں مباش　　دگر آں کہ بر غیر بد بیں مباش

(مجھے پیر دانا مرشد شہاب الدین سہروردیؒ نے دریائے دجلہ کے کنارے دو نصیحتیں کیں۔ ایک یہ کہ اپنے آپ پر خود بیں (متکبر) نہ ہو اور دوسری یہ کہ غیر پر بد بیں (عیب جو اور بد خواہ) نہ ہو)۔

۱۱)بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور اخص خواص کی روح پر فرشتہ کو بھی دخل نہیں ہے۔

www.maktabah.org

۱۲) آپ اکثر جمالی کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے :

لنگکے زیر و لنگکے بالا نئے غمِ دزد و نئے غمِ بالا
گز کے بوریا و پوستے دلکے پر زدرد دو ستے
ایں قدر بس بود جمالی را عاشقِ رند لا ابالی را

۱۳) عقل دو قسم ہے : نورانی اور ظلمانی۔ نورانی وہ ہے جو کسی واسطے کے بغیر اپنے مقصود حقیقی پر دلالت کرے اور ظلمانی وہ ہے کہ مرشد کے چراغ ہدایت کے ذریعے راہ پر آئے۔

۱۴) دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر چشمہ اور سر کفر ہے۔

۱۵) زوال عین کا مطلب یہ ہے کہ انا کا لفظ نہ کہہ سکے۔ حضرت خواجہ احرارؒ نے فرمایا کہ انا الحق کہنا آسان ہے اور انا زایل کرنا مشکل۔

۱۶) مصیبت میں مبتلا کرنا، نازنیں معشوق کا امتحان ہوتا ہے ؎

نیست بے موجب پئے آزار ما
امتحاں می خواہد از ما یارما

(ہمارا دوست بلا وجہ ہماری ایذا کے پیچھے نہیں پڑا۔ وہ ہم سے ہمارا امتحان چاہتا ہے)۔

۱۷) اس طریقہ میں مجاہدہ نہیں مگر وقوف قلبی جس سے مراد دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے، اور نگہداشت خطرہ گذشتہ و آئندہ، اس طریقہ کا حصہ ہے۔ جب کوئی غیر خیال دل میں آئے تو فوراً اسے دفع کرے۔

۱۸) حضور جمعیت اور توحید وجودی لطیفہ قلب میں ہوتی ہے لیکن فنائے انا و اضمحلال و استہلاک و شکستگی و نابودگی اور نیستی لطیفہ نفس کی سیر میں واقع ہوتی ہے۔

۱۹) لائقِ پیری وہ ہے جو ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو، مقاماتِ عشرہ صوفیہ مثلاً توبہ، انابت، توکل، قناعت، زہد، صبر، رضا، تعلیم وغیرہ حاصل ہوں، ارباب دنیا کی محبت سے اجتناب رکھتا ہو، مشائخ کرام کی صحبت سے فیض یافتہ ہو، صاحب کشف یا صاحب ادراک ہو، ماسوا کے خیال سے دل پاک ہو، ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہو۔ پھر فرمایا کہ میں اپنا حال بیان کروں ؎

www.maktabah.org

بز میں چوں سجدہ کردم ز زمیں ندا بر آمد　　که مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم نہ دادند　　کہ بیرونِ درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

(میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے آواز آئی کہ تو نے دکھاوے کا سجدہ کر کے مجھے خراب کیا۔ میں کعبہ کے طواف کے لیے گیا تو حرم میں مجھے راستہ نہ دیا گیا کہ تو نے گھر سے باہر کیا کیا ہے کہ اب گھر کے اندر آنا چاہتے ہو)

۲۰) کشف میں احتمال خطا و صواب دونوں ہیں۔ وجدان میں احتمال خطا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص دور سے چوپایہ دیکھے اور سمجھے کہ شیر ہے مگر فی الحقیقت وہ شیر نہ ہو بلکہ کوئی اور چوپایہ ہو۔ وجدان یہ ہے کہ مثلاً ہوا نظر نہیں آتی لیکن اس کی حرارت اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ ایسے ادراک میں غلطی کا احتمال نہیں۔

۲۱) ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ میرے واسطے کچھ تحریر فرمائیں۔ آپ نے لکھا قل الله ثم ذرھم۔ اس کی تفسیر بھی لکھی کہ تمام امور جزئی و کلی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے چاہئیں، فکر معاش ذہن میں نہیں ہونا چاہیے اور تعلقات ماسوا کو چھوڑنا چاہیے۔

۲۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت ابن عربیؒ اور حضرت مجددؒ کے کلام میں تطبیق دی ہے اور توحید وجودی و توحید شہودی کو لفظی نزاع قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نہایت بزرگ تھے لیکن اس مقام میں خطا کی ہے اور معارفِ کشفیہ کو بحثِ علمی میں لا کر تطبیق دی ہے ورنہ ان دونوں میں فرق بیّن ہے۔ توحید وجودی ابتدائے احوال سیر لطیفہ قلبی میں ہوتی ہے اور توحید شہودی سیر لطیفہ نفس میں۔ حضرت ابن عربیؒ کے معارف قطرہ ہیں اور حضرت مجددؒ کے معارف دریائے محیط۔ اللہ تعالیٰ بے نہایت ہے۔ سبحانہ، وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء۔

۲۳) میں اپنے پیروں کے طریقہ سے خوش بھی ہوں اور ناخوش بھی۔ خوشی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے طفیل ہمیں متابعت رسول اللہ ﷺ کی توفیق ملی اور ناخوشی کی وجہ یہ ہے کہ یہ طریقہ انتہا پذیر نہیں۔ جس مقام پر پہنچتا ہوں یہی آواز آتی ہے کہ یہاں مت ٹھہرو، مقصود آگے ہے۔ ساٹھ سال سے ہوا کی طرح دوڑ رہا ہوں اور منتہا کو نہیں پہنچتا۔ بقول شیخ سعدی:

www.maktabah.org

نہ حُسنش غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

(نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ سعدی کا کلام ختم ہوتا ہے۔ استسقا کا مریض پانی پی پی کر بھی پیاسا مر جاتا ہے اور دریا ویسا ہی باقی ہے)

اس کے برعکس دوسرے طریقوں میں جس مرید کو لطیفہ قلب کے ذریعے کچھ اسرار توحید ملے، تھوڑا بہت ذوق و شوق و رقص و وجد حاصل ہوا، وہ عارف منتہی ہو گیا۔

۲۴) ذکر کثیر سے مراد ذکر قلبی ہے جو دائمی ہے اور منقطع نہیں ہوتا۔ اس سے ذکر لسانی مراد نہیں کہ وہ انقطاع پذیر ہے اور اس پر یہ آیت کریمہ دلیل ہے: رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله (وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے باز نہیں رکھتی)۔ تجارت میں ذکر زبانی موقوف ہو جاتا ہے، ذکر قلبی موقوف نہیں ہوتا۔

۲۵) ایک روز اپنے اجل خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب! مولویت کو چھوڑ دو اور آہ سیکھو۔

۲۶) حضرت ابو نجیب سہروردیؒ نے اپنی کتاب آداب المریدین میں جو مجاہدات شدیدہ اور ریاضات شاقہ لکھی ہیں، وہ طریقہ نقشبندیہ میں نہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ میں بنائے کار انکسار اور جناب الٰہی میں عرض سوال اور پیر سے اخلاص پر ہے۔ حضرت خواجہؒ نے بارہ روز سجدہ میں پڑ کر جناب الٰہی میں مناجات کی کہ مجھے ایسا نیا طریقہ عطا ہو جو سب سے آسان اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں سب سے اقرب اور موصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ طریقہ عطا کیا۔

۲۷) ایک روز ایک زاہد حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اوقات و اعمال دیکھنے آیا۔ اس نے آپ کو کوئی مجاہدہ یا ریاضت کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے نمازیں ادا کیں، رات کو بعد نماز عشا پلاؤ کھا کر سو رہے۔ تیسرا حصہ رات کا تھا کہ تہجد پڑھ لیے۔ زاہد حیران رہ گیا اور کہا میں تمام رات نہیں سویا اور ذکر کرتا رہا۔ آپ پلاؤ کھا کر سوتے رہے لیکن جو نور آپ میں ہے، وہ مجھ میں نہیں "ایں نور از کجاست"۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: "ایں نور

www.maktabah.org

از پلا ست" (یہ اسی پلاؤ کا نور ہے)۔ پھر فرمایا: دل کا ماسوا سے خالی کرنے اور ذات حق سبحانہ، کی طرف متوجہ رہنے سے نورِ حضور حاصل ہوتا ہے۔

۲۸) ایک روز ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے رب کی یاد سکھادیں۔ میں نے کہا کہ صبح کے وقت اللہ اللہ دو ہزار مرتبہ کہہ لیا کرو۔ اس نے کہا کہ اس لفظ سے تو یاد نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ اچھا پھر قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے تو ہی تو، تو ہی تو کرو۔ اس پر وہ راضی ہو گیا۔ چند روز کے بعد اس کے دل میں توجہ الی اللہ بیدار ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

۲۹) فقیر، دل کے مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔

۳۰) میرے پیر نے مجھے دو نصیحتیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے عیب کی نیکی کی طرف تاویل کرنا اور اپنی نیکی کی عیب کی طرف تاویل کرنا۔ میں نے عرض کہ اس سے تو امر معروف موقوف ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو کسی میں عیب نظر نہیں آتا، سب کو نیک ہی جانتا ہوں۔

کرامات وتصرفات

۱) ایک دن ایک برہمن زادہ جو نہایت خوش شکل تھا، آپ کی مجلس میں آ گیا۔ سب کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ آپ کی نظرِ عنایت اس پر ایسی ہوئی کہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

۲) آپ کے ایک خادم میاں احمد یار سامان تجارت لے کر قافلہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک ویرانہ تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت وہاں تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنی بیل گاڑی جلد دوڑا کر آگے چلے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پچھلے قافلہ کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔

۳) میاں زلف خان آپ سے بیعت ہونے کے لئے دہلی آرہے تھے کہ جنگل میں راستہ بھول گئے۔ ایک بزرگ دفعتاً آموجود ہوئے اور ان کو سیدھا راستہ بتادیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا میں وہی ہوں جس سے بیعت ہونے جارہے ہو۔

www.maktabah.org

۴) ایک ضعیف عمر کی نیک خاتون کے جواں بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ آپ اس کی تعزیت کے لئے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا نعم البدل دے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میں اور میرا خاوند دونوں ضعیف ہیں۔ ہماری کیا اولاد ہو گی۔ آپ نے فرمایا: خدا قادر ہے۔ پھر مسجد میں آکر اس کے لئے دعا مانگی اور قبولیت کا اثر ظاہر ہوا۔ فرمایا کہ انشاء اللہ لڑکا ہو گا۔ چنانچہ خدا نے اسے فرزند عطا کیا۔

۵) میاں احمد یار کے چچا کو بادشاہ نے روپیہ لینے کی غرض سے قید کر لیا۔ میاں احمد یار نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا چند آدمی جا کر قلعہ سے چھڑا لاؤ۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے۔ وہاں تو پہرہ اور سپاہی ہونگے۔ فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب۔ تم ہمارے کہنے سے جاؤ۔ چنانچہ چند آدمی جا کر لے آئے اور کسی نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی۔

۶) ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا لڑکا دو مہینے سے گم ہے۔ توجہ فرمائیں کہ آجائے۔ فرمایا: وہ تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوا کہ ابھی گھر سے آیا ہوں۔ بہر کیف حسب ارشاد گھر گیا تو وہ موجود تھا۔

۷) ایک دفعہ تین خلیفے دور سے حاضر خدمت ہو رہے تھے۔ راستے میں کہنے لگے کہ حضرت قدم بوسی کے وقت تبرک عطا کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ مجھے مصلیٰ دیں۔ دوسرے نے کہا میں ٹوپی چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی اپنی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ حضرت نے سب کو خواہش کے مطابق عنایت فرمایا۔

۸) ایک تاجر کابل سے ہندوستان آرہا تھا۔ اٹک عبور کرتے وقت اس کا اونٹ مع سامان ڈوب گیا۔ اس نے منت مانی کہ میں ایک روٹی حضرت کی نیاز دوں گا، اگر میرا اونٹ مع سامان زندہ نکل آئے۔ بحکم الٰہی وہ سلامت نکل آیا۔ جب وہ تاجر حاضر ہوا تو فرمایا: تو نے نیاز دے دی۔ اس نے عرض کیا کہ دے دی۔

حضرت کی شخصیت سر سید کی نظر میں

سر سید احمد خان کے والد پر حضرت شاہ صاحب بڑی عنایت فرماتے تھے اور انہیں اپنا بیٹا کہتے تھے۔ سر سید سے حضرت نے پوتوں سے زیادہ پیار کیا۔ سر سید آپ کو دادا حضرت کہتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں حضرت کا تذکرہ کیا ہے

www.maktabah.org

جس سے آپ کی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ چونکہ اس تذکرہ میں درج بیش تر واقعات پہلے آچکے ہیں اس لئے اس کے چند حصے ذیل میں دیے جاتے ہیں :

''سبحان اللہ کیا آزادی تھی کہ مطلق دنیا کا لگاؤ نہ تھا۔ اللہ اللہ کیا اطاعت سنت تھی کہ سر مو بھی فرق نہ آیا۔ توکل تو اس درجہ پر تھا کہ کبھی کسی طرح کا خیال دل میں نہ آتا۔ امراء اور بادشاہ آرزو رکھتے تھے کہ ہم خانقاہ کے فقراء کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کریں۔ ہرگز منظور نہ فرماتے......

آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہان میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آپ کی بیعت اختیار کی۔ میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امڈتے تھے۔ سچ ہے :

چو کعبہ قبلہء حاجت شد از دیار بعید
روند خلق بدیدارش از بسے فرسنگ

حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ غیب سے کام چلاتا تھا۔ اس پر فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہ پھیرا جو اس نے مانگا وہی دیا۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی اس کو بیچ کر فقراء پر صرف کرتے اور جیسا گزی گاڑھا موٹا تمام فقیروں کو میسر ہوتا ویسا ہی آپ بھی پہنتے اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے...... اگر کبھی کچھ اسباب اور سامان دنیا کا ذکر آتا تو فرماتے

www.maktabah.org

حرص قانع نیست بیدلؔ ورنہ اسباب جہاں
ہر چہ ماداریم زاں ہم اکثرے درکار نیست

آپ کی اوقات شریف نہایت منضبط تھی...... نماز صبح کے بعد حلقہ مریدین جمع ہوتا...... بعد نماز اشراق تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی۔ جو لوگ اس جلسہ کے بیٹھنے والے ہیں ان سے پوچھا چاہیے کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی تھی اور پڑھنے پڑھانے اور سننے والوں کا کیا حال ہوتا تھا۔ جہاں نام رسول خدا آتا آپ بے تاب ہو جاتے اور اس بے تابی میں حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ سبحان اللہ کیا شیخ تھے باقی باللہ اور عاشق رسول اللہ۔ علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا۔ اگر باعتبار علوم نقلی خاتم المحدثین والمفسرین تعبیر کی جاوے تو بھی زیبا ہے اور اگر باعتبار علوم عقلی سر آمد فلسفیان متقدمین اور متاخرین لکھا جاوے تو بھی بجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا مجمع علوم پیدا کیا تھا کہ ہر ایک علم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال بہ انتہائے کمال حاصل تھا۔

آپ کی خانقاہ میں عجب عالم ہوتا تھا۔ بوریا کا فرش رہتا تھا اور اسی کے سرے پر ایک مصلیٰ کبھی بوریا کا اور کبھی اور کسی چیز کا پڑا رہتا تھا اور وہیں ایک تکیہ چمڑے کا رکھا رہتا۔ آپ دن رات اسی مصلیٰ پر بیٹھے رہتے اور عبادت معبود کیا کرتے اور سب طالبین گرداگرد آپ کے حلقہ باندھے بیٹھے رہتے اور ہر ایک کو جدا جدا فیض حاصل ہوتا۔

حق یہ ہے کہ ایسا برشتہ جان دیکھنے میں نہیں آیا اور میں تو اس بات پر عاشق ہوں کہ باوجود اتنی آزادی اور خود رفتگی کے سر مو احکام شریعت سے تجاوز نہ تھا۔ جو کام تھا وہ باتباع سنت تھا۔ لقمہ مشتبہ سے نہایت پرہیز کرتے اور مال مشتبہ ہرگز نہ لیتے۔ جو شخص خلاف شرع اور سنت ہوتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور

www.maktabah.org

اپنے آپ اس کا آنا گوارا نہ کرتے۔

میرے تمام خاندان کو اور خصوصاً جناب والد ماجد کو آپ سے نہایت اعتقاد تھا۔میرے جناب والد ماجد اور بڑے بھائی کو آپ ہی سے بیعت تھی اور آپ کی میرے خاندان پر اس قدر شفقت اور محبت تھی کہ میرے والد ماجد کو اپنے فرزند سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ میرے والد ماجد بھی آپ کی صحبت کی برکت سے آزادہ مزاج اور وارستہ طبع تھے۔ کبھی کبھی بموجب اس مصرع کے ع

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

کوئی بات گستاخانہ عرض کرتے یا کوئی حرکت آپ کے خلاف مرضی سرزد ہوتی تو آپ بارہا ارشاد فرماتے کہ اگرچہ میں نے اپنے تئیں غم زن و فرزند سے دور رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوئی کہ اس شخص کی محبت فرزندوں سے سوا دے دی۔ جو چاہو سو کہو اور جو چاہو کرو۔ میں ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ اپنی شفقت اور محبت سے مجھ کو اپنے پاس مصلے پر بٹھا لیتے اور نہایت شفقت فرماتے۔ لڑکپن میں کچھ تمیز تو ہوتی نہیں...... حرکات بے تمیزانہ مجھ سے سرزد ہوتیں اور آپ ان سب کو گوارا فرماتے۔ میں نے اپنے دادا کو تو دیکھا نہیں، آپ ہی کو دادا حضرت کہا کرتا تھا۔ آپ کے کمالات اور خرق عادات اس سے زاید کہ بیان میں آویں۔ اس واسطے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ایسے شخص کی کرامت کا بیان کرنا اس کے رتبہ سے کم ہے کیونکہ فقیری کا رتبہ اس سے آگے ہے"۔

سرسید کے خیالات اور تاویلات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن انہوں نے خلوص دل سے مسلمانوں کی مادی ترقی کے لئے جو کوششیں کیں وہ نہ صرف گراں قدر ہیں بلکہ دوررس نتائج کی حامل بھی ہیں اور قیام پاکستان بھی ان کا ثمر ہے۔ کیا یہ امر معنی خیز نہیں کہ جس شخص نے یہ قومی خدمات انجام دیں وہ ایک ایسے خاندان کا چشم و چراغ

www.maktabah.org

تھا جو سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھا۔

وفات آپ کو شہادت کی خواہش رہتی تھی مگر فرماتے کہ حضرت مرزاؒ کی شہادت سے لوگوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ تین سال سخت قحط رہا اور ساتھ ہی قتل و غارت کا ہنگامہ رہا اس لئے شہادت سے ڈرتا ہوں۔ غرضیکہ آخر مرض الموت شروع ہوا اور بواسیر اور خارش نے غلبہ کیا۔ اس دوران بھی پند و نصائح اور ہدایت طریقہ کا سلسلہ جاری رہا۔ فرمایا کہ میرا جنازہ جامع مسجد کے آثار نبویہ میں رکھنا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض شفاعت کرنا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کے آگے فاتحہ یا کوئی آیت شریفہ یا کلمہ طیبہ پڑھنا بے ادبی ہے بلکہ یہ رباعی پڑھنا:

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیل ما — آفریں بر دست و بر بازوئے تو

(ہم مفلس تیرے کوچے میں آئے ہیں۔ لِلّٰہ اپنے چہرے کے جمال سے کچھ عطا ہو۔ ہماری جھولی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا، تیرے ہاتھ اور بازو پر قربان جائیں)

بس میرے جنازہ کے آگے بھی یہی شعر پڑھنا بلکہ یہ دو شعر عربی بھی پڑھنا۔

وفَدْتُ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادٍ — مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ

فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ كُلِّ شَيْئٍ — اِذَا كَانَ الْوُفُوْدُ عَلَى الْكَرِيْمِ

(میں کریم کے پاس نیکیوں اور قلب سلیم کے توشہ کے بغیر گیا کیونکہ جب کریم کے پاس جانا ہو تو توشہ ساتھ لے جانا سب سے بری چیز ہے)

آخر ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) بروز ہفتہ آپ کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ جامع مسجد میں حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے پڑھائی۔ بعد ازاں حسب وصیت جنازہ کو آثار شریفہ میں لے گئے اور پھر حضرت مرزا شہید کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافتؔ نے یہ تاریخ وفات کہی۔

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زماں

زیں جہاں فرمود رحلت سوئے جنات کریم

سال او باحالِ او جستم چو اے رافتؔ زدل

۱۲۴۰

گفت فی روح و ریحان و جنات کریم

www.maktabah.org

آپ کے جانشین

حضرت شاہ ابو سعیدؒ آپ کی ولادت ۱۱۹۶ھ میں بمقام رام پور (بھارت) ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت شیخ سیف الدینؒ کے واسطہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملتا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور ایک جید قاری سے تجوید سیکھی۔ ایسی خوش الحانی اور ترتیل سے پڑھتے کہ جو سنتا، محو ہو جاتا۔ علوم عقلیہ ونقلیہ مولانا شاہ رفیع الدینؒ (ولد شاہ ولی اللہؒ) سے حاصل کیے۔ اسی دوران خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا اور حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ درگاہیؒ کو استغراق رہتا تھا اور نماز کے وقت ان کو آگاہ کر دیتے تھے۔ توجہ میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر سو آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے تو سب بے ہوش ہو جاتے۔ چند روز میں آپ نے شاہ ابو سعیدؒ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

مزید تکمیل کمالات کے لئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے مشورہ پر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقبول درگاہ ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب پیر زادگی کی رعایت سے آپ کا احترام کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ ارادت ایسی ہونی چاہیے کہ جیسی شاہ ابو سعید کی ہے کہ پیری چھوڑ کر مریدی اختیار کی۔ اپنے مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔ چنانچہ مولانا خالد کردیؒ اور سید اسمٰعیل مدنیؒ آپ سے توجہ لیا کرتے تھے۔ جب آپ سفر سے تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحب آپ کا استقبال کرتے۔

www.maktabah.org

حضرت شاہ غلام علیؒ نے مرض موت میں آپ کو بذریعہ خط طلب فرمایا اور خانقاہ شریف میں جانشینی آپ کے سپرد کی۔ تحمل، بردباری، شکست و مسکنت آپ کے مزاج میں اس قدر تھی کہ جو حضرت شاہ صاحب کے منکر تھے، وہ بھی آپ کے معتقد ہو گئے۔ حج پر تشریف لے گئے تو حرمین شریفین کے تمام مشائخ آپ سے بکمال تعظیم پیش آئے اور تین ماہ تک آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ سفر حج سے واپسی پر بمقام ٹونک پہنچے تو وہیں بیمار ہو کر بروز عید الفطر ۱۲۵۰ھ کو وفات پائی۔ نعش مبارک دہلی لا کر حضرت شاہ غلام علیؒ کے مزار کے مغربی جانب دفن کی گئی۔

آپ کے فرزند اکبر شاہ احمد سعیدؒ آپ کے جانشین بنے۔ فرزند دوم شاہ عبد الغنیؒ (۱۲۳۵ تا ۱۲۹۶ھ) بلند پایہ عالم اور صاحبِ تصنیف تھے۔ فرزند سوم شاہ عبد المغنی (۱۲۴۹ تا ۱۲۹۲ھ) تھے۔ سب بھائیوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ترک وطن کر کے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پا کر جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

حضرت شاہ احمد سعیدؒ

آپ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے بڑے لڑکے تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں رام پور کے مقام پر پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں حضرت شاہ غلام علیؒ سے اخذ طریقہ کیا۔ حلقہ میں حضرت شاہ صاحب آپ کو بلا کر مسند کے قریب بٹھاتے۔ آپ نے اکثر کتب تصوف حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھیں اور حدیث کی سند حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے حاصل کی۔

آپ کے والد حضرت شاہ ابو سعیدؒ حج کو گئے تو آپ کو جانشین مقرر کر گئے۔ والد گرامی کی وفات پر طالبان کی تعلیم و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے تصرفات بے حد ہیں۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں دہلی سے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے۔ وہیں ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ کے مزار کے جوار میں دفن ہوئے۔

آپ کے فرزند اکبر شاہ عبد الرشید (۱۲۳۷ تا ۱۲۸۶ھ) لکھنؤ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں والد گرامی سے بیعت کی۔ حج سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر نواب کلب علی خان والی رام پور کی درخواست پر انہیں رام پور بھیجا گیا۔ نواب

www.maktabah.org

صاحب نے آپ کی بیعت کی۔ جنگ آزادی کے دوران خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ حجاز کو ہجرت فرمائی اور مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

حضرت محمد معصومؒ حضرت شاہ عبدالرشیدؒ کے فرزند اکبر اور خلیفہ تھے۔ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے حجاز میں مقیم رہے۔ پھر نواب رام پور کلب علی خان کی درخواست پر رام پور آگئے۔ اسی خاندان کے حضرت شاہ ابوالخیرؒ (شاہ احمد سعیدؒ کے پوتے) نے دہلی کی خانقاہ میں دوبارہ سکونت اختیار کی اور ہدایت کی روشنی پھیلانا شروع کی۔

حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ

آپ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ ۱۲۱۶ھ میں قندھار میں پیدا ہوئے۔ علم ظاہری کی تحصیل کے بعد اہل اللہ کی تلاش شروع کی۔ متعدد ممالک اسلامیہ میں پھرنے کے بعد برصغیر آئے۔ بمبئی میں حضرت ابوسعیدؒ، جو حج پر جارہے تھے، سے ملاقات ہوئی اور ان سے بیعت ہوئے۔ ان کی ہدایت پر دہلی آکر حضرت احمد سعیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سال دو ماہ میں تمام سلوک مجددیہ مکمل کر لیا۔ حضرت نے آپ کو اجازت طریقہ دے کر رخصت کیا تو ارشاد فرمایا کہ ایسی جگہ قیام کرو جو پشتو اور پنجابی زبانوں کا سنگھم ہو۔ چنانچہ آپ نے موسیٰ زئی (ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ۴۱ میل جنوب مغرب میں) میں قیام فرمایا۔ خراسان، صوبہ سرحد کی بے شمار خلقت آپ سے مستفیض ہوئی۔ اپنے مرشد کی ہجرت کے بعد دہلی کی خانقاہ شریف بھی آپ کی تحویل میں رہی۔ ۱۲۸۷ھ میں وفات پائی۔

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ (۱۲۴۴ تا ۱۳۱۴ھ) آپ کے جانشین ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے بڑے لڑکے حضرت خواجہ سراج الدینؒ (۱۲۹۷ تا ۱۳۳۳ھ) مسند ارشاد پر بیٹھے۔ موسیٰ زئی شریف اس وقت ایک معروف روحانی مرکز ہے۔ اسی مرکز سے حضرت مولانا احمد خان (۱۲۹۷ تا ۱۳۶۰ھ) نے فیض پا کر خانقاہ سراجیہ کندیاں (ضلع میانوالی) کی بنیاد رکھی اور یہ مرکز آج سلسلہ نقشبندیہ کا اہم سرچشمہ فیض ہے۔

حضرت مولانا خالد کردیؒ

حضرت ضیاء الدین خالدؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کے اجل خلیفہ تھے۔ ولادت ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء)

www.maktabah.org

میں ہوئی۔ علم و فضل میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ پچاس کتب حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ بعد میں خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا۔ ایک رات مدینہ منورہ میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی میں شاہ غلام علی کے پاس جاؤ۔ کم و بیش نو ماہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ آب کشی کی خدمت اپنے ذمہ کر لی تھی۔ حجرہ بند کر کے بیٹھے رہتے تھے اور ضرورت کے بغیر باہر نہیں آتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں سب سے پیچھے گردن جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت نے خلافت عطا فرما کر رخصت کیا اور اپنے ملک کی قطبیت کی بشارت دی۔

بغداد شریف میں پہنچ کر ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آپ کو مشرق وسطیٰ کے ممالک میں جو عظیم کامیابی ہوئی اس کا حال ان کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو حضرت شاہ صاحب کے حالات میں دیا جا چکا ہے۔ آپ کی روشن ضمیری اور بیدار مغزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے عرب ممالک میں وہابیت کی اشاعت کے پیش نظر نقشبندی سلسلہ کی مختلف شاخوں اور دوسرے تمام سلسلوں کو یک جا کرنے کی کوشش کی تاہم اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کردستان میں آپ کو مثالی مقبولیت ملی۔ آپ کے خلیفہ شیخ تاج الدینؒ نے یہ کام آگے بڑھایا اور برزان (شمالی عراق) کے تمام کرد قبائل ان کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔

حضرت شاہ صاحب نے لکھا کہ "حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خوش بختی تھی کہ امیر خسرو ان کے مرید ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے مرید ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خوش بختی تھی کہ سید آدم بنوریؒ ان کے مرید ہوئے اور یہ ہماری خوش بختی ہے کہ مولانا خالدؒ ہمارے مرید ہوئے"۔

حضرت شیخ خالد کردیؒ نے ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) میں مرض طاعون میں وفات پائی۔

دیگر خلفاء

حضرت شاہ غلام علیؒ کے دیگر خلفاء میں حضرت مولانا محمد ارشاد حسین (م۔۱۳۱۱ھ)، حضرت مولانا ولی النبیؒ، حضرت شاہ رؤف احمدؒ، حضرت شاہ خطیب احمدؒ، حضرت مولانا بشارت اللہ بہرائچیؒ، حضرت سید اسمٰعیل مدنیؒ،

www.maktabah.org

حضرت سید احمد بغدادیؒ، حضرت مرزا عبدالغفور بیگ خرجویؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن شاہجہان پوریؒ، حضرت شاہ سعد اللہؒ، حضرت مولانا محمد جان شیخ الحرم (م۔۱۲۶۶ھ مکہ مکرمہ)، حضرت مرزا رحیم اللہ بیگ عرف محمد درویش عظیم آبادیؒ، حضرت اخوند شیر محمدؒ نے شہرت پائی۔

ماخذ کتب

درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علی)

ملفوظات حضرت شاہ غلام علی

مکتوبات

آثارالصنادید

مفیدالطالبین

مقامات سعیدیہ

ذکرالسعیدین

مولانا رؤف احمد

حضرت غلام محی الدین قصوری

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

سرسید احمد خان

حضرت شاہ ابوسعید

مولانا محمد مظہر دہلوی

شاہ محمد معصوم رام پوری

www.maktabah.org

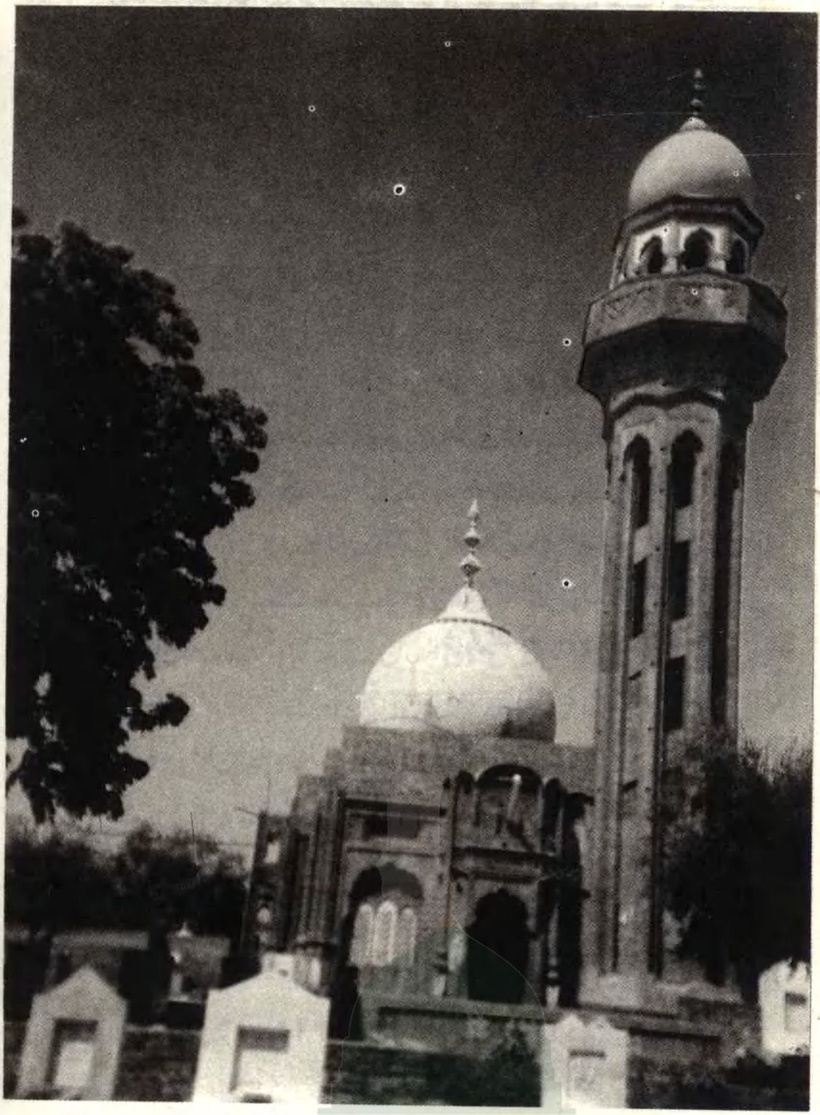

مزار مبارک حضرت غلام محی الدین قصوریؒ
(قصور شریف)

www.maktabah.org

اکتیسواں باب

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۰۲ تا ۱۲۷۰ھ / ۱۷۸۹ تا ۱۸۵۵ء

آپ کا عہد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے آخری خلیفہ اعظم حضرت خواجہ غلام محی الدینؒ کے دور میں جنوبی ایشیا کے حالات کم و بیش وہی تھے جن کا مختصر خاکہ حضرت شاہ صاحب کے حالات کے شروع میں دیا جا چکا ہے۔ خاص طور پر پنجاب میں سکھ گردی زوروں پر تھی۔ رنجیت سنگھ (۱۷۸۰ تا ۱۸۳۹ء) نے مغربی پنجاب پر قبضہ جما کر کچھ عرصہ کے لئے خانہ جنگی کا خاتمہ کیا اور اس کی فتوحات میں قصور شریف کا تاریخی شہر بھی شامل تھا جو اس نے قصور کے افغان حکمرانوں کو شکست دے کر حاصل کیا۔ تاہم اس کی وفات کے بعد دوبارہ سیاسی انتشار اور سکھا شاہی کا آغاز ہوا۔ بالآخر انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر قبضہ کر لیا (۱۸۴۹ء)۔ یہ سارے واقعات حضرت خواجہ قصوریؒ کی زندگی میں پیش آئے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کے دور میں تمام عالم اسلام میں سلسلہ نقشبندیہ کی جو اشاعت ہوئی، اس کا حال لکھا جا چکا ہے۔ تاہم پنجاب میں اب تک اس سلسلہ کا قابل ذکر مرکز قائم نہیں ہوا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کمی کو پورا کرنے کی غرض سے حضرت خواجہ قصوریؒ کی ذات بابرکات کو منتخب کیا۔ ایک دفعہ خان نجیب اللہ خان قصوری سے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: ''غلام محی الدین کو کس جگہ کا پیر بنائیں''۔ اس نے عرض کیا: پیرِ قصور۔ فرمایا: ''عجب کم ہمت آدمی ہو۔ ہم انہیں سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے''۔ چنانچہ حضرت خواجہ قصوریؒ کے طفیل اس طریقہ کی روشنی پنجاب کے قریہ قریہ میں پہنچی اور یہ حضرت کا کمال تھا کہ ایسے نامساعد اور مخدوش حالات میں

www.maktabah.org

سفر اختیار کر کے یہ نور گھر گھر پہنچایا۔

آپ کا خاندان

آپ کا نسب حضرت صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ خواجہ عبدالملکؒ نے پہلی بار سندھ سے آکر قصور میں سکونت اختیار کی۔ ان کی شادی ایک مغل منصب دار وکیل خان کی صاحبزادی سے ہوئی۔ خواجہ عبدالملکؒ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے تاہم آپ کے فرزند حضرت خواجہ غلام مرتضیٰؒ کو اس ضمن میں بڑی شہرت ملی۔ آپ حافظ قرآن، عالم دین، محدث، ماہر معقولات ہونے کے علاوہ شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں مختلف علوم کے پڑھنے والوں کی تعداد پانچ سو تھی۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

پنجابی شاعری کے دو عظیم نام پیر وارث شاہ (مصنف ہیر رانجھا) اور صوفی شاعر بلھے شاہ، حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ کے شاگرد تھے۔ کہتے ہیں کہ وارث شاہ نے ہیر رانجھا کا قصہ منظوم کیا تو حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ کے پاس لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کا شاگرد عشق مجازی میں مبتلا ہو کر ایسی شاعری میں مصروف ہے جس سے آپ کی بدنامی ہو گی۔ آپ نے وارث شاہ کو طلب فرما کر اشعار سنے تو ایک فقرہ میں وہ جامع تبصرہ فرمایا جو اس طرز شاعری پر حرف آخر ہے:

فرمایا: "تو نے منج کی رسی میں موتی پروئے ہیں"۔

پنجاب کی سیاسی بدامنی اور مسلمانوں کے تنزل و بے حسی سے بددل ہو کر آپ نے درس کا انتظام اپنے فرزند حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ کے سپرد کیا اور خود پشاور ہجرت کر گئے اور وہیں دو سال بعد وفات پائی۔ سات آٹھ سال بعد آپ کی نعش مبارک پشاور سے قصور شریف لائی جا رہی تھی کہ کاہنا کاچھا کے قریب سکھوں نے تابوت کو خزانہ سمجھتے ہوئے تیز آلات سے صندوق کو کاٹنا چاہا۔ جب صندوق کھلا تو یہ دیکھ کر سب ہکا بکا رہ گئے کہ آپ کی ایک زخمی ٹانگ سے تازہ خون جاری تھا۔ آپ کی تدفین بڑے قبرستان میں ہوئی۔

آپ کے فرزند خواجہ غلام مصطفیٰ آپ کی جگہ مسند پر متمکن ہوئے۔ آپ بھی علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کی واحد اولاد نرینہ

www.maktabah.org

حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ تھے۔

ابتدائی زندگی

حضرت غلام محی الدینؒ ۱۲۰۲ھ (۱۷۸۹ء) میں قصور کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ابھی سن شریف ایک سال کا تھا کہ آپ کے والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش آپ کے چچا حضرت مولانا شیخ محمد قصوریؒ نے کی۔ آپ انہیں عم جی کہتے تھے۔ آپ کے یہ چچا جید عالم اور طریقہ قادریہ کے مجاز بزرگ تھے۔ انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ تمام علوم عقلی و نقلی کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے عم محترم سے ہی کسب فیض کیا اور سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل کی۔

تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد آپ کو سیاحت کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ آپ بریلی تشریف لے گئے جہاں آپ کے خاندان کے چند افراد رہتے تھے۔ واپسی پر آپ دہلی تشریف لائے اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے ملاقات کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی نظر باطنی نے گوہر مقصود کو پہچان لیا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ حضرت نے آپ کو اشارۃً نسبت مجددیہ کے حصول کی ترغیب دی مگر چونکہ تاحال آپ کے عم محترم جن سے آپ نے سلسلہ قادریہ کی اجازت حاصل کی تھی، زندہ تھے اس لئے آپ ان کے ادب کے پیش نظر خاموش رہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے چچا بزرگوار کا انتقال ہو گیا چنانچہ آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب سے نسبت مجددیہ کی بیعت کی درخواست کی۔

جب آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے حاضرین محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> "آج ایک امر عظیم ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک فاضلِ اجل ہم سے اخذ طریقہ کرتا ہے"۔

اس کے بعد آپ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر درگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوئے:

> "الٰہی جو فیض حضرت غوث الاعظم کو وراثتاً و عطاءً و کسباً پہنچا ہے سب ان کو عطا فرما"۔

www.maktabah.org

پھر آپ کا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ تمہارا ہاتھ حضرت غوث الاعظمؒ کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ وہ تمہارے ہر کام دینی و دنیوی میں ممدو معاون ہونگے۔ پھر اپنے سر سے ٹوپی اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی اور دعا خیر فرمائی۔

حضرت شاہ صاحبؒ آپ پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے۔ اسی نظر عنایت کا فیضان تھا کہ آپ نے تیزی کے ساتھ سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مفتی شہر کی موجودگی میں فرمایا:

"تین چار ماہ ہوئے یہ مولوی صاحب قصور سے آئے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں انہوں نے جو کمال حاصل کیا، مفتی صاحب! وہ آپ چھ سال میں حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے بڑھاپے کی محنت ہے"۔

حضرت پنجاب سے آنے والے اکثر مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔

ایک روز حضرت شاہ صاحبؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ آج سارے دن کے انقباض کے بعد اب انبساط کی کیفیت ہے۔ سب اپنے اپنے دل میں اپنی حاجتوں کا خیال کرو۔ میں دعا مانگتا ہوں انشاء اللہ قبول ہو گی۔ اس وقت حضرت خواجہ قصوریؒ موجود نہ تھے۔ آپ نے انہیں خصوصی طور پر طلب فرمایا اور داخل دعا فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: "مولوی صاحب! مولویت کو چھوڑو۔ آہ سیکھو۔" یہ اسی کلمہ قدسیہ کا اثر تھا کہ حضرت خواجہ قصوریؒ کے دل میں آہ کی سوز و ساز کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اس کیفیت میں آپ نے آہ سے متعلق دو شعر کہے ۔

۱) مدّے کہ طرفہ بر سر آدم کشیدہ اند
آں مد آہ داں کہ پیش آفریدہ اند

(وہ عجب مد کہ لفظ "آدم" کے سر پر کھینچی گئی ہے اس کو آہ کی مد سمجھنا چاہیے جسے پہلے پیدا کیا جا چکا ہے)

۲) مدِّ آہ گر نبودے بر سر آدم پدید
او اَدم بودے کہ یعنی چرمِ گاؤ و گو سفند

www.maktabah.org

(اگر آہ کی مد آدم کے سر پر ظاہر نہ ہوتی تو وہ لفظ ادم ہوتا جس کا مطلب ہے گائے اور

بھیڑ کا چمڑا)

قیام دہلی کے دوران آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے علم حدیث کی باقاعدہ سند حاصل کی۔

اجازت و خلافت

ایک روز حضرت نے خواجہ قصوریؒ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ عنقریب تمہیں اجازت توجہ دیں گے اور امتحاناً اپنے سامنے تم سے توجہ دلائیں گے۔

۲۷ شعبان المعظم بروز بدھ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے خلفاء مولوی محمد عظیمؒ اور صاحبزادہ رؤف احمدؒ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں گواہی کے واسطے بلایا ہے۔ چاہتا ہوں کہ غلام محی الدین کو اجازت دوں۔ پھر آپ کو قریب بٹھایا اور فرمایا کہ تم کو چھ طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ اور کبرویہ کی اجازت دی اور پھر ہر سلسلہ کا الگ الگ طریقہ القا بھی تعلیم فرمایا۔ بعد ازاں اپنی ٹوپی اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر رکھی اور دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھے رہے اور فرمایا: یہ ٹوپی میری نہیں بلکہ میرے پیران کبار کی ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو تمہیں خرقہ خلافت بخشیں گے۔

۲۷ رمضان المبارک کو نماز مغرب کے بعد آپ کو طلب فرمایا۔ کلاہ پہلے خود پہنی اور اس پر توجہ فرمائی۔ پھر اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنا دی۔ اب خرقہ پہنانے کی مبارک گھڑی آئی۔ آپ نے صاحبزادہ رؤف احمد اور مولانا محمد عظیم سے فرمایا کہ بزرگوں کی سنت کے مطابق تم بھی خرقہ پہنانے میں شرکت کرو۔ چنانچہ حضرت نے ان خلفاء کی مدد سے آپ کو خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ تمہیں اجازت مطلقہ دی۔

کمالات روحانی

۱) عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد لوگوں نے حضرت شاہ صاحب کی قدم بوسی کے لئے ہجوم کیا۔ حضرت خواجہ قصوریؒ ایک کونے میں بیٹھ گئے کہ جب بھیڑ ختم ہو گی تو قدم بوسی کریں گے۔ اسی اثنا میں حضرت شاہ صاحبؒ نے خود ہی آواز دی کہ مولوی قصوری کہاں ہیں۔ یہ سن کر آپ فوراً اٹھے اور حضرت شاہ صاحب کے قدموں

www.maktabah.org

پر سر رکھ دیا۔ انہوں نے آپ کا سر مبارک اٹھا کر سینہ سے لگایا، قلب پر توجہ القا فرمائی اور دعا کی۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اپنے مرشد حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے مزار پر تشریف لے گئے اور قدم گاہ سے خاک اٹھا کر آنکھوں اور رخساروں پر ملی اور پائیں جانب بیٹھ کر فرمایا: ''یا حضرت! نہایت ضعیف ہو گیا ہوں۔ بیٹھ کر نماز اور قرآن بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تمام عمر مجھے آرام سے رکھا ہے اب اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل خاتمہ بخیر کرے''۔ یہاں آپ نے پھر حضرت خواجہ قصوریؒ کو طلب فرمایا اور آپ کا ہاتھ دیر تک ہوا میں اٹھائے رکھا اور حضرت مرزاؒ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ شخص آپ کے گھر آیا ہے۔ اس کے حق میں اپنی کمال عنایات فرمائیں۔

۲) حضرت شاہ صاحب نے اپنے مشہور خلیفہ حضرت خالد کردیؒ کے نام ایک خط میں آپ کا ذکر یوں کیا ہے:

> ''حق تعالیٰ کے من جملہ انعامات سے یہ ہے کہ مولوی غلام محی الدین جو قصور سے اس بندہ لاشئے کے پاس آئے، چند ماہ میں نسبت ہائے مجددیہ کو پہنچے اور امتیازی اجازت و خلافت پائی''۔

۳) حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مختصر رسالہ حضرت مرزا صاحب کے حالات میں لکھا ہے۔ اس کے آخر میں کچھ اپنا اور اپنے خلفاء کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں حضرت خواجہ قصوریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''علومِ ظاہر و باطن کے جامع کمالات حضرت مولوی محی الدین جن کے بے شمار شاگرد اور مستفید افراد ہیں، شہر قصور سے اس سراپا قصور کے پاس آئے اور فیوض باطن کی سعادت حاصل کی۔ اللہ سبحانہ' کی عنایت سے تھوڑی مدت میں نسبت ہائے احمدیہ سے مناسبت پیدا کر لی اور اجازت بلکہ خلافت پائی۔ الحمد للہ سبحانہ' و عم نوالہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عام سے انہیں اپنی محبت و معرفت کے طالبین کا مروج اور استفادہ کرنیوالوں کا امام بنائے''۔

۴) مولانا بشارت اللہ بہرائچیؒ کو ایک خط میں حضرت شاہ صاحب نے لکھا:

www.maktabah.org

"اکثر کہتا ہوں کہ تین چار شخص میرے یار ہیں۔ تم اور میاں ابو سعید اور رؤف احمد اور احمد سعید اور اب ایک اور مولوی قصوری غلام محی الدین پیدا ہو گئے ہیں۔"

۵) حضرت خواجہ قصوریؒ کے ایک استاد حضرت باب اللہ نے بغداد کی زیارت کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں حضرت غوث الاعظمؒ آئے اور فرمایا: "میرا فرزند غلام محی الدین تمہارے سامنے ہے اور تمہارا شاگرد بھی ہے۔ اسے دیکھ لو اور سمجھ لو کہ مجھے دیکھ لیا۔ اتنے طویل سفر کی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے"۔ چنانچہ انہوں نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔

مسند ارشاد

قصور شریف واپس آکر آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور طریقہ عالیہ مجددیہ کی اشاعت میں مصروف ہو کر لوگوں کی روحانی تربیت شروع کر دی۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، فقر و قناعت، تحمل بر ایذا اور رضا بقضا آپ کا شیوہ تھا۔ سینکڑوں لوگ اس سر چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ دن رات میں صرف ایک مرتبہ حلقہ منعقد کرتے تھے مگر طالبان کی روحانی ارتقاء اور مقامات کے حصول میں اس قدر تیزی واقع ہوتی کہ عقل حیران رہ جاتی۔ اکثر نماز مغرب کے بعد حلقہ کا انعقاد ہوتا۔

آپ کے مرشد نے حکم دیا تھا کہ دین کی اشاعت کے لئے خود لوگوں کے پاس پہنچنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کا معمول تھا کہ زیادہ تر سفر میں رہ کر رشد و ہدایت کا اہتمام فرماتے۔ یہ کام اس دور میں آسان نہیں تھا۔ بدامنی، شورش، ڈاکہ زنی اور خانہ جنگی کے اس دور میں آپ نے پنجاب کے مختلف حصوں اور ڈیرہ جات کے علاقے کو نسبت مجددی کے نور سے منور کیا۔

آپ کو مرشد کی طرف سے چھ سلسلوں میں بیعت و خلافت کی اجازت تھی تاہم آپ زیادہ تر نقشبندیہ اور قادریہ سلسلہ میں بیعت لیتے۔ بیعت کے وقت پہلے پیران کبار کی روح کو ایصال ثواب فرما کر مدد طلب کرتے۔ پھر مصافحہ کے انداز میں مرید کا ہاتھ پکڑ کر بسم اللہ شریف، تین دفعہ استغفار، تین بار کلمہ طیبہ پڑھاتے اور بیعت کر کے طریقہ کے اوراد کی تعلیم فرماتے۔ اس کے ساتھ ہر مرید کو احکام شریعت کی پوری پابندی کا حکم دیتے۔

www.maktabah.org

اقوال زریں

۱) آپ وحدت الوجود سے متعلق شطحیات کی باتوں سے بیزار تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے میں حلول نہیں کرتا۔ لیکن اشیاء سے جو اس کا احاطہ و قرب و معیت کا تعلق ہے، اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اس کا احاطہ و قرب ثابت ہے لیکن اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

۲) پیر ابراہیم خان کو ایک مکتوب میں لکھا: "اکثر لوگ محبت دنیا کی شامت کے سبب دین اور شریعت میں کمزور ہیں۔ کیا خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے متابعت شریعت سے وقار حاصل کیا۔ فراست پناہا! شریعت اصل ہے اور طریقت و حقیقت فرع۔ اور جس نے اس کے خلاف بات سمجھی ہے، وہ شریعت کے بھیدوں سے محروم ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا ہے: كُلّ حقيقةٍ رَدّتها الشريعةُ فهي زِندِقة (ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کر دے زندقہ ہے) یعنی وہ تمام بھید جو اہلِ مکاشفہ پر ظاہر ہوتے ہیں، اگر شریعت ان کو رد کر دے تو وہ محض کذب اور بے دینی ہے۔ یہ قطعی اصول ہے۔ ہمہ اوست کہنا اور مزامیر کا سننا اسی قبیل سے ہے۔

۳) آخری عمر میں آپ فرقہ ضالہ وہابیہ کی بہت مذمت کرتے تھے۔ اپنے مخلصین کو ان کے کید و مکر سے خبردار فرماتے تھے۔ ان کے رد میں ایک غزل بھی لکھی۔

۴) نواب شیر محمد خان ٹوانہ کو بیعت کرنے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: علمائے سو کے وعظ میں شرکت نہ کرنا، شریعت کے احکام کی پابندی کرنا اور فرنگی حکام سے نفرت کرنا۔

۵) فرمایا: بے جا تعریف سے نفس بے قابو اور فخر و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے اور فخر و تکبر کی لعنت نے فرشتوں کے استاد ابلیس کو قعر مذلت میں گرا دیا تھا۔

۶) ایک شخص نے خط میں شکایت لکھی کہ فلاں مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔ جواب میں فرمایا: ہمیں بھی ایک افغان تنگ کرتا ہے۔ اس کی ایذا رسانی اس حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ کوئی اذیت اس نے اٹھا نہیں رکھی۔ الحمد للہ کہ نسبت میں چنداں فرق نہیں۔ بلکہ فلاں روز ہمیں بیت المعمور میں لے جایا گیا۔ وہاں لا تعداد فرشتوں کی جماعت کو نماز پڑھائی۔ لیکن یہ ثمر ہمارے صبر کا ہے کہ ہم اس موذی افغان کی ایذا

www.maktabah.org

رسانیوں کو صبر اور خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہے ہیں۔ تم بھی صبر کرو اور شکوہ و شکایت نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِین۔ انشاء اللہ تمہیں بھی یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔

۷) مریدین کو تلاوت قرآن پاک کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ اس سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے اور اطمینان قلب کی دولت ہاتھ آتی ہے۔ جب اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ نے بذریعہ خط اپنے قرآن حفظ کرنے کی اطلاع دی تو جواب میں لکھا: اس قدر بے پایاں مسرت ہوئی کہ حیطہ بیان سے باہر ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ کلام الٰہی کا حفظ کرنا خصوصاً اہل آگاہی کے لئے ایک ایسی نعمت ہے کہ کوئی نعمت اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

۸) فرمایا: اس حیات مستعار کے اوقات کا حق سبحانہٗ کی رضا میں صرف کرنا سعادت دارین ہے۔

۹) حضرت للّٰہی کو ایک مکتوب میں لکھا: "اوقاتِ روز و شب کو ذکر و فکر اور مراقبات میں مشغول رکھیے اور علوم دینیہ کے پڑھانے کا شغل بھی جاری رکھیے۔ حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ میں علوم ظاہریہ سے اشغال اور ان کی تدریس مضر نہیں البتہ ممد بھی نہیں۔ پیر صاحب (حضرت شاہ غلام علیؒ) فرمایا کرتے تھے کہ اس دور میں جب علم دین سے بے خبری کے سبب جہالت کی مختلف النوع تاریکیاں بہت کثرت سے پھیل چکی ہیں، علوم دینیہ کی تدریس نسبت باطن کے معاونات میں شامل ہو گئی ہے اور یہ بات آزمائی بھی جا چکی ہے۔ لہٰذا اسے اصلاً ترک نہیں کرنا چاہیے"۔

۱۰) حضرت للّٰہیؒ ہی کو لکھا: "آپ نے جو کچھ زوال سے نماز ظہر تک نالہ و شورش کے بارے میں تحریر کیا ہے، اس پر قابو پانا چاہیے کہ یہ شیطان کا لایا ہوا ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب شیطان کسی اہل ذکر کو دیکھتا ہے کہ اسے یاد الٰہی سے غافل کرنے پر قادر نہیں ہوتا تو اسے اپنے آپ پر نالہ و شیون کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ آپ کو اور ہمیں بھی شیطان کے شر سے محفوظ رکھے اور آپ کو اور ہمیں ہر آن ذکر میں مصروف رکھے۔

۱۱) حضرت للّٰہی کو ہی ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: "وہ جو آپ نے دشمنوں کی ایذا رسانی سے حفاظت کے بارے میں تحریر کیا ہے تو ان کی ایذا رسانی کو صبر سے

www.maktabah.org

برداشت کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ قضا پر راضی رہنا فرض ہے اور اگر شرارت سے باز نہ آئیں تو یہ دعا بعد نماز عشاء ایک سو تیرہ بار پڑھیں : اَللّٰھُمَّ اکْفِنِی شَرَّھُمْ بِمَا شِئْتَ۔ خود بخود دفع ہو جائیں گے......

مخدوم الاولیاء حضرت علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ میرے مرشد نے ایک رنج کے سبب جو میرے دل میں تھا، میری طرف نظر کر کے فرمایا: بیٹے تجھے ایک شرعی مسئلہ سکھائیں جس کے سبب تیرا دل رنج سے فارغ ہو جائے۔ سمجھ لو کہ ہر کام قضا سے ہوتا ہے اور قضا پر راضی رہنا واجب ہے...... ایسے موقع پر یہ مثل کیا خوب ہے: "نیکوں کے ساتھ بدی کرنا بدکاری ہے، نیکوں کے ساتھ نیکی کرنا خرکاری ہے اور بروں کے ساتھ نیکی کرنا کارِ عبداللہ انصاریؒ ہے"۔ اور یہ کارِ دولت ہے۔

۱۲) حضرت للّٰہیؒ کو ایک مکتوب میں لکھا: "تدریس و تسلیک ہر دو شغل جاری رکھیے کہ ایک دوسرے کے بغیر ناقص ہے۔ اہل تحقیق کا قول ہے کہ جس نے علم دین حاصل کیا اور تصوف حاصل نہیں کیا، وہ فاسق ہو گیا۔ جس نے تصوف حاصل کیا اور علم دین حاصل نہیں کیا، وہ زندیق ہو گیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہی حقیقت پر پہنچا"۔

کرامات و تصرفات

۱) ایک شخص آپ کو اپنے عزیز کی قبر پر جو کہ حافظ تھے، فاتحہ کے لئے لے گیا۔ قبرستان پہنچ کر آپ کسی دوسری قبر پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حافظ جی کی قبر تو یہ ہے۔ فرمایا: یہ قبر بھی حافظ جی کی ہے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ پرانی قبر بھی ایک ایسے بزرگ کی تھی جو کہ حافظ تھے۔

۲) ایک روز وعظ فرما رہے تھے کہ سیاہ گھٹا چھا گئی اور بارش کا سماں پیدا ہو گیا۔ سامعین کا اضطراب دیکھ کر فرمایا: ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ بادل آئے اور بوندیں پڑنے لگیں۔ حضرت غوث پاکؒ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں جمع کرتا ہوں اور تو پریشان کرتا ہے۔ اس پر دفعتاً بادل چھٹ گئے۔ اس حکایت کا بیان کرنا تھا کہ حضرت کی مجلس وعظ سے بادل ہٹ گئے۔

۳) ایک دفعہ کثرت سے کئی روز تک بارش ہوئی۔ لوگ تنگ آکر دعا کے

www.maktabah.org

لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر انگلی سے کچھ اشارہ کیا۔ فوراً بارش تھم گئی۔

۴) ایک مرتبہ ڈنگہ ضلع گجرات کے مقام پر ایک مرید حکیم پیر بخش نے آکر عرض کیا کہ میرا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ آپ نام تجویز فرمائیں۔ فرمایا اس کا نام نور العین رکھو اور آئندہ جو پیدا ہو گا اس کا نام نور حسین رکھنا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کا غلام زادہ نور حسین پیدا ہوا ہے، مبارک ہو۔ فرمایا اس کے بعد جو پیدا ہو گا اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا۔ دو سال بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غلام زادہ عبدالرحمٰن پیدا ہوا ہے، مبارک ہو۔ فرمایا اب کی جو ہو گا اس کا نام عبدالرحیم رکھنا۔ چنانچہ وہ بھی پیدا ہوا۔ اس کے بعد آپ سے اس شخص کی ملاقات نہ ہوئی اور نہ کوئی اور اولاد ہوئی۔

۵) آپ کی یہ کھلی کرامت تھی کہ اگر کوئی شخص اولاد کے لئے تعویذ مانگتا اور آپ تعویذ دیتے وقت ارشاد فرماتے کہ اس کو جست میں مڑھانا تو اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور اگر فرماتے کہ چاندی میں مڑھانا تو لڑکی ہوتی۔ ایک شخص کو تعویذ دے کر آپ نے فرمایا کہ چاندی میں مڑھانا۔ حضرت للّٰہیؒ مجلس میں حاضر تھے انہوں نے عرض کی کہ یہ شخص لڑکے کی خواہش رکھتا ہے۔ فرمایا کہ اب چار مہینے گزر چکے ہیں۔ چنانچہ اس کے لڑکی ہوئی۔

۶) غلام حسین تریں ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خان نے بذریعہ خط آپ کو اولاد نرینہ کے لئے عرض کی۔ جواب میں یہ اشعار لکھ کر بھیجے جن میں پانچ بیٹوں کے نام بھی فرما دیے ؎

شاہ نواز ست قبولِ خدا لعل بود گوہر کانِ صفا
باد بہ سردار سعادت قریں باد بہ عبداللہ عبادت گزیں
لطف الٰہ باد بہ لطف اللہ خاںؒ جملہ برادر زبلا در اماں

آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے پانچ بیٹے عطا کیے۔

۷) ایک نہایت مفلس خادم نے آپ کی دعوت کی اور صرف گاجریں ابال کر سامنے رکھ دیں۔ آپ نے انہیں بخوشی تناول فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ آئندہ تنگ

www.maktabah.org

دستی نہ رہے گی۔ چنانچہ وہ شخص فارغ البال ہو گیا۔

۸) ایک مرتبہ سفر میں آپ نے اپنے عم محترم کی کتاب مطالعہ کی غرض سے ساتھ لی مگر وہ راستے میں گم ہو گئی۔ اسی اثناء میں عم بزرگوار کا خط آیا کہ فلاں کتاب آپ کے پاس ہو تو بھیج دیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ کتاب کتب خانہ میں تلاش کریں اور ساتھ ہی یَاجَامِعَ النَّاس لِیَوْمٍ لَارَیْبَ فِیه اُرْدُدُ اِلَیّ ضَالَتِی پڑھنا شروع کیا۔ چند دن بعد عم محترم کا خط آیا کہ کتاب کتب خانہ سے مل گئی ہے۔

۹) ایک دن کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو رہے تھے کہ کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص کو دیوانے کتے نے کاٹا ہے۔ فرمایا: یہی پانی پلا دو۔ چنانچہ وہ پانی پلا دیا گیا اور وہ شخص بالکل بخیریت رہا۔

۱۰) ایک شخص نے سوال کیا کہ علماء سادات اور شہداء میں سے کون افضل تر ہے۔ فرمایا کہ تیرے شہر میں فلاں شخص کو چور سوتے میں قتل کر دیں گے۔ اس کے جنازے پر ایک سبز پوش گھوڑا سوار آئے گا، اس سے پوچھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سبز پوش گھوڑ سوار کے اچانک آنے پر لوگوں نے اسی سے ہی نماز جنازہ کی امامت کرائی۔ نماز کے بعد جب وہ دوبارہ گھوڑے کی طرف بڑھا تو اس شخص نے اپنا سوال کیا۔ اس پر سبز پوش نے چہرے سے نقاب الٹ کر کہا کہ شہید کا مرتبہ تو یہ ہے کہ یہ میرا جنازہ ہے۔ علماء اور سادات کے مراتب کا مجھے علم نہیں۔ اس شخص نے شہید کو پہچان لیا اور حیران رہ گیا۔ اتنے میں وہ سوار گھوڑا دوڑا کر غائب ہو گیا۔

۱۱) حضرت غلام نبی للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ میں قصور شریف میں مقیم تھا کہ ایک جگہ آنحضور ﷺ کی نیاز کا کھانا پکا ہوا تھا۔ کھانا کچھ اچھا نہیں پکا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی نیاز میں بخل اور کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنی تصنیف تحفہ رسولیہ کا وہ صفحہ نکالا جس میں یہ شعر تھا۔

عیب نہ کردے بہ طعام آں حبیب
گرچہ کہ بد طعم بدے ہم معیب

www.maktabah.org

(وہ حبیب خدا کھانے میں نقص نہیں نکالتے تھے۔ گو کہ وہ کھانا بد مزہ اور عیب دار ہی

کیوں نہ ہوتا)

۱۲) حضرت للّٰہیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کو ابتداً میں ایک ہندو بچہ سے الفت ہو گئی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا۔

۱۳) حضرت للّٰہیؒ کی ہی روایت ہے کہ ایک روز میں باہر سے قصور شریف میں آرہا تھا کہ چند عورتیں سامنے آئیں۔ میں نے نظریں جھکا لیں۔ انہوں نے شوخی سے کہا کہ یہ مرد نہیں عورت ہے۔ جب میں حضرت کی خدمت میں آیا تو خود ہی یہ قصہ بیان فرمانے لگے کہ حضرت شیخ سعدی خوبصورت انسان تھے مگر شرم وحیا کی وجہ سے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے۔ سیر و سیاحت کے شوق میں ملتان کی طرف آنکلے۔ یہاں چند عورتیں سامنے آئیں تو کہنے لگیں : یہ تو کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ سعدی نے فرمایا یہ ملک نہایت بے شرم ہے اور واپس ہو گئے۔

۱۴) حضرت للّٰہیؒ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس میں کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا۔ جب بھی کچھ دریافت کرنے کی خواہش پیدا ہوتی، آپ خود ہی القا فرما دیتے اور کبھی پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔

۱۵) حضرت للّٰہیؒ نے بیان کیا کہ قحط کا زمانہ تھا۔ رات کو سو رہے تھے کہ ایک مجذوب آیا اور کہا کہ سخت بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو مل جائے۔ فرمایا ذرا توقف کرو۔ اتنے میں ایک شخص طشت اٹھائے آیا۔ آپ نے نصف کھانا مجذوب کو اور نصف مجھے عنایت فرمایا۔

۱۶) حضرت للّٰہی ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قصور شریف سے واپس آرہا تھا۔ میرے ساتھ ایک عزیز بھی تھا۔ دریائے جہلم عبور کر کے آگے بڑھے تو عین دوپہر میں گرمی کی شدت سے سخت پیاس لگی اور ہم دونوں نڈھال ہو گئے۔ دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ میرا ساتھی کہنے لگا کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان تونسویؒ سفر پر جا رہے تھے کہ پانی ختم ہو گیا اور سب ساتھی پیاس سے بے حال ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص ٹھنڈا شیریں پانی لے کر حاضر ہوا اور سب کو پانی پلایا۔ تمہارے پیر میں بھی کوئی کرامت ہے۔ ابھی میرے ساتھی نے بات ختم بھی نہ کی تھی کہ ایک شخص کی آواز آئی : میاں ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ پیتے جاؤ۔ ہم فوراً ادھر لپکے اور پانی پیا۔

www.maktabah.org

۱۷) للہ شریف کی بڑی مسجد جس کی امامت اعلیٰ حضرت للہیؒ کے پاس تھی، اس کی کھوئی کا پانی کم اور کڑوا تھا۔ ایک دفعہ حضرت تشریف لے گئے تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے چلو بھر پانی قلی کر کے کھوئی میں ڈالا تو نہ پانی تلخ رہا اور نہ اس میں کبھی کمی ہوئی۔

۱۸) موضع بھینی نزد شرقپور کے امام مسجد کو حضرت نے چالیسویں کے ختم کا کھانا کھانے سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ حرام تو نہیں لیکن تمہارے لئے منع ہے۔ اتفاق سے گاؤں کے نمبردار کے گھر موت ہوئی۔ انہوں نے امام صاحب کو زبردستی ختم کا کھانا کھلا دیا۔ اس پر ان کی بینائی جاتی رہی۔ وہ قصور شریف حضرت خواجہؒ کے جانشین حضرت شاہ عبدالرسولؒ کے پاس حاضر ہوئے اور معافی چاہی۔ آپ کی دعا سے بینائی واپس آگئی۔ کچھ عرصہ بعد وہاں پھر مرگ ہوئی۔ امام صاحب حکم عدولی کے ڈر سے گاؤں سے بھاگ رہے تھے کہ پھر پکڑے گئے اور انہیں کھانا پڑا۔ وہ پھر نابینا ہو گئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔

۱۹) حکیم خیر الدین امرتسری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایک بار حکیم محمد بخش کے گھر دعوت پر تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے عرض کی کہ ہمارا ایک جوان لڑکا اس مرض میں مبتلا ہے کہ جب نقارے کی آواز سنتا ہے تو ناچنے لگتا ہے اور مضبوط ہاتھوں سے بھی قابو میں نہیں آتا۔ حضرت ہاتھ دھو رہے تھے۔ فرمایا یہ پانی پلا دو اور ایک نقارچی کو بلاؤ کہ نقارہ بجائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو لڑکے پر کوئی اثر نہ ہوا۔

۲۰) حاجی امام بخش ساکن اچھرہ (لاہور) کا بیان ہے کہ آپ کا مزنگ میں قیام تھا کہ ایک ہندو حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی کو آسیب ہے اور وہ بے ہوش و حواس برہنہ بیٹھی رہتی ہے۔ فرمایا: ہمارا پس خوردہ پانی پلا دو گے۔ اس نے عرض کیا: ضرور پلاؤں گا۔ وہ پانی لا رہا تھا کہ دور سے ہی آپ نے فرمایا کہ ہمارا پس خوردہ ہو گیا۔ اسے پلا دو۔ ایک پہر گزرنے کے بعد وہ خوش و خرم لوٹا کہ جن قسمیں کھاتا تھا کہ یہ پانی نہ پلا۔ مگر میں نے زبردستی پلا دیا اور عورت فوراً تندرست ہو گئی۔

۲۱) علاقہ سرگودھا کے ایک مخلص میاں گل محمد کلیار نے عرض کیا کہ فلاں ڈھڈی زمیندار نے میرے لڑکے کے لئے رشتہ دینے سے انکار کیا ہے اور میری توہین

www.maktabah.org

کی ہے۔ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ فرمایا: میاں گل جاؤ۔ وہ تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے تین دفعہ تمہارے گھر کا چکر لگا چکا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس ڈھڈی نے خود آکر رشتہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔

۲۲) ایک سکھ نے بڑی عاجزی سے رو کر عرض کیا کہ میں مفلس ہوں اور میری جوان لڑکیاں کنواری بیٹھی ہیں کیونکہ میرے پاس جہیز کے لئے کچھ نہیں۔ آپ نے تعویذ لکھا اور فرمایا کہ صبح اسی پگڑی میں باندھ کر مشرق کی جانب روانہ ہونا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دُور اسے دو شخص ملے جن کے ہاتھ میں کلہاڑیاں تھیں اور اسے ڈرا کر کہا کہ اس مردہ جانور کے ڈھانچہ کو بھورے میں باندھ کر گھر لے جاؤ اور گھر سے پہلے اسے مت کھولنا ورنہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ سکھ ڈر کے مارے اسے گھر لایا اور جب بھورے کو کھولا تو وہ ڈھانچہ سونے میں بدل چکا تھا۔ جب سکھ کی فارغ البالی کا قصہ عام ہوا تو فرمایا: مردار کو مردار دے دیا ہے۔ کیونکہ دنیا مثل مردار کے ہے اور اس کا طالب مانند کتے کے۔

۲۳) ایک دفعہ جا رہے تھے کہ ہندو عورت بازار میں بار بار یہ مصرع دہرا رہی تھی۔ ع "جو دم جیواں سو گنگا جاں"۔ آپ نے سنا تو فرمایا: کیوں نہیں کہتی "جو دم جیواں سو الا اللہ"۔ یہ کہنا تھا کہ اس کی حالت غیر ہو گئی اور اس کے ہر بال سے ذکر جاری ہو گیا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔

ہندوؤں نے اس کی لاش کو جلانا چاہا مگر اسے آگ نہ جلاتی تھی۔ آخر وہ حضرت کے پاس آئے۔ آپ نے لاش کو غسل دینے کا حکم دیا اور قبرستان میں دفنا دیا۔

۲۴) ۱۹۶۵ء کی جنگ میں قصور بھی محاذ جنگ بنا رہا۔ اس محاذ کے ایک مجاہد میجر خادم حسین شہید کو حضرت خواجہؒ خواب میں آئے اور اسے کہا کہ دشمن فلاں طرف سے پیش قدمی کرے گا۔ اس کے پوچھنے پر آپ نے اپنا نام بھی بتا دیا۔ میجر مذکور مزار مبارک پر حاضر ہوا اور نیاز بھی دلائی۔ میجر شہید اگرچہ سپلائی میں تھا لیکن حضرت کی ہدایت کے مطابق اس نے اس طرف سے حملہ روکا۔ خود تو شہادت پائی لیکن دشمن آگے نہ بڑھ سکا۔

حلیہ، لباس، عادات حضرت خواجہؒ کے جانشین حضرت سید شبیر احمد شاہؒ نے

www.maktabah.org

اپنی کتاب انوار محی الدین میں حلیہ مبارک یوں لکھا ہے :

"آپ کا رنگ گندمی، چہرہ گول جوں چاند کا ہالہ، آنکھیں بڑی اور موٹی جن سے زکاوت، تقدس اور شرم و حیا کے علاوہ جلال و جمال بھی ٹپکتا تھا، ابرو اور پلکیں گھنی، دہن مبارک گول اور تنگ، دندان مبارک لعل و یاقوت کو شرماتے تھے۔ کشادہ پیشانی، سینہ چوڑا، بازو کی مچھلیاں بھری اور ابھری ہوئی، قد بوٹے کی طرح نکلتا تھا، جسم نہ بہت دبلا نہ مائل بہ فربہی، ہاتھوں کی انگلیاں خوبصورت اور لمبی۔ غرضیکہ آپ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سبک رفتار تھے۔ چلتے تو نظریں جھکا کر اور دائیں بائیں بہت کم دیکھتے تھے"۔

لباس میں قمیض اور پاجامہ پہنتے۔ کبھی کبھی گھر میں تہ بند بھی استعمال کرتے۔ سر پر ٹوپی ہوتی اور اس پر دستار باندھتے۔ سفید لباس پسند فرماتے۔ مکھی آپ کے چہرے پر نہ بیٹھتی تھی۔ گفتگو میں بڑی نرمی تھی۔ کسی کو اونچی آواز میں نہ بلاتے۔ گفتگو کے دوران الفاظ اس ٹھہراؤ سے نکلتے کہ سننے والا یاد کر سکتا تھا اور بات اس کے دل میں اتر جاتی تھی۔ سامع کی ذہنی سطح کا بھی خیال رکھتے۔ سادہ لوح ان پڑھ سے لے کر جید علماء تک سب لوگ یکساں مستفیض ہوتے۔ باتوں میں سنجیدگی، مذاق سے اجتناب اور شفقت کا رنگ غالب ہوتا۔ برمحل اشعار بھی گفتگو کے دوران زبان پر آجاتے جس سے کلام میں مزید دلآویزی پیدا ہو جاتی۔

آداب محفل کو ملحوظ خاطر رکھتے، ہمیشہ دو زانو بیٹھتے اور پاؤں پھیلانا معیوب سمجھتے۔ دعوت کو رد نہ کرتے اور فرماتے کہ دعوت قبول کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ کھانے میں تکلف پسند نہیں تھا۔ کم خوری عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ نشست و برخاست میں حضور ﷺ کی سنت پیش نظر رہتی تھی۔ ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

تصانیف

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ متبحر عالم دین، محدث اور فقیہہ تھے۔ عربی، فارسی، پنجابی زبانوں میں نظم اور نثر کی صورت میں آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ افسوس کہ ان میں سے متعدد کتب و رسائل امتداد زمانہ

www.maktabah.org

کے ہاتھوں ضائع ہو گئے۔ مندرجہ ذیل کی نشان دہی کی جا سکتی ہے :

۱) تحفہ رسولیہ (فارسی نظم)
۲) دیوان حضوری (فارسی نظم)
۳) خلاصۃ التقریر فی مذمت مزامیر
۴) رسالہ در رد فرقہ ضالہ وہابیہ
۵) شرح بوستان (عربی)
۶) زاد الحاج (پنجابی نظم میں مسائل سفر حج)
۷) حلیہ مبارکہ (نبی اکرم ﷺ)
۸) رسالہ میراث
۹) اسرار الحقیقہ
۱۰) خطبات جمعہ (عربی و فارسی نظم)
۱۱) رسالہ نظامیہ شریف در مسئلہ توحید (وحدت الوجود کے بارے میں فارسی نظم)
۱۲) رسالہ سلالہ (مولوی خرم علی کے رد میں غلام رسول، عبدالنبی، عبدالرسول ناموں کے بارے میں فارسی میں نثری تحریر)
۱۳) ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ المشہور بہ چہل مجالس
۱۴) مکتوبات شریف (مختلف مخلصین کے نام۔ فارسی نثر)۔

آپ کی شاعری

شاعری میں طبیعت نہایت موزوں پائی تھی۔ بعض اوقات خطوط کے جواب میں فی البدیہہ اشعار ہی لکھ دیا کرتے تھے۔ عربی، فارسی اور پنجابی اشعار میں بے ساختہ پن اور آمد کا حسن جھلکتا ہے۔

تحفہ رسولیہ آنحضور ﷺ کے خلق، عادات و اطوار، حلیہ مبارک اور معجزات پر فارسی زبان میں منظوم کتاب ہے۔ اس کی چھوٹی بحر اور موزوں الفاظ قاری کو مسحور کر لیتے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں باعث تصنیف کے بارے میں دو شعر ملاحظہ ہوں :

خلق نبی پاک بیان کن ہمہ   آں چہ نہان ست عیاں کن ہمہ
نظم بکن خلق نبی پاک را   نور ز خورشید دہ ایں خاک را

اس میں سیرت سے متعلق مختلف حکایات لکھی ہیں۔ آخری باب میں اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ ثانی شاہ عبدالرسولؒ کی پیدائش سے ایک سال پہلے ان کی ولادت کی خوش خبری دیتے ہیں، ان کا نام بھی تجویز کرتے ہیں حلیہ تک بتاتے ہیں اور پند و نصائح کرتے ہیں۔ یہ آپ کی زندہ کرامت تھی۔ اس طویل نظم سے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

اے کہ ہنوزی تو بہ کتم عدم   زود بہ گلزار جہاں نہ قدم

www.maktabah.org

منتظرِ تست دل و جانِ من　　مثلِ گہر جلوہ کن ازکانِ من

بہ کہ نہم نامِ تو عبدالرسول　　باد بہ درگاہِ رسولت قبول

کنیتِ توبہ کہ بود بو سعید　　عمر تو باید کہ بود بر مزید

(اے وہ جو ابھی عدم کے پردہ میں ہے، گلزار جہاں میں جلدی قدم رکھ۔ میرے دل و جاں تیرے منتظر ہیں۔ موتی کی مانند میری کان سے ظاہر ہو۔ بہتر ہے کہ تیرا نام عبدالرسول رکھوں خدا کرے کہ یہ تیرے رسول کی بارگاہ میں قبول ہو۔ بہتر ہے کہ تیری کنیت بوسعید ہو اور تیری عمر بر مزید ہو)

خطبات جمعہ عربی نظم کے شاہکار ہیں جو آپ کی قادر الکلامی اور عربی زبان پر کامل عبور کا پتہ دیتے ہیں۔ ہر خطبہ کے بعد اسی وزن اور بحر میں فارسی میں منظوم وعظ بھی ہے۔ فارسی اس دور میں علمی وادبی زبان تھی اور خواندہ طبقہ میں عام فہم تھی۔ ایک خطبہ کے دو شعر یعنی مطلع (حمد) اور ایک نعتیہ شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

حَمِدْتُ　اللّٰهَ　حَمْداً　لَاَفْنَاهُ

وَحَدُّ　الْحَمْدِ　لَا　يَعْلَمُ　سِوَاهُ

شَفِيْعُ　الْمُذْنِبِيْنَ　مَلَاذُ　اُمَّة

وَمَنْ　يَّكْفُرْبِهٖ　تَبَّتْ　يَدَاهُ

عربی خطبہ کے بعد فارسی وعظ کا مطلع یہ ہے:

برادر　دل　مبند　اندر　ہواہا

بآبِ　دیدہ　شو　پاک　از　گناہا

دوسرے عربی خطبہ کا مطلع یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَجَلَے الْوُجُود مِنَ الْعَدَمْ

وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ الَّذِى بِيَدَيْهِ اَنْوَاعُ النِّعَمْ

اس کے اختتام پر اسی بحر میں فارسی وعظ کا مطلع یہ ہے:

خوشنود گر خواہی خدا در شرع شو ثابت قدم

در نہی او اندر میا و ز امر او بیروں مرم

www.maktabah.org

تیسرا خطبہ بہت مشہور ہوا جو حضرت کے متعلقین کی مساجد میں اکثر پڑھا جاتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَبٌّ تَعَالٰی شَانُہٗ
اَضْحَی الضُّحٰی بُرْھَانُہٗ سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ

نعت، منقبت (جس میں حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت داتا گنج بخشؒ کی منقبتیں شامل ہیں)، مناجات اور غزلیات کے میدان میں طبع آزمائی فرمائی۔ نمونہ کے طور پر ایک غزل درج کی جاتی ہے:

قصوری دلبرے رعنا ستمگر مہر سیمارا — شبے تنگ او کشم در بر نہم بر آسماں پارا
در ایامِ جمال او جہاں از دلبراں فارغ — گل و یوسف فراموش ست بلبل راز لیخارا
چو زاہد را نظر افتاد بر محرابِ ابرویش — در آتش بے خود افگند ست تسبیح و مصلارا
تحیر بر تحیر طوطیاں رامی شود طاری — چوں آرد در تکلم ماہِ من لعلِ شکر خارا
نہ جز آبِ دو چشم من نشاند آتشِ خشمش — نہ جز مفتاحِ وصلِ او کشاید باب دلہارا
تو معدومی تو موجودی توئی فانی توئی باقی — بجز عارف کشانیدہ نباشد ایں معمارا

چوں بیمارِ غمش گشتم مسیحا شد طبیبِ من
غلام محی الدین گشتم گرفتم ملک دارا را

آپ کی پنجابی شاعری کے نمونہ کی طور پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طویل منقبت کے پہلے اور آخری چند بند درج کیے جاتے ہیں۔

اول حمد خدادی توراں — حضرت غوث الاعظم جی
لکھ ہزار سہنس کروڑاں — حضرت غوث الاعظم جی
پچھے کہاں درود پیمبر — جس کارن ایہہ سب اڈنبر
جل تھل دھرتی تارے انبر — حضرت غوث الاعظم جی
حافظ مرتضٰی دادا میرا — خاص حضوری آہا تیرا
دادا بابا تیرا چیرا — حضرت غوث الاعظم جی
شہر قصور مقام ہے میرا — وڈی مسجد اصلی ڈیرا
نور وودھا کر دور انھیرا
حضرت غوث الاعظم جی

www.maktabah.org

وفات آپ نے اپنے خلیفہ اعظم حضرت للّٰہی کو پہلے تحریر فرمایا کہ فلاں تاریخ تک قصور شریف پہنچو۔ وہ حسب ارشاد حاضر ہوئے۔ آپ انتظار میں تھے۔ حضرت للّٰہی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کئی دن توجہات خاصہ سے سرفراز فرمایا۔

وفات عجیب وغریب حالات میں ہوئی۔ ۲۲ ذی قعد ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۵ء) کو وفات سے پہلے مثنوی مولانا رومؒ کا درس دیا جس میں اولیائے کرام کی موت اور ان کی دائمی حیات کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ اس کے بعد وہیں مراقبہ میں چلے گئے اور جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ وفات اس قدر غیر متوقع تھی کہ شروع میں مریدین کو شبہ ہوا کہ شاید سکتہ ہو گیا ہے۔ تدفین قصور شریف کے بڑے قبرستان میں ہوئی جہاں اس وقت آپ کا روضہ مبارک ہے۔

آپ کی وفات کی کئی تاریخیں کہی گئیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے :

۱۲۷۰

شمسِ دینِ نبی زوال گرفت

اسی طرح شیخ الکرام (۱۲۷۰)، بے نظیر زماں (۱۲۷۰)، مولانا غلام محی الدین (۱۲۷۰)، ابر سخاوت (۱۲۷۰)، وہ ظاہر باطن کامل (۱۲۷۰) دیگر متعدد تاریخیں ہیں۔

آپ کے جانشین

حضرت خواجہ ثانی عبدالرسول آپؒ کی ولادت ۱۲۳۵ھ (۱۸۲۱ء) میں قصور میں ہوئی۔ آپ کی ولادت، نام، کنیت کی بشارت حضرت خواجہ قصوری دائم الحضورؒ نے اپنی کتاب تحفہ رسولیہ میں دے دی تھی جو آپ کی پیدائش سے ایک سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ تمام علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

تبحر علمی اور نور طریقت کے باوجود طبیعت میں کسر نفسی کا غلبہ تھا۔ جو شخص تعظیماً کھڑا ہوتا اسے منع فرماتے۔ اپنی تعریف سن کر دل گرفتہ ہو جاتے۔ ایک بار ایک

www.maktabah.org

مرید نے آپ کے روحانی مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ قطب وقت ہیں۔ آپ اس سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا یہاں سے چلے جاؤ۔ اسی طرح ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ علم و فضل میں آپ کا مقام شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی سے کسی طرح کم نہیں۔ آپ اس سے اس قدر خفا ہوئے کہ جب تک اس نے اس خیال سے توبہ نہ کی، اسے درس میں شامل نہ کیا۔

اخلاق حمیدہ، تہذیب الاخلاق اور سخاوت کا مجسمہ تھے۔ مہمان نوازی اور خدمت خلق آپ کا شیوہ تھا۔ موسم سرما میں کوئی مہمان آجاتا اور مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے لحاف نہ ہوتا تو اپنا لحاف اسے دے دیتے اور خود تمام رات بیٹھ کر گزار دیتے۔ امراء کے تعلق سے اجتناب فرماتے۔ کوئی امیر بیعت ہونا چاہتا تو ٹالنے کی کوشش کرتے جبکہ غرباء پر انتہائی شفقت فرماتے۔ کوئی سائل خالی نہ جاتا۔ بعض اوقات جو کچھ بھی پاس ہوتا، اسے دے دیتے۔

کرامات و تصرفات:

آپ کی کرامات بہت ہیں۔ تبرکاً چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱) ایک دفعہ آپ کے داماد سید غلام حسین شاہ بالاخانے میں بیٹھے سوچ رہے تھے کہ حضرت سب کچھ لوگوں کو عطا کر دیتے ہیں۔ گھر اور لنگر کا نظام کیسے چلے گا۔ آپ کو بذریعہ کشف ان خیالات کا علم ہو گیا اور شاہ صاحب کو بلا کر فرمایا: "کیا دنیا کی بہت خواہش ہے؟ فرمائیں کتنی دولت چاہیے"۔ پھر فرمایا: "اگر آپ ہمارے نقش قدم پر چلیں گے تو کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام حاجات و مقاصد پورے ہونگے"۔

۲) لنگر کے انتظام کے لئے ایک بقال سے قرض لیتے تھے اور چھ ماہ بعد حساب بے باق کر دیتے۔ ایک دفعہ ادائیگی میں تاخیر ہو گئی اور بقال نے تنگ کرنا شروع کیا۔ خادم حافظ محمد خان نے جب صورت حال بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ آؤ کتب خانہ کی صفائی کریں۔ حافظ صاحب کو کھجور کی شاخ دی جس سے وہ کتابوں سے مٹی جھاڑنے لگے۔ جونہی انہوں نے یہ کام شروع کیا، روپے نیچے گرنا شروع ہو گئے۔ ہنس کے فرمایا

www.maktabah.org

کہ حافظ صاحب تم نے یہاں روپے چھپار کھے تھے۔ غرضیکہ بقال کا قرضہ ادا کر دیا گیا اور بقیہ رقم سے درویشوں کے کپڑے اور سامان خریدا گیا۔ جو بچ رہا وہ سائلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

۳) نواب جلال الدین والی ریاست ممدوٹ آپ کا مخلص مرید تھا۔ اس کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی بشارت کے طور پر لڑکے کا نام نظام الدین تجویز کر دیا۔ خدا نے اسے لڑکا عطا فرمایا۔ اس خوشی میں نواب صاحب نے لنگر کے اخراجات کے لئے کئی گاؤں کی جاگیر قبول کرنے کی درخواست کی مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا۔

۴) **مقامات الطیبین** کے مصنف مولوی امام دینؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے ۱۲۹۳ھ میں حضرت خواجہ ثانیؒ سے ملاقات کی۔ وہ آپ کی حیران کن مقبولیت عامہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے قصور شریف میں بچے بچے کی زبان پر جس طرح آپ کی تعریف سنی، وہ بیان سے باہر ہے۔

وفات آپ کی وفات ۲۱ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۸ء) کو بروز منگل ۵۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ وصال سے گیارہ روز پہلے عاشورہ کے دن خادموں اور طالب علموں کے ہمراہ قبرستان میں گئے اور موجودہ جائے قبر پر لیٹ گئے اور فرمایا یہ جگہ نہایت عمدہ اور مناسب ہے۔ عمر کے آخری جمعہ کے وعظ میں حضرت للّٰہی کو سامنے بٹھایا اور مولانا روم کی وفات اور دنیا کے عارضی ہونے کے موضوع پر پُر تاثیر گفتگو فرمائی۔ وفات سے تین روز قبل اپنے تین خلفاء کو خط لکھے جن میں یہ فقرہ تھا کہ اس فقیر کی زندگی کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا ہے۔ ۲۰ محرم کو مسجد پر نگاہ ڈالی اور اسے باقاعدہ رخصت کیا۔ پھر گھوڑی پر سوار ہو کر گھر آئے تو گھوڑی پر ہاتھ پھیر کر رخصت کیا۔ عشا کے بعد اپنے نواسہ اور جانشین سید محمد شاہ کو طلب فرمایا، کتب خانہ کی چابیاں دیں، دستار بندی کی اور فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سو روپیہ ہے۔ ہماری تجہیز و تکفین کے بعد جو بچے صدقہ کر دینا۔ اس دوران آپ مکمل تندرست نظر آتے تھے اور بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔ دوسرے دن حکیم صاحب آئے اور نبض دیکھ کر کہا کہ کوئی بیماری نہیں۔ تاہم کوئی مفرح دوا لینے بازار چلے گئے۔ ان کے جانے کے فوراً بعد آپ نے کلمہ

www.maktabah.org

شہادت پڑھا اور مراقبہ میں چلے گئے اور جاں جان آفریں کے سپرد کی۔

۱۲۹۴=۲۱۲-۱۵۰۶ ۱۲۹۴

آپ کی تاریخ ہائے وفات میں کیسے ہوئی حشر سے پہلے محشر، غوث' بِلا ریب،

۱۲۹۴ ۱۲۹۴ ۱۲۹۴

ساقی کوثر رسول امین، شدہ در پردہ بیں ماہِ جہاں تاب، انّہ فَازَ ھُوَ بذاتِ اللہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت سید محمد شاہؒ

حضرت خواجہ ثانیؒ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ آپ کی صاحبزادی کی شادی حضرت کے خلیفہ سید غلام حسین شاہؒ سے ہوئی۔ ان سے حضرت کے نواسے سید محمد شاہؒ اور سید احمد شاہؒ پیدا ہوئے۔ حضرت سید محمد شاہؒ کی پیدائش ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ حضرت خواجہ ثانیؒ کی وفات کے وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی۔ حضرت نے بچپن میں ہی داخل طریقہ کر کے آپ کی روحانی تربیت شروع کر دی تھی اور وفات سے پہلے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ علوم ظاہری کی تحصیل لاہور میں کی۔ نسبت کی تکمیل اور مقامات مجددیہ پر مکمل عبور کے لئے حضرت غلام مرتضٰی کے ہاں کئی بار بیربل تشریف لے گئے۔ اس کے علاوہ اپنے آبائی پیر خانہ خانقاہ حضرت شاہ غلام علیؒ پر دہلی میں بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں حضرت شاہ ابوالخیرؒ مسند نشین تھے۔ چنانچہ ان سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۳۱۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کا شرف حاصل کیا۔

حضرت غلام مرتضٰی بیربلویؒ آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور آپ کے تبحر علمی اور زکاوت کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ آپ نہایت پابند شریعت و طریقت تھے۔ درس قرآن کریم کے لئے خصوصی وقت دیتے اور بڑی تعداد میں لوگ آکر استفادہ کرتے۔ قصور شریف میں لنگر اور خانقاہ شریف کا انتظام حسن و خوبی کے ساتھ چلتا رہا۔ آپ نے ۱۹۴۱ء (۱۳۶۰ھ) میں وفات پائی اور اپنے نانا حضرت خواجہ ثانیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت سید نذیر احمد شاہؒ

آپ حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ کے دوسرے نواسے حضرت سید احمد شاہؒ کے فرزند تھے۔ اپنے چچا حضرت سید محمد شاہؒ کی وفات پر ان کے جانشین بنے اور خانقاہ کا انتظام اور نسبت کی

www.maktabah.org

اشاعت کے فرائض سنبھالے۔ تاہم زندگی نے آپ کو اس کارِ خیر کی زیادہ مہلت نہ دی اور ایک ہی سال بعد ۱۹۴۲ء میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی تدفین بھی حضرت خواجہ ثانیؒ قصوری کے مزار کے احاطہ میں ہوئی۔

حضرت سید شبیر احمد شاہؒ

آپ حضرت نذیر احمد شاہؒ کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنی تصنیف "انوار محی الدین" کے آخر میں اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔

"یہ بندہ ناچیز نومبر ۱۹۲۶ء کو عالمِ ارواح سے اس عالمِ آب و گل میں آیا۔ پیدائش سہ شنبہ (منگل) کی رات کو نمازِ عشاء کے وقت ہوئی۔ سات دن کے بعد رسم عقیقہ ادا کی گئی۔ والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ انؒ کے والد یعنی میرے دادا مرحوم سید احمد شاہ کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے یہاں پوتا پیدا ہو تو وہ اس کا نام شبیر احمد رکھیں۔ چنانچہ میری پیدائش پر میرے والد مرحوم سید نذیر احمد شاہ اور حضرت سید محمد شاہ صاحب نے میرا نام شبیر احمد تجویز کیا"۔

اسلامیہ ہائی سکول قصور میں تعلیم حاصل کی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد گرامی سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر دینی علوم معقولات و منقولات کی تحصیل بھی اپنے والد گرامی سے ہی شروع رکھی۔ ابھی عمر شریف سولہ سال ہی تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور مسند ارشاد پر متمکن ہو کر درگاہ کی ساری ذمہ داریاں آپ کو سنبھالنا پڑیں۔ ان حالات میں تعلیم کی کماحقہٗ تکمیل نہ ہو سکی لیکن شوق علم کا یہ حال تھا کہ سفر و حضر میں مطالعہ جاری رکھتے اور اہل علم کی مجلس سے استفادہ کرتے رہے۔

آپ کو اپنے والد ماجد سے سلسلہ ہائے قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت کی اجازت تھی مگر آپ کا طبعی میلان سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ کی طرف زیادہ تھا۔ آپ کی شادی حضرت سید محمد مصطفیٰ شاہ صاحب گیلانی پیراں پوترا ضع میانوالی کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔

احیائے روایات:

حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق پنجاب و سرحد کے

www.maktabah.org

طول و عرض میں تبلیغ دین اور اشاعت نسبت کی غرض سے دورے کرتے تھے اور مریدوں کے ساتھ ان کا مستقل رابطہ رہتا تھا۔ حضرت خواجہ ثانیؒ کے بعد اس رابطہ میں کمی واقع ہوئی تھی۔ درگاہ قصوری کی روایات کے احیائے نو کا شرف حضرت سید شبیر احمد شاہؒ کو حاصل ہوا۔ آپ نے تمام خلفاء اور متعلقین سے از سر نو مستقل رابطہ شروع کیا اور یوں درگاہ قصوری کی مرکزیت مستحکم ہو گئی۔

آپ سے پہلے عرس شریف پر صرف ختم ہوتا تھا۔ آپ نے بڑے پیمانے پر تزک و احتشام کے ساتھ سالانہ عرس کا اہتمام شروع کیا۔ اس کے لئے ماہ اسوج کی آخری جمعرات اور جمعہ کے دن مقرر کیے تاکہ مخلصین کو ایام عرس کے بارے میں ابہام نہ رہے۔ اس موقعہ پر علماء کی تقاریر، نعت خوانی اور لنگر کا عمدہ انتظام کیا جانے لگا۔

تعمیرات و تصنیف :

حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کے مزار پر ایک سادہ پالکی بنی ہوئی تھی۔ آپ نے ایک خوبصورت بلند و بالا روضہ مبارک کی تعمیر شروع کی۔ ساتھ ہی قدیم مسجد کو وسیع کر کے از سر نو تعمیر کرنے کا آغاز کیا۔ آپ کے عزائم بہت بلند تھے لیکن عمر نے وفانہ کی اور بہت سے کام تشنہء تکمیل رہ گئے۔ تاہم ایک نہایت اہم کام کی تکمیل آپ کے ہاتھوں میں ہوئی یعنی حضرت خواجہ دائم الحضوریؒ اور حضرت خواجہ ثانیؒ کے حالات زندگی قلمبند کیئے اور انہیں ''انوار محی الدین'' کے نام سے شائع کیا۔

دھولر شریف میں قیام :

دھولر شریف علاقہ کمالیہ (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں وسیع زرعی زمین آپ کی ملکیت تھی۔ کنارِ راوی کے اس علاقہ میں آپ کے مریدین کی بڑی تعداد موجود تھی لیکن یہ علاقہ بالعموم پس ماندہ اور جہالت و بدعات کا شکار تھا۔ آپ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے دھولر شریف میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا اور وہاں اپنے رہائشی مکانات و لنگر خانہ تعمیر کیے۔ تاہم قصور شریف کے ساتھ حسب سابق رابطہ قائم رکھا۔ دھولر شریف میں قیام سے نواحی علاقہ میں شعائر اسلامی کی اشاعت ہونے لگی۔

www.maktabah.org

وفات:

آپ نے دسمبر ۱۹۶۹ء میں ۴۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور دھولر شریف میں دفن ہوئے۔ آپ کی شخصیت میں بے حد دلآویزی تھی۔ سرخ و سفید خوبصورت پُر نور چہرہ، جاذب نظر تبسم سے کھلا رہتا تھا۔ نہایت نرم گفتگو تھے۔ سخاوت ایسی تھی کہ جو کچھ بھی پاس ہوتا، جب تک اسے خرچ نہ کر لیتے، چین نہ آتا۔ اس کے باوجود فتوح کی بارش رہتی تھی اور کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہوئی۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ راقم الحروف نے آپ کی وفات پر جس طرح لوگوں کو روتے اور آہ وزاری کرتے دیکھا ہے اس سے آپ کی مقبولیت عامہ اور جذب کا اندازہ ہوتا تھا۔

حضرت سید منیر احمد شاہ صاحب

آپ حضرت سید شبیر احمد شاہؒ کے فرزند اکبر ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ صرف گیارہ سال کے تھے کہ والد گرامی نے وفات پائی اور اس چھوٹی عمر میں آپ کو درگاہ قصوری کی گراں بار ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ تاہم یہ فیضان نظر تھا کہ آپ نے اپنے والد گرامی کی جاری کردہ تمام روایات کو بخیر و خوبی قائم رکھا ہے۔ قصور شریف کے روضہ مبارک اور مسجد کی تکمیل کرائی اور اب وہاں درس اور مدرسہ کا قیام زیر غور ہے۔ اسی طرح دھولر شریف میں حضرت شبیر احمد شاہؒ کے روضہ مبارک، وسیع مسجد اور دارالعلوم کی تعمیر کا منصوبہ بھی تیاری کے مرحلہ میں ہے۔ یورپ میں منعقدہ وارث شاہ پر بین الاقوامی کانفرنس میں آپ مہمان خصوصی تھے۔ آپ کی شادی پاک پتن شریف کے سجادہ نشین دیوان قطب الدین کی پوتی سے ہوئی۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم کے دوسرے بیٹے حضرت سید مشتاق احمد شاہ صاحب ہیں۔ آپ ۱۹۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور کے سادات گیلانی کے خاندان میں شادی ہوئی۔ مزاج میں بڑا ٹھہراؤ، آنکھوں میں فقر کی مستی اور شخصیت میں جاذبیت ہے۔ تیسرے بیٹے حضرت سعید احمد شاہ مرحومؒ (عرف حاجی پیر) ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸ انومبر ۱۹۹۹ء کو اتفاق ہسپتال لاہور میں بلڈ پریشر اور دماغی رگ پھٹ جانے سے وفات پائی۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ مہر محمد نواز ڈہر جو دہلی میں پاکستانی سفارت خانہ میں ملازم ہیں، ان دنوں پاکستان آنے لگے تو دہلی میں حضرت شاہ غلام علیؒ کی خانقاہ کے متولی

www.maktabah.org

صاحب نے انہیں حضرت مرزا جانجاناںؒ کے مزار مبارک سے چادر اتار کر دی کہ اسے حضرت سید شبیر احمد شاہؒ کے مزار پر چڑھا دیں۔ پھر کچھ سوچ کر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے مزار مبارک کی ایک چادر بھی دیدی۔ جب وہ دھولر شریف آئے تو حضرت حاجی پیرؒ کی قبر تیار تھی اور یوں دوسری چادر بھیجنے کی حکمت کا راز آشکار ہوا۔

حضرت دائم الحضوریؒ کے خلفاء

حضرت غلام نبی للّٰہیؒ آپ کے حالات آئندہ باب میں ملاحظہ کریں۔

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ آپ جید عالم، فقیہہ اور عالم باعمل تھے۔ ظاہری و باطنی علوم حضرت خواجہ قصوریؒ سے حاصل کیے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جو کلاہِ سندِ حدیث کے ساتھ حضرت خواجہ قصوریؒ کو عطا کی تھی، وہ آپ نے مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کو عنایت کی۔ آپ کو حضرت خواجہ کے خالہ زاد اور داماد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ متعدد مشہور کتابوں کے مصنف تھے جن میں تحفہ دستگیریہ (فرقہ وہابیہ کے رد میں)، رسالہ ہدایۃ الشیعین (رد رفض میں)، عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان، رسالہ تقدیس الوکیل (نیچریوں کے رد میں)، رسالہ عروۃ المقلدین، شرح تحفہ رسولیہ قابل ذکر ہیں۔ غرضیکہ تمام گمراہیوں کے موثر سدباب کے لئے تاعمر کوشاں رہے۔ ۱۳۱۰ھ میں حج کیا۔ وفات ۱۳۱۵ھ میں قصور شریف میں ہوئی۔

حضرت حافظ نور الدینؒ آپ چکوڑی شریف ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور حضرت کے اہم خلفاء میں سے تھے۔ جید عالم اور کمالات روحانی سے متصف تھے۔ خلافت پاکر چکوڑی شریف میں درس و تدریس اور تربیت طریقت کا فیض جاری رکھا۔ ۱۳۰۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت مفتی غلام محی الدینؒ آپ کا تعلق نمک میانی ضلع سرگودھا سے تھا۔ حضرت کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ فقہ

www.maktabah.org

اسلامی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ وعظ میں بڑی تاثیر تھی۔ مسجد میں معتکف بیٹھے رہتے تھے اور ساری عمر درس و تدریس، مطالعہ اور مراقبہ میں گذار دی۔ ۱۳۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کے صاحبزادہ مفتی غلام احمد جانشین بنے۔

حضرت غلام محمدؒ آپ کا تعلق قصبہ مرالی سے تھا جو ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت سے اجازت و خلافت پانے کے بعد اپنے گاؤں میں ساری عمر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ سخاوت میں بے مثل تھے۔ خشیت ایزدی سے کثرت گریہ کی وجہ سے بصارت جاتی رہی تھی۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات پائی۔

مولانا بدرالدینؒ آپ لدھیے کے رہنے والے تھے۔ حضرت کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ جید عالم اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ حضرت کے آخری خلیفہ تھے اور آپ کے خلیفہ خواجہ غلام مرتضٰی قلعہ والے نے بڑی شہرت پائی جن کا مزار عثمان گنج لاہور میں ہے اور جہاں ہر سال ماہ چیت کی پہلی اتوار اور ماہ اسوج کی دوسری اتوار کو عرس ہوتا ہے۔

دیگر خلفاء دیگر خلفاء میں میاں اشرف بھیروی (م۔۱۲۷۹ھ)، شیخ عطاء اللہ قندھاری، حافظ سردار صاحب (ہشت نگر۔ کانگڑہ)، محمد خان علی زئی، میاں احمد صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خان)، میاں عثمان صباغ، مولانا ولی محمد (فاروق آباد۔ چوہڑکانہ)، مولوی فیض محمد، مولوی صالح محمد کنجاہی (مصنف سلسلۃ الاولیاء)، میاں کرم الٰہی (بھیرہ۔ پنجابی نظم میں فقہ کی کتاب کے مصنف)، مولوی محمود جی (خوشاب) وغیرہم شامل ہیں۔

ماخذ کتب

انوار محی الدین	حضرت سید شبیر احمد شاہؒ
ملفوظات حضرت غلام نبی للّٰہی	حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ
مقامات طیبین	مولانا امام دین کھوتکوی
سلسلۃ الاولیاء	مولوی صالح محمد کنجاہی
تحفہ رسولیہ	حضرت غلام محی الدین قصوریؒ

www.maktabah.org

اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی للّٰہی رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۳۴ تا ۱۳۰۶ھ / ۱۸۱۹ تا ۱۸۸۸ء

آپ کا عہد اعلیٰ حضرت خواجہ للّٰہیؒ کا دور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لئے تنزل و ادبار کی اتھاہ گہرائیوں کا دور تھا۔ سیاسی اقتدار سے محرومی اور اس کے نتیجہ میں اقتصادی پستی اور افلاس ان کا مقدر بن چکی تھی۔ حضرت للّٰہیؒ نے شعور کی آنکھ کھولی تو سارے مغربی پنجاب پر رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو چکا تھا۔ سکھ نظام حکومت کی بد نظمی، راجہ کی نجی زندگی اور سکھ حکام کی بے راہ روی اور مسلمانوں پر مظالم ضرب المثل بن چکے تھے۔ رنجیت سنگھ نے ۱۸۳۹ء میں وفات پائی تو سکھا شاہی اور شورش کا آغاز ہوا اور بالآخر ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے دو جنگوں میں سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۷ء میں اس صدی کا سب سے بڑا دل فگار واقعہ پیش آیا یعنی مسلمانوں نے جنگ آزادی کے ذریعے مغربی استعمار کی دراندازیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ شاہی قلعہ دہلی پر ان کی نام نہاد حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور یوں ۷۱۲ء میں مسلم اقتدار کا جو سفینہ محمد بن قاسم کی قیادت میں ساحلِ دیبل پر آلگا تھا، بالآخر ۱۸۵۷ء میں دریائے جمنا کے کنارے ڈوب گیا۔ مسلم تہذیب و تمدن کا مرکز دہلی کئی ماہ تک انگریزوں کے ہاتھوں لٹتا رہا اور مسلم قوم انتقامی کارروائیوں کا شکار رہی۔

اسی اثنا میں تحریک جہاد کے ذریعے مسلم اقتدار کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش بھی ناکام ہو چکی تھی۔ یہ تحریک سید احمد شہید کی قیادت میں شمال مغربی سرحد

www.maktabah.org

سے شروع ہوئی مگر ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں کے ہاتھوں شکست اور سید احمد شہید کی شہادت کے بعد اس کا زور ٹوٹ گیا۔ یہ تحریک اگرچہ شاہ ولی اللہؒ کے احیائی نظریات کا شاخسانہ تھی مگر شاہ اسمٰعیل شہید کی انتہا پسندی نے اسے سخت نقصان پہنچایا جس کے تحت دیگر ہر قسم کے غلو کے علاوہ جہاد سے لاتعلق مسلمانوں کو دارالحرب کے غیر مسلم قرار دے کر لوٹا گیا، انہیں قتل کیا گیا اور ان کی بیٹیوں سے جبری نکاح کر کے اپنے تصرف میں لایا گیا۔ ایسے ناروا اقدامات کے خلاف مسلم معاشرہ کا شدید رد عمل ہی اس کی ناکامی کا باعث بنا۔

اس صدی میں وہابیت کی یلغار بھی دینی حلقوں میں اضطراب کا باعث بنی۔ محمد بن عبدالوہاب (۱۷۰۳ / ۱۱۱۵ تا ۱۷۹۲ء / ۱۲۰۶ھ) نے عرب میں بظاہر بدعات کے خلاف اصلاحی تحریک کا آغاز کیا لیکن اس نے اپنے نظریات میں ایسی انتہا پسندی پیدا کی کہ دینی نظام کے ادارے اور اقدار درہم برہم ہونا شروع ہو گئے۔ اس نے طریقت کی مخالفت کی اور عالم اسلام کو نزاعی مسائل کا اکھاڑہ بنا دیا۔ اس تحریک کے جارحانہ طرز عمل نے اہل اللہ کو مجبور کیا کہ وہ مسلم معاشرہ کو اس کے مضرت رساں اثرات اور ضلالت سے بچائیں۔

یہ بھی قدرت کا اعجاز تھا کہ ایک طرف اسلامیانِ ہند کا تنزل انتہا کو پہنچ رہا تھا تو دوسری طرف اسی عہد میں ان کے احیائے نو کی تحریکیں جنم لے رہی تھیں۔ سر سیّد احمد خان کا خاندان اور خود ان کا بچپن نقشبندی بزرگ حضرت شاہ غلام علیؒ کا فیض یافتہ تھا اور گو سر سید کی تاویلات اور نظریات متنازعہ فیہ بنے اور صوفیائے وقت نے، جن میں اعلیٰ حضرت للہیؒ شامل تھے، "نیچری" نظریات کی سختی سے تردید کی، تاہم سر سید کی نیک نیتی اور بے نفسی کا مخالفین نے بھی اعتراف کیا کیونکہ ان کا مقصد مسلمانوں کی محض مادی ترقی و خوش حالی تھا۔ چنانچہ سر سید کی تحریک علی گڑھ بھی اسی صدی میں پھلنا پھولنا شروع ہوئی اور اس کی خدمات کے دوررس نتائج قیام پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

جہاں تک عالم اسلام کا تعلق ہے یہی صدی اس نقشبندی شیخ اور مجاہد اعظم حضرت امام شاملؒ کا دور ہے جنہوں نے ۱۸۳۴ تا ۱۸۵۹ء یعنی ربع صدی تک دنیا کی

www.maktabah.org

عظیم طاقت زار روس کا محض روایتی اسلحہ اور محدود تعداد میں مریدوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسے کوہ قاف کے دشوار گذار پہاڑوں میں بار بار پسپا کیا یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ باقی نہ رہا تاہم ان کی پھونکی ہوئی روحِ جہاد آج بھی باقی ہے اور کوہ قاف کے روسی مقبوضات میں جہاد جاری ہے۔

آپ کا خاندان

حضرت غلام نبی للّٰہیؒ کا تعلق اعوان قوم کی ذیلی شاخ سنادھا سے ہے جو آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بزرگ ثناء اللہ صاحب کے نام سے موسوم ہوئی۔ اعوان قوم کا شجرہ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ حضرت کے والد گرامی کا نام قاضی حسن دینؒ تھا جو ایک مشہور عالم دین اور متقی انسان تھے۔ سخاوت اور خدمت خلق میں بڑی شہرت پائی تھی۔ جناب قاضی صاحب رانجھہ خاندان کے نامور عالم اور ولی اللہ حضرت عبداللہ نوری کے شاگرد اور داماد تھے جن کا مزار موضع کلیحہ نزد چاوہ تحصیل بھلوال میں ہے۔

للہ شریف میں زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ لوگ تالابوں میں جمع شدہ بارش کا پانی پیتے تھے اور خشک سالی کے موقعہ پر لوگ میٹھے پانی کی نایابی پر سخت پریشان ہو جاتے۔ قاضی حسن دین صاحب نے اپنے بیٹے حضرت للّٰہی کی شادی پر اہالیان شہر کی دعوت کی اور فرمایا کہ کل ہم ایسی دعوت کریں گے جو قیامت تک جاری رہے گی یعنی میٹھے پانی کا کنواں۔ لوگوں نے مسرت کا اظہار کیا مگر کہا کہ وہ ہو گا کہاں۔ فرمایا کہ اس جگہ خود بخود نشان لگا ہو گا۔ دوسرے دن آپ موجودہ تھانہ کے قریب گئے وہاں کدال سے نشان موجود تھا۔ وہاں آپ نے کنواں کھدوایا جس کا پانی خلاف معمول میٹھا اور ہاضم تھا۔ اہل شہر بہت خوش ہوئے۔ یہ کنواں آج بھی موجود ہے اور میانہ کھوہ کے نام سے مشہور ہے۔ گو کہ پہاڑی چشمے اور دریا سے سرکاری نلوں کے ذریعے گھر گھر میٹھے پانی کی فراہمی سے آج کل اس کی اہمیت نسبتاً کم ہو گئی ہے۔

ابتدائی زندگی

اعلیٰ حضرت للّٰہی کی پیدائش ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۹ء) میں شب جمعرات للہ شریف میں ہوئی۔ للہ کا قصبہ کوہستان نمک اور دریائے جہلم کے درمیان تحصیل پنڈ دادنخان (ضلع جہلم) کا اہم قصبہ ہے جسے اب موٹروے (ایم۔2) پر للہ انٹر چینج نے سارے ملک میں متعارف کرا دیا ہے۔ دور مغلیہ میں انصار مدینہ سے تعلق رکھنے والے

www.maktabah.org

زمیندار قبیلہ للہؔ انصاری نے اسے آباد کیا تو اسی قبیلہ کے نام پر یہ للہؔ کہلایا۔

حضرت نے علوم ظاہری کی تحصیل کا آغاز اپنے والد گرامی سے کیا اور خیالی و شرح ملا تک جملہ کتابیں انہی سے پڑھیں۔ پھر اوڈھروال (علاقہ دھن۔ ضلع چکوال) میں حافظ محمد سردار صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور معقولات پر عبور حاصل کیا۔ مزید تحقیق اور تکمیل کی غرض سے پشاور تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں یہ سارا طویل سفر پا پیادہ کیا جاتا تھا۔ اس سے آپ کے شوق علم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پشاور میں مولانا محمد عظیم، مفتی محمد احسن اور حافظ دراز صاحبان سے جملہ علوم کی تکمیل کی۔ یہ دار العلوم جہاں قائم تھا۔ وہ آج کل قدیم شہر کے اندر دو تالاب والی مسجد کہلاتی ہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کے علم و فضل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پشاور کے اس دار العلوم میں ہی آپ کو تدریس کا فریضہ سونپ دیا۔ جب آپ کے والد گرامی قاضی صاحب اس کا علم ہوا تو وہ خود پشاور جا کر آپ کو ساتھ لائے کہ للہؔ جیسے پس ماندہ علاقہ کو آپ کی زیادہ ضرورت تھی۔ (حضرت مجددؒ کے والد ماجد بھی اسی انداز میں آپ کو آگرہ سے واپس سرہند شریف لے آئے)

وطن واپس آنے کے بعد اپنے ہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ اس دوران اور پھر مسند نشین ہونے کے بعد بھی آپ نے مختلف مسائل میں تحقیق جاری رکھی اور متعدد کتابوں پر حاشیے تحریر فرمائے۔ بعد میں حدیث کی سند اپنے مرشد حضرت قصوریؒ سے حاصل کی جنہوں نے خود یہ سند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے حاصل کی تھی۔

شادی

آپ کے خاندان کی رشتہ داری پہلے سے رانجھہ خاندان سے تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ نوریؒ کی بیٹی تھیں، جو رانجھہ خاندان کے ایک ولی کامل تھے۔ چنانچہ آپ کی شادی موضع نور خانیوالہ (تحصیل بھلوال) کے ایک متدین زمیندار جناب فتح محمد رانجھہ (جو حضرت عبداللہ نوری کے پوتے تھے) کی دختر نیک اختر سے طے پائی۔ یہ تقریب بھی شبِ جمعرات کو انجام پائی۔

بیعت و خلافت

اسی اثنا میں آپ پر جذب الٰہی نے غلبہ کیا اور کسی کامل مکمل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ ذہن میں تونسہ

www.maktabah.org

شریف جانے کا خیال کر کے گھر سے روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ملفوظات میں خود بیان فرمایا کہ جب میں شاہ پور کے قریب پہنچا تو وہاں سے آگے قدم نہ اٹھے چنانچہ وہیں ٹھہر گیا اور پھر شاہ پور میں اتفاقیہ طور پر حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ سے ملاقات ہو گئی جو ان دنوں وہاں دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ حضرت للہیؒ متابعت سنت کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ جب حضرت خواجہ قصوریؒ نے نماز پڑھائی تو قدموں کے درمیان فاصلہ سنت سے ذرا زیادہ رکھا تو اتنا سا شرعی سقم بھی حضرت للہیؒ کے ذہن پر بھاری لگا۔ حضرت خواجہ قصوریؒ نے کشف سے آپ کی ذہنی کیفیت معلوم کر کے خود ہی فاصلہ زیادہ رکھنے کا عذر بیان فرمادیا۔

آپ حضرت خواجہ قصوریؒ کی خدمت میں ایک دن رات رہے اور حضرت کے فیض وبرکت سے بے حد متاثر ہوئے۔ بالآخر استخارہ مسنونہ کے بعد بیعت کی اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ یہ واقعہ شب جمعرات ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ کا ہے۔ آپ نے اپنے بیاض میں لکھا:

> ''مجھ فقیر غلام نبی کا وقت ولادت شب جمعرات ہے۔ نکاح بھی شب جمعرات کو ہوا۔ یہ بھی خوب اتفاق ہے کہ شب جمعرات ۱۴ ربیع الآخر کو ہی جو حضرت پیر دستگیر عبدالقادر جیلانیؓ کی وفات کا مہینہ ہے، ۱۲۶۳ھ میں حضرت قصوری شیخ غلام محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اپنے پیر دستگیر کی صحبت کی تفصیل یہ ہے:
>
> پہلی بار چار روز، دوسری بار ایک ماہ، تیسری بار ڈیڑھ ماہ، چوتھی بار بیس دن، پانچویں بار تین روز، چھٹی بار چھ ماہ اور آٹھ روز، ساتویں بار دس روز، آٹھویں بار تئیس روز اور نویں بار آٹھ روز۔''

حضرت محمد حسن خان صاحب نے حالات مشائخ نقشبندیہ میں تحریر کیا ہے کہ ایک ماہ کی توجہ کے بعد حضرت خواجہ قصوریؒ آپ کو علیحدہ لے گئے اور فرمایا کہ آج واقعہ میں حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ آئے اور فرمایا کہ مولوی غلام نبی کو کلاہ اجازت دے دو۔ چنانچہ آپ کو کلاہ عنایت فرمائی اور توجہ دینے کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا۔ تاہم

www.maktabah.org

علو مراتب کی تربیت جاری رہی۔ قلیل عرصہ میں تمام مقامات مجددیہ طے کرا کے دستارِ خلافت وبشارتِ نسبت خاصہ سے سرفراز فرمایا اور خلعت پیش گاہ جناب رسالت مآب ﷺ سے دلوا کر رخصت فرمایا۔

شروع میں قصور شریف کا سفر زیادہ تر پیدل ہوتا تھا۔ ضلع گجرات کے دیہات سے گذرتے ہوئے جاتے تھے۔ راستے میں شب باشی کسی گاؤں کی مسجد میں ہوتی تھی۔ آپ اپنا توا ساتھ رکھتے تھے اور روٹی خود پکاتے تھے۔ کچھ عرصہ لاہور تک پیدل جا کر وہاں سے ریلوے ٹرین پر سوار ہوتے اور قصور شریف پہنچتے۔ پھر ایک وقت آیا کہ نمک میانی (ضلع سرگودھا) تک ٹرین آگئی۔ چنانچہ آپ للہ شریف سے میانی تک پیدل سفر کرتے اور وہاں سے ٹرین پر سوار ہو جاتے۔ عمر کے آخری حصہ میں ملک وال خوشاب سیکشن بھی شروع ہو گیا اور للہ شریف سے ہی ریلوے ٹرین پر سوار ہونے لگے۔

کمالاتِ روحانی

آپ کی روحانی استعداد کی تعریف کے بارے میں آپ کے مرشد حضرت خواجہ قصوریؒ نے اپنے ایک خلیفہ مولانا غلام محمد مریالی کو ایک مکتوب میں لکھا:

> "حضرت مولوی غلام نبی جو ایک کامل الاستعداد مرد ہیں، موضع للہ سے جو بھیرہ کے قریب ہے پچھلے ماہ کاتک میں نسبتِ احمدیہ مجددیہ کے اکتساب کے لئے فقیر کے پاس آئے۔ چھ ماہ اس شغل میں مصروف رہے اور سلوک کو حقیقت الحقائق تک پہنچا کر رخصت ہوئے۔ ان کی استعداد کے بارے میں کیا لکھا جائے کہ اس میں نظیر نہیں رکھتے۔ بارك الله فيما اعطاه۔"

جب آپ کو اپنے مرشد سے مراقبہ حقیقت قرآن عطا ہوا تو حق تعالیٰ نے آپ میں حفظ قرآن کا شوق پیدا کیا اور اس کی شدت و غلبہ کی یہ کیفیت ہوئی کہ دن رات قرآن شریف پڑھتے یہاں تک کہ چھ ماہ میں قرآن پاک حفظ کر کے تراویح میں سنا دیا۔ جب اس بات کی اطلاع بذریعہ خط اپنے مرشد کو دی تو انہوں نے جواب میں لکھا:

> "کلام اللہ کے حفظ کرنے کی خوش خبری سے بہت زیادہ خوشی

www.maktabah.org

ہوئی جو حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

کلام الٰہی کا حفظ خصوصاً اہل آگاہی کے لئے ایک ایسی نعمت ہے کہ

کوئی نعمت بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔"

بعد میں ہمیشہ حفاظ کے ساتھ دَور کرتے رہتے تھے۔ عموماً نماز مغرب کے بعد دو رکعت میں دو تین پارے پڑھتے تھے۔ قرآن پاک ایسا یاد تھا کہ کبھی ایک رات میں ہی پورا قرآن پاک سنا دیا کرتے تھے۔

قصور شریف میں قیام کے دوران بعض اوقات لنگر کے لئے لکڑیاں پھاڑنے کی خدمت اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔ انہماک کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا گھر سکھوں نے لوٹ لیا۔ والد گرامی کی طرف سے اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ خط آپ کو دی گئی اور آپ کو واپس بلایا گیا۔ مگر آپ سارے خطوط بغیر کھولے گھڑے میں ڈال دیتے تاکہ طلب خدا کے کام میں حرج نہ ہو۔ جب مرشد نے خود واپسی کی اجازت دی تو آپ نے سارے خطوط کھول کر پڑھے اور اپنے مرشد سے دعا چاہی۔ حضرت خواجہ قصوریؒ کو جب سارا واقعہ معلوم ہوا تو اس انہماک پر بہت خوش ہوئے اور تعریف فرمائی۔

کمالات روحانی میں آپ کو جو مقام حاصل تھا، وہ آپ کے مرشد کے ان القابات سے ظاہر ہوتا ہے جو وہ اپنے مکتوبات میں آپ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ اہل اللہ دنیا داری کے انداز میں مبالغہ آمیز القابات استعمال نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنے مرید کی باطنی نسبت کی اصل حقیقت کو پہچانتے تھے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے مکتوبات میں حضرت للّٰہیؒ کو یوں مخاطب کرتے تھے:

"برادر دینی و مخلص یقینی مقبول الٰہی موصول بارگاہی صاحب
حضور کماہی مخلص اخلص حضرت مولوی غلام نبی سلمہ الخالق
الزکی والغبی"

کبھی یوں بھی مخاطب فرمایا:

"برادر دینی و مخلص یقینی مقبول الٰہی موصول بارگاہی صاحب
حضور والمعیت والمحبت والاقربیت حضرت مولوی غلام نبی سلمہ

www.maktabah.org

الخالق الزکی و الغبی بحرمت النبی العربی صل وسلم وبارک علیہ ربی"

ایک خط میں اس طرح مخاطب فرمایا:

"برادر دینی مخلص یقینی معدن العلم و العرفان کامل الایمان حضرت مولوی غلام نبی سلمہ الخالق الشیخ والصبی"

ایک موقعہ پر جب حضرت خواجہ قصوریؒ کی مجلس میں اپنے خلفاء کا ذکر آیا تو فرمایا:

"مولوی صاحب للہ والا خلفائے فقیر میں آفتاب کی مثل ہیں۔"

حضرت پیر قصوریؒ نے اپنے پہلے ہی مکتوب میں حضرت للّٰہیؒ کو لکھا:

"امید ہے کہ ہر دو فیض ظاہر وباطن آپ سے ظاہر ہونگے۔"

چنانچہ مرشد کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ آپ سے دونوں فیض جاری ہوئے۔ علم ظاہر بھی صدہا نے حاصل کیا اور علم باطنی حاصل کرنے والوں کا بھی شمار نہ رہا۔

مسند ارشاد

اجازت مطلقہ اور خلافت کے بعد آپ للہ شریف میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ تاہم شیخ کے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب تک حضرت خواجہ قصوریؒ زندہ رہے کسی کو خود بیعت نہ کیا بلکہ طالبان حق کو قصور شریف لے جاتے یا جب حضرت اس علاقہ میں دورہ پر آتے تو ان سے بیعت کی درخواست کرتے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ بیعت لینے کے بعد ان لوگوں کو تربیت کی غرض سے آپ کے سپرد کر دیتے۔ بعض اوقات حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے خاص متعلقین کو بھی خصوصی ہدایت کے تحت آپ کے پاس روحانی تربیت کے لئے بھیج دیتے۔

مرشد کی وفات کے بعد آپ نے اپنے طور پر بیعت کرنا شروع کیا۔ عینی شاہد حکیم عبد الرسول صاحب (صاحب انوار مرتضوی) کے الفاظ ہیں:

"فیض باطن کی وہ تاثیر تھی کہ جو شخص چندروز بھی مجلس اقدس میں بہرہ یاب ہوا، متقی اور پرہیز گار ہو گیا۔ جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور توجہات خاصہ سے فیض یاب ہوا، پیشوائے عارفین بن گیا۔ آپ کی خدمت میں بیٹھنے والوں کے چہروں پر ایک خاص رونق اور نورانیت آجاتی تھی جسے ہر اہل بصیرت دیکھ

www.maktabah.org

کر ان کے نور باطن کی دلیل تصور کرتا تھا۔ اہل مجلس آپ کی تہذیب اخلاق اور اتقاء میں بے مثل ہو جاتے تھے...... آپ کا چہرہ مبارک آفتاب کی مثل چمکتا تھا۔ کلام میں وہ تاثیر تھی کہ خدمت سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔"

مولوی امام دین (صاحب مقامات طیبین) فرماتے ہیں:

"حضرت کئی طرح سے سالکین کی تربیت کرتے تھے۔ بعض کو چھلانگ کی طرح ایک ہی بار سارے مقامات احمدیہ طے کرا دیتے تھے اور بعض کو مفصل طریق پر اور بعض کو علم ظاہری کے سبق کے ضمن میں فائدہ پہنچاتے تھے۔ اور ان کی ترقی احوال میں ہمت کرتے تھے...... حضرت کی توجہ شریف کی تاثیر سے طالبوں پر ایسے قوی جذبات اور اندھادھند واردات کا نزول ہوتا تھا۔ جو ان کے لئے بے تابی کا موجب بنتیں۔ آپ کے مبارک باطن کی حرارت سے مست و بے خود ہو کر گر پڑتے تھے...... بعض طالبوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ لطیفہ سینہ کے اندر نیم بسمل ہو کر تڑپ رہا ہے...... قلب میں اول مراقبہ احدیت سے جمعیت خاطر و اطمینان، مراقبہ معیت سے ذوق و شوق، بے خودی، استغراق، قطع تعلقات و آرزو کی کیفیات، لطیفہ نفس کی سیر میں تمام وجود کا استہلاک و اضمحلال، فنائے انا، رضا بالقضاء، حقائق انبیاء کی سیر میں محبت ذاتی، انبیاء کا اتباع اور حقائق الٰہیہ کی سیر میں عبودیت اور وسعت انوار ظاہر ہوتی تھی...... جب طالبوں کو محبت عامہ کا مراقبہ عطا کرتے تھے تو اس کے بعد اپنی استعمال شدہ کلاہ دیتے ہوئے اجازت دے دیتے تھے اور اسے اجازتِ صغریٰ کا نام دیتے تھے۔ ساتھ ہی اسے حزب البحر کی ادائے زکوٰۃ اور مسجد میں چالیس روزہ اعتکاف کا حکم دیتے...... مراقبہ کمالات نبوت میں اپنی پہنی ہوئی قمیض عطا کرتے/ مراقبات کے پورا ہونے کے بعد مراقبہ

www.maktabah.org

معبودیہ مطلقہ کے موقع پر اپنی مستعملہ دستار مبارک حلقہ کے اندر اس طالب کے سر پر باندھ دیتے اور اس طالب کے حق میں طویل دعا فرماتے۔"

حضرت للّٰہیؒ تمام عمر اعتکاف کی نیت کر کے عبادت، نیکی کی تبلیغ، اشاعت علوم ظاہری و تربیت روحانی کی خاطر مسجد میں ہر وقت دو زانو بیٹھے رہتے تھے۔ بعض طالبوں کو غائبانہ توجہ سے بھی مشرف فرماتے۔ ایسے گروہ میں مولوی ابراہیم صاحب ساکن چنن شامل ہیں۔ طالبان کے احوال پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ آپ سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں۔

عینی شاہد حضرت محمد حسن خان صاحب کے مطابق:

"برخاست حلقہ پر طالبین اور خود حضرت پر عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ کسی پر ذوق و شوق غالب ہوتا تھا۔ کوئی مغلوب نسبت استہلاک واضمحلال ہوتا تھا۔ کسی پر حالت عروج وارد ہوتی تھی اور کسی پر نزول۔ کوئی نسبت ولایت سے سرشار ہوتا، کوئی کمالات سے مالا مال اور کوئی حقائق سے بہرہ یاب۔ اور حضرت مثل محبوب رعنا چشم میگون جس کی طرف دیکھتے تھے کچھ اور ہی لطف دیتا تھا...... اللہ تعالیٰ نے اس قدر قوت قدسیہ عطا فرمائی تھی کہ بمجرد تلقین مقام اس مقام کے فیض و برکات سالک پر نازل ہو جاتی تھیں...... داخل طریق ہوتے ہی طالب کے چہرہ پر انوار طریقہ اہل نظر کو معلوم ہونے لگتے تھے۔"

علمی مقام

آپ کی خدمت میں ہمیشہ ستر ۷۰ اسی ۸۰ طالبان علم ظاہری و باطنی کا مجمع رہتا تھا۔ سب کو آپ اپنے پاس سے کتابیں اور کھانا دیا کرتے تھے۔ بعض کی پوشاک اور دیگر اخراجات کی کفالت بھی فرماتے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو مع اہل و عیال مقیم رہتے تھے اور آپ ان کے جملہ اخراجات کی خبر گیری کرتے تھے۔ علم ظاہری میں ابتدائی کتاب کریما اور پند نامہ سے لے کر معقولات و منقولات کی آخری کتابیں خود پڑھاتے تھے۔ تدریس کی صحت اور تحقیق کے بارے میں حضرت محمد حسن

www.maktabah.org

خاں صاحب رقمطراز ہیں :

"جس کتاب کو پڑھاتے اس کے جمیع حواشی اور شروح سامنے رکھتے۔ حواشی اور شروح پر رجوع کا اس قدر خیال تھا کہ سکندر نامہ وزلیخا کی شرح بھی سامنے رکھ لیتے بلکہ راقم الحروف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پند نامہ کی شرح بھی پڑھاتے وقت سامنے رکھ لیا کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی اردو کی کتاب پڑھا کرتا تو چونکہ آپ پنجاب کے رہنے والے تھے، کوئی شخص اگر دہلی کی جانب کا رہنے والا موجود ہوتا، اس کو بلا کر پاس بٹھا لیتے کہ تلفظ اور محاورہ میں اگر غلطی ہو تو بتا دیا کریں۔ آپ سے ہر قسم کے طالب علم بچہ، نو عمر، جوان، ذہین، کند ذہن، شائق، غیر شائق، سمجھ دار، نا سمجھ سب پڑھتے تھے۔ کسی کو مارنا تو بجائے خود رہا، کبھی سخت آواز سے بھی کچھ نہیں کہا۔ اگر ایک مرتبہ میں لڑکا نہیں سمجھتا تو جتنی دفعہ سمجھتا، سمجھا دیتے اور مزاج میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوتا۔ البتہ جب وہ سبق پڑھ کر رخصت ہوتا، اسی وقت آہستگی سے بتا دیا کرتے کہ مطالعہ اچھی طرح کیا کرو"۔

تدریس و تسلیک کا یہ سلسلہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ دوروں کے دوران طویل سفر کے بعد جب منزل پر پہنچتے تو فوراً معمولات کے مطابق طالبان کو بلا کر تدریس و تسلیک کا سلسلہ شروع کر دیتے۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ، حضرت خواجہ قصوریؒ کے داماد اور خلیفہ تھے۔ بہت سی علمی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی خواہش پر حضرت للّٰہیؒ نے ان کی بعض تالیفات پر تقریظات لکھیں۔ ان کتب میں تحفہ دستگیریہ اور رسالہ عمدۃ البیان قابل ذکر ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ اگرچہ فتویٰ لکھنا نہ ہمارا کام ہے نہ ہی ہمارے حال کے مناسب ہے مگر اس آخری پر فتن دور میں جاہلوں نے اپنے آپ کو علماء قرار دیا ہے اور اللہ کی خلقت کو علم کے بغیر گمراہ کرنے میں شب و روز مصروف ہیں اس لئے حق کی حقانیت ثابت کرنا ہم پر واجب ہوا۔ آپ نے بڑی تحقیق کے بعد مختلف کتب پر حواشی لکھے۔

www.maktabah.org

فرقہ وہابیہ کے رد و ابطال میں رسالے لکھے جن میں محکم دلائل کے ساتھ حاضر و غائب، اولیاء سے استعانت واستمداد، ندائے یارسول اللہ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ، سماعِ موتیٰ وغیرہ جیسے مسائل کے جواز کو ثابت کیا۔ دیگر متنازعہ مسائل پر بھی فتوے تحریر کیے اور قوی استدلال پیش کیا۔ ایک دفعہ موضع عیسیٰ وال (کنارہ دریائے جہلم) تشریف لے گئے۔ وہاں کوئی پیر صاحب بھی اسی مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے اس زور شور سے ذکر جہر کیا کہ حضرت اور ان کے متعلقین کے ذکر خفی میں مانع ہوئے۔ آپ کے سمجھانے سے الٹا ان لوگوں نے الزام لگایا کہ حضرت لوگوں کو ذکر سے روکتے ہیں چنانچہ آپ نے ذکر جہر اور آداب مسجد پر ایک رسالہ القول القوی کے نام سے تحریر فرمایا۔

حضرت نے جہاں ضرورت پڑی، مخالفین کے ساتھ علمی سطح پر مناظرے بھی کیے۔ ایک ایسا ہی مشہور مناظرہ بھیرہ کے مقام پر حکیم نور الدین کے ساتھ ہوا۔ یہ شخص انتہائی ذہین اور تیز تھا۔ شروع میں اس نے اپنے شہر بھیرہ میں وہابیت کا لبادہ اوڑھا۔ آپ نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا تو اپنی تمام تر ہوشیاری کے باوجود لاجواب ہو گیا اور شرمندگی کے تحت سیالکوٹ چلا گیا۔ وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مل کر نئے مذہب قادیانیت کی بنیاد رکھی اور مرزا غلام احمد کی وفات پر اس جماعت کا پہلا خلیفہ بنا۔ ایسے مخالفین نے لاجواب ہو کر آپ کو مقدمات میں الجھانے کی کوشش بھی کی۔ ان لوگوں نے گجرات میں حضرت کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا۔ اس زمانہ میں جج عموماً غیر مسلم ہوتے تھے۔ آخری تاریخ پر مقدمہ کے فیصلہ کے بارے میں آپ کو کچھ تردد ہوا تو تاریخ پر جاتے ہوئے گجرات کے قریب پہنچے تو ایک مجذوب نے سامنے آکر یہ شعر پڑھا:

اَعُبّادُ الْمَسِیحِ یَخَافُ صَحْبِی
وَنَحْنُ عَبِیْدُ مَنْ خَلَقَ الْمَسِیْحا

(کیا مسیح کے بندے میرے دوستوں کو ڈراتے ہیں حالانکہ ہم اس کے بندے ہیں جس نے مسیح کو پیدا کیا)

یہ شعر سن کر آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے تاکہ میری تسلی ہو۔ چنانچہ مخالفین ناکام و نامراد رہے۔

www.maktabah.org

معمولات وعادات

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت غلام مرتضٰی بیر بلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے حضرت کی ذات بابرکات میں استقامت جو فوق الکرامت ہے اس درجہ کی تھی کہ شاید سابقین اولین میں ایسی ہو ورنہ اس زمانہ میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے"۔ تمام معمولات ساری عمر ایسی استقامت سے ادا فرمائے کہ سفر و حضر میں ان میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ بعض بزرگوں کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ رات کو بیدار ہونے کے بعد کسی شغل میں مصروف ہو جاتے اور جب نیند کا غلبہ بالکل زائل ہو جاتا، اس وقت تہجد شروع کرتے۔ چنانچہ حضرت کا اپنا معمول یہ تھا کہ رات کو دو بجے بیدار ہو کر چائے پیتے اور اس کے بعد مسواک کے ساتھ غسل فرماتے۔ صبح کا یہ غسل گرمی سردی میں کبھی موقوف نہ ہوا حتیٰ کہ جس دن آپ کے پیارے جواں سال بیٹے کا انتقال ہوا، اس دن بھی غسل معمول کے مطابق کیا۔

غسل کے بعد نماز تہجد پڑھتے۔ اس میں طویل قیام کے ساتھ بارہ رکعت ادا فرماتے اور قرآن پاک کی مقررہ منزل پڑھتے۔ تہجد سے فارغ ہو کر طلبہ کو سبق پڑھانا شروع کر دیتے۔ یہ سلسلہ نماز فجر تک جاری رہتا۔ نماز فجر کی امامت خود کرتے اور اس میں طویل قرأت تجوید و ترتیل سے فرماتے۔ دعا کے بعد پچیس[۲۵] مرتبہ استغفار، دو مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پیران طریقت کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے اور حلقہ توجہ شروع ہو جاتا۔ سب طالبین حق حلقہ باندھ کر گرد بیٹھ جاتے۔ آپ ان سب کو باری باری توجہ فرماتے۔ حضرت کا معمول تھا کہ جب طالب کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو اس کے سبق کا نام یعنی اسم مراقبہ درمیانی آواز سے حلقہ میں کہہ دیتے۔ حلقہ کم و بیش ایک گھنٹہ جاری رہتا (اس کی کیفیات پہلے گذر چکی ہیں)۔ جب سورج قدرے بلند ہو جاتا تو الحمد للہ ذرا اونچی آواز میں کہہ کر حلقہ ختم کر دیتے۔ حلقہ کے اختتام پر تمام شرکاء اور خود حضرت پر سرشاری اور کثرت ذوق کی عجیب کیفیت طاری ہوتی۔

اس کے بعد نماز اشراق چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ ادا فرماتے۔ پھر وہیں قبلہ رو بیٹھ کر حزب البحر و دیگر اوراد پڑھتے۔ بعد ازاں کچھ اولیائے کرام کا ذکر ہوتا۔

www.maktabah.org

یہ مجلس انوار ربانی اور برکات نبوی سے پر ہوتی۔ بقول مولوی امام دین ایسا محسوس ہوتا کہ گویا حق تعالیٰ کا حضور و مشاہدہ ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد اسباق علوم ظاہری کی تدریس دوبارہ شروع ہو جاتی۔ یہ شغل دس بجے تک جاری رہتا۔ اس دوران ضرورت مندوں کو تعویذات وغیرہ بھی دیتے۔ اس کے بعد کھانا کھانے گھر میں تشریف لے جاتے۔ وہاں سے پہلے درویشوں کے لئے کھانا بھیجتے اور خود بعد میں کھاتے۔ گھر میں کم وبیش ایک گھنٹہ خواتین کا حلقہ ہوتا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک چارپائی کھڑی کر کے اس پر کپڑا ڈال دیتے۔ مستورات اس چارپائی کی اوٹ میں بیٹھ جاتیں۔ مجاز عورتوں سے عام خواتین بغیر پردہ کے توجہ حاصل کرتیں۔ اس حلقہ کے بعد آپ باہر آ کر حجرہ میں مختصر قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی اذان پر فی الفور اٹھ بیٹھتے، مسواک کے ساتھ غسل یا کبھی وضو کرتے۔ مسواک ہر غسل اور وضو کا لازمی حصہ تھا۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک طلبہ کو سبق پڑھاتے۔ عصر کے بعد ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ (سو بار درود شریف، پانچ سو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر سو بار درود شریف) پڑھتے۔ اس کے بعد مغرب تک حلقہ ہوتا۔ سفر کے دوران عصر کے بعد وعظ بھی فرماتے۔

مغرب کے بعد ختم خواجگان پڑھا جاتا (سورہ فاتحہ سات بار، درود شریف سو بار، سورہ الم نشرح اناسی ۷۹ بار، سورہ اخلاص ہزار بار، سورہ فاتحہ سات بار، درود شریف سو بار)۔ ختم کے دوران آپ اوابین پڑھتے اور پھر خود بھی ختم میں شامل ہو جاتے۔ ختم کے بعد پھر حلقہ ہوتا۔ اسی وقت طالبین کو بیعت بھی کرتے۔ بالعموم سلسلہ قادریہ میں بیعت کرتے اور سلوک مجددی طے کراتے۔ داخل طریق کرنے کے بعد اول مرید کو خود توجہ دیتے، اس کے بعد کسی مجاز خلیفہ کے سپرد کر دیتے۔ اس کام پر بالعموم میاں جمال الدین، مولوی محمد یار لکھیوالی وغیرھم مامور تھے۔ حلقہ کے بعد آپ دو رکعت نفل ادا کرتے اور ان میں قرآن پاک کے دو تین پارے تلاوت فرماتے۔ اس اثنا میں نماز عشا کا وقت ہو جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر اکیلے تسبیح لے کر سو بار سورہ اخلاص پڑھتے اور پھر آنکھوں میں سرمہ ڈالتے۔ اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے، درویشوں کے لئے کھانا بھجواتے اور خود تناول فرماتے۔ لنگر کا کھانا ہمیشہ گھر میں پکتا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد خواتین کا حلقہ ہوتا۔ اس سے فارغ ہو کر دائیں کروٹ لیٹ کر استراحت فرماتے اور

www.maktabah.org

اسی کروٹ پر بیدار ہوتے۔

شب جمعہ کو عشاء کے بعد حضرت خود سورہ دہر پڑھتے اور مقتدی خاموش بیٹھے رہتے۔ اس کا ثواب ارواح کو بخشتے۔ جمعہ کے روز نماز فجر میں بالعموم سورہ دہر اور مرسلات تلاوت کرتے۔ خطبہ جمعہ حضرت خواجہ قصوریؒ کے منظوم خطبات میں سے کوئی ایک پڑھا جاتا۔ نماز جمعہ کے بعد وعظ فرماتے۔

ہر بات میں سنت نبوی کی پیروی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ علی الصبح اور قیلولہ کے بعد جب بیت الخلا میں جاتے تو ہمیشہ پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتے اور باہر آتے وقت دایاں پاؤں باہر رکھتے۔ مسجد میں ہمیشہ دوزانو بیٹھے رہتے اس انداز میں مسلسل بیٹھے رہنے سے آپ کے پاؤں کی پشت پر نشان پڑ گئے تھے۔

رمضان المبارک میں علم ظاہری کے اسباق موقوف ہو جاتے تھے۔ حفاظ کے ساتھ قرآن پاک کے دَور میں مصروف رہتے تھے۔ اکثر پورا مہینہ مسجد میں معتکف رہتے۔ پہلے پہلے تراویح میں خود قرآن پاک سنایا کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں ثانی حضرت صاحبزادہ دوست محمدؒ قرآن سناتے تھے۔ آخری سال حضرت صاحبزادہ گل محمدؒ سے حجرہ میں قرآن پاک سنا۔

شب معراج یعنی ۲۶ اور ۲۷ رجب کی درمیانی رات کو عرس کا اہتمام کرتے۔ اس رات آپ خود معارج النبوت سے اس رات کی فضیلت بیان فرماتے اور دوسروں کے وعظ سنتے۔ شب معراج کی یہ تقریب لِلّہ شریف کی روایت بن چکی ہے اور لِلّہ شریف سے فیض یافتہ خلفاء بھی اس تقریب کو اپنے طور پر مناتے ہیں۔ دوسرا عرس حضرت خواجہ قصوریؒ کا منایا جاتا۔ ہر عرس پر مختلف کھانوں جیسے میٹھے چاول، مصالحہ دار چاول، پلاؤ وغیرہ پر فاتحہ پڑھتے اور ارواح کو ایصال ثواب کے بعد انہیں تقسیم کر دیتے۔ رسول کریم ﷺ اور حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کے عرس پر حلوہ اور گوشت بھی تقسیم کرتے۔

مریضوں کی عیادت کو جاتے۔ ہر جمعہ کو نماز عصر کے بعد سوار ہو کر زیارت قبور بالخصوص صاحبزادہ گل محمد صاحب اور اپنے والدین کے مزاروں پر تشریف لے جاتے۔ کوئی آدمی درخواست کرتا کہ میرے فلاں بزرگ یا عزیز کی قبر پر آئیں تو ضرور

www.maktabah.org

وہاں جاتے اور دعا فرماتے۔ کوئی مرید فوت ہو جاتا تو مخلصین سے مل کر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کی روح کو ایصال کرتے۔

سفر میں بعض جگہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے درویشوں کو کھلاتے۔ لاہور میں ایک بار سات روز قیام رہا اور خود اخراجات برداشت کرتے رہے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہاں سے چلنا چاہیے۔ فرمایا: تمام دکاندار اپنی گرہ سے خرچ کرتے ہیں۔ میں بھی ایک دکاندار ہوں، جس کسی کا مقصود میرے پاس ہو، وہ آئے اور طلب کرے۔ انشاء اللہ وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو گا۔ اسی طرح ایک بار چکوال تشریف لائے تو اپنی گرہ سے خرچ کرتے ہوئے کچھ دن وہاں قیام کیا۔ موضع چکوڑہ اور سدوال وغیرہ سے لوگ ہر روز لینے کے لئے آتے کہ وہاں جلد تشریف لے آئیں۔ فرمایا کہ "اس جگہ کے سارے لوگ اپنے گھر سے خرچ کر کے کھاتے ہیں۔ کیا ہوا جو میں بھی اس شہر میں خود اپنی گرہ سے کھاؤں۔ میرا یہاں رہنا محض لوگوں کو بتانے کے لئے ہے تاکہ کسی کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے کہ اس جگہ کوئی صاحب نسبت مجددیہ نہیں آیا تھا۔" گویا آپ کے دورے محض اللہ کے لئے اور لوگوں میں نسبت کی نعمت بانٹنے کے لئے ہوتے تھے۔ علاقہ سون کے دورہ میں ایک بار خاص کیفیت میں سرشار ہو کر فرمایا کہ موضع کورڈھی یا کفری یا سبھرال میں کوئی طالب خدا ہے تو آئے اور مقصود پائے۔

حضرت کا رعب بہت تھا۔ ہر ایک کو آپ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ دائم الذکر والفکر رہتے تھے۔ دن رات کے معمولات ایسے مقرر تھے کہ کوئی وقت بھی بے کار فراغت کا نہ تھا۔ طبیعت میں انکساری اور تواضع بہت تھی۔ علماء اور فقراء کی تعظیم میں سروقد کھڑے ہو جاتے تھے۔ منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار جب ایک شہر میں گئے تو بڑا مجمع شہر سے باہر استقبال کو آیا اور پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ فرمایا: ایسے مجمع کو دیکھ کر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ کوئی بندر یا ریچھ والا آتا ہے تو لوگ بڑی تعداد میں اس کے پیچھے بھی ہو لیتے ہیں۔ فرنگیوں کی نوکری سخت ناپسند تھی۔ مخلصین کو اس سے منع فرماتے تھے۔ پرانے دوستوں سے مل کر بہت خوش ہوتے اور بے تکلف ہو کر پرانی باتیں یاد کرتے۔ کبھی دنیاوی کاموں کے لئے امراء کے پاس نہ گئے۔ سخت متوکل تھے۔ شروع میں تنگی کا زمانہ تھا۔ ڈپٹی شیخ غلام حسین بھیروی جو علاقہ کا حاکم تھا، نے کہا

www.maktabah.org

کہ میرے بچوں کو پڑھادیں۔ کافی ماہوار معاوضہ دونگا۔ فرمایا کہ وعدہ الٰہی کے مطابق میں روزینہ لے رہا ہوں، مجھے اس کام کی ضرورت نہیں۔

حضرت کو اپنے مرشد حضرت خواجہ قصوریؒ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ کی مجالس میں اکثر حضرت قصوریؒ کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔ قصور شریف سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص آپ کے پاس آتا تو اس کی بے حد تعظیم کرتے۔ ایک بار قصور شریف کا ایک مراثی کچھ مانگنے کی غرض سے آیا۔ آپ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، اس کے لئے چادر بچھائی اور اسے خوش کیا۔ دہلی کا ایک شخص آپ کے پاس رہتا تھا۔ چونکہ یہ شہر سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کا مرکز رہا تھا اس لئے اس شخص کی ہمیشہ خاطر مدارات کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ کسی طالب علم کی بات سے ناراض ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ میری پگڑی لے جاؤ اور اس کے پاؤں پر ڈال کر راضی کرو۔

ساری عمر صبر و شکیبائی سے گزاری۔ آپ کے پڑوس میں آپ کا ایک پیر بھائی رہتا تھا جو جذبہ حسد کے تحت آپ کی دل آزاری پر کمر بستہ رہتا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو جھاڑو دینا شروع کر دیتا تاکہ آپ کو گرد سے تکلیف ہو۔ جماعت کے وقت الگ نماز پڑھنے لگتا۔ مگر آپ ہمیشہ صبر اور خاموشی سے سب کچھ برداشت کرتے۔ دوسروں کو بھی کچھ کہنے سے منع کر رکھا تھا۔ جب آپ کے جواں سال بیٹے صاحبزادہ گل محمد صاحب کا انتقال ہوا اور آپ سخت صدمہ کی کیفیت میں تھے تو اس دن وہ مسجد کے دروازہ پر راستہ روک کر بیٹھ گیا۔ آپ نے پہلی بار صرف اتنا کہا کہ آج تو کچھ شرم کی ہوتی۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ خوف زدہ ہو کر اور منہ لپیٹ کر گھر چلا گیا اور اسی دن وفات پائی۔ آپ کو خبر ہوئی تو خود اس کے جنازے پر گئے اور نماز جنازہ کے بعد لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اسے سب معاف کیا اور مجھے خوشی ہے کہ اس نے میرے پیر کی بیعت کی لاج رکھ لی اور ایمان لے گیا۔

مزاج میں جفاکشی بھی بہت تھی۔ علم و عرفان کی تلاش میں طویل سفروں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ایک روز فرمایا کہ میں حضرت خواجہ قصوریؒ کی وفات کے بعد قصور شریف سے واپس آرہا تھا۔ دریائے چناب کو پار کیا تو اس کا سیلابی پانی کئی کوس تک پھیلا ہوا تھا۔ میرا ساتھی جو میرا سامان اٹھائے ہوئے تھا، اس کے پاؤں میں زخم تھا اور اس

www.maktabah.org

کے لئے پانی میں چلنا نقصان دہ تھا۔ چنانچہ میں ایسے کرتا کہ پہلے سامان لے کر کسی خشک جگہ رکھ آتا، پھر اس آدمی کو اٹھا کر وہاں لاتا۔ چنانچہ کئی کوس تک ایسا ہی کیا۔

اقوال زریں

آپ کے خلیفہ حضرت محمد حسن خان صاحبؒ نے یکم محرم ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۵ رجب ۱۳۰۰ھ تک یعنی ساڑھے چھ ماہ کے دوران روزانہ مجالس میں آپ کے ملفوظات تاریخ وار جمع کیے ہیں جو چھپ چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام دین صاحبؒ (مصنف مقامات طیبین) نے بھی آپ کے ملفوظات درج کئے ہیں۔ ان میں سے انتخاب کرتے وقت ان اقوال کو حذف کیا گیا ہے جو گذشتہ ابواب میں مختلف مشائخ کے حوالے سے بیان کیے جا چکے ہیں۔ باقی ملفوظات میں سے عام فہم اقوال منتخب کر کے انہیں ذیلی عنوانات کے تحت درج کیا جارہا ہے :

اولیاء اللہ کا مقام :

۱) جو شخص اولیاء اللہ کو برا کہتا ہے۔ اس کی رستگاری نہیں۔ یہ لوگ نائب رسول خدا ﷺ ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی تعظیم فرض ہے، اسی طرح اولیاء اللہ کی تعظیم ضروری ہے۔

۲) تعویذ پر اعتقاد نہ بھی ہو تو ممکن ہے کہ تاثیر ہو جائے لیکن پیر سے جب تک اعتقاد کامل نہ ہو اور خواہ پیر ولی کامل ہی کیوں نہ ہو، تاثیر نہیں ہوتی۔

۳) اگر آدمی طریقہ میں سست یا بے محبت ہو جائے تو توجہ سے درست ہو سکتا ہے لیکن اگر بے اعتقادی ہو جائے تو اس کا علاج ممکن نہیں

۴) اصل شہید اولیاء اللہ ہیں کہ محبوب الٰہی کے کشتہ ہیں ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگرست

۵) بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی ولایت کی خبر نہیں ہوتی۔

۶) بعض اولیائے عشرت ہوتے ہیں اور بعض اولیائے عزلت۔ اولیائے عشرت کے واسطے شہرت ہوتی ہے اور اولیائے عزلت کے لئے گمنامی۔

www.maktabah.org

۷) ایک جہاد اصغر ہے اور ایک جہاد اکبر۔ جہاد اکبر نفس کے خلاف جہاد ہے

اور یہ اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔ اور جہاد اصغر سے مراد جہادِ ظاہری ہے۔

۸) اللہ تعالیٰ کی محبت پیر میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے چون ہے۔ چون کی بے چون کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے پیر کو وسیلہ بنایا کہ پیر کی دو جانب سے مناسبت ہے۔ پس جس کو اللہ کی محبت ہو گی، اس کو پیر کی بھی محبت ہو گی۔

۹) اولیاء اللہ کا کھانا پینا سب حکم الٰہی سے ہوتا ہے۔

۱۰) اگر کسی شخص کا اتفاق کسی غیر محفل میں جانے کا ہو اور وہاں حلقہ ہونے لگے تو اسے وہاں سے اٹھنا نہیں چاہیے۔ اگر اسے اپنے پیر کی غیرت کا ڈر ہو تو وہ یہ خیال کرے کہ مجھے فیض اپنے پیر سے آ رہا ہے اور صاحب حلقہ کا خیال نہ کرے۔

۱۱) جو کھانا صاحب نسبت پکاتا ہے، عجیب لذیذ ہوتا ہے۔ ایک بار نواب بہاولپور کے وزیر کے اصرار پر طوعاً و کرہاً اس کی دعوت قبول کی۔ اس نے انواع و اقسام کے کھانے پکوائے تھے لیکن جو لذت حضرت قصوریؒ کے لنگر کے کھانے میں تھی، وہ یہاں کہاں۔

۱۲) ایک بار حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کسی معزز محبّ الفقراء کے فاتحہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک فرنگی افسر بھی آیا۔ سب اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے مگر حضرت شاہ صاحبؒ اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے رہے۔ جب اسے حضرت کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ خود تعظیم کے لئے سامنے آیا مگر آپ نے اسے جھڑک کر منع کر دیا۔ جب وہ فرنگی واپس اپنے مکان پر گیا تو اس نے کہا کہ سارے ہندوستان میں ایک شخص مسلمان دیکھا ہے۔

اسی طرح حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ کے ساتھ ایک کشتی میں فرنگی کمشنر بھی سوار ہوا۔ سب لوگ اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے مگر حضرت نے پرواہ نہ کی۔ کمشنر کے پاس ایک رسالدار پنشنر بیٹھا تھا جو حضرت کا معتقد تھا۔ کمشنر نے اس سے حضرت کے بارے میں دریافت کیا اور پھر کہا کہ تم اس تلوار سے انہیں قتل کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ ایسا کیونکر ممکن ہے۔ ہاں اگر حضرت حکم دیں تو تمہیں قتل کر دوں۔ کمشنر نے ہنس کر بات ٹال دی۔

www.maktabah.org

۱۳) یہ ضروری نہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچائے تو اسے کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچے۔ اصل میں ان بزرگوں کے فیض سے محروم رہنا بڑا نقصان ہے۔

۱۴) ہم مشائخ کرام سے محبت راسخ رکھتے ہیں اور محبت، محبت کرنے والے پر محبوب کے عمدہ کمالات کھول دیتی ہے۔ ہر گھڑی محبت کرنے والا محبوب کے رنگ میں رنگا چلا جاتا ہے۔

مرشد کی اطاعت:

۱) اگر مرشد کامل مکمل وصیت کرے کہ میرا سجادہ نشین فلاں چڑا ہوگا تو اس کے مخلصین پر لازم ہے کہ اس چڑے کی اطاعت کریں اور اس کا کہنا مرشد کا کہنا جانیں اور اس کنجشک طبع کی اطاعت کے حلقہ سے سر باہر نہ نکالیں۔

۲) مرید کو چاہیے کہ پیر کے روبرو نہ پانی پیے، نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے کلام کرے۔ گھر جانے کی اجازت طلب نہ کرے۔ جب وہ خود حکم کرے تب جائے اور تمام امور میں اس کی اطاعت کرے۔

۳) حضرت مرزا جانجاناںؒ نے ایک شخص کو محبت عامہ تک توجہ فرمائی۔ اس کے بعد کوشش کے باوجود اسے مزید ترقی نہ ہو سکی۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے بھی اشارہ فرمایا کہ اس کے لئے یہی کافی ہے۔ ایک دن کسی محفل میں چند مخالفین نے حضرت مرزاؒ کی شان میں گستاخی کی وہ شخص ان سے دست وگریباں ہو گیا۔ اس کی اس محبت و غیرت کا اثر یہ ہوا کہ فوراً اس کی ترقی کے راستے کھل گئے اور وہ تمام مقامات طے کرنے کے قابل ہو گیا۔

(حضرت محمد حسن خان صاحبؒ نے اس جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ حافظ فضل محمد صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ ان کی ترقی رک گئی تھی۔ پھر ایک محفل میں کسی نے اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی بے ادبی کی تو حافظ صاحب غیرت سے لاٹھی لے کر پل پڑے۔ فوراً ان پر وہ مقام کھل گیا اور تمام سلوک طے کرنے لگے۔)

۴) پیر اور استاد جب راضی ہوتے ہیں تو ان کے دل سے بلا ارادہ فیض نکلتا ہے۔

www.maktabah.org

۵)مرید کو چاہیے کہ وہ پیر کے سامنے مردہ بدست زندہ ہو اور معاملہ باطن میں پیر سے ضد نہ کرے۔

طریقت:

۱)اسم ذات سے جذبہ پیدا ہوتا ہے اور نفی اثبات سے سلوک۔ چنانچہ بعض آدمیوں میں جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض میں سلوک۔ جس میں جذبہ زیادہ ہوتا ہے، اسے اسم ذات فائدہ کرتا ہے اور جس میں سلوک زیادہ ہوتا ہے، اسے نفی اثبات مفید ہے۔

۲)بعض لوگوں کے نزدیک جوش و خروش جو کہ حلقہ میں پیدا ہوتا ہے، وہ عمدہ چیز ہے لیکن یہ جوش و خروش کوئی شے نہیں۔

۳)اگر آدمی خلوص دل سے عبادت کرے تو اسے بیس (۲۰) رتبے دنیا میں ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جملہ چرند و پرند اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے ایک شخص کو شیر پر سوار دیکھا تو تعجب کیا۔ اس شخص کا جواب شیخ سعدی کے الفاظ میں یہ تھا؂

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(تو بھی اللہ کے حکم سے منہ نہ موڑ تا کہ تیرے حکم سے کوئی چیز منہ نہ موڑے)

۴)جس شخص کی طرف لوگوں کا بہت رجوع ہو اور بڑے ساز و سامان ہوں، اس کے بارے میں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ وہ شخص کامل مکمل ہے۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ "بر کروفر صوفیہ غرہ نہ باید شد۔"

۵)جس کی فنائے نفس کمال کو پہنچ جائے وہ غوث و قطب ہوتا ہے۔ بقول حضرت مجددؒ "جو کوئی اپنے آپ کو کافر فرنگی سے بہتر خیال کرتا ہے، وہ کافر فرنگی سے بدتر ہے۔"

۶)زیادہ بولنا اور ہنسنا غفلت ہے۔

۷)سلوک بڑی دولت ہے لیکن اس کا حاصل ہونا بھی دشوار ہے۔ اس کے لئے اول محبت، دوم استعداد کامل اور سوم کامل مکمل کا قبول کرنا شرط ہے۔

www.maktabah.org

۸) دل جو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اس میں ایک نور ہے۔ اس نور کا لطیفہ قلب ہے اور اس کی اصل بالائے عرش ہے۔ جب یہ قلب کا نور اصل سے جا ملتا ہے تو اسی کو ولایت کہتے ہیں۔

۹) قلب کے نور کی رنگت زرد، روح کے نور کی سرخ، سر کے نور کی سفید، خفی کے نور کی سیاہ اور اخفیٰ کے نور کی سبز ہے۔

۱۰) تین چیزیں شرط اجازت ہیں: علم، عقل اور تبتل (ماسوا سے علیحدگی)۔

۱۱) جوش و خروش مبتدی کی توجہ سے ہوتا ہے۔ جس شخص نے جملہ مقامات حاصل کیے ہوں، اس کی توجہ سے کم ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی توجہ بے کیف مشہور تھی۔

۱۲) ایک مراد ہوتے ہیں اور ایک مرید۔ مراد وہ ہوتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کسی سبب سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور مرید وہ ہیں جو خود ریاضت و مشقت کرتے ہیں اور آخر کار کچھ حاصل کرتے ہیں۔ مراد بہتر ہوتے ہیں۔

۱۳) مبتدی کو چاہیے کہ فرائض اور سنت پر اکتفا کر کے ہر وقت اسم ذات وغیرہ میں مصروف رہے۔ قرآن شریف اور نفل منتہی کو پڑھنا چاہیں۔

۱۴) بعض آدمیوں کو فائدہ باطنی ہوتا ہے لیکن خود ان کے ادراک میں کماحقہٗ نہیں آتا۔ حضرت مجددؒ نے حضرت احمد برکیؒ کو اجازت دی اور فرمایا کہ تم وہاں کے قطب ہو، بہت مخلوق تمہاری طرف مائل ہو گی۔ ایسا ہی ہوا لیکن خود انہیں معلوم نہ ہوتا تھا۔

۱۵) پانچ چیزیں فائدہ کے واسطے مضر ہیں: ۱) پیر کی کم محبتی ۲) بے محبتی ۳) کم اعتقادی ۴) بے اعتقادی ۵) سوئے اعتقادی۔ اور سب کا علاج ممکن ہے مگر سوئے اعتقادی (بد اعتقادی) کا علاج نہیں۔

۱۶) خود واصل ہوئے بغیر کسی کو مرید کرنا حرام ہے۔

۱۷) استغراق اور بے خودی، مراقبہ معیت کے ثمرات ہیں۔

۱۸) نفی اثبات کرتے وقت "لا" ناف سے کھینچ کر دماغ پر پہنچائے، "الٰہ" کو دائیں کندھے پر ضرب کر کے "الا اللہ" کو لطائف پر سے گذار کر قلب پر ضرب

www.maktabah.org

کرے۔ پچیس مرتبہ کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کہے۔

۱۹) آدمی کی دو طرح سے تربیت ہوتی ہے۔ ایک جمالی طور سے اور دوسرے جلالی طور سے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ کے زمانہ میں میری جمالی طور سے ہوئی جس سے اطمینان اور بشارات تھیں۔ اب قدرے جلالی طور سے ہے کہ لوگ مخالف ہوتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں۔

۲۰) جس کا عروج کامل اس کا نزول کامل۔ جس کا نزول کامل اس کی نگاہ اسباب کی جانب زیادہ ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ کشتی کے انتظار میں دریا پر کھڑے تھے۔ اتنے میں حضرت حبیب عجمیؒ آئے اور فرمایا کہ کشتی کی کیا ضرورت ہے اور پانی پر چلتے ہوئے پار ہو گئے۔ اصل میں حضرت حبیب عجمیؒ کا اس وقت عروج تھا چنانچہ ان کی نگاہ اسباب پر کم تھی جبکہ حضرت حسن بصریؒ اس وقت نزول کی کیفیت میں تھے اور یہ مقام آگے تھا اس لئے ان کی نظر اسباب پر تھی اور وہ کشتی کا انتظار کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ حسن بصریؒ پیر تھے اور حبیب عجمیؒ ان کے مرید۔

۲۱) مرید نارسیدہ طفل شیر خوار کی طرح ہے۔ اگر قبل از وقت والدہ سے الگ ہو جائے تو اس کی نشوونما میں فرق آجائے گا۔ اسی طرح مرید قبل از وقت پیر سے علیحدہ ہو جائے تو ناقص و ابتر رہ جائے گا۔

متابعتِ شریعت:

۱) دوسرے سلسلوں میں ریاضت، اعتکاف، چلہ وغیرہ مقرر ہیں لیکن ہمارے سلسلہ میں بڑی ریاضت شریعت پر چلنا ہے کیونکہ گوشہ میں بیٹھ کر نظر نامحرم سے بچنا کوئی مشکل نہیں۔ امر عظیم یہ ہے کہ نامحرم سامنے آئے اور پھر بلحاظ شریعت نظر کو نامحرم سے بچائے۔

۲) حضرت خواجہ قصوریؒ، حضرت سلیمان خانؒ سنگھڑ والوں کو ولی سمجھتے تھے تاہم خواہش کے باوجود ان سے ملاقات نہ کی کیونکہ وہ سماع بامزامیر کیا کرتے تھے۔

۳) ادائے مامورات اور امتناع منہیات ضروریات سے ہیں۔ خیال رکھنا چاہیے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد فوت نہ ہوں۔

www.maktabah.org

۴) طریقت بلا شریعت ممکن نہیں۔

۵) حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ میرا طریقہ بالکل شریعت و سنت ہے۔

٦) جہلا کہتے ہیں کہ علم اور فقر کا آپس میں کوئی واسطہ نہیں۔

۷) مدار کار دو چیزوں پر ہے: ایک توجہ مرشد دوسری اتباع سنت

محبت الٰہی :

۱) اولاد کی محبت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن چاہیے کہ محبت باطنی کو اس سے بھی بلند کرے اور غیرت الٰہی سے ڈرے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہو اور پھر اور سے محبت کرنے لگے تو محبوب اوّل کو غیرت آتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ مکہ معظمہ میں تھے، ان کا بیٹا آیا اور ان کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ ندا آئی کہ ہمارے علاوہ اور سے دل لگایا۔ حضرت ابراہیمؒ ڈر گئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ جس نے تیری طرف سے مجھے ہٹایا ہے تو اس کو لے لے۔ وہ لڑکا اسی وقت مر گیا۔

۲) رسول اللہ ﷺ کی نو حرم تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضور ﷺ کا میلان طبع بالکل اللہ کی طرف تھا اور ہدایت کے واسطے میلان مخلق بھی ضروری ہے۔ لہٰذا صرف میلان مخلق کے واسطے نو حرم کیں۔ عام لوگوں کو میلان طبعی اللہ کی طرف نہیں بلکہ شہوات کی طرف ہے۔ لہٰذا انہیں اس سنت کی پیروی میں ایک سے زیادہ نکاح نہیں کرنا چاہیے۔

انکسار :

۱) حضرت خواجہ قصوریؒ کی آخری نصیحت یہی تھی کہ اپنی نیکیوں کو برائیاں سمجھو اور دوسروں کی برائیوں کو نیکیاں خیال کرو۔

۲) جس قدر شکستگی و عجز زیادہ ہوتا ہے، فیض بھی زیادہ نازل ہوتا ہے۔

۳) ایک بزرگ سے کوئی شخص طنزاً کہا کرتا تھا کہ تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے گدھے کی دم۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا جواب مرنے کے بعد دوں گا۔ جب وہ بزرگ فوت ہوئے تو اس شخص نے آکر وہی سوال پوچھا۔ وہ بزرگ کلمہ پڑھ کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا: الحمد للہ میری داڑھی تمہارے گدھے کی دم سے اچھی ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہوا۔

www.maktabah.org

۴) کسی نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس کوئی غلام نہیں۔ فرمایا میں خود غلام ہوں۔ غلام کو غلام کیا چاہیے۔

۵) حضرت خواجہ نقشبندؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ اہل کرامت ہوتے ہیں، آپ کی کیا کرامت ہے۔ فرمایا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ اس قدر گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہے اور زمین پر پھرتا ہوں اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

۶) جو شخص بہت ورد و وظائف کیا کرتا ہے، وہ اکثر دیر میں متاثر ہوتا ہے اور جو شخص گنہ گار ہوتا ہے، وہ جلد متاثر ہوتا ہے کیونکہ اُسے اپنے اوراد پر فخر ہوتا ہے اور اِسے اپنے گناہ کی ندامت ہوتی ہے۔

۷) ایک بزرگ کے پاس ایک شخص حصول نسبت کے لئے آیا۔ ایک سال رہا اور پھر کسی دوسرے شخص کے ذریعے طریقہ کی اجازت چاہی۔ بزرگ نے فرمایا کہ ابھی اجازت کے قابل نہیں، آؤ اس کا امتحان کریں۔ چنانچہ اس دن کسی درویش نے اس کا پیالہ توڑ دیا۔ وہ شخص اس درویش سے لڑ پڑا۔ ایک سال بعد پھر اجازت چاہی۔ بزرگ نے کہا کہ ابھی نہیں۔ پھر امتحان کیا تو اس نے پیالہ توڑنے پر برا منایا۔ مزید ایک سال بعد امتحان لیا تو اس نے بہت عجز کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اسی قابل تھا۔ تب بزرگ نے اسے اجازت دیدی۔

موت :

۱) موت کے وقت آدمی کی ہم جنس شکلیں سامنے کی جاتی ہیں یعنی جن کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ اگر اولیاء کے ساتھ محبت ہو تو اولیاء کی اور اگر کافروں کے ساتھ محبت ہو تو کافروں کی۔

۲) اولیاء کی موت ایسی ہوتی ہے جیسے ایک مکان سے دوسرے مکان میں جارہیں۔

۳) جب ملک الموت سامنے آتا ہے اس وقت تمام علوم فراموش ہو جاتے ہیں مگر محبت الٰہی جوش میں آتی ہے۔

اسباب دنیا :

www.maktabah.org

۱) سالک کو چاہیے کہ صرف ضروری اسباب رکھے۔ افراط میں نہ پڑے۔

۲) حضرت خواجہ قصوریؒ کی یہ نصیحت ہے کہ مصائب پر صبر و شکیبائی چاہیے۔

۳) میرے لئے گیہوں یا دوسرے اناج کی روٹی، دال یا مرغ، باسی یا تازہ برابر ہیں۔ جس رغبت سے اِسے کھاتا ہوں اسی رغبت سے اُسے کھاتا ہوں۔

۴) جب تک نسبت سرایت نہ کرے، شادی مضر ہے۔ جس کی شادی پہلے ہو چکی ہو، وہ سلوک حاصل کرے تو اچھا ہے کہ اس پر سلوک کی محبت غالب ہوتی ہے اور سلوک کے قریب قریب شادی کرنے میں یہ محبت سلوک پر عارض ہوتی ہے۔

۵) اگر آدمی کے جملہ مقاصد حسب خواہش پورے ہو جائیں تو غفلت ہوتی جاتی ہے اور جس قدر خلاف خواہش ہوتا ہے اسی قدر رجوع الی اللہ ہوتا ہے۔

وسیلہ :

۱) بزرگوں سے اس خیال کے تحت استمداد کہ وہ بالاستقلال بذات خود مدد کر سکتے ہیں، منع ہے۔ انہیں وسیلہ کرنا چاہیے۔

۲) اصطلاح صوفیہ میں قطب ارشاد اس کو کہتے ہیں کہ جس کی معرفت تمام روئے زمین پر فیض پہنچے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے فیض ایک شخص کو آتا ہے اور پھر اس کے وسیلہ سے تمام روئے زمین پر پھیل جاتا ہے خواہ کوئی اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

فنا :

۱) استغراق، فنا کا آغاز ہے۔

۲) فنائے نفس کا کمال، غوث و قطب کو ہوتا ہے۔

۳) فنا فی الرسول ﷺ کا مطلب فنا فی الصفات ہے اور فنا فی الحقیقت محمدی علیٰ صاحبھا السلام کا مطلب فنا فی الذات محمد ﷺ ہے

وحدت الوجود :

۱) آج کل ہمہ اوست کہنے کا بڑا رواج ہے اور لوگ دل میں اس عقیدہ پر یقین کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک حال ہے کہ سالک پر راہ میں وارد ہوتا ہے اور اس کے بعد ترقی ہو جاتی ہے۔

۲) یہ مقام اکثر اولیاء اللہ کو پڑتا ہے۔ حضرت مجددؒ اور حضرت مرزاؒ کا اس

www.maktabah.org

مقام پر گذر ہوا۔ جب میرا مراقبہ معیت تھا تو ایک مرتبہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جملہ اشیاء جھاڑیاں درخت سب میں محبوبیت پائی جاتی ہے۔ جب میرا مراقبہ حضور تھا۔ تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔

وساوس:

۱) خطرہ وہ مضر ہوتا ہے کہ جو دل میں ٹھہرے اور اللہ کی طرف سے دل پھیرے اور جو خطرہ آیا اور گیا، اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔

۲) سلوک میں جس قدر مضر نظر نامحرم ہے ایسی شاید ہی کوئی اور چیز ہو۔ نظر اتفاقی بھی ضرر سے خالی نہیں ہوتی۔ یہ ایسی ہے جیسے آندھی سے درخت کو نقصان پہنچتا ہے اور نظر قصداً تو ایسی ہے کہ گویا درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالا۔

۳) ایک مرتبہ مجھ پر یہ خوف طاری ہوا کہ آخر وقت ایمان سلامت رہتا ہے یا نہیں۔ خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب ﷺ جا رہے ہیں اور میں پیچھے پیچھے جا رہا ہوں۔ جہاں سے آپ قدم اٹھاتے ہیں میں اس جگہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جس شخص میں اس قدر بات ہو اس کا ایمان سلب نہیں ہوتا۔

کرامت:

۱) بعض اولیاء اللہ کرامت پر قادر ہوتے ہیں یعنی جس وقت چاہتے ہیں کرامت ظاہر کرتے ہیں اور بعض نہیں۔ مگر کرامت پر قادر ہونا کچھ دلیل علو شان نہیں ہے۔

۲) صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میرے پیر نے کہا کہ فلاں موقعہ پر آنا، وہاں بہت اولیاء جمع ہوں گے۔ چنانچہ وہاں گیا تو دیکھا کہ کوئی ہوا پر اڑتا آتا ہے اور کوئی شیر پر سوار ہے مگر ایک شخص سب کے بعد خمیدہ پشت لاٹھی ٹیکتا آیا۔ میرے پیر نے فرمایا کہ یہ سب سے افضل ہے۔

۳) اس طریقہ میں کشف وغیرہ نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو اتفاقی ہے۔ اکثر کشف بند کر دیا جاتا ہے۔ کشف لڑکوں کا کھیل ہے۔

۴) کشف ریاضت سے ہو جاتا ہے اور اس میں ہندو وغیرہ سب شامل ہیں لیکن کشف مقامات اولیاء کے واسطے ہی ہے۔

www.maktabah.org

وہابیت :

۱)وہابیوں کی صحبت شیر سے زیادہ مہلک ہے کہ شیر کا پھاڑا جنت میں اور ان کا پھاڑا دوزخ میں جاتا ہے۔

۲)اس طریقہ کا جو مخالف ہوتا ہے، اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ایک شخص طریقت کا ایسا مخالف تھا کہ جب مجھے دیکھتا، منہ پر کپڑا ڈال لیتا کہ صورت نظر نہ آئے۔ جب مرنے کا وقت آیا تو کہنے لگا کہ ہٹ جاؤ، فوجیں آتی ہیں۔ چنانچہ سب ہٹ گئے۔ پھر آکر دیکھا تو اکڑا مرا پڑا تھا۔ ایک شخص جو اس کی قبر پر بیٹھا تھا، مجھ سے کہنے لگا کہ اس کی قبر سے یکایک گڑگڑ کی آواز آئی اور ہم خوف سے بھاگ گئے۔ والعلم عند اللہ۔

۳)ایک استفتا پر میں نے فتویٰ لکھا کہ وہابیوں سے کوئی نہ برتے۔ اس فتویٰ کا بڑا اثر ہوا اور وہابی بڑے تنگ ہو گئے۔ انہوں نے سرکار میں نالش کر دی اور مقدمہ گجرات میں ہوا۔ وہاں فقیر کا کوئی آشنا نہ تھا لیکن فضل الٰہی ایسا ہوا کہ پہنچتے ہی وہاں سارے آدمی شریک حال ہو گئے حتی کہ ہندو بھی خیر خواہ ہو گئے اور مقدمہ کے روز ہزارہا آدمی جمع ہو گئے۔ ایک میل تک برابر آدمی ہی آدمی جمع تھے۔ ایک مسلمان ڈپٹی تھا۔ اس کو فقیر کے قید ہونے کا اندیشہ ہو گیا۔ اس نے سمجھایا کہ آپس میں صلح ہونا بہتر ہے۔ فقیر نے کہا کہ صلح اچھی چیز ہے لیکن ایمان کا رہنا مقدم ہے۔ فقیر کو مطلق پریشانی نہ تھی۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ ہر چند کہ اول عدالت نے تیس روپیہ جرمانہ کیا لیکن لاہور سے وہ بھی معاف ہو گیا۔

۴)ایک مرتبہ بھیرہ میں اہل سنت اور وہابیوں کی بحث ہوئی جو بہت طویل ہو گئی حتی کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ مولوی غلام قادر نے مجھ سے کہا کہ بحث ختم نہیں ہوتی۔ اس پر فقیر نے سوال کیا کہ جس کا جواب وہابیوں سے نہ بن پڑا اور بحث ختم ہو گئی۔

۵)حضرت خواجہ قصوریؒ نے فرمایا ہے کہ وہابی رافضیوں سے بدتر ہیں۔ رافضی صرف اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں اور وہابی انبیاء علیہم السلام کو بھی برا کہتے ہیں۔

رفض :

۱)حضرات شیخین کو برا کہنے والے کے سوا، اور کا ایمان اکثر سلامت رہتا ہے۔

www.maktabah.org

۲) کمال بے غیرتی ہے کہ رافضی جو اصحاب ثلاثہ کو برا کہیں اور اہل سنت والجماعت ان سے ربط وضبط رکھیں۔

بادشاہ اورنگ زیب :

۱) اورنگ زیب عمر ثانی تھا۔

۲) اورنگ زیب کے کسی بیٹے نے نہایت بیش بہا جوتا بنوایا۔ بادشاہ نے اسے اس کے سر پر رکھوایا کہ یہ پیروں کے قابل نہیں ہے۔ یہ سر کے قابل ہے۔

۳) بعض بے دین اورنگ زیب کو برا کہتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔

۴) اورنگ زیب حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا بڑا معتقد، شاید کہ مجاز بھی تھا۔

۵) جب داراشکوہ، اورنگ زیب کے سامنے قید ہو کر آیا تو اس نے کہا کہ سوئے اعتقاد سے توبہ کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں تیرے کہنے سے توبہ نہیں کرتا۔ تب یہ مسئلہ علماء کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ جو بداعتقادی سے توبہ کرنے سے انکار کرے اس کا قتل لازم ہے چنانچہ وہ قتل ہوا۔ بعد میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا کہ داراشکوہ ایمان لے گیا۔

ظلم :

۱) حضرت سلیمان خان سنگھڑ والے صاحب کشف تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سو کر اٹھے اور کہا کہ ملتان کی خیر نہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا: ایک افغان نے کسی دھوبی پر ظلم کیا تھا۔ اس نے جناب رسالت مآب ﷺ کے ہاں فریاد کی تو وہاں سے دوزخ کا کتا ملتان کے لئے چھوٹا۔ اب ملتان بچتا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ سکھوں نے ملتان پر چڑھائی کی اور اسے ایسا غارت کیا کہ خدا کی پناہ۔

۲) قصور شریف کی بڑی بوڑھیاں کہا کرتی تھیں کہ اگر کوئی سکھ وغیرہ شادی کر کے عروس کو لے کر اس طرف نکلتا تو اس کو پکڑ لیتے۔ آخرکار سکھوں نے چڑھائی کی اور قصور شریف کو تہ وبالا کیا۔ حضرت خواجہ قصوریؒ کے عم شریف نے قرآن شریف سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن (ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریف جہان کے رب کیلئے ہے)

www.maktabah.org

خوش خلقی :

ایک مرتبہ حضرت مولانا رومؒ جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک یہودی نے آپ کو جھک کر سلام کیا۔ آپ نے اس کے قدم چوم لئے۔ کسی نے عرض کی کہ یہ یہودی ہے۔ آپ نے اس کے قدم چومے۔ فرمایا: یہ موسوی ہو کر ہم سے اس طرح اخلاق سے پیش آئے، ہم محمدی ﷺ ہیں۔ اس کو خُلق میں اپنے سے کیوں بڑھنے دیں۔

مراقبہ :

مراقبہ کے تین معنی ہیں۔ ایک مراقبہ، رقبہ سے ہے۔ اس کے معنی گردن جھکانا ہے۔ یہ مبتدی کا مراقبہ ہے کہ صرف شکل ہے، حقیقت نہیں۔ دوسرا مراقبہ، رقیب سے ہے۔ اس کے معنی نگہبانی کے ہیں یعنی خیالات کی نگہبانی کرنا اور یہ نصیب متوسطین کا ہے۔ تیسرا مراقبہ، ترقب سے ہے۔ اس کے معنی انتظارِ فیض کے ہیں۔ یہ نصیب منتہیان ہے۔

نسبت کی پہچان :

اگر کسی کی نسبت دریافت کرنی ہو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل اپنے آپ کو نسبت سے خالی کرے۔ بعد میں اس شخص یا صاحب قبر پر متوجہ ہو۔ جیسا پر تو پڑے، اس کے بموجب قیاس کرے۔

کرامات و مکاشفات

اولیاء اللہ کی اصل کرامات خدا کی محبت میں شدت، آنحضور ﷺ کی اتباع پر استقامت، اللہ کی مخلوق کی ہدایت اور طالبوں کو قرب حق تک پہنچانا ہے۔ کرامات کا ظہور ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ تاہم خوارق ان سے اتفاقی طور پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی چشم دید کرامات آپ کے دو خلیفوں نے تحریر کی ہیں۔ تبرکاً چند درج ذیل ہیں۔

ا) آپ کھانا کھانے کے ساتھ پانی نہیں پیتے تھے بلکہ ظہر کے بعد نوش فرماتے تھے۔ ایک خادم کا معمول تھا کہ بعد نماز پانی لا کر پلایا کرتا تھا۔ ایک روز پانی لایا تو آپ نے پینے سے انکار کیا اور فرمایا یہ پانی مکدر ہے۔ کوئی اور شخص پانی لائے۔ چنانچہ

www.maktabah.org

دوسرا شخص پانی لایا تو آپ نے پی لیا۔ پہلے شخص سے تکدر کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے بتایا کہ راہ میں میری نظر ایک نامحرم عورت پر پڑ گئی تھی۔

۲)ایک شخص نے غیر منکوحہ عورت اپنے گھر رکھ چھوڑی تھی۔ سمجھانے سے وہ باز نہ آیا۔ اسی اثنا میں بارش نہ ہونے سے خشک سالی ہو گئی۔ لوگ دعا کے لئے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ جب تک وہ شخص غیر منکوحہ کو نہ نکالے گا، بارش نہیں ہو گی۔ کسی نے کہا کہ اگر ہم اسے نکلوادیں اور پھر بھی بارش نہ ہو تو کیا۔ فرمایا ہماری کسی بات کا اعتبار نہ کرنا۔ چنانچہ لوگ جاکر اس عورت کو نکلوا آئے اور آکر کہا کہ آپ بارش کی میعاد مقرر کریں۔ اس وقت رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔ فرمایا: اگر اسی عشرہ کی طاق تاریخ کو بارش ہو تو سمجھنا کہ اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے بارش بند تھی۔ اگر رمضان کے بعد ہو تو اتفاقی بات ہے۔ چنانچہ ۲۷ رمضان کو ایسی بارش ہوئی کہ سب جل تھل ہو گئے۔

۳)ایک اور موقعہ پر بارش کی بندش ہوئی اور لوگ دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ فرمایا: مسجد کو گارہ سے لیپ دو، انشاء اللہ بارش ہو گی۔ لوگوں نے عرض کی، تالاب خشک ہے، اس میں گارہ ہی نہیں کیسے لیپ کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ اتنی بارش کرے کہ گارہ بن جائے۔ لوگوں نے عرض کی کہ زیادہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا پھر تم لوگ اپنے کام میں لگ جاؤ گے۔ غرض اس قدر بارش ہوئی کہ گارہ بن گیا۔ جب مسجد لیپ دی تو خوب بارش ہوئی۔

۴)ایک مرتبہ آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر تقریباً سال بھر بار بار فرمایا کہ اپنے اعمال درست کرو اور گناہوں سے توبہ کرو ورنہ سخت مصیبت آنے والی ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ ہم بھی تمہارے ہی ہیں۔ مگر کسی نے خیال نہ کیا۔ بالآخر ہیضہ کی وبا پھیلی اور ہر روز قصبہ کے ستر اسی آدمی مرنے لگے۔ آپ کے چھوٹے فرزند صاحبزادہ گل محمد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب لوگ حاضر ہوئے اور توبہ کرنے لگے۔ فرمایا ایسے نہیں بلکہ فلاں فلاں اعلانیہ فاسق ہیں۔ ان سے توبہ کراؤ یا ان سے قطع تعلق کرو۔ چنانچہ ان سے توبہ کرائی گئی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور اس کے بعد کوئی تازہ بیمار نہ ہوا اور جو بیمار تھے صحت یاب ہو گئے۔

www.maktabah.org

۵)ایک شخص کی شادی کو بیس ۲۰ سال ہو گئے مگر اولاد نہ ہوئی۔ اس نے آکر عرض کی کہ اجازت ہو تو دوسری شادی کر لوں فرمایا ایک سال اور صبر کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی سال اسے لڑکا عطا کیا۔

۶)آپ کا ایک خادم دریائے جہلم میں کشتی پر سوار تھا۔ شام کا وقت ہو گیا اور دفعتاً سخت آندھی آئی۔ قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے۔ سب لوگوں کے حواس جاتے رہے۔ اس خادم نے دیکھا کہ حضرت کشتی کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس نے سب کو تسلی دی۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ کشتی بخیریت پار ہو گئی۔

۷)موضع جندراں (تحصیل پنڈ دادنخان) کے میاں امیر بخش دریا سے تازہ مچھلی پکڑ لاتے اور خربوزہ کے موسم میں بہت دور کا فاصلہ طے کر کے خربوزے لاتے۔ آپ بہت خوش ہوتے۔ انہوں نے صاحب مقامات طیبین کو خود بتایا کہ میں سناہی (چھوٹی مشک جس میں ہوا بھر دی جاتی ہے) کے ذریعے دریا عبور کر رہا تھا کہ اچانک سناہی کا منہ کھل گیا اور ہوا نکل گئی۔ میں ڈوبنے لگا۔ اچانک میرے پاؤں زمین پر آ لگے اور میں کھڑا ہو گیا۔ ریت صرف میرے پاؤں کے نیچے تھی، اردگرد پانی بہت گہرا تھا۔ میں نے آرام سے سناہی درست کی اور دریا بخیریت عبور کیا۔ جونہی آپ کی خدمت میں آیا، میری کسی بات سے پہلے ہی آہستہ سے فرمایا کہ دریا میں داخل ہونے سے پہلے سناہی کو خوب دیکھ بھال لینا چاہیے۔ اس دن شام کو مجھے حلقہ میں ایسا فیض حاصل ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔

۸)موضع جندران ہی کے میاں لعل دین نے بتایا کہ میں ایک غیر عورت سے کار ناشائستہ پر آمادہ ہوا جبکہ کوئی بھی روک نہ تھی۔ اچانک آپ کی صورت سامنے آئی اور میرے سینے پر ایک ہاتھ مارا۔ میں فوراً خوف زدہ ہو کر وہاں سے علیحدہ ہو گیا اور گناہ سے بچ گیا۔ جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اشارتاً تنبیہہ فرمائی۔

۹)موضع نلی کے مولوی نور محمد صاحب کو اشارتاً پہلے ہی فرما دیا کہ تمہاری والدہ کا عنقریب انتقال ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۰)ایک شخص نے اپنے لڑکے کے بارے میں شکایت کی کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ آپ نے اسے سمجھایا تو وہ کہنے لگا کہ میری طبیعت اس کی طرف

www.maktabah.org

مائل نہیں ہوتی۔ فرمایا تیری بیوی کی عمر صرف چھ ماہ باقی رہ گئی ہے۔ یہ سن کر اس نے بیوی سے نہایت اچھا سلوک شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بیمار پڑ گئی اور چھٹے مہینے فوت ہو گئی۔

۱۱) ایک شخص نے عرض کی کہ فلاں شخص کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی نسبت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منع فرمایا کہ وہاں بیاہ کرنے میں فائدہ نہیں۔ لیکن چونکہ لڑکی کا والد دولتمند تھا، اس نے وہیں شادی کی لیکن اس کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۱۲) ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کا غلام زادہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا کیا نام رکھوں۔ آپ نے نام بتا کر فرمایا کہ آئندہ جو لڑکا ہو گا اس کا نام یہ رکھنا۔ دوسرے لڑکے کی پیدائش پر وہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ آئندہ جو پیدا ہو گا اس کا یہ نام رکھنا۔ اسی طرح چار لڑکوں کے نام پہلے ہی بتا دیے۔

(اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت خواجہ قصوریؒ کی ذات سے ظہور پذیر ہوا جس کی روایت خود حضرت للّہیؒ نے اپنے ملفوظات میں کی)

۱۳) حضرت محمد حسن خان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں یہ سوچ کر حلقہ میں گیا کہ آج حضرت فنائے نفس کی علامت بیان فرمائیں۔ جونہی حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں یہ سوچ کر گیا کہ آج آپ فنائے نفس کی علامت بیان فرمائیں۔ انہوں نے اس کا خیال معلوم کر کے فرمایا کہ فنائے نفس کی علامت یہ ہے کہ کسی لطیفہ میں ذکر و توجہ محسوس نہ ہو۔

۱۴) حضرت محمد حسن خان صاحبؒ نے ہی لکھا ہے کہ میرے ایک دوست کی لڑکیاں ہی تھیں۔ میں نے اس کے لئے حضرت سے اولاد نرینہ کا تعویذ لیا۔ آپ نے تعویذ دیا جس پر یہ آیت تھی اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ يَحْيٰى (ہم تمہیں لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے) اس کا لڑکا ہوا اور اتفاق یہ کہ اس نے خود ہی اس کا نام بھی محمد یحییٰ رکھا۔

۱۵) میاں بدرالدین ساکن چک جانو (معروف بہ میاں عبداللہ میرپوری) نے سات سال انگریز کی نوکری کی۔ پھر فرار ہو کر چلے آئے۔ حکومت کے کارندے تا عمر ان کی تلاش میں رہے مگر حضرت کے تصرف سے انہیں نہ پا سکے۔

www.maktabah.org

۱۶) میاں اللہ جوایا قصوری نے بیان کیا کہ مجھے عالم واقعہ میں حضرت سلطان باہوؒ نے حکم دیا کہ حضرت للّٰہیؒ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کچھ مدت میں حضرت کی خدمت میں مقامات مجددیہ طے کیے۔

۱۷) موضع سَر (علاقہ ونہار۔ ضلع چکوال) کے میاں بہاول بخش کی عورت پر کسی نے جعلی نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ وہ آپ کے مخلصین میں سے تھے۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خود ہی جھوٹ کی سزا پا لے گا۔ اسی روز اس کے پاؤں میں بیماری شروع ہوئی اور (تادم تحریر مقامات طیبین) پندرہ سال سے جاری تھی۔ وہ مقدمہ میں بھی ناکام رہا۔

۱۸) مولوی امام دینؒ تحریر کرتے ہیں کہ موضع چھرانوالی میں میری موجودگی میں ایک گھوڑا چھوٹ کر گھوڑی کے پیچھے دوڑا۔ سب رسے ٹوٹ گئے اور دونوں سے سخت خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت کے صرف دیکھنے سے گھوڑا گر پڑا اور اسے درویشوں نے پکڑ لیا۔

۱۹) آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص نے آپ کی تحریر کردہ کتاب ''القول القوی'' پر اعتراض کیا۔ اسی رات خواب میں ایسا ڈرایا کہ صدق دل سے توبہ کی۔ اسی طرح مولوی غلام قادر بھیروی نے آپ کی شان میں بے ادبی کی۔ انہی دنوں حضرت کے تصرف سے لوگوں نے اسے مسجد سے موقوف کر دیا۔

۲۰) منشی غلام محمد صاحب (خلیفہ حضرت ڈھڈیاں والےؒ) بیان کرتے تھے کہ لِلہ شریف کے ایک چودھری نے لگاتار تین روز تک مسجد کی پٹنی پر بدبودار لسی سے سر دھویا۔ ہر روز اسے منع کیا گیا کہ یہ وضو کی جگہ ہے یہاں لسی سے سر نہ دھوئیں کیونکہ بدبو پھیلتی ہے مگر وہ ضد میں آ کر باز نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے غصے میں آ کر ایک درویش سے کہا کہ اسے جوتے لگاؤ۔ لیکن وہ ڈر کے مارے ہمت نہ کر سکا۔ چنانچہ وہ شخص پٹنی پر ہی تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ آپ درویش پر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم اسے جوتے لگا دیتے تو اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا ہو جاتا اور اس کی جان بچ جاتی۔

۲۱) ایک بار حضرت نے ایک خط ڈاکخانہ میں پوسٹ کرنے کے لئے حکیم میاں تاج محمود صاحب کو دیا۔ انہوں نے عرض کی کہ اس وقت ڈاک نکل چکی ہو گی۔ فرمایا امید ہے ابھی روانہ نہیں ہوئی اور اشارتاً یہ بھی کہا کہ اس کا اسے حکم دیا ہے۔ حکیم

www.maktabah.org

صاحب نے ڈاکخانہ جاکر خط پوسٹ کیا تو اسی وقت ڈاک روانہ ہو گئی۔

۲۲) ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص نے کچھ دال آپ کی نذر کی۔ آپ نے منظور فرمائی۔ خادموں نے چاہا کہ اسے علیحدہ کریں۔ فرمایا نہیں اسے پاس رہنے دو۔ دو روز بعد ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں لیکن آٹا موجود ہے، دال وغیرہ نہیں۔ فرمایا دال ہمارے پاس ہے، لے لو۔ چنانچہ وہ دال کام آئی۔

(ایسا ہی ایک واقعہ حضرت بابا سماسیؒ کے حالات میں گذر چکا ہے)

۲۳) ایک روز فرمانے لگے کہ حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ میانی آئے ہوئے تھے۔ میں ان کی ملاقات کے لئے گیا۔ واپسی پر دریائے جہلم نہایت طغیانی پر تھا اور کوئی کشتی نہ تھی۔ میں دریا میں اتر گیا اور برابر سات کوس تک پھرتا چلا آیا۔

۲۴) آپ خواہش کرنے والوں کو ہر قسم کے تعویذات دیا کرتے تھے۔ سب کو فائدہ ہوتا تھا۔ یہ تعویذات عوام الناس کی تسلی کے لئے تھے۔ دراصل یہ سب آپ کے تصرفات تھے مثلاً موضع سیتھل (ضلع گجرات) کے خان اللہ داد خان جو آپ کے مخلصوں میں سے تھے، صرف آپ کی خدمت میں اپنی مشکلات کا ذکر کر کے اپنے گھر چلے جاتے تھے اور واپس جاکر ہر کام اپنی مرضی کے مطابق پاتے۔

حلیہ و لباس

آپ کے خلیفہ حضرت محمد حسن خان صاحب نے آپ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"حضرت مرشدنا علیہ الرحمتہ میانہ قد، مائل بہ سرخی رنگ تھے۔ فراخ پیشانی، آنکھیں متوسط ان میں محبت الٰہی کا سرخ ڈورا تھا۔ بلند بینی، دانت متصل چمکدار تھے۔ داڑھی بانبوہ اس پر خضاب وسمہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ سر مبارک محلوق رکھتے تھے۔ دستار گول باندھتے تھے۔ کرتہ مونڈھوں پر چاک پہنتے تھے۔ تہ بند باندھا کرتے تھے اور ہر موسم میں کپڑے لٹھہ کے پہنتے تھے۔ تن زیب ململ کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ رفتار تیز تھی اور چلنے میں ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے۔ نشست اکثر دوزانو تھی اور آخر

www.maktabah.org

عمر میں تو بالکل ہی دو زانو بیٹھنا اختیار کر لیا تھا۔ دن میں سوائے قیلولہ کے اور وقت کبھی نہ لیٹتے اگرچہ کیسی ہی منزل کیوں نہ ہو۔ نہایت خندہ پیشانی اور خوش خلق تھے۔ ہر وقت انبساط سے رہتے تھے۔ بایں ہمہ ایسے باہیبت تھے کہ ان کے سامنے گذرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی اور بلادریافت کیے کسی کو بات کرنے کا منہ نہ پڑتا تھا۔ اگر ہزار آدمیوں میں بیٹھے ہوتے تو وہی وہ معلوم ہوتے تھے۔ پیشانی مبارک سے ایک نور کی شعاع نکلتی تھی۔"

ایک اور خلیفہ مولوی امام دین صاحبؒ کا مشاہدہ یہ ہے :

"حضرت کا حلیہ اس طرح تھا کہ میانہ قد تھے۔ نازک اندام، گندم رنگ، آنکھیں بڑی بڑی سرخی مائل، ناک بلند، داڑھی مونچھ نہ بہت بھری ہوئی نہ کم خضاب شدہ جس میں وسمہ ملا ہوتا تھا۔ بڑے بڑے ہاتھ، انگلیاں باریک، پاؤں بہت لطیف، لطافت و نزاکت کے بارے میں جو کچھ کہوں کم ہے۔"

"حضرت کا لباس صحابہ و مشائخ کی طرح ہوتا تھا۔ سر پر کلاہ اور بڑا سا عمامہ، دونوں کندھوں کے درمیان طرہ لٹکا ہوا، قمیض کندھوں پر سے کھلی۔ ازار شریف ٹخنوں سے اوپر لیکن پنڈلیوں کے درمیان پاؤں میں جوتے سبز فام۔ آپ سیدھی عصا بھی رکھتے تھے۔"

وفات

آپ کے فرزند حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ نے ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ کو وبا میں وفات پائی۔ لوگ تعزیت کے لئے آتے تو آپ فرماتے کہ ہم کیا یہاں بیٹھے رہیں گے۔ ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔ ان دنوں آپ اپنے مرشد حضرت قصوریؒ اور حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے اکثر یہ آیت دہراتے تھے: مَنْ كَانَ يَرجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰت (جو کوئی اللہ سے ملنا چاہتا ہے تو جان لے کہ مقررہ وقت آنے والا ہے)۔ انتقال سے پہلے توشہ خانہ کی کنجی یا درویشوں کا خرچ جو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، حضرت صاحبزادہ حافظ دوست محمدؒ

www.maktabah.org

کی تحویل میں دیدیا تھااور اکثر گھر کے کام بھی انہی کے سپرد کر دیے۔ انہی دنوں ایک طالب علم آیااور اس نے پڑھنے کے واسطے عرض کیا۔ فرمایا مجھے ایک سفر در پیش ہے۔ اگر وہاں نہ گیا تو فلاں وقت آنا، اتفاقاً جس وقت آپ کو دفن کر رہے تھے وہ طالب علم آیا اور یہ قصہ بیان کیا۔ آپ کے خلیفہ حضرت محمد حسن خان صاحبؒ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب شروع کرنے کی درخواست کی۔ فرمایا ہفتہ کے روز (۱۹ ربیع الاول) کو دیکھا جائے گا۔ اسی روز آپ کو تپ کا عارضہ لاحق ہوا جو مرض الموت بنا۔ مگر یہ عارضہ اتنا خفیف تھا کہ آپ کے تمام معمولات جاری رہے حتیٰ کہ غسل تک کا ناغہ نہ فرمایا۔ اس دن فرمانے لگے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد وہاں آرام ملے گا تو اب مرنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۲۰ ربیع الاول بروز اتوار صبح کو فرمانے لگے کہ آج حضرت قصوریؒ کو دیکھا ہے شاید کہ لینے آئے ہیں۔ اس دن صبح کا حلقہ طویل تھا اور بعد ازاں حضرت قصوریؒ کی وفات کا قصہ، اولیاء اللہ کی وفات اور ان کی حیات دائمی کا ذکر فرماتے رہے۔ تمام معمولات حسب سابق جاری رہے۔ دوپہر کو گھر گئے تو پوتیوں کو بلا کر ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ قیلولہ کے لئے باہر مسجد میں آئے تو حضرت محمد حسن صاحبؒ سے فرمایا کہ رجب علی خان کو لکھ دو کہ ہمیں ایک سفر در پیش ہے۔ اگر وہاں نہ گئے تو تمہاری طرف آئیں گے۔ قیلولہ سے جلد بیدار ہوئے۔ خادم محمد دین (عرف بابا امام) سے مسواک طلب کر کے مسواک کرنے لگے۔ موذن کو فرمایا کہ جلد اذان شروع کرو اور اذان کا جواب دینے لگے۔ جب موذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسُولُ اللّٰهِ پر پہنچا تو اس کا جواب دیتے ہوئے پیچھے کو جھکتے گئے اور فرش پر لیٹ گئے اور اسی وقت جان بجاناں تسلیم کی۔ عمر شریف تقریباً بہتر ۷۲ سال تھی۔

اس اچانک وفات پر اکثر عوام اور اطباء میں مغرب تک بحث رہی کہ حضرت کو سکتہ ہو گیا ہے مگر رمز شناس سمجھ گئے کہ حضرت کو اپنی خواہش کے مطابق اپنے مرشد حضرت خواجہ قصوریؒ اور حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ کے انداز میں جہاں سے اٹھایا گیا ہے۔ وفات کی خبر تیزی سے پھیلی اور سارے علاقہ میں کہرام مچ گیا حتیٰ کہ ہندوؤں نے بھی کاروبار بند کر دیا اور برہنہ سر مسجد کے گرد جمع ہو کر غم واندوہ کا اظہار

www.maktabah.org

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی علیهم [illegible] و سلام ربک

بحرمت النبی الکریم

[illegible]

حضرت مولوی غلام نبی سلمه

[illegible]

برادر دینی و مخلص یقینی مقبول الٰهی موصول بارگاهی صاحب الحضور

از فقیر غلام محی الدین [illegible] رزقه الله دوام الحضور

بعد از سلام الله علیکم و علی جمیع من لدیکم منهی آنکه [illegible] فرحت [illegible]

آن ذو محبت صحیحه [illegible] از دست [illegible] رسول

جهت وصول [illegible] مسرت تازه بی اندازه ساخت

الحمد لله [illegible] در وعظ و توجه آن مقبول الٰهی [illegible] ظهور [illegible]

زیاده کند باید که اوقات شبانروزی بذکر و فکر و مراقبات مشغول

دارند و تدریس علوم دینیه هم اشتغال داشته باشند حضرت امام ربانی

فرموده اند که در طریقه ما اشتغال بعلوم ظاهریه و تدریس آن منافی نیست

اما ممد هم نیست و پیر فقیر میفرمودند که در این زمانه که شیوع ظلمات

جهالت در علم دین بکثرت رسیده اشتغال تدریس علوم دینیه

از ممدات نسبت باطن گردیده [illegible]

[illegible]

[illegible] فیض ظاهر و باطن از شما جاری شوند و ما ذلک علی الله

بعزیز چه نعمت عظمی است که در این زمان تراکم ظلمات کفر و بدعت

[illegible]

است [illegible] حمد پروردگار و شکر [illegible]

[illegible] در شکر نعمت [illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم اور تاریخی مکتوب
بنام اعلیحضرت حافظ غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

www.maktabah.org

کرنے لگے۔ حکیم تاج محمود صاحب اور مولوی اللہ جوایا صاحب اور دیگر خلفاء نے غسل دیا اور نماز جنازہ کی امامت حضرت مولانا غلام مرتضٰی بیر بلویؒ نے کی۔ قبر لِلّہ شریف کے جنوبی قبرستان میں حضرت کے والدین کی قبور کے ساتھ کھودی جانے لگی تو اچانک ایک مخلص کی زبان پر ارادہ ازلی ظاہر ہوا کہ آپ کی قبر ایک ایسی کھلی جگہ ہونی چاہیے جہاں ارادت مند جمع ہو کر اکتساب فیض کریں اور قریب ہی دوسرے مخلصین کی قبور کے لئے کافی جگہ ہو۔ چنانچہ آپ کی چارپائی شہر کے شمالی حصہ میں لائی گئی۔ جہاں اس وقت روضہ مبارک اور مسجد خانقاہ شریف ہے۔ تدفین ۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۲۶ نومبر ۱۸۸۸ء بروز پیر زوال کے وقت ہوئی۔

آپ کی وفات پر متعدد شعراء نے مرثیے اور تاریخ ہائے وفات کہیں۔ مولانا اللہ جوایا صاحب کے طویل فارسی مرثیہ کا مطلع یہ ہے:

هلا خیز اے شہیدِ کشتۂ عشق
بصحرائے جنوں سر گشتۂ عشق
۱۳۰۶

اس کے مقطع میں تاریخ وفات ان الفاظ میں نکالی ہے: زہے خورشیدِ دیدِ عالم۔ ایک مخلص نے دریغ و آہ نالہ خاست، مولوی حیدر صاحب نے ہائے قیوم زماں زدنیا راحل اور بدواصل ذات الٰہی بے حجاب اور هُوَ وَصَلَ بِذَاتِ اللّٰه تاریخ ہائے وفات کہیں۔ مولوی حیدر اللہ کا یہ شعر بھی قابل داد ہے:

چوں استمداد خواہی وقت حاجت
۱۵۱۸-۲۱۲=۱۳۰۶
بہ زاری گوئی یا غوثا بلا ریب

مولوی شیخ عبداللہ صاحب ساکن چک عمر نے عربی زبان میں نہایت خوبصورت مرثیہ لکھا اور مندرجہ ذیل دو شعروں میں تاریخ کہی:

ففی شہر الوفات بوقت ظہر
ویوم الاحد صار الی انتقالٍ
۱۳۰۶
امام الناس فی الجنات ثاوٍ
یقول الشیخ فی عام الوصالٍ

www.maktabah.org

حضرت کی اولاد

۱) ثانی حضرت حافظ دوست محمد للّٰہیؒ :

آپ کے فرزند اکبر تھے۔ ان کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں۔

۲) حضرت صاحبزادہ غلام محمدؒ :

آپ کے فرزند دوم تھے۔ آپ نے دو سال آٹھ ماہ کی عمر میں ۷ رجب ۱۲۷۲ھ کو انتقال فرمایا۔

۳) حضرت صاحبزادہ سید محمدؒ :

حضرت کے فرزند سوم تھے۔ ۱۸ محرم ۱۲۷۴ھ کو پیدا ہوئے اور رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ میں وفات پائی۔

۴) حضرت صاحبزادہ حافظ گل محمدؒ :

حضرت کے فرزند چہارم تھے۔ ۱۶ محرم ۱۲۸۳ھ کو پیدا ہوئے۔ کمال شوق سے قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت کی خدمت میں بیعت طریقہ سے مشرف ہوئے۔ بہت حسین اور خوش لباس نوجوان تھے۔ بچپن میں اپنے ہم عصر نوجوانوں کے ساتھ شکار و دیگر تفریحی مشاغل میں بھی دلچسپی تھی لیکن حضرت کا ڈر اتنا تھا کہ سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔ عمر کے آخری رمضان میں طبیعت میں اچانک تبدیلی آئی۔ سارا دن حفاظ کے ساتھ دور کرتے اور رات کو حجرہ میں حضرت کو تراویح میں قرآن پاک سناتے اور رات مسجد میں ہی قیام فرماتے۔ لباس تک بدلنے کا ہوش نہ تھا۔ کسی دوست نے اس طرف توجہ دلائی تو فرمایا آج کل میں ایسا ہی مصروف ہوں جیسے تم لوگ بھادوں کے مہینے میں ہل چلانے میں مصروف ہوتے ہو کہ ایک دن کی غفلت سے وتر سوکھ جاتا ہے اور سارے سال میں اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اس دوران کثرت سے استغفار کرتے۔ حضرت نے توجہات خصوصی سے فیض انعکاسی کے ذریعے طریقت کی نعمت عطا کی۔ ۲۷ رمضان المبارک کو ختم قرآن پاک کیا اور دو روز بعد ۲۹ رمضان

www.maktabah.org

المبارک ۱۳۰۵ھ کو ۲۲ سال کی عمر میں وبائے ہیضہ میں وفات پائی اور جنوبی قبرستان میں اپنے دادا قاضی حسن دین صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مشہور ہے کہ حضرت للّٰہیؒ نے فرمایا کہ جو شخص صاحبزادہ گل محمد کی قبر پر کوئی ایک دعا مانگے گا، وہ قبول ہو گی۔

حضرت نے یہ صدمہ کمال استقامت سے برداشت کیا۔ معمولات میں ذرا بھر فرق نہ آیا۔ تاہم فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں کے عزیز وبا میں فوت ہوئے ہیں، اگر وہ چھ ماہ کے اندر فوت ہو جائیں تو سمجھو کہ وہ اسی صدمہ سے فوت ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے خود بھی چھ ماہ کے اندر انتقال فرمایا۔

آپ کے خلفاء

حضرت مولانا غلام مرتضیٰؒ بیربل شریف

آپ اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آباء متواتر کئی پشتوں سے عالم باعمل چلے آرہے تھے۔ ۱۲۵۱ھ میں بیربل شریف علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ابھی تیرہ سال کی عمر تھی کہ والد ماجد انتقال کر گئے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شروع کر رکھی تھیں۔ والد گرامی کی رحلت کے بعد للہ شریف میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے پاس آئے اور تمام علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ استعداد کا یہ عالم تھا کہ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام معقولات و منقولات کی تحصیل کے بعد بیربل شریف میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ شروع میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ نے اپنے چند طلبہ ساتھ کر دیے۔ بعد میں اتنا ہجوم ہوا کہ ساٹھ ستر طلبہ ہر وقت پاس رہتے تھے جن کا خرچہ آپ خود برداشت کرتے تھے۔

حضرت للّٰہیؒ کا معمول تھا کہ جب تک آپ کے مرشد حضرت خواجہ قصوریؒ بقید حیات رہے، آپ خود بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر طالب حق کو حضرت خواجہ قصوریؒ کے دست حق پر بیعت کراتے تھے۔ چنانچہ حضرت للّٰہیؒ نے جناب غلام مرتضیٰؒ کی رسمی بیعت اپنے مرشد سے کرائی اور پھر انہوں نے آپ کی روحانی تربیت کا کام حضرت للّٰہیؒ کے سپرد کر دیا چنانچہ آپ نے حضرت للّٰہیؒ سے سلوک و مقامات

www.maktabah.org

مجددیہ کی تکمیل کی۔ حضرت آپ کی توجہ کے لئے ہمیشہ علیحدہ وقت مقرر کرتے تھے۔

آپ حضرت للّٰہیؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ فروع واصول میں عالم لاثانی، بے نظیر فقیہہ اور محدث تھے۔ آپ کے زمانہ میں غیر مقلدوں کا بڑا زور ہو گیا تھا۔ آپ نے آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور بیس رکعت تراویح جیسے مسائل پر ان سے مناظرے کئے اور انہیں ہمیشہ لاجواب کیا۔ آپ نے متعدد کتب ورسائل تصنیف فرمائے۔ ان میں نزہتہ الناظرین (مطبوعہ)، مصباح الدجیٰ، تفسیر سورہ تکاثر، تحفتہ العارفین، تذکرۃ المحصنات، معراج نامہ عربی اور فضائل رمضان (سب غیر مطبوعہ) شامل ہیں۔ صرف ونحو پر بھی کتابیں لکھیں۔ کتابیں خریدنے کا بہت شوق تھا، جو کچھ بچتا، کتابوں کی خرید پر صرف کر دیتے۔

حضرت للّٰہیؒ آپ کو فرزندوں کی طرح جانتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے فلاں شخص اس لئے اچھا نہیں لگتا کہ وہ مولانا غلام مرتضیٰ کا مخالف ہے۔ حضرت غلام مرتضیٰؒ ۱۲ ربیع الاول کو اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کا عرس مناتے جس میں حلوہ تقسیم کیا جاتا۔ اسی طرح عرس وفات حضرت رسالت مآب ﷺ اور تقریب معراج شریف (جو لِلّہ شریف کی روایت ہے) بڑے اہتمام سے منائی جاتی۔ جب تک حضرت للّٰہیؒ زندہ رہے، خود کسی کو بیعت نہ کیا بلکہ سب کو لِلّہ شریف روانہ کرتے۔

آخر عمر میں فالج کا مرض ہوا۔ جس کا اثر سال بھر رہا اور بالآخر ۱۶ رجب ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی۔ نماز جنازہ ثالث حضرت عبدالرسول للّٰہیؒ نے پڑھائی۔ آپ کی تاریخ ہائے وفات بے شمار شعراء نے کہیں۔ پندرہ تاریخیں تو صرف حکیم عبدالرسول صاحب سکنہ بھر بار (مصنف انوار مرتضوی) نے کہیں۔ مختلف شعراء کی چند تواریخ وصال کے مادہ تاریخ یہ ہیں:

یخشی اللّٰہ من عبادہ العلما (۱۳۲۱)۔ انہ فاز من فوز عظیم (۱۳۲۱)۔ چراغِ دینِ احمد (۱۳۲۱)۔

اب گئے فردوس میں (۱۳۲۱)

آپکے بڑے فرزند حضرت مولانا احمد سعیدؒ (پیدائش ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۳ء) آپ کے جانشین بنے۔ آپ بھی علوم ظاہری وباطنی میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔

www.maktabah.org

آپ کی وفات ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ چونکہ آپ کے بڑے لڑکے حضرت محمد معصومؒ پہلے ہی وفات پاچکے تھے اس لئے دوسرے لڑکے حضرت مولانا محمد عمرؒ مسند نشین ہوئے۔ آپ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۸ء) میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کیا۔ درس نظامیہ کی کتابیں گھر پر پڑھیں۔ پھر اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج پشاور میں علوم شرقیہ کے پروفیسر رہے۔ والد گرامی کی وفات پر ملازمت ترک کر کے بیربل آگئے۔ پھر طلب حق کے شدید جذبہ کے تحت شرقپور پہنچے اور حضرت میاں شیر محمدؒ کی بیعت کر کے اجازت حاصل کی۔ نہایت دانا، ذکی اور باریک فکر کے مالک تھے۔ آپ کی تصنیف انقلاب الحقیقت تربیت سلوک پر عمدہ کتاب ہے۔ لاہور میں ادارہ تصوف کا قیام اور ماہنامہ سلسبیل کا اجرا بھی آپ کی سعی جمیلہ کا ثمر ہے۔ اس میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔ آپ کے تحت خانقاہ بیربل شریف کو بڑا عروج حاصل ہوا۔

حضرت مولانا محمد عمرؒ نے ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء (۱۹ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ) کو سروس ہسپتال لاہور میں وفات پائی اور بیربل شریف میں دفن ہوئے۔ متعدد تاریخ ہائے وفات میں سے روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد (۱۹۶۷ء)، وانک علیٰ خلق عظیم (۱۹۶۷ء)، فقد فاز فوزاً عظیما (۱۳۸۷ھ) خوب ہیں۔ اس وقت آپ کے فرزند حضرت خالد سیف اللہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ہے اور خاندانی روایات کے علم بردار ہیں۔

حضرت مولانا غلام حسنؒ ڈھڈیاں شریف

آپ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ لِلّٰہ شریف سے دو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع موضع ڈھڈی (تھل) سے تعلق رکھتے تھے۔ تمام علوم ظاہری اعلیٰ حضرتؒ سے حاصل کیے۔ تعلیم کے دوران ہی حضرت کی بیعت کی اور سلوک مجددیہ کو انتہا تک پہنچایا۔ تقریباً پچیس سال تک حضرت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ تمام عمر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر روز صبح کو حضرت کے پاس حاضر ہوتے، تمام دن علمی وروحانی مشاغل اور دیگر کارہائے خدمت میں مصروف رہتے اور

www.maktabah.org

عصر کے بعد گھر جاتے۔ صرف رات گھر پر گزارتے۔ انہماک اور یک سوئی کا یہ عالم تھا کہ اتنے قرب کے باوجود کسی نے پوچھا کہ حضرت کے پڑوس میں کون رہتا ہے تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت کو آپ کی باطنی استعداد پر اتنا بھروسہ تھا کہ اکثر منتہی طالبان کو امتحان کی غرض سے آپ کے پاس بھیج دیتے۔

حضرت کی وفات کے بعد بھی آپ اکثر پرانے معمول کے مطابق للہ شریف آتے رہے۔ مشکوٰۃ شریف کی تدریس کرتے اور ثانی حضرتؒ کے ارشاد پر مستورات میں پردہ کرا کر توجہ فرماتے رہے۔ اپنے گاؤں ڈھڈی شریف میں بھی درس قرآن و حدیث، ختم خواجگان اور حلقہ توجہ کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت صوبہ بی بی صاحبہؒ بھی عورتوں میں توجہ دینے کی مجاز تھیں اور باقاعدگی سے توجہ دیتی تھیں۔

آپ کے روحانی علو شان کا ثبوت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ نے اپنے فرزند حضرت دوست محمدؒ کو زندگی کے ایک مرحلہ پر وصیت فرمائی کہ اگر تم ہم سے سلوک کی تکمیل نہ کر سکو تو مولوی غلام حسن صاحب سے حاصل کرنا۔ ثالث حضرت حافظ عبدالرسولؒ آپ کے شاگرد تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رابع حضرت محمد مقبول الرسولؒ اور رابع ثانی حضرت محمد محبوب الرسولؒ نے آپ سے سلوک مجددیہ کی تحصیل کی اور یوں جو نعمت اعلیٰ حضرتؒ نے آپ کو عطا کی تھی، وہ امانت آپ کے پڑپوتوں کو لوٹا دی۔ ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ مصرع تاریخ وفات از حکیم عبدالرسول صاحب یہ ہے :بود فیاض رہنما عالم۔ (۱۳۴۰)

آپ کا مزار ڈھڈی شریف میں ہے۔ آپ کی اولاد نہ تھی اس لئے جانشینی کا باقاعدہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ تاہم آپ کے فیض یافتہ خلفاء کی بڑی تعداد موجود تھی۔ آج کل ڈھڈی شریف کے ایک نیم مجذوب صوفی غلام حسین صاحب مزار کے متولی ہیں۔ مزار مبارک پر معراج شریف کی تقریب بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اس موقعہ پر نعت خوانی اور لنگر کا وسیع انتظام ہوتا ہے۔

حضرت خان محمد حسن خان بجنوریؒ

آپ حضرت کے محبوب خلفاء میں سے تھے جن کے ذریعے اتر پردیش

www.maktabah.org

(بھارت) میں حضرت کا فیض پھیلا۔ اپنی کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے آخر میں اپنے حالات ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

"یہ ننگ خلائق ۱۲ رجب ۱۲۷۲ ہجری بمقام کوٹا پیدا ہوا۔ تخمیناً ۲۵ سال کی عمر تھی کہ حاضر عتبہ عُلیا حضرت غوث زماں واقف علوم جلی و خفی حضرت سیدنا و مولانا غلام نبیؒ بمقام لِلہ شریف ہوا مگر یہ حاضری تلاش حق میں نہ تھی بلکہ تلاش مغضوبہ حق میں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ احقر کے خاندان میں آباء واجداد نوکری پیشہ چلے آئے۔ اسی بموجب راقم کو دنیاوی علوم کی تعلیم والد مرحوم نے دی تھی۔ اس سے فارغ ہو کر جب نوکری کی تلاش ہوئی اور بڑی بڑی سفارشیں بھی بہم پہنچائیں مگر اثر نہ ہوا۔ آخر کار درویشوں کی خدمت میں دعا کے لئے حاضری شروع کی۔ اس کام میں ایسا انہماک ہوا کہ ایک مرتبہ جناب سرور عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ بے ساختہ یہی عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ میری نوکری ہو جائے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نوکری ہو جائے گی مگر خدا کو نہ بھولنا۔ عرض کیا کہ اس کی بھی حضور ہی دعا فرمائیں۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خدا بھی خوب ہی یاد رہے گا۔ یہ سن کر احقر آپ سے لپٹ کر رونے لگا۔ غرضیکہ جہاں جس بزرگ کی تعریف سنتا حاضر ہو کر یا بذریعہ خط نوکری کے لئے دعا کا خواستگار ہوتا۔ اسی تقریب میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں چند عرائض روانہ کیے۔ اسی عرصہ میں کسی بزرگ کی بیعت کا بھی خیال ہوا مگر دل کسی طرف رجوع نہ ہوتا۔ اتفاقاً یا تو کسی کتاب میں پڑھا یا کسی نے بتلایا کہ جس شخص کو پیر کی تلاش ہو اس کو چاہیے کہ جناب سرور کائنات ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر درود شریف پڑھے کہ کوئی کامل مل جائے تو اللہ اس کی مراد بر لاتا ہے۔ چنانچہ یہ عمل شروع کرتے ہی میلانِ قلب حضرت غوث

www.maktabah.org

وقت مولانا غلام نبی صاحبؒ کی طرف ہونے لگا۔ حسن اتفاق سے دریائے اٹک کے پل پر نوکر ہو کر چلا گیا۔ قریب ایک ہی مہینہ کے افسر سے ناموافق ہو کر نوکری سے الگ ہو گیا۔ اس عرصہ میں راقم سیاہ کار کو حضرت قبلہؒ کی قدم بوسی کا اس قدر شوق غالب ہو گیا کہ نوکری ملنے کی اس قدر خوشی نہ ہوئی تھی جو اس کے جانے سے ہوئی مگر بایں ہمہ مقصد اصلی حاضری سے نوکری کی دعا تھی۔ غرضکہ اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ بیعت ہوا۔ اسی شب حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ ناچیز کے روبرو کھڑے ہیں۔ ان کی زیارت سے سینہ میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اس کے بعد پھر نوکری جلد مل کر عرصہ قلیل کے بعد جاتی رہی۔ پھر خدمت میں دعا کے لئے جو حاضر ہوا، ایک روز مجلس وعظ میں کسی بزرگ کی زبانی ایک حکایت فرمائی، جس کا ماحصل یہ تھا کہ جب کسی شخص کا یہ خیال ہو کہ یہاں جو مراد چاہے، وہ حاصل ہو جاتی ہے تو ایسی چیز کیوں نہ طلب کرے کہ جو ہمیشہ قائم رہے۔ یہ قصہ احقر کے دل پر اثر کر گیا۔ اس دفعہ آپ کی صحبت کیمیا خاصیت کی برکت سے اس نااہل کے دل سے نوکری بطلب دنیا کا قطعاً خیال جاتا رہا اور اس ناچیز نے حضرت کے آستانہ عُلیا پر حاضر رہنے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ حضرت نے بھی بکمال ذرہ نوازی قبول فرما کر ۴ سال تک برابر حاضر حضور رکھا اور باوجود اس نااہل کی کمال ناقابلیت و بے استعدادی کے براہِ ذرہ پروری و غلام نوازی نہایت عنایت و توجہات کہ جس کے لائق ہرگز ہرگز لاشے نہ تھا، فرماتے کہ حضرت قبلہؒ نے جو احسانات اس ذرہ بے مقدار پر فرمائے تازیست بھی اگر عتبہ علیا میں سر کو پائمال کر دوں تاہم ہزار میں سے ایک بھی ادا نہ ہو۔

گر بر تن من زباں شود ہر مو
یک شکر از ہزار نتوانم کرد"

www.maktabah.org

حضرت نے ۱۵رجب۔ ۱۳۰۰ھ بروز بدھ سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مزار پر نماز عشاء سے پہلے اپنی دستار مبارک کے دو حصے کیۓ۔ ایک حصہ حضرت خان صاحب کے سر باندھا اور حضرت غلام حسن صاحب ڈھڈیانویؒ اور حکیم تاج محمود صاحبؒ کو اس کام میں شریک کیا۔ دستار کا دوسرا حصہ اپنے صاحبزادہ ثانی حضرت دوست محمدؒ کے سر پر باندھا۔ دوسرے دن خان صاحب کو خلافت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے فرمایا تھا کہ "حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خوش بختی تھی کہ امیر خسرو ان کے مرید ہوئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے مرید ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خوش بختی تھی کہ سید آدم بنوریؒ ان کے مرید ہوئے اور یہ ہماری خوش بختی ہے کہ مولانا خالد کردیؒ مرید ہوئے۔" اس قول مبارک کے ساتھ راقم الحروف یہ اضافہ کرتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت للّہیؒ کی خوش بختی تھی کہ حضرت محمد حسن خانؒ ان کے مرید ہوئے کیونکہ ان کی کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (جو ایک صدی پہلے لکھی گئی) کے طفیل نہ صرف اردو خواں طبقہ کو اس سلسلہ کے بزرگوں کے حالات سے پہلی بار آگاہی ہوئی بلکہ پورے جنوبی ایشیا کے روحانی حلقوں میں خانوادۂ للّہی کا تعارف ہوا۔ اس کے علاوہ آپ نے یکم محرم ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۵رجب ۱۳۰۰ھ تک اعلیٰ حضرت للّہیؒ کی مجالس میں آپ کے منہ سے نکلنے والے اقوال کو تاریخ وار قلم بند کیا۔ نیز مقامات امام ربانی لکھی اور تکملہ میں اعلیٰ حضرت للّہیؒ کے مختصر حالات لکھے۔ آپ کی کاوشوں سے حضرت للّہیؒ کے حالات واقوال کا قیمتی سرمایہ ضائع ہونے سے بچ گیا۔

آپ کے بڑے لڑکے جناب امیر حسن خان صاحب نواب رام پور (بھارت) کے طبیب تھے۔ تقسیم برصغیر سے پہلے والد گرامی رابع ثانی حضرتؒ کے پاس لِلّہ شریف آتے رہے۔ ان کے ایک بھائی جناب صدیق حسن خان صاحب قیام پاکستان کے بعد لاہور میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ متعدد بار والد گرامی کے پاس رمضان المبارک میں قرآن پاک تراویح میں سنایا۔ عموماً سات دنوں میں ختم کرتے تھے۔

www.maktabah.org

آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا نجیب اللہ خان صاحبؒ نجیب آبادی

(بھارت) ایک نہایت متورع، زاہد اور کم گو بزرگ تھے جنہوں نے اس مشکل زمانہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف کیا۔ راقم الحروف کو ان سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت مولانا اللہ جوایاؒ آپ قصبہ جھاوریاں (ضلع سرگودھا) کے رہنے والے تھے۔ تمام علوم ظاہری و باطنی اعلیٰ حضرت للٰہیؒ سے حاصل کیئے۔ اہل علم و فضل میں محقق کا درجہ رکھتے تھے۔ بلند پایہ محدث اور فقیہہ تھے۔ سلوک مجددیہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ساری عمر مع اہل و عیال حضرت کی خدمت میں رہے اور چالیس سال تک لنگر و دیگر امور خانہ داری کا انتظام آپ کے سپرد رہا۔ اطوار کی شائستگی اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ثانی حضرت للٰہیؒ کے استاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ عربی، فارسی اور پنجابی کے شاعر تھے اور طالبؔ تخلص کرتے تھے۔ مسائل تصوف پر ایک منظوم (پنجابی) رسالہ نوری لکھا جو تصوف کی معتبر کتب پر مبنی ہے اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔ آپ کے نام حضرت کے ۷۰ امکتوبات (قلمی) موجود ہیں۔ وفات کے بعد للہٰ شریف کے جنوبی قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کے چار بیٹے تھے جن میں حکیم نور الحق صاحب مرحوم نے طب میں شہرت پائی۔ ان کے بیٹے حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم تھے اور پھر ان کے بیٹے حکیم محمد اجمل صاحب آج کل للہٰ شریف میں طبابت کرتے ہیں۔ خاندانی روایات کے مطابق آپ اردو کے اچھے شاعر اور محبّ فقراء ہیں۔

حضرت مفتی امام الدینؒ (رتہ شریف) آپ اعوان قبیلہ کے ایک علمی و روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۶۴ھ میں رتہ شریف (ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے۔ موضع سدوال میں اعلیٰ حضرت للٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی مگر آپ نے فرمایا کہ پہلے علم ظاہری کی تکمیل کریں پھر بیعت ہوگی چنانچہ للہٰ شریف آکر حضرت سے تعلیم شروع کی۔ مگر سبق پڑھنے کے دوران حضرت کی صحبت کے زیر اثر آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اس لئے حضرت نے فرمایا کہ کہیں اور جا کر علم پڑھیں۔ اب آپ نے اوڈھروال (نزد چکوال) جاکر حصول علم مکمل کیا اور اس کے بعد للہٰ شریف میں اعلیٰ حضرت کی بیعت کی اور پوری تن دہی سے عبور مقامات مجددی کے بعد خلافت

www.maktabah.org

واجازت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے وعظ میں کمال تاثیر تھی۔ ثانی حضرت للّٰہی کے دوروں میں آپ اکثر ساتھ ہوتے تھے اور خصوصاً نماز جمعہ کے بعد آپ کا وعظ ہوتا تھا۔ معراج شریف کی تقریب میں ثانی حضرتؒ سے لے کر رابع حضرتؒ کے ابتدائی دور تک آپ باقاعدگی سے تقریر فرماتے رہے۔ آپ کا انداز زندگی زاہدانہ اور گفتگو حکیمانہ تھی۔ پورا وجود نقشبندیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ کبھی کسی کی دلآزاری نہیں کی۔ عمدہ شعری ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے پنجابی اشعار شوخی، برجستگی اور موزونئی الفاظ کے عمدہ نمونے ہیں۔ ثالث حضرت کی وفات پر آپ کی سی حرفی دردوالم، ہجر و فراق اور بے ثباتی دنیا کے جذبات وافکار کا خزینہ ہے۔

ثالث حضرت للّٰہیؒ کی وفات پر حضرت مائی صاحبہ کی ہدایت پر آپ لِلّہ شریف میں قیام پذیر ہو گئے اور جب تک رابع حضرتؒ سن شعور کو نہ پہنچے، آپ نے لنگر کے انتظام، مہمانوں کی دیکھ بھال اور بزرگوں کے معمولات میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ آخر ۲۹ شعبان ۱۳۳۷ھ (۳۰ مئی ۱۹۱۹ء) کو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ نے اپنے بعد دو بیٹے چھوڑے۔ بڑے فرزند حضرت حافظ دین محمد صاحب (پیدائش ۱۲۹۲ھ) نے کھوکھر زیریں (ضلع چکوال) میں قرآن پاک حفظ کیا اور پھر علوم ظاہری کی تعلیم کے لئے مولانا جمال اللہ صاحب کے ہاں موضع گھوٹہ ضلع ملتان تشریف لے گئے مگر والدہ ماجدہ کی وفات کی وجہ سے گھر واپس آنا پڑا اور تکمیل علم نہ کر سکے۔ بیعت، ثانی حضرت للّٰہی سے کی اور تکمیل سلوک مجددیہ والد گرامی سے کی۔ آپ کی نیکی، تقویٰ، شوق مراقبہ اور امر معروف و نہی منکر میں شدت ضرب المثل تھی۔ اجل حافظ تھے۔ بعض اوقات ایک دن میں کام کاج کے دوران ہی ختم کر لیتے تھے۔ فن تجوید کا بے حد شوق تھا۔ سرہند شریف کے عرس پر لکھنوی قُراء سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں حج سے مشرف ہوئے۔ ۲۳ ذی قعد ۱۳۶۵ھ (۱۹ اکتوبر ۱۹۴۶ء) کو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند جناب حافظ جمال الدین صاحب جانشین ہوئے اور کم و بیش نصف صدی تک دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے ۱۰ شعبان ۱۴۱۸ھ (۱۱ دسمبر ۱۹۹۷ء) میں وفات پائی۔ آپ کے چار

www.maktabah.org

بیٹے ہیں۔ مولانا قاری عبید اللہ احرار صاحب (پیدائش ۱۹۳۲ء خطیب مسجد عید گاہ چکوال) جناب حافظ عنایت احمد صاحب (پیدائش ۱۹۳۵ء ریٹائرڈ پروفیسر فارسٹ یونیورسٹی پشاور) جناب مولانا کفائت احمد صاحب (عربی ٹیچر) اور جناب شجاع الرحمٰن صاحب (خطیب)

حضرت مفتی امام الدینؒ کے دوسرے فرزند حضرت مفتی عطا محمدؒ (پیدائش ۱۳۰۱ھ) نے حفظ قرآن پاک کے بعد ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ مزید تعلیم کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ کئی جگہ چند دن ٹھہرے مگر ذہن کی براقی کا یہ عالم تھا کہ کہیں تشفی نہ ہوئی۔ آخر کار موضع گھوٹہ ضلع ملتان میں مولانا جمال اللہ صاحب کے پاس تین سال تک مقیم رہے۔ ابھی تشنگی باقی تھی چنانچہ دہلی اور پھر سہارن پور جا پہنچے مگر یہاں بھی رک نہ سکے۔ بعد ازاں رام پور (یوپی۔ بھارت) پہنچے جہاں مولانا فضل حق صاحب جیسے شہرہ آفاق علامہ موجود تھے اور مدرسہ کی بالخصوص معقولات کی تعلیم میں خاص شہرت تھی۔ آپ نے سات سال یہاں گزارے۔ واپس آ کر والد گرامی سے سلوک مجددیہ کی تکمیل کی اور پھر سارا وقت تعلیم و تدریس اور تقاریر میں بسر ہونے لگا۔ آپ کی تقریر مثنوی مولانا روم کے اشعار سے مزین ہوتی تھی۔ خود تقریر کا انداز بھی مثنوی جیسا تھا یعنی بات سے بات پیدا ہوتی اور موضوع کا تسلسل بھی قائم رہتا۔ نہایت خوش الحان اور شیریں کلام تھے۔ آواز لاؤڈ سپیکر کے بغیر دور دور تک پہنچتی تھی۔ والد ماجد کی روایت کے مطابق للہ شریف میں شب معراج شریف میں ساری ساری رات پر تاثر خطاب فرماتے۔ رابع حضرتؒ کی وفات کے بعد موجودہ سجادہ نشین حضرت محمد مطلوب الرسول صاحب کی تعلیم ظاہری و باطنی کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۰ رجب ۱۳۷۶ھ (۱۱ فروری ۱۹۵۷ء) کو ۷۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے حکیم حافظ عبدالرزاق عبرت ہاشمی (متوفی ۱۹۸۰ء) ایک ذہین، طباع مگر آزاد منش انسان تھے۔ دوسرے بیٹے حضرت حافظ عبدالقدوس ہاشمی (پیدائش ۱۹۲۴ء) آپ کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے دینی علوم کی تکمیل مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں کی اور فن تجوید مشہور قاری عبدالمالک سے سیکھا۔ راقم الحروف کی درخواست پر گورنمنٹ کالج سرگودھا کی مسجد میں خطابت کی

www.maktabah.org

ذمہ داری سنبھالی اور تا عمر یہیں مقیم رہے۔ نرم مزاجی، شیریں کلامی، تحمل و برداشت، محفل آرائی اور خوش الحانی میں اپنی مثال آپ تھے۔ عقیدت مندوں کا حلقہ گرد جمع رہتا تھا۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ (۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء) کو وفات پائی۔ آپ کے دو بیٹے ہیں۔ بڑے فرزند جناب ناصر جمیل صاحب (پیدائش ۱۹۶۳ء) اسلام آباد میں درآمد و برآمد کا کاروبار کرتے ہیں۔ چھوٹے فرزند جناب باسط شکیل صاحب (پیدائش ۱۹۶۵ء) کاروبار کے سلسلہ میں ہالینڈ میں مقیم ہیں۔ دونوں بھائیوں نے رتہ شریف میں عرس وغیرہ کی روایات کا احیاء کیا ہے اور بزرگوں کا شاندار روضہ تعمیر کیا ہے۔

حضرت پیر غلام شاہ بھیروی ؒ آپ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی اولاد سے تھے۔ علوم ظاہری کی تحصیل اعلیٰ حضرت للہیؒ سے کی۔ کم و بیش بیس سال حضرت کی صحبت میں رہے اور مراقبہ کمالات نبوت تک پہنچ کر اجازت مطلقہ پر فائز ہوئے۔ "نہایت صاحبِ استقامت وورع و تقویٰ انسان تھے۔ خطوط نویسی و فتویٰ نویسی آپ کے سپرد تھی۔ بعد میں پنڈ دادنخان میں علم دین کی تدریس اور اشاعت طریقت کا کام جاری رکھا۔

آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت پیر حیات شاہ صاحبؒ جانشین ہوئے۔ انہوں نے سلوک مجددیہ کی تکمیل حضرت غلام حسن ڈھڈیانویؒ سے کی۔ ان کے بیٹے حضرت پیر سید محمد شاہؒ (۱۹۱۸ء تا ۱۹۸۰ء) تھے جنہوں نے حضرت محمد عمر بیربلویؒ سے فیض حاصل کیا اور انہی کی ہدایت پر ۱۹۵۵ء میں مسجد پولیس لائن سرگودھا کی خطابت سنبھالی۔ نہایت خوش وضع اور خوش شکل انسان تھے۔ وضعداری کا یہ عالم تھا کہ ہر عید الفطر پر گورنمنٹ کالج سرگودھا کے بنگلہ نمبر ۷ میں راقم الحروف کے پاس تشریف لاتے۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت پیر ضیا محمد شاہ صاحب نے حضرت پیر غلام شاہؒ کے نام اعلیٰ حضرتؒ، ثانی حضرتؒ اور ثالث حضرتؒ کے کم و بیش پچاس مکتوبات اور بعض دیگر کتب راقم الحروف کو عنایت کیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ ان کے دوسرے بیٹے حضرت پیر رضا محمد شاہ صاحب آج کل پولیس لائن سرگودھا کی مسجد میں خطیب ہیں اور خاندانی روایات کے علم بردار ہیں۔ (مئی ۲۰۰۰ء میں وفات پائی ہے)

www.maktabah.org

حضرت مولانا امام دین کھوتکویؒ آپ حضرت میاں محمد صاحب (متوفیٰ

۱۳۰۲ھ۔ جو خود بھی اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے خلیفہ تھے) کے فرزند تھے۔ علاقہ سون ضلع خوشاب کے گاؤں کھوتکہ سے تعلق تھا۔ ۵ محرم الحرام ۱۲۶۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۵ھ میں میاں غلام محمد صاحب (موضع میال خلیفہ حضرت شیخ عبداللہ کوہاٹی ثانی) کے ہاتھ پر بیعت کی اور کئی سال ان سے توجہ لیتے رہے۔ آخر ۵ شعبان ۱۲۸۲ھ میں لِلہ شریف میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: ''صرف آپ کو دیکھ اور جمعہ کے دن کتاب شرح صدور سے وعظ سن کر انشراح صدر ہوا۔ قلب میں رقت پیدا ہوئی اور لطائف جاری ہو گئے۔'' اس بار دو ماہ لِلہ شریف میں گزارے۔ اس کے بعد سال میں دو ماہ حضرت کی خدمت میں آتے رہے۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت نے مراقبہ کمالات نبوت عطا فرما کر آپ کو اجازت مطلقہ عطا فرمائی۔

آپ نے حضرت کے حالات و ملفوظات پر ایک کتاب مقامات طیبین فارسی زبان میں تحریر کی۔ اس کے آخر میں اپنے بارے میں اور سلوک کے مقامات طے کرنے کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ حضرت سید احمد سعید ہمدانی مدظلہ العالی (ریٹائرڈ پرنسپل۔ ساکن نوشہرہ ضلع خوشاب) نے اردو زبان میں کیا ہے جو ''تذکرہ اعلیٰ حضرت للّٰہی'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

حضرت حافظ فضل محمدؒ (لِلہ شریف)

آپ لِلہ ہندوانہ کے زمینداروں کی چاہڑ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت سے بے پناہ محبت تھی (حضرت حافظ صاحب کی محبت کا ایک واقعہ حضرت للّٰہی کے اقوال زریں میں ذیلی عنوان ''مرشد کی اطاعت'' میں دیا جا چکا ہے)۔ تمام سلوک مجددیہ حضرت سے حاصل کیا۔ کشف میں کمال حاصل تھا۔ کشف مقامات و قبور و ارواح اور کشف آئندہ و گذشتہ بالکل صحیح ہوتا تھا۔ جب حضرت پر گجرات میں مقدمہ تھا تو آپ نے جناب حافظ صاحب سے کہا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ سے عرض کریں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی دے چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے جواب لے کر جو کچھ بتایا وہ حرف بہ حرف صحیح تھا (مقدمہ کا حال پہلے گذر چکا ہے۔)

۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ کو وفات پائی۔ لِلہ شریف میں مشہور ہے کہ جب

www.maktabah.org

حضرت آپ کے جنازہ پر گئے تو آپ ہَنس پڑے۔ اس پر حضرت نے فوراً روکا اور فرمایا بس بس۔ حضرت نے آپ کی قبر پختہ بنوا دی تھی اور ہر جمعہ بعد نماز عصر آپ کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کے ایک بیٹے حافظ عطا محمد صاحب قرآن پاک کی تدریس میں مشغول رہتے تھے اور بیٹی رسول بی بی صاحبہ کو حضرت کی طرف سے مستورات کو توجہ دینے کی اجازت تھی۔

موجودہ دور میں آپ کے خاندان میں مولوی محمد معصوم صاحب مرحوم (ریٹائرڈ عربی ٹیچر)، محمد عابد صاحب مرحوم (ریٹائرڈ ٹیچر)، ان کے بیٹے قاضی محمد سعید صاحب (ڈپٹی ڈی ای او)، دوسری شاخ سے حافظ فضل حسین صاحب مرحوم (ریٹائرڈ ٹیچر)، ان کے دو بیٹے قاضی محمد انور صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل) اور قاضی محمد سرور صاحب (ریٹائرڈ ڈی ای او) اور پوتے قاضی محمد فاروق صاحب (پروفیسر) نمایاں ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہؒ (چاوہ)

آپ کا تعلق چاوہ ضلع سرگودھا کے رانجھہ خاندان سے تھا اور حضرت کے تعلق داروں میں سے تھے۔ حضرت خواجہ قصوریؒ سے بیعت کی اور مقامات مجددیہ کی تکمیل حضرت للّٰہیؒ کی خدمت میں کی۔ ان کے بیٹوں میں مولانا غلام رسول چاویؒ اور مولانا محمد اسمٰعیلؒ نے علم و فضل میں بڑی شہرت پائی۔ بھیرہ میں حکیم نور الدین کے خلاف مناظرہ میں مولانا غلام رسول چاوی حضرت کے دست راست تھے۔ ان کی اولاد میں مولانا سراج الدینؒ نے خانقاہ کندیاں شریف سے اکتساب فیض کیا اور ان کے فرزند حکیم عبید اللہ صاحب بھی خانقاہ کندیاں سے روحانی طور پر منسلک رہے۔

حضرت میاں سلطانؒ (لِلّہ شریف)

آپ لِلّہ شریف کے درمیانی حصہ میں سکونت پذیر تھے اور تاعمر حضرت کی خدمت میں رہے اور بعد میں ثانی حضرتؒ کی خدمت بھی اسی محبت سے کرتے رہے۔ حضرت کی طرف سے خلافت عطا ہوئی تھی اور آپ کے حکم پر حضرت کی مسجد میں مبتدی طالبان کے لئے حلقہ توجہ کرتے تھے جس میں بڑی تاثیر ہوتی۔ ۱۰ ذوالحج ۱۳۰۸ھ میں وفات پائی۔

www.maktabah.org

حافظ پیر محمد صاحب (للہؔ شریف)

آپ للہؔ بھروانہ میں حضرت کے پڑوسیوں میں سے تھے۔ صاحب مجاز تھے۔ قرآن پاک نہایت ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ آج کل آپ کے پوتے مولانا شاہ محمد صاحب کھیوڑہ میں خطیب ہیں۔

میاں فتح محمد صاحبؒ (للہؔ شریف)

آپ للہؔ بھروانہ کے ساکن، حضرت کے اہم مخلصین میں سے تھے۔ تاعمر اعلیٰ حضرتؒ اور ثانی حضرتؒ کی خدمت میں رہے۔ بڑے کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔ تعمیر مکانات و مسجد کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضرت کے خاندان سے محبت کا تعلق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کے خاندان کے بچوں سے رضاعی تعلقات بھی رکھتے تھے۔ ان کی اولاد میں سے حافظ غلام علی صاحب مرحوم کو رابع ثانی حضرتؒ سے خصوصی تعلق خاطر تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد جناب عبدالخالق فاروقی اس وقت گورنمنٹ کالج پنڈ دادنخان میں پروفیسر ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب (چنن وال)

آپ حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ سے بیعت تھے اور پھر ان کے حکم پر حضرت للہیؒ کے پاس آئے۔ اور تمام سلوک مجددیہ طے کر کے خلافت پائی۔ دوسروں کے روحانی مقامات کی شناخت میں صحیح ادراک رکھتے تھے۔ ان کے اپنے حلقہ میں نسبت کی خوب اشاعت ہوئی۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب (سیتھل)

آپ کا تعلق موضع سیتھل ضلع منڈی بہاء الدین سے تھا۔ حضرت سے علوم ظاہری کی بھی تکمیل کی اور سلوک مجددیہ تاآخر مقامات حاصل کیا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ آپ کے خواب میں آئے اور فرمایا کہ تم میرے خلیفہ ہو۔ آپ کی وجہ سے بہت سے لوگ حضرت کے مرید ہوئے اور باطنی فیض پایا۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب (شہیدانوالی)

آپ کا وطن مالوف شہیداں والی ضلع منڈی بہاء الدین میں واقع ہے۔ شروع میں حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ کی خدمت میں رہے تھے۔ بعد میں ان کے

www.maktabah.org

حکم سے حضرت للّٰہیؒ کے پاس آئے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت پائی۔ آپ نے لِلہّ شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ کتب خانہ کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ تھی۔ آپ خوش نویس تھے اور جلد بندی کا فن بھی جانتے تھے۔۔ خانوادہ للّٰہی کے بزرگوں کے مکتوبات اور دیگر کتب جو آپ کی خطاطی کا نمونہ ہیں، آج بھی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ پہلے صفحہ پر مطلا حواشی بھی تیار کرتے تھے۔

میاں لقمان صاحب (سدوال)

آپ موضع سدوال ضلع چکوال کے رہنے والے تھے۔ حضرت کے مجاز خلفاء میں سے تھے۔ گجرات کے سفر سے واپسی پر حضرت نے خود انہیں یہ کہہ کر اجازت دی کہ تمہارا سفر اس جگہ ختم ہوتا ہے۔ اب فوراً گھر پہنچو۔ چنانچہ گھر پہنچتے ہی بیمار ہوئے اور عین جوانی میں ۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے تین بیٹے تھے۔ ان میں سے فضل محمد صاحب کے بیٹے جناب فیض محمد دل صاحب گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ فارسی اور اردو کے اچھے شاعر تھے۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر فرجام صاحب پاکستانی فوج میں میجر ہیں۔

میاں حافظ شہباز صاحبؒ

آپ بھی موضع سدوال ضلع چکوال کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے فقیہہ تھے۔ حضرت سے تمام سلوک مجددیہ طے کیا اور خلافت پائی۔ آپ حضرت سے قرآن پاک سنتے تھے اور قصور شریف، سرہند شریف اور دہلی کے سفروں میں حضرت کے ہم رکاب رہتے تھے۔ ۱۳ محرم ۱۲۹۷ھ کو تپ اور دمہ کی بیماری میں وفات پائی۔ آپ کی زوجہ بھاگ بھری صاحبہ بھی مجاز تھیں اور عورتوں میں توجہ دیتی تھیں۔ انہوں نے ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔

مولانا حافظ محمد دین صاحبؒ (بیرہ)

آپ کا تعلق موضع ٹھٹہ بیرہ علاقہ مڈھ رانجھہ ضلع سرگودھا سے تھا۔ آپ نے علم ظاہری و باطنی حضرت سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ حفظ قرآن میں ثانی حضرت دوست محمدؒ کے استاد تھے۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو انتقال فرمایا۔ ثالث حضرت عبدالرسولؒ کی شادی اس خاندان میں ہوئی۔ رابع حضرتؒ اور رابع ثانی حضرتؒ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آج کل جناب محمد اسلم صاحب نمبردار اس خاندان کے

www.maktabah.org

سربراہ ہیں۔ اور دیگر سرکردہ افراد میں میاں نیک محمد صاحب، جناب عبدالعلی صاحب (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) جناب فرمان علی صاحب اور جناب غلام نبی صاحب (ہیڈ ماسٹر) شامل ہیں۔

حافظ کرم دین صاحب بخاریؒ آپ تجارت پیشہ تھے۔ سلوک مجددیہ پورے ذوق و شوق کے ساتھ حضرت کی خدمت میں مکمل کیا۔ بخارا کے علاقہ میں آپ کی وجہ سے اعلیٰ حضرتؒ کا فیض پہنچا اور اس کی خوب اشاعت ہوئی۔

مولانا احمد دین صاحب (نین) آپ موضع نین ضلع منڈی بہاء الدین کے رہنے والے تھے۔ علم ظاہری مولانا محمد ابراہیم صاحب سیتھلانوالہ سے حاصل کیا۔ پھر حضرت کے پاس رہ کر مقامات مجددیہ پر عبور حاصل کیا اور اجازت و خلافت لی۔ بعد میں ثانی حضرت کی خدمت میں بھی باقاعدگی سے آتے رہے۔

حافظ رکن الدین صاحب (چکوڑہ) آپ کا تعلق موضع چکوڑہ ضلع چکوال سے تھا۔ بچپن میں ہی حضرت کی خدمت میں آ گئے تھے۔ حفظ قرآن، علم ظاہری اور علم باطنی کی مکمل تحصیل حضرت کے پاس رہ کر کی۔ حضرت کو وضو کرانے کی خدمت آپ کے ذمہ تھی اور آپ نے اس خدمت کا حق ادا کر دیا۔ رات کو حضرت کے سونے کے بعد سوتے اور صبح حضرت کے بیدار ہونے سے پہلے اٹھ کر حوائج ضروریہ اور تہجد سے فارغ ہو کر خود کو مستعد رکھتے۔ دوپہر کو بھی حضرت کے قیلولہ سے بیدار ہونے سے پہلے تیار ہوتے۔ رمضان المبارک میں حضرت کے ساتھ قرآن شریف کا دور بھی آپ ہی کرتے اور سال کے دوسرے مہینوں میں حضرت کی منزل قرآن پاک سنتے۔

میاں بھولا صاحب (سویہ) بیعت سے پہلے موضع سویہ ضلع منڈی بہاء الدین میں کاشتکاری کرتے تھے۔ بیعت کرنے کے بعد سب کچھ چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں مستقل سکونت اختیار کی اور سلوک مجددیہ حاصل کیا۔ حضرت کے نقد و جنس کا حساب آپ کی تحویل میں رہتا تھا۔ لنگر کی تقسیم بھی آپ کے سپرد تھی۔ کپڑے دھونے کی خدمت بھی اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔

www.maktabah.org

ثانی حضرت کے زمانہ میں بھی یہ خدمات آپ ہی انجام دیتے رہے۔

مولانا نور محمد صاحب (نلی) آپ موضع نلی ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے اور حضرت کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ علوم منقول و معقول پر حاوی تھے اور حضرت سے اجازت مطلقہ پائی تھی۔ اخلاق کریمانہ کے مالک اور عابد و متقی تھے۔ وہابیوں کے رد میں ایک رسالہ تصحیح السلام فی زینۃ الاسلام تالیف کیا۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ کو وفات پائی۔ آپ کے فرزند حافظ مولوی عطا محمد صاحب نے حضرت غلام مرتضٰی بیر بلویؒ سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے بیٹے قاضی محمد رضا صاحب ہیں جو بیر بل شریف سے تعلق نسبت رکھتے ہیں اور ان کے اہتمام سے حضرت بیر بلویؒ کی سوانح حیات انوار مرتضوی شائع ہوئی۔

قاضی غلام رسول صاحب (کٹھہ) آپ کو عام طور پر قاضی صاحب کٹھہ والے (ضلع خوشاب) کہا جاتا تھا۔ آپ بھی حضرت کے مخلص خلفاء میں سے تھے اور بعد میں ثانی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

حافظ مولوی شمس الدین صاحب (دھوری) آپ دھوری ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے اور قوم کے بھاگٹ تھے۔ عام طور پر حافظ صاحب دھوری والہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ حضرت کے عاشق شاگردوں اور مخلص مریدوں میں سے تھے۔ حضرت آپ کی تعریف میں اکثر ملفوظات فرمایا کرتے تھے۔ ۳ صفر ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی۔

مولانا امام الدین صاحب (جموں) آپ جموں (کشمیر) کے باشندہ تھے۔ اول تا آخر تمام علوم حضرت سے حاصل کئے اور پھر سلوک مجددیہ بھی تا انتہا حضرت کی خدمت میں طے کیا۔ نہایت متقی اور امر معروف میں بے باک تھے۔ حضرت کے اس قدر شیدائی تھے کہ ایک مرتبہ اپنا سارا زیور آپ کی نذر کر دیا۔ حضرت نے اسے قبول کر کے انہیں واپس کر دیا اور اس خلوص پر بہت خوش ہوئے۔

www.maktabah.org

حضرت مولانا محمد یارؒ (لکیوال) موضع لکیوال علاقہ پھالیہ سے تعلق تھا اور

حضرت کے نامور خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ توجہ میں بڑی تاثیر تھی۔ خوش نویس تھے اور حضرت کے لئے بہت سی کتابیں نقل کیں۔ آخر ۱۳۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے ایک فرزند مولوی محبوب عالم بے نظیر شاعر تھے۔ انہوں نے حضرت غلام مرتضٰی بیر بلویؒ سے اکتساب فیض کیا اور بہت سے قصائد لکھے جن میں من و سلوا اور نور الابصار شامل ہیں۔ ان کی وفات ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹوں میں مولوی محمد عالم صاحب تھے۔

حضرت مولانا شیخ احمدؒ (دھریکاں)

موضع دھریکاں ضلع منڈی بہاء الدین کے سپرا خاندان سے تعلق تھا۔ علم و فضل میں کمال حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرتؒ اور ثانی حضرتؒ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ حضرت کی تصنیف رسالہ قول القوی کی تحقیق اور اس کی طباعت میں سرگرم حصہ لیا۔ آپ کے خاندان کے موجودہ افراد میں جناب ریاض سپرا (اعلیٰ پولیس افسر)، جناب محمود سپرا (فلمی دنیا میں شہرت یافتہ) اور جناب جسٹس سجاد سپرا نمایاں ہیں۔

دیگر خلفاء

اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی ذات بابرکات سے نسبت مجددیہ کی اشاعت اس قدر ہوئی کہ اس کا پوری طرح احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ آپ کے دیگر خلفاء میں جنہوں نے سلوک کی باقاعدہ تکمیل کے بعد اپنے حلقوں میں شہرت پائی، ان میں میاں عبداللہ صاحب پھلی والا، مولانا نور محمد صاحب سکنہ اوڈھروال (حضرت کے استاد کی اولاد)، حافظ نور احمد صاحب نور خانوی (ان کی اولاد میں اس وقت جناب زین العابدین صاحب سربراہ خاندان ہیں)، حافظ محمد دین صاحب للہ شریف، مولانا محمد دین صاحب چنیوٹی، میاں بدر الدین صاحب چک جانو والے، میاں محمد بخش صاحب سکنہ کوڑہ نزد پنڈ داد نخان، حافظ صاحب جلیانوالہ، میاں نور محمد صاحب رتوی، میاں فتح نور صاحب سکنہ سدوال، میاں جمال دین صاحب سکنہ جھنڈیوال، جناب اللہ داد خان صاحب سکنہ سیتھل، میاں احمد دین صاحب سکنہ چیلیاں، میاں قاضی کرم دین صاحب سکنہ پنڈ داد نخان (م۔۱۲۹۶ھ)، حافظ کرم دین صاحب سکنہ پنڈ داد نخان (م۔۱۲۸۷ھ)، میاں چراغ دین صاحب سکنہ پنڈ داد نخان (م۔ ۱۳۱۴ھ)، مولانا اللہ جوایا صاحب قصوری، مولوی اللہ دین صاحب سکنہ ونیکے علاقہ

www.maktabah.org

حافظ آباد، خان رجب علی خان صاحب (پیدائش موضع بسی۔ بھارت۔ پھر گجرات میں رہائش پذیر ہو گئے)، میاں وارث صاحب سکنہ جندران تحصیل پنڈ داد نخان، میاں راجہ صاحب، میاں برکت اللہ خان صاحب، مولوی غلام حیدر صاحب سکنہ ریکہ علاقہ چناب، میاں غلام حیدر صاحب سکنہ اوچھالہ علاقہ سون، میاں غلام محمد صاحب سکنہ نلی ضلع خوشاب، مولوی قاسم دین صاحب سکنہ منوال، میاں فتح دین صاحب سکنہ چرنڈ ضلع منڈی بہاء الدین، حافظ خدا بخش صاحب سکنہ لِلہّ ہندوانہ (ان کے پس ماندگان کا ذکر حضرت رابع ثانی کے باب میں آئے گا)، میاں احمد دین صاحب سکنہ مہلہ، حضرت سید نواب شاہ صاحب سکنہ ڈھریالہ، حضرت سید مدت شاہ صاحب سکنہ ڈلمیال، جناب جلال شاہ صاحب سکنہ سید اڈنڈ کا (م۔ ۱۳۰۷ھ)، حافظ محمد اعظم صاحب سکنہ کھوکھر زیریں (ضلع چکوال)، سید محمد شاہ صاحب سکنہ سید ہلی (آپ نے رسالہ نوری چھپوایا)، حافظ عبداللہ صاحب سکنہ پھاگو وال، میاں محمد دین صاحب عرف بابا امام سکنہ چکوڑہ، میاں قطب دین صاحب سکنہ احمد آباد نزد بھیرہ (م۔ ۱۳۰۸ھ)، میاں امام بخش صاحب سکنہ بیر بل شریف، میاں فضل دین صاحب عرف منشی صاحب سکنہ اجڑ (م۔ ۱۲۹۸ھ)، میاں حافظ شمس الدین صاحب سکنہ لِلہّ ہندوانہ (م۔ ۱۳۱۷ھ)، میاں شیر محمد صاحب سکنہ دیئوال ضلع خوشاب (م۔ ۱۲۹۷ھ)، میاں غلام محمد صاحب سکنہ چولی کرسال ضلع چکوال، میاں غلام محمد صاحب سکنہ ٹھٹھی (گھوڑے کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت کے پاؤں دباتے۔ م ۱۳۰۰ھ۔ مدفن لِلہّ شریف)، میاں محمد زمان صاحب سکنہ مرولہ، حافظ مخدوم صاحب سکنہ مونگ رسول، میاں شیر باز صاحب سکنہ بوچھال ضلع چکوال، میاں نور مصطفیٰ صاحب سکنہ ملتان نزد ٹمن قابل ذکر ہیں اور تذکروں میں ان کے نام اور کوائف ملتے ہیں۔

ماخذ کتب

مقامات طیبین — مولانا امام دین کھوتکوی

حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ — حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ

ملفوظات حضرت غلام نبی للہی — حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ

www.maktabah.org

مقامات امام ربانی	حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ
انوار حضرت للہی	صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للہی
تحریک پاکستان	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
انوار مرتضوی	حکیم عبدالرسول بکھروی
مکتوبات	اعلیٰ حضرت غلام نبی للہی

www.maktabah.org

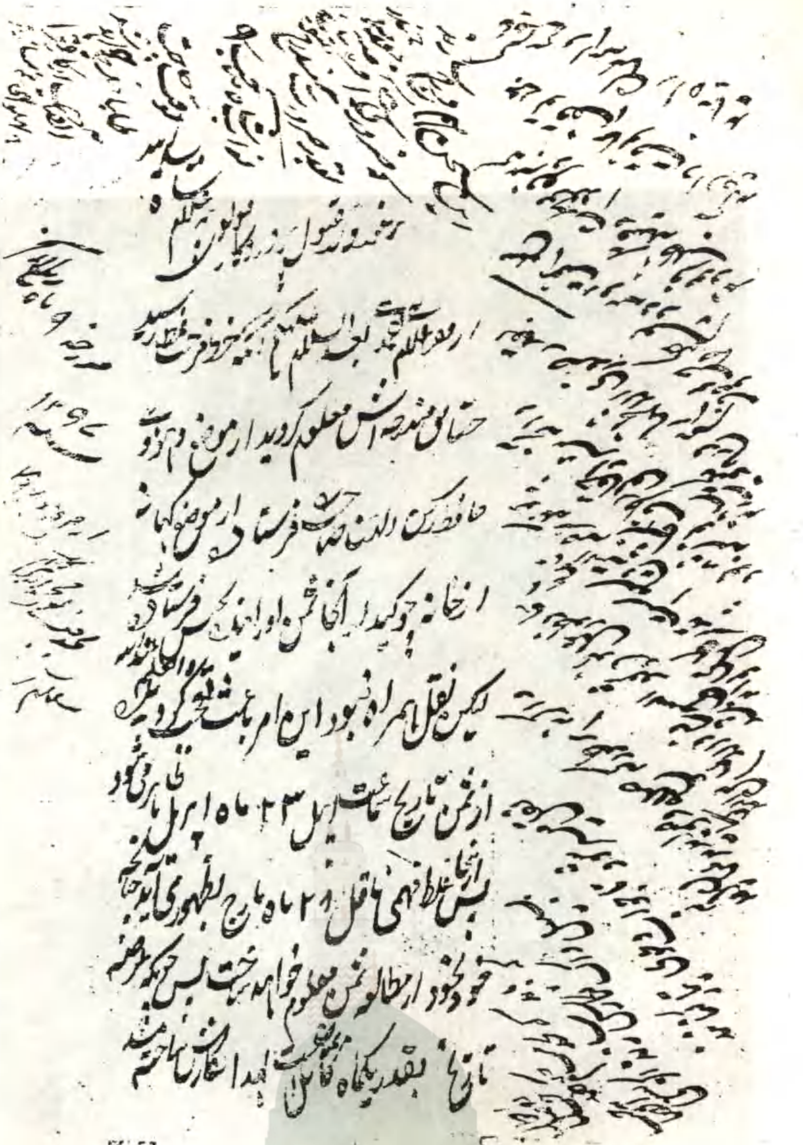

عکس مکتوب خود نوشت اعلیٰ حضرت غلام نبی للّٰہیؒ بنام پیر غلام شاہ بھیرویؒ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۱۸ھ

www.maktabah.org

مزار مبارک اعلیٰ حضرت قبلہ و جانشینانِ گرامی

www.maktabah.org

ثانی حضرت حافظ دوست محمد للٰہی رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۶۶ تا ۱۳۱۷ھ / ۱۸۵۰ تا ۱۹۰۰ء

پیدائش آپ کی ولادت للہؔ شریف میں ۱۸ جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ (۲۱ بیساکھ ۱۹۰۷ب۔ ۳ مئی ۱۸۵۰ء) کو ہوئی۔ اس موقعہ پر اعلیٰ حضرت للٰہیؒ نے اپنے بیاض میں لکھا۔

"ایں دو تاریخ تولد برخوردار سعادت آثار میاں دوست محمد در عین بے قراری و ضعف تپ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ بطریق الہام بر دل انداختہ۔ او سبحانہ جل شانہ اور ابمعنی این ہر دو تاریخ رسانادبالنون والصاد"

(ترجمہ: بخار کی بے قراری اور کمزوری میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے برخوردار سعادت آثار میاں دوست محمد کے تولد کی دو تاریخیں بطریق الہام میرے دل میں ڈالیں۔ وہ ذات سبحانہ، جل شانہ، نون اور صاد کے طفیل ان دونوں تاریخوں کے مفہوم سے انہیں نوازے)

اس کے بعد وہ تاریخیں لکھی ہیں جو یہ ہیں:

۱) دوست محمد خان مجاہد (۱۲۶۶)

۲) فیض رساں کل احاد (۱۲۶۶)

تعلیم و تربیت ابھی آپ شیر خوار ہی تھے کہ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ دائم الحضوری نے ایک خط میں بشارتاً تحریر کیا کہ "مولوی حافظ دوست محمد کو دعا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ مولوی بھی ہوئے اور

www.maktabah.org

حافظ بھی۔ اسی طرح حضرت خواجہ قصوریؒ اپنے اکثر مکتوبات میں آپ کے لئے دعائیہ کلمات تحریر فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے نام ایک خط میں لکھا:

"برخوردار شماراد عاو دیدہ بوسی ہاباد۔ طویل العمر و جلیل القدر عند اللہ و عند الناس گردد آمین یارب العالمین"

(ترجمہ: آپ کے برخوردار کو دعااور چشم بوسی ہو۔ خدا کرے کہ طویل العمر اور اللہ اور لوگوں کے ہاں جلیل القدر ہو۔ آمین یارب العالمین)

۱۲۸۰ میں حافظ محمد دین بیرہ (ساکن ٹھٹھہ بیرہ علاقہ مڈھ رانجھہ) سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اس موقعہ پر حضرت مولوی اللہ جوایا صاحب نے ایک طویل قصیدہ لکھا۔ اس کے آخری دو شعر جن کے ایک مصرع میں حفظ کا سال تاریخ بھی ہے، یہ تھے:

نوائے ایں نوید روح پرور سنین ختم گفت از فکر خالی
۱۲۸۰
رسیدہ چوں بہ طالب روئ مضطر زہے حافظ کلام اللہ عالی

علوم ظاہری کا زیادہ حصہ حضرت مولوی اللہ جوایا صاحب سے مکمل کیا۔ مروجہ علوم منقول و معقول کے علاوہ ان میں علم طب بھی شامل تھا۔ علم تفسیر و حدیث و تصوف کی کچھ کتابیں اپنے والد گرامی اعلیٰ حضرت للّٰہی سے پڑھیں۔ مولانا اللہ جوایا صاحب کے بارے میں حضرت محمد حسن خان صاحب مقامات امام ربانی میں لکھتے ہیں:

"علوم ظاہری میں اگر ان کو بحر ہمہام و قمقام کہا جاوے تو بے جا نہیں۔ درس و تدریس میں ایسی قوت قویہ رکھتے ہیں کہ ان کے شاگرد دوسرے استاد کو گو وہ بجائے خود کیسا ہی علامہ کیوں نہ ہو، پسند نہیں کرتے اور اس خوبی و فصاحت سے مغلقات کتاب بیان کرتے ہیں کہ طالب کے ذہن میں کنقش الحجر ہو جاتا ہے۔"

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلوک مجددیہ کے لئے اپنے والد گرامی سے متوجہ ہوئے اور تین سال کے عرصہ میں تمام سلوک پر عبور حاصل کر لیا۔ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ آپ کے حالات باطنی معلوم کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہ استعداد میرے کسی اور مرید میں نہیں۔ ایک روز یہ فرمایا کہ "فقیر متردد تھا کہ دیکھئے نسبت خاصہ فقیر

www.maktabah.org

کس کی جانب منتقل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ امانت فرزندی دوست محمد کو نصیب ہو گی۔"

اسی طرح جب حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب کا انتقال ہوا (اور اس سے پہلے بھی دو صاحبزادے چھوٹی عمر میں فوت ہو چکے تھے) تو اعلیٰ حضرتؒ مسکرائے اور فرمایا" مجھے قوی امید ہے کہ ہمارا کوئی شخص تو زراعت میں بیج کے لئے باقی رہ جائے گا۔" حضرت کی پیش گوئی اور نیک خواہشات پوری ہوئیں اور حضرت کے بعد ثانی حضرت دوست محمدؒ نے تسلیک مقامات مجددی کا سلسلہ اس خیر و خوبی سے جاری رکھا کہ زراعت طریقت میں فیض کی تخم ریزی سے نسبت کے پھول کھلتے رہے۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے دستار خلافت مطلقہ سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایما پر عطا ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد حسن خانؒ ملفوظات حضرت غلام نبی للّٰہی میں ۱۵ رجب ۱۳۰۰ھ کی تاریخ کے اندراج میں لکھتے ہیں :

> "(حضرت للّٰہی) حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کی مسجد میں تشریف لائے...... آپ نے دستار مبارک کو نصف نصف کیا (ایک حصہ محمد حسن خان صاحب کو بندھوایا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے)...... اور نصف باقی حضرت صاحبزادہ صاحب کے سر پر بندھوائی۔ بعد اس کے توجہ بہ دین درست و یقین درست و دست شکستہ و پاشکستہ کی فرمائی و پیروی سنت و اطاعت شریعت کا حکم فرمایا اور پھر دعائے خیر فرمائی۔"

اپنے والد گرامی کے ساتھ آپ کا تعلق عام اولاد کی طرح محض رسمی نہ تھا بلکہ حضرت کی خدمت میں ہمیشہ دست بستہ رہتے تھے اور حضرت کے لطیف اشاروں کو سمجھتے ہوئے ہر کام ان کی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔

شادی

رانجھہ خاندان میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی پرانی رشتہ داری تھی۔ اعلیٰ حضرتؒ کے والد گرامی اور خود حضرت کی شادی اسی خاندان میں ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت دوست محمدؒ کی شادی بھی ۱۲۹۰ھ میں موضع چاوہ ضلع سرگودھا کے رانجھہ

www.maktabah.org

خاندان میں ہوئی۔ یہ شادی کئی لحاظ سے بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ للّٰہی خاندان میں انہیں حضرت مائی صاحبہ چاوے والے (کلاں۔ اس لئے کہ راقم الحروف کی والدہ ماجدہ بھی چاوہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مائی صاحبہ چاوے والے خورد کہلاتی تھیں) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ثالث حضرت للّٰہیؒ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ عین شباب میں ۲۹ سال کی عمر میں ثالث حضرت وفات پا گئے جبکہ آپ کے بڑے صاحبزادہ صاحب کی عمر بھی صرف چھ سال تھی تو اس باہمت اور سلیقہ مند خاتون نے سخت پردے کے باوجود پوتوں کی تربیت، لنگر کے انتظام اور نجی مسائل کو سنبھالا۔ لنگر خود پکاتی تھیں اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ خلفاء، درویشوں اور مہمانوں کی خبر گیری میں ذرہ فرق نہ آنے دیا۔ للہ شہر کے بالکل قریب شمال کی جانب زرعی زمین کا وسیع ٹکڑا خریدا۔ اس میں مسجد تعمیر کرائی، ساتھ ہی ڈیرا تعمیر کرایا اور ایک کنواں کھدوایا۔ کنوئیں کا پانی کڑوا ہونے کی وجہ سے اس کی افادیت محدود تھی، بعد میں اس میں ایک گھوڑا گر پڑا۔ اس لئے اسے بھر دیا گیا۔ ڈیرا اب منہدم ہو چکا ہے البتہ مسجد باقی ہے اور شہر کی پھیلتی ہوئی آبادی پاس آجانے کی وجہ سے آباد ہے۔ شہر سے متصل بھی سکنی زمین کا ٹکڑا خریدا جہاں اس وقت سجادہ نشین صاحب، راقم الحروف اور بھائیوں کے مکانات ہیں۔

حضرت مائی صاحبہ کی دانشمندی اور ہمت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب شہر میں طاعون کی وبا پھیلی تو آپ نے سنت فاروقی (شام میں وبا پھیلنے پر حضرت فاروق اعظمؓ نے مسلم افواج کو پہاڑوں پر پھیلا دینے کا حکم دیا تھا) پر عمل کرتے ہوئے اپنے افراد خانہ اور لنگر کو اسی نو تعمیر کردہ ڈیرا میں عارضی طور پر منتقل کیا اور اللہ تعالیٰ نے وبا سے محفوظ رکھا۔

مسند ارشاد اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ نے وفات سے دو تین سال پہلے ہی سامان کے صندوق کی چابی اور تعویذات کے لئے قلم دوات آپ کی تحویل میں دے دی تھیں۔ یوں جزوی و کلی نیابت کی طرف اشارہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرتؒ کی وفات کے بعد آپ نے مسند ارشاد سنبھالی۔ آپ کے فیوض و برکات کے بارے میں عینی شاہد اور محقق حکیم عبدالرسول صاحب اپنی کتاب انوار مرتضوی میں لکھتے ہیں:

"جس نے خواجہ صاحب موصوف کی زیارت کی ہے وہ بخوبی جانتا

www.maktabah.org

ہے کہ آپ بہمہ وجوہ فنافی الشیخ تھے۔ تھوڑی مدت میں ہی آپ سے فیض باطن کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ حیرانی لاحق ہوتی تھی۔ تصرف اور ہمت آپ کی نہایت قوی تھی۔ حل مشکلات اور کشف مہمات آپ کی ادنیٰ توجہ اور التفات کے محتاج تھے۔ چہرہ مبارک سے نورانیت ٹپکتی تھی۔ حضور میں بیٹھنے والوں کی حالت دن بدن ترقی میں ہوتی تھی۔ رجوع خلائق اس قدر ہوا کہ خیال کیا جانے لگا کہ آپ تصرفات باطنی میں اعلیٰ حضرت سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ غرباء کے ساتھ آپ کی محبت قلبی تھی اور اغنیاء اور اہل دنیا سے نفرت طبعی۔ آپ کا اقبال اور روز افزوں ترقی دیکھ کر مخالفین بھی غرق دریائے تحیر ہوئے۔ خاکسار راقم الحروف بھی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ آپ میرے ساتھ نہایت انس فرماتے تھے۔ سبحان اللہ عجب بابرکت ذات تھی۔"

ثانی حضرت للٰہیؒ کے مزاج میں سکر و جذب کی کیفیت کا غلبہ تھا۔ محفل میں عام طور پر آنکھیں بند، حال مست اور انقطاع کی حالت رہتی تھی۔ کوئی دنیادار آجاتا تو دور ہی سے دیکھ کر منقبض ہو جاتے۔ کوئی دنیادار آنے کا ارادہ ظاہر کرتا مگر کسی وجہ سے نہ آسکتا تو بہت خوش ہوتے۔ بچپن سے مسکین اور غریب آدمیوں سے انس تھا اور انہیں اپنے پاس بٹھائے رکھتے تھے۔ اپنے احوال نسبت و باطن کو چھپاتے تھے۔ آپ کی حلیمی طبع اور شیریں کلامی کی تعریف میں منظوم پنجابی کتاب ذکر الصالحین کے مصنف منشی محمد عبدالغنی صاحب (جھیوراں والی) نے لکھا ؎

پکڑیا انہاں طریقہ سارا والد ماجد والا
ہر اک نال محبت رکھن کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ
بہت حلیمی تے خوش خلقی طبع انہاں وچ ڈٹھی
شیریں بہت کلام عجائب کھنڈوں مصریوں مٹھی

آپ کے مکتوبات دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ خود خط لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کے خود نوشت مکتوب بہت کم اور آپ کی طرف سے دوسروں

www.maktabah.org

کے تحریر کردہ زیادہ ہیں۔ اسی طرح تعویذات لکھنے کا کام بھی خلفاء کے سپرد کر رکھا تھا۔ اگر کوئی ارادت مند مصر ہوتا کہ آپ اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر دیں تو ڈاک میں موصول ہونے والے کارڈ کو ہاتھ سے کاٹ کر تعویذ کی طرح لپیٹ کر دیدیتے اور ارادت منداس کو بخوشی قبول کر لیتے اور انہیں فائدہ ہو جاتا۔ آپ کی زیادہ توجہ مراقبہ و استغراق پر تھی۔ تاہم علم ظاہری کی تعلیم کا فریضہ بھی ادا کرتے رہے۔

کمالاتِ روحانی

حضرت محمد حسن خان صاحب نے ثانی حضرت للّٰہیؒ کے بارے میں لکھا ہے:

"بعد انتقال حضرت مرشدنا علیہ الرحمتہ کے صاحبزادہ صاحب (ثانی حضرت) مسند آرائے ارشاد ہوئے اور طالبین کو تسلیک مقامات مجددیہ بخوبی کراتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب قدس سرہٗ کے مزاج میں استغنا کمال تھا مگر چونکہ راقم الحروف کے حال پر نہایت مہربان تھے، گاہ گاہ اپنا کوئی واقعہ براہِ عنایت بیان کرتے تھے۔ ایک روز فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ من جانب اللہ ایک کتاب میرے پاس آئی ہے۔ اس کے اوراق پر انواع انعامات الٰہی کا ذکر لکھا ہے کہ ہم نے تجھ کو یہ بھی بخشا ہے اور یہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ ایک روز دیکھا کہ جناب رسول خدا ﷺ بصورت طفل میری گود میں تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب میرے پیرہن میں آکر داخل ہو گئے ہیں۔ علیٰ ہٰذاالقیاس اور بہت سے واقعات ہیں کہ مجھ کو یاد نہیں۔"

معمولات

ثانی حضرت زیادہ تر اعلیٰ حضرت کے معمولات کے مطابق ہی عمل پیرا رہے۔ علی الصبح بیدار ہو کر مسواک کے ساتھ وضو فرماتے۔ اپنے والد گرامی کی عادت کے برعکس صبح کے غسل کا معمول نہ تھا۔ تہجد پڑھنے کے بعد فجر کی اذان ہوتی تو نماز کی خود امامت فرماتے۔ نماز کے بعد طویل حلقہ ہوتا۔ بعد ازاں نماز اشراق ادا فرماتے اور حزب البحر پڑھتے۔ پھر کچھ دیر حافظ خدا بخش صاحب ٹاٹری کے

www.maktabah.org

ساتھ قران پاک کا دور کرتے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ علوم ظاہری کی تدریس شروع ہو جاتی جو دوپہر تک جاری رہتی۔ اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے، لنگر کا کھانا بھجواتے اور پھر خود تناول فرماتے اور قیلولہ فرماتے۔

ظہر کی اذان پر اٹھ کھڑے ہوتے اور مسواک کے ساتھ غسل فرماتے۔ اس غسل میں سفر و حضر کے دوران کبھی ناغہ نہ ہوا۔ نماز ظہر کی امامت خود فرماتے۔ اس کے بعد پھر حلقہ توجہ منعقد ہوتا۔ حلقہ کے بعد بھی آپ مسجد میں تشریف رکھتے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو جاتا۔ نماز عصر کے بعد گھر تشریف لے جاتے جہاں پردہ کے ساتھ مستورات کا حلقہ ہوتا۔ نماز مغرب کے لئے مسجد میں تشریف لاتے۔ نماز اور نوافل اوابین سے فارغ ہو کر ختم خواجگان میں شریک ہو جاتے۔ بعد ازاں دوبارہ گھر جاتے اور درویشوں کو کھانا بھجواتے اور خود تناول فرماتے۔ پھر مسجد میں آکر نماز عشاء کی امامت فرماتے۔ نماز کے بعد میاں بھولا صاحب سرمہ پیش کرتے جسے آپ آنکھوں میں ڈالتے۔ اس وقت محفل ہوتی۔ طالبان حق آپ کے گرد بیٹھ جاتے اور آپ سب سے حال احوال دریافت فرماتے۔ اس کے بعد گھر جا کر استراحت فرماتے۔ غرضیکہ اعلیٰ حضرت کی طرح آپ کا نظام الاوقات بھی بے حد منضبط تھا اور کوئی لمحہ بیکار ضائع نہیں ہوتا تھا۔

تعمیرات یہ عجیب اتفاق ہے کہ گو آپ کی طبیعت میں استغنا اور دنیاوی کاموں میں عدم دلچسپی کا پہلو غالب تھا تاہم آپ کے دور میں عالی شان تعمیرات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ اس میں زیادہ کمال آپ کے ان اولوالعزم خلفاء اور درویشوں کا تھا جو آپ کی ظاہری شان و شوکت کے بھی دلدادہ تھے چنانچہ سہ منزلہ قلعہ نما رہائشی مکانات کی تعمیر ہوئی۔ اس میں پہاڑی پتھر، پتلی اینٹ اور چونے کا استعمال ہوا۔ لکڑی کے در، عروسیاں، چھجے، جالیاں جن پر کشمیری منبت کاری کا کام کیا گیا تھا، بڑی محنت اور ذوق و شوق سے تیار کی گئیں۔ تیسری منزل پر ماڑی کو ہوادار بنانے کی غرض سے ہر طرف لکڑی کی جعفری استعمال کی گئی۔ مکانات کی تعمیر کی تاریخ لکڑی کی پلیٹ پر اس شعر کی صورت میں کندہ تھی ؎

بنائے غرفہ عالی چوں بر آمد
۱۳۱۱
زغرفہ زیب تاریخش بر آمد

www.maktabah.org

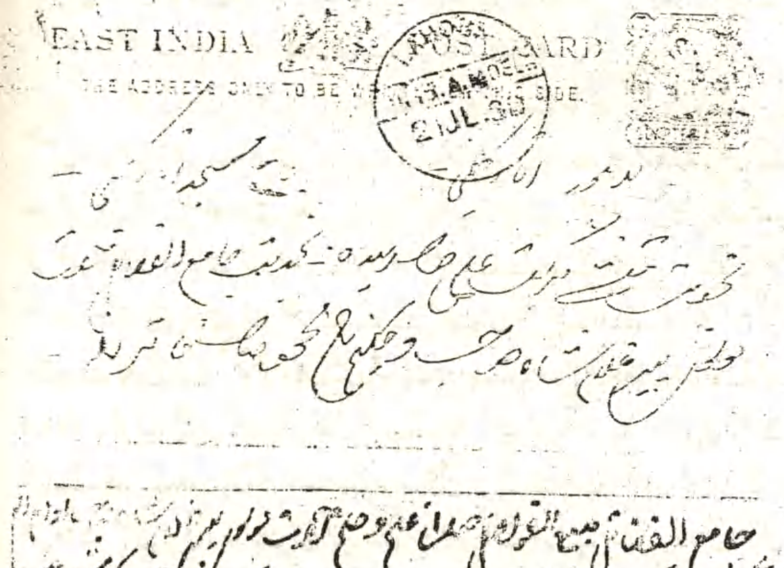

عکس مکتوب خود نوشت ثانی حضرت دوست محمد للّٰہیؒ بنام پیر غلام شاہ بھیرویؒ پوسٹ کارڈ پر ایسٹ انڈیا پوسٹ کارڈ (؟) کے الفاظ اور ۲۱ جولائی ۹۸ء (۱۸۹۸ء) کی تاریخ واضح ہے۔

www.maktabah.org

راقم الحروف کو شاعر کا نام کسی ماخذ سے معلوم نہ ہو سکا۔ اسی طرح مردانہ حصہ جو بالکل الگ تھا، تیار ہوا جس کی نشست گاہ ایک ہال کی صورت میں تھی اور اس کی چھت پر تختہ بندی میں شیشہ کا جڑاؤ کام تھا اس لئے اسے شیش محل کہا جانے لگا۔

رہائشی مکانات پون صدی سے زیادہ عرصہ کی شکست و ریخت کی وجہ سے بوسیدہ ہو گئے تھے۔ نیز وہ پھیلتے ہوئے خاندان کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے ناکافی ہو رہے تھے لہٰذا انہیں ۱۹۷۴ء میں گرادیا گیا۔ تاہم شیش محل اور اس سے ملحقہ چند مہمان خانے آج بھی موجود ہیں۔

دورے حضرت خواجہ قصوریؒ کو اپنے مرشد کا حکم تھا کہ سفر اختیار کر کے مختلف اطراف کے دورے کریں اور تبلیغ دین اور اشاعت نسبت کو لوگوں کی دہلیز تک پہنچائیں۔ حضرت خواجہ قصوریؒ نے ساری عمر اس پر عمل کیا اور پھر ان کی پیروی میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ ثانی حضرت للّٰہیؒ بھی پیران کبار کی اس سنت پر عمل پیرا رہے۔ مخلصین خود للہ شریف آکر دعوت منظور کراتے تھے اور پھر مختلف علاقوں کے دوروں کا پروگرام بنتا تھا۔ حضرت پیر غلام شاہ صاحب کے نام مکتوبات میں چند دوروں کا پروگرام ملتا ہے۔ ان میں مشاغل تبلیغ و ارشاد و معمولات کا تذکرہ نہیں کیونکہ یہ آپ کی روزمرہ کی زندگی کا حصہ تھا جسے مکتوب الیہ اور دوسرے سب جانتے تھے۔ صرف مختلف مقامات کے نام، وہاں قیام کی مدت اور بعض مخلصین کے نام ملتے ہیں۔ چونکہ یہ دورے حضرت کی زندگی کا اہم حصہ تھے اس لئے ان کی کچھ جھلک قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گی۔ مکتوبات فارسی زبان میں ہیں۔ صرف متعلقہ حصوں کا ترجمہ دیا جارہا ہے۔

۱) ۱۵ شعبان ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۷ء) کو مٹھہ لک (نزد سرگودھا) سے لکھا گیا:

> "فقیر کو مورخہ ۵ ماہ شعبان المعظم کو نزلہ و امتلا کا عارضہ لاحق ہوا تھا اور روانگی سے پہلے سردی، ٹھنڈی ہوا اور بادل نمودار ہو گئے تھے لیکن مشیت الٰہی جل شانہٗ سے روانگی کے وقت مطلع بھی صاف ہو گیا اور سرد ہوا بھی رفع ہو گئی۔ بندہ سوموار مورخہ ۷ شعبان ۱۳۱۴ھ بعد نماز فجر فقیر خانہ سے

www.maktabah.org

رخصت ہوا۔ للہ ریلوے سٹیشن سے مع چند ہمراہیاں مثل میاں بھولا وغیرہ ٹھیلہ پر سوار ہو کر موضع بلوال کو چل پڑا اور جس جگہ موضع مذکور قریب آیا، ٹھیلہ سے اتر کر گھوڑی پر، جو فقیر کے پہنچنے سے پہلے آئی ہوئی تھی، سوار ہوا۔ بوقت نو بجے دن موضع بلوال پہنچ گیا۔ دوسرے ساتھی جو پیادہ روانہ ہوئے تھے، بعض دس بجے اور بعض گیارہ بجے موضع مذکور میں پہنچے۔ مفتی صاحب رتہ والے بھی اس سفر میں فقیر کے ہمراہ ہیں۔ میاں محمد بلوالی کے ہاں دعوت تھی۔ فقیر کے پہنچنے سے پہلے ہر لحاظ سے تیار کر رکھی تھی۔ میاں مذکور اخلاص و محبت تمام کے ساتھ پیش آئے۔ فقیر نے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا اور اس جگہ بھی کچھ نہ کھایا۔ نماز عصر یہاں پڑھ کر روانہ ہوئے اور موضع ڈھوک جنجوہاں جو کہ ڈھاک کے قریب ہے، شب باش ہوئے۔ دو وقت کی دعوت یہاں کھائی اور منگل کے دن یہاں سے روانہ ہو کر نماز ظہر کے وقت موضع بیر بل پہنچے۔ دو راتیں یہاں قیام کیا۔ میاں صاحب (حضرت غلام مرتضٰی بیر بلوی۔ مترجم) کے ہاں سے تین وقت کی دعوت کے بعد روانگی کا ارادہ کیا لیکن بارش شروع ہو گئی۔ بارش کے باوجود روانگی کے ارادہ پر قائم تھے لیکن میاں صاحب نے بہت اصرار کیا۔ چنانچہ چوتھے وقت کا صبح کا کھانا بھی میاں صاحب نے کھلایا اور بڑی محبت واخلاص کا اظہار کیا۔ گیارہ بجے دن مطلع صاف ہو گیا۔ چنانچہ اس جگہ سے روانہ ہو کر نماز ظہر سے پہلے بھر پہنچے اور رات کی دعوت میاں قمر الدین صاحب (والد حکیم عبدالرسول صاحب شاعر و مصنف...... مترجم) کے ہاں تھی۔ صبح کو میاں نتھا کے گھر سے کھانا کھا کر روانہ ہوئے اور موضع ٹھٹی مزل جو کہ بھر سے گیارہ کوس کے فاصلہ پر ہے، نماز جمعہ سے پہلے پہنچ گئے۔ نماز جمعہ ٹھٹی میں ادا کی اور مفتی

www.maktabah.org

صاحب رتہ والا نے وعظ فرمایا۔ اس جگہ کے مخلصین نئے داخل طریق ہوئے تھے لیکن اخلاص و محبت تمام کے ساتھ پیش آئے۔ صبح کی دعوت بھی اسی جگہ کھا کر روانہ ہوئے اور موضع وجھ کہ قصبہ ساہیوال سے پانچ کوس کے فاصلہ پر جانب مشرق واقع ہے، نماز ظہر سے پہلے پہنچ گئے۔ دو رات اس جگہ قیام رہا۔ بہت سے لوگ داخل طریقہ عُلیا بھی ہوئے۔ اس جگہ کے لوگ بے حد محبت دار اور پرخلوص ہیں۔ علی الصبح اس جگہ سے روانہ ہو کر صبح کا کھانا موضع گودھاوالا (نزد سرگودھا...... مترجم) جو کہ وجھ سے نو کوس کے فاصلہ پر تھا، گیارہ بجے پہنچ کر کھایا۔ دوسرے ہم راہی تو کھانا کھا کر موضع مٹھہ لک روانہ ہو گئے اور فقیر نے یہاں قیلولہ کیا۔ دو بجے سے پہلے نماز ظہر پڑھ کر روانہ ہوا اور بروز پیر نماز عصر سے پہلے مٹھہ لک پہنچ گیا اس جگہ سے موضع مرولیانوالہ اور وہاں سے موضع چاوہ و نور خانوالہ اور پھر وہاں سے فقیر خانہ کو واپسی ہو گی الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔ موضع بلوال میں منقح شروع کیا تھا۔ تین دن کے منقح سے نزلہ و امتلاء سے بیر بل کے مقام پر آرام ہوا اور تاحال بفضلہٖ تعالیٰ بہ ہمہ وجوہ خیریت ہے۔"

۲) ٹھٹی جنگہ (ضلع چکوال)

"حکیم صاحب کے خواب سے یہ مقصود ہے کہ دنیائے دوں کے تعلقات و مشاغل سے دل سرد ہو جائے اور آخرت کے شغل میں زیادہ مصروف ہو جائیں۔ فقیر بروز پیر تقریباً ساڑھے تین بجے صبح فقیر خانہ سے روانہ ہوا اور جملہ ساتھیوں کے ساتھ موضع کھوکھر بالا پہنچ گیا۔ چونکہ سرد علاقہ تھا اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اس لئے راستے میں گرمی وغیرہ سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ موضع مذکور میں دس بجے پہنچ گئے۔ چونکہ علاقہ سرد تھا، خوب ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور پانی بھی

www.maktabah.org

ٹھنڈا اور میٹھا۔ پھر اس جگہ کے مخلصین کے تقاضا میں شدت پیدا ہوئی لہٰذا اس جگہ پانچ دن قیام کیا اور چھٹے دن بروز ہفتہ نماز صبح کے بعد کھوکھر زیریں روانہ ہوئے اور اشراق کے بعد مقام مذکور میں داخل ہوئے۔ تین دن یہاں قیام رہا۔ اس جگہ کے مخلصین بھی زیادہ قیام کا تقاضا کرتے تھے تاہم تین دن پر اکتفا کرتے ہوئے اس جگہ سے رخصت ہو کر منگل کے دن بوقت چاشت موضع ٹھٹی میں آ گئے۔ آج بدھوار ہے اور پختہ ارادہ تھا کہ موضع سدوال چلے جائیں گے لیکن اس جگہ کے مخلصین کی شدتِ اصرار کے سبب یہاں بھی دو رات قیام کرنا پڑا۔ کل بروز جمعرات انشاء اللہ تعالیٰ صبح کو کھانا کھانے کے بعد موضع سدوال پہنچیں گے۔ نماز جمعہ سدوال کے مقام پر پڑھی جائے گی اور ہفتہ کی صبح اگر اتفاق ہوا تو بمقام چکوڑہ واوڈھروال چلے جائیں گے ورنہ براہ راست موضع سدوال سے بمقام چاولی پہنچ جائیں گے۔"

۳) شاید مندرجہ ذیل خط مکتوب نمبر ۲ مندرجہ بالا کے بعد اسی دورہ کے اختتام پر لکھا گیا۔ تاریخ درج نہیں :

"صورت حال یہ ہے کہ ایک رات موضع چکوڑہ، تین رات موضع چاولیاں، دو رات مولوال، دو رات موضع میرا، دو رات رتہ، ایک رات بھون میں قیام رہا۔ اہالیان بھون وہیں جمعہ کی ادائیگی کے لئے مصر ہوئے مگر وہاں ٹھہرنے کے بجائے روانگی اختیار کی۔ وہاں سے کوچ کر کے گیارہ بجے موضع کھارہ میں آئے اور قیلولہ کر کے جمعہ وہیں ادا کیا۔ عصر کے وقت اپنے گھر مع لواحقین خیریت و سلامتی سے پہنچ گئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔ مگر بعض لوگ جو راستے میں ساتھ ہوئے مثلاً مولوی امام دین رتہ والا اور ان کے دو شاگردوں کو بخار آ گیا۔ چنانچہ ان کو پیچھے چھوڑا۔ ان کا بخار نوبتی تھا۔ معلوم نہیں کیا بنا۔ اسی رات احمد اللہ خان

www.maktabah.org

فقیر کو گجرات لے جانے کے شدید تقاضا کے ساتھ لِلہ آ گئے۔ مجبوراً گجرات کا سفر کرنا پڑا مگر یہ دورہ کی صورت نہیں۔ محض حافظ شمس دین اور برکت اللہ ساتھ ہیں اور سفر کا سامان بھی کچھ نہیں۔ شمس دین میرا سے ساتھ ہو گیا تھا۔ پنڈ داد نخان میں گاڑی سے اترنے کی نیت نہیں کیونکہ لِلہ میں کہہ دیا ہے کہ شب ہفتہ ۸ ربیع الاوّل کو فقیر کی سواری کے لئے گھوڑا لِلہ سٹیشن پر بھیج دیں...... مولوی صاحب رتہ والا نہایت مخلص ہیں کہ بخار کے باوجود فقیر کے ہم رکاب رہے۔"

۴) شہر گجرات سے لکھا گیا۔ (تحریر مولانا سراج الدین صاحب)۔ تاریخ ج نہیں۔

"اس سے پہلے ججا ہور سے ایک خط لکھا تھا۔ امید ہے پہنچا ہو گا۔ ججا ہور سے نماز ظہر پڑھ کر روانہ ہوئے اور بمقام بھیر و وال شب باش ہوئے۔ چودھری کرم داد ساکن فتووالہ نے موضع نین میں آکر ملاقات کی تھی اور ہمراہ ہو گیا تھا۔ اس نے فتووالہ آنے کا تقاضہ کیا لیکن عدم فرصتی کی بنا پر معذرت کر لی۔ چودھری مذکور نے بھیر ووال کے راستہ میں رخصت لے لی۔ بھیر ووال کے مخلص بھی تقاضا کرتے رہے لیکن ایک رات پر اکتفا کر کے علی الصبح روانہ ہو کر ٹھٹی مرڑاں سے صبح کا کھانا کھایا اور پھر دریائے چناب کو کشتی کے بغیر عبور کیا یعنی دریا میں پانی بہت کم تھا اور کوٹ قادر بخش میں نماز عصر سے پہلے پہنچ گئے۔ اس جگہ مولوی عطا محمد پسر مولوی محبوب عالم (شاعر، مصنف نور الابصار...... مترجم) امام موضع بھک فضل آئے اور تقاضا کیا۔ عدم فرصتی کا عذر کیا مگر انہوں نے نہ چھوڑا۔ آخر کار اس شرط پر ان کی دعوت قبول کی کہ آپ کی دعوت کے علاوہ موضع بھک کا کوئی اور شخص دعوت کے لئے فقیر کا دامن گیر نہ ہو۔ انہوں نے

www.maktabah.org

شرط منظور کی۔ فقیر کے پہنچنے سے پہلے ہی میاں فضل کی شدت اصرار پر کوٹ قادر بخش میں دو راتیں گزاریں اور بعد اشراق بھک کے مقام پر پہنچ گئے۔ صبح کا کھانا مولوی مذکور کے ہاں کھایا اور میاں فضل ککارا نے تمام درویشوں کو دودھ اور چائے تیار کر کے پلائی حتی کہ سب سیر ہو گئے۔ گنا اور سنگترے وغیرہ اپنے باغ سے لاکر بھی دیے اور دعوت کے لئے بہت منت سماجت کی لیکن چونکہ مولوی صاحب مذکور سے پہلے کہہ چکے تھے اس وجہ سے مجبور نہ کیا۔ مفتی صاحب رتہ والا نے وعظ بھی کیا اور وعظ سے فراغت کے بعد اس جگہ سے رخصت ہوئے اور بمقام بھیاں والہ جو کہ بھک سے تین کوس کے فاصلہ پر جانب مشرق واقع ہے، شب باش ہوئے۔ فقیر کا ارادہ تھا کہ بھیاں والا میں رات کی دعوت کھا کر بھری کے مقام پر شب باش ہونگے لیکن مخلصوں کے تقاضا کے سبب صبح کا کھانا بھی اسی جگہ پر کھایا اور گیارہ بجے دن بھری پہنچے۔ یہاں رات بسر ہوئی۔ برخوردار غلام محمد حکیم ڈنگہ والا شدید تپ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ حتی کہ گھوڑے یا اونٹ کی سواری کے قابل بھی نہ رہا۔ احمد خان سکنہ کھوٹ تحصیل تلہ گنگ کو برخوردار کی خدمت کے لئے چھوڑا۔ چودھری کرم داد نے کہا کہ علاج بھی بخوبی کراؤں گا اور صحت کے بعد اسے پہنچا بھی دونگا لیکن چونکہ سخت بیمار تھا، اسے اپنے گھر پہنچانے میں مصلحت سمجھی۔ فقیر کے جانے کے بعد چودھری مذکور نے اپنے آدمیوں کی مدد سے اسے چارپائی پر بمقام دھریکاں پہنچایا اور مولوی صاحب دھریکانی کے بیٹے نے اسے دھریکاں سے ڈنگہ پہنچایا۔ گجرات میں سنا کہ برخوردار مذکور اتوار کی رات آٹھ بجے اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چودھری کرم داد بھری والا نے بہ اخلاص تمام وقت

www.maktabah.org

روانگی سے پہلے اکثر درویشوں کو کرایہ ریل...... بعض کو آٹھ آنے، بعض کو چار آنے، بعض کو بارہ آنے، بعض کو ایک روپیہ...... دیا۔ دو رات یہاں قیام رہا۔ بروز جمعہ چودھری مذکور سے تین گھوڑیاں لے کر فقیر مع مولوی رشید احمد صاحب، مولوی صاحب نین والا، مفتی صاحب رتہ والا، میاں سراج الدین صاحب، میاں حیات محمد بھبڑیاں والا، میاں فضل احمد آبادی، میاں امام بخش گوٹاں والا، میاں پیر بخش کھوکھر والا اور محمد احمد شاہ روانہ ہو کر سٹیشن علی پور سے جو موضع بہری سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر جانب مشرق لائل پور (حال فیصل آباد...... مترجم) کی ریلوے لائن پر واقع ہے، ایک بجے نماز پڑھ کر گاڑی پر سوار ہوئے اور وزیر آباد جا کر اترے۔ گجرات سے احمد اللہ خان اور سیالکوٹ سے غلام محی الدین سٹیشن پر موجود تھے۔ راجہ فقر اللہ خان کی مسجد میں جو سٹیشن سے قریب ہے، قریباً دو گھنٹہ آرام کیا اور نماز مغرب کے بعد ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر نماز عشا سے پہلے گجرات پہنچ گئے۔ غلام محی الدین سیالکوٹ واپس چلے گئے۔ گجرات میں تین راتیں گزاریں۔ آج ایک بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر جوڑا کے سٹیشن پر اتریں گے اور موضع چنن پہنچیں گے۔ مولوی صاحب چنن والا نے خاص اس غرض سے آدمی بمقام بہری بھیجے تھے۔ چنن سے سوار ہو کر حکیم صاحب کی فاتحہ پڑھیں گے اور سویہ میں شب باش ہونگے۔ سویہ سے ریل پر سوار ہو کر جمعرات کو اپنے گھر پہنچیں گے۔ فقیر کا اسباب اس دن پنڈ دادنخان کے سٹیشن پر پہنچا دیں۔"

۵) موضع جھنڈیوال ضلع گجرات سے ۴ ذی قعد کو لکھا گیا۔ سن درج نہیں (تحریر حیدر اللہ خان صاحب):

"فقیر نے پانچ روز گجرات میں قیام کیا اور اتوار ۲۶ ماہ شوال کو

www.maktabah.org

بھاگووال اور کلاچور (مشہور پنجابی شاعر اور حضرات للٰہی کے قصیدہ گو جناب پیر نیک عالم ایڈووکیٹ کا گاؤں) کے لئے تیار ہوا۔ منشی رجب علی خان نے اس روز بھی یہیں قیام کے لئے شدید اصرار کیا کہ آج ہماری چھٹی کا دن ہے۔ مجبوراً قیام کیا۔ اسی روز مخلصی ولی احمد سکنہ موضع موہلہ جو کہ جموں میں ملازمت کرتے ہیں، اس فقیر کی خبر سن کر دو یوم کی چھٹی لے کر آ گئے اور تقاضا کیا کہ پہلے موہلہ چلیں۔ لاچار اتوار کو نماز عصر کے بعد اس موضع کی راہ لی اور منزل مقصود پر جا کر نماز مغرب ادا کی۔ ایک رات قیام کیا اور انہوں نے صبح کا کھانا فجر کے وقت ہی تیار کر کے دیدیا۔ اس جگہ سے سوموار کو اشراق کے وقت بھاگووال کی طرف روانہ ہوئے۔ اگرچہ فاصلہ سات آٹھ کوس تھا مگر حضرت اعلیٰ علیہ الرحمتہ کی برکت سے تمام راستہ میں ٹھنڈی ہوا چلتی رہی۔ دس بجے موضع مذکور میں پہنچے۔ اس روز ایک اسہال بھی ہوا تھا مگر خیریت ہوئی۔ رات یہاں رہے اور صبح کی دعوت موضع بھکوکے میں کھائی۔ منگل کا تمام دن عصر تک بھکوکے میں گزارا۔ مغرب کے وقت موضع کلاچور جو کہ بھکوکے سے نصف کوس کے فاصلہ پر ہے، پہنچے۔ دو رات اور ایک دن اس جگہ مقیم رہے۔ یکم ذی قعد بروز جمعرات اس موضع سے روانہ ہوئے۔ ہمراہی صبح صادق پھوٹنے سے پہلے ہی براہ راست گجرات روانہ ہو گئے اور فقیر اپنے ایک مخلص مقیم موضع کوٹ میر حسن جو کہ جلالپور اور کلاچور سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر جانب مغرب ہے، کے اصرار پر تین چار آدمیوں کے ہمراہ وہاں گیا۔ انہوں نے کھانا تیار کر رکھا تھا جو انہوں نے فقیر کے حوالے کیا اور ہم نے ساتھ لے لیا۔ جب کوٹ مذکور سے آگے آئے تو موضع خلاص گڑھ (جو گجرات کے راستہ میں ہے) کے ایک مخلص کے اصرار پر وہاں

www.maktabah.org

بھی گئے۔ وہاں سے آگے سڑک کا راستہ اختیار کیا اور ہمراہیوں سے دو گھنٹہ بعد گجرات میں پہنچے۔ ارادہ تھا کہ صبح کی دعوت گجرات میں کھانے کے بعد موضع جھیورانوالی جائیں گے۔ چنانچہ ایک آدمی چاشت سے پہلے روانہ بھی کر دیا لیکن منشی رجب علی خان نے رات بسر کرنے کا اتنا تقاضا کیا کہ دوسرا آدمی کھانا پکانے سے منع کرنے کے لئے اس موضع میں بھیجنا پڑا۔ ۲ ذی قعد بروز جمعہ فجر کی نماز کے بعد جھیورانوالی کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں تین وقت کا کھنا کھایا۔ تیسرا کھانا علی الصبح تیار کر کے ساتھ دیا۔ مخلصین نے اس جگہ مزید قیام کے لئے بہت اصرار کیا مگر فقیر نہ ٹھہر سکا اور فجر کے بعد سوار ہو کر موضع چکوڑہ گئے۔ وہاں صرف رات کی دعوت کھائی۔ صبح کی دعوت کے لئے بہت اصرار ہوا تو اسے یوں قبول کیا کہ فقیر نماز فجر کے بعد سوار ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ موضع جھنڈیوال پہنچا اور باقی ہمراہیوں کو وہیں چھوڑا اور وہ کھانا کھا کر آئے۔ آج بروز اتوار دن اور رات یہاں بسر کر کے صبح کا کھانا موضع ٹھٹہ پوڑ میں کھانے کا ارادہ ہے۔ اس جگہ ایک رات کے قیام کا ارادہ ہے۔ وہاں سے موضع دھکڑانوالی اور پھر وہاں سے موضع امرائیں ایک رات قیام کے بعد ریل گاڑی پر سوار ہونے کا ارادہ ہے۔ اس سے پہلے یہاں سے چک وساوا اور موضع سوباوہ جانے کا خیال تھا حالانکہ مولوی صاحب دھریکانی کے لڑکے کی شادی ۲۰ ذی قعد کو طے پائی ہے اور یہ عین عرس شریف (حضرت خواجہ قصوریؒ کا عرس...... مترجم) کا موقعہ ہے۔ دیکھئے غیب سے کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔ مولوی صاحب دھریکانی کو پہلے لکھ دیا تھا کہ اس مقررہ تاریخ پر فقیر کا پہنچنا مشکل ہے۔ پنڈ دادنخان پہنچنے سے پہلے آپ کو اطلاع کر دی جائے گی۔"

www.maktabah.org

اقوال زریں

افسوس کہ ثانی حضرت للّٰہیؒ کے اقوال واحوال کسی نے باقاعدہ طور پر قلمبند نہ کیے۔ اس طرح تاریخ تصوف کا قیمتی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ جناب محمد حسن خان صاحب اور جناب امام دین صاحب کی تحریروں، منشی عبدالغنی صاحب کی منظوم مثنوی ذکر الصالحین اور چند دستیاب مکتوبات سے حضرت کے مختصر حالات اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ اقوال کے لئے مکتوبات سے رجوع کرنا پڑا۔

۱) میاں محمد مکرم کے نام مکتوب بزبان اردو : "پیری مریدی خدا طلبی کے واسطے ہے نہ واسطے زیادتی مال اور اولاد کے مصیبت اہل حق کے لئے کفارت گناہ یا زیادتی مدارج عقبیٰ ہے اور اہل فسق کے لئے شامت اعمال ؎

جزع مکن فزع مشو دل ملول
شاد بلا را چوں عطا کن قبول

حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کی طرف کسی نے تکلیف کی عرضی بھیجی۔ جواب باصواب عنایت فرمایا کہ "جب فقیر کی بیعت کی تو شکایت بے جا ہے۔ رضا باقضا ہونا چاہیے۔ بر چون وچرا لب مکشودن وواقعات از الٰہی دیدن۔ فقر کی ف فاقہ، ق قناعت، ر رضا، تب ف فیض، ق قرب، ر رضا، ورنہ ف فساخت، ق قہر، ر رسوائی دارین"

۲) میاں مکرم کے نام دو مکتوب بزبان فارسی ایک کھوکھر بالا سے اور دوسرا انلی ناڑی سے اس کے کسی عزیز کی وفات پر لکھے :

"برخوردار وہاب الدین کی اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف وداع کی خبر کلفت اثر سے بہت غم والم پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس برخوردار کو اللہ تعالیٰ جنت نصیب کرے۔ اللّٰھم اغفرلہٗ۔ مرض کے متعلق نہیں لکھا کہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر نصیب کرے۔ پیران طریقت کی طرف متوجہ ہوں ؎

امروز گراز رفتہ حریفاں خبرے نیست
فردا ست ازیں بزم کہ ازما اثرے نیست

قلیلٌ عمرنا فی دار دنیا و مرجعنا الی بیت التراب

صبر کے بغیر چارہ نہیں۔ صبر کریں۔"

"پیران کبار کی برکت سے مبارک خاتمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پیران کبار صفا

www.maktabah.org

کیش کی برکت سے جنت نصیب کرے۔ اس عزیز کی وفات پر کیا لکھا جائے۔ عجب معاملہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پس ماندگاں کو صبر نصیب کرے۔ پس حضرت صاحب کے معاملہ کو ذہن میں رکھیں کہ گل محمد کی وفات پر کیا گزری۔ بغور یاد کریں اور صبر کریں۔

کل من علیها فان و یبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام۔

بادو قبلہ در رہِ توحید نتواں رفت راست
یا رضائے دوست باشد یا ہوائے خویشتن

در رہِ میدانِ الا اللّٰہ بہ نفی لا الٰہ
ہر چہ باشد غیر دوست آں بقرباں داشتن

۳) میاں محمد مکرم کے نام بزبان فارسی: "...... جو کچھ دشمن کے بارے میں لکھا ہے تو رَبِّ اِنِّی مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ہزار بار دن میں یارات میں ایک وقت مقرر کر کے باوضو پڑھیں۔ انشاء اللہ جلد ہی تابع ہو جائے گا۔"

۴) عبدالہادی کے نام بزبان اردو مورخہ ۲۹ محرم ۱۳۱۳ھ: "مراقبہ حضور اور معیت کا خیال کر کے صرف فیض دونوں مراقبہ کی طرف منتظر ہونا چاہیے۔"

۵) حضرت پیر غلام شاہ صاحب کے نام بزبان فارسی: "...... مفسد کی شر سے بہت اضطراب لاحق ہوا۔ سبحانہ' تعالیٰ اپنے فضل و کرم حمیم سے اور پیران صفا کیش کی برکت سے شریر کے شر سے محفوظ و مامون رکھے طفیل نبی و آلہ الامجاد۔ عشا کے وقت سنت کے بعد اور وتر سے پہلے اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّہٗ بِمَا شِئْتَ ایک سو تیرہ بار شریر کی صورت سامنے رکھ کر پڑھیں اور حضرت ماموں صاحب کو بھی کہیں کہ وہ بھی اسی طرح کلام مرقومہ بلاناغہ پڑھیں۔"

۶) حضرت پیر غلام شاہ صاحب کے نام بزبان فارسی (ایک ولی کی وفات کی کیفیت): "...... ان ایام ناخوش میں میاں غلام محمد کا خط آیا اور مولوی امام دین ڈنڈوت والا انتقال فرما گئے ہیں انا للّٰه وانا الیه راجعون۔ خط میں لکھا ہے کہ مجھے منگل کو اپنے ایک درویش کے ذریعے طلب فرمایا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے گناہ صغیرہ وکبیرہ سہواً و عمداً سے استغفار کرتے رہے۔ اس کے بعد وصیت کی کہ دو من گندم اور دو من باجرہ اس مسکین کے جنازہ پر لے جائیں اور فرمایا کہ کوئی دُنیادار یا نامحرم عورت اس

www.maktabah.org

مسکین کے قریب نہ آئے۔ چنانچہ تجربہ میں بھی آیا کہ اگر کوئی دنیادار یا نامحرم عورت آتی تو اشارہ سے منع کر دیتے اور منہ دوسری طرف کر لیتے۔ بدھ کے روز پورے ہوش کے ساتھ اپنی چارپائی پر بیٹھ کر وصیتیں شروع کیں اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے حیات دنیا سے زندہ نہ سمجھیں بلکہ میں اس حیات سے زندہ ہوں جو اولیاء کو موت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جو بھی اس میں شک کرے گا نقصان اٹھائے گا۔ پس پانچ چھ روز خاموش رہے اور منگل کی رات بتاریخ ۳؍ رمضان انتقال فرمایا۔ سبحان اللہ کیا مرد محبت تھے۔ اس علاقہ میں گویا دین کا مدار ان کے وجود پر تھا۔ پاک لوگ آہستہ آہستہ اس جہان سے رخصت ہو رہے ہیں اور ظلمت ہی ظلمت طاری ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر کرے۔"

کرامات ثانی حضرت للّٰہی کی طبیعت میں اپنے احوال کے اخفا کا رجحان بہت قوی تھا۔ تاہم بعض خوارق از خود ظاہر ہو جاتے تھے۔ ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آپ کے احوال بر وقت قلم بند بھی نہ ہو سکے۔

۱) ایک دفعہ آپ دورہ پر نور خانیوالہ میں آئے ہوئے تھے کہ اس گاؤں کے نواح میں بڑ کوڈی کا مقابلہ منعقد ہوا۔ ایک مشہور کھلاڑی مع اپنے حمائتیوں اور ڈھول باجا کے اس مقابلہ میں حصہ لینے جا رہا تھا کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ، میں نے سنا ہے کہ للہ شریف سے کوئی بزرگ آئے ہیں، ان سے دعا کرا کے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے حضرت کے پاس آکر دعا کی درخواست کی۔ حضرت حسب عادت استغراق کی کیفیت میں تھے۔ ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیعت کر لیا۔ پھر معمول کے مطابق اسے سامنے بٹھا کر تھوڑی دیر توجہ دی۔ اتنے میں اس کے ساتھی بھی آگئے کہ دیر ہو رہی ہے، جلدی اٹھو۔ مگر اس کھلاڑی نے کہا کہ اب بڑ کوڈی کیسی۔ جو سرور مجھے یہاں ملا ہے اس کا عشر عشیر بھی ساری عمر کھیل کی فتح مندی میں نہیں ملا تھا۔ چنانچہ اس نے بڑ کوڈی کو خیر باد کہا اور طالب حق بن گیا۔

۲) حضرت مٹھہ لک تشریف لائے تو وہاں کے نمبردار نے اپنے لڑکے احمد خان (قوم میکن عرف رندو آنہ) کو دعا کے لئے حاضر کیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ یہ ہمیشہ سرفراز رہے گا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ احمد خان نمبردار اپنے وقت کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھا جاتا تھا۔ سرگودھا میں میلہ

www.maktabah.org

منڈی کے موقعہ پر نیزہ بازی میں حصہ لیا توبار ہااول انعام لیا۔ جس افسر کے پاس گیا،وہ ہمیشہ اس سے متاثر بلکہ مرعوب ہوااور اس کا کوئی دنیوی کام کبھی نہ رکا۔ (یہ روایت احمد خان کے بیٹے چودھری محمد ممتاز نے بیان کی)۔

۳)لِلہ شریف کے بڑے چودھری احمد خان صاحب کے والدین حضرت کے مخلصین میں سے تھے۔ شروع میں ان کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی۔ جب ان کی چوتھی بیٹی پیدا ہوئی تو چودھرانی سخت رنجیدہ خاطر ہو کر اسے حضرت کے پاس لے آئی اور اسے آپ کے سامنے ڈال کر سخت شکوہ کیااور کہاکہ اسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ آپ نے سکون سے شکوہ سنااور پھر آہستہ سے فرمایا: "جہاں خان اور احمد خان...... اچھابچی کو اٹھا لو۔" چودھرانی کواس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا کیے۔ جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو وہ یہ سوچ کر فکر مند ہوئی کہ حضرت نے صرف دو نام لیے تھے، خدا خیر کرے۔ چنانچہ تیسرا بیٹا فوت ہو گیا۔ دونوں بیٹے نہایت بلند بخت ثابت ہوئے۔

۴)ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کی کہ میرا بیٹا ناراض ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔ بہت تلاش کیا، نہیں ملا۔ بے حد پریشان ہوں دعا فرمائیں کہ واپس آجائے۔ فرمایا: آجائے گا۔ چنانچہ اس کا لڑکا اسی روز گھر آگیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں فلاں مقام پر تھاکہ دفعتاً میرے دل میں گھر آنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی چنانچہ میں اسی وقت ریل گاڑی پر سوار ہو گیااور گھر پہنچ گیا۔

۵)حافظ خدا بخش صاحب ٹاڑی آپ کے پڑوسی تھے اور آپ کے ساتھ ہمیشہ قران پاک کا دَور کیا کرتے تھے۔ سفر میں بھی اکثر ساتھ ہوتے۔ ایک دفعہ دھنی کے سفر میں بیمار ہو گئے تو گھوڑے پر سوار کرا کر واپس لِلہ شریف بھیجا۔ انہوں نے صاحب ذکر الصالحین کو بتایا کہ میں نے ثانی حضرت سے عرض کیا کہ میں اکیلا ہوں۔ کاشتکاری کے کام میں میرا کوئی مددگار نہیں۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اولاد دے۔ فرمایا: آپ کا ایک لڑکا آپ کی طرح پختہ حافظ ہو گا۔ پھر دو بیٹے اور ہونگے جو کاشتکاری اور جانور چرانے میں مدد دیں گے۔ چنانچہ پہلے فضل کریم پیدا ہوئے جو اجل حافظ بنے (حافظ فضل کریم صاحب ٹاڑی حضرت رابع ثانی سے دور کیا کرتے تھے) حسب ارشاد مزید دو بیٹے پیدا ہوئے۔ دوسرے بیٹے شمس دین بھی آپ کی دعا سے حافظ بنے۔ اس

www.maktabah.org

وقت ان کے بیٹے حافظ فخر دین صاحب (ریٹائرڈ ٹیچر) اس خاندان کے سربراہ ہیں۔ حضرت رابع ثانیؒ کے متعلق ان کی روایات آئندہ آئیں گی۔

۶) حافظ خدا بخش صاحب مذکور ہی کی روایت ہے کہ میں نے ہمشیرہ کی شادی کی اور مجھ پر کافی قرضہ ہو گیا جس کو اتارنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اہل خانہ نے صلاح دی کہ کوئی ملازمت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ حضرت سے عرض کیا تو فرمایا کہ ملازمت میں نفع نظر نہیں آتا۔ تم گھبراؤ نہیں، تمہارا قرضہ ماہ کاتک میں اتر جائے گا۔ تم اپنی زمین میں جوار باجرہ کے علاوہ زیادہ تر کپاس کاشت کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور خلاف معمول فصل اتنی اچھی ہوئی کہ کپاس کی فروخت سے ماہ کاتک کے آخر تک سارا قرضہ اتر گیا۔

۷) ایک شخص نے عرض کی کہ میں نوکری پیشہ ہوں۔ کوئی اور روزگار نہیں اس لئے نوکری چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ مگر میرا افسر مجھے بہت تنگ کرتا ہے جس سے میں بہت پریشان ہوں۔ فرمایا: اس کا آج کل ہی تبادلہ ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۸) سفر کے دوران حضرت کی آمد سن کر لوگ ادھر ادھر سے بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے تھے۔ جس کے ہاں دعوت ہوتی وہ پریشان ہو جاتا کہ کہیں کھانا کم نہ پڑ جائے مگر آپ ہمیشہ فرماتے کہ فکر نہ کریں، یہی کھانا کافی ہے۔ چنانچہ جس قدر بھی لوگ سیر ہو کر کھاتے، کھانا پھر بھی بچ رہتا۔ یہ کرامت ہر روز کا معمول تھا۔

حلیہ مبارک ذکر الصالحین کے مطابق آپ کا قد میانہ، رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی، چہرے پر رعب عیاں، جسم مبارک بھاری مگر چست، سر کے بال سیاہ چھوٹے چھوٹے اور ملائم، ماتھا کشادہ اور روشن، ناک بلند، آنکھیں محبوبیت کی جھلک لئے جن میں کالی دھیری سرخی مائل تھی، دانت سفید چمکدار، ریش مبارک مٹھی بھر طویل نہ بہت گھنی نہ پتلی، ہاتھ چھوٹے چھوٹے اور خوبصورت، انگلیاں باریک، پاؤں بہت چھوٹے اور قدرے موٹے۔ بھاری جسم کی وجہ سے رفتار آہستہ تھی۔ سر پر گول دستار جس کے نیچے ہمیشہ سادہ ٹوپی ہوتی۔ دستار کبھی پشاوری ہوتی اور کبھی ململ کی۔ سردیوں میں روئی والی ٹوپی جو کانوں تک آجاتی، بھی پہنا کرتے تھے۔

www.maktabah.org

وفات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی صحت کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ مکتوبات میں

نزلہ، زکام، امتلاء اور کبھی اسہال کی شکایت ملتی ہے۔ آخری عمر میں آپ کو ضعف جگر کی بیماری لاحق ہوئی۔ ۱۷ رمضان ۱۳۱۷ھ کو بیمار ہوئے۔ حکیم تاج محمود صاحب (پنڈ داد نخان) اور حضرت سراج الدین صاحب (نور خانیوالہ) معالج تھے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ چنانچہ ہزارہ کے حکیم تاج محمود صاحب کو بلایا گیا مگر مرض میں اضافہ ہوتا گیا اور بالآخر ۱۸ ذوالحج ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۰ء (۸ بیساکھ ۱۹۵۷ ب) جمعرات کے روز ظہر اور عصر کے درمیان انتقال فرمایا۔ قمری حساب سے عمر ساڑھے اکاون برس تھی۔ اگلے دن صبح اعلیٰ حضرت کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بہت سے مخلصین نے تاریخ ہائے وفات کہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

گشت واصل بحق محمد دوست　　　　کز جدائی وصالِ دوست نکوست

شدہ سالِ وصالش ایں مصرع　　　　کہ، ہیکدم رسیدہ دوست بدوست

۱۳۱۷

مولوی ابراہیم صاحب سیتھلانوالہ نے اپنی نظم میں اس مصرع سے تاریخ نکالی:

۱۳۱۷

اَنْ یَّدْخُلَ جَنَّۃَ نَعِیْم

حکیم عبدالرسول صاحب (بھیر) کے فارسی میں کہے گئے مادہ ہائے تاریخ یہ ہیں:

۱۳۱۷　　　　۱۳۱۷

مرشد کامل برفت۔ کرد رحلت از جہاں قطبِ زمن سوئے جناں

حکیم صاحب نے عربی میں بھی ایک خوبصورت مرثیہ لکھا جس میں مادۂ تاریخ کا شعر یہ ہے:

۱۳۱۷

ہمام الخلق قام دار عدنٍ

بقولِ العبد تاریخ الذھابِ

سب سے عجیب تاریخ وفات بسم اللہ اور کلمہ طیبہ کو ملا کر نکالی گئی یعنی

۱۳۱۷

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

آپ کی اولاد

ثالث حضرت عبدالرسول رحہ آپ ثانی حضرت کے واحد فرزند تھے۔ آپ کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں۔

www.maktabah.org

حضرت مائی غلام حفصہ صاحبہؒ ثانی حضرت کی بیٹی تھیں۔ تمام سلوک مجددیہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ تاعمر نماز فجر کے بعد گھر میں مائی صاحبہ کے حضور مستورات کا حلقہ توجہ ہوتا۔ لِلہ شریف کی بہت سی نیک خواتین باقاعدگی سے اس میں شریک ہوتیں۔ مہمان مخلصات اور عرس وغیرہ کے مواقع پر بڑی تعداد میں مستورات حلقہ میں شامل ہوتیں۔ حلقہ کے بعد گجرات کی بنی ہوئی دیسی روغنی پیالیوں میں سبز چینی چائے نوش فرماتیں۔ کبھی ہم بچوں کو بھی یہ تبرک دیا جاتا جس کی لذت آج تک فراموش نہیں ہوسکی۔ اس کے بعد بڑے انہماک اور ذوق وشوق سے حزب البحر پڑھتیں جو خفیف جہر سے ادا کرتیں اور ہم بچے بعض اوقات مبہوت ہو کر سنتے۔ اس دوران کسی کو مداخلت کی مجال نہ تھی۔ چونکہ والد گرامی کی پھوپھی تھیں اس لئے ان کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہم سب یعنی راقم الحروف اور اس کے بہن بھائی انہیں حضرت پھوپھی صاحبہ ہی کہتے۔ آپ نے ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔

حضرت مائی صاحبہ کی شادی اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھتیجے جناب حافظ فیض محمد صاحب سے ہوئی۔ آپ کے ایک ہی بیٹے تھے جن کا اسم گرامی مولانا سیف الرحمٰن تھا۔ انہوں نے رتہ شریف اور پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تعلیم مکمل کی اور ہائی سکول میں عربی کے استاد رہے۔ ۱۹۶۶ء میں فوت ہوئے اس وقت آپ کے بڑے بیٹے جناب خالد مسعود صاحب اور چھوٹے بیٹے جناب محمود الحسن صاحب ہیں جو فوجی فاؤنڈیشن راولپنڈی میں جنرل مینیجر فنانس ہیں۔

آپ کے خلفاء

حضرت مولانا سراج الدینؒ (نورخانیوالہ) آپ ثانی حضرتؒ کے ماموں کے پوتے تھے۔ موضع نورخانیوالہ تحصیل بھلوال میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن وحدیث کا علم گھر پر ہی حاصل کیا۔ آپ کے والد ماجد جناب بہاول بخش صاحب مال پٹواری تھے چنانچہ آپ نے والد گرامی سے پٹوار کا کام سیکھا اور ملازمت اختیار کی۔ رزق حلال کا اس قدر

www.maktabah.org

یال تھا کہ گرداوری کے دوران کھانا اور گھوڑی کا دانہ ساتھ رکھتے۔ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ سے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳ء) میں بیعت کی اور کبھی کبھی طویل رخصت لے کر حضرت کے پاس حاضر ہوتے رہے۔ آخر کار طلب حق کا جذبہ ایسا غالب ہوا کہ ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں ملازمت ترک کر دی اور ثانی حضرت للّٰہیؒ کے پاس آکر تجدید بیعت کی۔ پھر شب و روز اور سفر و حضر میں آپ کے پاس حاضر رہ کر پانچ سال سے زاید عرصہ میں سلوک مجددیہ کی تکمیل کی۔ ثانی حضرت للّٰہیؒ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے لِلّہ شریف میں نماز ظہر کے بعد کلاہ خلافت پہنائی اور اجازت مطلقہ سے سر فراز فرمایا۔

صاحب انوار مرتضوی لکھتے ہیں: "(ثانی حضرت نے) اپنے خلیفہ مجاز مولوی سراج الدین صاحب ساکن نوریوالہ کو فرمایا کہ میری طرف سے میری ولایت فرزندی عبدالرسول کے مِلک کرو اور ان سے قبول کراؤ۔" آپ نے حسب ارشاد تعمیل کی۔

آپ کو اپنے مرشد سے عشق تھا۔ آپ شاعر نہ تھے لیکن جذبہ محبت میں سرشار ہو کر مرثیہ کے اشعار بھی آپ کی زبان پر جاری ہو گئے۔ اس نظم کا مطلع یہ ہے:

ایں چہ سامانِ غم و رنج ست یارب در جہاں
چرخ اعظم گشتہ بر آسیب عالم خوں فشاں

سفر و حضر میں ثانی حضرت کے ساتھ رہتے اور حضرت کے متعدد مکتوبات آپ کے تحریر کردہ ہیں۔ ادب کا یہ عالم تھا کہ ثالث حضرت للّٰہی کی بیٹی جو آپ کی بہو تھیں، ان کی موجودگی میں چارپائی پر نہ بیٹھتے اور گھر میں چٹائی پر بیٹھتے۔ مشائخ نقشبندیہ کی طرز پر سنت نبوی کا بہت خیال رکھتے۔ کریمانہ اخلاق، تواضع وانکسار، صبر و شکر اور تسلیم ورضا کے پیکر تھے۔ روزمرہ کے معمولات اپنے مرشد کے معمولات کے عین مطابق تھے۔ آپ کی ذات سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں جن کا ذکر صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نور خانوی نے اپنی کتاب سراج المعارف میں کیا ہے۔ ۲۷ جمادی الاوّل ۱۳۴۱ (۱۷ جنوری ۱۹۲۳ء) کو وفات پائی۔

آپ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ عبدالغفور صاحب جانشین بنے۔ آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل دہلی میں کی اور اپنے والد گرامی سے سلوک طریقت اور

www.maktabah.org

مقامات مجددیہ حاصل کیئے اور خلافت پائی۔ آپ کی شادی ثالث حضرت للّٰہیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ساری عمر توکل و قناعت مگر وقار و تمکنت سے گزاری۔ ہمیشہ سواری کے لئے اعلیٰ نسل کا گھوڑا اور تانگہ رکھتے۔ گاؤں میں عالی شان مسجد تعمیر کی۔ تقسیم برصغیر سے پہلے متعدد بار رمضان المبارک سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر گزارا۔ ۸ شوال ۷ ۷ ۱۳ھ (۱۹۵۷ء) کو وفات پائی۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ بڑے بیٹے صاحبزادہ محبوب الرحمٰن صاحب (پیدائش ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء) فارغ التحصیل مدرسہ امینیہ دہلی، اس وقت سجادہ نشین ہیں۔ دوسرے بیٹے صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب ہائی سکول میں السنہ شرقیہ کے استاد رہے۔ کتاب معراج المعارف اور رسالہ امتِ واحدہ کے مصنف اور عمدہ انشا پرداز ہیں ۹ نومبر ۲۰۰۰ کو وفات پائی۔ تیسرے بیٹے صاحبزادہ مسعود الرحمٰن صاحب ایلی منٹری کالج سے بحیثیت سبجیکٹ سپیشلسٹ ریٹائر ہوئے۔ آپ کی شادی حضرت رابع ثانیؒ للّٰہی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ چوتھے بیٹے صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ ان کے ایک بیٹے صاحبزادہ احمد ندیم صاحب گورنمنٹ کالج میں انگریزی کے پروفیسر اور اعلیٰ علمی ذوق کے مالک ہیں۔

جناب مولوی نورالدین صاحب (سدوال)

آپ جناب حافظ شہباز صاحب (م ۱۲۹۷ھ) ساکن سدوال جو اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں سے تھے، کے فرزند تھے۔ آپ سلوک مجددیہ کے حصول کے لئے ثانی حضرت کے پاس آکر رہنے لگے اور بڑے ذوق و شوق سے مراد پائی۔

جناب حافظ عبداللہ صاحب (للیانی)

آپ للیانی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ علم ظاہری ثانی حضرت سے لِلہ شریف میں پڑھا اور پھر مقامات مجددیہ بھی بڑے شوق سے حضرت ہی سے حاصل کیئے۔ اکثر لِلہ شریف میں آمدورفت رہتی تھی اور دنیوی کاموں میں حضرت کی بہت مدد کرتے تھے۔ کاتب مقامات طیبین جناب فیض محمد دل صاحب نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ انہوں ۲۹ صفر ۱۳۲۶ھ میں سو سال سے زاید عمر پا کر نہایت ضعیفی کی

www.maktabah.org

حالت میں وفات پائی۔ مرشد کی محبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی لِلہّ شریف کی طرف پیٹھ نہیں کی۔ ایک دفعہ خواب میں کسی سے دریافت کیا کہ لِلہّ شریف کس طرف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جس طرف آپ کا پاؤں ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی پاؤں کا رخ بدل لیا۔ ساری عمر معمولات طریقہ کے پابند رہے۔ اور مرشد کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ لِلہّ شریف میں حضرت کے مزار پر اپنے تمام احوال بیان کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خود کلامی کر رہے ہیں۔

آپ کے بیٹوں میں حافظ عبدالعزیز صاحب تھے جن کے فرزند جناب کرنل غلام حسین شہید (ہلال جرأت) نے ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں گنڈا سنگھ والا کے محاذ پر بھارتی قلعہ پر قبضہ کیا اور شہادت پائی۔ دوسرے بیٹوں میں میاں غلام محی الدین صاحب اور حافظ محمد امین صاحب قابل ذکر ہیں۔

جناب مولوی حیدر اللہ خان صاحب

آپ کا تعلق جلالپور کاتباں سے تھا۔ علم ظاہری اعلیٰ حضرتؒ سے حاصل کیا اور ان کی بیعت کر کے ابتدائی سلوک حاصل کیا۔ تاہم بعد میں ثانی حضرت للّٰہیؒ کے پاس رہ کر نسبت مجددیہ کی تکمیل کی۔ ضروری روایات کی تحقیق اور خطوط لکھنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ ثانی حضرت کے اکثر مکتوبات ان کے تحریر کردہ ہیں۔ آخر میں حضرت اپنے دستخط فرمادیتے تھے اور بعض اوقات دستخط بھی نہیں کرتے تھے۔

ماخذ کتب

مقامات طیبین	مولانا امام دین کھوتکوی
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ
مقامات امام ربانی	حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ
انوار مرتضوی	حکیم عبدالرسول بکھروی
ذکر الصالحین	منشی محمد عبدالغنی
سراج المعارف	صاحبزادہ عبدالرحمٰن نور خانوی
مکتوبات	ثانی حضرت دوست محمد للّٰہی
مختلف افراد سے انٹرویو	بیاض اعلیٰ حضرت للّٰہی

www.maktabah.org

خانقاہ عالیہ نقشبندیہ للہ شریف

www.maktabah.org

ثالث حضرت حافظ محمد عبد الرسول رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۰۱ تا ۱۳۳۰ھ / ۱۸۸۴ تا ۱۹۱۲ء

آپ کا عہد ثالث حضرت للّہیؒ کے عہد اور تاریخی پس منظر کا کچھ بیان ضروری ہے اس لئے کہ انیسویں صدی عیسوی کے اختتام اور بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جنوبی ایشیا میں سیاسی بیداری کی نئی لہر دوڑ گئی تھی اور متواتر ایسے واقعات پیش آئے جن سے مسلمانان بر صغیر کی قومی زندگی بے حد متاثر ہوئی۔ سر سید کی تحریک علی گڑھ اب بار آور ہو رہی تھی اور نو تعلیم یافتہ طبقہ نے قومی زندگی میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف آل انڈیا کانگرس کے وجود میں آنے اور اس کی سیاسی جدو جہد بالخصوص ہندوؤں کی اردو دشمنی اور مسلم ثقافت کے خلاف محاذ آرائی نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ بھی منظّم ہو کر اپنے حقوق و مفادات کا تحفظ کریں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں اسی انداز فکر کے تحت بر صغیر کے مسلم زعماء کے ایک وفد نے شملہ کے مقام پر وائسرائے سے ملاقات کر کے مسلمانوں کے حقوق بالخصوص جداگانہ انتخاب کے اصول کو پیش کیا جس کے تحت مسلم نمائندگان کا انتخاب مسلمان ووٹر ہی کریں۔ ان مطالبات کو منوانے کے لئے ایک سیاسی تنظیم کی ضرورت تھی چنانچہ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

اسی دوران ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مسلمانانِ بر صغیر کی آنکھیں کھول دیں اور ان کی سوچ کے دھارے بدل دیے۔ بنگال کا صوبہ بہت وسیع تھا۔ صوبائی انتظامیہ اس کے صحیح نظم و نسق اور مسائل کو کماحقہٗ حل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ برطانوی حکومت نے اس صوبہ کو ۱۹۰۵ء میں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اگرچہ یہ

www.maktabah.org

محض انتظامی اقدام تھا لیکن اس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچنے کا امکان تھا کیونکہ وہ مشرقی حصے میں بھارتی اکثریت رکھتے تھے اور یہ حصہ جواب تک فراموش کردہ رہا تھا، الگ صوبہ بن جانے سے مرکز کی توجہ میں آگیا اور اس کی ترقی کے روشن امکانات پیدا ہو گئے۔ ہندوؤں نے محض مسلم دشمنی کے جذبات کے تحت بنگال کی اس تقسیم کے خلاف سخت تحریک شروع کی اور دہشت گردی پھیلادی۔ چنانچہ انگریزی حکومت نے ۱۹۱۱ء میں یہ تقسیم منسوخ کر دی۔

اسی سال ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا اور وہاں مسلمانوں کے قتل و غارت اور ظلم وجور کا بازار گرم کیا۔ پھر بلقانی ریاستوں نے باقی یورپی طاقتوں کی شہ پر ترکی پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں کی تمام ترہمدردیاں مسلم دشمن طاقتوں کے ساتھ تھیں۔

اس صورت حال سے مسلمانوں کو دلی صدمہ پہنچا اور ان میں جوش و خروش پھیل گیا۔ ان پر ہندوؤں کی بدنیتی اور اسلام دشمنی عیاں ہو گئی۔ دوسری طرف اب تک سرسید مکتب فکر کے جو زعماء انگریزوں سے تعاون کر کے مسلمانوں کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے، اب انہیں احساس ہوا کہ انگریزوں سے تعاون کے بجائے طاقت کے اظہار سے اپنی بات منوائی جا سکتی ہے چنانچہ برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کا جذبہ تیز تر ہونے لگا۔ دوسری طرف تقسیم بنگال کے خلاف تحریک اور دہشت گردی نے برطانوی حکومت کی کمزوری سے پردہ اٹھادیا اور قومی تحریکوں میں پیش رفت شروع ہو گئی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں نے من حیث القوم کبھی بھی غیر ملکی غلامی کو قبول نہیں کیا۔ انیسویں صدی میں جنگ آزادی، جہاد کی تحریکیں اور پھر ان کی ناکامی کے بعد بھی ان کی بازگشت اس بات کا ثبوت ہے۔ اسی طرح مشائخ اور علمائے حق نے بھی انگریز سے نفرت اور قطع تعلق کی حکمت عملی جاری رکھی۔ اعلیٰ حضرت اور ثانی حضرت للّٰہیؒ نے ہمیشہ انگریزی حکومت کی ملازمت کو ناپسند کیا۔ اپنے متعلقین کو اس سے منع کیا۔ ایسے افراد کے نام بھی ملتے ہیں جو ملازمت سے فرار ہو کر ان حضرات کے ہاں پناہ گزیں ہوئے اور ان کے تصرف سے انگریز حکومت انہیں پکڑنے میں ناکام رہی۔ تاہم ثالث حضرت کے عہد میں یہ فرق پڑا کہ مشائخ کے علاوہ مغربی تعلیم یافتہ

www.maktabah.org

طبقہ بھی انگریز سے بد ظن ہونے لگا۔

اس سیاسی پس منظر پر نوعمری کے باوصف ثالث حضرت للّٰہیؒ کے رد عمل سے آپ کی بالغ نظری اور پختہ ذہن کا اندازہ ہوتا ہے جو نقشبندی مشائخ کی روایات کے عین مطابق تھا اور جس کی جھلک آپ کے حالات کے بین السطور ملے گی۔

ابتدائی زندگی

ثالث حضرت محمد عبدالرسولؒ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں للّٰہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام حضرت خواجہ قصوریؒ کے فرزند ارجمند کے نام پر رکھا گیا اور اس کے بعد خانوادہ للّٰہی کی روایت بن گئی کہ عموماً اس کے افراد کے ناموں کے آخر میں رسول کا لفظ آتا ہے۔ جب آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرتؒ نے وفات پائی، تو آپ کی عمر چار پانچ سال تھی۔ اس کم عمری میں بھی آپ اکثر حلقہ کے وقت اپنے دادا حضرت کے پاس آجایا کرتے تھے اور حضرت ان کو گود میں بٹھا کر توجہ کرتے تھے۔

آپ نے مولوی حافظ نور احمد صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کیا (حافظ نور احمد رانجھہ صاحب موضع نور خانیوالہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں سے تھے لیکن بعد ازاں حضرت صاحبزادہ صاحب کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے للّٰہ شریف میں مقیم رہے۔ آپ کی اولاد میں جناب محمد عابد صاحب اور جناب احمد نور صاحب راقم الحروف کے خالو تھے۔ اس وقت اس خاندان کے سربراہ جناب زین العابدین رانجھہ صاحب نور خانوی ہیں)۔ علوم ظاہری کی تحصیل ابتدا میں مولانا محمد ابراہیم صاحب (شہید انوالی) سے شروع کی۔ اس کے بعد مولانا صابر دین صاحب (سکنہ اوڈھر وال) سے بیشتر کتابیں مکمل کیں۔ اس دوران آپ ڈھڈی شریف میں حضرت مولانا غلام حسنؒ کے پاس بھی جاتے رہے اور ان سے تحصیل علم کرتے رہے۔ حصول علم کا اشتیاق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ للّٰہ ریلوے سٹیشن کے ایک سٹیشن ماسٹر سے آپ کی دوستی تھی، اس سے آپ نے انگریزی زبان بھی سیکھی۔

آپ کے والد گرامی ثانی حضرتؒ آپ کو سرہند شریف لے گئے اور وہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر آپ کو خود بیعت کیا۔ آپ کی دستار بندی بھی سرہند شریف میں ہی ہوئی۔ ثانی حضرت اپنی زندگی کے دوران سلوک مجددیہ میں آپ کی علو مرتبت کے لئے کوشاں رہے اور بوقت وفات اپنے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سراج

www.maktabah.org

الدین صاحب نور خانوی سے فرمایا کہ "میری طرف سے میری ولایت فرزندی عبدالرسول کے مِلک کردو اور ان سے قبول کراؤ۔" چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔

مسند ارشاد

ابھی آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی کہ آپ کے والد گرامی ثانی حضرتؒ نے وفات پائی۔ اس نو عمری میں نسبت سلسلہ کی ساری ظاہری و باطنی ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر آپڑیں۔ اسے فیضان نظر سمجھیں یا مکتب کی کرامت کہ آپ بطریق احسن ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت محمد حسن خان صاحب کے الفاظ ملاحظہ کریں:

> "اس وقت ماشاء اللہ جوان بست سالہ ہیں۔ نسبت موروثی سے سیراب ہیں۔ صبح و شام طالبین کے ساتھ حلقہ و مراقبہ و توجہ کرتے ہیں۔ تسلیک مقامات مثل سابق جاری ہے۔ طالبان خدا کی نہایت سیر چشمی و مروت سے خدمت کرتے ہیں۔"

ایک اور عینی شاہد اور محقق حکیم عبدالرسول صاحب لکھتے ہیں:

> "اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر شریف قریب پچیس چھبیس سال کی ہے۔ نسبت موروثی بوجہ کمال حاصل ہے۔ حسب معمولات والد ماجد و جد امجد صبح و شام طالبین کو توجہ کرتے ہیں۔ تسلیکِ مقامات مثلِ سابق جاری ہے۔ رونقِ مقام و رجوعِ خلق ترقی میں ہے۔"

حضرت نے ظاہری امیرانہ انداز کو باطنی فقر اور سنت نبوی کی مکمل پیروی سے ملا دیا تھا۔ آپ کا انداز زندگی اس قدر شاہانہ تھا کہ آپ کو دیکھ کر ایک اجنبی کو کسی نواب کی سواری کا گمان ہوتا لیکن معمولات اور فرائض کی ادائیگی میں باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے رہے اور نسبت مجددی کی اشاعت میں کوشاں رہے۔

تعمیرات

تعمیرات کا زیادہ کام ثانی حضرتؒ کے دور میں ہوا تھا۔ آپ نے اپنے مختصر عہد میں اس میں اضافے کیے۔ ثانی حضرت کے نو تعمیر کردہ رہائشی مکانات اور اعلیٰ حضرتؒ کے قدیم آبائی مکان کے درمیان ایک گلی تھی۔ آپ نے اس پر

www.maktabah.org

چھت ڈال کر بسات کی شکل دی اور آبائی حصہ کے اوپر دوسری منزل تعمیر کر کے اسے ثانی حضرت کی تعمیرات سے جوڑ دیا۔ اس طرح رہائشی مکانات مزید وسیع ہو گئے۔ بسات کی بڑی ڈیوڑھی پر یہ شعر تحریر تھا ؎

نقشبندی احمدی عبدالرسول
باد در درگاہِ اللہ بس قبول

آپ کی مہر بھی اسی شعر پر مشتمل تھی۔ یہاں احمدی سے مراد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ یعنی حضرت مجددؒ سے نسبت ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ بھی اپنے نام کے ساتھ نقشبندی احمدی لکھتے تھے۔ بعد میں جب قادیانیوں نے یہ لفظ اپنایا تو حضرات للّٰہی نے اسے ترک کر کے مجددی کا لقب اختیار کر لیا۔ ثالث حضرتؒ کے تعمیر کردہ مغربی حصہ کے دروازہ پر مولانا محمد ابراہیم صاحب کے ہاتھ سے لکھے گئے یہ شعر اب تک یاد ہیں ؎

الٰہی طفیلِ حبیبِ خدا تو اس گھر پہ بارانِ رحمت وسا
قیامت تلک خانہ آباد ہو دنے رات اس وچ خدا یاد ہو

جیسا کہ گذشتہ باب میں گزر چکا ہے، اب یہ مکانات گرائے جا چکے ہیں۔

لِلہ شریف کے قرب میں کوہستان نمک پر واقع سردھی کا مقام سطح سمندر سے قریباً اڑھائی ہزار فٹ بلند ہے اور اس کی آب و ہوا خوشگوار ہے۔ آپ نے وہاں اپنا گرمائی مرکز تعمیر کیا جو گاؤں سے باہر ایک پہاڑی پر تھا اور چند کمروں پر مشتمل تھا۔ آپ کی وفات کے بعد وہ بھی عدم توجہی کا شکار ہو کر گر گیا۔

ریلوے سے محبت

آپ ریلوے اور اس کے سفر کو بہت پسند کرتے تھے۔ یہ اسی پسندیدگی کا نتیجہ تھا کہ آپ ریلوے سٹاف سے ہمیشہ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ ہمیشہ فرسٹ کلاس میں سفر کرتے (اس زمانہ میں چار کلاسیں ہوتی تھیں: تھرڈ، انٹر، سیکنڈ اور فرسٹ۔ فرسٹ کا مرتبہ اور کرایہ آج کے ایر کنڈیشنڈ کے برابر تھا۔ اس میں عموماً انگریز حاکم ہی سفر کرتے تھے) حضرت کی زوجہ محترمہ (راقم الحروف کی دادی صاحبہ) ٹھٹہ بیرہ (نزد مڈھ رانجھہ) کی رہنے والی تھیں۔ میکے جانے کے لئے لِلہ شریف سے بھلوال تک ریل گاڑی پر سفر کرتیں اور اس سے آگے ٹانگہ پر۔ جب بھی انہیں جانا ہوتا، پہلے سے لِلہ سٹیشن پر ایک سپیشل ڈبہ (سیلون) آجاتا اور وہ اس

www.maktabah.org

میں سفر کرتیں۔ حضرت بعض اوقات شوقیہ طور پر بھی ریل کا سفر کرتے۔ بارہا للہ سٹیشن سے صبح کی گاڑی میں سوار ہو جاتے اور ڈنگہ سٹیشن پر اتر جاتے۔ یہاں سٹیشن کے بالکل قریب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ وہاں چٹائی پر بیٹھ جاتے اور میاں محمد دین صاحب (جناب عبدالرؤف صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور کے دادا) جن کی دکان سٹیشن کے بالکل قریب تھی اور جو آپ کے بے حد مخلص و محبّ تھے اور خود آپ بھی ان سے بڑی محبت رکھتے تھے، کو بلا بھیجتے اور ان کے ساتھ مجلس ہوتی۔ بعد ازاں دوسری گاڑی پر سوار ہو کر شام کو للہ شریف واپس آجاتے۔

عالم اسلام کے مسائل میں دلچسپی

آپ کے زمانہ میں اردو پریس کی روایات مستحکم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ آپ کے ہاں اخبارات باقاعدگی سے آتے تھے اور آپ ملکی اور عالم اسلام کے مسائل میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے، تقسیم بنگال کی منسوخی مسلمانان بر صغیر کے لئے انتہائی مایوس کن تھی۔ پھر طرابلس پر اٹلی کی افواج کی چڑھائی اور ظلم و بربریت کی داستانوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی اور مسلمانوں نے اٹلی کی مصنوعات اور اس ملک سے در آمد شدہ اشیاء کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ثالث حضرتؒ نے اپنے توشہ خانہ سے اٹلی کا مال چن کر نکالا اور اسے ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کر دیا۔ للہ شریف جیسے ایک دور افتادہ گاؤں اور صوفیانہ ماحول میں مسلمانان بر صغیر کے جذبات اور سیاسی امنگوں سے اظہار یکجہتی کا یہ ایک نادر مظاہرہ تھا۔

امیر حبیب اللہ خان کا استقبال

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عالم اسلام کے بڑے حصہ پر مغربی سامراجی طاقتوں نے تسلط جما رکھا تھا۔ صرف ترکی کا سلطان جو خلیفہ اسلام بھی تھا، وحدت ملی کی علامت کے طور پر موجود تھا۔ مشرق میں صرف افغانستان کا چھوٹا سا اسلامی ملک ہی ایسا تھا جو غیر ملکی تسلط سے بچا ہوا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ وہ دو بڑی حریف طاقتوں یعنی روس اور برطانوی ہند کے درمیان حد فاصل (بفر) کا کام دیتا تھا۔ جنوبی ایشیا کے مسلمان اپنی غلامی کو دیکھتے ہوئے اس چھوٹے مگر آزاد اسلامی ملک اور اس کے امیر کو اپنا آئیڈیل سمجھتے تھے۔ خود

www.maktabah.org

علامہ اقبال نے بھی اپنے قصائد میں اس ملک اور اس کے امیر کو بڑی اہمیت دی۔

انہی دنوں امیر حبیب اللہ خان والئی کابل بر صغیر پاک و ہند کے سرکاری دورہ پر آئے۔ حمیت اسلامی کے پاکیزہ جذبات کے تحت ثالث حضرت للّٰہیؒ مخلصین کی بڑی جماعت کے ساتھ دہلی آئے۔ امیر کابل نے ایک خاص وقت پر جامع مسجد دہلی میں آنا تھا۔ حضرت بھی وقت پر وہاں پہنچے۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں پہلے سے منتظر مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک حسین، سرخ و سفید جوان زرق برق لباس میں ملبوس، چالیس پچاس دست بستہ ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے تو وہ سمجھے کہ امیر کابل تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ سب کھڑے ہو کر استقبال کے لئے بڑھے۔ حضرت نے انہیں روکا اور فرمایا کہ میں امیر نہیں ہوں۔ میں تو فقیر ہوں، امیر کو دیکھنے آیا ہوں۔

مسٹر ہیلی کی پیش کش

بیسویں صدی کے آغاز میں سرگودھا کے علاقہ میں نہر آئی اور یہ علاقہ آباد ہونے لگا۔ آباد کاری کے کام کا انچارج مسٹر ہیلی ایک نہایت سرگرم اور فعال انگریز تھا جو بعد میں ترقی کر کے پنجاب کا گورنر بھی بنا۔ اس آباد کاری میں گھوڑی پال مربعے عطا کرنے کی سکیم بھی شامل تھی۔ اس دور میں گھوڑا جنگی حکمت عملی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ دشوار گذار علاقوں میں بار برداری اور نقل و حرکت کا انحصار اسی جانور پر تھا۔ چنانچہ جو لوگ سرکار کو گھوڑیاں نذر کر کے انہیں پالتے تھے تا کہ وقت ضرورت سرکار انہیں طلب کر سکے، تو ان لوگوں کو ایک دو مربع زمین دے دی جاتی تھی۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بااثر افراد کو ایسے عطیات دے کر، ان کے ذریعے رائے عامہ کو انگریز سرکار کے حق میں ہموار کیا جا سکے۔

مسٹر ہیلی نے ثالث حضرت للّٰہیؒ کے پاس اپنا خاص سفیر بھیجا اور کہا آپ کے پاس اتنے اعلیٰ گھوڑے ہیں۔ ان میں سے صرف دو جانور سرکار کے نام منسوب کر دیں اور ضلع شاہ پور (حال سرگودھا) کے کسی بھی علاقہ میں زمین کے جتنے مربعے بھی آپ کہیں، وہ آپ کو دیدیے جائیں گے۔ آپ نے اس پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے جواب دیا کہ مجھے انگریز سرکار کے مربع جات سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ مجھے ان کی ضرورت ہے۔ انگریزی اقتدار سے نفرت اور فقیرانہ بے نیازی کا یہ ایک واضح ثبوت تھا۔

www.maktabah.org

شکار کا شوق للہ شریف قدرتی طور پر بندوق کے شکار کا علاقہ ہے۔ ثالث حضرتؒ کے دور میں کھیتوں، دامن کوہ اور دریائے جہلم کے شمال میں پھیلے ہوئے کلری علاقہ میں بڑی تعداد میں ہرن ملتے تھے۔ پہاڑ پر ہڑیال کے غول مل جاتے تھے۔ سردیوں میں نقل مکانی کرنے والے پرندے مثلاً کونج، تلور، بھٹ تیتر، کشمیرے، مرغابی وغیرہ وسط ایشیا اور سائبیریا سے آجاتے تھے۔ چنانچہ حضرت نے بندوق کے شکار میں بھی دلچسپی لی۔ قریبی گاؤں کندوال کا میاں سردارا آپ کا مشہور شکاری تھا۔ آج جبکہ شکار نایاب ہوتا جارہا ہے اس کی شکار میں کامیابیاں اور "بیگ" افسانوی داستانیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا بیٹا دوست محمد بھی شکاری تھا اور وہ حضرت رابع ثانیؒ اور راقم الحروف کے ساتھ شکار میں کئی بار شامل رہا۔ ثالث حضرتؒ کے زمانہ میں بعض دفعہ لنگر میں ہرن کا گوشت پکتا تھا۔

ایک دفعہ آپ موضع ڈھاک (ضلع خوشاب) میں دورہ پر تھے کہ دریائے جہلم کے کنارے ایک بڑے مگرمچھ کو ریت پر لیٹے دیکھا۔ آپ نے اس پر بندوق سے بال کارتوس کا فائر کیا جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ اسے باقاعدہ صاف کر کے ممی کی صورت میں بیٹھک کے برآمدے میں چھت کے قریب لٹکا دیا گیا۔

چند مکتوبات ۱) میاں چراغ دین کے نام (بزبان اردو):

واضح ہو کہ خط مخلص کا پہنچا۔ سب احوال مفہوم ہوا۔ اپنے والد صاحب کو سنادو کہ قلب کا جاری ہونا یعنی لطائف خمسہ کا جاری ہونا بڑا مبارک ہے اور آگے بھی حسب طاقت جس طرح ہو سکے دوام حضور اور مراقبہ ذکر اللہ کیا کریں کہ باطن کی صفائی اور ترقی ہوگی اور تصور بھی خواہ حکمی ہو یا اصلی، باطن کو جِلا کرتا ہے۔ ہمیشہ کوشش مناسب ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت کامل بخشے۔"

۲) میاں چراغ دین کے نام (بزبان فارسی):

"تمہارا ملفوف ملا۔ موجب راحت ہوا۔ قاضی الحاجات اور حل المشکلات کی درگاہ میں دعا کی گئی۔ پیران کمال کی

www.maktabah.org

توجہ سے وہ جل جلال برخوردار کو قرآن کریم و کلام قدیم کے طفیل اپنی رحمت عمیم سے اپنی حفاظت میں رکھے اور علم ظاہری و باطنی سے مسرور کرے۔ دوسرے مخلصوں کے لئے بھی دعا کی گئی۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔ یہ ناطق ۲۱ فروری بروز جمعرات موضع چنن متصل ڈنگہ میں آئے گا بشرط امر اللہ تعالیٰ۔ اس لئے چاہیے کہ نورالدین کو اطلاع کر دیں کہ تاریخ مذکور پر آئیں فراغت ہو تو تم بھی آجاو۔"

۳) میاں غلام حسن کے نام (بزبان اردو):

"خط مرسلہ تمہارا پہنچا۔ دیکھ کر سخت افسوس ہوا جس کا کچھ حساب نہیں۔ افسوس اس لئے ہوا کہ اس وقت تمہارے ایمان میں بڑا خلل ہے کیونکہ تمہاری صحبت ایک غیر مقلد کے ساتھ ہے۔ لعنت ایسی شاگردی پر اور پھٹکار ہے ایسے علم پر جو ایسے شخص سے حاصل کیا جائے جو احتیاطی ویا شیخ پڑھنے سے منع کرتا ہے

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالع ترا طالع کند
صحبت بدکار تباہ می کند　　دیگ سیاہ جامہ سیاہ می کند

میں نے تم کو ایک اچھا دانا بنایا ہوا تھا مگر کوراہی نکلا۔ بھلا جس کی صحبت وغیرہ نے پہلے ہی ایمان چھین لیا، اس کی بددعا کیا لگے گی۔ ہرگز ہرگز یہ کوئی بات نہیں۔ اپنا ایمان چاہتے ہو تو مجلس کیا اس کا منہ تک نہ دیکھو۔ سخت تاکید ہے۔ ایسے شخص کی صحبت بری ہے۔ حضرت قصوری علیہ الرحمتہ ایسے یار کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

صحبت یاراں بد از مار بد
مار بہ تن یار بہ ایمان زند

صحبت نیکاں طلب اے ہوشمند
تا شوی از صحبت شاں سر بلند

www.maktabah.org

باقی حاملہ عورت سے صحبت کرنا درست ہے۔ اگر موذن موجود اجازت دیدے تو مجاز شخص بھی تکبیر وغیرہ کر سکتا ہے، چاہے امام ہو یا کوئی اور بلکہ اذان ہمیشہ امام کو ہی کہنی چاہیے کیونکہ وہ اکثر مسائل سے واقف ہوتا ہے۔ تعویذ بھیجے جاتے ہیں۔ استعمال میں لائیں۔ فقط"

۴) جناب پیر غلام شاہ صاحب کے نام (بزبان فارسی):

"جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد خانقاہ شریف پر قرآن شریف کا ختم کوشش کے ساتھ آٹھ حفاظ سے کرایا گیا۔ دعا کے وقت فقیر نے مع مولوی محمد حسن خان صاحب حاضر ہو کر کوشش کے ساتھ دعا کی۔ تاریخ آگے بڑھنے کی خبر پر ختم شریف کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ آج کارڈ ملنے پر دوبارہ ختم شریف کا ارادہ بنایا اور کل سوا لاکھ یا سلام مبارک کے ختم کی صلاح بنی ہے۔ ان دونوں ختموں میں فقیر خود مع جناب خان صاحب شامل ہو کر پوری کوشش اور بتہ دل سے آنجناب کے لئے دعا کرے گا۔ فقیر اور جملہ مخلصین کی دلی خواہش ہے کہ خداوند تعالیٰ بحرمت پیران کبار علیہم الرضوان آنجناب کو فتح مندی کے ساتھ گھر واپس لائے۔ نیز فقیر چند دنوں سے ختم خواجگان کے بعد آنجناب کی فتح مندی کے لئے دعا میں مصروف ہے۔ خداوند کریم انجام حسب خواہش کرے۔ مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۱۸ھ بروز پیر

۵) مولوی محمد ابراہیم صاحب کے نام (بزبان فارسی):

"بھائی کے خط فرحت نمط نے موصول ہو کر مسرور کیا مگر جنت مآل حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کی خبر نے نہایت شکستہ خاطر کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رضا و تسلیم بقضا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نعیم میں بلند درجات عطا فرمائے اور بھائی کو مقاصد دارین اور سعادت کونین کے حصول

www.maktabah.org

کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے اور اس عزیز کے وجود مسعود سے مسلمانوں کے ظاہر و باطن کو مستفید کرے اور اسے طالبان دین کا مرجع بنائے۔ حق سبحانہ تعالیٰ حافظ محمد امین کو ہر تکلیف سے محفوظ رکھے اور کمالات کسبیہ و وہبیہ سے متمتع کرتے ہوئے عمر طبعی کو پہنچائے، علماء کا مقتداء اور مرجع خاص و عام بنائے۔ حافظ مراد کو اس جگہ پوری جمعیت ہے۔ اس کا اُدھر آنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔"

عائلی زندگی حضرت کی پہلی شادی اعلیٰ حضرتؒ کے بھتیجے مولانا دین محمد صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ دوسری شادی ٹھٹہ بیرہ کے حافظ محمد دین صاحب (قوم کھرل عرف بیرہ) جو اعلیٰ حضرتؒ کے خلیفہ اور ثانی حضرتؒ کے استاد تھے، کے خاندان میں ہوئی۔ ان سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ حضرت دادی صاحبہ نے ۱۹۷۷ء میں نوے سال سے زاید عمر پاکر وفات پائی۔ تیسری شادی للہ شریف میں مقامی طور پر ہوئی۔ ان سے کوئی اولاد نہ تھی۔ آخر الذکر دادی صاحبہ کو ہم سب ماجی کہتے تھے۔ بڑی دانا اور باوقار خاتون تھیں۔ راقم الحروف کی والدہ وفات پا گئیں تو ان ماجی صاحبہ نے ماں سے بڑھ کر مجھے پیار و محبت سے پالا۔ ۱۹۵۵ء میں وفات پائی۔ خدا تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ رَبِّ ارْحَمْهُما كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْراً۔

کرامات ثالث حضرت للّٰہیؒ نے ایک تو بہت کم عمر پائی اور دوسرے ان کے حالات، اقوال اور کرامات کو کسی نے باقاعدہ طور پر قلمبند نہیں کیا۔ اس لئے تاریخ کا قیمتی اثاثہ ضائع ہو گیا۔ چند مستند روایات درج ذیل ہیں :

۱) صاحبزادہ محمد مقصود الرسول صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مفتی عطا محمد صاحب رتویؒ فرماتے تھے کہ میں تحصیل علم کے لئے رام پور (بھارت) میں تھا۔ ایک دفعہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ میں نے محض شغل کے طور پر ایک بندر کو چھیڑ دیا۔ اس نے چیخ ماری اور آن کی آن میں سینکڑوں بندر جمع ہو گئے۔ وہ سب غضبناک ہو کر مجھ پر حملہ کرنے والے تھے کہ میں نے خوف زدہ ہو کر استمداد کی نیت سے ثالث حضرت

www.maktabah.org

مخادیم اقدس جناب مولوی غلام شاہ صاحب سلمہ

از فقیر عبد الرسول عفی عنہ بعد سلام مسنون خیر الانام موضوح ضمیر منیر

میگرداند بیوم جمعہ بعد نماز عصر بخانقاہ شریف ختم قرآن شریف خواندہ شد

از دست خط [illegible] کہ [illegible] وقت دعا [illegible] جناب [illegible] محمد حسن صاحب

ما شاء اللہ دیدہ دعا بگوش عرض رسید و بعد خبر از تاریخ ارادہ ختم

شریف ملفوظ [illegible] امروز بعد رسید کارڈ باز ارادہ ختم

قرآن شریف نمودن است و فردا صلاح ختم یعنی [illegible] اللہ بسلامت مبارک

نمودن است و نیز در این ہر دو ختم ہمہ جناب شامل [illegible] دعا

عکس مکتوب خود نوشت ثالث حضرت عبد الرسول للّٰہی بنام پیر غلام شاہ بھیروی مورخہ ۹ ربیع الآخر ۱۲۹۷ھ

www.maktabah.org

کی طرف توجہ کی۔ اچانک ایک طرف سے دو کتے دوڑتے ہوئے آئے جن کو دیکھ کر سارے بندر بھاگ کھڑے ہوئے اور میں ہلاکت کے منہ سے بچ نکلا۔ بعد ازاں جب میں لِلّہ شریف میں حضرت کے پاس حاضر ہوا تو میرے کچھ کہنے سے پہلے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ مفتی صاحب بندروں سے چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں ہوتی۔

۲) موضع بیگہ متصل بانیاں ضلع گجرات میں ایک نابینا حافظ صاحب رہتے تھے۔ ان کا نام نور الدین اور قوم گوجر تھی۔ حضرت کے محبّ ارادت مند تھے۔ ایک دن آپ کے سامنے اپنے اندھے پن پر بڑی گریہ وزاری کرنے لگے۔ بار بار کہتے تھے کہ حضرت مجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس معذوری سے نجات دلا دیں۔ آپ کے دل میں بھی رقت پیدا ہوئی اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر کچھ نمک دم کر کے دیا کہ اسے آنکھ میں ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند ہی دنوں میں نظر لوٹ آئی اور وہ نابینا سے بینا ہو گئے۔

۳) اس زمانہ میں "صوفی" نام کا ایک ماہوار معیاری رسالہ منڈی بہاء الدین سے شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں اس میں "زندہ ولی کی زندہ کرامت" کے عنوان کے تحت ایک مضمون شائع ہوا جس میں ثالث حضرتؒ کا یہ واقعہ بیان کیا گیا کہ ایک دن آپ سر پر ٹسری دستار باندھ کر نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ اس دستار میں ایسی چمک دمک تھی کہ ایک نمازی کے دل میں خیال آیا کہ یہ دستار خالص ریشم کی ہے جس کا پہننا مرد کے لئے جائز نہیں تو پھر حضرت نے یہ غیر شرعی کام کیوں اختیار کر رکھا ہے۔ نماز کے بعد اس شخص کے سوال یا اظہار خیال کے بغیر ہی آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے میری دستار کے کپڑے کے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔ وہ اسے خالص ریشمی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ٹسری ہے جو شرعاً ناجائز نہیں۔ اس پر وہ شخص سخت نادم ہوا اور غلطی کا اعتراف کر کے معافی کا خواستگار ہوا۔

وفات ثالث حضرت کو شاید اپنے وصال کے قرب کا احساس تھا۔ آپ نے موضع ٹئیں کی مسجد میں اپنے قلم سے یہ قطعہ لکھا:

بر مزار ما گذر کردی صفا آوردہ ای
خوش بیا بنشیں کہ ماہم جسم و جانے داشتیم

www.maktabah.org

از جفائے باغباں ایمن مشو اے عندلیب
پیش ازیں ماہم دریں باغ آشیانے داشتیم

آپ کو درد گردہ کی شکایت ایک دوبار پہلے بھی ہوئی تھی۔ بالآخر یہی مرض الموت ثابت ہوئی۔ آخری بار اس کا شدید حملہ ہوا اور پیشاب کی بندش ہو گئی۔ حضرت مولانا اللہ جوایا صاحب کے فرزند حکیم نور الحق صاحب نے علاج شروع کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ اس پر پنڈ دادنخان سے ڈاکٹر بلوایا گیا۔ اس نے سُوآ ڈال کر الٹا زخم کر دیا اور تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ آٹھ دن اسی تکلیف میں گذرے جن میں آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ آخرے رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) کو ۲۹ سال کی عمر میں ہفتہ کے روز آٹھ بجے شب وفات پائی اور خانقاہ شریف میں ثانی حضرتؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کی منظوم تاریخ وفات اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب (سیتھلانوالہ) نے کہی جس کا آخری شعر جس میں مادہ تاریخ ہے، یہ ہے:

چونکہ از تاریخ حضرت خواستند از من نشاں
عرض شاں کردم کہ جوئندش "ز خیراتِ حِسان" (۱۳۳۰)

آپ کی جواں مرگ سب لوگوں بالخصوص عاشق ارادت مندوں کے لئے ناقابل برداشت صدمہ اور ناقابل فراموش سانحہ تھا۔ بعض عشاق تو تازیست سوگوار رہے۔ بہت لوگوں نے مرثیے لکھے ان میں موضع وجھ کار ہنے والا جون نام کا ایک شخص بھی تھا جو ان پڑھ تھا اور کبھی شاعری نہیں کی تھی۔ تاہم محض فرط جذبات سے شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے اور اس نے دردناک سی حرفی لکھی۔ اس کا پہلا بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

الف اٹھ ویکھاں جس طرف ولوں سوہنا پیر نہ نظریں آوندا ای
لگے شیشۂ محل دسینو دے نی جتھے گُھڑے راز بتانودا ای
واہ نظر اکسیر جو پیر دی اے لکھاں عاماں نوں خاص بنانودا ای
شوہدا جون کہے سوہنا پیر میرا باتاں وانگ رسول الانودا ای

www.maktabah.org

حضرت مفتی امام دین صاحب کے پر درد نالہ فراق کا پہلا بند بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

الف آ پچھیاندا حال ویکھیں لویں سار پر وار دیا والیا وے
کھیتی گڈ کے پھر نہ سار لئی آپانی آب حیات تھیں پالیا وے
بوٹی آس امید دی سک گئی آپانی دئیں اس باغ دے مالیا وے
چھٹا تیر تقدیر دا اجل سیتی سر تے آئی قضا نہ ٹالیا وے

آپ کی شخصیت

آپ کی شخصیت میں امیری اور فقیری کا ایسا حسین امتزاج تھا، اور پھر ایسے عنفوان شباب میں وصال ہوا کہ اس نے آپ کی شخصیت کو افسانوی رنگ دیدیا۔ اور جن لوگوں نے آپ کو دیکھا تھا، ان کی زبان پر تاعمر آپ کا تذکرہ رہا۔ ایک طرف آپ کا انداز زندگی قرون وسطیٰ کے امراء کی طرز پر رئیسانہ تھا تو دوسری طرف اسلاف اور مشائخ متقدمین کی طرز پر سب معمولات، تقویٰ ورع اور اتباع سنت آپ کی روزمرہ زندگی کا حصہ تھے۔ صاحب ذکر الصالحین کے الفاظ میں ۔

انہاں امیری وچ لپیٹی ایسی طرح فقیری
جیوں کستوری رکھی ہووے کپڑے وچ حریری

آہا جیویں طریق پرانا آبائی اجدائی
لماں چوغہ کدی نہ پایا نہ گل تسبیح پائی

نہ ہتھے وچ عاصا پھڑیا نہ کوزہ لٹکایا
تے نہ کدی ریا کاری دا ساوا بانا لایا

الغرضی سب رکھیا ہویا دنیا دا ورتارا
پر باطن وچ عشق الٰہی مار رہیا چمکارا

سنت نبوی اتے قائم ہر ساعت ہر ویلے
شغل عبادت ذکر الٰہی ہر دم شام سویلے

دوروں میں کبھی کبھی بعض مقامات پر نیزہ بازی کا مقابلہ ہوتا۔ آپ کے

www.maktabah.org

درویشوں میں ماہر نیزہ باز بھی ساتھ ہوتے تھے جو عموماً مقامی نیزہ بازوں کو شکست دے دیتے۔ بعض جگہ کشتی کا مقابلہ بھی ہوتا۔ درویشوں میں ایسے توانا اور مضبوط افراد بھی ہوتے جو مقامی پہلوانوں سے مقابلہ کرتے۔ یہ محض صحت مند، جائز مشاغل تھے ورنہ تبلیغ دین اور اشاعت نسبت کے کام میں کبھی کوتاہی نہیں ہوئی اور بزرگوں کے تمام معمولات پر عمل ہوتا رہا۔

بندوق کے شکار کے شوق کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس شغل کا خیال آتے ہی ایک غیر منظم اور غیر ذمہ دارانہ زندگی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ یہی خیال حضرت کے بارے میں ایک معترض کے دل میں آیا اور اس نے سوچا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ شکار میں آپ بروقت باجماعت نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شکار میں وہ ایک مبصر کے طور پر پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر چلتا رہا۔ جونہی نماز کا وقت آیا، اذان کہی گئی اور جنگل میں سب شکاری صف آرا ہو گئے اور نماز کی امامت خود حضرت نے فرمائی۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر آگے بڑھا اور اپنی بدظنی کی معافی چاہی۔

آپ بے حد زیرک اور دانا تھے، حسن و جمال ضرب المثل تھا اور شخصیت میں بلا کی جاذبیت تھی۔ جہاں سے گزر رہے ہوتے، لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ لاہور میں ایک ہندو آپ کو محض ایک نظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا موضع میلواں کے دو بھائی بہن اپنے گھر کے صحن میں کھڑے تھے کہ آپ کی سواری گزری۔ ایک نظر دیکھتے ہی ایسے گھائل ہوئے کہ تیرہ گائے بھینسیں، گھر بار، رشتہ دار سب چھوڑ کر پیچھے ہو لئے اور مڑ کر نہ دیکھ سکے۔ ساری عمر للہ شریف میں گزار دی اور کبھی گھر کا نام نہ لیا۔ راقم الحروف نے بچپن میں اس جوڑے کو دیکھا۔ ہم اسے بابا خان کہتے تھے جو غمزدہ صورت کے ساتھ لنگر خانہ میں بیٹھا رہتا تھا۔ اس کی بہن اب مائی فضلاں کہلاتی تھی اور گھر میں کام کرتی تھی۔ ایسے اور بہت سے عاشق مخلص تھے۔ منشی فضلا جو ایک مقامی زمیندار تھا مگر اب لنگر میں رہتا تھا اور والد گرامی کے گھوڑے کو سنبھالتا تھا۔ اس سے ہم صرف اشارتاً حضرت کی کوئی بات دریافت کرتے تو وہ سب کام چھوڑ کر ہزار داستان بن جاتا اور آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ احمد آباد کے میاں محمد کی بھی یہی کہانی تھی۔ شیخ غلام محمد پہلے سکھ تھا۔ آپ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر ساری عمر للہ شریف میں گزار دی۔ کس کس کا نام لیا جائے۔

www.maktabah.org

آپ کے لباس کے جو نمونے بطور تبرک حضرت ماجی صاحبہ کے پاس تھے اور جو راقم الحروف نے دیکھے، ان سے آپ کی خوش لباسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ دستار مشہدی ہوتی جو زری کلاہ پر باندھتے۔ اس کے دونوں پلے تقریباً ایک گز خالص تِلّا سے بُنے ہوتے۔ واسکٹ اور چوغے سبز کمخواب کے تھے جن پر سنہری ڈوری یا تِلّا سے بیل بوٹے بنے ہوتے۔ اس پر مستزاد آپ کی جامہ زیبی اور چہرے پر نسبت کا نور ؎

قیمت دار پوشاکاں پہنن جیویں نواب ریاست
سوہنی شکل نورانی آہی صاحب رعب سیاست

طبیعت میں سخاوت کا مادہ بھی بہت تھا۔ اپنے متعلقین کو تحائف اور عطیات سے نوازتے تھے۔ ایک دورے میں حکیم نور الحق صاحب بھی ساتھ تھے۔ بعض درویشوں نے ان سے کچھ ایسا مذاق کیا کہ وہ بہت ناراض ہو گئے۔ حضرت نے انہیں ایک بھینس کا تحفہ دے کر راضی کیا۔

اولاد

رابع حضرت محمد مقبول الرسولؒ آپ ثالث حضرتؒ کے بڑے لڑکے تھے۔ حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں۔

رابع ثانی حضرت محمد محبوب الرسولؒ آپ ثالث حضرتؒ کے دوسرے لڑکے تھے۔ حالات آگے آئیں گے۔

حضرت صاحبزادہ محمد فضل الرسولؒ آپ ثالث حضرتؒ کے تیسرے اور سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ ہفتہ کی رات ۱۳ صفر ۱۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔ ابھی سات ماہ کی عمر تھی کہ والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ بہت حسین و جمیل تھے، شوخ اور کھلنڈری طبیعت پائی تھی تاہم پڑھائی میں سستی نہیں کرتے تھے۔ بڑے بھائیوں کے احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ہم عمر چودھری کرم علی چدھڑ نے بیان کیا کہ ہم صاحبزادہ صاحب سے مل کر گدھوں کے پیچھے ٹین کا

www.maktabah.org

ڈبہ باندھ کر انہیں دوڑایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے بھائی صاحبزادہ محمد محبوب الرسول صاحب جو عمر میں صرف دو سال بڑے تھے، پاس کھڑے تھے کہ مجھے دور سے ایک گدھا دکھائی دیا۔ میں نے انجانے میں انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد فضل الرسول صاحب کو صرف اتنا کہا "وہ"۔ آپ بالکل خاموش ہو گئے اور جب بڑے بھائی وہاں سے چلے گئے تو مجھے چابک سے بہت مارا کہ تم نے بڑے بھائی صاحب کے سامنے گدھے کی طرف اشارہ کیوں کیا۔ وہ کیا کہیں گے کہ میں شرارتیں کرتا ہوں۔

آپ نے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ میں تیرہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا حکیم عبدالرسول صاحب (سکنہ بھربار) نے طویل مرثیہ لکھا اور مندرجہ ذیل آخری شعر میں تاریخ وفات کہی۔

ز قلبِ عبد بہرِ سالِ تاریخ
۱۳۴۳
ندا آمد کہ پنہاں فیضِ ما شد

ماخذ کتب

تحریک پاکستان	صاحبزادہ محمد عبدالرسول
مقامات طیبین	مولانا امام دین کھوتکوی
حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	حضرت محمد حسن خان بجنوریؒ
انوار مرتضوی	حکیم عبدالرسول بکھروی
ذکر الصالحین	منش محمد عبدالغنی
مکتوبات	ثالث حضرت محمد عبدالرسول للّٰہی

خاندانی بیاض، خاندانی روایات، قصیدے اور مرثیے

www.maktabah.org

پینتیسواں باب

رابع حضرت حافظ محمد مقبول الرسول للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۲۳ تا ۱۳۶۸ھ / ۱۹۰۶ تا ۱۹۴۹ء

آپ کا عہد رابع حضرتؒ اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت رابع ثانیؒ کا عہد جنوبی ایشیا میں انقلابی تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ مسلمانوں کی سیاسی بیداری، جدو جہد آزادی میں تیزی، ہندوؤں کا بے نقاب ہونا اور اس کے رد عمل میں مسلمانوں کا الگ وطن کا مطالبہ، قرار داد پاکستان کی منظوری اور بالآخر قیام پاکستان ــــ بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول کے نمایاں واقعات ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں گذر چکا ہے کہ تقسیم بنگال کی تنسیخ، طرابلس اور ترکی پر مغربی طاقتوں کے حملوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑادی تھی۔ یہ جذبات اس وقت شدت اختیار کر گئے جب پہلی جنگ عظیم کے بعد یورپی طاقتوں نے ترکی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی سازش کی۔ بر صغیر کے مسلمانوں نے بڑے جوش و جذبہ اور ایثار و قربانی کے جذبات سے سر شار ہو کر تحریک خلافت چلائی اور حکومت کی جیلیں بھر دیں۔

اس صدی کے تیسرے عشرہ میں ہندو ذہن کا خبث کھل کر سامنے آیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے مطالبات کو نہرو رپورٹ میں کلی طور پر نظر انداز کیا۔ ہندو مسلم فسادات عام ہونے لگے چنانچہ علامہ اقبال نے نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے لئے ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور پیش کیا۔ آخر کار ہندو تعصب سے مجبور ہو کر مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ۱۹۴۰ء میں قرار داد پاکستان منظور کی اور پھر متحد ہو کر اس کے حق میں ایسی زبردست تحریک چلائی کہ صرف سات سال بعد ہی ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہو گیا۔

www.maktabah.org

حصول پاکستان کی اس جدو جہد میں تمام مشائخ کا کردار انتہائی مثبت اور مسلمانان بر صغیر کی امنگوں کے عین مطابق رہا۔ اور فراست مومن کی صحیح عکاسی کرتا تھا۔ دوسری طرف علماء کا ایک طبقہ اس جدو جہد کا صریحاً مخالف رہا اور اس نے کانگرس کے دامن عافیت میں پناہ لی۔ قیام پاکستان بھی تو اقامت دین کو عملی صورت دینے کا ایک خواب تھا اور تاریخ نے ایک بار پھر ثابت کیا کہ خانقاہی نظام سے متعلق یہ طبقہ ہمیشہ کی طرح اقامت دین کی عملی جدو جہد میں سرخرو ہوا اور اس کے فیصلے نظر بنور اللہ کا نتیجہ تھے۔

نقشبندی روایات کے علم بردار خانوادۂ للّٰہی کا کردار اس تحریک میں سلسلہ کی روایاتِ ماضی کے عین مطابق تھا۔

پیدائش رابع حضرت محمد مقبول الرسولؒ کی ولادت ۷ اذوالحج ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء) کو بروز پیر ہوئی۔ آپ کے دونوں پاؤں پیدائشی ٹیڑھے تھے یعنی اندر کی طرف مڑے ہوئے تھے اور اُن کی پیٹھ زمین پر لگتی تھی۔ ثالث حضرتؒ کو اس کا بڑا رنج تھا چنانچہ حضرت آپ کو میو ہسپتال لاہور میں لے گئے۔ اس زمانہ میں سرجری اتنی ترقی یافتہ نہ تھی، جتنی آج ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ فی الحال پاؤں کو چھیڑنا مناسب نہیں کیونکہ ان کا صحیح ہو جانا یقینی نہیں۔ حضرت نے اپنے پیر خانہ قصور شریف میں بھی دعا کے لئے خط لکھا۔ اس وقت حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کی نواسی محترمہ زندہ تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ علاج کی ضرورت نہیں۔ آپ کا فرزند اس حالت میں بھی چل پھر سکے گا۔ چنانچہ اس بظاہر معذوری اور بھاری جسم کے باوجود آپ بہ آسانی چل پھر سکتے تھے اور سیڑھیاں اس تیزی سے چڑھتے تھے کہ عام آدمی بہ مشکل ساتھ پہنچتا تھا۔

للہ شریف سرخ بیروں کے پھل کے لئے مشہور ہے۔ آپ کی اس معذوری کے پیش نظر ثالث حضرتؒ نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص گھر میں بیر نہ لائے کیونکہ اس طرح گٹھڑیاں فرش پر پھینک دی جائیں گی اور آپ کے پاؤں میں چبھ کر تکلیف کا باعث بنیں گی۔

تعلیم و تربیت آپ کی عمر صرف ساڑھے چھ سال تھی جب ثالث حضرتؒ کا انتقال

www.maktabah.org

ہوا۔ کسی سربراہ کے بغیر اتنے بڑے نظام کو سنبھالنا مشکل کام تھا۔ ایک تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دادی صاحبہ (جن کا حال ثانی حضرتؒ کے باب میں شادی کے ذیلی عنوان کے تحت گذر چکا ہے) کو یہ صلاحیت عطا کر دی کہ وہ لنگر اور مہمان داری کا انتظام سنبھال سکیں۔ دوسرے حضرت مفتی امام الدین رتویؒ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ لِلّہ شریف میں رہ کر باہر کے معاملات یعنی مریدوں اور درویشوں کی دیکھ بھال اور تربیت نیز بزرگوں کے معمولات کو بحال رکھنے کا اہتمام کریں۔

رابع حضرتؒ نے قرآن پاک حافظ اللہ دتا صاحب سے حفظ کیا۔ حافظ صاحب موصوف جھنڈیوال کے رہنے والے تھے، نابینا تھے اور ان کی اہلیہ بھی نابینا تھیں۔ ثالث حضرتؒ انہیں لِلّہ شریف لائے اور قرآن پاک کا درس پڑھانے کا کام ان کے سپرد کیا۔ جنوبی بنگلہ جو اعلیٰ حضرتؒ کے زمانے کا مکان تھا، انہیں رہائش کے لئے دیا گیا (آج کل اس کا ایک حصہ عبدالرحمٰن درویش کا مسکن ہے)۔ روحانی تربیت کے لئے ثالث حضرتؒ اپنی زندگی میں ہی آپ کو اعلیٰ حضرتؒ کے خلیفہ اعظم حضرت غلام حسن ڈھڈیانویؒ کے پاس لے گئے اور تربیت باطنی کا کام ان کے سپرد کیا۔ آپ ہر روز صبح گھوڑے پر سوار ہو کر ڈھڈی شریف (جو لِلّہ شریف سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جاتے اور توجہ و تسلیک مقامات مجددی حاصل کرتے۔ حضرت ڈھڈیانویؒ کے ایک خلیفہ اور خادم منشی غلام محمد صاحب آپ کو درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھاتے تھے۔ یوں علم ظاہری و باطنی کی تحصیل ساتھ ساتھ جاری رہی۔ کچھ کتابیں آپ نے مولانا فضل دین صاحب (سکنہ کلیال۔ ضلع خوشاب) سے بھی پڑھیں جو ثقالت سماعت کی وجہ سے مولوی ڈورا صاحب کے عرف سے مشہور تھے اور مولوی محمد ابراہیم صاحب کے بعد کتب خانہ کی نگرانی کرتے تھے۔ آپ ان سے اکثر فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا غلام حسن صاحبؒ کامل مکمل ولی اللہ تھے۔ انہوں نے آپ کی روحانی تربیت میں پوری کوشش کی اور اسے اپنے مرشد کی امانت کو واپس لوٹانے کا ذریعہ سمجھا۔ ایک دن فرمایا کہ لوگو جسے تم بچہ سمجھتے ہو، یہ بچہ نہیں بلکہ اپنے وقت کے قطب ہیں۔

www.maktabah.org

مسند ارشاد تکمیل تعلیم ظاہری وباطنی اور تسلیک مقامات مجددی کے بعد آپ نے مسند ارشاد سنبھالی۔ ثالث حضرتؒ کی ناگہانی وفات اور رابع حضرتؒ کے بچپن کی وجہ سے خانوادۂ للّٰہی کے نظام کو ایک بار ہلا کر رکھ دیا تھا۔ رابع حضرتؒ کا یہ کمال تھا کہ آپ نے اسے نہ صرف سنبھالا دیا بلکہ اپنی بے پناہ صلاحیت سے اسے اسلاف کے نقوش پر لے آئے۔ آباء واجداد کے تمام معمولات حسب سابق ادا فرماتے۔ ختم خواجگاں اور دوسرے تمام ختم صبح کی نماز کے بعد مسجد میں پڑھے جاتے۔ اس کے بعد حلقہ ہوتا۔ حلقہ کے دوران بعض دفعہ کوئی شخص خوش الحانی سے نعت پڑھتا۔ یہ کام اکثر حافظ قائم دین صاحب کیا کرتے تھے اور مولانا جامی، شیخ سعدی یا حضرت خواجہ قصوریؒ کی کوئی نعت پڑھتے تھے۔ تمام نمازوں کی امامت مسجد میں آکر آپ خود فرماتے۔

حضرت خواجہ قصوریؒ اور اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کی روایت میں دورے بھی شامل تھے چنانچہ آپ بھی دوروں کے منظم پروگرام پر عمل کرتے۔ وادی ہائے کھون، ونہار، سون اور دھنی کے علاقے پہاڑی یا سطح مرتفع کے حصے ہیں اور ان کی آب و ہوا نسبتاً خوشگوار ہے اس لئے اس علاقہ کا دورہ گرمیوں میں ہوتا۔ اضلاع گجرات، منڈی بہاء الدین اور سرگودھا وغیرہ کے دورے موسم بہار و سرما میں کئے جاتے۔ ان دوروں کے دوران بھی تمام معمولاتِ طریقہ حسب معمول انجام پاتے۔

مریدین کو اسم ذات (اللہ) پڑھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ بعض کو ایک ہزار دفعہ یومیہ، بعض کو چوبیس ہزار دفعہ اور بعض کو صرف تین سو بار بتاتے۔ گویا وظیفہ بتاتے وقت استعداد کو پیش نظر رکھتے۔ اتباع سنت کی بھی تاکید کرتے اور فرماتے کہ ہمارا طریقہ عین رسولی ہے۔

کمالات روحانی کمالات روحانی کا علم صرف ایسے شخص کو ہو سکتا ہے جو خود بھی درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہو۔ تاہم بعض واقعات بھی اس کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی دورہ میں سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوسیدہ کپڑوں والا نامعلوم شخص ساتھ ہو لیا۔ آپ اس سے بڑے پیار و محبت سے رازدارانہ باتیں کرتے رہے۔ ہم راہی درویش اس خلاف معمول گفتگو سے حیران تھے۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا کہ تم کیا جانو یہ کون تھا۔ یہ وقت کا ابدال تھا اور مجھ سے اپنی جگہ پوچھنے آیا تھا۔ میں

www.maktabah.org

نے اسے مقرر کر دیا ہے۔

جب کوئی سائل اپنا مطلب بیان کر کے دعا کا طالب ہوتا تو حاضرین آپ کے جواب کے منتظر ہو جاتے۔ اگر آپ خاموش رہتے تو وہ سمجھ جاتے کہ کام نہیں ہو گا اور اگر فرما دیتے کہ انشاء اللہ ہو جائے گا تو سب کو یقین ہو جاتا کہ مقصود پورا ہو جائے گا۔ مصنف کتاب المقبول کے والد مولوی غلام محمد لاہوری کئی دن تک آپ کے پاس رہے۔ جب واپسی کی اجازت مانگی تو مولوی صاحب کے اصرار کے باوجود اجازت نہ دی۔ چند گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ بارش کا پہاڑی پانی آجانے کی وجہ سے ریلوے لائن ٹوٹ گئی ہے اور لاہور جانے والی ٹرین راستے میں کھڑی ہے۔ ٹرین کئی دنوں تک رکی رہی۔ اگر مولوی صاحب مذکور کو اجازت دیدی جاتی تو بہت تکلیف اٹھاتے اور گھر بھی نہ پہنچ سکتے۔

نفاذ شریعت

مشائخ نقشبندیہ کے طرز عمل کے مطابق آپ کو اپنے زیر اثر حلقہ میں نفاذ شریعت کا بڑا خیال رہتا تھا۔ للہ شریف ایک بڑا قصبہ ہے اور لوگ بالعموم جابر طبع ہیں لیکن پوری آبادی کو آپ کا اتنا ڈر تھا کہ کسی کو رمضان المبارک کی بے حرمتی کی جرأت نہ ہوتی۔ اگر کسی سے کوئی ناجائز حرکت سرزد ہوتی تو اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر شہر میں پھرایا جاتا۔ افطاری اور سحری کے اوقات بھی خود ہی کنٹرول کرتے۔ آپ اپنی نشست سے اشارہ کرتے اور حجرے کی چھت پر بیٹھا نقارچی نقارہ بجا دیتا۔ سنت کے مطابق افطاری جلد اور سحری آخری وقت کرتے۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ غیر منکوحہ یا مغویہ عورت کو گھر میں بٹھائے۔ شادی بیاہ پر کسی طوائف کو لا کر مجرا کرانے کی سخت ممانعت تھی۔ ایک آدھ دفعہ کسی نے حکم عدولی کی تو وہ اولاد سے محروم رہا۔ اس پر لوگ ڈر گئے اور تعمیل ارشاد کرتے رہے۔ ضلع گجرات کے ایک دورہ میں کسی مرید کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے بے نکاحی عورت گھر رکھ لی ہے۔ آپ نے اسے منع کیا لیکن جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اس کے پورے خاندان سے قطع تعلق کر لیا یہاں تک کہ اس گاؤں میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ لوگوں نے بہت منت کی مگر آپ نے فرمایا کہ پہلے اس خرابی کو دور کرو۔

ڈاکٹر محمد شریف صاحب (مصنف المقبول) کو لوہے کی انگوٹھی پہنے دیکھ کر فرمایا کہ لوہا پہننا منع ہے۔ اسے اتار دو۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ کہا جاتا ہے کہ

www.maktabah.org

لوہے کی انگوٹھی سے نحوریں پیدا نہیں ہوتیں۔ فرمایا اگر علاج کے طور پر پہنی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

شہسواری گھوڑ سواری خاندانی روایت تھی لیکن پاؤں کی معذوری کی وجہ سے آپ کی ضرورت بھی تھی اس لئے آپ نے اس فن کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ جیسی طبیعت کا گھوڑا بھی ہوتا آپ اسے بآسانی قابو میں لا سکتے تھے۔ ہمیشہ اعلیٰ نسل کے جانور آپ کے پاس رہے، ان میں سے ایک عربی نسل کی گھوڑی بہت مشہور تھی۔ شہسواری آپ کی ورزش بھی تھی اور سیر و تفریح بھی۔ خادم ہر روز بلاناغہ گھوڑے پر زین ڈال کر بڑی ڈیوڑھی کے دروازے پر لا کھڑا کرتا۔ آپ ختم خواجگان اور مراقبہ سے فارغ ہو کر آتے اور اس پر سوار ہو جاتے۔ سوار ہوتے ہی اسے مہمیز لگا کر دوڑا دیتے۔ اس زمانے میں شیش محل کے سامنے والی گلی شہر کے مشرقی حصے کی آخری گلی تھی۔ آپ اس گلی سے گھوڑا دوڑا کر گزرتے اور پھر اسی رفتار سے شہر سے باہر کئی میل تک جاتے۔ کبھی شمال کی طرف پیر کھارہ کے راستے پر اور کبھی مشرق کی طرف ٹوبھ کے راستے پر۔ (یہ دونوں راستے اب پختہ سڑکیں بن گئی ہیں)۔ اس سیر میں گھوڑے کو ہمیشہ "پویا" چال دوڑاتے، کبھی "گام" چلاتے نہیں دیکھا۔ لوگوں کے لئے یہ منظر روز مرہ کا معمول تھا۔ وہ گھوڑے کو دور سے دیکھ کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے اور جھک کر سلام کرتے۔ واپسی پر بھی اسی طرح گھوڑا دوڑاتے ہوئے ڈیوڑھی کے دروازے پر آ کر رکتے جہاں خادم پہلے سے پابند ہوتا۔ وہ گھوڑے کو سنبھال لیتا اور آپ اتر کر گھر کے اندر چلے جاتے۔

آپ کو شہسواری کا اس قدر شوق تھا کہ بچوں کی باقاعدہ تربیت کا اہتمام بھی کیا۔ سالم نامی ایک معمر مگر نہایت چاک و چوبند سوار تھے۔ یہ تربیت ان کے ذمہ لگائی گئی۔ وہ صاحبزادگان کو شہر کے شمال میں واقع میدان (جو رمضان والا پڑ کہلاتا تھا اور اب پھیلتی ہوئی آبادی کی زد میں آ رہا ہے) میں لے جاتے اور وہاں گھوڑ سواری اور نیزہ بازی کی مشق کرائی جاتی۔ آٹھ (8) کے انگریزی ہندسہ کی صورت میں گھوڑے کو "دُلکی" چال میں چلانے کو کہا جاتا۔ اس تربیت سے صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب، صاحبزادہ محمد مقصود الرسول صاحب، صاحبزادہ محمد صبغۃ اللہ صاحب اور راقم الحروف

www.maktabah.org

ے فائدہ اٹھایا۔

شکار ثالث حضرتؒ کی روایت کے مطابق رابع حضرتؒ بھی بندوق کے شکار کے شوقین تھے۔ تعجب ہے کہ بھاری جسم اور پاؤں کی معذوری اس شوق میں حائل نہ ہو سکی۔ آپ کی نشانہ بازی بھی ضرب المثل تھی۔ ادھر بندوق اٹھائی، ادھر فائر کر دیا جو کم ہی خطا ہوتا تھا۔ صوبیدار علی حیدر صاحب (ذیلدار)، ان کے بیٹے منشی محمد حسن صاحب اور چودھری علی حسن صاحب آپ کے شکاری ساتھی تھے۔ وہ خدام جو آپ کے شکار میں معاون ہوتے، ان میں لِلّہ شریف کا فضل محمد عرف پھلا ماچھی اور ڈھڈی شریف کے محمد عظیم اور محمد بخش قابل ذکر ہیں۔

تعمیرات خانقاہ شریف پر موجودہ وسیع اور عالی شان مسجد اسی دور میں تعمیر ہوئی۔ یہ مسجد دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ اندر کا ایوان کمرے کی طرز پر ہے جس کے دروازے اور کھڑکیاں ہیں اور باہر کا ایوان برآمدے کی طرز پر ہے جس کا مواجہہ مغل محرابوں کا آئینہ دار ہے۔ چھت لوہے کے گارڈر اور ان کے درمیان اینٹوں کی محرابوں سے بنی ہے۔ مولانا حکیم عبدالرسول صاحب نے اس کی دو تاریخیں کہیں۔ ایک عربی میں اور ایک فارسی میں ؎

۱۔ مسجدٌ لِلّٰہ ذی الفضل العظیم

قدبناہ الشیخ ذوالفیض العمیم

قال فی تاریخہ عبدالرسول

۱۳۴۵

مسجد الاخیار للّٰہ الکریم

۲۔ چو شد از پیر لِلّٰہی موسس

عبادت گاہ دردیر مسدس

بہ امرِ پیر گفتا عَبد تاریخ

۱۳۴۵

عجب بر خانقاہ مسجد مقدس

تعمیر کی نگرانی رابع حضرتؒ کے چھوٹے بھائی حضرت رابع ثانیؒ نے کی۔ ان کے بیاض

www.maktabah.org

جس میں مزدوری وغیرہ کی تفصیل ہے، کو پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس وقت یومیہ مزدوری صرف چار آنے (پچیس پیسے) تھی۔

رابع حضرتؒ نے اس مسجد میں حفظ قرآن پاک اور درس نظامی کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کیا۔ حفاظ اساتذہ میں حافظ نواب صاحب، حافظ اورنگ زیب صاحب، حافظ فیض محمد صاحب وغیرہ اور علماء میں سے مولانا رشید احمد صاحب (سکنہ چھنی گہنہ)، مولانا شاہ محمد صاحب (سکنہ لِلہٰ شریف)، مولانا شیر الرحمٰن صاحب، مولانا حکمت شاہ صاحب وغیر ہم نے مختلف اوقات میں اس کار خیر میں نمایاں حصہ لیا۔ طلبہ مسجد سے منسلک حجروں میں رہتے تھے اور ان کا کھانا لنگر کے ذمہ تھا۔ اس مدرسہ (جسے اب مدرسہ مقبولیہ کا نام دے دیا گیا ہے) کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ نقشبندیہ سلسلہ کے مشہور مرکز چورہ شریف کے سجادہ نشینوں حضرت پیر ایوب شاہ صاحب مرحوم اور حضرت پیر حامد علی شاہ صاحب مرحوم نے یہاں علم ظاہری کی تحصیل کی۔

آپ نے شہر سے باہر مگر متصل ایک کوٹھی تعمیر کی جسے نیا بنگلہ کہا جانے لگا۔ سردھی (ضلع چکوال) کے پہاڑی مقام پر ایک ریسٹ ہاؤس آپ کو بہت پسند تھا، یہ بنگلہ اسی نقشہ کے مطابق تھا۔ شروع میں یہ مہمان خانہ کے طور پر بنایا گیا مگر بعد میں جب آبائی مکان گرادیے گئے تو موجودہ سجادہ نشین صاحب نے اس میں رہائش رکھ لی۔

۱۹۴۶ء میں آپ نے رمضان المبارک شملہ میں گزارا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کو اپنے لئے گرمائی مرکز تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس سے پہلے ثالث حضرتؒ سردھی کے مقام پر ایسا مرکز قائم کر چکے تھے جو بے توجہی کا شکار ہو کر ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے عمر کے آخری حصہ میں اسی گاؤں میں دوبارہ رہائش گاہ تعمیر کی۔ جس پہاڑی پر ثالث حضرتؒ نے مکان تعمیر کیا تھا، موجودہ تعمیر اس کے دامن میں اس جگہ تھی جسے مقامی لوگ "گالہ" کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا آخری رمضان المبارک یہیں گذارا۔

قیام واستحکام پاکستان میں دلچسپی

نقشبندی مشائخ نے ملت اسلامیہ کے اجتماعی مسائل میں قوت خیر کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے فراست مومن کے ذریعے صحیح فیصلے کئے اور ان کی طرف

www.maktabah.org

رائے عامہ کی راہنمائی کی۔ قیام پاکستان بھی ملت کی تاریخ میں ایک اہم موڑ تھا اور اس موقع پر جہاں علماء کا بڑا طبقہ صحیح فیصلہ نہ کر سکا وہاں مشائخ نے اس کی پر زور تائید کی۔ رابع حضرتؒ اپنی مخصوص افتاد طبع اور پاؤں کی معذوری کی وجہ سے تحریک پاکستان میں عملاً حصہ نہ لے سکے تاہم آپ نے اس میں پوری دلچسپی لی اور آپ کے دلی جذبات اس کے ساتھ تھے۔

آپ نے تمام مریدوں کو ہدایت کر دی تھی کہ عام انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں اور جس کسی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے اس ہدایت کی تعمیل نہیں کی، اس سے سخت ناراض ہوئے۔ ان دنوں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے خلیفہ حافظ خدا بخش صاحب (للہ ہندوانہ) کے پوتے حافظ سلطان بخش صاحب اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ وہ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر للہ شریف آئے (ان میں بعد کے مشہور سائنس دان ڈاکٹر عبدالغنی بھی شامل تھے) رابع حضرتؒ نے انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا اور انہیں ہر روز للہ شریف اور اس کے نواحی علاقے میں روانہ کرتے جہاں وہ جلسے کر کے دیہاتیوں کو تحریک پاکستان کے مقاصد سے آگاہ کرتے اور انتخاب میں مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی ترغیب دیتے۔

قیام پاکستان سے ایک سال پہلے آپ نے اپنے ایک مخلص میاں کامل دین صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم ہر روز تین ہزار مرتبہ درود شریف، تین ہزار مرتبہ استغفار، تین ہزار مرتبہ لاحول، تین ہزار مرتبہ یاحی یاقیوم، چالیس مرتبہ سورہ مزمل پڑھ کر آزادی کے لئے دعا کرو۔ وہ یہ عمل پورا ایک سال کرتے رہے یہاں تک کہ پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔

سارے جنوبی ایشیا کی طرح للہ شریف میں بھی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اب چند مسلمانوں نے للہ منڈی میں دکانیں کھولیں تو آپ ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ بعض اوقات مہارت میں کمی کی وجہ سے مسلمانوں کی تیار کردہ اشیاء معیاری نہ ہوتیں لیکن آپ اس کی پرواہ نہ کرتے اور انہی سے سودا منگاتے۔

جب پاکستان قائم ہوا تو آپ بے حد خوش ہوئے۔ پھر جب قائداعظم نے وفات پائی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ آپ نے شہر میں غائبانہ نماز جنازہ کے لئے

www.maktabah.org

منادی کرادی اور مسجد میں آکر ایک جلسہ کی صدارت کی جس میں پیر الطاف حسین شاہ صاحب ایڈووکیٹ اور راقم الحروف نے خطاب کیا بعد میں آپ نے شاید زندگی میں پہلی اور آخری بار نہایت پردرد تقریر کی اور پھر نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

قیام پاکستان کے بعد اس ملک کے استحکام میں آپ کی دلچسپی اور فکر مندی کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب میں زیر تعلیم اپنے فرزند صاحبزادہ محمد مقصود الرسول صاحب کو لکھا"

"قائد اعظم صاحب کے انتقال سے جو مسلمانانِ پاکستان اور مسلمانان عالم کو رنج والم ہوا تھا، وہ محتاج بیان نہیں۔ لِلہ جیسے بے حس شہر میں چار چار پانچ پانچ سال کے بچوں نے بھی دو تین دن تک کچھ نہ کھایا اور ڈھائیں مار کر روئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اوپر سے حیدر آباد کا معاملہ پیش آیا اس سے تو مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی مگر بقول شخصے :

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

ان صدموں نے جو ایک ساتھ آئے ہیں، مسلمانوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ جو لوگ سستی سے کام لے رہے تھے، وہ بہت چوکنے ہو گئے ہیں اور بھاری ذمہ داری کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ گویا تازیانہ عبرت ثابت ہوا۔

احمد خان ولد فضلی (لِلہ بھروانہ کے ایک چودھری اور آپ کے مخلص) محاذ کشمیر سے آیا ہے۔ ایک دو آدمی اور بھی آئے ہیں۔ انہوں نے صحیح اور چشم دید حالات بیان کئے ہیں کہ مسلمانوں کی حالت کشمیر میں بہت اچھی ہے۔ ہندوؤں کا ہر روز مالی و جانی نقصان مجاہدین کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے بیان کے مطابق ریڈیو پاکستان نے جو خبریں دیں، حرف بحرف صحیح نکلیں۔ گویا ریڈیو کسی مبالغہ سے کام نہیں لیتا بلکہ صحیح خبریں پہنچاتا ہے۔ مزید انہوں نے کہا کہ حیدر آباد کا معاملہ سن کر مجاہدین آگے سے چوکنے ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کے لئے لڑیں گے۔ تخت یا تختہ۔ ادھر نظام حیدر آباد نے غداری کی۔ خدا اس غدار کو سمجھے۔ ڈیڑھ سو سال پیشتر بھی مسلمانوں اور انگریزوں کی جنگ تھی تو نظام نے مسلمانوں سے غداری کی تھی۔ اب جب کہ مسلمانوں اور کراڑوں (ہندوؤں) کی جنگ کا وقت آیا تو اس نے پھر مسلمانوں سے صاف

www.maktabah.org

دھوکا کیا ہے اور کراڑوں سے مل گیا ہے ؂

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود"۔

اقوال زریں ڈاکٹر محمد شریف صاحب نے کتاب المقبول میں ملفوظات جمع کئے ہیں۔ اسی کا انتخاب ذیلی عنوانات کے تحت درج ذیل ہے :

نذرانے :

۱) جو نذرانے بزرگوں کے پاس آتے ہیں، ان کے مصارف میں بڑی احتیاط کی ضرورت پڑتی ہیں۔ اگر ان کو بے جا خرچ کیا جائے تو بڑے وبال اور اللہ پاک کی ناراضگی کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان کو صرف اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ پر خرچ کرنا جائز ہے۔ اس سے اگر جاگیر بنائے یا جمع کر کے رکھے تو نسبت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔

۲) سرہند شریف میں نذرانہ پیش کرتے وقت مولوی محمد معصوم صاحب سے فرمایا: اس کے پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ محتاج ہیں یا ہماری طرف سے لنگر کی روٹیوں کا معاوضہ ہے۔ حاشا و کلا۔ بلکہ ان کی مہربانیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا ایک معمولی ذریعہ ہے اور لنگر شریف کی خدمت ہے۔

۳) ہمارے تمام خاندان میں کسی نے نذرانوں سے جاگیر نہیں بنائی حتی کہ حضرت ثالثؒ کو مجبور کیا گیا کہ وہ گھوڑیوں پر مربعے حاصل کریں مگر آپ اس بات پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئے۔

عملیات :

۱) میاں حسن محمد کی گذارش پر فرمایا "بعد نماز عشا قبل از وتر ایک سو تیرہ بار اَللّٰھُمَّ اکْفِنِی شَرَّھُم بِمَا شِئْتَ اول آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ انشاء اللہ دشمن رفع ہو جائے گا۔ مولوی صالح محمد صاحب اور مولانا محمد جی صاحب کو بھی یہی عمل بتایا۔

۲) مولوی کامل دین کو دمہ کا عارضہ تھا۔ فرمایا یہ دعا پڑھو: یا حافظ یا

www.maktabah.org

حفیظ یا ناصر یا بصیر یا حصین یا وکیل یا اللہ یا اللہ یا اللہ صابر احصار" من کل آفات ھانی العرش یا ھو یا من لہ یا من لا الہ الا ھو۔ صبح شام پانچ پانچ دفعہ اور ظہر عصر اور مغرب کے وقت تین تین دفعہ۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں آرام آگیا۔

۳) ایک خادمہ نے آنکھوں کا آپریشن کرایا مگر نظر ٹھیک نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ درود تاج گیارہ مرتبہ یومیہ صبح کے وقت پڑھ کر دم کریں۔ گیارہ روز کے بعد اسے نظر آنا شروع ہو گیا اور عینک کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔

۴) ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ نہ تو بیوی کو لے جاتا ہے نہ خرچ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس شخص کی طرف خیال کر کے کلمہ طیبہ ہر نماز کے بعد پچاس دفعہ پڑھا جائے۔ ایک ماہ کے اندر اس نے خود بخود طلاق دیدی۔

۵) دینی و دنیوی مطالب کے لئے ختم خواجگاں کے بعد نیز شام کی نماز کے بعد شجرہ شریف قادریہ و نقشبندیہ پڑھ کر دعا کرنی چاہیے۔

۶) وبا کے دنوں میں اس کلام کو لکھ کر دروازے کی چوکھٹ کی اوپر والی لکڑی پر چسپاں کر دیں۔ وبا سے محفوظ رہیں گے۔

لنا الشفعاء الکرام الثمانیه
نطغی بها حر الوباء الخاطمه
المصطفٰی والخلفاء الراشدون الاربعه
الحسن والحسین وامهما الفاطمه

۷) ایک خادم نے عرض کی کہ میرے افسر متعصب اور وہابی ہیں اور ہمیں بہت تکلیف پہنچاتے ہیں۔ فرمایا: سورہ عم یتساءلون کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ انشاء اللہ سخت حاکم بھی نرم ہو جائے گا۔

۸) جو لوگ فراخی رزق کے طالب ہوں، ان کو چاہیے کہ وظیفہ یَا وَھَّابُ تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ فراخی دیں گے۔

۹) دیوانے کتے اور سانپ کے کاٹے کے واسطے یہ عمل فرمایا: نمک بہ مقدار آدھ پاؤ لے کر اس پر چاروں قل مع بسم اللہ اور الحمد شریف مع بسم اللہ سات سات

www.maktabah.org

مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پھونک مارتے وقت لباب دہن بھی شامل کریں۔ مریض چالیس روز تک اسے چاٹتا رہے۔ شرط یہ ہے کہ دم کرنے والا کوئی معاوضہ نہ لے اور مریض کوئی اور دوا نہ کھائے۔

اولیاء اللہ کے آداب :

۱) اولیاء اللہ کے مزار پر اسی ادب و تعظیم سے بیٹھنا چاہیے جیسے زندہ ولی کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ مزار کے ساتھ لگ کر نہ بیٹھیں کہ اس میں بے ادبی کا پہلو ہے اور زائر کے اعمال کی کدورت بھی اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچا سکتی ہے۔ کچھ فاصلہ پر بیٹھیں تو ولی کے فیضان سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۲) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پچیس[۲۵] بار استغفار، دو[۲] بار الحمد شریف اور تین[۳] بار قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب پہنچائیں۔

۳) مزار مبارک پر باوضو بیٹھنا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہے تو ویسے بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

۴) یاد کو یاد ہے۔ جس قدر بزرگان طریقت کو یاد کیا جائے اس سے کئی گناہ زیادہ وہ یاد کرتے ہیں۔ ع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

پیری مریدی :

۱) ایک دفعہ ایک عورت بیٹے کو دم کرانے آئی اور بار بار کہتی تھی کہ اچھا ہو گیا تو آپ کا مرید بناؤں گی۔ فرمایا لوگ سمجھتے ہیں کہ مرید بنانے کے لالچ میں پیر صاحب اچھا دم کریں گے حالانکہ بیعت سے کسی کا بوجھ اٹھانا بڑا مشکل کام ہے۔

۲) گجرات کے ایک دورہ میں کسی آدمی نے آپ کی محفل میں کہا کہ پیروں کا کام بہت آسان ہے۔ فرمایا: ہمارا کام تو بہت مشکل ہے۔ کسی کو مطیع کرنا یا اس پر حکومت کرنا کتنا کٹھن کام ہوتا ہے۔ جب جسم پر حکومت کرنا مشکل ہے تو دلوں پر حکومت کرنا تو بہت زیادہ مشکل ہے۔ عشق مجازی ظاہری حسن پر فریفتہ ہونے کا نام ہے اور مرید باطنی قوت پر شیفتہ ہوتا ہے اور یہی عشق حقیقی ہے۔

www.maktabah.org

۳)ڈاکٹر محمد شریف صاحب نے اپنے شفاخانہ کا نام مقبول فارمیسی رکھا تو انہیں خیال ہوا کہ یہ کہیں بے ادبی نہ ہو۔ فرمایا: یہ بے ادبی نہیں بلکہ مرید کا اپنی کسی چیز کو پیر کی طرف منسوب کر دینا گویا پیر کی محبت میں فنا ہونا ہے۔

۴)ایک مرید نے کاروبار سے متعلق پریشانی کا ذکر کیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب حقیقی آپ کے کاموں میں خود بخود بہتری فرمائیں گے۔ آپ کو چنداں متردد ہونے کی ضرورت نہیں ؎

کار سازما بہ فکرِ کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

۵)ایک اور مرید کی پریشانی پر لکھا: "اللہ تعالیٰ اس محبّ کی مصیبت اور کٹھن منزل کا جلدی خاتمہ کرے۔ بہر حال صبر درکار ہے۔ حضرت پیر قصوری دائم الحضوریؒ فرماتے ہیں:

چوں راہ عشق بگرفتی حظوظ نفس کمتر جو
کہ فرشِ خار و خاکستر بہ از قالین مخملہا

۶)مولوی محمد جی صاحب نے لکھا کہ ایک بلند مرتبہ صوفی ہیں جو مجھے کہتے ہیں کہ مجھ سے فیض حاصل کرو۔ جواب میں لکھا: تمہارا تعلق ایک بہت بلند سلسلہ کے ساتھ ہے اور تم بھی ماشاء اللہ نسبت سے خالی نہیں ہو۔ تم کو کیا پڑی ہے کہ ہر کس و ناکس کے آگے اپنا دامن دراز کرتے پھرو۔ اگر خود بھی حضور دل سے اپنے پیران کبار کا وسیلہ کئے ہوئے دعا مانگو تو یقین جانو کہ اس صوفی سے زیادہ شنوائی ہو۔

۷)سلوک کے متعلق کسی سے پوچھنا خواہ وہ پیر بھائی ہی کیوں نہ ہو خواہ مخواہ اپنی طبیعت کے شکوک بڑھانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بس مربی ہی کافی ہے۔

۸)پیر کی کوئی چیز استعمال کرنا حتی کہ پیر کے قلم سے لکھنا بھی بے ادبی ہے۔

۹)ایک دفعہ چند آدمیوں نے شکایت کی کہ فلاں شخص آپ کے بارے میں گستاخی کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد شریف صاحب پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر گستاخ کو سبق سکھا دیتا۔ ان جوشیلے الفاظ پر آپ نے خوش ہو کر فرمایا: یہ ایمانِ صدیقی ہے۔

www.maktabah.org

۱۰) نیک کام کرنے یا برے کام چھوڑنے میں شیخ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

۱۱) ایک مرید نے مجلس میں بہت باتیں کیں۔ فرمایا: مَنْ سَکَتَ سَلَمَ وَمَنْ سَلَمَ نَجٰی (جس نے خاموشی اختیار کی وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اس نے نجات پائی)

سلوک طریقت:

۱) مولوی محمد حنیف صاحب نے عرض کی کہ لفظ اللہ کا تصور قلب پر کیا جائے یا نہ یعنی اسم ذات دل پر لکھا ہوا خیال کرنا چاہیے یا نہیں۔ فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے بلکہ عین سعادت ہے۔

۲) مقام حقیقت محمدی میں یہ درود شریف تین ہزار مرتبہ روزانہ پڑھا کرو۔

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد واصحاب سیدنا محمد افضل صلوتك بعدد كل معلوم لك۔

۳) ہمارا طریقہ عین رسولی ہے، جو عکسی ہے کسبی نہیں اور اس کی مثال صاف آئینہ کی سی ہے۔ جب آئینہ پر کوئی دھبہ وغیرہ نہ ہو تو چہرہ بالکل صاف نظر آتا ہے اور جب صرف منہ کی بھاپ سے ہی مکدر ہو جائے تو پھر صاف نظر نہیں آتا۔ اسی طرح شیشہ دل بھی معمولی معمولی باتوں سے دھندلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً مشتبہ غذا، نظر نامحرم خواہ بے ارادہ ہی ہو، جھوٹ وغیرہ۔ اس طریقہ میں اتباع سنت بہت ضروری اور لازمی ہے۔ سنت پر پورا کاربند ہونے اور شیخ کی توجہ سے خود بخود لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں۔

۴) سالک کا سبق خواہ کہیں ہو جب عام حلقہ ہو یعنی جب عام لوگ توجہ لے رہے ہوں تو اس وقت توجہ قلب پر کی جاتی ہے۔ اس واسطے ہر شخص کو قلب پر دھیان رکھنا چاہیے۔

۵) سلوک پورا کرنے میں مدت کی کوئی قید نہیں۔ اگر سالک کی استعداد اچھی ہو تو جلدی کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر استعداد اچھی نہ ہو تو پھر بہت دیر لگ جاتی

www.maktabah.org

ہے۔

۶)سالک کو صرف اسی ذات کی پرواہ اور ڈر ہونا چاہیے، جو وہ کرے اسی پر راضی رہے۔ اگر بصورت دیگر کسی اور پر بھروسہ کیا تو اس سے مولائے حقیقی کے دل میں غیرت ہوتی ہے کہ لباس فقر پہن کر بجز میرے کسی پر کیوں بھروسہ کیا گیا۔ فقر کی ابتدائی منزل میں ابتلا آتے ہیں۔ سالک کو چاہیے کہ صبر و شکر کے ساتھ چلتا جائے۔

ہر کہ از دوست آید سر بنہ گردن متاب

۷)مراقبہ اقربیت اللہ اقرب یعنی اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے مجھ کو مجھ سے۔ اس کا فیض نفس کے نچلے دائرہ پر آتا ہے۔ اس پر خیال رکھیں اور اس مراقبہ کے دوران ہر وقت سوتے بیٹھتے کھاتے پیتے غرض ہر وقت یہی تصور رکھیں کہ اللہ بہت نزدیک ہے مجھ کو مجھ سے۔

۸)جب سالک واصل ہو جاتا ہے تو پہلا جوش و خروش نہیں رہتا۔ حوض خالی میں جب پہلے پانی گرتا ہے تو شور ہوتا ہے۔ جب بھر جاتا ہے تو آواز نہیں آتی۔ یہی حال لطائف کا ہے۔ جب خالی ہوتے ہیں تو فیض کی آمد کافی محسوس ہوتی ہے۔ جب انوار سے پُر ہو جاتے ہیں تو محسوس بھی نہیں ہوتا حالانکہ فیض کی آمد میں کمی نہیں ہوتی۔

۹)ایک شخص نے سوال کیا کہ سلوک حاصل کرنے کا آسان طریقہ کون سا ہے۔ فرمایا بس یہی انتہائے سلوک ہے کہ اپنے آپ کو سب سے حقیر جانو۔

۱۰)مراقبہ محبت عامہ ولایت کبریٰ کا مراقبہ ہے اسی سے شرحِ صدر اور کمالِ صبر و شکرِ دوام اور رضا حاصل ہوتی ہے یعنی حکم قضا سے چون وچرا اٹھ جاتی ہے۔ تکلیف شریعہ کے قبول میں دلیل کی احتیاج نہیں رہتی۔ حقیقت اسلام واضح ہو جاتی ہے۔ مواعید الٰہی پر یقین واثق ہو جاتا ہے۔ رفع انانیت، دید قصور، تہذیب اخلاق، تزکیہ رذائل (مثلاً حرص، بخل، حسد، کبر، حب جاہ، عجب) کا حصول ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ مجال مخالفت وسرکشی نہیں رہتی۔ اس مراقبہ کے سبق کے دوران ہر وقت یُحِبُّھُم وَیُحِبُّونَہٗ کا تصور رکھنا چاہیے۔

۱۱)مقصود حقیقی تک پہنچنا بہت آسان ہے اور سب سے بڑا زینہ اعتراف گناہ و

www.maktabah.org

تقصیر ہے۔ اگر سالک یہ سمجھے کہ میں بیکار پُر تقصیر ہوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے دل میں غرور آجائے کہ آخر میں بھی کچھ ہوں، نوافل و عبادت کرتا ہوں۔

۱۲) سالک پر امتحان کا وقت آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے اور امتحان بھی اسی وقت بھیجتا ہے۔ جب وہ انہیں اپنا مقبول و منظور نظر بناتا ہے ؎

فرعون را نہ دادیم ہمہ عمر درد سر
زیرا کہ او نداشت سر درد ہائے ما

جو بھی محبت کے کوچہ میں قدم رکھتا ہے اس پر مصائب ضرور آتے ہیں اور تو اور حضور علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکالیف سے کون مسلمان واقف نہیں۔

۱۳) بعض آدمیوں میں جذبہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض میں سلوک۔ جن میں جذبہ زیادہ ہوتا ہے، ان کو اسم ذات فائدہ کرتا ہے اور جن میں سلوک زیادہ ہو، ان کو نفی اثبات فائدہ مند ہے۔

۱۴) حلقہ میں جوش و خروش کوئی اچھی چیز نہیں۔

۱۵) مراقبہ میں اونگھ آنا اچھا ہے۔

۱۶) دوسرے سلسلوں میں بڑے بڑے مجاہدات و ریاضات مثلاً اعتکاف، چلے وغیرہ ہیں۔ مگر ہمارے سلسلہ عالیہ میں سب سے بڑی ریاضت شریعت پر چلنا ہے اور یہ ریاضت بڑی آسان مگر کثیر انوار کی حامل ہے۔ مثلاً نظر نامحرم سے بچنے کے لئے گوشہ نشینی کے بجائے اگر دنیاوی کام کاج کرتے پھرتے نامحرم سے بخوف خدا نظر بچائے تو یہ بڑا درجہ ہے۔

اوصاف حمیدہ:

۱) حرص سے بڑھ کر کوئی بری چیز نہیں۔ حرص ہی ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسان کو دنیا میں خدا کی یاد اور عیش و آرام سے فارغ کر دیتی ہے۔ میں نے جب کبھی کسی کام کی کچھ بھی حرص رکھی، خدائے قدوس نے اسے الٹا کر دکھایا ہے اور میری حرص کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا۔

۲) کسی کو ذاتی اغراض و مقاصد کے درپے ہو کر اور خدا پاک کی حفاظت و

www.maktabah.org

بھروسہ کو بھول کر کسی دوسرے کو ناحق تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ علاوہ مسلمانی کے، یہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔

تاتوانی درون کس مخراش   کہ اندریں راہ خارہا باشد
کار درویش مستمند برآر   کہ ترانیز کارہا باشد

خواب کی تعبیر :

خواب ایسے آدمی کے سامنے بیان نہ کرے جو فاسق و فاجر ہو۔ تعبیر دینے والا بھی اچھی طرح سمجھ کر تعبیر دے کیونکہ بسا اوقات جس طرح تعبیر دی جاتی ہے، اسی طرح ہی ہو جاتا ہے۔ ایک شہزادی کو خواب آیا کہ اس نے دریا کا سارا پانی پی لیا ہے۔ خادمہ کو ایک بزرگ کے پاس تعبیر کے لئے بھیجا۔ اس نے راستے میں ایک فاسق کو خواب بتا دیا تو اس نے فوراً کہا کہ اس کا پیٹ نہ پھٹ گیا۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ شہزادی کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گئی۔

کرامات

۱) جناب رشید احمد صاحب (پولیس افسر) مولانا شیخ احمد صاحب دھریکانوی (خلیفہ اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ) کے خاندان سے تھے۔ رابع حضرت نے ۱۹۴۶ء کا رمضان المبارک ان کے ہاں شملہ (بھارت) میں گزارا۔ بیگم رشید صاحبہ نے بیان کیا کہ ایک دن خانساماں چائے لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دودھ واپس لے جاؤ اور کسی دوسرے برتن میں اور دودھ لاؤ۔ میں حیران ہوئی اور کچن میں جا کر خانساماں سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ اس دودھ میں مکھی گر گئی تھی اور میں نے اسے نکال کر وہی دودھ پیش کر دیا۔ میں اسے خفا ہوئی کہ آئندہ طہارت کا بہت خیال رکھو کیونکہ اولیاء اللہ کو سب پتہ ہوتا ہے۔

۲) بیگم رشید صاحبہ نے ہی بیان کیا کہ جس مکان میں رابع حضرتؒ نے رمضان المبارک گزارا، وہ ہمیں بہت پسند تھا اور ہم نے ارادہ کر لیا کہ اسے خرید لیں گے۔ ایک دن میں نے آپ کو اس ارادہ سے مطلع کیا تو آپ نے اسے خریدنے سے منع کر دیا۔ یہ بات بالکل خلاف توقع تھی کیونکہ آپ خود بھی اس مکان کو پسند کرتے تھے۔

www.maktabah.org

میں دل میں پچھتائی کہ آپ کو کیوں بتادیا کیونکہ اب اگر خریدیں گے تو حکم عدولی ہو گی۔ کچھ عرصہ بعد اس ممانعت کی حکمت واضح ہوئی کیونکہ پاکستان بن گیا اور شملہ بھارت میں شامل ہو گیا۔ اگر مکان خرید لیتے تو رقم ضائع ہو جاتی۔

۳) صوفی محمد یٰسین سکنہ سیتھی ضلع چکوال کی والدہ دو عورتوں کے ہمراہ سیتھی سے لِلہ شریف پیدل آرہی تھی۔ پہاڑی راستہ اور گرمی کی وجہ سے انہیں سخت پیاس لگی۔ راستے میں ایک پہاڑ پر ایک مرد کھڑا تھا۔ اس نے بلایا کہ یہاں میرے پاس آؤ اور پانی پی جاؤ۔ اس کی نیت میں فتور دیکھ کر تینوں عورتیں تیزی سے چلنے لگیں اور مرد کو بھی مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جونہی وہ لِلہ شریف پہنچیں، آپ نے دیکھ کر ذرا خفگی سے فرمایا کہ تم عورتیں کسی مرد کے بغیر اکیلی چل پڑتی ہو اور پھر یہ کہتی ہو کہ پیر ہماری حفاظت کریں گے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

۴) ضلع گجرات کے دورے میں آپ ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ خلاف عادت آپ نے میزبان سے کہا کہ کھانا جلدی لاؤ۔ میزبان حیران ہوئے کیونکہ کھانا طلب کرنا آپ کی عادت نہ تھی۔ بہر حال انہوں نے کھانا جلدی تیار کر کے کھلادیا۔ اتنے میں اس گھر میں ایک لڑکے کی لاش آگئی جو بس کے حادثہ میں فوت ہو گیا تھا اور گھر میں کہرام مچ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ اگر آپ کھانا جلدی نہ منگاتے تو اہل خانہ اور مہمان بھوکے رہتے اور کھانا ضائع ہو جاتا۔

۵) لِلہ شریف کے صوبیدار لال خان صاحب آپ کے مخلص ارادت مند تھے۔ ایک بار سخت بیمار ہو گئے۔ جب تکلیف بڑھی تو رات کو آپ کی طرف متوجہ ہو کر رونے لگے۔ اچانک نیند آگئی اور خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ انہیں اٹھا کر ایک مکان کی سیڑھیاں چڑھ رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے مکان پر چڑھنے کے بعد فرمانے لگے کہ صوبیدار صاحب! خطرہ بہت تھا مگر پہنچ ہی گئے۔ جب صوبیدار صاحب بیدار ہوئے تو انہیں پسینہ آیا ہوا تھا اور کوئی مرض باقی نہ تھا۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ خود ہی خواب کا واقعہ بیان کرنے لگے۔ صوبیدار صاحب نے کہا کہ جناب میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔

۶) صوبیدار لال خان صاحب کے لڑکے بریگیڈیر محمد ایوب خان نے بیان کیا

www.maktabah.org

کہ میں فوج میں کمیشن کی غرض سے آئی ایس ایس بی کے ٹسٹ کے لئے کوہاٹ گیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ امتحان بہت مشکل تھا اور میں کسی حد تک مایوس ہو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور مجھے کہا کہ ایوب اٹھو اور پھر میرے ہاتھ میں جھنڈا پکڑا دیا۔ میں بیدار ہوا تو بے حد خوش تھا اور ساتھی لڑکوں کو بتادیا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں چنانچہ جب نتیجہ سنایا گیا تو میں پاس تھا۔ ملازمت کے دوران میں کہا کرتا تھا کہ میں ایسے منصب تک ضرور پہنچوں گا کہ میری کار پر جھنڈا لگے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷) مولوی محمد معصوم صاحب نے بتایا کہ میرے سامنے ایک شخص بیعت ہوا تو آپ نے خلاف معمول نماز روزہ کی تاکید سے زیادہ چوری نہ کرنے کی تاکید کی۔ میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس شخص کو چوری کی بہت عادت تھی۔

۸) مولوی محمد معصوم صاحب نے ہی بیان کیا کہ میں سرگودھا جارہا تھا۔ شاہ پور سے آگے دھریمہ تک سیلاب کا پانی ہی پانی تھا۔ ٹانگہ والے زیادہ پیسے مانگتے تھے۔ میں نے حضرت کو یاد کیا۔ اتنے میں ایک فوجی لاری آگئی اور مجھے اس میں بٹھالیا گیا اور انہوں نے مجھے سرگودھا آکر اتارا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سب سے پہلے پوچھا کہ پانی کس طرح عبور کیا تھا۔

۹) مولوی محمد عبداللہ صاحب اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں سے تھے۔ ان کی چوری ہو گئی۔ انہوں نے بذریعہ خط آپ کو اطلاع دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے مزار پر جاکر عرض کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ مال مسروقہ مل جائے گا۔ چنانچہ چند دن بعد سارا سامان ایک گٹھڑی میں بندھا ہوا مسجد سے مل گیا۔

۱۰) میاں کامل دین دوروں میں اکثر ساتھ رہتے تھے۔ موضع چھنی گہنہ ضلع گجرات میں آپ ایک رات مطالعہ فرمارہے تھے کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ میاں کامل دین کو تیل ڈالنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ تیل نہیں ہے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے گلاس میں سے پانی ڈال دیا اور چراغ ساری رات جلتا رہا۔

۱۱) بابو غلام رسول پوسٹل کلرک نے بیان کیا کہ مجھے فقر کا بہت شوق تھا لیکن کسی پیر پر اطمینان نہ ہوتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے بیعت کیا اور

www.maktabah.org

اپنا نام و مقام بھی بتایا۔ چنانچہ میں فوراً للہ شریف حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا: رات والی بیعت سے تسلی نہیں ہوئی۔ میں حیران رہ گیا۔

۱۲) مستری فتح محمد صاحب کہتے ہیں کہ مجھے آپ نے فرمایا کہ بھلوال میں جگہ خرید کر وہاں رہائش رکھو۔ میں نے زمین خرید لی مگر تعمیر کے لئے رقم نہ تھی۔ فرمایا: اللہ کے خزانہ میں کمی نہیں۔ ایک دن آپ خلاف معمول بغیر اطلاع میرے ہاں تشریف لائے اور پھر جلدی واپس چلے گئے۔ دوسرے دن میں اینٹیں لینے کے لئے ایک آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ساری اینٹیں آٹھ نو سو روپے کی ہونگی۔ جب میں نے قیمت دریافت کی تو اس نے ڈیڑھ سو مانگا۔ میں نے کہا کہ مذاق نہ کرو، صحیح قیمت بتاؤ۔ اس نے کہا کہ ایک سو دیدو۔ چنانچہ میں نے ساری اینٹیں خرید لیں اور مکان بن گیا۔

۱۳) مستری فتح محمد مذکور ایک مقدمہ میں پھنس گئے۔ کہتے تھے کہ میں نے دعا کے لئے عرض کی تو فرمایا کہ فیصلہ کے بعد آنا۔ میں نے عرض کی کہ سزا ہو گئی تو کیسے آؤں گا۔ فرمایا ایک دفعہ جو کہہ دیا ہے کہ فیصلہ کے بعد آنا۔ چنانچہ عدالت میں جج فیصلہ سنانے والا تھا کہ اسے بیوی کی بیماری کی اطلاع ملی۔ وہ فوراً گھر گیا اور واپس نہ آیا۔ تین گھنٹے کے بعد ریڈر نے بتایا کہ تمہیں تین ماہ کی سزا لکھ کر لایا تھا مگر عجیب بات ہے کہ اب بری کر دیا ہے۔

۱۴) مولانا سیف الدین صاحب سکنہ سالم نے فرمایا کہ میرے چھوٹے بھائی حافظ محمد صدیق کی بارات ابدال جا رہی تھی کہ راستے میں ایک اونچے پل سے ٹانگہ الٹ کر نیچے آیا اور پھر سیدھا ہو گیا اور کسی سواری کو کوئی آنچ نہ آئی۔ تین چار دن بعد میرے چچا فضل دین صاحب للہ شریف گئے تو آپ نے پہلے ہی پوچھا کہ ٹانگہ کی مصیبت سے تو بچ گئے۔ پھر فرمایا کہ میں اس وقت وہیں تھا اور حضرت مجدد صاحب سے عرض کر رہا تھا کہ حضور یہ اپنے آدمی ہیں اور حضرت نے فرمایا کہ فکر نہ کریں۔

۱۵) علی محمد ساکن جھگیاں (نزد لاہور) کی شادی کو مدت گزر گئی مگر اولاد نہیں تھی۔ آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی اولاد نرینہ کی خوش خبری دی اور اس کا نام بھی تجویز کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

www.maktabah.org

۱۶) آپ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر محمد شریف صاحب جن کی اولاد اس وقت نہیں تھی، سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔ اسی اثنا میں بابو جلال دین نے کہا کہ میرے لڑکے تاج دین کی شادی پانچ سال پہلے ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے تاج دین کو تعویذ دیا۔ نو ماہ بعد اس کا بیٹا پیدا ہوا اور ڈاکٹر محمد شریف صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا کیا۔

۱۷) موضع سیرا ضلع گجرات میں آپ سوار جا رہے تھے کہ بیری کی ایک شاخ سے آپ کی دستار مبارک کا شملہ الجھا۔ فرمایا کہ اسے کاٹ دیا جائے۔ لوگوں نے اس فرمان کی تعمیل میں تاخیر کی تو وہ شاخ خود بخود سوکھ کر گر گئی۔

۱۸) لِلّہ شریف میں ایک عرس کے موقعہ پر گھر سے ایک ریشمی چادر گم ہو گئی۔ فرمایا: فکر نہ کرو، خود بخود مل جائے گی۔ چنانچہ چور عورت رات کو تین بار چارپائی سے اٹھا کر نیچے پھینک دی گئی۔ صبح کو وہ خود ہی حاضر ہو کر معافی کی طلب گار ہوئی اور چادر واپس کر دی۔

۱۹) گجرات میں ایک مجذوب تھے جن کو کاواں والی سرکار کہتے تھے کیونکہ ان کے پاس کوے جمع رہتے تھے۔ حضرت نے انہیں ملنے کا ارادہ کیا ادھر مجذوب نے کہا کہ کوئی ملنے کے لئے آ رہے ہیں۔ فوراً کپڑے منگا کر پہنے۔ چارپائی بچھوائی۔ حضرت آئے تو ادب سے چارپائی پر بٹھایا۔ آپ کی واپسی پر کپڑے اتار پھاڑ دیے اور پہلے کی طرح لنگوٹا کس لیا۔

عائلی زندگی ٹھٹہ بیرہ (نزد مڈھ رانجھہ ضلع سرگودھا) میں رابع حضرت کے ننھال تھے چنانچہ آپ کی پہلی شادی آپ کی ماموں زاد سے ہوئی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور مدت تک لِلّہ شریف میں موضوع سخن رہی۔ پانچ دن تک حلوہ اور گوشت پکتا رہا اور سارا شہر اور دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے مرید سیر ہوتے رہے۔ اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ دوسری شادی رتہ شریف میں مفتی عطا محمد صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ان سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مزید تفصیل اولاد کے ذیلی عنوان کے تحت دی جا رہی ہے۔

وفات قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے وصال کے قرب کا احساس ہو گیا تھا۔

www.maktabah.org

آپ کے بڑے صاحبزادے کی منگنی حضرت رابع ثانی کی بیٹی اور راقم الحروف کی منگنی آپ کی بیٹی سے اوائل ۱۹۴۸ء میں ہو گئی تھی۔ اس کے چند ماہ بعد آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کو کہلا بھیجا کہ بچوں کی شادیاں کر دی جائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہتر ہوتا کہ میرا بیٹا بی۔ اے کا امتحان دے لیتا (راقم الحروف اس وقت تھرڈ ایئر میں تھا)۔ اس پر فرمایا: اچھا پھر خود ہی کرتے رہنا۔ وفات سے تقریباً ایک ماہ پیشتر اپنے ہاتھ سے یہ اشعار لکھے:

واہ واہ ویکھ لے چال جہان والی اس جہان کو کئی اڈھا گئے نی
فرعون نمرود شداد جیسے دعویٰ کر خدا کہا گئے نی

اکبر بادشاہ جیسے وچہ شہر دہلی پھیرا وانگ ونجاریاں پا گئے نی
رہسی رب دا نام محمدا او واجے جھوٹ دے سب وجا گئے نی

اسی طرح آخری بیماری میں میو ہسپتال لاہور جاتے ہوئے راستے میں اپنے اہل خانہ سے فرمایا: جب میری پیدائش پر میرے والد گرامی مجھے میو ہسپتال لائے تھے تو وہ میری ابتدا تھی اور اب اسی میو ہسپتال میں میری انتہا ہے۔

رابع حضرتؒ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں بیمار ہو گئے۔ شروع میں آپ صبر کرتے رہے۔ جب تکلیف بڑھی تو مقامی اطباء اور ڈاکٹروں کا علاج ہوتا رہا مگر مرض بڑھتا گیا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ آپ کو میو ہسپتال لاہور لے جایا جائے۔ حضرت رابع ثانیؒ، مولانا محمد معصوم، اہل خانہ اور متعدد خدام ساتھ تھے۔ ۹ فروری ۱۹۴۹ء کو آپ میو ہسپتال کے فیملی وارڈ میں داخل ہو گئے۔ اصل میں آپ کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور پیٹ میں پانی بھر گیا تھا۔ مختلف طریقوں اور ٹیکوں سے پانی خارج کرنے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آخری لمحات میں 'اللہ' اور استغفار کے الفاظ منہ سے نکلے اور اتوار ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ (۱۳ فروری ۱۹۴۹ء) کو سحری کے وقت جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

۱۰ بجے آپ کو غسل دیا گیا جس میں مولوی محمد معصوم اور دوسرے خدام نے حصہ لیا۔ ریلوے کا ایک ڈبہ حاصل کیا گیا اور نعش مبارک لکڑی کے صندوق میں بند کر

www.maktabah.org

(پاکستان)

۵ ستمبر ۱۹۷۵ء / ۲۶ اگست

از مدینہ منورہ ۲۸ رمضان المبارک

عزیز از جان شیران محمد مقصود الرسول صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل ازیں ایک ملفوف

تحریر کیا جب بہت عارضہ دماغی شدید تھا۔ امید کہ

پہنچ گیا ہوگا۔ عزیز محمد مطلوب الرسول نے کہا ہے کہ ختم قرآن مجید

کیلئے یہاں بہت جستجو کی گئی مگر حافظ اتنا کا ادنیٰ مستحق

نہ مل سکا اسواسطے بذریعہ خط ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ

تم مکمل حساب کر کے سب افراد کو دینا اور ایک دینار

فقیر کو بھی اور کر دینی ضروری ہے تب بھی تلاش کر کے

بروز جمعہ مطابق ۲۳ اگست شام کو اپنے مدرسہ العزیزیہ

کے گھر آجائیگا آپ ... فی خیریت ہے۔ الغرض

رسول ... بھی ... ہے اور ... کا وقت ہے

دعا گو فقیر محمد ... الرسول ... غفرلہ

www.maktabah.org

عکس خودنوشت رابع حضرت للّٰہی بنام صاحبزادہ محمد مقصود الرسول

کے اس میں رکھ دی گئی۔ شام کو ڈبہ ماڑی انڈس ٹرین سے لگا دیا گیا۔ پھر خوشاب اسٹیشن پر اسے للہ شریف جانے والی گاڑی سے منسلک کر دیا گیا۔ یہ گاڑی صبح پانچ بجے للہ سٹیشن پر پہنچی۔ لوگوں کو پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ پلیٹ فارم ماتم زدہ ہجوم سے پُر تھا۔ نعش مبارک پہلے شیش محل کے سامنے صحن میں رکھی گئی جہاں مستورات نے زیارت کی۔ پھر باہر نیا بنگلہ میں عام لوگوں کی زیارت کے لئے رکھ دی گئی۔ ظہر کے بعد شہر کے شمالی میدان (رمضان والا پڑ) میں نماز جنازہ پڑھی گئی جس کی امامت حضرت **محمد عمر** صاحب بیربلوی نے کی۔ سارا میدان شرکائے جنازہ سے پُر تھا۔ عصر کے وقت تدفین عمل میں آئی۔

وفات پر کئی لوگوں نے مرثیے لکھے جن میں حافظ غلام علی (سکنہ للہ شریف) اور مائی بھاگی (سکنہ سیتھی) کی سی حرفیاں شامل ہیں۔

شخصیت رابع حضرت موٹی آنکھوں، ستواں ناک، باریک ہونٹوں، دراز قد اور بھاری جسم کے جاذب نظر انسان تھے۔ بڑے خوش لباس اور جامہ زیب تھے۔ سفید لباس پسند تھا۔ شلوار قمیض پہنتے اور سر پر ململ کی دستار کلاہ پر باندھ کر رکھتے۔ کبھی فرکی ٹوپی بھی پہنتے۔ مجلس میں بالعموم خاموش بیٹھے رہتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ کسی گہری سوچ میں کہیں دور دیکھ رہے ہیں۔ مخلصین اپنی اپنی روداد بیان کرتے رہتے اور آپ کسی وقت کہہ دیتے: "اچھا۔ پھر"۔ صرف ان الفاظ کو سن کر مخلصین انتہائی خوش ہو جاتے اور روداد جاری رکھتے۔ شخصیت میں ایسی جاذبیت تھی کہ محض مسکرا کر کسی کی طرف دیکھتے یا حال پوچھ لیتے تو وہ باغ باغ ہو جاتا۔ وفات پر جس انداز میں بیگانے اور لاتعلق لوگ بھی روئے اس سے اس محبت واحترام کی نشاندہی ہوتی ہے جو لوگوں کے لاشعور میں آپ کے لئے تھا۔

لوگوں کے دل میں آپ کے مقام کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ صوبیدار لال خان صاحب کی لڑکی جو منشی محمد حسن صاحب کی بیوی اور صوبیدار علی حیدر صاحب کی بہو تھی، ناراض ہو کر میکے آگئی۔ ساری برادری کے زور لگانے کے باوجود صوبیدار لال خان اسے سسرال بھیجنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ آخر صوبیدار علی حیدر صاحب نے آپ سے عرض کی کہ سفارش کریں۔ حضرت کے جی میں کیا آئی کہ اٹھ کھڑے

www.maktabah.org

ہوئے اور کہا کہ آؤ صوبیدار لال خان کے گھر چلتے ہیں۔ ان کا گھر اسی محلّہ میں قریباً سو گز کے فاصلہ پر تھا۔ صوبیدار علی حیدر صاحب گھبرا گئے کہ میرا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ خود جائیں (کیونکہ آپ کسی کے گھر کبھی نہیں گئے تھے)۔ مگر آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پیدل چل پڑے۔ ابھی گلی میں آئے ہی تھے کہ حیاتاں مراثن نے دیکھ لیا اور معاملہ سمجھ کر دوڑ پڑی اور صوبیدار لال خان کو جا کر بتایا کہ حضرت صاحب آپ کے گھر شاید اس مقصد کے لئے آ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی صوبیدار لال خان صاحب بوکھلا کر اٹھے، بیٹی کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ وہ سر پر ڈوپٹہ بھی پوری طرح نہ لینے پائی اور اسے کشاں کشاں تیزی سے چل پڑے اور حضرت کو آدھے راستے پر ہی جا لیا اور عرض کی کہ حضور یہ آپ نے کیا غضب کیا کہ اس مقصد کے لئے خود میرے گھر آنے لگے۔ خدارا واپس جائیں اور یہ میری بیٹی ہے، آپ جدھر چاہیں بھیج دیں۔ مقامی چودھریوں میں ایسا احترام اولیاء اللہ کے حالات میں بھی کم ہی ملتا ہے۔

آپ کے مزاج اور ظاہری وضع قطع میں جلال کا عنصر غالب تھا۔ درویشوں میں نظم و ضبط کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ان کی ذرا سی غفلت یا ذہنی آوارگی پر سزا دیتے تھے۔ ایسی بارعب شخصیت کم ہی دیکھنے میں آئی ہے۔ عموماً عصر کے بعد بنگلہ کے سائے میں مشرقی چھت پر آرام کرسی پر بیٹھتے تھے اور مخلصین سامنے دری پر بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں سے آپ نیچے گلی میں آنے جانے والے لوگوں کو دیکھ سکتے تھے۔ ہم لوگ اس گلی میں سے گزرتے وقت انجانے خوف کی کیفیت میں ہوتے تھے اور نظریں اٹھا کر آپ کی طرف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ جب آپ صبح کی سیر میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے گزرتے تو دور سے عظمت و وقار کا ایک ہیولا آپ کی شخصیت کے گرد محسوس ہوتا۔ راقم الحروف نے جب پڑھا کہ حضرت امام شاملؒ اپنے گھر کی ڈیوڑھی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے باہر نکلتے تو مجھے ان دو شخصیتوں میں عجیب مماثلت محسوس ہوئی۔ موہڑہ شریف کے پیر حضرت گل بادشاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک ہی پیر نے متاثر کیا ہے اور وہ حضرت مقبول الرسول صاحب تھے۔ آپ کے ایک مخلص حاجی غلام محمد (ساکن للہ شریف ثم فیصل آباد) نے بیان کیا کہ میں ایک بار آپ کے ساتھ سرہند شریف گیا۔ انہی دنوں حضرت مجددؒ کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت ملا شور بازار کابل سے تشریف

www.maktabah.org

لائے۔ لوگ ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ راقم حضرتؒ پیچھے کھڑے تھے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت ملا شور بازار خود آگے بڑھے اور آپ کا ماتھا چوم لیا اور فرمایا ہمیں خوشی ہے کہ حضرت مجددؒ کے طریقہ کے نمونے آج بھی پنجاب میں موجود ہیں۔

اس رعب کے پیچھے ایک رقیق القلب باطن تھا۔ ایک بار خانقاہ شریف کے حجروں میں آگ لگی اور نابینا طالب علم جل کر مر گیا۔ اس موقعہ پر آپ بہت روئے (حالانکہ مجمع میں آپ کو روتے کم دیکھا گیا تھا) اور فرمایا کہ اگر اس درویش کا واقعہ پیش نہ آتا تو مجھ کو اور کسی چیز کا غم نہ ہوتا۔ آپ ایک مشفق اور محبت کرنے والے باپ تھے۔ صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب بھیرہ میں پڑھتے تھے اور چھٹی پر وہاں سے پیدل ہی آ جاتے تھے۔ جس دن انہیں آنا ہوتا تھا، آپ بہت پہلے چھت پر بیٹھے یا کھڑے ان کی راہ پر نظریں جمائے رہتے۔ اولاد کو پند و نصائح فرماتے اور اس کی تہذیب اخلاق کا خاص خیال رکھتے۔ بالخصوص اس بات کا خیال رکھتے کہ غلط مجلس میں ان کا اٹھنا بیٹھنا نہ ہو اور جب بھی بچوں کی طرف سے کسی خوبی کا اظہار ہوتا، حوصلہ افزائی کے لئے انعام دیتے۔ آپ کے اس خط سے جس کا عکس کتاب میں دیا گیا ہے، پتہ چلتا ہے کہ آپ بچوں کو معارف سے بھرے خطوط بھی لکھتے تھے۔

طبیعت میں فیاضی کا مادہ بھی بہت تھا۔ مستحق مخلصین کی اپنے پاس سے مالی امداد کر دیتے۔ ڈاکٹر محمد شریف لکھتے ہیں کہ ایک بار میں آپ کی ایک قیمتی دوربین دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تمہیں اس کا شوق ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا بس پھر لے لو۔ مستری فتح محمد صاحب نے بیان کیا کہ رمضان کا مہینہ قریب آیا تو مجھے خیال آیا کہ میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔ للہ شریف میں حضرت کی کوئی پرانی گھڑی لے کر مرمت کرالوں گا۔ جب للہ شریف آیا تو آپ نے خود ہی پوچھا: مستری صاحب کیا آپ کے پاس گھڑی نہیں ہے۔ میں نے عرض کی کہ نہیں ہے۔ آپ نے فوراً ایک گھڑی منگا کر عنایت کی۔ عبدالکریم نامی آپ کا ایک خادم خاص تھا اس کے دل میں ایسا فتور آیا کہ الماری سے ایک بڑی رقم چرا کر غائب ہو گیا۔ آپ بالکل خاموش رہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ پاگل ہو کر اپنے جسم پر غلاظت ملنے لگا۔ اس کے بھائی خوف زدہ ہو کر آپ کے پاس آئے، معافی مانگی اور بالاقساط رقم ادا کرنے لگے۔ ابھی کافی رقم باقی تھی کہ آپ نے کہہ دیا

www.maktabah.org

کہ بقایا رقم تمہیں معاف ہے، مزید ادائیگی کی ضرورت نہیں۔

عمدہ شعری ذوق پایا تھا۔ مکتوبات میں بر محل اشعار تحریر کرتے تھے۔ اپنے بیٹوں صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب اور صاحبزادہ محمد مقصود الرسول صاحب سے بیت بازی کرتے تھے۔ اس میں زیادہ تر حافظ، سعدی، اقبال اور مولانا روم کے اشعار چلتے تھے۔ ایک بار گرمیوں میں چارپائی پر لیٹے ہوئے یہ شعر بار بار دہراتے رہے۔

اے ترا باہر دلے رازِ دگر
ہر گدارا بر درت نازِ دگر

یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا اور قیلولہ بھی نہ کر سکے۔

آپ خوش الحان تھے۔ جمعہ اور عیدین کے خطبات دھیمی لَے میں پڑھتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے۔ عموماً حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کے منظوم عربی خطبات پڑھتے اور پھر کوئی پنجابی نظم بطور وعظ پڑھتے۔ مثلاً مولوی غلام رسول کی "دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ای" یا پھر "تو سمجھ بندیا غافلا دنیا حیاتی بے وفا"۔ جمعۃ الوداع پر "اے ماہِ رمضان الوداع"۔ عید الفطر پر اقبال کی نظم غرۂ شوال اور عید الاضحیٰ پر حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کے چند اشعار "بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر" پڑھنے کا معمول تھا۔

آبائی سلسلہ کے مطابق تمام معمولات، ختم خواجگاں، توجہ اور لنگر جاری رہے۔ مریدوں کی روحانی تربیت اور سلوک مجددیہ کی تکمیل کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ڈاکٹر محمد شریف (لاہور)، مولوی محمد جی (راولپنڈی) اور میاں غلام محمد (کھوتہ) کے نام مکتوبات میں ان کے مختلف مراقبات اور اس بارے میں آپ کی طرف سے تلقین کا علم ہوتا ہے۔

اولاد

حضرت صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین

آپ رابع حضرتؒ کے بڑے بیٹے ہیں۔ ولادت ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ بمطابق ۳ مارچ ۱۹۲۹ء بروز پیر نصف شب کے قریب ہوئی۔

www.maktabah.org

حکیم عبد الرسول صاحب کی دو منظوم فارسی تاریخوں میں مادہ تاریخ بود مطلوب مرغوب اور فیض و مجد مطلوب الرسول ہے۔ جناب پیر نیک عالم ساکن گلاچور کی نظم کا مقطع جس میں مادہ تاریخ ہے، خوب ہے ؎

نکالی پیر نے تاریخ یک لخت
مہ کامل ہے یہ طفلِ جواں بخت

سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی سات سی پارے حافظ اللہ دتا صاحب سے پڑھے۔ پھر حافظ نواب صاحب اور حافظ اورنگ زیب صاحب سے ختم کیا۔ آپ کی زبان میں کچھ لکنت ہے لیکن قرآن پاک پڑھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ والد گرامی کی زندگی میں کئی بار تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ شروع میں علم ظاہری خانقاہ شریف پر قائم اپنے ہی مدرسہ میں حاصل کرتے رہے۔ ابتدائی اساتذہ میں مولانا رشید احمد، مولانا شاہ محمد، صوفی احمد خان، مولانا شیر الرحمٰن اور مولانا حکمت شاہ صاحبان شامل ہیں۔ بعد ازاں بھیرہ میں دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد میں داخلہ لیا جہاں اس زمانہ میں مولانا خدا بخش صاحب پڑھاتے تھے۔ مولانا موصوف للہ شریف کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں جب قران پاک حفظ کر چکے تو ان کی ذہانت دیکھ کر ثالث حضرت للّٰہیؒ انہیں خود دہلی لے گئے اور وہاں داخل کرا دیا۔ تکمیل علم کے بعد دارالعلوم امینیہ دہلی میں استاد مقرر ہوئے اور عمر کا بڑا حصہ وہیں گذار دیا۔ قیام پاکستان پر بھیرہ آ گئے۔ صاحبزادہ صاحب ان سے ہدایہ اولین، جلالین، مشکوٰۃ شریف، شرح جامی اور شرح تہذیب کے اسباق پڑھ رہے تھے کہ آپ کے والد گرامی رابع حضرت نے وفات پائی اور آپ کو تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے للہ شریف آنا پڑا۔

اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ رابع حضرت کی نماز جنازہ کے موقع پر آپ کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت مفتی عطا محمد رتویؒ علم ظاہری وباطنی کی تکمیل کے لئے آپ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اس سے پہلے ۱۹۴۶ء میں جب آپ کے والد گرامی رمضان المبارک گزارنے شملہ گئے تو آپ کو ساتھ لے گئے جہاں ستائیسویں رات کو آپ نے تراویح میں ختم کیا اور اس کے بعد رابع حضرت نے آپ سے بیعت لی اور دعا

www.maktabah.org

فرمائی۔ اب حضرت مفتی صاحب سے اخذ فیض کا سلسلہ آٹھ سال تک جاری رہا۔ جناب صاحبزادہ صاحب کے الفاظ ہیں:

"وہ لیل و نہار بھی عجیب تھے۔ ایک عجیب کیف و سرور تھا اور مستی تھی۔ اس دنیائے رنگ و بو میں ایک نیا رنگ تھا اور نئے انداز تھے۔ طبیعت میں تغیرات ہو رہے تھے اور میرے اندر ایک نرالا جہان آباد تھا۔ اب میں وہ نہ تھا جو پہلے تھا...... حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد مجھے خیال آیا کہ اگرچہ مراقبہ عبودیت تک سلوک کی تکمیل ہو گئی تھی تاہم مفتی صاحب نے مجھے روایت کے مطابق باقاعدہ خرقہ اور سند عطا نہیں کی تھی اس لئے مجھے بیربل شریف جا کر حضرت محمد عمر صاحبؒ سے اس سلسلہ میں مشورہ کرنا چاہیے۔ اس پر خواب میں حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور ایک بڑا سا کاغذ پکڑا کر فرمایا تجھے یہ سند دے دی ہے۔"

آپ کے تحت اسلاف کی روایات اور معمولات جاری ہیں۔ معراج شریف اور عرس کی تقریبات میں رونق بڑھ رہی ہے۔ خانقاہ شریف پر دار العلوم مقبولیہ سارے علاقہ میں دینی تعلیم کا معروف مرکز ہے۔ اس میں حفظ قرآن، تجوید اور تدریس حدیث و فقہ کا انتظام موجود ہے۔ طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست بلا معاوضہ ہوتا ہے۔ آپ نے نواحی علاقہ میں تبلیغی جلسوں کا نظام بھی قائم کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ۱۹۶۸ء میں انجمن مطلوبیہ اشاعت الاسلام کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کے تحت ہر سال ۸، ۹ اور ۱۰ محرم کو بالترتیب موضع میرا، موضع جندران اور موضع ملیار میں آپ کی زیر صدارت تبلیغی جلسے منعقد کئے جاتے ہیں جن میں شہدائے کربلا کی سیرت اور بے مثال قربانی پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور اس ضمن میں پھیلی ہوئی بدعات کا سدباب کیا جاتا ہے۔

آپ نے ۱۹۶۳ء میں پہلا حج کیا۔ اس کے بعد دوسرا حج ۱۹۷۹ء میں کیا۔ متعدد عمرے بھی کر چکے ہیں۔ دوسرے حج کے دوران وہ تاریخی واقعہ پیش آیا جس میں

www.maktabah.org

حرم شریف میں امام مہدی کے ظہور کا ڈھونگ رچایا گیا۔ آپ نے اپنی ڈائری میں آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء بروز منگل نماز فجر کا سلام پھیرنے کے ساتھ ہی شور اٹھا۔ نعروں اور فائر کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر ایک سعودی نے موذن کے لاوڈ سپیکر پر عربی میں تقریر کی کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اس لئے سب لوگوں سے بیعت لی جائے گی۔ نیز یہ کہ دروازے بند ہیں کوئی آدمی باہر جانے کی کوشش نہ کرے۔ عجب سراسیمگی کا عالم تھا۔ دس بجے کے قریب آپ صفا مروہ کی جالیوں سے نکل کر باہر آنے میں کامیاب ہو گئے عصر کے بعد سعودی حکومت نے جوابی کارروائی کی اور حرم شریف حکومت اور مہدویوں کے درمیان محاذ جنگ بن گیا۔ اگلے روز بعد دوپہر سعودیوں نے حرم شریف پر باقاعدہ بمباری شروع کی۔ سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں محصور تھے تاہم آپ ۲۳ نومبر کو شہر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور ٹیکسی پر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

تعمیرات کی آبائی روایت آپ نے بھی جاری رکھی ہے۔ حضرات للّٰہی کی قبریں ایک کھلی چوکھنڈی میں تھیں۔ ۱۹۶۷ء میں آپ نے ان پر روضہ تعمیر کیا۔ نئے رہائشی مکانات کے ساتھ بیٹھک، مہمان خانہ اور حویلی تعمیر ہوئی۔ خانقاہ شریف کی مسجد کی توسیع ہوئی۔ رابع حضرت کا تعمیر کردہ سردھی کا گرمائی مرکز بھی امتداد زمانہ کے ہاتھوں صفحہ ہستی سے محو ہو چکا تھا۔ آپ نے ایک بار پھر موضع سردھی کے اسی حصہ میں ایک پر منظر جگہ خرید کر نہایت موزوں گرمائی مرکز تعمیر کیا ہے۔

آپ ایک خاموش طبع، متحمل مزاج اور مرنجاں مرنج قسم کے انسان ہیں۔ مریدین پر آپ کی شخصیت کے اثرات کی ایک جھلک آپ کے ایک مخلص حکیم محمد یعقوب صاحب سکنہ سکھیکے ضلع حافظ آباد کی ڈائری میں ملتی ہے جس کی تلخیص نیچے دی جاتی ہے:

> "میری عمر بارہ سال کی تھی جب میرے والد نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے میری بیعت کرائی۔ اس کے چھ سال بعد میں للہ شریف حاضر ہوا اور حلقہ توجہ میں بیٹھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے سوچا کہ بیکار اتنا خرچہ کیا، طبیعت اچاٹ ہوئی

www.maktabah.org

اور میں نے اجازت طلب کی۔ فرمایا: حکیم جی آج توجہ نہیں ہوئی۔ اتنا خرچ کر کے آئے ہو۔ میں بہت حیران و شرمندہ ہوا اور پھر میرے جسم میں ایک کرنٹ سی محسوس ہوئی اور وجدان کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد طبیعت سنبھلی تو فرمایا: حکیم جی آؤ بزرگوں کے مزار پر قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔ وہاں بھی وجد طاری ہوا اور قلب ذاکر ہو گیا۔ دل میں جو کدورت تھی، صاف ہو گئی۔

۲۔ مجھ پر فالج، رعشہ اور لقوہ کا شدید حملہ ہوا۔ حتیٰ کہ معالجوں نے لاعلاج قرار دیدیا۔ ایک رات حالت ایسی خراب ہوئی کہ میرے پاس سورہ یٰسین پڑھی جانے لگی۔ نصف شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے ساری دنیا تباہ ہو گئی ہے اور میں ایک ویرانے میں جارہا ہوں۔ راستے میں ایک جگہ سبز گھاس پر مصلیٰ بچھائے حضرت صاحبزادہ صاحب دعا مانگ رہے ہیں۔ میں آگے بڑھا تو دو شخصوں نے مجھے پکڑ لیا اور پوچھنے لگے کہ تمہارا خدا کون ہے۔ میں نے جواب دیا تو ان میں سے ایک بولا کہ اس کا مرشد کامل ہے۔ بیدار ہوا تو دائیں بازو کا فالج ٹھیک ہو چکا تھا مگر رعشہ اور لقوہ باقی تھا۔ دوسری رات پھر خواب دیکھا کہ بیمار پڑا ہوں۔ آپ آئے اور میرے بازو کو زور سے پکڑ کر فرمایا کہ کوئی بیماری نہیں۔ میں بیدار ہو گیا اور میرا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

۳۔ پہلے میری کوئی اولاد نہ تھی۔ میں اور میری بیوی موضع چوچک میں، جہاں آپ دورہ پر تھے، حاضر ہوئے۔ آپ نے تین تعویذ دیے جن کا پانی ایک ایک ماہ تک پینا تھا۔ خدا کے فضل سے حمل ہو گیا مگر پھر خون شروع ہوا جو دوائی سے بھی نہ رکا اور حمل ضائع ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ رات کو خواب میں آپ نے فرمایا کہ فلاں مٹی کے برتن میں کون سا تعویذ ہے۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو

www.maktabah.org

تعویذ پڑا تھا جو بیوی نے غفلت سے کام لے کر استعمال نہیں کیا
تھا۔ فوراً اسے پلایا تو خون رک گیا اور بیٹا ریاض احمد خان پیدا ہوا۔
اس کے بعد مزید آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔"

آپ کی شادی ۱۹۵۰ء میں معراج شریف کے موقعہ پر اپنے چچا حضرت رابع ثانیؒ کی بیٹی سے ہوئی جس سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ بڑے لڑکے صاحبزادہ نعیم الرسول تاریخ کے پروفیسر اور چھوڑے لڑکے صاحبزادہ تکریم الرسول پنجاب بنک میں مینجر ہیں۔ آپ اپنے پوتے صاحبزادہ علیم الرسول کی تربیت بطور ولی عہد کے کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ محمد مقصود الرسول صاحب

آپ رابع حضرتؒ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ بمطابق ۴ اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعرات 10-00 بجے صبح پیدا ہوئے۔ للہ شریف میں مڈل پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں میٹرک پاس کیا۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۵۳ء میں بی اے کا امتحان پاس کر کے لا کالج لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں ایل ایل بی کی سند حاصل کی۔

آپ نے عملی زندگی کا آغاز سرگودھا میں قانون کی پریکٹس سے کیا مگر پھر محکمہ پولیس میں پراسیکیوٹر کی حیثیت سے بھرتی ہو گئے۔ اس سلسلہ میں راولپنڈی، اٹک، گجرات، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودھا، میانوالی اور بھکر میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۷ء میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پر ترقی پائی اور اس حیثیت میں کچھ دن لاہور رہ کر رحیم یار خان اور پھر وہاڑی چلے گئے۔ ۱۹۸۸ء میں آپ کی خدمات ڈیپوٹیشن پر ایف آئی اے کے سپرد کر دی گئیں اور آپ کو لاہور میں متعین کیا گیا۔ یہیں سے آپ کو سپرنٹنڈنٹ پولیس کے منصب پر ترقی دے کر فیصل آباد میں محکمہ انٹی کرپشن میں ڈپٹی ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ دو سال بعد آپ اپنے محکمہ میں واپس آگئے اور ضلع فیصل آباد کے سپرنٹنڈنٹ پولیس (لیگل) کا چارج سنبھال لیا۔ یہیں سے یکم نومبر ۱۹۹۴ء کو ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

للہ شریف میں اپنا الگ مکان بنانے کے علاوہ آپ نے ریٹائرمنٹ سے کچھ

www.maktabah.org

پہلے چکوال سے نو کلو میٹر راولپنڈی روڈ پر اپنا بنگلہ تعمیر کیا اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ لطیف ادبی ذوق کے مالک اور نفیس انشا پرداز ہیں۔ "عمر رفتہ" اور "گئے موسموں کی باتیں" نامی دو کتابوں میں اپنی سوانح حیات کو جمع کیا۔ اپنے والد گرامی کی سوانح عمری المقبول میں بھی ایک باب تحریر کیا۔ اپنے ماموں حکیم عبرت ہاشمی صاحب کی وفات پر ان کی یادوں پر مشتمل ایک کتابچہ لکھا۔ نجوم اور طب میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ پسند اور ناپسند میں شدت پائی جاتی ہے۔ عالمی سیاحت کے شوقین ہیں اور دنیا کے اکثر ممالک کی سیر کر چکے ہیں۔

آپ کی شادی پنڈ داد نخان میں اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ کے خلیفہ جناب حکیم تاج محمود صاحب کی پڑپوتی سے ہوئی جس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ بڑے لڑکے صاحبزادہ وجیہہ الرسول سائنس ٹیچر ہیں اور چھوٹے لڑکے صاحبزاد، مطیع الرسول روزگار کے سلسلہ میں آسٹریلیا میں مقیم ہیں۔

صاحبزادہ محمد صبغتہ اللہ صاحب

آپ رابع حضرتؒ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ بمطابق ۲۵ جولائی ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ خاندانی روایت کے مطابق پہلے خانقاہ شریف کے مدرسہ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ جب تک رابع حضرتؒ زندہ رہے، رمضان المبارک میں آپ سے قرآن پاک سنواتے رہے۔ صوفی احمد خان صاحب ان دنوں خانقاہ شریف میں تدریس کا کام کرتے تھے، ان سے پرائیویٹ تعلیم پا کر گورنمنٹ ہائی سکول للہ سے 1953ء میں میٹرک کیا۔ بعد ازاں گورنمنٹ کالج سرگودھا میں داخلہ لے کر بی۔ اے کیا۔ تعلیم کا سلسلہ بعد میں ملازمت کے دوران بھی جاری رہا اور ایم اے (اسلامیات)، ایم اے (سیاسیات)، ایم اے (اردو) اور ایم ایڈ کی اسناد حاصل کیں۔

ملازمت کا آغاز اے جی پی آر کے دفتر سے کیا پھر محکمہ تعلیم میں چلے گئے۔ کچھ عرصہ جی۔۱۶ اسلام آباد کے سکول نمبر ا میں استاد رہے۔ پھر اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر کی حیثیت سے تلہ گنگ، جنڈ، اٹک، چکوال وغیرہ میں تعینات رہے۔ ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے بھر پور (ضلع چکوال) اور مٹھہ ٹوانہ (ضلع خوشاب) کے ہائی سکولوں میں خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ تحصیل شاہ پور اور تحصیل بھلوال میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ

www.maktabah.org

ایجوکیشن آفیسر رہے اور پھر ضلع سرگودھا میں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر مقرر کر دیے گئے۔ ۱۹۹۹ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

آپ نے بھلوال شہر کی منظور حیات کالونی میں مکان تعمیر کر لیا ہے اور وہاں مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ للہ شریف میں بھی تقریبات میں شمولیت کی غرض سے آمدورفت کے لئے مکان بنا لیا ہے۔ مزاج میں جلال کا عنصر زیادہ ہے۔ بچپن میں اپنے والد گرامی کے چہیتے بیٹے تھے۔ شادی بھیرہ کے سادات کے ہاں ہوئی۔ جس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ **بیٹے صاحبزادہ شہباز، صاحبزادہ نقیب شہزاد (سول جج) صاحبزادہ نجیب علی عباس (درآمد و برآمد) اور صاحبزادہ مجیب بابر (این جی او) ہیں**

صاحبزادہ ڈاکٹر محمد حجتہ اللہ صاحب

آپ رابع حضرتؒ کے چوتھے بیٹے ہیں۔ جولائی ۷ ۱۹۳ء میں پیدا ہوئے۔

خاندانی روایت کے مطابق تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا۔ رابع حضرتؒ کی زندگی میں رمضان المبارک کے دوران قرآن پاک سناتے رہے۔ گورنمنٹ ہائی سکول للہ سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج سرگودھا سے بی ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بایوکیمسٹری میں ایم ایس سی اور ۱۹۷۲ء میں انڈیانا یونیورسٹی (کراچی کیمپس) سے نظری طبّی علوم میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

بی ایس سی کے بعد ہی ملازمت کا آغاز شعبہ سائنسی تحقیق سے وابستہ ہو کر کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں کچھ عرصہ سائنٹیفک کونسل این آر ایل پشاور یونیورسٹی میں بھی رہے۔ ۱۹۷۵ء میں اسلام آباد میں حکومت پاکستان کے سائنسی مشیر مقرر ہوئے۔ اسی دوران ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۲ء تک کنگ فیصل یونیورسٹی دمام (سعودی عرب) میں ڈیپوٹیشن پر چلے گئے اور وہاں پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ واپس آکر سائنسی مشیر حکومت پاکستان کے فرائض سنبھال لئے مگر ۱۹۸۵ء میں طرابلس یونیورسٹی (لیبیا) کے لئے آپ کا انتخاب کر لیا گیا اور ۱۹۹۰ء تک وہاں بطور پروفیسر پڑھاتے رہے۔ واپسی پر ایک بار پھر اسلام آباد سیکریٹریٹ میں سابق منصب پر تعینات ہوئے۔ ۱۹۹۶ء میں خود ہی سرکاری ملازمت سے سبکدوشی اختیار کر لی اور غلام اسحاق خان انسٹی ٹیوٹ کی دعوت پر ڈائریکٹر (ایڈمن) کے فرائض سنبھالے لیکن پھر

www.maktabah.org

تدریس کی لگن انہیں اسلام آباد میڈیکل کالج میں کھینچ لائی جہاں آج کل آپ بایوکیمسٹری ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین ہیں۔

اس سارے عرصہ میں آپ نے تحقیق و اشاعت کا کام جاری رکھا اور بین الاقوامی سائنسی جرائد میں تقریباً تمیں[۳] مقالے شائع کیے۔ اسی طرح حکومت پاکستان نے پانچ ایجادات کے لئے پیٹنٹ کے حقوق عطا کئے۔ کئی ملکی اور غیر ملکی کانفرنسوں میں حکومت پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں خوبصورت عبارت لکھتے ہیں۔

اسلام آباد کے سیکٹر جی۔9 میں کوٹھی خرید کر وہاں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔ للہ شریف میں بھی ایک بنگلہ تعمیر کیا ہے جو تقریبات کے موقع پر عارضی قیام گاہ کا کام دیتا ہے۔ نہایت نیک طبع، معتدل مزاج، عابد اور مرنجاں مرنج آدمی ہیں۔ حقوق العباد کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ اپنے مضمون کے علاوہ ہومیو پیتھی میں بھی دلچسپی ہے۔ آپ کی شادی اپنے چچا حضرت رابع ثانیؒ کی بیٹی سے ہوئی جس سے تین لڑکے ہوئے۔ بڑے لڑکے صاحبزادہ ڈاکٹر تسلیم الرسول امریکہ میں اور ان سے چھوٹے صاحبزادہ کلیم الرسول ہالینڈ میں ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ نجیب الرسول یحییٰ زیر تعلیم ہیں۔

صاحبزادہ انوار احمد صاحب

آپ رابع حضرتؒ کے پانچویں اور سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ ولادت ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بروز پیر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول للہ سے ۱۹۶۲ء میں میٹرک کیا۔ اس دوران حصول تعلیم کی غرض سے دو سال یعنی ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۱ء تک راولپنڈی میں بھی گزارے۔ بعد ازاں گورنمنٹ کالج سرگودھا میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۷ء میں بی اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں نمایاں پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ ملازمت کے دوران بھی پرائیویٹ طور پر مطالعہ جاری رکھا اور ایم اے (اردو) کر لیا۔

ملازمت کا آغاز اٹامک انرجی کمیشن سے کیا اور گذشتہ انتیس[۲۹] سال سے اسی ادارہ سے وابستہ ہیں اور یہ سارا عرصہ اسلام آباد میں گزارا۔ کافی عرصہ تک اس ادارہ کے شعبہ اطلاعات میں کام کیا اور آج کل انفارمیشن افسر ہیں۔ اسلام آباد کے سیکٹر

www.maktabah.org

جی۔10 میں سرکاری رہائش گاہ میں قیام پذیر ہیں۔ لِلہ شریف میں اپنا آبائی مکان ہے جو غمی شادی اور تقریبات کے مواقع پر عارضی قیام گاہ کا کام دیتا ہے۔

آپ اردو ادب میں ذوق لطیف رکھنے کے علاوہ ہلکی موسیقی میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اچھے انشاپرداز ہیں۔ راقم الحروف کی بیٹی فوت ہوئی تو اس کی یاد میں "پھر تیرا وقتِ سفر یاد آیا" کے نام سے ایک کتابچہ لکھا۔ قادر الکلام ہیں اور دوسرے سے اپنا موقف منوانے کا فن خوب جانتے ہیں۔ آپ کی شادی اپنے چچا حضرت رابع ثانیؒ کی بیٹی سے ہوئی جس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں میں بڑے صاحبزادہ شاہد احمد پاکستان نیوی میں کمیشنڈ افسر ہیں اور چھوٹے صاحبزادہ حسان احمد زیر تعلیم ہیں۔

خدام خاص جو خدام مستقل طور پر ساری عمر یا اس کا بڑا حصہ لِلہ شریف میں حاضر خدمت رہے، ان کے نام یہ ہیں:

دین محمد عرف فقیر (سکنہ کھوکھر زیریں)، میاں غلام رسول (سکنہ چکوڑہ)، میاں محمد (سکنہ احمد آباد۔ اس سے حضرت بہت پیار کرتے تھے)، غلام نبی (سکنہ ماجھی)، عبدالکریم، صدر الدین (سکنہ سگھر)، بدر الدین (سکنہ سگھر)، میاں مرزا (سکنہ جندران)، فیض محمد (سکنہ کھبکی)، حافظ نابینا، رحمت علی (سکنہ لاہور)۔

ماخذ کتب

تحریک پاکستان — صاحبزادہ محمد عبدالرسول

المقبول — ڈاکٹر محمد شریف

مکتوبات — رابع حضرت محمد مقبول الرسول اللٰہی

مصنف کی ذاتی معلومات ومشاہدات

خاندانی بیاض وروایات

مختلف افراد سے انٹرویو

www.maktabah.org

www.maktabah.org

چھتیسواں باب

رابع ثانی حضرت حافظ محمد محبوب الرسول للّٰہی رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۲۸ تا ۱۳۹۱ھ ۱۹۱۰ تا ۱۹۷۱ء

آپ کا عہد آپؒ کے دور میں ملکی صورت حال، قومی جدو جہد اور مسلمانوں کے عمومی جذبات کے متعلق گذشتہ باب میں مختصر خاکہ درج کیا جا چکا ہے۔ رابع حضرتؒ اور حضرت رابع ثانیؒ دونوں بھائیوں کا زمانہ ایک ہی تھا اس لئے تاریخ پر آپ کے نقوش کو سمجھنے کے لئے اسی عہد کو ہی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ تاہم قومی جدو جہد کے اس مرحلہ پر آپ کا کردار زیادہ فعال تھا۔ تاریخ خلافت اور اس کے اثرات، انگریزی اقتدار سے نجات کے لئے مسلمانوں کی سعی پیہم، تحریک پاکستان اور پھر قیام پاکستان کے بعد نظام اسلامی کے نفاذ کے لئے عملی کوششیں...... در حقیقت وہ پس منظر ہے جس میں آپ کا کردار نہایت تابناک نظر آتا ہے۔

نقشبندی روایات کے مطابق آپ نے اپنے حلقہ میں اتباع شریعت اور ترویج نسبت کے ساتھ ساتھ صحیح سیاسی رہنمائی بھی کی، مریدین کی ذہنی تربیت کی اور مظلوم طبقہ میں خودی بیدار کر کے انہیں استحصال سے بچانے کی سعی فرمائی۔ یوں حلقہ کی روحانی تربیت کے علاوہ معاشرتی اصلاح کا کام بھی جاری رکھا۔

پیدائش آپ ثالث حضرت للّٰہیؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ بمطابق ستمبر ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر صرف دو سال کی تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا حافظہ اگرچہ بہت اچھا تھا تاہم اس چھوٹی عمر میں اپنے والد گرامی کی صرف ایک بات یاد رہ گئی تھی۔ فرماتے کہ میرے والد مجھے "اچھے اچھے لوگ" کہہ کر پیار کرتے تھے۔ بچپن میں ہی طبیعت میں بڑا ٹھہراؤ اور متانت تھی۔ کھیل کود سے

www.maktabah.org

دلچسپی نہ تھی۔ اسی افتادِ طبع کی وجہ سے ارادت مندوں میں مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت فضل الرسول صاحب کو کوئی دعا کی درخواست کرتا تو اپنی توتلی زبان سے کہتے کہ "مابلے" (محبوب الرسول) سے دعا کراؤ۔ خدا تعالیٰ ان کی بات بہت مانتا ہے۔ مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے ہی تعویذ وغیرہ دینے کا کام زیادہ تر آپ ہی کے سپرد تھا۔

تعلیم و تربیت

رابع حضرت اور حضرت رابع ثانی دونوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت ایک ہی انداز میں ہوئی۔ سب سے پہلے حافظ اللہ دتا صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا۔ حافظ صاحب موصوف شاگردوں کو بے رحمی سے زدوکوب کیا کرتے تھے۔ حضرت نے اپنے ہم سبق ساتھیوں میں اس کی شکایت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ یہاں سے بھاگ کر کسی اور مدرسہ میں چلے جانا چاہیے۔ حضرت مفتی امام الدین رتوئیؒ نے جو لنگر کی عام نگرانی پر مامور تھے، یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے حافظ صاحب کو اپنا رویہ بدلنے کی سختی سے تلقین کی۔ بہر حال یہ شاید اسی سختی کا نتیجہ تھا کہ آپ اجل حافظ بنے جس کی مثال پورے خانوادہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حافظ صاحب کے رویہ میں تبدیلی نہ آسکی اور انہیں بھیرہ بھیج دیا گیا تاہم بعد میں رابع حضرت اپنے استاد کو واپس لائے۔ راقم الحروف نے بھی قرآن پاک کی تعلیم کا آغاز انہی سے کیا اور مار بھی کھائی۔

تربیت روحانی کے لئے ہر روز گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت غلام حسن صاحبؒ (خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت للّٰہیؒ) کے پاس ڈھڈی شریف جاتے اور توجہ و مراقبہ کے ذریعے کسب فیض کرتے۔ وہیں حضرت ڈھڈیانوی کے خلیفہ اور درویش منشی غلام محمد صاحب سے علم ظاہری کے اسباق بھی پڑھتے۔ للہ شریف کے لنگر میں مقیم مولوی فضل دین صاحب (عرف مولوی ڈورا صاحب) سے بھی کتابیں پڑھیں۔ اگرچہ اسباق کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی تاہم آپ آسانی سے فارسی اور عربی بول سکتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف کی یہ عادت تھی کہ بعد میں بھی عام مجلس کے دوران آپ سے عموماً فارسی میں اور کبھی کبھی عربی میں گفتگو کرتے تھے۔

www.maktabah.org

مسند ارشاد

شروع میں دونوں بھائیوں کا رہن سہن اور حساب کتاب مشترکہ تھا۔ ۱۹۳۸ء میں فیصلہ ہوا کہ الگ الگ ہو جانا مناسب ہے۔ چنانچہ حضرت رابع ثانیؒ کا اپنا لنگر الگ ہو گیا۔ معراج شریف اور بزرگوں کے عرسوں کی تاریخیں وہی تھیں۔ بیشتر آبائی مرید بھی مشترک تھے اور وہ دونوں بھائیوں کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ صرف نشست گاہیں اور گھریلو رہائش گاہیں الگ الگ تھیں اور لنگر الگ الگ پکتے تھے۔ مریدین کو اختیار تھا کہ وہ جہاں سے چاہیں، کھانا کھائیں۔ ان کے لئے کوئی باز پرس نہ تھی (یہی صورت حال اب بھی ہے)۔

آپ تا عمر کبار مشائخ نقشبندیہ کی عملی تصویر رہے۔ ختم خواجگاں، توجہ، مراقبہ، تلاوت قرآن پاک، تسلیک مقامات مجددی، تربیت باطنی، مطالعہ، تبلیغ وارشاد غرضیکہ تمام معمولات جاری رہے۔ صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نور خانوی جنہوں نے آپ سے اخذ فیض کیا، لکھتے ہیں:

> ''حضرت سلف صالحین اور اکابر طریقت کی زندگیوں کا نمونہ تھے۔ روحانی تربیت و تصعید کا ایک منفرد انداز تھا۔ عقائد میں اعتدال اور تصوف اسلام کی شریعت مطہرہ کی پابندی اور پیروی واطاعت رسول ﷺ پر کاربند تھے۔ قرآن پاک سے آپ کو عشق تھا۔ ساری زندگی اس کے سننے اور سنانے اور اس پر عمل کرنے میں بسر فرمائی۔ 'قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن' کی تفسیر تھے''۔

حافظ وزیر حسین صاحب (سکنہ بھون ضلع چکوال) نے بیان کیا کہ ''میں ایک عرصہ سے گولڑہ شریف جا کر دلی سکون کے لئے حاضری دیتا رہا حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی خواب میں زیارت بھی ہوئی۔ تاہم جب حضرت رابع ثانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور بیعت کی تو اطمینان قلب اور ایمان مکمل ہو گیا۔ تیرہ سالوں کے دوران میں نے یہ دیکھا کہ جو بات حضرت کی زبان سے نکلتی ہے وہ پوری ہوتی ہے ع

ولی کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ دعا فرمائیں مجھے اچھی بھینس مل جائے۔ فرمایا خدا آپ کو

www.maktabah.org

بھینس سے محفوظ رکھے۔ میں نے حکم نہ مانا، بھینس خرید لی وہ ہمارے تین گھروں میں فروخت ہوئی۔ جہاں بھی گئی مصیبت بن گئی۔ اسی طرح میں نے ایک بار عرض کی کہ دعا فرمائیں میرے لڑکے کو کالج میں داخلہ مل جائے۔ فرمایا علم پڑھ لے گا مگر تمہاری خدمت نہیں کرے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ وہ لڑکا یورپ میں ہے لیکن مجھ سے بے نیاز ہے۔

مستری غلام رسول صاحب (سکنہ ڈنگہ) کا بیان ہے کہ میں جب بھی بغیر اطلاع للہ شریف گیا، محض گھر کی ڈیوڑھی میں آتا تو اندر سے فرماتے کہ مستری صاحب آئے ہیں۔ ان کا کھانا بھیج دو۔

پروفیسر صفدر علی صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک دن رانا محمد تسکر اللہ خاں صاحب (صوفی منش انکم ٹیکس افسر) سے کہا کہ مجھ سے تصور شیخ نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ آج میرا تصور کر لینا چنانچہ میں نے ایسا کیا تو اچانک مجھے غیبت ہوئی اور میں نے دیکھا کہ حضرت ایک چھڑی لے کر آئے ہیں اور رانا صاحب کو چھڑی سیدھی کی۔ وہ فوراً غائب ہو گئے اور ان کی جگہ آپ میرے سامنے آ گئے۔ رانا صاحب کو یہ واقعہ بتایا تو کہنے لگے کہ آزمائش مقصود تھی۔ تمہارا پیر کامل ہے۔

معمولات

آپ سحری کو بیدار ہوتے اور تہجد ادا کرتے۔ اس نماز میں قرآن پاک کی طویل منزل پڑھتے۔ نماز فجر اپنی نشست گاہ (جسے بنگلہ کہتے ہیں) پر باجماعت ادا کرتے۔ بعد میں ارادت مند حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور ختم خواجگان پڑھا جاتا۔ شروع میں پانچ ختم یعنی ختم ہفت خواجگان نقشبندؒ، ختم حضرت مجدد الف ثانیؒ، ختم حضرت خواجہ محمد معصومؒ، ختم حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اور ختم حضرت خواجہ سیف الدینؒ پڑھنے کا معمول تھا جو سب ایک ہی نشست میں پڑھے جاتے۔ ایک موقعہ پر راقم الحروف کی موجودگی میں کھوتکہ کے مقام پر میاں احمد صاحب نے عرض کی کہ اول آخر سو سو بار درود شریف اور درمیان میں پانچ سو بار حسبنا اللہ ونعم الوکیل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ختم ہے۔ فرمایا: آج سے اسے بھی شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ پھر ہر روز چھ ختم پڑھتے رہے۔ ختم کے بعد حلقہ توجہ ہوتا۔ شرکاء منہ پر پڑا ڈال کر متوجہ ہوتے۔ کچھ دیر بعد دھیمی آواز میں الحمد للہ کہتے اور حلقہ توجہ اختتام پذیر ہو جاتا۔

www.maktabah.org

اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔ صحن کے مشرقی جانب مکانات کے سائے میں کرسی پر بیٹھ کر چائے پیتے۔ کچھ بچے بھی کُرسیوں پر میز کے گرد بیٹھ جاتے۔ چائے کا ذوق بہت اعلیٰ تھا۔ عموماً لپٹن (سبز لیبل) یا اورنج پیکو پیتے۔ تقسیم ملک کے بعد جب لپٹن (سبز لیبل) آنا بند ہوئی تو لپٹن (زرد لیبل) شروع کردی۔ اس محفل میں ضرورت مند خواتین بھی پاس آبیٹھتیں اور معروضات پیش کرتیں یا تعویذ حاصل کرتیں۔ اس دن کے لئے لنگر اور دیگر امور سے متعلق ہدایات بھی اس وقت فرمادیتے۔

اس کے بعد واپس بنگلہ میں آجاتے اور دوپہر کے کھانے تک خوب محفل جمتی۔ اس محفل میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے۔ صوفی، دنیادار، مشورہ لینے والے، مسائل پوچھنے والے، تنازعات کا تصفیہ چاہنے والے، تعویذ مانگنے والے وغیرہ۔ کئی اخبارات آتے تھے۔ ان کا مطالعہ کیا جاتا اور حالات حاضرہ پر تبصرے ہوتے۔ آپ کی محفل میں علمی باتوں اور نکات کی فراوانی ہوتی تھی۔ راقم الحروف نے جو کچھ پڑھا، اس سے کہیں زیادہ ذہنی جلا آپ کی عالمانہ گفتگو سے حاصل ہوئی۔ اگر موقعہ ملتا تو اس وقت تلاوت یا مطالعہ بھی کرتے۔ بنگلہ کے اندر نشست ہمیشہ فرشی ہوتی تھی۔ گرمیوں میں کبھی بنگلہ کے مغربی برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ جاتے۔ سامنے شہر کا بڑا چوپال (دارہ) تھا جس پر ہر وقت فارغ لوگ خوش گپیوں یا ہرزہ سرائی میں مصروف رہتے تھے۔ تاہم جب تک آپ سامنے بیٹھے نظر آتے، وہاں سے اونچی آواز نہیں آتی تھی۔

دوپہر کو دوبارہ گھر جاکر کھانا کھاتے اور قیلولہ بھی اکثر وہیں کرتے۔ ظہر کی نماز بنگلہ میں آکر غسل کے بعد ادا فرماتے۔ سردیوں میں یہ غسل روزانہ نہیں ہوتا تھا۔ ظہر اور عصر کے درمیان بھی علمی محفل رہتی مگر زیادہ تر کسی حافظ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے۔ کبھی کبھی اس وقت بنگلہ کے مشرقی برآمدہ کے سائے میں کرسی پر بیٹھ جاتے۔ نماز عصر کے بعد سیر کو شہر سے باہر چلے جاتے۔ سیر کے معمول میں اس قدر پختگی تھی کہ تاعمر ترک نہ ہوا۔ یہ سیر زیادہ تر شمال میں اپنی زمین کی طرف ہوتی اور نماز مغرب وہیں چھوٹی مسجد میں ادا فرماتے اور طویل قرأت کے ساتھ اوابین پڑھ کر واپس لوٹتے۔ واپسی میں خانقاہ شریف میں لازماً حاضری دیتے اور بزرگوں کے مزار پر کچھ دیر مراقب رہتے۔ سیر میں آتے جاتے راستے میں قرآن پاک کی تلاوت جاری

www.maktabah.org

رکھتے۔ واپسی پر سیدھے گھر جاتے اور رات کا کھانا کھا کر باہر بنگلہ میں آتے اور نماز عشا ادا فرماتے۔ تمام نمازیں باجماعت ادا کرتے اور امامت خود فرماتے اور اگر مسجد میں آپ کے بڑے بھائی رابع حضرت آتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھتے۔ رات کو بنگلہ میں ہی سوتے تھے۔ رات کو خدام مٹھیاں بھرتے رہتے تھے اور یہ عادت اتنی پختہ ہو گئی تھی کہ اس کی بغیر نیند نہیں آتی تھی۔

علمی استعداد

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ہر مکتب فکر کا لٹریچر آپ کے پاس آتا تھا اور آپ بڑے انہماک سے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ اس چیز نے آپ کو وسیع القلب اور وسیع المشرب بنادیا تھا۔ گفتگو میں علمی نکات کی آمد رہتی تھی۔ علامہ قسم کے لوگ بھی آپ کی محفل میں مرعوب اور طفل مکتب نظر آتے۔ تحریر بھی اعلیٰ انشاء پردازی کا نمونہ ہوتی تھی۔ اس میں فارسی اور عربی اشعار نگینہ کی طرح جڑے محسوس ہوتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریریں پڑھی تھیں۔ ان کے اثرات آپ کی انشاء میں در آئے تھے۔ مکتوبات کے جو چند حوالے اس باب میں دیے گئے ہیں، ان میں فکر کی گہرائی، الفاظ کی موزونی اور انداز تحریر کی شوخی دیکھی جا سکتی ہے۔ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اور سلسبیل لاہور میں آپ کے مضامین چھپتے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ پر ایک طویل مضمون کو ادارہ سلسبیل لاہور نے کتابچہ کی صورت میں شائع کر دیا۔

اعتدال

خانوادہ للّٰہی کے حضرات اور ان کے مرشد حضرت خواجہ قصوریؒ فرقہ ہائے ضالہ کے بارے میں سخت رویہ رکھتے تھے۔ یہ وقت کا تقاضا بھی تھا اور ان فرقوں کے رویے کا ردعمل بھی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عہد میں ایران میں صفوی اقتدار قائم ہونے پر شیعوں کا انداز جارحانہ ہو گیا تھا اور صحابہ پر سب و شتم کا سلسلہ تیز ہو گیا تھا۔ اسی طرح بادشاہ اکبر کی حکمت عملی کی وجہ سے ہندو بھی شعائر اسلامی کے بارے میں گستاخ ہو گئے تھے لہٰذا ان دونوں کے بارے میں حضرت مجددؒ نے سخت رویہ اختیار کیا۔ بعد میں حضرت مرزا جانجاناںؒ معتدل مزاج ہو گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب کے نظریات نے ایک نیا فساد پیدا کیا اور غیر مقلد لوگوں نے گاؤں گاؤں اختلافی مسائل پر بحث چھیڑ کر تکفیر شروع کی۔ اس

www.maktabah.org

کے ساتھ ہی سر سید نے مغرب سے مرعوب ہو کر قرآن پاک کی ایسی تاویلیں شروع کیں جو قابل قبول نہ تھیں۔ سر سید کے نظریات جدید علم الکلام تھا جو معتزلہ کی نئی صورت تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ معتزلہ فلسفہ یونان سے متاثر تھے اور سر سید مغربی افکار سے۔ اس صورت حال میں حضرات للّٰہی ؒ نے وہابیت اور نیچریت کے خلاف سخت رویہ اختیار کیا اور یہ انداز ثالث حضرت ؒ تک قائم رہا۔

اب حالات بدل چکے تھے اور مخالف قوتوں کا ابال اتر چکا تھا چنانچہ حضرت رابع ثانیؒ کے ہاں اعتدال اور وسیع المشربی کا رنگ غالب نظر آتا تھا۔ لِلہ شریف کے سکول اور ہسپتال میں بعض دفعہ مخالف فرقوں کے افراد متعین ہوتے تھے۔ وہ لوگ آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی عزت کرتے اور وہ ہمیشہ آپ سے متاثر ہوتے۔ اس کی ایک مثال علامہ محمد اسلم سجاد صاحب تھے جو لِلہ شریف کے ہائی سکول میں ٹیچر تعینات ہوئے۔ وہ مرزائی تھے اور مرزا خاندان سے رشتہ داری کی وجہ سے اپنی جماعت کے خاص حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ سے ملنے آئے تو آپ خندہ پیشانی اور احترام سے پیش آئے۔ پھر انھوں نے اکثر آنا شروع کیا اور محفل میں شریک ہوتے رہے۔ انہیں ہمیشہ عزت و التفات ملتی رہی یہاں تک کہ جب یہاں سے ان کا تبادلہ ہوا تو وہ اندر سے بدل چکے تھے۔ وہ سارے خاندان کی مخالفت کے باوجود مسلمان ہو گئے۔ حضرت کی وفات پر انھوں نے ایک طویل مضمون لکھا۔ افسوس کہ ہم اسے محفوظ نہ رکھ سکے ورنہ وہ آپ کے انداز تربیت پر قارئین کے لئے حرف آخر ہوتا۔

آپ علماء کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کی شہرت سن کر دوروں میں مقامی وہابی علماء بھی آپ سے ملنے چلے آتے تھے اور پھر محفل میں طالب علموں کی طرح آپ کی باتیں سنتے رہتے تھے۔

قرآن پاک سے عشق

قرآن پاک سے آپ کو عشق تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، سفر میں، سیر میں، نماز میں غرضیکہ ہر وقت تلاوت جاری رکھتے تھے۔ حافظ فخر دین صاحب (سکنہ لِلہ شریف) جن سے آپ نماز عصر کے بعد منزل سنا کرتے تھے، سے ایک دن فرمایا کہ مجھے اعلیٰ حضرت ؒ سے اب تک اپنے خاندان میں ایک جزوی فوقیت ہے کہ قرآن پاک کو جس قدر میں نے نماز میں پڑھا ہے، میرے خاندان

www.maktabah.org

کے کسی بزرگ نے نہیں پڑھا۔ تاہم مجھے خدشہ ہے کہ لوگوں کی ان باتوں سے کہ میں کلام اللہ کی بہت تلاوت کرتا ہوں، میرا دل بہک نہ جائے اور میں اللہ تعالیٰ کے عتاب کی گرفت میں نہ آجاؤں۔

میاں فتح محمد جسپال (سکنہ سالم) نے بیان کیا کہ میں ایک دن دورہ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ موضع دھوری سے ناشتہ کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور سورہ فاتحہ سے قرآن پاک کا آغاز کیا۔ سارے سفر کے دوران آپ تلاوت فرماتے رہے۔ دوپہر کو موضع سالم پہنچے کھانا کھایااور آرام کیا۔ ظہر کے بعد پھر پڑھتے رہے یہاں تک کہ عصر کے بعد آپ نے ختم کر لیا۔

رمضان المبارک میں تو تلاوت اوڑھنا بچھونا بن جاتی، دن کو دَور اور رات کو تراویح۔ جوانی میں خود سنایا کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں سنا کرتے تھے۔ اس کا ایک مقصد حفاظ کی تربیت بھی تھا۔ معمول یہ تھا کہ پہلے اور دوسرے عشروں میں تین تین پارے ہر رات تراویح میں سنتے اور دسویں رات کو ختم ہوتا۔ آخری عشرہ میں دس دس پارے سنتے اور ہر تیسری رات کو ختم ہوتا۔ اس کے بعد شبینہ ہوتا، خواہ وہ رمضان کی تیسویں رات ہوتی یا عید رات حفاظ اور سامعین کی چائے سے تواضع کی جاتی۔ کبھی کبھی "فمی بشوق" کی ترتیب سے سنتے یعنی قرآن پاک کی سات "منزلوں" میں سے ہر منزل ایک رات پڑھی جاتی اور ساتویں رات کو ختم ہوتا۔ اعلیٰ حضرتؒ کے خلیفہ حضرت محمد حسن خان صاحب کے فرزند حافظ صدیق حسن خاں صاحب (جو لاہور آ گئے تھے) جب کبھی آکر قرآن پاک سناتے تو ساتویں رات ہی ختم کرتے۔ باہر سے آکر شوقیہ سنانے والوں میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے قاری اللہ بخش صاحب (جو للہ شریف کے نواح کے رہنے والے تھے اور خانقاہ شریف سے ہی حفظ کر کے گئے تھے) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ مستند قاری تھے، نہایت ترتیل سے پڑھتے اور دسویں رات کو ختم کرتے تھے۔ حضرت رابع ثانیؒ للہ شریف کے حفاظ کو فرماتے کہ ان کی تلاوت سنیں اور اپنی تجوید درست کریں۔

تراویح ہمیشہ اپنی نشست گاہ یعنی بنگلہ میں پڑھتے۔ ارادت مندوں اور قرآن پاک کے عشاق کی ایک جماعت ساتھ ہوتی۔ تراویح میں تلاوت یار کوع و سجود میں

www.maktabah.org

تیزی نہیں کی جاتی تھی۔ ہر چار رکعت کے بعد آرام سے بیٹھ کر کچھ دیر تسبیح پڑھتے رہتے۔ آخری عشرہ میں تراویح ختم ہوتی تو سحری کھانے کا وقت ہو چکا ہوتا۔ آپ کا جسم بھاری تھا لیکن تمام رات کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے اور اس عبادت میں کبھی نہ تھکتے۔

حافظ فخر دین صاحب کے الفاظ ہیں:

''حضرت صاحب کا بنگلہ ثقہ سے ثقہ تر حفاظ کے لئے بھی امتحان گاہ تھا۔ قبلہ ہر حافظ کی ذاتی قابلیت کے مطابق اصلاح فرماتے۔ ایسا کوئی حافظ نہ دیکھا گیا جس کی آپ نے کسی نہ کسی رنگ میں اصلاح نہ فرمائی ہو بلکہ ہم جیسے نو آموز حفاظ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ جو حافظ ایک دفعہ حضرت صاحب کو قرآن پاک سنا لے، پھر اسے کلام اللہ بھولتا نہیں چنانچہ قرآن مجید سنانے کے لئے مہینوں پہلے بجنگ کرانا پڑتی تھی۔ ایک دفعہ حافظ شیخ عبد الرحمٰن صاحب (ساکن للیانی) نے میرے تایا حافظ فضل کریم صاحب سے اپنی بیماری (خارش) کی شکایت کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت صاحب کو قرآن پاک سنائیں تو یہ بیماری جاتی رہے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ یہاں تو مہینوں پہلے تاریخ لینا پڑتی ہے۔ لیکن شیخ صاحب نے کہا کہ میں تو قرآن پاک سنا کر ہی جاؤں گا۔ حضرت شوق کی بہت قدر کرتے تھے۔ یہ جواب سن کر فرمایا: اچھا گھر میں مستورات کو سناؤ (گھر کے صحن میں ہمیشہ تراویح کا اہتمام ہوتا تھا۔ حافظ اور سامع کے پیچھے چارپائیاں کھڑی کر کے پردہ کر لیا جاتا اور پیچھے گھر اور شہر کی مستورات نماز ادا کرتیں (مصنف))۔ شیخ صاحب رضامند ہو گئے۔ وہ گھر میں سوا پارہ سنا کر بنگلہ میں آ گئے۔ اس وقت حافظ غلام فرید صاحب بنگلہ میں قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب نماز ختم ہوئی تو حضرت نے فرمایا: شیخ صاحب کیا آپ بھی غلام فرید صاحب کی طرح پڑھ سکتے ہیں۔

www.maktabah.org

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، فرمائیں کہاں سے پڑھوں۔ یہ پر اعتماد جواب سن کر آپ متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اٹھارھواں پارہ پڑھیں چنانچہ ان کی منزل سن کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: 'ہمارے دل ودماغ میں جو شیخی یا تعلی تھی، کافور ہو گئی'۔ پھر متواتر تین سال شیخ صاحب کو خود دعوت دے کر قرآن پاک سنانے کے لئے بلاتے رہے اور فرماتے: شیخ صاحب کو قرآن پاک اس طرح یاد ہے جس طرح ہم لوگوں کو نماز یاد ہے...... زندگی کے آخری رمضان میں بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ذیابیطس کی شکایت بڑھ گئی تھی۔ اکثر ہر چار رکعت کے بعد غسل خانہ میں جاتے اور تازہ وضو کرتے اور فرمایا کرتے کہ یہی زندگی کا آخری رمضان ہے۔ چنانچہ اگلے سال ماہ رجب میں وفات پائی۔"

تعلیم کا شوق حضرت رابع ثانیؒ تعلیم کے بہت دلدادہ تھے۔ اس سے پہلے خانوادۂ للٰہی کے کسی فرد کو انگریز حکومت کے سکول میں داخل نہیں کیا گیا تھا۔ آپ کو انگریزی تسلط سے شدید نفرت تھی لیکن تعلیم کو نظر انداز نہ کیا۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ آپ اپنی سیاسی بصیرت سے انگریزی اقتدار کا سورج غروب ہوتے دیکھ رہے تھے اور ان حالات میں جدید تعلیم ایک قومی ضرورت تھی۔ چنانچہ بعض صوفیاء کے چیں بہ جبیں ہونے کے باوجود آپ نے اپنے بڑے لڑکے (راقم الحروف) کو سکول میں داخل کیا۔ اپنے حلقہ میں ہمیشہ بچوں کو تعلیم دلانے کی ترغیب دیتے تھے۔ اپنی اولاد کے نام آپ کے جتنے مکتوبات محفوظ ہیں، وہ سارے پڑھائی میں سخت محنت اور لگن کے بارے میں تاکید سے پُر ہیں۔

تقسیم ملک سے پہلے للہ شریف میں مڈل سکول تھا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی کوششوں سے اسے ہائی سکول کا درجہ دیدیا گیا مگر وہ ڈسٹرک بورڈ (موجودہ ڈسٹرکٹ کونسل) کے زیر انتظام تھا۔ ضلع جہلم کا ڈسٹرکٹ بورڈ ہر سال سکول کے لئے مقررہ رقم کا مطالبہ کرتا تھا۔ علاقہ غریب اور پس ماندہ تھا اس لئے ہائی کلاسوں کے بند ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔ آپ نے اسے گورنمنٹ کی تحویل میں دینے کے لئے کوششیں شروع

www.maktabah.org

کر دیں۔ علاقہ میں عمومی بے حسی تھی اس لئے یہ کام آپ کو خود ہی اپنے طور پر کرنا پڑا۔ پنجاب کی کابینہ میں جناب دستی صاحب وزیر تعلیم تھے۔ آپ شیخ فضل الٰہی پراچہ صاحب (جو وزیر بحالیات اور حضرت کے تعلق دار تھے) کو ساتھ لے کر ان سے ملے۔ پھر اس کام کی یاد دہانی کے لئے آپ لاہور آتے اور دو تین درویش جو آپ کے ساتھ ہوتے، ان کی پگڑیوں پر انار کلی سے کلف لگوائی جاتی۔ راقم الحروف ایم اے کا طالب علم تھا، وہ بھی شیروانی اور قراقلی ٹوپی پہن کر "معززین" کا روپ دھار لیتا اور حضرت کی قیادت میں یہ "علاقائی وفد" دستی صاحب کو ملتا۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف کو ایک خط میں لکھا:

> "تمام شہر کو انتظار ہے۔ تم ضرور مقصود الرسول کو ساتھ لے کر عباس (ہمارے علاقہ سے ممبر اسمبلی۔ مصنف) کے پاس جائیں۔ پھر دستی سے مفصل گفتگو کریں۔ مگر اب جلدی کرنا چاہیے۔ غالباً ۱۴ دسمبر کو سب ممبر لاہور پہنچ جائیں گے بس ان دنوں میں یہ کام سر انجام دو۔ عباس تو صرف ایک "شو بوائے" ہو گا (وہ مخلص آدمی تھے مگر موثر بات نہیں کر سکتے تھے) تمام حالات خود دستی کو سنائیں اور پر زور اپیل کریں کہ سکول کے معاملہ میں وہ خاص دلچسپی لے۔"

اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ایک خط میں سکول کے ہیڈ ماسٹر کو یوں مخاطب کرتے ہیں:

> "ازراہ عنایت کل دوپہر کا کھانا غریب خانہ میں رونق افروز ہو کر تناول فرمانا منظور فرمائیں۔ ع تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے۔ امید کہ آپ میری عرض کو ضرور شرف قبولیت بخشیں گے۔ اگر خدانخواستہ کل دوپہر کو کوئی مجبوری ہو تو پھر خود ہی وقت مقرر فرما کر بذریعہ تحریر مطلع فرمائیں۔"

لڑکیوں کے پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دلانے میں بہت کوشش فرمائی۔

ایک خط ۲۱۔۲۔۱۹۶۵ میں ڈاکٹر صاحبزادہ حجۃ اللہ (بھتیجے اور داماد) کو لکھتے ہیں:

www.maktabah.org

"یہ سن کر خوش ہو نگے کہ عزیز عرفان الرسول سلم ربہ (چھوٹے فرزند) نے پرائمری کا امتحان مقابلہ کا دیا اور ضلع میں اچھی پوزیشن حاصل کر کے گورنمنٹ وظیفہ حاصل کیا فالحمد للہ۔ للہٰ میں زنانہ مڈل سکول کھل گیا ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ اس سال ساتویں جماعت کا داخلہ بھی ہو چنانچہ آرڈر آگیا۔ ایک استانی ایف اے سی ٹی آچکی ہے۔ ایک اور استانی کا مطالبہ غالباً منظور ہو گا۔"

ڈاکٹر حافظ محمد شریف صاحب آپ کے پڑوسی تھے۔ ان کا قرآن پاک سنتے اور ان کی ذہانت سے متاثر ہو کر پرائیویٹ تعلیم جاری رکھنے کی حوصلہ افزائی کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ایم ایڈ کر لیا اور پھر وظیفہ پر امریکہ جا کر پی ایچ ڈی کی۔ ازاں بعد امریکہ میں مقیم ہو گئے اور نارفوک یونیورسٹی کے فل پروفیسر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ ان کا سارا خاندان امریکہ میں ہے اور خوش حال ترین گھرانوں میں سے ہے۔ راقم الحروف کے نام خطوط میں ہمیشہ حضرت کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مشائخ کبار کے مزارات پر حاضری

آپ اپنے پیران عظام کے مزارات پر اخذ فیض کے لئے ہمیشہ سرہند شریف اور قصور شریف جاتے رہے اور وہاں قیام کر کے مراقب ہوتے۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۶ء میں سرہند شریف کا پروگرام بنا تو مستری غلام رسول صاحب (ڈنگہ والے) کو اطلاع دی کہ براستہ لالہ موسیٰ ٹرین پر لاہور جا رہا ہوں اور عبدالرسول (راقم الحروف) سرگودھا سے ملکوال آکر ساتھ ہو جائے گا۔ جب بھی آپ ڈنگہ سے گزرتے، غلام رسول صاحب کھانا تیار کر کے سٹیشن پر لاتے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ کون سی چیز بنا کر لاؤں تو جواب میں لکھا:

"سگ دربار مجددیہ ہوں۔ جو کچھ اپنی مرضی سے چاہیں تیار کر لیں۔"

اسی سفر میں سرہند شریف سے اپنے فرزند صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود الرسول صاحب کو لکھا (مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۰ء):

www.maktabah.org

"میں نے تمہاری کامیابی اور مکمل صحت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طفیل بہت دعا کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور تم کو زندگی کے ہر مرحلہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔ یہ خط برکت کے لئے سرہند شریف سے لکھ رہا ہوں۔"

مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۵۲ء کو صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود الرسول صاحب کو لکھتے ہیں:

"۲۴ مارچ سوموار لاہور سے قصور شریف حاضر ہوا۔ عزیز عبدالرسول سلمہ بھی قصور شریف ساتھ آیا۔ ایک دن رات ٹھہر کر اور حضرت مرشد کے مزار مبارک کی زیارت کر کے کل صبح واپس لاہور چلا گیا۔ میں خانقاہ شریف میں مقیم ہوں۔ نو دن ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ بہت ہی دل کو اطمینان ہے بلکہ دل چاہتا ہے کہ یہاں کم سے کم چالیس دن مقیم رہوں۔ کھانے اور رہنے کا بہت اعلیٰ انتظام ہے۔ قصور شریف کے لوگ جو واقف بھی نہ تھے، نہایت محبت سے پیش آ رہے ہیں۔ کئی دعوتیں دی ہوئی ہیں۔ مائی صاحبزادی (سکھیکے والے۔ مصنف) کل واپس چلی جائے گی۔ میرے ساتھ تین آدمی میاں (کرم الٰہی۔ مصنف) اور مخدوم اور خدیجہ بی رہ جائیں گے۔ میں کیا کہوں قصور شریف حاضر ہو کر دل بہت خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکت سے میرا دل مطمئن فرمائے۔ آمین۔ میں تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو صالح عالم اور بامراد بندہ بنائے ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين۔"

اسی سفر میں ۳۰ مارچ ۱۹۵۲ء کو راقم الحروف کو تحریر فرمایا:

"میں خانقاہ شریف پر مقیم ہوں۔ سبحان اللہ عجیب سکون قلبی حاصل ہے۔ اگرچہ گمنام رہنے کی بہت کوشش کی گئی

www.maktabah.org

مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شہر سے ملاقاتیوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ جنگل میں میلہ ہے۔ اگرچہ میں اپنے مشاغل میں مصروف ہوں تاہم لوگ خاموش ملاقات کے لئے ہی آجاتے ہیں۔ کئی لوگوں نے دعوتیں دیں مگر عذر کیا گیا۔ ایک دو قبول کر لی گئیں۔ کچھ لوگ داخل طریقہ بھی ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قبلہ کی رضا ایسے ہی ہے ورنہ یہاں ایسی باتوں کا کیا کام۔"

وفات سے ایک سال پہلے ۱۹۷۰ء میں ایسے ہی سفر پر نکلے۔ میاں محمد حسن (رتہ والے)، مستری غلام رسول (ڈنگہ والے) اور میاں محمد ولایت (سویہ والے) ساتھ تھے۔ آٹھ روز قصور شریف میں قیام رہا۔ بسم اللہ فیکٹری میں شب باش ہوتے اور سارا دن حضرت خواجہ قصوریؒ کے مزار مبارک پر حاضر رہتے۔ اس کے بعد پاک پتن شریف جا کر تین روز حضرت خواجہ فرید گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دی۔ بہشتی دروازہ کھلنے کے دن بہت ہجوم تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو پولیس والوں نے دیکھتے ہی از خود لوگوں کو ہٹا کر رستہ بنایا اور آپ بآسانی درویشوں کے ساتھ دروازے سے اندر گئے۔

ٹھیکیدار خوشی محمد سکنہ سہنہ (ضلع منڈی بہاء الدین) نے بیان کیا کہ حضرت موضع دھریکاں جا رہے تھے۔ میں گھوڑے کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ ہم رنمل شریف (مرکز سلسلہ نوشاہیہ) کے قریب سے گزرتے ہوئے جب دھریکاں کے نزدیک آئے تو آپ اچانک رک گئے اور فرمایا: واپس جانا ہے۔ میں نے حیران ہو کر وجہ پوچھی تو فرمایا: حضرت محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ فرماتے ہیں کہ دوستوں کا بغیر ملاقات چلے جانا اچھا نہیں، ہم تو آپ کے منتظر تھے۔ چنانچہ کافی فاصلہ سے واپس رنمل شریف آئے اور کچھ دیر مزار پر بیٹھے رہے۔ اس کے بعد دھریکاں آئے۔

مظلوم طبقہ کی دستگیری معاشرتی اصلاح اور سماجی مساوات کے بارے میں آپ کے خیالات اور اقدامات انقلابی نوعیت کے تھے۔ للہ شریف میں وڈیرے اس طبقہ کا جسے عرف عام میں "کمیں" کہا جاتا ہے، بہت استحصال

www.maktabah.org

کرتے تھے۔ان سے بیگار لی جاتی تھی اور ان کے لئے کام کی مزدوری مانگنا بھی جرم تھا۔ آپ نے اپنے حلقہ میں بیٹھنے والوں میں ذہنی بیداری پیدا کی۔ آپ کے ارادت مندوں میں سب سے پہلا شخص جس نے اس استحصالی نظام کے خلاف بغاوت کی، وہ صوفی محمد یٰسین (بافندہ) تھا۔اس نے نہ صرف وڈیروں بلکہ مقامی تھانہ کے عملہ کی بیگار سے بھی انکار کردیا۔مار بھی کھائی مگر پرواہ نہ کی۔اسے دیکھ کرباقی لوگ بھی دیر ہو گئے اور ظالمانہ نظام کی چولیں ہل گئیں۔ صوفی محمد یٰسین بعد میں کراچی چلا گیا۔اس کی آزاد منشی اور مزدوروں کو بیدار کرنے کا جذبہ دیکھ کر ساتھی اسے کامریڈ کہنے لگے حالانکہ وہ سوشلسٹ نہیں تھا بلکہ سچا باعمل مسلمان تھا۔

اس سلسلہ میں ایک اور مثال حافظ غلام علی صاحب (مستری) کی تھی۔وہ اعلیٰ حضرتؒ کے خلیفہ میاں فتح محمد صاحب کے خاندان سے تھے اور حضرت رابع ثانی کے محب اور ہم مجلس تھے۔وہ بھی آہستہ آہستہ "انقلابی" بن گئے اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ میں پیش پیش رہنے لگے۔ حضرت نے ۱۹۵۱ء میں پنچائت کے الیکشن میں انہیں امیدوار کھڑا کردیا۔وڈیروں کے مقابلہ میں محض کھڑا ہونا بھی ایک نادر اور بظاہر ناممکن العمل بات تھی، کامیابی تو بہت دور کی بات تھی مگر آپ کی کوشش اور دعاؤں سے وہ کامیاب ہو گئے۔ ۱۲دسمبر ۱۹۵۱ء کو راقم الحروف کو بذریعہ خط اطلاع دی۔اس کے الفاظ سے آپ کے دلی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے:

> "کلنہ میں گذشتہ ہفتہ پنچائت کے الیکشن کی وجہ سے خوب گہما گہمی رہی۔چودھریوں کی دونوں پارٹیاں آپس میں اس قدر گتھم گتھا ہوئیں جو خارج ازبیان ہے۔الیکشن پراپیگنڈے کا کوئی ایسا حربہ نہیں جس سے کام نہ لیا گیا ہو۔ خود میں کئی رات ۱۲ بجے کے بعد سویا۔بالآخروقت نے فیصلہ دیدیا۔اب ہرطرف خاموشی ہے، بے خوابی کی انگڑائیاں ہیں، جوش کے بعد سکون ہے۔اس سب ڈرامہ میں جو چیز قابل ذکر ہے وہ دستکاروں کے نمائندہ غلام علی کی شاندار کامیابی ہے۔ دستکاروں کی اکثریت شیشہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی۔ چودھریوں نے بلطائف الحیل ان میں پھوٹ ڈالنا

www.maktabah.org

چاہی مگر سب مساعی بیکار گئیں الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا۔بلکہ ایک موقعہ پر سر پنچ بھی غلام علی ہی منتخب ہونے لگا مگر صرف ایک آدھ حاسد کی وجہ سے سر پنچ نہ بن سکا۔

اب ہر جگہ دستکاروں کی تنظیم اور ترقی کے چرچے ہیں۔ بعض لوگ "موتوابغیظکم "کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔"

جچہ ہور کے دستکار ظالموں کے ہاتھوں تنگ تھے۔انہیں ہجرت کا باقاعدہ حکم دیا اور منڈی بہاالدین میں ان کی آبادکاری میں مدد دی۔ آج کل وہ سب خوش حال ہیں ایک خاندان جرمنی میں ہے اور کروڑ پتی ہے۔

سیاسی زندگی

حضرت رابع ثانیؒ نے اپنے بچپن میں تحریک خلافت دیکھی تھی۔اس عمر میں اس میں حصہ لینا تو ممکن نہ تھا تاہم آپ کے ذہن میں اس تحریک کے اثرات بہت گہرے تھے۔یعنی انگریز حکومت سے نفرت، آزادی کی تڑپ اور عالم اسلام کے مسائل میں دلچسپی۔ اس تحریک کے رہنما مولانا محمد علی جوہر آخر وقت تک آپ کے آئیڈیل رہے۔ انہی جذبات کی وجہ سے کانگرس، مجلس احرار جیسی جماعتوں کے لئے جو جدو جہد آزادی میں مصروف تھیں، آپ اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ان جماعتوں کے بعض لیڈروں سے آپ کے ذاتی مراسم تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری آپ کے ذاتی دوست تھے اور آپ کے ہاں آتے بھی رہے۔

۱۹۳۷ء کے عام انتخابات میں جبکہ آپ کی عمر صرف ستائیس سال تھی، آپ نے ایک بڑا اور درست فیصلہ کیا۔ للہ شریف کی نشست پر راجا غضنفر علی خان مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہوئے۔ان کے مقابلہ میں یونینسٹ پارٹی کے امیدوار تھے۔ آپ یونینسٹ پارٹی کو انگریز کی ٹوڈی اور آزادی مخالف جماعت سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کی بھر پور امداد کا فیصلہ کیا۔ راجا غضنفر علی خان کا اپنے حلقہ میں کوئی ذاتی اثر نہ تھا۔انہوں نے الیکشن سے پہلے یا بعد میں کبھی اپنے حلقہ میں آنے کی زحمت نہیں کی۔ حضرت نے نہ صرف لوگوں کو ہدایات دیں بلکہ کارکنوں اور ووٹروں کی خاطر مدارات اور کھانے وغیرہ کا بندوبست بھی لنگر سے کیا چنانچہ راجا صاحب کامیاب ہو گئے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پورے متحدہ پنجاب میں مسلم لیگ کے صرف دو

www.maktabah.org

صاحبزادہ محبوب الرسول نقشبندی مجددی للہ شریف ضلع جہلم

SAHIBZADA MAHBUB-UR-RASUL NAQSHBANDI MUJADDADI
LILLA SHARIF
(Distt. Jhelum)

عزیز محترم [illegible] سلمہ اللہ تعالیٰ و زاد اللہ علمکم — السلام علیکم و علیٰ من لدیکم

ملفوف عنایت نامہ ریاض میں موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ للہ الحمد گزشتہ ہفتہ میں ثابت

کر دیا گیا کہ انگلستان کے یہود سے خوب گٹھ جوڑ ہے [illegible] کی دونوں پارٹیاں [illegible] جو [illegible]

انگلستان پر دباؤ ڈالا گیا [illegible] کوئی حربہ ایسا نہیں جس کو کام میں نہ لیا گیا ہو جمعرات کی رات 12 بجے تک مقابلہ ہوتا رہا آخر

وقت نے فیصلہ دے دیا اب ہر طرف خاموشی ہے [illegible] کی زندگی [illegible] میں جو کچھ [illegible]

اس کے بعد ڈرامہ میں جو چیز قابل ذکر ہے وہ [illegible] "غلام علی" کی [illegible]

[illegible] کی اکثریت شیعہ [illegible] بڑی دیوار بن گئی ہے [illegible]

مگر [illegible] ہی بیٹھا رہ گیا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر [illegible] پہنچ [illegible] غلام علی

بھی [illegible] مگر صرف ایک آدھ [illegible] سے [illegible] پہنچ [illegible] اب ہر جگہ [illegible] کی تنظیم

[illegible]

www.maktabah.org

تمام جسم پر [illegible] ہے اس لئے ضرور [illegible] ہیں [illegible] سے مفصل گفتگو کرنی

[illegible] 14 دسمبر [illegible]

پہنچ [illegible] ان دنوں میں [illegible] ایک دو شعر ہوئے [illegible]

خود [illegible] اور [illegible] میں وہ [illegible] دے گئے

[illegible] ہو گئی [illegible] ایک عدد [illegible] کی [illegible] ضرور [illegible]

[illegible] سال [illegible]

[illegible] نہیں [illegible]

[illegible] دسمبر اور 22 دسمبر [illegible]

اگر یہ 22 دسمبر [illegible] تو بہتر 22 دسمبر کو [illegible]

[illegible] وہ [illegible]

تو بہتر [illegible] جائے [illegible]

والسلام

[illegible]

خادم [illegible]

امیدوار کامیاب ہوئے : ایک لاہور کے ملک برکت علی اور دوسرے راجا غضنفر علی خان۔ یوں دینی حلقوں میں خانوادہ للّٰہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے قرارداد پاکستان کی منظوری سے پہلے ہی مسلم لیگ کو کامیابی دلانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہونے کے بعد مسلم لیگ کی مقبولیت عامہ میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ کانگرس کی حامی نیشنلسٹ جماعتیں پاکستان کی مخالفت کررہی تھیں۔ اس دور میں آپ نے اپنے ایک نیشنلسٹ دوست کو لکھا :

"اب عنقریب حالات بدلنے والے ہیں۔ سیاسی پارٹیوں نے کروٹیں لینا شروع کردی ہیں۔ کچھ دن بعد پنجاب بھر میں الیکشن کا غل مچ جائیگا اور حشرات الارض کی طرح ہنگامی و وقتی لیڈر اپنے بلوں سے نکل آئیں گے اور نافہم بدقسمت اور جاہل قوم کو الو بنائیں گے آپ کے ہنگامہ باز لیڈروں نے گذشتہ انتخاب کی طرح اگر اب بھی جذبات سے کام لیا تو پھر بدقسمت پنجاب کئی سالوں کے لئے غدار ابن غدار کا غلام بیدام بن کر رہ جائے گا۔"

۱۹۴۶ء کے عام انتخابات تو مسلم لیگ کے حق میں ایک سیل رواں تھے۔ قائداعظم اگر کھمبے کو بھی ٹکٹ دیتے تو وہ کامیاب ہوجاتا۔ بہر صورت حضرت نے اس میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اس انتخاب میں بھی حلقہ کے مسلم لیگی امیدوار راجا غضنفر علی خان ہی تھے۔ حضرت گذشتہ انتخاب کی طرح اس موقعہ پر بھی گھوڑے پر سوار ہوکر خود بھی بڑے جلوس کے ساتھ ووٹ ڈالنے گئے۔ قیام پاکستان کے وقت راقم الحروف موضع وسنال کے پہاڑی مقام پر رمضان المبارک گذار رہا تھا۔ عید سے ایک دن پہلے گھر آیا تو بنگلہ پر سبز ہلالی پرچم لہرارہا تھا اور آپ کی مسرت کی انتہا نہ تھی۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کا کیسے شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں جیتے جی آزادی کا یہ دن دکھایا۔

قائداعظم کی وفات پر آپ کے دلی جذبات کا اندازہ آپ کے ایک خط کے ان الفاظ سے ہوتا ہے :

"ہندوستان کے اس عظیم المرتبت انسان کی غیر

www.maktabah.org

متوقع رحلت پر تعزیت قبول فرمائیے جس نے ایک ذلیل اور
غلام قوم کو قعر مذلت سے اٹھاکر عرش تک پہنچادیااور آج دنیا کی
ایک وسیع حکومت کامالک بنادیا۔"

حضرت رابع ثانیؒ بعض سادہ لوح اور خوش فہم قسم کے پیروں کی طرح نہیں تھے بلکہ وہ گہری اور دوربین فراست کے مالک تھے۔ مسلم لیگ کی حمایت سے آپ کا مقصد دینی خدمت تھا۔ آپ مسلم لیگ کے بعض لیڈروں کے بارے میں، جو بے کردار، ہواکارخ دیکھ کر چلنے والے اور ٹوڈی خاندانوں کے افراد تھے، پہلے ہی ذہنی تحفظات رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کے طرز عمل سے آپ کو مایوسی ہونے لگی۔ مولوی محمد رمضان صاحب کو لکھتے ہیں:

"حالات حاضرہ پر کیا لکھوں۔ مسائل اس عجلت سے بدل رہے ہیں کہ ابھی ایک منظر سامنے ہوتا ہے، اس پر نظر جمنے نہیں پاتی تو دوسرا منظر سامنے آجاتا ہے۔ اندریں حالات ہم قاصر نظر و کوتاہ بمت حالات کو کیا بھانپیں گے تاہم اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اپنا معاملہ نالائق خود غرض اور ناتجربہ کار لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ امور مملکت میں عورتوں کا ایک نمایاں حصہ ہے۔ ایسے حالات میں مخبر صادق علیہ السلام نے جو خبر دی ہے اس سے آپ باخبر ہیں۔ غالباً آپ کو معلوم ہو گا کہ ہماری حکومت کے ایک معزز رکن نے قربانی کو بے ہودہ اور فرسودہ رسم قرار دیا ہے جو ایک ابراہیم نامی شخص کے خواب پر مبنی ہے۔ دوسرے ارکان خمسہ بھی انشاء اللہ ان شیاطین کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں۔ عنقریب ان کی باری آرہی ہے۔ اعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔"

ابتدائی عمر میں آپ نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریریں شوق سے پڑھی تھیں۔ 'الہلال' کی ساری فائلیں آپ کی لائبریری میں موجود تھیں۔ چنانچہ مولانا آزاد کی پیش کردہ حکومت الہیہ کا تصور آپ کے ذہن میں جاگزیں رہا۔ ویسے یہ سوچ

www.maktabah.org

مشائخ نقشبندیہ کے انداز فکر کا حصہ بھی تھی۔ مولانا آزاد تو کچھ عرصہ بعد یوسف بے کارواں ہو گئے اور اس کارواں کی قیادت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے سنبھالی۔ چنانچہ آپ نے مولانا مودودی کی ساری کتب کا مطالعہ کیا، ترجمان القرآن بھی آپ کے پاس آتا رہا اور مولانا سے خط و کتابت بھی رہی۔ اب یہ محسوس کرتے ہوئے کہ قیام پاکستان کے بعد اس میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے اس وقت جماعت اسلامی ہی سنجیدہ کوشش کر رہی ہے، آپ نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ جماعت اسلامی کے امیدواروں کو ووٹ دیں۔ مولانا گلزار احمد مظاہری جو بھلوال کی نشست پر جماعت کے امیدوار تھے، شکریہ کے لئے آئے تو کہنے لگے کہ آپ کے مریدوں نے ہمیں ووٹ دیے ہیں حالانکہ ہماری جماعت کے رفقاء بھی ہمارے خلاف ووٹ دیتے رہے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ ہم تو محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے ایسا کر رہے ہیں ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ میں سے اکثر ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے۔

سیاسی میدان میں آخری کارنامہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں آپ کا دانش مندانہ اقدام تھا۔ یہ زمانہ پیپلز پارٹی کے حق میں عوامی جذبات کے سیلاب کا دور تھا۔ آپ بائیں بازو کی جماعتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ انتخابات کے پہلے دن مرکز کے لئے ہماری نشست پر پیپلز پارٹی کے امیدوار کامیاب ہو گئے۔ اس لئے آپ کو سخت افسوس ہوا چنانچہ راتوں رات اپنا آدمی جماعت اسلامی کے امیدوار صوفی کرم الٰہی صاحب (جن کی کامیابی کی امید نہ تھی) کے پاس بھیجا کہ آپ راجا سکندر خان آزاد امیدوار کے حق میں دست بردار ہو جائیں ورنہ دونوں کی شکست یقینی ہے۔ راجا صاحب للہ شریف کے نواحی گاؤں احمد آباد کے رہنے والے اور آپ کے ارادت مند تھے۔ صوفی صاحب آپ کا حکم نہ ٹال سکے۔ ان کی دست برداری سے صوبائی نشست پرون تو ون مقابلہ ہوا اور پیپلز پارٹی کو شکست دے کر راجا سکندر خان کامیاب ہو گئے۔ یہ نشست سارے پنجاب میں ان چند نشستوں میں سے ایک تھی جہاں بائیں بازو کی جماعت کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ نے ان قومی و ملی خدمات کو کبھی ذاتی منفعت کے لئے استعمال نہ کیا۔ یہ تمام تر بے لوث اور ضمیر کی آواز کے مطابق تھیں۔ راجا غضنفر علی خان آپ کے زیر بار احسان بھی تھے اور حکومت پاکستان کے ایک اہم رکن بھی۔ مگر

www.maktabah.org

بعد میں ان سے کبھی ملاقات تک نہ کی اور درویشانہ استغنا قائم رکھا۔

سیر و شکار

آپ طبعاً سیر و شکار کی طرف کچھ زیادہ مائل نہ تھے۔ اپنے بڑے بھائی رابع حضرت کی طرح نشانہ بازی میں زیادہ مہارت بھی نہ تھی۔ تاہم خاندانی روایات کے طور پر اس میں حصہ لیتے رہے۔ شکاری ساتھی وہی تھے جو رابع حضرت کے تھے۔ بعد میں جب ہم لوگ یعنی آپ کے لڑکے بڑے ہو کر شکار کھیلنے لگے تو کبھی کبھی جنگل میں شب باشی کے پروگرام میں ہمارا ساتھ دیتے تھے اور گھوڑے پر سوار رہ کر ہمارا شکار دیکھا کرتے تھے۔

سیر کا شوق بھی محدود تھا۔ مثلاً لاہور گئے تو ملک رحمت خان (کنجری کوٹ۔ ملتان روڈ) کے ٹانگہ پر شہر کی سیر کر لی۔ ۲۶ مارچ ۱۹۵۲ کے ایک خط بنام صاحبزادہ مسعود الرسول صاحب میں لکھتے ہیں:

> "اب کی بار لاہور عزیز عبد الرسول اور مقصود الرسول کو لے کر خوب دیکھا۔ اس سے پہلے اس قدر سیر نہ ہوئی تھی۔ لاہور کا کوئی کونہ نہیں چھوڑا۔ ایک دن برکات صاحب (بگوی۔ آف بھیرہ۔ مصنف) بھی ساتھ رہے۔"

مستری غلام رسول صاحب نے بتایا کہ جب لاہور میں پہلی بار ڈبل ڈیکر بسیں چلیں تو اوپر والی منزل میں اگلی سیٹ پر بیٹھ کر سارے شہر کی سیر کی اور مختلف مقامات کی تفصیل مجھ سے دریافت کرتے رہے۔

کسی پر منظر اور تفریحی مقام کا خصوصی سفر صرف ایک بار کرنے کا اتفاق ہوا۔ للہ ہندوانہ کا صوبیدار نادر خان آپ کا مخلص تھا وہ مالاکنڈ میں متعین تھا۔ اس کی دعوت پر آپ ستمبر ۱۹۶۰ء میں سوات کی سیر کو گئے۔ صاحبزادہ مسعود الرسول صاحب کے نام ایک طویل خط میں منگورہ، سیدو شریف، سفید محل، مدین، بحرین وغیرہ کی سیر، بادشاہ صاحب (والی سوات اورنگ زیب خان کے والد جو اقتدار چھوڑ دینے کے باوجود مقامی طور پر بادشاہ صاحب کہلاتے تھے) سے ملاقات، ان کے ہاں کھانے کی دعوت، اورنگ زیب کالج اور ہوسٹل کا معائنہ اور دیگر مناظر کی نہایت دلآویز تصویر کشی کی ہے۔ آخر میں صوبیدار صاحب موصوف نے عرض کی دعا کریں کہ امریکہ جانے کا

www.maktabah.org

کوئی سبب بن جائے۔ چند دن بعد ہی وہ امریکہ میں پاکستانی سفارت خانہ میں سیکیورٹی آفیسر متعین ہوگئے اور پھر رفتہ رفتہ ان کا سارا خاندان امریکہ میں رہائش پذیر ہو گیا۔

تعمیرات گھریلو رہائش سے بالکل الگ کچھ فاصلے پر آپ نے اپنی نشست گاہ اور مہمان خانہ تعمیر کیا۔ اسے مقامی طور پر حویلی کہا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر پر حکیم عبدالرسول صاحب نے مندرجہ ذیل تاریخی قطعہ کہا:

بنا گردید چوں ایں دار عالی　　باستحکام و وضع خوب مرغوب
۱۳۴۹
بگفتا عبد تاریخ بنائش　　لبد قائم زہے خوش دار محبوب

اوپر کی منزل پر ایک چوبارہ تعمیر ہوا جس کے تین اطراف میں برآمدہ تھا۔ اگرچہ اس پر "محبوب منزل" کے الفاظ لکھے گئے لیکن عرف عام میں اسے بنگلہ کہا جانے لگا۔ یہی آپ کی نشست گاہ تھی اور یہی عبادت گاہ۔ حکیم صاحب موصوف نے اس کی تعمیر کی تاریخ یوں کہی:

چوں محبوب حق اہل فیض عمیم　　بنا کرد احسن مکان کریم
۱۳۵۱
ز تاریخ تعمیر او عبد گفت　　کہ۔ بامِ مزین مقامِ عظیم

اقوال زریں آپ کے اقوال کسی نے باقاعدہ جمع نہیں کیے۔ البتہ چند افراد کی روایت اور چند مکتوبات سے ماخوذ کچھ اقوال درج کیے جا رہے ہیں:

تصوف:

۱) صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نور خانوی نے شکایت کی کہ فلاں شخص کو فلاں صوفی کی پہلی ہی توجہ سے بہت فائدہ ہوا اور میں محروم ہوں تو جواب میں لکھا: یہ کیفیت عارضی ہے۔ بعض طبائع فوری طور پر اثر پذیر ہوتی ہیں لیکن ان میں مداومت نہیں ہوتی۔ تصوف کیفیات کا نام نہیں ہے۔ یہ عارضی ہوتی ہیں۔ اصل چیز اعمال ہیں۔ میں تو اپنی اولاد کے لئے بھی یہی دعا کرتا ہوں اور تمہارے لئے بھی یہی دعا ہے کہ شریعت مطہرہ پر عمل نصیب ہو، معاملات کی درستی ہو۔ بحث و تکرار نہ کیا کرو (اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب کو بحث کا جنون تھا)۔

www.maktabah.org

۲) پروفیسر صفدر علی صاحب (گورنمنٹ کالج سرگودھا) نے بیان کیا کہ مجھے

آپ نے فرمایا کہ جس کے ذہن میں رتی بھر بھی تکبر ہے اس کا فقر میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے کہا الحمد للہ میرے اندر کوئی تکبر نہیں۔ فرمایا: تم علمی تحقیق میں دلچسپی رکھتے ہو۔ اگر کوئی طالب علم تمہاری رائے پر اعتراض کرے تو خوشی ہوتی ہے یا انقباض۔ میں نے عرض کی: انقباض ہوتا ہے۔ فرمایا: یہی تکبر ہے۔

۳) ایک دن پروفیسر صاحب موصوف سے پوچھا: میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا جو ایک عقیدت مند مرید کی اپنے پیر کے بارے میں ہو سکتی ہے۔ فرمایا: ایسے نہیں۔ یہ بتاؤ کہ کیا میں تمہیں کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو آپ کو خود اپنے بارے میں اختیار نہیں۔ اس پر بہت خوش ہو کر فرمایا: الحمد للہ میرے مریدوں میں ایک آدمی تو ہے جسے پتہ ہے کہ میری حیثیت کیا ہے۔

۴) ایک دفعہ پروفیسر صاحب موصوف سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اخلاق باطنہ کی کتاب و سنت کے مطابق تربیت۔ آپ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

ضمیر کی آواز:

مولوی محمد رمضان صاحب کے نام تین خطوط میں یوں تحریر فرمایا:

۱) "احب الصالحین ولستُ منهم۔ لعل الله یرزقنی صلاحا

جواب میں تاخیر صرف تساہل و تکاسل کی وجہ سے ہوئی۔ امید کہ معاف فرمائیں گے۔ والعذر عند الکرام مقبول۔ واقعی ایک آزاد منش انسان کے لئے امراء و رؤسا کے زیر سایہ رہنا موت سے کم نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک مدت تک جب انسان ایک حالت پر رہتا ہے تو پھر اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور وہ محسوس نہیں کرتا۔ مگر الحمد للہ آپ کا دل ابھی حساس ہے اور فانی و وقتی سہولت کے لئے روحانی و دماغی کوفت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مہربانا! یہ سرمایہ دار بدترین حیوان ہیں۔ پھر موجودہ نظام طاغوتیہ نے ان حیوانوں کو اور سر چڑھا دیا۔"

www.maktabah.org

۲)"میرے خیال میں کسی پولیٹکل پارٹی میں بطور ملازم کام کرنے سے آزاد خطابت بہتر ہے۔ اس سے اپنا مافی الضمیر قوم تک بآسانی پہنچا سکیں گے اور پارٹی کا مہمان ہونے کے بجائے پارٹی کے میزبان ہونگے اور میزبان ہونا بہر حال مہمان ہونے سے بہتر ہے۔ ید العلیا خیر من ید السفلی۔"

۳)"......باقی رہا کس جماعت میں کام کرنے کا سوال تو اس کا جواب کما حقہ' دینے سے قاصر ہوں۔ اگر کام سے مراد معیشت اور تلاش روزگار ہے تو پھر اس جماعت میں کام کرنا چاہیے جو تنخواہ اچھی دے اور جہاں ہر طرح اطمینان وسکون سے وقت گذر سکے۔ اگر ضمیر کی آواز پر عمل کرنا ہو اور شکم پر پتھر باندھ کر بھی اپنے معتقدات کی خدمت کرنا مقصود ہو تو پھر سب جماعتوں کا نصب العین سامنے ہے۔ جس میں جی چاہے آجایئے اور پھر ناسازگاریٔ وقت کی شکایت نہ کیجئے۔ العاقل یکفیه الاشاره

بشری کمزوریاں :

۱)حافظ فخر دین صاحب (سکنہ للہ شریف) بیان کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ بشری کمزوری کا یہ عالم ہے کہ جوں ہی ماہ صیام کا چاند نظر آتا ہے، پورے معاشرہ میں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور موت کا سا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ پھر لطیف مذاق کے انداز میں فرمایا کہ میرا پڑوسی میاں مواز مئیر کھانسی کا مریض ہے، اس کی کھانسی بھی ماہ صیام کے چاند کی خبر سنتے ہی ختم ہو جاتی ہے۔

۲)حافظ صاحب موصوف نے ہی بیان کیا کہ میں غلام احمد پرویز کا لٹریچر پڑھنے لگا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا: جاہل آدمی کا دماغ کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے۔ غالب علم والا اس پر جو لکھ دیتا ہے، وہی اس کا دین و مذہب بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے اس ظالم پرویز کو آٹھ صفحات پر مشتمل ایک خط لکھا ہے جس کا جواب اس نے آج تک نہیں دیا۔

اولاد کو نصیحتیں :

۱)راقم الحروف کو ۱۹۴۷ء کے رمضان کے دوران موضع وسنال (پہاڑی مقام جہاں میں روزے گزار رہا تھا) میں لکھا:

www.maktabah.org

"یہ پڑھ کر کہ تمہاری طبیعت مسرور ہے اور لوگ خلیق ہیں مسرت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگر لوگ پاس آتے ہیں تو نہایت متانت سنجیدگی اور شرافت سے وقت نکالنا چاہیے تا کہ لوگ یاد رکھیں۔ ہو سکے تو گاہ گاہ تھوڑی تقریر بھی کر دینی چاہیے۔ نماز وغیرہ پڑھانے کا موقع آئے تو بلا جھجک پڑھائیں۔ کپڑے اجلے رکھیں...... مطالعہ جاری رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔"

صوفی غلام حسین صاحب قیام وسنال میں میرے ساتھ تھے۔ وہ کشتہ جات تیار کیا کرتے تھے چنانچہ اس خط میں ان کو بھی خطاب فرمایا جس میں لطیف مذاق کا پہلو نمایاں ہے:

"غلام حسین کو کہیں کہ طبیعت خوش رکھے۔ لوگ بیٹھے ہوں تو طب ویدک پر ایک سیر حاصل لیکچر دیں جس میں ویدوں کی قدامت، ہندوستان کے طبائع کے لئے قدرتی طور پر ویدک کا مفید ہونا، پھر فرنگیوں کے تسلط اور علم ویدک کی ناقدری پر خوب خوب تبصرہ کیا جائے۔ جب لوگ متاثر ہو جائیں تو ایک شیشی نکال کر کہا جائے کہ یہ ہے اس بادہ کہن کا تازہ نمونہ جو انشاء اللہ ہندوستان کی تہذیب کے احیاء کے ساتھ ترقی کرے گا۔ مگر اس کا کارک اس وقت تک نہ کھولے جب تک لوگ اپنی جیبیں نہ کھول دیں۔ فافهم فتدبر"

۲) مورخہ ۵ جنوری ۱۹۵۲ ابنام راقم الحروف: "...... کھانے کے بعد پانی سے اجتناب کریں۔ نماز پنجگانہ میں سستی نہ کیا کریں۔ پھر عادت ہو جاتی ہے۔ اس عادت سے پرہیز ضروری ہے۔"

۳) مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۲ ابنام راقم الحروف: "ایم اے کا نتیجہ شاندار ہونا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بعد تمہاری محنت پر موقوف ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول جاری رکھو جب تک ایم اے کا نتیجہ نہ آجائے، یہ عمل قضانہ

www.maktabah.org

ہونے پائے۔ یہ آسان اور انشاء اللہ کثیر البرکت ہے۔"

۴)صاحبزادہ مسعود الرسول صاحب کے نام مورخہ ۷ فروری ۱۹۵۸ء :
"گاہے گاہے یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں تم لڑکوں سے مل کر سگریٹ نہ پینے لگو مجھے تمباکو سے سخت نفرت ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ تم ہرگز سگریٹ وغیرہ کے عادی نہ ہو۔ میری دلی تمنا کا تم کو خاص خیال رکھنا چاہیے۔ ہر دن لکھنے کی ضرورت نہیں۔" (فی الواقعہ وہ سگریٹ پینے لگے تھے۔ سمجھانے کا یہ لطیف انداز ہے)۔

۵)بنام صاحبزادہ مسعود الرسول صاحب مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۶۰ء :
"عزیز مقصود الرسول کا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ امید کہ تم کو اطلاع مل گئی ہوگی۔ اگر نہیں ہوئی تو اب میں مطلع کر رہا ہوں۔ تم ایک لفافہ مبارک اور بچہ وزچہ کی دعاؤں پر مشتمل جلد ان کو لکھ دو۔ اگر ان کا پتہ یاد نہ ہو تو احتیاطاً لکھتا ہوں : صاحبزادہ مقصود الرسول پی ایس آئی محلہ جھنڈا گلی ڈپو والی۔ راولپنڈی۔" (باہمی محبت وصلہ رحمی کی تلقین)

۶)ایضاً مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۱ء : "فکر این وآں سے ہمیشہ دل فارغ رکھو۔ تاکید ہے۔ جس اللہ نے تم کو پیدا کیا۔ پھر ماں کے بغیر تمہاری پرورش کی، تعلیم دلائی، صلاحیتیں عطا فرمائیں اس کے فضل وکرم سے پوری امید ہے کہ وہ تمہارا مستقبل درخشندہ فرمائے گا۔ صرف نماز پڑھا کرو اور اللہ سے اس کا فضل طلب کیا کرو۔"

۷)بنام صاحبزادہ عرفان الرسول صاحب مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۷۱ء : "تم ضرور اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ آدھی صحت طبیعت کو خوش کرنے میں ہے۔ اگر ویسے خوشی نہ آئے تو بناوٹی خوشی ہی پیدا کی جائے۔ صحبت ہمیشہ نیک اور محنتی لڑکوں کی کیا کرو۔ صحبت بد سے کوئی چیز زیادہ مضر نہیں۔ اپنے میں نیکی کی قوت اس قدر پیدا کرو کہ دوسرا متاثر ہو جائے نہ کہ خود برے لڑکوں سے متاثر ہو۔ یہ لوگ خود نالائق ہوتے ہیں اور اچھے لڑکوں کو حسد کے طور پر نالائق بنانے کی خواہش کرتے ہیں۔ عزیز عبدالرسول سلمہ سے بھی ضرور رابطہ رکھیں اور ایک وقت جایا کرو۔ کسی ہنگامہ اور اکھاڑ پچھاڑ میں جیسے طلبہ کا وطیرہ بن چکا ہے، ہرگز حصہ نہ لیں۔ ہاں صرف سیاسیات کو نظری طور پر سمجھنے کی کوشش رکھیں۔ عملاً اس سے پرہیز سخت ضروری ہے"

کرامات حضرت کے بارے میں معلومات کے لئے دو تین گاؤں کے افراد سے بآسانی

www.maktabah.org

رابطہ ہو سکا۔ ان سے جو خوارق معلوم ہوئے وہ اس باب میں درج ہیں۔ آپ کے وسیع حلقہ کے دوسرے علاقوں سے اس سلسلہ میں نہ رابطہ کیا نہ اس کی ضرورت تھی اور نہ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جن افراد سے متعلق روایات ہیں وہ تادم تحریر زندہ ہیں۔

ا) محمد اکبر صاحب (سکنہ میرا نزد کلر کہار) نے بیان کیا کہ آپ دورہ پر میرا آئے ہوئے تھے کہ کراچی سے میرے والد محمد اشرف صاحب کے نام خط آیا کہ آپ کا اکلوتا نواسہ احمد نواز سخت بیمار ہے اور ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دیدیا ہے۔ وہ گھبرا کر حاضر ہوئے، خط دکھایا اور دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ حافظ صاحب گھبراہٹ میں تھے۔ بار بار عرض کیا کہ حضور خاص دعا فرمائیں۔ اس پر تھوڑے جلال میں آکر فرمایا: حافظ صاحب آپ کی تسلی نہیں ہو رہی؟ حاضرین مجلس گواہ رہیں اور آج کا دن اور وقت نوٹ کر لیں۔ انشاء اللہ اس کے بعد کچھ نہیں ہو گا۔ چند دن بعد کراچی سے خط آیا کہ احمد نواز فلاں دن ظہر کے بعد اچانک ٹھیک ہو گیا۔ یہ وہی دن اور وقت تھا۔

۲) آپ میرا میں ہی آئے تھے اور آپ کو دوا لینے کے لئے بکری کے تازہ دودھ کی ضرورت تھی۔ حافظ صاحب موصوف کی ہمشیرہ حسین بی بی نے اپنے پڑ نواسے مشتاق احمد (جس کی عمر پانچ چھ سال تھی) کو کہا کہ عصر کے بعد بکری لے کر آپ کے پاس جایا کرو تاکہ درویش دودھ دوہ کر پیش کر سکیں۔ مشتاق احمد کئی دن باقاعدگی سے یہ ڈیوٹی دیتا رہا۔ ایک دن شفقت سے اسے پاس بلایا، پیار کیا اور فرمایا: بچے جاؤ۔ تم ایک دن اس عہدہ پر ہو گے جس پر اس سے پہلے میرا کا کوئی آدمی نہیں بنا" چنانچہ وہ اس گاؤں کا پہلا کمیشنڈ افسر بنا اور آج کل میجر کے رینک پر ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ امتحان میں اسے مسترد کر دیا گیا تھا لیکن پھر اچانک جی ایچ کیو کی طرف سے بلا لیا گیا۔

۳) حافظ محمد اشرف صاحب نے لنگر کی گندم میرا سے للہ شریف لے جانا تھی۔ انہوں نے اونٹ والے عبدالخالق سے کرایہ طے کیا۔ اس نے مذاقاً کہا کہ ہم آپ کے پیر کو تب مانیں گے جب وہ یہ کرامت دکھائیں کہ ہمارے کھانے میں حلوہ ہو۔

www.makiabah.org

ادھر حضرت نے گھر میں کہہ دیا کہ صبح چائے روٹی اور حلوہ تیار ہونا چاہیے۔ اونٹ رات کو سفر کرتے ہوئے علی الصبح للہ شریف پہنچے تو مہمانوں کے سامنے روٹی چائے اور حلوہ پیش کر دیا گیا۔ عبدالخالق اس قدر حیران اور متاثر ہوا کہ کہنے لگا کہ آئندہ انشاء اللہ میں تاعمر لنگر کی یہ خدمت مفت کیا کروں گا۔

۴) میرا ہی کے ایک دورہ میں محفل جمی ہوئی تھی کہ مائی گھربانو حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا ایک ہی لڑکا ہے، کافی عرصہ ہوا شادی ہوئی مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مجلس میں سے ایک شخص عطا محمد نے کہا: مائی جو درخت سوکھ جائے وہ ہرا نہیں ہوتا، اولاد کا وقت گزر گیا۔ حضرت نے یہ بات سن لی اور جذبہ سے فرمایا: تم غوث ہو یا قطب؟ ایسا کیوں کہا۔ میں تعویذ دیتا ہوں، انشاء اللہ لڑکا ہوگا۔ آپ نے تعویذات دیے اور فرمایا کہ تین ماہ کے بعد للہ شریف آکر رپورٹ دیں۔ تین ماہ بعد نور الٰہی اور حافظ صاحب موصوف للہ شریف آئے اور کہا کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ سخت جلال میں آگئے۔ فرمایا: نور الٰہی میرے بنگلہ سے نیچے چلے جاؤ، تمہاری بیوی نے تعویذ استعمال ہی نہیں کیے بلکہ فلاں ندی میں بہا دیے ہیں۔ جب غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو حافظ صاحب نے منت کی۔ آپ نے دوبارہ تعویذ دیے اور فرمایا: نور الٰہی اپنی بیوی کو نلکے کے ساتھ تعویذ پلاؤ جس طرح جانوروں کو دوائی پلائی جاتی ہے۔ غرضیکہ واپس آکر پوچھا تو عورت نے تسلیم کیا کہ اس نے واقعی تعویذ ندی میں بہا دیے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عطا فرمایا۔ جس کا نام آپ نے محمد اکرم رکھا۔ آج کل وہ لیبیا میں مقیم ہے۔

۵) میرا میں ایک سفر کے دوران لوگوں نے عرض کی کہ یہاں زہریلے سانپ بہت ہیں، علاج کی سہولت نہیں۔ ہر سال سانپ کے کاٹنے سے اموات ہوتی ہیں۔ فرمایا: آئندہ آپ لوگوں کو یہ پریشانی نہیں ہوگی۔ آپ نے حافظ شمس الدین صاحب کو منتخب کر کے دم کی اجازت دی اور شرط یہ لگائی کہ کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔ حافظ صاحب کے بعد آج کل ان کا لڑکا محمد احسان اللہ دم کرتا ہے۔ مار گزیدہ دم کیا ہوا تھوڑا سا پانی پی لے یا نمک چاٹ لے تو اس کے جسم سے زہر کا اثر فوری طور پر زائل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے خون ٹسٹ کرا کے بھی تسلی کی۔ اگر مار گزیدہ خود نہ آسکے تو اس کا کوئی خونی رشتہ دار آکر میرا میں پانی پی لے تو بیمار اپنی جگہ ٹھیک ہو جاتا

www.maktabah.org

ہے۔ آج کل اس مفت کی سہولت سے سارا علاقہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔

٦) عبدالرحمٰن درویش نے روایت کی کہ ١٩٧٠ء میں نادر درویش اور میں لنگر کی لکڑیاں لانے کے لئے شاہاں والے باغ میں گئے۔ ہماری اپنی بیل گاڑی کے علاوہ لِلہ شریف کے محمد خان ولد جمعہ پھپھرا، فیروز ولد بھائی خان نوشیال، رمضان جچیال، محمد شیر ولد غلام حسین پھپھرا کی بیل گاڑیاں بھی تھیں (رمضان کے علاوہ اس وقت سب زندہ ہیں)۔ ہماری گاڑی کا ایک بیل کمزور تھا۔ جاٹوں نے شرارتاً بھاری لکڑی ہماری گاڑی پر لاد دی اور توقع کے مطابق گاڑی ریت میں پھنس گئی۔ نادر درویش کہنے لگا: ہاں بھئی کمزور بیل تمہارے سائیں تو گھر میں آرام کر رہے ہیں، اب نکالو گاڑی۔ چنانچہ بیلوں نے زور لگایا اور گاڑی ریت سے نکل گئی۔ محمد خان پھپھرا کے بیل تیز تھے وہ سب سے پہلے حویلی میں داخل ہوا۔ آپ چھت پر کھڑے تھے۔ فرمایا: کمزور بیل نے گاڑی نکالی یا نہیں۔ وہ ہکا بکا رہ گیا اور دوسرے ہی دن حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔

٧) لِلہ شریف کا قادر عرف قادو گجُ ایک مقدمہ میں ملوث تھا۔ اس کے وکیل نے بھی کہہ دیا کہ تمہاری سزا یقینی ہے۔ وہ ساری رات آپ کو مٹھی بھر تا تھا۔ جس دن فیصلہ کی تاریخ تھی، آپ نے فرمایا کہ تم عدالت میں خاموش کھڑے رہنا اور کوئی بات نہ کرنا۔ جج نے فیصلہ سنایا تو اسے بری کر دیا۔ قادر خود کہا کرتا ہے کہ جج نے کہا کہ میرے ذہن میں کچھ ہوتا ہے اور میرا قلم کچھ اور لکھتا ہے۔ وہ خوش ہو کر اپنی بھینس کھول کر حویلی میں لے آیا اور بطور نذرانہ پیش کی۔ فرمایا: تمہاری ایک ہی بھینس ہے۔ تمہارے بچوں کو اس کی ضرورت ہے لے جاؤ۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا: اچھا کٹی ہماری سہی۔ جب بڑی ہو گی تو لے آنا بھینس اپنے پاس رکھو۔

٨) لِلہ شریف کے فلک شیر پھپھرا کے ایک عزیز نے حضرت سے لڑکے کا تعویذ لیا اور کہا کہ ہم لیاری گائے نذرانہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا دیا اور اسی دن گائے نے بھی بچہ جنا۔ اب میاں بیوی میں تکرار ہوئی کہ گائے نہیں بلکہ رقم کا نذرانہ دیں۔ دونوں آپ کے پاس آئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: مجھے گائے کی ضرورت نہیں، جھگڑا نہ کریں۔ یہ سنتے ہی نوجوان کا رنگ اڑ گیا وہ چپکے سے کمرے سے نکل گھر کی طرف دوڑا اور گائے لا کر حویلی میں باندھ دی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے گائے کی

www.maktabah.org

ضرورت نہیں مگر اس نے آپ کی بات نہ سنی اور گائے باندھ کر بھاگ گیا۔

۹) للہ ہندوانہ کے حافظ خدا بخش صاحب اعلیٰ حضرت للہیؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کے پوتے حافظ رحیم بخش صاحب آپ کے مخلص اور چہیتے تھے۔ ایک دن سحری کے وقت میاں محمد حسن رتوی آپ کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ فرمانے لگے کہ آؤ رحیم بخش کے پوتوں کے نام تجویز کریں (ابھی ان کے بڑے بیٹے جناب عطاء اللہ بخاری کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی) پہلا محمد ابوبکر دوسرا احمد عمر تیسرا احمد عثمان اور چوتھا نام وہ خود ہی رکھ لیں۔ محمد حسن صاحب صبح سویرے ہی خوش خبری سنانے حافظ صاحب کے گھر گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے تین پوتے ہوئے جن کے یہ نام رکھے گئے اور چوتھی لڑکی ہوئی۔

۱۰) حافظ صاحب موصوف کے چھوٹے بیٹے جناب غلام مجدد نے بتایا کہ مجھ سے پہلے میرا ایک بھائی پیدا ہوا جس کا نام غلام مجدد تھا۔ وہ بہت چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا۔ میری ماں بہت روتی تھی (وہ بھی حضرت کی بے حد معتقد اور مخلصہ تھیں۔ ہمارے گھروں میں بیوی ہندوانہ والی کہلاتی تھیں) آپ ان کی دلجوئی کے لئے ہمارے گھر گئے اور فرمایا: تمہارے ہاں ایک اور غلام مجدد پیدا ہو گا اور تمہارے پوتوں کی فوج ہو گی۔ وہ اس قدر خوش ہوئیں کہ ماتم کناں عورتوں سے کہا کہ اسی وقت صف ماتم لپیٹ دو۔ میرے اس وقت چھ بیٹے ہیں۔ میں نے کراچی میں ایک بزرگ سے کہا کہ دعا کریں کہ میری ایک لڑکی بھی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری پشت میں بھی کوئی لڑکی نہیں۔

۱۱) مٹھہ لک (نزد سرگودھا) کی فتح بی بی زوجہ شماں رندوآنہ نے عرض کی کہ میری بیٹیاں ہیں لیکن بیٹا نہ ہوا۔ دعا فرمائیں۔ فرمایا: تمہارا بیٹا ہو گا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن رکھنا۔ مٹھہ لک کا نمبردار احمد خان آپ کا مخلص اور دانا آدمی تھا۔ مجلس برخاست ہوئی تو اس نے علیحدگی میں کہا کہ یہ آپ نے کیوں فرمادیا۔ عورت معمر ہو چکی ہے۔ اگر خدا کو اس کا بیٹا منظور نہ ہوا تو بڑی بدنامی ہو گی۔ فرمایا: ہمارے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو اللہ کو منظور ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا دیا۔

۱۲) مٹھہ لک کی فاطمہ دختر بھو نے عرض کی کہ میرے بھائی کی اولاد نہیں۔

www.maktabah.org

ہم نے اس کی دوسری شادی کی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اولاد ہو۔ فرمایا: اس سے بھی اولاد نہیں ہو گی۔ تیسری شادی سے اولاد ہو گی۔ اس نے بہت احتجاج کیا کہ ایسے نہ فرمائیں۔ مگر آپ خاموش رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کی تیسری شادی کرنا پڑی جس سے اولاد ہوئی۔

۱۳) مٹھہ لک کے نمبردار احمد خان کے لڑکے چودھری محمد ممتاز نے بتایا کہ ایک دن میں آپ کو مٹھی بھر رہا تھا کہ فرمایا: ممتاز تم ہماری بہت خدمت کرتے ہو۔ تمہارے کاموں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ شادی جہاں چاہتے ہو ہو گی، تمہاری اولاد تمہارے والد کی طرح ہمیشہ سر فراز ہو گی چنانچہ آج تک آپ کی ہر بات پوری ہو رہی ہے۔ میرا لڑکا حاجی مولا بخش خاندان کا اہم ترین فرد ہے اور ہر میدان میں کامران ہے۔

۱۴) محمد ممتاز موصوف نے بیان کیا کہ مٹھہ لک کے دورہ میں ایک روز آپ عصر کے بعد قبرستان کی طرف سیر کو گئے۔ ایک مقامی مصلی بھی ساتھ تھا۔ راستے میں اس نے سگریٹ سلگالی۔ آپ کے منع کرنے پر اس وقت تو بجھادی مگر جب آپ نماز اوابین پڑھ رہے تھے تو موقع پا کر دوبارہ سلگالی۔ واپس آکر جب مصلی گھر پہنچا تو تڑپنے لگا اور منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ اس کے اہل خانہ آپ کے پاس دوڑے آئے۔ فرمایا: بزرگ اسے قبرستان میں ہی سزا دینے والے تھے مگر ہم نے کہا کہ یہاں نہیں۔ ہمیں اس کو اٹھانا پڑے گا۔ پھر گھر جا کر گرفت میں آگیا۔ اس کے بعد آپ نے پانی دم کر کے دیا اور اس کے منہ پر چھینٹے مارے گئے تب جا کر وہ ٹھیک ہوا۔

۱۵) صوفی محمد افضل صاحب (سکنہ بھلوال۔ مالک بھٹہ خشت) نے بیان کیا کہ میرے والدین موضع سالم میں رہتے تھے۔ حضرت دورہ پر آئے تو مولانا سیف الدین نے میرے والد کو پیش کر کے عرض کی کہ اس کی پہلی بیوی سے سات لڑکیاں ہیں۔ بیوی فوت ہوئی تو دوسری شادی کی۔ اس سے بھی سات لڑکیاں ہوئیں۔ اس کے لئے دعا فرمائیں۔ پہلے تو جلال میں آکر فرمایا: ہم کوئی بیٹے تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا کام ہے۔ جسے چاہے جس حال میں رکھے۔ کچھ دیر بعد جب تلطف کی کیفیت لوٹ آئی تو فرمایا: جب امید ہو جائے تو پانچ دن کے اندر للہ شریف آکر تعویذ

www.makiaban.org

لے لینا۔ جب امید ہوئی تو میرے والدین حاضر ہوئے مگر آپ بہت خفا ہوئے کہ تم نے دیر کر دی، اب چلے جاؤ۔ میری ماں سیڑھیوں میں بیٹھ کر رونے لگی۔ چنانچہ اسے اوپر بلا کر دو تعویذ دیے اور ساتھ ہی بشارت دی کہ جب حمل کا دسواں مہینہ شروع ہو گا تو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات تمہارا بیٹا پیدا ہو گا۔ ایک بار پھر جب آپ سالم تشریف لائے تو میری والدہ نے عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ محمد افضل کو بھائی دے اور جوڑی بن جائے۔ فرمایا: یہ ایک ہی پانچ کے برابر ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میرے چار بھائی پیدا ہوئے اور چاروں پیدائش کے بعد فوت ہو گئے اور پانچوں میں سے مَیں اکیلا زندہ رہا۔

۱۶) حافظ وزیر حسین صاحب (سکنہ بھون ضلع چکوال) نے بیان کیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ للہ شریف پیدل چل کر آیا کرو۔ چنانچہ میں تیرہ سال اس حکم پر عمل کرتا رہا۔ ایک بار میں بہت تھک گیا اور دل میں سوچا کہ منڈی جا کر چائے پیوں گا، پھر حاضر ہونگا۔ جب حضرت کے سامنے آیا تو فرمایا: حافظ صاحب کو چائے پلاؤ، یہ بہت تھک گئے ہیں۔

۱۷) حافظ صاحب موصوف نے بتایا کہ آپ نے مجھے معراج شریف کے موقعہ پر حکم دیا کہ چھوٹے بچوں (صاحبزادہ حسنات الرسول صاحب اور صاحبزادہ عرفان الرسول صاحب) کی تفریح کے لئے چند دن چوآسیدن شاہ میں قیام کرنا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ ایک مکان کرایہ پر لے لیں۔ کھانے پینے کا سامان ہم ساتھ لائیں گے۔ میں نے مکان کا بندوبست کیا تو آپ تشریف لائے۔ ایک ہفتہ بعد میرے بھائی غلام رسول چوآسیدن شاہ آئے اور کہا کہ برسات کا موسم ہے، گھر چلو مبادا فصل بروقت کاشت نہ ہو سکے۔ حضرت نے فرمایا کہ مسجد کمہاراں (بھون کی بڑی مسجد) میں اعلان کر دو کہ بارش اس وقت ہو گی جب وزیر حسین واپس آئیں گے۔ انہوں نے فی الواقعہ اعلان کرا دیا۔ اب تماشابین لوگ انتظار کرنے لگے۔ آٹھ دس دن بعد جب آپ واپس ہوئے تو میں بھون پہنچا۔ اس وقت تک بارش نہیں ہوئی تھی۔ اگلے دن میں نے "وتگار" کر کے اپنی زمین میں بیج ڈال دیا۔ سارا دن دھوپ رہی اور ہل چلانے والے مجھے چھیڑتے رہے۔ عصر کے وقت جب گھر آنے لگے تو اچانک بدلی اٹھی

www.maktabah.org

اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ سب جل تھل ہو گئے۔

۱۸) رتہ شریف کے نمبردار فیروز الدین نے اپنی شادی پر حضرت مفتی دین محمدؒ کے منع کرنے کے باوجود طوائف بلا کر مجرا کرایا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں "کنجری نہیں سُوئے گی۔" چنانچہ وہ بے اولاد رہا۔ حضرت کے پاس حاضر ہوا تو فرمایا کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہو سکتی۔ دوسری شادی کرو تو اس سے بیٹا ہو گا اور چونکہ نمبردار مذکور کچھ شیعیت کی طرف مائل تھا، لڑکے کا نام پہلے ہی محمد ابو بکر فرمادیا۔ یہ محمد ابو بکر آج کل مرغبانی کے بڑے کاروبار کا مالک ہے۔ اسی طرح مستری غلام رسول صاحب کے ہر لڑکے کی بشارت پہلے دی اور نام بھی پہلے ہی تجویز کر دیا۔

۱۹) بھون میں ایک قبائلی لڑائی میں غلام عباس کی ٹانگ توڑ دی گئی۔ اس نے بعد میں انتقاماً سیٹھ شیر زمان کی ٹانگ توڑ دی۔ سیٹھ موصوف آپ کا خاص خادم تھا۔ فرمایا: غلام عباس تو لنگڑا ہو گیا تھا مگر شیر زمان لنگڑا نہیں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۰) للہ شریف کے حافظ فخر دین صاحب نے بیان کیا کہ میرے تایا حافظ فضل کریم صاحب نے رمضان کی ستائیسویں رات کو عرض کی کہ میں نماز کی پوری پابندی نہیں کر پاتا۔ دعا فرمائیں کہ پابندی کروں۔ آپ نے خلاف عادت لمبی دعا کی جس میں میرے تایا پر رقت طاری ہو گئی اور اس کے بعد کوئی نماز فوت نہ ہوئی۔

۲۱) حافظ موصوف نے ہی بتایا کہ میرے والد حافظ شمس الدین آپ کو تراویح میں قرآن پاک سناتے تھے۔ ایک بار خوب بارش ہوئی۔ ہماری زمین میں پہاڑی پانی کی توقع تھی۔ میرے والد گھبرائے کہ میری عدم موجودگی میں نقصان ہو گا۔ فرمایا: اطمینان سے قرآن پاک سناؤ۔ پانی اس وقت آئیگا جب تم وہاں پہنچو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حالانکہ بہت وقت گزر چکا تھا۔

۲۲) صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود الرسول صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بہاولپور میڈیکل سکول میں پڑھتا تھا کہ ایک روز للہ شریف کے قریبی گاؤں ٹوبھہ کے ساکن تھانیدار جن کا نام شاید سیف الدین تھا، نے مجھے پہچان لیا۔ ان کا ایس پی بے اولاد تھا۔ اسے کہا کہ حضرت کے لڑکے یہاں پڑھتے ہیں۔ ان سے سفارشی خط لکھواؤ۔ میں نے لکھا کہ ایس پی حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ جواب میں لکھا ہے کہ یہاں آنے کی ضرورت

www.maktabah.org

نہیں۔ اسی سال ان کا لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام عبدالرحمٰن رکھیں اور اگلے معراج شریف پر اسے ساتھ لے کر آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سال انہیں بیٹا دیا۔ انہوں نے خوشی سے اطلاع دی اور حاضری کی اجازت چاہی تو جواب دیا کہ معراج شریف پر بھی نہ آئیں۔ میں کراچی جا رہا ہوں۔ سٹیشن پر ملاقات ہو جائے گی۔ ایس پی صاحب اتنے خوش تھے کہ وہ چھٹی لے کر کراچی تک سفر میں آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔

۲۳) صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نور خانوی کو خیال آیا کہ کسی مجاز سے حزب البحر کی اجازت لینی چاہیے۔ آپ رات کو خواب میں آئے اور فرمایا کہ تمہیں حزب البحر پڑھنے کی اجازت ہے۔

عائلی زندگی آپ نے تین شادیاں کیں۔ پہلی شادہ چاوہ کے رانجھہ خاندان میں حسب روایت دھوم دھام سے ہوئی۔ بارات گھوڑوں پر روانہ ہوئی تو راستے میں آنے والے ارادت مند از خود شامل ہوتے گئے اور میزبانوں کی توقع سے کہیں زیادہ مجمع اکٹھا ہو گیا۔ انہوں نے مزید جانور ذبح کرنے کی تیاری کی تو آپ کے بڑے بھائی رابع حضرتؒ نے فرمایا کہ مزید کچھ پکانے کی ضرورت نہیں۔ یہ میری چادر کھانے پر ڈال دو اور تقسیم کرتے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساری بارات نے کھایا۔ شہر کے لوگ بھی کھا چکے تو کھانا ابھی باقی تھا۔ اس شادی سے ایک لڑکا (راقم الحروف) اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

مائی صاحبہ نے وفات پائی تو دوسری شادی موہڑہ شریف میں حضرت محمد قاسمؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکا (صاحبزادہ مسعود الرسول) ہوا اور مائی صاحبہ نے اس کے چھ ماہ بعد انتقال فرمایا۔ تیسری شادی بھیرہ کے بگوی خاندان میں ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ اس سے تین لڑکے (صاحبزادگان محمود الرسول، حسنات الرسول اور عرفان الرسول) اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ تفصیل اولاد کے عنوان کے تحت دی جا رہی ہے۔

وفات آپ کو پچاس کے عشرہ کے وسط میں ذیابیطس (شوگر) کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دل کا دورہ بھی پڑا۔ آپ ادویہ میں باقاعدگی اور کھانے پینے میں احتیاط کرتے رہے اور معمولات زندگی چلتے رہے۔ آخری علالت کا آغاز ۱۱ اگست

www.maktabah.org

۱۹۷۱ء کو ہوا۔ ہائی بلڈ پریشر اور دائیں جانب ہلکا فالج ہوا۔ ۱۳ اگست کو سرگودھا تشریف لائے اور صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود الرسول نے ڈاکٹر بلیغ الرحمٰن ایم آر سی پی کے مشورہ سے علاج شروع کیا۔ چھ دن راقم الحروف کے ہاں بنگلہ وارڈن گورنمنٹ کالج سرگودھا میں رہے۔ بعد میں دس دن ڈاکٹر مسعود الرسول صاحب کے ہاں منڈی بہاء الدین رہے۔ ازاں بعد باصرار للہ شریف تشریف لے گئے اور اندرون خانہ غربی مکان کے شمال مشرقی کمرہ میں مقیم ہو گئے۔ نقاہت بڑھتی گئی۔ معراج شریف کے دن سب مریدوں کو باریابی بخشی اور خوش نظر آئے۔ وفات کے دن دل کی حرکت بہت تیز ہو گئی۔ ڈیڑھ بجے دن تک پوری طرح باہوش رہے۔ پھر سو گئے اور اسی حالت میں ساڑھے تین بجے بعد دوپہر ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۱ء بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز پیر وفات پائی۔ علالت کے دوران مائی بھائی (بکن والی)، محمد حسن صاحب (رتہ والے)، مستری غلام رسول صاحب (ڈنگہ والے) اور میاں محمد ولایت صاحب (سویہ والے) خدام خاص رہے۔

غسل فجر کی اذان کے فوراً بعد میاں حافظ رحیم بخش (للہ ہندوانہ)، محمد عارف (بافندہ) اور دیگر معتقدین نے دیا اور اسی وقت گھر سے چارپائی اٹھا کر حویلی کے صحن میں رکھ دی گئی۔ نماز جنازہ حضرت مفتی عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے ساڑھے نو بجے رمضان والے میدان میں پڑھائی۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ مجمع کنٹرول سے باہر ہو گیا۔ شمال میں تالاب سے لے کر جنوب میں جھاڑیوں تک صفوں کی طوالت تھی اور صفوں کی تعداد کا اندازہ نہ ہو سکا۔ تدفین ساڑھے دس بجے روضہ مبارک میں ہوئی۔

حافظ فخر الدین صاحب نے بیان کیا کہ میں عالم خواب میں حضرت کی قبر میں داخل ہوا اور آپ کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھا۔ ساتھ چنبیلی کے پھول پڑے تھے۔ میں نے پوچھا: حضرت قبر میں کیا گزری؟ فرمایا: وقت سخت آیا تھا مگر صالحین آباؤ اجداد کی مہربانی سے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور بخشش فرما دی۔ مولانا شاہ محمد صاحب (خطیب کھیوڑہ) فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گذرا کہ وفات کے بعد حضرت کس حال میں ہونگے۔ اسی رات خواب میں آئے اور فرمایا میں تو جنت میں عیش کر رہا ہوں۔

www.maktabah.org

شخصیت حضرت رابع ثانیؒ میانہ قد، سرخ و سفید رنگ، موٹی آنکھوں، کشادہ جبیں، اونچی ناک، گول بھرے ہوئے چہرے، گھنی داڑھی (جو رخساروں پر متجاوز نہ تھی) اور بھاری جسم کے خوبرو انسان تھے۔ جسم مضبوط اور طاقتور تھا۔ اوائل جوانی میں مُنگلیاں پھیرنے اور وزن اٹھانے کی ورزش کیا کرتے تھے۔ دو بھاری منگلیاں اور دو گھڑے ہوئے پتھر جن میں دستہ بنا ہوا ہے، آج بھی حویلی میں موجود ہیں۔ چھوٹا پتھر (وزن ڈیڑھ من) آپ دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا دیتے تھے اور بڑا پتھر (وزن تین من) دو جھٹکوں سے کندھوں پر لاتے تھے۔ لباس میں سادگی تھی۔ بعض اوقات مرمت شدہ کپڑے پہنے رہتے۔ ہلکا رنگ پسند تھا۔ شلوار قمیض اور شیروانی پہنتے تھے۔ سر پر ہمیشہ ٹوپی رکھتے، دستار کبھی نہیں باندھی۔ اوائل عمر میں رومی ٹوپی پہنا کرتے تھے، بعد میں قراقلی کی اونچی دیوار والی ٹوپی استعمال کرنے لگے جس کے دونوں کونے کانوں کی جانب رکھتے اور گول چہرے پر بھلی لگتی۔

شخصیت ایسی جاذب نظر اور مسحور کن تھی کہ دیکھنے والے اجنبی لوگ ٹھٹک کر رہ جاتے اور پوچھنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ کون شخصیت ہے۔ مگر راہ چلتے وقت کسی ساتھی درویش کو اجازت نہ تھی کہ وہ غیروں سے بات کرے اس لئے وہ دریافت کرنے والے کو کچھ نہ بتاتے اور خاموش رہتے۔ آپ خود بھی راستے میں ناک کی سیدھ خاموشی سے چلتے اور ادھر ادھر کم ہی دیکھتے۔ اخفا کا یہ انداز مزاج کا حصہ تھا۔ اگر خوارق از خود ظاہر ہو جاتے تو تاویل فرماتے۔ ۱۹۶۰ء میں سرہند شریف جاتے ہوئے لاہور میں قافلہ کا سامان بسوں پر لادا جا رہا تھا۔ جب تاخیر ہوئی تو آپ نے سبب پوچھا۔ کسی نے کہا کہ آپ کا بستر بہت بھاری ہے اور دو آدمیوں سے بھی بس کی چھت پر نہیں جا رہا۔ آپ غصے میں نیچے اترے اور اکیلے ہی بستر اوپر اچھال دیا۔ بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں یہ واقعہ غیر معمولی تھا۔ لوگ حیران ہونے لگے تو فرمایا: یہ کوئی کرامت نہیں بلکہ میں وزن اٹھانے کی ورزش کرتا رہا ہوں، یہ اس کا نتیجہ ہے۔ حضرت محمد عمر صاحب بیربلویؒ بھی بس میں تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر فرمایا کہ بزرگ اخفا کا کیسا خیال رکھتے ہیں حالانکہ یہ واضح کرامت ہے۔ آخری عمر میں البتہ جذب کا کچھ غلبہ ہو گیا تھا اور بعض اوقات ایسی بات کہہ دیتے جو خوارق کے ضمن میں آجاتی ہے۔

www.maktabah.org

حضرت رابع ثانیؒ کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ آپ ایک ہمہ جہتی شخصیت تھے۔ آپ کی ذات میں فقر و استغنا، علم و فضل، سیاست و تدبر، اصلاح معاشرہ، دنیوی بصیرت جیسے تمام عناصر جمع ہو گئے تھے۔ آپ ایک شفیق باپ، حقوق شناس خاوند، وضع دار دوست، عالم با عمل اور کامل مکمل ولی تھے۔ مزاج میں جمال کا عنصر غالب تھا۔ ساری عمر کسی درویش یا عزیز پر سختی نہیں کی بلکہ انداز تربیت ایسا تھا کہ ماحول خود بخود اصلاح کرتا تھا اور سختی کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔ گفتگو خشک نہیں ہوتی تھی، اس میں شگفتگی کی لذت موجود رہتی تھی۔ محفل کے شرکاء کو ایک یابس صوفی کے بجائے باغ و بہار شخصیت کا تاثر ملتا تھا۔ بچوں سے شفقت آپ کے خطوط کے ایک ایک لفظ سے ملتی ہے۔ آخری علالت میں جب منڈی بہاء الدین میں مقیم تھے تو ٹھیکیدار خوشی محمد (سکنہ سہنہ) حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے بس خریدی ہے جو سرگودھا روٹ پر چلتی ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمایا: کل صبح بس یہاں لے آنا۔ میں عبدالرسول کے لئے اداس ہو گیا ہوں۔ چنانچہ سخت کمزوری کے باوجود دوسرے دن بس کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر سرگودھا آئے، ہمارے ساتھ دن گذارا اور شام کو واپس چلے گئے۔

آپ کا بنگلہ ہر وقت کھلا رہتا تھا خواہ آپ خود اندر ہوں یا نہ ہوں۔ ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے۔ استفاضہ کرنے والے صوفی، علمی مسائل پر گفتگو کرنے والے محقق، مشورہ لینے والے دنیادار، تنازعات کا حل چاہنے والے باہمی دشمن، فتویٰ پوچھنے والے سائل وغیرہ، آپ کا بنگلہ سبھی کا مرجع تھا۔ للہ شریف کے زمینداروں میں باہمی دشمنی رہتی ہے۔ یہی ایک جگہ تھی جہاں دوست دشمن اکٹھے آسکتے تھے۔ یہ جائے امن تھی جہاں کسی کو اسلحہ کے ساتھ آنے کی مجال نہ تھی۔ باہمی عداوتوں کے بارے میں آپ کی تشویش اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جسے عبدالرحمٰن درویش کی زبانی سنیں: ۱۹۶۴ء میں مہر نادر کی پارٹی اور فلک شیر پھپھرا کی پارٹی "سلیم والی بن" کے قریب مورچہ بند ہو کر تین رات دن ایک دوسرے پر فائرنگ کرتے رہے۔ آپ نے آدمی بھیج کر نادر اور فلک شیر کو بلایا اور فرمایا: میں تین رات جاگ کر تمہاری رکھوالی کر رہا ہوں۔ اگر تم نے یہ سلسلہ بند نہ کیا تو تمہاری خیر نہیں اور آئندہ میرے پاس نہ آنا۔

www.maktabah.org

دونوں نے معافی مانگی اور صلح کر لی۔

آپ ہر طبقہ کے محسن تھے۔ آج آپ سے ملنے والے جس شخص سے بات کی جائے وہ آپ کے کسی نہ کسی احسان کا ضرور ذکر کرتا ہے۔ تلاوت قران پاک اور عبادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ عبادت میں انہماک اور تبتل کا ایک واقعہ حافظ فخر الدین صاحب نے بیان کیا: ۱۹۶۱ء کی بات ہے ہم چار آدمی آپ کی اقتداء میں باہر زرعی زمین والی مسجد میں نماز مغرب ادا کر رہے تھے۔ حافظ رحیم بخش صاحب بھی چاروں میں شامل تھے۔ جونہی دوسری رکعت شروع ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ ایک سانپ ہماری طرف رینگ رہا ہے۔ ہم چاروں نماز توڑ کر مسجد سے باہر آگئے اور یہ منظر دیکھنے لگے۔ وہ سانپ آپ کے دونوں پاؤں کے درمیان سے گذر کر واپس اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھ گیا۔ جب آپ آخری تشہد میں بیٹھے تو ہم چاروں حضرت کے پیچھے خاموشی سے بیٹھ گئے۔ آپ نے سلام پھیر کر ہمیں حکم دیا کہ سانپ مار دو۔ اس سے پہلے سانپ جانتا تھا کہ یہ آدمی معبود حقیقی کے حضور ایک خاص حالت میں کھڑے ہیں، وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے مار ڈالا۔ اس دوران ہم نے حضرت کی جو کیفیت دیکھی وہ حیران کن تھی، نہ تو آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھر لغزش آئی اور نہ تلاوت کرتے ہوئے زبان میں کوئی فرق پڑا۔

آنحضور ﷺ سے تمام مسلمانوں کو عشق ہے مگر عشق کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے متعلقین سے بھی محبت ہو چنانچہ آپ کو صحابہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے جن بچوں کو پیدا کیا ان میں سے اکثر کے نام خلفائے راشدین کے اسماء گرامی پر رکھے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس پورے علاقہ میں اصحاب ثلاثہ کے اسماء گرامی کی ترویج میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔

اولاد

راقم الحروف صاحبزادہ محمد عبدالرسول

راقم الحروف حضرت رابع ثانیؒ کا بڑا لڑکا ہے۔ مصنف کا استحقاق استعمال کرتے ہوئے اپنے حالات آخر میں ذرا تفصیل سے دیے جائیں گے۔

www.maktabah.org

صاحبزادہ ڈاکٹر محمد مسعود الرسول صاحب آپ حضرت کے دوسرے فرزند ہیں۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۹ء کو اپنے ننہال موہڑہ شریف میں پیدا ہوئے۔ صرف چھ ماہ کے تھے کہ والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔ ابتدائی تین سال موہڑہ شریف میں گزارے، پھر للہ شریف آ گئے۔ میٹرک ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ ہائی سکول للہ سے پاس کیا۔ ۱۹۵۷ء میں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے ایف ایس سی پاس کر کے میڈیکل سکول بہاولپور میں داخل ہو گئے اور ایل ایس ایم ایف کی سند لے کر ۱۹۶۲ء سے کینال ڈسپنسری گنجیال میں سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ سول ڈسپنسری میانی میں بھی رہے۔ ۱۹۶۸ء میں خصوصی کورس کے ذریعے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کر کے پہلے سول ڈسپنسری پھلروان میں اور پھر اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر پھالیہ کی حیثیت سے متعین رہے۔ پاہڑیانوالی ہیلتھ سنٹر میں سینئر میڈیکل آفیسر کے طور پر بھی کام کیا۔ ۱۹۸۰ء میں ڈی سی ایچ کا امتحان پاس کر کے ماہر امراض بچگان بن گئے اور مینٹل ہسپتال لاہور میں ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ ۱۹۸۱ سے ۱۹۸۶ تک پھالیہ، گجرات اور سرگودھا میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر پھر ۱۹۹۸ء تک میڈیکل سپرنٹنڈنٹ چکوال اور میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈی ایچ کیو ہسپتال راولپنڈی و سرگودھا کے طور پر خدمات انجام دیں۔ آج کل ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

آپ نہایت سلیم الطبع، شریف النفس اور خاموش مزاج انسان ہیں۔ ہر ایک کے خیر خواہ اور مددگار ہیں۔ خاندان کے اندر باہمی پسند اور ناپسند کا امکان موجود رہتا ہے مگر آپ کی ذات سب کی پسندیدہ ہے۔ اچھے شکاری ہیں۔ اپنا رہائشی مکان سرگودھا میں تعمیر کیا تھا، پھر راولپنڈی میں مقیم ہونے کا ارادہ کر لیا اور گل ریز کالونی میں مکان بنا رہے ہیں۔ آپ کی شادی ۱۹۵۷ء میں رابع حضرت کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکے صاحبزادہ محمد حماد الرسول ایم اے (پیدائش ۱۹۵۸ء) نے چکوال میں پروگریسو پبلک سکول کے نام سے ذاتی ادارہ قائم کر لیا ہے۔ ان کے دو بیٹے وقاد الرسول اور فضل الرسول ہیں اور ایک بیٹی ہے۔

صاحبزادہ محمد محمود الرسول صاحب آپ حضرت کے تیسرے فرزند ہیں۔

www.maktabah.org

ولادت ۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو للّہ شریف میں ہوئی۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول للّہ سے پاس کر کے گورنمنٹ کالج سرگودھا میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں بی اے کا امتحان اسی کالج سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۶۸ء میں ایم اے (سوشل ورک) کیا۔

یکم جنوری ۱۹۷۰ء سے زمیندار کالج گجرات میں لیکچرار (سوشل ورک) کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ جون ۱۹۸۳ء میں تبدیل ہو کر گورنمنٹ کالج سرگودھا میں آگئے اور اس وقت سے آج تک اسی کالج میں پڑھا رہے ہیں۔ اس دوران نومبر ۱۹۸۶ء میں اسسٹنٹ پروفیسر (گریڈ ۱۸) کے عہدہ پر ترقی ہوئی اور بعد ازاں ستمبر ۱۹۹۰ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر (گریڈ ۱۹) بنا دیے گئے۔ کالج کے شوٹنگ کلب کے انچارج ہیں اور سپورٹس سرگرمیوں میں فعال رہتے ہیں۔ ہر سال سوشل ورک کے طلبہ کے ساتھ شمالی پہاڑی علاقوں کی سیاحت کو جاتے ہیں۔ شکار کا شوق جنون کی حد تک ہے جو ہر موسم میں جاری رہتا ہے۔ انتہائی مرنجاں مرنج، خاموش طبع اور اپنی دنیا میں گم رہنے والے ہیں۔

نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں اپنا مکان بنا لیا ہے اور اسی میں رہائش پذیر ہیں۔ شادی بھیرہ میں اپنے ننہال بگوی خاندان میں ہوئی جس سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ لڑکے صاحبزادہ احمد ندیم (پیدائش ۱۹۷۵ء) ایم اے کے طالب علم ہیں۔ رائفل کی نشانہ بازی میں متواتر چار سال پوری پنجاب یونیورسٹی میں اول آتے رہے۔

حضرت صاحبزادہ محمد حسنات الرسول صاحب سجادہ نشین

آپ حضرت رابع ثانیؒ کے چوتھے فرزند ہیں۔ پیدائش کے بارے میں حضرت نے اپنے بیاض میں یہ نوٹ لکھا:

"۲۳ ستمبر ۱۹۵۲ء (۱۷ سوج) ۳ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ بروز سہ شنبہ (منگل) بوقت دس بجے قبل دوپہر حسنات الرسول پیدا ہوا۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مولود کو مسعود فرمائے۔ اپنے خاص فضل و کرم سے مثل اسلاف صالحین اس کو

www.maktabah.org

جامع کمالات دینی و دنیاوی کرے ایں دعا از من واز جملہ جہاں

آمین باد۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی معرفت عطا فرمائے۔"

ابھی آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ حضرت محمد عمر صاحب بیربلویؒ للہ شریف آئے تو حضرت رابع ثانیؒ نے آپ کو اور صاحبزادہ عرفان الرسول کو ان کے سامنے پیش کیا اور دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے آپ کی استعداد کی تعریف کی۔ حافظ غلام علی صاحب کے الفاظ ہیں:

صاحبزادہ صاحب بیربلوی کرن اک دن اوہ بیان لگے
عزیز حسنات الرسول دا تک چہرہ اشارہ کر کے اوہ سمجھان لگے
حلیم طبع تے ایہہ ولی ہوسی متھے فقر دے ہین نشان لگے
دیسی ایہہ ستارہ چمک نوری جدوں اسم ذات کمان لگے

آپ نے حافظ فضل کریم صاحب سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا۔ گورنمنٹ ہائی سکول للہ میں داخل ہو کر ابتدائی تعلیم پائی۔ حضرت مقامی سکول کی پڑھائی سے مطمئن نہ تھے لہٰذا آپ کو ہائی سکول بھلوال میں داخل کرا دیا جہاں حضرت کے بھانجے اور داماد صاحبزادہ مسعود الرحمٰن صاحب ٹیچر تھے۔ قیام بھی انہی کے ہاں رہا۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں اس سکول سے میٹرک پاس کیا اور پھر گورنمنٹ کالج بھلوال میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران ۱۹۷۱ء میں حضرت رابع ثانیؒ نے وفات پائی اور آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حضرت کی نماز جنازہ کے بعد حسب روایت حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب نے راقم الحروف کی دستار بندی کی۔ میں نے از خود وہ دستار چھوٹے بھائی صاحبزادہ حسنات الرسول صاحب کے سر پر رکھ دی اور مختصر خطاب میں آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ اس نو عمری میں اگر عزیز نے محنت کی تو آباء واجداد کی برکات سے مستفیض ہو گا۔

آپ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے مجھے اپنے سینہ پر لٹا لیا اور دیر تک لٹائے رکھا۔ مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میں

www.maktabah.org

نے اپنے اندر ایک عجیب روحانی کیف محسوس کیا۔ تاہم باقاعدہ تربیت باطنی کے لئے راقم الحروف نے حضرت رابع ثانیؒ کے مجاز خلیفہ حاجی محمد سعید احمد صاحب ساکن ٹھٹی مرڑاں ضلع گجرات کو لِلہ شریف بلایا اور یہ فریضہ ان کے سپرد کیا۔ وہ آپ کو لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قصوری دائم الحضوریؒ کے مزار مبارک پر قصور شریف حاضر ہوئے اور سات روز تک وہاں قیام کر کے القائے فیض کا سلسلہ شروع کیا۔

اس کے ساتھ ہی بزرگوں کے تمام معمولات، ختم خواجگان، مراقبے اور دورے شروع ہو گئے۔ پہلے دورہ دھنی میں صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب نور خانوی بھی ساتھ تھے۔ وہ اپنے تاثرات لکھتے ہیں:

> "اس سفر میں حضرت پیر قصوریؒ اور حضرت رابع ثانیؒ کے تصرفات کا عجیب مشاہدہ ہوا۔ یہ دورہ عظیم فیوض و برکات کا مظہر تھا۔ حضرت کے ساتھی درویش تہجد گذار بن گئے۔ تبلیغ و ارشاد کی محافل میں مرد و زن شریک ہوتے اور فیض پاتے۔ جمعہ کے اجتماعات میں اطراف واکناف سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ اکثر بے نماز افراد، نمازی بن گئے اور غیر شرعی رسوم سے تائب ہو گئے۔"

آپ نے ۱۹۸۴ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ حضرت رابع ثانیؒ کی قرآن سے محبت ضرب المثل تھی۔ اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ نے ۱۹۹۴ء میں موضع جلانہ ضلع گجرات میں جامعہ احیاء العلوم محبوبیہ کا اجرا کیا جس میں مقامی اور بیرون جات سے آئے ہوئے سینکڑوں طلبہ ناظرہ اور حفظ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام لنگر کے ذمہ ہے۔ مدرسہ میں ہر ماہ ختم گیارھویں شریف اور سالانہ بڑی گیارھویں شریف پر علمائے کرام اور نعت خوان حضرات اپنے مواعظ حسنہ اور ہدیہ ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس وقت مولوی محمد عثمان صاحب جو موضع بھری کے قدیم مخلص خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، مدرسہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

قدیم آبائی مکانات جو ثانی حضرتؒ کی یادگار تھے بوسیدہ ہو چکے تھے۔ انہیں

www.maktabah.org

گرادیا گیا اور آپ نے خانقاہ شریف کے قریب اپنی نئی رہائش گاہ تعمیر کی۔ نیک طینت، متحمل مزاج اور بردباری آپ کی سیرت کے اہم خدوخال ہیں۔ کسی کا دل دکھانا نہیں جانتے۔ والکاظمین الغیظ کی عملی تصویر ہیں۔ اتباع سنت اور معمولات میں مشائخ سلسلہ کے صحیح مقلد ہیں۔ دو شادیاں کی ہیں۔ پہلی شادی رابع حضرت کی چھوٹی صاجزادی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئے۔ لڑکے صاجزادہ فاروق حسنات رسول (پیدائش ۱۹۷۳ء) زیر تعلیم ہیں۔ دوسری شادی سے بھی ایک لڑکا (صاجزادہ وقار الرسول) اور **دو لڑکیاں ہوئیں۔**

صاجزادہ محمد عرفان الرسول صاحب

آپ حضرت کے پانچویں اور سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ۲۳ نومبر ۱۹۵۴ء کو للہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ہائی سکول بھلوال سے ۱۹۶۹ء میں اعلیٰ نمبروں میں میٹرک کیا۔ ۱۹۷۶ء میں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے بی اے کیا۔ ملازمت کے دوران ہی پرائیویٹ تیاری کر کے ۱۹۸۵ء میں ایم اے (سیاسیات) کی ڈگری حاصل کی۔

ملازمت کا آغاز ۳۰ نومبر ۱۹۷۷ء کو یونائٹیڈ بنک میں بطور آفیسر کے کیا۔ شروع میں چھ ماہ کا عرصہ میر پور آزاد کشمیر میں گذارا، اس کے بعد سرگودھا میں تبادلہ ہو گیا اور تاحال یہیں ملازمت کر رہے ہیں۔ اس وقت گریڈ I کے بنک منیجر ہیں اور اپنی عمدہ کارکردگی اور تعلقات عامہ کی کامیاب حکمت عملی کی بنا پر اپنے شعبہ میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ نہایت ذہین آدمی ہیں اور ہر قسم کی سماجی معلومات کے لئے دائرہ المعارف کا کام دیتے ہیں۔ خاموش مگر موثر کارکن ہیں۔ دوسروں کے معاملات میں عدم مداخلت مگر خلوص آپ کی سیرت کا حصہ ہے۔

آپ نے نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں ذاتی مکان بنا لیا ہے اور اس میں مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ شادی اپنے ننہال میں بھیرہ کے بگوی خاندان میں ہوئی جس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہوئے۔ دونوں لڑکے صاجزادہ علی عرفان (پیدائش ۱۹۸۳ء) اور صاجزادہ عدیل الرسول (پیدائش ۱۹۸۷ء) زیر تعلیم ہیں۔

خدام خاص

جو خدام مستقل طور پر ساری عمر یا اس کا بڑا حصہ للہ شریف میں حاضر خدمت رہے، ان کے نام یہ ہیں:

www.maktabah.org

محمد رمضان چدھڑ (سکنہ لِلہ شریف)، صوفی غلام حسین (سکنہ پنڈ داد نخان)، محمد رمضان ڈاچی والا (سکنہ جھاوریاں)، میاں زیادہ، میاں سجادہ (سکنہ لِلہ شریف)، میاں کرم الٰہی (سکنہ وجھ)، مخدوم کرم الٰہی (سکنہ جلہ مخدوم)، فضل محمد عرف ڈھونا (سکنہ لِلہ شریف)، یار حسن عرف خان (سکنہ سوات)، عبدالغفور (سکنہ میرا) میاں محمد حسن (سکنہ رتہ) نوردین (للہ شریف)

مصنف کا کچھ اپنے بارے میں

راقم الحروف محمد عبدالرسول حضرت رابع ثانیؒ کا بڑا لڑکا ہے۔ شروع میں والدین کے بچے بیماری کی وجہ سے ضائع ہو جاتے تھے۔ میرے عم محترم رابع حضرت سرہند شریف میں چلہ کاٹ کر واپس آئے تو بشارت دی کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائی محبوب الرسول کے بیٹے کی منظوری لے لی ہے جو طویل العمر اور خوش بخت ہوگا۔ چنانچہ یہ خاکسار ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء بمطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ (۱۱ کاتک ۱۹۸۷ب) بروز پیر چار بجے بعد دوپہر عالم خلق میں آیا۔ کئی تاریخی نام جن سے سن تاریخ نکلتا تھا تجویز ہوئے مثلاً مظہر صدیق، منظور حبیب سبحانی، منظور محی الدین، خورشید مصطفیٰ وغیرہ۔ مگر بالآخر اپنے جد امجد اور حضرت خواجہ ثانی قصوریؒ کے نام پر محمد عبدالرسول نام رکھا گیا۔ منظوم تاریخ ہائے تولد میں مولانا اسلام اللہ صاحب (سکنہ چک عمر) کا آخری مصرع جس میں مادہ تاریخ ہے، یہ تھا۔

ندا آمد کہ۔ برخوردار کونین (۱۳۴۹)۔ مولانا محمد افضل صاحب کی نظم کا آخری مصرع یہ تھا۔ گفتا کہ۔ وے بادا خوشنود شاد دائم (۱۳۴۹)۔ حکیم عبدالرسول صاحب (سکنہ بھکھر بار) نے حسب روایت خوبصورت نظم کہی اس کا مقطع مع مادہ تاریخ یہ تھا:

بگفتا کہ۔ عبدالرسول اہل فضل (۱۳۴۹)

پئے سالِ تاریخ ولدِ رشید

www.maktabah.org

پانچ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔ میری پرورش محترمہ دادی صاحبہ (جنہیں ہم سب ماں جی کہتے تھے اور جن کی الگ رہائش اور درس تھا) نے اس توجہ اور محبت سے کی کہ مجھے کبھی والدہ کی کمی کا احساس نہیں ہوا۔ خاندانی روایت کے مطابق چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں اعلیٰ حضرت کے مزار پر رسم بسم اللہ ہوئی اور حفظ قرآن کے لئے حافظ اللہ دتا صاحب کے درس میں بٹھا دیا گیا۔ جب نتائج خاطر خواہ نہ نکلے تو ناظرہ پر اکتفا کرتے ہوئے کچھ پرائیویٹ تیاری کرا کے سکول کی دوسری جماعت میں داخل کرا دیا گیا۔ اس سے پہلے پیر خاندان کا کوئی فرد سرکاری سکول میں نہیں گیا تھا اس لئے بعض لوگ معترض بھی ہوئے مگر تعلیم کے بارے میں والد گرامی کا اپنا نظریہ تھا۔

اس وقت پرائمری میں چار جماعتیں ہوتی تھیں۔ میں نے چوتھی میں وظیفہ لیا پھر مڈل میں وظیفہ لیا۔ ان ابتدائی جماعتوں میں سید لطیف شاہ صاحب نے میری تعلیم میں بڑی محنت کی۔ وہ سکول میں ٹیچر ہو کر آئے تھے۔ والد گرامی نے انہیں حویلی کی بیٹھک میں مقیم رکھا۔ اسی دوران قبلہ والد صاحب خود مجھے فارسی پڑھاتے رہے۔ میں نے گلستان بوستان تک کتابیں ان سے پڑھیں۔ فارسی میں اتنی استعداد ہو گئی تھی کہ چھٹی جماعت میں والد ماجد میرے ساتھ کبھی فارسی میں گفتگو کرتے تھے۔ میں حفظ نہیں کر سکا تھا۔ والد گرامی نے اس کی تلافی یوں کی کہ مولانا غلام فرید صاحب (سکنہ ڈھڈی شریف) کو جو فن تجوید میں مہارت رکھتے تھے، بلایا اور مجھے باقاعدہ طور پر ان کی شاگردی میں دیا۔ اس موقعہ پر انہیں سروپا (کپڑے) اور نذرانہ بھی پیش کیا۔ میں سکول کی تعطیلات گرما کے دوران ہر روز گھوڑے پر ڈھڈی شریف ان کے ہاں جاتا۔ مولانا الیاس برنی کی کتاب تسہیل الترتیل ان سے پڑھی اور چند رکوعوں کی عملی مشق کی۔

اس زمانہ میں للہ شریف کا سکول مڈل تک تھا۔ چنانچہ مڈل تک سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خانقاہ شریف پر درس نظامیہ کی تعلیم بھی جاری رکھی۔ فارسی ادب و فقہ کی کتابیں سکندر نامہ، بدائع منظوم، مالابد منہ وغیرہ اور پھر صرف و نحو کی جملہ کتب پڑھ لیں۔ شرح جامی شروع کرنے والا تھا کہ گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ دادنخان میں نویں جماعت میں داخل ہو گیا اور درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

www.maktabah.org

تاہم فارسی عربی کی اس بنیاد نے زندگی میں بہت کام دیا۔ پنڈ داد نخان میں حضرت میاں سیف الدین صاحب کے ہاں محلّہ عالم شاہ میں قیام رہا۔ صوفی غلام حسین بھی خدمت کے لئے ساتھ رہے۔ حضرت میاں صاحب، حضرت ڈھڈیانویؒ کے خلفاء میں سے تھے اور جلال و جمال کے عجیب مرقع تھے۔ ۱۹۴۶ء کے امتحان میٹرک میں نہ صرف اس سکول میں اول رہا بلکہ اس قدیم درس گاہ میں نمبروں کا نیا ریکارڈ قائم کیا اور وظیفہ لیا مسلمان اساتذہ نے اس لئے بڑی خوشی منائی کہ سکول کی لوح اعزاز پر پہلی بار ایک مسلمان طالب علم کا نام آیا۔

جب والد گرامی نویں جماعت میں داخل کرانے خود پنڈ داد نخان گئے تو سکھ ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوچھا کہ لڑکا کون سے مضامین پڑھے گا۔ والد صاحب اس نظام تعلیم سے ناواقف تھے، کہنے لگے یہ تو آپ کا کام ہے جو بھی پڑھائیں۔ سردار جی نے یوں وضاحت کی کہ آپ اسے کیا بنانا چاہتے ہیں۔ فرمایا: عالم بنانا چاہتے ہیں۔ سردار جی مسکرائے اور انہوں نے عربی اردو مضامین لکھ دیے۔ یوں آرٹس کے شعبہ میں میرا مستقبل متعین ہو گیا۔ بہر کیف اس شعبہ نے مجھے بڑے اعزازات دیے۔ میں گورنمنٹ کالج سرگودھا کے چاروں سال ہر امتحان میں ہر مضمون میں اوّل آتا رہا۔ بی اے میں عربی میں پنجاب یونیورسٹی میں اول آنے پر گولڈ میڈل لیا (۱۹۵۰ء)۔ سٹوڈنٹس یونین کا سیکرٹری منتخب ہوا۔ انگریزی اُردو مباحثوں اور تقاریر میں اوّل رہا اور ٹینس کے کھیل میں بھی دوسری پوزیشن حاصل کی۔ کالج میں جناب پروفیسر رفیع اللہ خان صاحب، جناب پروفیسر غلام جیلانی اصغر صاحب اور جناب پروفیسر عبدالحی صاحب میرے مشفق اساتذہ تھے۔ کالج کے چار سال کے دوران سردار امیر خان میکن کے مکان اسلم منزل بلاک ۲۳ میں قیام رہا۔ صوفی غلام حسین کھانا پکانا وغیرہ کی خدمت پر مامور رہے۔

عربی میں ایم اے کرنے کے ارادہ سے لاہور گیا مگر استاد محترم پروفیسر کرامت حسین جعفری کے مشورہ پر تاریخ میں داخلہ لے کر ۱۹۵۲ء میں ایم اے کر لیا۔ اس زمانہ میں نیو کیمپس کا وجود نہیں تھا۔ یونیورسٹی کے پرانے کیمپس میں کلاسیں ہوتی تھیں۔ قیام اسلامیہ کالج کے اقبال ہوسٹل میں رہا۔ اس ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ

www.maktabah.org

پروفیسر عبدالغنی صاحب تھے جو طالب علمی میں تحریک پاکستان کے سلسلہ میں دورہ پر للّہ شریف آکر عم محترم کے ہاں ٹھہرے تھے۔ ادھر ان دنوں برادرم صاحبزادہ مقصود الرسول صاحب بھی اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم پارہے تھے۔ ایم اے میں بھی ہسٹری سوسائٹی کا سیکرٹری مقرر ہوا۔

جب میں ساتویں جماعت میں تھا تو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اجل محمد حسن خان صاحبؒ بجنوری کے خلیفہ حضرت نجیب اللہ خان صاحبؒ نجیب آبادی للّہ شریف تشریف لائے۔ آپ نے تسلیک مقامات مجددی کی تکمیل کی تھی، کامل مکمل ولی تھے اور زہد وورع میں کمال حاصل تھا۔ اس مشکل زمانہ میں مسجد نبوی میں اعتکاف کیا تھا۔ قبلہ والد صاحب نے اصرار کر کے آپ سے میری بیعت کرائی۔ اس کے بعد آپ دس بارہ روز تک ختم خواجگاں کے بعد الگ بٹھا کر مجھے توجہ دیتے رہے۔ بچپن سے والد صاحب کے حلقہ میں ختم خواجگان پڑھنے اور پھر توجہ میں بیٹھنے کا معمول تھا چند بار عم محترم کے حلقہ میں بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ دو دفعہ سرہند شریف اور متعدد بار قصور شریف میں (والد محترم کے ساتھ بھی اور اکیلے بھی) حضرات القدس کے مزارات پر مراقبے کیے۔ مگر مجھے اعتراف ہے کہ جس غیبت اور تبتل کی خواہش تھی، وہ نصیب نہ ہوئی۔ کیا یہ المیہ نہیں کہ جس کا قلم مشائخ عظام کی کیفیات اور واردتات قلبی کا حال قارئین تک پہنچا رہا ہے، وہ خود اس نعمت سے محروم ہے ؎

غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

ملازمت کا آغاز یکم نومبر ۱۹۵۲ء سے گورنمنٹ کالج سرگودھا میں لیکچرر تاریخ کی حیثیت سے کیا۔ اپنے مادر علمی کے ماحول میں ایسے رچ بس گئے کہ کسی دوسری جانب دیکھنے کا خیال ہی نہ آیا۔ کالج کے نئے تعمیر شدہ موجودہ کیمپس میں رہائشی بنگلہ نمبر ۷ الاٹ ہوا تو مزید جمعیت خاطر ملی۔ ملازمت کے دوران مختلف مناصب اور مقامات کا خاکہ مندرجہ ذیل ہے:

۱) لیکچرر۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا ۱۹۵۲۔۱۱۔۱ تا ۱۹۶۳۔۹۔۲۲

۲) اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا ۱۹۶۳۔۹۔۲۳ تا جون ۱۹۷۱

www.maktabah.org

۳)اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج بھکر جون ۱۹۷۱ تا ستمبر ۱۹۷۱

۴)اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج فیصل آباد ستمبر ۱۹۷۱ تا مئی ۱۹۷۲

۵)اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا مئی ۱۹۷۲ تا اپریل ۱۹۷۳

۶)پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ۔ اسلامیہ یونیورسٹی مارچ ۱۹۷۳ تا مارچ ۱۹۷۶
بہاولپور (ڈیپوٹیشن پر)

۷)اسسٹنٹ پروفیسر۔ ایس ای کالج بہاولپور مارچ ۱۹۷۶ تا جون ۱۹۷۶

۸)سیکشن آفیسر۔ کینٹ ڈویژن۔ جون ۱۹۷۶ تا جون ۱۹۷۹
حکومت پاکستان (ڈیپوٹیشن پر)

۹)پرنسپل۔ گورنمنٹ کالج کہوٹہ جون ۱۹۷۹ تا دسمبر ۱۹۷۹

۱۰)پرنسپل۔ انبالہ مسلم کالج سرگودھا ۱۹۷۹۔۱۲۔۲۲ تا ۱۹۸۱۔۱۲۔۳۱

۱۱)پرنسپل۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا ۱۹۸۲۔۱۔۱ تا ۱۹۸۷۔۱۔۲۸

۱۲)ڈائریکٹر کالجز راولپنڈی ڈویژن ۱۹۸۷۔۱۔۲۹ تا ۱۹۸۷۔۲۔۲۵

۱۳)ڈائریکٹر کالجز۔ سرگودھا ڈویژن ۱۹۸۷۔۲۔۲۶ تا ۱۹۸۹۔۸۔۳۱

۱۴)چیئرمین۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ ۱۹۸۹۔۹۔۱ تا ۱۹۹۲۔۵۔۳۱
سیکنڈری ایجوکیشن۔ سرگودھا

۱۵)ریٹائرمنٹ ۱۹۹۲۔۵۔۳۱

۱۶)پرنسپل ڈویژنل پبلک سکول راولپنڈی۔ ۱۹۹۲۔۸۔۱ تا ۱۹۹۵۔۲۔۳۱
(کنٹریکٹ پر)

۱۷)پرنسپل آرمی پبلک کالج سرگودھا ۱۹۹۵۔۴۔۱ تا ۱۹۹۷۔۳۔۳۱
(کنٹریکٹ پر)

پینتالیس سال کی اس طویل ملازمت کے دوران میری کسی رفیق کار یا ماتحت سے مخالفت تو کجا بدمزگی بھی نہیں ہوئی۔ کسی طالب علم نے گستاخی نہیں کی۔ آج جب ماضی کے اس دور پر نظر واپسیں ڈالتا ہوں تو سوائے خوشگوار یادوں کے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ بیسیوں ایسے ساتھی ہیں جن کی محبتیں دل کی گہرائیوں میں بسا رکھی ہیں۔ کس کس کا نام لوں۔ اس دوران تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رہا۔ اس کام کا خاکہ بھی

www.maktabah.org

ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

نام	ناشر
(الف) بحیثیت مصنف :	
۱) تاریخ اسلام	ایم آر برادرز۔ اردو بازار۔ لاہور
۲) پاک و ہند کی اسلامی تاریخ	ایضاً
۳) تحریک پاکستان	ایم آر برادرز۔ اردو بازار۔ لاہور
۴) تاریخ پاک و ہند حصہ اول و دوم	ایم آر برادرز۔ اردو بازار۔ لاہور
۵) تاریخ پاکستان	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور
۶) موجودہ امتحانی نظام۔ تجزیہ اور تجاویز (کتابچہ)	بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن۔ سرگودھا
۷) تاریخ مشائخ نقشبندیہ	ادارہ زاویہ۔ دربار مارکیٹ۔ لاہور
(ب) بحیثیت شریک مصنف :	
۱) جدید دنیائے اسلام حصہ اول و دوم	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد
۲) مطالعہ پاکستان	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور
۳) معاشرتی علوم جماعت سوم ۱۹ عدد کتابچے برائے ۱۹ اضلاع	ایضاً
۴) معاشرتی علوم جماعت ششم (ایڈیٹر)	ایضاً
۵) نظام امتحانات اور معیار تعلیم	انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز۔ اسلام آباد
۶) ثانوی و اعلیٰ تعلیم اور قومی پالیسی	ایضاً
۷) تعلیمی انحطاط اور اس کا سدباب	بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن۔ سرگودھا
۸) منزل بہ منزل۔ تحریک پاکستان	ایضاً
۹) Community and parents Role in The Examinations.	صوبائی حکومت صوبہ سرحد بہ تعاون بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن۔ صوبہ سرحد

www.maktabah.org

مصنف کی حیثیت سے امریکہ کی بایو گرافیکل انسٹی چیوٹ نے میرا نام مکمل کوائف اور فہرست کتب کے ساتھ اپنی کتاب The International Directory of Distinguished Leadership میں شامل کیا ہے۔ مجھے اعلیٰ تعلیمی اداروں کے اہم ترین انتظامی شعبوں میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ جس کا مختصر خاکہ یہ ہے :

۱) ممبر بورڈ آف سٹڈیز۔ شعبہ تاریخ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۶۷تا۱۹۹۴
۲) ممبر سینٹ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور	۱۹۸۴تا۱۹۹۲
۳) ممبر اکیڈیمک کونسل۔ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور	۱۹۸۴تا۱۹۸۷
۴) ممبر بورڈ آف فیکلٹی آف آرٹس۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۸۵تا۱۹۸۷
۵) ممبر ایکویلنس کمیٹی پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۸۵تا۱۹۸۷
۶) ممبر اورینٹل کالج کمیٹی۔ لاہور	۱۹۹۲تا۱۹۹۴
۷) ممبر سینٹ اسلامیہ یونیورسٹی۔ بہاولپور	۱۹۸۹تا۱۹۹۲
۸) ممبر سینٹ انجینئرنگ یونیورسٹی۔ لاہور	۱۹۸۹تا۱۹۹۲
۹) ممبر بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا	۱۹۹۳تا۱۹۹۹
۱۰) ممبر سلیکشن بورڈ برائے تاریخ۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور	....

ملازمت کے دوران فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میری مدد کی۔ انبالہ مسلم کالج سرگودھا کی زمین پر کچی آبادی بن چکی تھی۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں بڑی مشکلات اور مقدمہ بازی کے بعد کیمپس صاف کرایا، اس کے گرد چار دیواری ہوائی اور چالیس لاکھ روپیہ کی گرانٹ سے نئی عمارت کی تعمیر کا آغاز کرایا۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا میں تین کچی آبادیاں تھیں۔ ان سے اس امانت کو واگذار کرایا۔ ایم اے (تاریخ) کی کلاسیں جو بحیثیت پروفیسر شروع کی تھیں، میرے بہاولپور جانے کے بعد ختم کردی گئی تھیں، پرنسپل بننے کے بعد دوبارہ شروع کیں اور اپنے دور میں چار مضامین میں ایم اے کی تدریس شروع کرادی۔ تیراکی کا تالاب، سکاش کمپلیکس اور سائنس بلاک کی تعمیر بھی اس خاکسار کی مساعی پیہم کا نتیجہ ہیں۔ کالج کا نظم وضبط مثالی رہا۔ ملک بھر میں طلبہ کے ہنگاموں کے باوجود پانچ سال کے عرصہ میں ایک بار بھی گورنمنٹ کالج سرگودھا کے طلبہ کیمپس سے نکل کر سڑکوں پر نہ آئے۔ جب پرنسپل کا چارج

www.maktabah.org

سنبھالا تو طلبہ کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی اور جب پانچ سال بعد چارج چھوڑا تو تعداد ساڑھے تین ہزار ہو چکی تھی۔ چیئر مین تعلیمی بورڈ سرگودھا کے منصب کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی سرفرازی عطا کی۔ حکومت پنجاب کی نگاہ میں سرگودھا بورڈ کی کارکردگی مثالی قرار دی جاتی رہی۔ ٹریڈیونین سرگرمیوں کے باوجود تین سال میں ایک بار بھی ہڑتال وغیرہ نہیں ہوئی۔ ملازمت سے فراغت کے بعد ڈیڑھ سال چیئر مین خدمت کمیٹی بھی رہا اور خدا کے فضل سے کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔ میں نے ہمیشہ اپنے طور پر دیانت، فرض شناسی اور محنت سے فرائض انجام دیے۔ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ وہ میری دانستہ اور غیر دانستہ خطاؤں کو معاف کرے گا۔

۱۹۸۸ء میں بیگم اور ہمشیرہ کے ہمراہ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگلے سال اکیلے عمرہ بھی کیا۔ خدایا ایں کرم بار دگر کن۔ معراج شریف کے موقعہ پر للہ شریف میں گذشتہ بیس سال سے خطاب کرتا آرہا ہوں۔ میرا مقصد یہی رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت للّٰہی کے اس فورم سے رطب ویابس کے بجائے علمی تقاریر کی روایت ڈالی جائے۔ ثانی حضرت کی یادگار آبائی مکانات گرادیے گئے تو دوسرے بھائیوں کی طرح میں نے بھی للہ شریف میں الگ مکان بنایا۔ ۱۹۸۸ء میں ریونیو آفیسرز کالونی سرگودھا میں پلاٹ الاٹ ہوا تو وہاں مکان تعمیر کر لیا اور ریٹائرمنٹ کے بعد سے وہیں سکونت پذیر ہوں۔ میری شادی ۱۹۵۰ء میں بی اے کے امتحان کے بعد معراج شریف کے موقع پر رابع حضرت کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے اس عابدہ اور وسیع دست بیوی سے مجھے گھریلو راحت و سکون عطا کیا اور تین بیٹے اور ایک بیٹی (مرحومہ) عطا کئے۔ بڑا بیٹا میجر (ر) صاحبزادہ محمد وسیم الرسول (پیدائش ۱۹۵۶ء) آرمی سے ریٹائر ہو کر آرمی ویلفیئر ٹرسٹ میں ایڈمن آفیسر ہے۔ اس کی شادی حضرت محمد مطلوب الرسول کی بیٹی سے ہوئی جس سے ایک بیٹا (محمد بلال الرسول) ہے۔ دوسرا بیٹا صاحبزادہ محمد سلیم الرسول ایم اے (پیدائش ۱۹۶۵ء) فیڈرل کالج اسلام آباد میں انگریزی کا لیکچرار ہے۔ اس کی شادی صاحبزادہ ڈاکٹر محمد مسعود الرسول صاحب کی بیٹی سے ہوئی جس سے دو لڑکے (محمد فرحان الرسول اور محمد سعد الرسول) ہیں۔ تیسرا بیٹا صاحبزادہ محمد شمیم الرسول ایم اے (پیدائش ۱۹۶۹ء) آرمی پبلک کالج سرگودھا میں پڑھاتا ہے۔ اس کی

www.maktabah.org

شادی سرگودھا کے معروف قریشی خاندان میں ہوئی جس سے ایک لڑکی ہے۔

عزیز محمد وسیم الرسول نے اپنے خاندان کے چار دوسرے افراد صاحبزادگان حسنات الرسول، عرفان الرسول، حماد الرسول اور تکریم الرسول صاحبان کے ساتھ مل کر اعلیٰ حضرت ویلفیئر سوسائٹی قائم کی ہے جس سے باقی اہل خاندان بھی تعاون کرتے ہیں۔ اس سوسائٹی نے چندہ کیے بغیر اپنے طور پر رفاہی کام شروع کرر کھے ہیں۔ ان میں دو فری میڈیکل کیمپ اور ایک فری آئی کیمپ کا انعقاد اور خانقاہ شریف کے پاس مین روڈ پر الیکٹرک کولر کی تنصیب وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سوسائٹی ہر سال معراج شریف کے موقعہ پر دعائے خیر کے بعد ہزارہا مجمع عام میں تبرک تقسیم کرتی ہے۔[۲]

دعا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ کی تاریخ کے سلسلہ میں میری یہ کوشش اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میری مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ کیا عجب کہ مشائخ کی نظر کرم ہو جائے اور کیا عجب کہ :

مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند بر حالِ ایں مسکیں دعائے

تمت بالخیر جمعۃ الوداع ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

حواشی

۱ ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ کی اشاعت اول کے بعد درج ذیل کتب منظر عام پر آئیں:

(1)	اسلامیات (لازمی) بی اے	حق پبلی کیشنز' لاہور
(2)	مطالعہ پاکستان (لازمی) بی اے	حق پبلی کیشنز' لاہور
(3)	چند متنازعہ امور احادیث کی روشنی میں	حق پبلی کیشنز' لاہور

تراجم

(1)	جاٹ ایک قدیم حکمران قوم	(انگریزی سے اردو)
(2)	سلطان ایوبی کی کامیابی میں صوفیہ کا کردار	(عربی سے اردو)

۲ محمد وسیم الرسول نے 21 اپریل 2001ء کو وفات پائی۔ اس کے حالات و کوائف کے لیے مصنف کی کتاب ''میجر صاحبزادہ وسیم الرسول' ملاحظہ کیجئے۔

www.maktabah.org

ماخذ کتب

مکتوبات — حضرت رابع ثانی محمد محبوب الرسول للّٰہی

مختلف مجالس میں حضرت رابع ثانی کی گفتگو

مصنف کی ذاتی معلومات ومشاہدات

مختلف افراد سے رابطے اور انٹرویو

www.maktabah.org

ضمیمہ

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

تصوف کے تمام طریقوں کا اصل مقصد قرب الٰہی کا حصول اور توصل الی اللہ ہے اور سب کے سلوک کی یہی منزل مقصود ہے۔ اس طرح تمام سلسلوں میں اکابرین مشائخ گذرے ہیں۔ تاہم سلسلہ نقشبندیہ کی اپنی امتیازی خصوصیات اور فضائل ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ بے محل نہیں ہوگا:

۱) یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اور آپ اس کے سر حلقہ ہیں اور چونکہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء علیہم السلام (انسانوں میں انبیاء کے بعد سب سے افضل) ہیں اس لئے آپ کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے اور جو طریقہ آپ سے منسوب ہو اس کی نسبت لامحالہ تمام نسبتوں سے اعلیٰ وارفع ہو گی۔

۲) اس طریقہ میں اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب کا نہایت اہتمام والتزام ہے حتیٰ کہ ذکر جہر بھی اس میں جائز نہیں رکھا گیا۔ ظاہر ہے جس طریقہ میں جس قدر اتباع سنت زیادہ ہوگا اسی قدر اس میں انوار مصطفیٰ ﷺ زیادہ ہونگے اور جس قدر طریقہ و نسبت میں آنحضور ﷺ کے انوار زیادہ ہونگے اسی قدر وہ نسبت رفعت میں ممتاز ہو گی۔

۳) اس طریقہ میں شرطِ افادہ واستفادہ، شیخ کی صحبت و محبت قرار پائی ہے یعنی جس کو جس قدر پیر طریقت سے محبت و صحبت زیادہ ہو گی اسی قدر اس کو پیر کے فیوض و برکات زیادہ حاصل ہونگے اور یہی بعینہٖ جناب رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ تھا۔ فنائی الشیخ، فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ ہر چند کہ ذکر وصل کا سبب

www.maktabah.org

ہے مگر اس رابطہ کے بغیر تنہا ذکر وصل کے لئے زیادہ مفید نہیں۔ دوسرے طریقوں میں مدارِ کار وظائف، اوراد اور ریاضت پر ہے لیکن اس طریقہ میں صحابہ کرام کے طریق کے مطابق افادہ واستفادہ انعکاسی ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کی محبت بشرط ایمان صحابہ کو حصول کمالات کے لئے کافی تھی۔

۴) چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کمالات سے وافر حصہ ملا تھا اور یہ طریقہ آپ سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس طریقہ سے کمالات نبوت کی جانب راستہ ملتا ہے۔ جبکہ بعض دیگر طریقوں کی انتہا کمالات ولایت ہے۔

۵) اس طریقہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے بخلاف دیگر طریقوں کے کہ ان میں سلوک جذبہ پر مقدم ہوتا ہے اور جذبہ کا مقدم ہونا ہی دراصل محبوبیت ہے۔ جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا جذبہ حضرت صدیق اکبرؓ سے پہنچا ہے اور دوسری قسم کا ظہور حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ہوا۔ ان سے ان کے خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کو ملا اور چونکہ وہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے، انہوں نے اس جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ وضع کر دیا جسے طریقہ علائیہ کہتے ہیں اور جو نہایت کثیر البرکت ہے۔ اس جذبہ کے بعد جو سلوک پیش آتا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ جس سے حضرت صدیق اکبرؓ مقصود کو پہنچے۔ جذبہ وسلوک کی یہ نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادقؒ تک پہنچی۔ اس کے علاوہ حضرت امام نے اپنے آبائے کرام سے بھی نسبت حاصل کی تھی۔ یوں آپ کی ذات ہر دو طریق کی جامع تھی۔ دونوں سلوکوں میں فرق یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سلوک سیر آفاقی سے چنداں تعلق نہیں رکھتا۔ اس کی مثال ایسی ہے گویا جذبہ کے ذریعے نقب لگا کر گھر کے اندر پہنچا دیا جائے۔ پہلے سلوک میں تحصیل معارف ہے اور دوسرے سلوک میں غلبہ محبت۔ اسی سبب سے حضرت علیؓ باب مدینۃ العلم ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیل۔ آپ نے فرمایا: لوکنت متخذاً احداً خلیلاً لا تخذت ابابکر خلیلا (اگر میں کسی ایک کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا)۔ حضرت امام جعفر صادق نے جذبہ اور سلوک آفاقی کو اپنی ذات میں جمع کیا اور یوں محبت و معرفت سے

www.maktabah.org

کامل طور پر بہرہ ور ہوئے۔ بعد ازاں حضرت امام سے یہ نسبت مرکبہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو ودیعت ہوئی چنانچہ نفس نسبت میں ان کا اثر بھی شامل ہو گیا۔ مثلاً اس میں جو کسی قدر سکر ہے جس میں مبتدی مبتلا ہو جاتے ہیں، وہ حضرت بایزید بسطامی کے انوار کا اثر ہے۔ اگرچہ وہ سکر رفتہ رفتہ صحو کے نیچے دب جاتا ہے لیکن باطن بالکل خالی نہیں ہوتا۔

غرضیکہ ہر بزرگ سے یہ نسبت اس کا رنگ و اثر حاصل کرتی ہوئی عارف ربانی حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کہ سر حلقہ سلسلہ خواجگاں ہیں، تک پہنچی۔ اس وقت پھر یہ نسبت از سر نو تر و تازہ ہو کر ظاہر ہوئی یہاں تک کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا ظہور ہوا اور وہ نسبت اسی جذبہ اور سلوک آفاقی سے پھر ظاہر ہوئی اور آپ ہر دو طرف سے جامع کمال معرفت و محبت ہوئے اور اسے ایک اور قسم کا جذبہ جو از راہ معیت پیدا ہوتا ہے، عطا فرمایا۔ ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین جذبہ و سلوک آفاقی ہر دو کی بدولت کمالات سے بہرہ ور ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ اس خاندان کے چراغ ہوئے۔ وہ جذب خواجگاں کو مکمل کر کے متوجہ سیر آفاق ہوئے اور تا اسم سیر پہنچائی۔ مگر یہ سیر استہلاک و فنا کے بغیر تھی۔ چنانچہ انہوں نے پھر خانہ جذبہ میں آ کر استہلاک و اضمحلال پیدا کیا اور بقا بھی پائی۔ اور علوم و معارف جو فنا و بقا میں حاصل ہوتے ہیں اس جگہ میسر ہو گئے۔ ان سے تائید شریعت اور نصرت دین بہت ہوئی۔

برصغیر پاک و ہند میں احیائے طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ کے وجود سے ہوئی۔ آپ کو حضرت خواجہ احرارؒ کی نسبت خاصہ سے حصہ وافر نصیب تھا۔ ان کا منشا بھی وہی تھا جو کہ حضرت خواجہ احرارؒ کے معارف کا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے طریقہ جدیدہ عطا فرمایا جو آج تک ان کے خاندان میں جاری ہے اور جس کی مختصر کیفیت یہ ہے:

طریقہ مجددیہ

دس لطائف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ ان میں سے پانچ عالم امر اور پانچ عالم خلق کے ہیں۔ عالم امر کے

www.maktabah.org

لطائف یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ۔ عالم خلق کے لطیفے یہ ہیں: نفس، خاک، باد، آب اور آتش۔ جو چیز کہ محض امر کن سے پیدا ہو گئی، وہ عالم امر ہے جو بتدریج مخلوق ہوئی، وہ عالم خلق ہے۔ عالم امر عرش مجید کے اوپر ہے اور عالم خلق عرش مجید کے نیچے۔ اور یہ دونوں عالم دائرہ امکان میں داخل ہیں۔

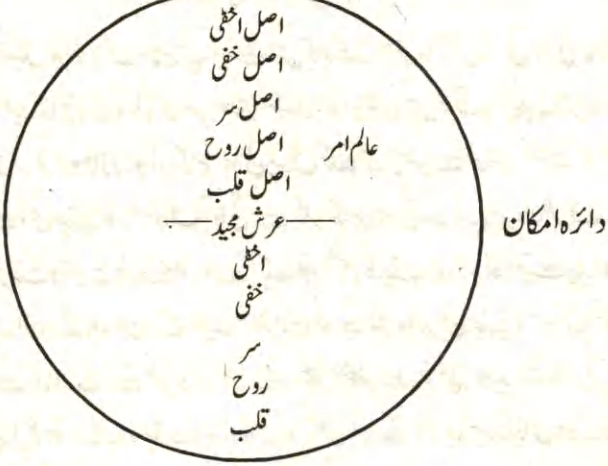

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی صورت پیدا کی تو اپنی قدرت کاملہ سے ان لطائف کا، کہ عالم امر کے جواہر ہیں، جسم انسانی کے چند مقامات سے تعلق پیدا کر دیا۔ چنانچہ لطیفہ قلب بائیں پستان سے بقدر دو انگشت نیچے، لطیفہ روح دائیں پستان سے بقدر دو انگشت نیچے، لطیفہ سر بائیں پستان سے بقدر دو انگشت اوپر، لطیفہ خفی دائیں پستان سے بقدر دو انگشت اوپر اور لطیفہ اخفیٰ کو وسط سینہ میں تعلق بخشا۔ ان لطائف کو اس پیکر جسمانی سے ایسا تعلق بڑھ گیا کہ ان کو اپنی اصلیت بالکل بھول گئی۔ جب اللہ تعالیٰ کا فضل کسی کے شامل حال ہوتا ہے تو وہ اسے کسی اپنے ولی کی خدمت میں بھیجتا ہے۔ وہ بزرگ اس کو مجاہدات و ریاضات بتا کر تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں ہمتیں پست ہو گئی ہیں اس لئے حضرات نقشبند یہ مجاہدات کے بجائے ذکر تعلیم فرماتے ہیں اور ریاضات کے بجائے اتباع سنت، بدعات سے اجتناب اور عبادات کے توسط کا حکم دیتے ہیں اور خود پوری ہمت کے ساتھ فیوض و انوار کا القا

www.maktabah.org

فرماتے ہیں۔ ان کی یہ ہمت سوچلوں سے بھی زیادہ کام دیتی ہے اور قلب انسانی جو خطاکاری کے سبب کوئلہ کی طرح سیاہ ہوتا ہے، ذکراور شیخ کامل کی توجہ سے روشن ہونا شروع ہوتا ہے۔ جس وقت تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی اصلیت یا اصلی وطن جس کو وہ اس جسم ظلمانی میں آکر فراموش کر گیا تھا، یاد آتا ہے اور وہ اوپر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اصل کی جانب، کہ عرش کے اوپر ہے، اڑان کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنی اصل میں جاکر مضمحل ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت جملہ لطائف کی ہوتی ہے۔ چونکہ اس طریقہ کا مدار اتباع سنت، عمل بر عزیمت اور بدعت سے اجتناب پر ہے اس لئے اذکار و اشغال میں ذکر خفی اختیار فرمایا کیونکہ حدیث شریف میں اس کی فضیلت جہر کے مقابلہ میں ستر گنا زیادہ ہے۔ اس طریقہ میں تین اشغال معمول ہیں۔

شغل اوّل ذکر

۱) ذکر اسم ذات: پہلا شغل ذکر اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے زبان کو تالو سے لگا کر پوری ہمت کے ساتھ قلب کی طرف متوجہ ہو کر اسم مبارک اللہ اللہ بلا لحاظ کسی صفت کے زبانِ دل سے کہے۔ صورت دل کا تصور کرنے یا سانس بند کرنے کی ضرورت نہیں تاہم وقوف قلبی کی رعایت رکھے کیونکہ ذکر نگہداشت خواطر اور وقوف قلبی کے بغیر فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے وقوف عددی کو چنداں ضروری نہیں سمجھا مگر وقوف قلبی کو واجبات و شرائط ذکر میں سے قرار دیا ہے۔ وقوف قلبی سے مراد سالک کی توجہ بسوئے دل اور دل کی توجہ بسوئے ذات الٰہی و اسم اللہ ہے۔ جب ان شرائط سے قلب میں ذکر کی حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے اسی طرح شروع کرے۔ پھر لطیفہ سر سے، پھر لطیفہ خفی سے، پھر لطیفہ اخفیٰ سے، پھر لطیفہ نفس سے کہ اس کا مقام پیشانی ہے اور پھر بدن سے کہ اس کو لطیفہ قالب کہتے ہیں۔ اس قدر ذکر کرے کہ ہر رگ و پے اور ہر بال سے ذکر جاری ہو جائے۔ اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

جب پچیس مرتبہ کہہ لیا کرے تو زبان سے کہا کرے: الٰہی مقصود میرا تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت اور معرفت مجھے عطا کر۔ اس کو باز گشت کہتے ہیں۔

www.maktabah.org

اقسام ولایت : لطائف عالم امر میں سے ہر ایک لطیفہ ایک اولوالعزم پیغمبر کے زیر قدم ہوتا ہے یعنی اس لطیفہ کا فیض حق تعالیٰ کی طرف سے اس نبی کے واسطہ سے پہنچتا ہے۔ جس ولی پر کسی خاص پیغمبر کی نسبت غالب ہوتی ہے، اس کی ولایت اسی پیغمبر سے منسوب ہو جاتی ہے۔ لطیفہ قلب کے نور کا رنگ زرد ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ جس شخص کو اس لطیفہ کے ذریعہ سے وصل ہوتا ہے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ روح کے نور کا رنگ سرخ ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعے وصل ہوتا ہے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ سر کے نور کا رنگ سفید ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعے وصول ہوتا ہے، اسے عیسوی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ خفی کے نور کا رنگ سیاہ ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعے سے وصول ہوتا ہے، اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ اخفیٰ کے نور کا رنگ سبز ہے اور یہ لطیفہ زیر قدم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ جس کسی کو اس لطیفہ کے ذریعے سے وصول ہوتا ہے، اسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔ لطیفہ نفس کا نور تزکیہ کے بعد بے کیف معلوم ہوتا ہے۔

۲) ذکر نفی اثبات :

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو بیٹھے اور سانس کو ناف کے نیچے بند کرے اور بزبانِ خیال لا کو ناف سے کھینچ کر سر کی چوٹی تک لائے اور پھر وہاں سے الٰہ کو کھینچ کر دائیں کندھے پر لائے اور الا اللہ کو کندھے سے قلب پر پہنچائے۔ یوں اس عمل کا نقش الٹا لا (یعنی ﻻ) ہو جاتا ہے۔ سانس چھوڑتے وقت محمد رسول اللہ خیال میں کہے۔ یہ ذکر کرتے وقت کسی عضو کو جنبش نہ ہو اور ہر سانس میں طاق عدد کہے کہ اسی کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ جب پچیس بار کہہ لے تو زبان سے یہ کہے : الٰہی مقصود میرا تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت و معرفت عطا کر۔ اگر سانس روکنے سے تکلیف پہنچے تو ترک کر دے۔

شغل دوم مراقبہ | مراقبہ کا لفظ ترقب سے نکلا ہے اور ترقب انتظار کو کہتے ہیں۔

www.maktabah.org

پس گویا مراقبہ فیض الٰہی کا انتظار ہے۔ چاہیے کہ ہر وقت نیاز و شکستگی کے ساتھ پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو اور کوئی خطرہ دل پر نہ آنے دے۔ اس صورت میں ذکر کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی۔

شغل سوم رابطہ رابطہ یہ ہے کہ پیر کی صورت اپنے دل کے اندر تصور کرے یا اپنے آپ کو صورت شیخ پر تصور کرے۔ جب اس کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو ہر چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے اور اسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں اور یہ اقرب طریق ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے فرمایا ہے کہ رابطہ اور فنافی الشیخ کے بغیر تنہا ذکر موصل نہیں ہے جبکہ آدابِ صحبت کے ساتھ تنہا رابطہ کافی ہے۔

مراقبہ احدیت:

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے طالب کے تمام لطائف سے ذکر جاری ہونے لگے تو اسے مراقبہ احدیت تعلیم کیا جاتا ہے یعنی وہ ذات جو تمام صفات و کمال کی جامع اور کل نقائص سے پاک ہے، اس کا فیض لطیفہ قلب پر آتا ہے۔ اس جگہ جمعیت قلب کے حصول کے لئے توجہ کی جاتی ہے اور جب طالب میں نسبت حضور اور جمعیت قلب پیدا ہو، اس وقت پیر طریقت کو چاہیے کہ جذب بجانب فوق کے حصول کے لئے توجہ صرف کرے۔ جب طالب کے قلب میں اوپر کی جانب جذب پیدا ہو اور انوار ظاہر ہوں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ قلب اپنی اصل یعنی فوق العرش کی جانب متوجہ ہے۔ جہت فوق اس واسطے تحریر میں آتی ہے کہ خیال بجانب فوق ہوتا ہے ورنہ مطلوب و مقصود اطراف و جہات سے پاک ہے۔ واضح ہو کہ خاطر قلبی کے گم ہونے یا بالکل زائل ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔

دائرہ امکان کا نچلا نصف تحت الثریٰ سے عرش مجید تک ہے اور اوپر کا نصف فوق العرش ہے۔ شروع میں لطیفہ قلب کی سیر نچلے نصف میں ہوتی ہے۔ مشاہدہ انوار بیرون باطن، کشفِ عالم ارواح، کشفِ عالمِ مثال، کشفِ کونی (یعنی عالم اجسام و غیر اجسام)، کشفِ عالمِ ملکوت (یعنی عالم ملائکہ وارواح و بہشت) اور کشفِ ہفت طباق آسمان اسی نصف زیریں میں ہوتے ہیں اور اسی کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ یعنی تحت الثریٰ سے

www.maktabah.org

عرش مجید تک جو بھی منکشف ہو، وہ سیر آفاقی میں داخل ہے۔ انوار واسرار کا سالک کے باطن میں منکشف ہونا، کمال جمعیت کا حصول، واردات قلبی کی کثرت، عالم امر کے لطائف کا جذب اور لطائف کا اپنے اصل کی طرف عروج دائرہ امکان کے نصف بالا کی سیر ہے اور اسی کو سیر الفنا کہتے ہیں۔

صاحب کشف سالک تمام حالات اپنے کشف سے دریافت کرے گا۔ لیکن اس زمانہ میں اکل حلال کے مفقود ہونے کے سبب طالب کشف عیانی (آنکھ سے دیکھنا) کے مالک نہیں ہوتے اور اکثر صاحب کشف وجدانی ہوتے ہیں۔ صاحب کشف عیانی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا اور حالات کے تغیر و تبدل کو عیاناً دیکھتا ہے۔ صاحب وجدان اگرچہ عیاناً نہیں دیکھتا مگر ادراک سے معلوم کر لیتا ہے۔ جس طرح کہ ہوا نظر نہیں آتی مگر ادراک سے محسوس ہوتی ہے۔ پیر طریقت جب تک سالک کے حالات وواردات اپنے یا اس کے کشف سے دریافت نہ کر لے، مقام کی بشارت نہ دے کیونکہ طریقہ کی بدنامی ہو سکتی ہے۔

مراقبہ ولایت صغریٰ:

یہ ولایت اولیاء ہے اسے مراقبہ معیت بھی کہتے ہیں حسب مفہوم آیت وھو معکم اینما کنتم اس مقام میں اس خیال سے **مراقبہ** کرتے ہیں کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے جو میرے ساتھ ہے اور ہر ذرہ کے ساتھ ہے۔ اس مقام میں مورد فیض خود لطیفہ قلب ہے۔ وقوف قلبی و معانی کے ساتھ ذکر اسم ذات، نفی اثبات اور زبان سے کلمہ طیبہ اس مراقبہ میں ضروری ہے۔ اس جگہ سالک کی سیر افعال الٰہی کی تجلیات میں ہوتی ہے اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا باقی تمام اپنے اور کل مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ اس مقام کی خصوصیات یہ ہیں کہ اسرار توحید وجودی یعنی ہمہ اوست، ذوق و شوق، آہ و نالہ، استغراق وبیخودی، نسیانِ ماسوا اور حق تعالیٰ کے دوام حضور کا ادراک سالک میں آتا ہے۔

مراقبہ ولایت کبریٰ:

اس کے بعد ولایت کبریٰ میں سیر واقع ہوتی ہے۔ یہ ولایتِ انبیاء علیهم

www.maktabah.org

السلام ہے۔ دائرہ ولایت کبریٰ میں مزید تین دائرے ہیں: دائرہ اقربیت، محبت اولیٰ اور دائرہ محبت۔ اقربیت اور توحید شہودی کے اسرار اس کے پہلے دائرے میں سالک کے شامل حال ہوتے ہیں۔ خاص اسی دائرہ تک لطائف عالم امر کا عروج ہوتا ہے۔ یہ دائرہ مفہوم آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہے۔ یہاں یہ خیال کرتے ہیں کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے جو مجھ سے میری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس مقام میں مورد فیض لطیفہ نفس ہے۔ تاہم اس میں لطائف خمسہ عالم امر بھی شریک ہیں۔ کلمہ طیبہ اور نفی اثبات مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اس مقام میں ترقی کا موجب ہیں۔ لطیفہ قلب کے مقابلہ میں اس مقام کے حالات بے رنگ اور بے مزہ ہوتے ہیں۔ لطیفہ نفس کی نسبت قوی ہو جانے کے بعد، لطیفہ قلب کی کیفیات اور ذوق فراموش ہو جاتے ہیں۔ جب اس مقام کے فیوضِ لطیفہ نفس سالک پر وارد ہوتے ہیں تو سالک اپنا وجود اس طرح مضمحل پاتا ہے جیسے پانی میں نمک یا سورج کے سامنے برف۔ اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ حقیقتِ فنا اس جگہ ہوتی ہے جبکہ ولایت صغریٰ میں صرف صورتِ فنا تھی۔

اس کے بعد مراقبہ محبت ہے جو ولایت کبریٰ کا حصہ ہے اور جس کا مفہوم آیت یحبھم ویحبونہ ہے۔ یہاں اس طرح خیال کرتے ہیں کہ اس ذات سے فیض آتا ہے جو مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اس کا فیض بھی لطیفہ نفس پر آتا ہے۔ اس کی خصوصیات میں شرح صدر، کمال صبر، دوام شکر و رضا شامل ہیں۔ حکم قضا پر چون و چرا ختم ہو جاتی ہے۔ شرعی تکالیف قبول کرنے میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ حقیقت اسلام اور شرح صدر حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ رفع انانیت، اعتراف قصور، تہذیب اخلاق، تزکیہ رذائل (مثلاً حرص، بخل، حسد، تکبر، حب جاہ وغیرہ) حاصل ہو جاتے ہیں۔ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور اسے سرکشی کی مجال نہیں رہتی۔ کلمہ طیبہ اور نفی اثبات مذکورہ شرائط کے ساتھ ترقی بخش ہے۔

مراقبہ ولایت علیا

www.maktabah.org

اس کے بعد ولایت علیا یعنی ملائکہ کرام کی ولایت شروع ہوتی ہے۔ حضرت

مجدد الف ثانیؒ سے پہلے طریقہ نقشبندیہ کا سلوک ولایت کبریٰ تک تھا۔ ولایت علیا سے آگے وہ مقامات شروع ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت امام مجددؒ پر منکشف فرمائے۔ اس جگہ مراقبہ اس طرح خیال کرتے ہیں کہ وہ وہ ذات جسے اسم باطن سے پکارتے ہیں اور ولایت علیا کی منشا ہے اس سے فیض (خاک کے سوا) تین عناصر آب، باد اور آتش پر آرہا ہے۔ یہاں عناصر ثلاثہ کو حضور و عروج کی توجہ ہوتی ہے۔ سلطان الاذکار سے مبتدیوں کو جو صفائی حاصل ہوتی ہے، وہ اور ہے جبکہ یہاں کے حالات و کیفیات، لطافت و نزاکت میں کمال کا درجہ رکھتے ہیں۔ باطن میں کچھ عجیب وسعت پیدا ہوتی ہے اور ملاء اعلیٰ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ سالک ملائکہ کرام کی رویت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور پوشیدہ اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔

ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم ھو الظاھر میں اور ولایت علیا کی سیر ھو الباطن میں ہے۔ ان دونوں اسماء کی سیر میں یہ فرق ہے کہ اسم ھو الظاھر کی سیر میں تجلی صفاتی واقع ہوتی ہے، تجلی ذاتی نہیں ہوتی۔ اسم ھو الباطن کی سیر میں تجلی صفاتی کے علاوہ تجلی ذاتی بھی پردہ ہائے صفات میں ملحوظ ہوتی ہے۔ جس طرح صفت علم میں ذات تعالیٰ ملحوظ نہیں ہے اور اسم علیم میں ذات ملحوظ ہے۔ پس سیر صفت علم سیر اسم ظاہر ہے اور سیر اسم علیم سیر اسم الباطن ہے۔ علم اور علیم یا اسم الظاہر اور اسم الباطن کے درمیان جو فرق ہے، وہ تھوڑا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ خاک اور عرش میں جو فرق ہے، وہی علم اور علیم میں ہے اور اسم الظاہر اور اسم الباطن میں قطرہ اور دریائے محیط کا فرق ہے۔

اس مقام میں تہلیل (کلمہ طیبہ)، نماز، نوافل (لمبے قیام و قرأت و رکوع و سجود کے ساتھ) ترقی بخش ہیں۔ عزیمت پر عمل سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رخصت پر عمل بشریت کی طرف کھینچتا ہے اور عزیمت پر عمل سے ملکیت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ پس جس قدر ملکیت (فرشتوں کی صفات) سے مناسبت پیدا ہو گی، اسی قدر یہاں ترقی ہو گی۔ حضرت مجددؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب سیر ولایت کبریٰ کی انتہا تک پہنچ گئی تو اس وقت گمان ہوا کہ مطلوب حاصل ہو گیا۔ اسی وقت ندا آئی کہ یہ سب تفصیل سیر اسم الظاہر کی تھی اور ابھی صرف ایک بازو اڑان کے لئے تیار

www.maktabah.org

ہوا ہے۔ دوسرا بازو عالم قدس کی اڑان کے لئے اسم الباطن سے ہوگا۔ جب اس کی سیر بھی بتفصیل انجام کو پہنچی اور مطلوب و مقصود کی جانب پرواز کے لئے دونوں بازو تیار ہو گئے تو کمالات نبوت میں سیر شروع ہو گئی۔

کمالات نبوت کمالات میں اسماء و صفات کے پردہ کے بغیر تجلی ذاتی دائمی ہوتی ہے۔ صرف عنصر خاک اس کے فیض کا مورد ہے۔ یہاں اس طرح مراقبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ذات جو کمالات نبوت کی منشا ہے، اس کا فیض عنصر خاک پر آتا ہے۔ کمالات نبوت کی سیر جو ایک نقطہ کے برابر بھی ہو تو وہ تمام ولایات صغریٰ، کبریٰ اور علیا سے افضل ہے۔ سابقہ مقامات کے حالات مثلاً طلب، تپش، بے تابی، شوق، توحید وجودی و شہودی دور رہ جاتے ہیں اور اس کے بجائے بے رنگی، بے کیفی حاصل ہوتی ہے۔ ایمان و عقائد میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ یاس اور احساس قصور ایسا ہوتا ہے کہ سالک اپنے آپ کو کافر سے بدتر جانتا ہے۔ تلاوت قرآن مجید، ادائے نماز باآداب، شغل حدیث اور اتباع سنت سے اس مقام میں قوت و تنویر پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام پر جس قدر اتباع سنت کیا جائے گا، اسی قدر ترقی باطنی ہو گی۔

تجلی دائمی کے تین درجے قرار دیے گئے ہیں۔ اول کمالات نبوت جس کا کہ اوپر ذکر ہوا۔ دوم کمالات رسالت اور سوم کمالات اولوالعزم۔

کمالات رسالت :

اس مقام میں مورد فیض ہیئت وحدانی ہے۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات جو کہ منشا کمالات رسالت ہے، فیض اس کا وحدانی پر آتا ہے۔ ہیئت وحدانی سے مراد تمام عالم امر و عالم خلق ہے۔ کیونکہ لطائف عشرہ کے تزکیہ کے بعد ایک ہیئت پیدا ہوتی ہے جیسے کوئی حکیم چند ادویہ کو کوٹ چھان کر شہد کے قوام میں ملا کر معجون تیار کرے اسی طرح سالک کے لطائف عشرہ تزکیہ کے بعد اس مقام میں اور مقامات بالا میں ہیئت جدیدہ پیدا کر کے ترقیات حاصل کرتے ہیں اور اسے ہیئت وحدانی کہتے ہیں۔ مقام سابق کے مقابلہ میں اس جگہ انوار کا ورود اور وسعت زیادہ ہے۔ عبادات مذکورہ بالا ہی سے یہاں بھی ترقی ہوتی ہے۔

www.maktabah.org

کمالات اولوالعزم :

اس کے بعد تیسرا درجہ دائرہ کمالات اولوالعزم شروع ہوتا ہے۔ اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک جو منشاء کمالات اولوالعزم ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ تجلیات ذاتی اور انوار لامتناہی سے سالک کا باطن معمور ہو جاتا ہے اور باطن میں اس قدر وسعت پیدا ہوتی ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ صاحب استعداد افراد پر مقطعات و متشابہات قرآنی کے اسرار کھلتے ہیں۔ قرأت قرآن مجید اور طویل قیام کے ساتھ منازل سے اس مقام میں ترقی ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ کمالات اولوالعزم کے بعد سلوک کے دو راہ ہیں۔ ایک حقائق الٰہیہ کی جانب اور دوسرا حقائق انبیاء کی جانب ہے۔ مرشد کو اختیار ہے کہ سالک کو جس طرف کو چاہے، سیر سلوک کرائے۔

حقیقت ابراہیمی :

اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ منشاء حقیقت ابراہیمی ہے، فیض اس کا ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ یہ مقام خِلت (دوستی) اور کثیر البرکت ہے۔ یہاں انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع ہیں۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ ملت ابراہیم کے اتباع پر مامور ہیں۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے برکات مطلوبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود و برکات سے متشابہ کہا ہے کہ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید۔ اللّٰھم بارك علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید۔ فرمایا ہے۔ پس اسی سے اس مقام کی خیر و برکت دریافت کرنی چاہیے۔ اس جگہ سالک کو ایک خاص انس حق تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے اور تمام خلق سے ایسی بے التفاتی ہو جاتی ہے کہ کسی کے توسط پر راضی نہیں ہوتا۔ گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں گرتے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جو جواب دیا تھا اما الیك فلا حاجت لی (تمہاری طرف میری کوئی حاجت نہیں) اس کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس مقام پر مذکورہ بالا درود

www.maktabah.org

شریف تین ہزار بار پڑھنا ترقی بخش ہے۔

حقیقت موسوی:

اس کے بعد حقیقت موسوی میں سیر ہوتی ہے۔ حقیقت موسوی مقامِ محبت ذاتیہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ بہت سے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔ یہاں عجیب کیفیت وارد ہوتی ہے اور محبت ذاتی کے ظہور کے باوجود شان بے نیازی بھی ظاہر ہوتی ہے اور اس جگہ ایک قسم کا شور و شوق بھی پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار پر اصرار۔ لیکن سالک کے قلب میں جو شوق پیدا ہوتا ہے اس کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ وہ کمال اطمینان، بے رنگی باطن اور ارادہ طاعت کا باعث ہوتا ہے۔ درود شریف اللّٰھم صل علٰی محمد واصحابه وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصاً علٰی کلیمك موسٰی مذکورہ بالا تعداد کے مطابق ترقی بخش ہے۔

حقیت محمدی:

اس کے بعد حقیقت الحقائق یا حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا السلام ہے۔ یہ مقام محبت و محبوبیت حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ منشاء حقیقت محمدی ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی کے اوپر آ رہا ہے۔ اس مقام میں فنا و بقا بطرز خاص ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضور ﷺ کے خاص خادموں سے اتحاد پیدا ہوتا ہے اور امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس قول کہ خدا را ازاں می پرستم کہ رب محمدؐ است (خدا کی عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ وہ ربِ محمد ہے) کے معانی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ تابع و متبوع کا امتیاز زائل ہو جاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ گویا تابع و متبوع دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں اصل سے اخذ فیض کرتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود تابع اپنے آپ کو متبوع کا طفیلی جانتا ہے اور تمام حرکات و سکنات میں محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع بے حد مرغوب ہوتا ہے۔ درود شریف اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمدٍ وعلٰی آل سیدنا محمدٍ واصحاب سیدنا

www.maktabah.org

محمد افضل صلوتك بعد معلوماتك وبارك وسلم مذکورہ بالا تعداد میں پڑھنا ترقی بخش ہے۔

حقیقت احمدی:

یہ مقام محبوبیت ذاتیہ کا حصہ ہے اور سابقہ حقیقت کے مقابلہ میں حضرت کی ذات سے ایک مرحلہ نزدیک ہے۔ اس کی مثال روح کی ہے جبکہ سابقہ حقیقت کا تعین جسدی ہے۔ اس جگہ مراقبہ کا خیال اس طرح کیا جاتا ہے کہ وہ ذات پاک جو کہ منشاء حقیقت احمدی ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ اس جگہ نسبت کی بلندی روشن ترین انوار کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے پوشیدہ اسرار اور عجیب و غریب کیفیات وارد ہوتی ہیں جو تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ اس مقام عالی میں درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ سَيِّدِنا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ وَ مَعْلُومَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّم موجب ترقیات کثیرہ ہے۔

دائرہ حب صرفہ:

اس کے بعد حب صرفہ کا مقام آتا ہے۔ اس جگہ اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک جو منشاء حب صرف ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ اس مقام کی بلندی و بے رنگی اور حضرت مطلق کے قرب کا بیان ممکن نہیں۔ گنجینہ مخفی سے سب سے پہلے جو چیز ظہور پذیر ہوئی، وہ یہی حب ہے اور یہی منشاء و مبدء خلق ہے۔ اگر یہ حب نہ ہوتی تو دراِیجاد نہ کھلتا۔ چنانچہ حدیث قدسی کُنتُ کَنْزاً مَخفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلق لِاُعْرَف (میں ایک مخفی خزینہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں چنانچہ میں نے خلقت کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں) اس مدعا پر دلیل ہے۔ یہ مقام خاص جناب رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ دیگر حقائق انبیاء کا اس جگہ کچھ نشان نہیں ملتا۔ حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاك (اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا) کا بھید اس سے معلوم ہوتا ہے۔

دائرہ لاتعین:

اس کے بعد دائرہ لاتعین آتا ہے۔ قدم کو یہاں جولانگاہ نہیں البتہ سیر نظری

www.maktabah.org

واقع ہوتی ہے۔ اور یہ سیر آٹھ صفات یعنی تکوین، قدرت، سمع، بصر، کلام، حیات، ان کے اصول اور ذات پاک میں ہوتی ہے۔ یہ مقام بھی حضرت رسول اللہ ﷺ سے مخصوص ہے۔ اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ وہ ذات جو تعینات سے پاک ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کمالات اولوالعزم کے بعد حق تعالیٰ کو دو راستے ہیں۔ ایک راستہ حقائق انبیاء کی راہ سے جاتا ہے جس کی تفصیل دی جا چکی ہے۔ دوسرا جو حقائق الہٰیہ کی راہ سے ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

حقیقت کعبہ:

اس راہ میں سب سے پہلے حقیقت کعبہ پیش آتی ہے۔ اس مقام پر اس طرح مراقبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ذات پاک مسجود جمیع ممکنات اور منشاء حقیقت کعبہ ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ یہ مقام ذات الہٰیہ کی عظمت و کبریائی کا بھید ہے۔ اس جگہ سالک ہیبت و جلال کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے اور جب اس جگہ فنا و بقا حاصل ہوتی ہے تو سالک اپنی ذات کو اس مرتبہ کی شان سے متصف پاتا ہے اور تمام ممکنات کی توجہ اپنی جانب پاتا ہے۔

حقیقت قرآن:

اس مرتبہ مقدسہ کے بعد دائرہ حقیقت قرآن آتا ہے۔ یہاں اس طرح خیال کرتے ہیں کہ مبداء وسعت حضرت ذات سے جو کہ منشاء حقیقت قرآن ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔ اس مقام میں کلام اللہ کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کا حرف ایک دریا نظر آتا ہے جو موصل مقصود ہے۔ تلاوت کے وقت تمام قالب مثل زبان کے ہو جاتا ہے اور سالک کے باطن میں ایک قسم کا ثقل ہوتا ہے جو انوار قرآن کی علامت ہے اور آیت شریف انا سنلقی علیك قولاً ثقیلا سے گویا یہی مراد ہے۔

حقیقت صلوٰۃ:

اس مرتبہ مقدسہ کے بعد حقیقت صلوٰۃ کا دائرہ آتا ہے۔ اس جگہ یوں مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک جو منشاء حقیقت صلوٰۃ ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آتا ہے۔

www.maktabah.org

یہ مقام جمیع کمالات ہے۔ یعنی حقیقت کعبہ بھی جزو صلوٰۃ ہے اور حقیت قرآن بھی جزو صلوٰۃ ہے۔ جس شخص کو اس مقام سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے، وہ نماز کے وقت دنیوی تعلق سے الگ ہو کر اخروی رابطہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کا مضمون ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ (اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے) پورے کمال کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور اخروی دولت سے حصہ وافر حاصل ہوتا ہے۔

معبودیت صرفہ :

بعد ازاں دائرہ معبودیت صرفہ ہے۔ یہاں اس طرح مراقبہ کرتے ہیں کہ وہ ذات پاک کہ معبودیت صرف ہے، اس کا فیض ہیئت وحدانی پر آرہا ہے۔ اس جگہ وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے، امتیاز بھی راہ میں رہ جاتا ہے۔ یہاں کسی کی مجال قدم زدن نہیں ہے۔ عابد و معبود میں گنجائش قدم ہے مگر جب معاملہ معبودیت صرفہ پر پہنچا تو پھر قدم کہاں۔ الحمد اللہ کہ سیر نظری کو اس جگہ جائز رکھا ہے اور بقدر استعداد روا رکھا ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کے حقائق اس مقام پر منکشف ہوتے ہیں۔ معبودیت حقیقی (کہ سوائے اس کے کوئی مستحق عبادت نہیں) کا اثبات اس مقام پر ہوتا ہے۔ عابد و معبود کے درمیان امتیاز یہاں ظاہر ہوتا ہے

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیر قدمی اور سیر نظری سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہاں قدم رکھنے کی گنجائش ہے بلکہ یہ سیر متشابہات کی قسم ہے۔ من لم یذق لم یدریہ (جس نے چکھا نہیں، وہ سمجھ نہیں سکا)۔ یہ وصول مجہول الکیفیت ہے۔ اگر وصول قدمی ہو تو اس کو سیر قدمی کہا اور اگر صورت مثالیہ میں نظر آیا تو اس کو سیر نظری کہا ورنہ نظر کہاں اور قدم کہاں۔

یہ مقامات مجددیہ کا مختصراً بیان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ پر منکشف فرمائی۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم اور حضرت امام ربانیؒ نے اپنے فرزندوں اور خلفاء پر اور انہوں نے اپنے خلفاء اور فرزندوں پر القا فرمائی۔ اس وقت سے ان حضرات کے واسطہ سے ہزارہا افراد نسبت شریعہ کے ذریعے مختلف ممالک میں فیض یاب ہوئے مگر واضح ہو کہ ان مقامات عالیہ پر پیر کامل کی توجہ کے بغیر پہنچنا محال ہے۔

www.maktabah.org

اشاریہ

(ا)

آدم بن عیسیٰ:163

آدم بنوری، سید:390,391,492,569

آدم بھٹی شیخ:428

آرزو (شاعر):463

آصف خان (وزیر اعظم):362,363,394

آل بویہ:175,178,189

آمنہ، حضرت:43,47

آنحضور ﷺ:(دیکھئے محمد رسول اللہ ﷺ)

ابراہیم علیہ السلام: حضرت:,41-43,136
230,276,279,379,386,443
,475,688

ابراہیم بن ادھم:167,546.

ابراہیم بن علی رامیتنی، خواجہ:,229,236
237,239

ابراہیم بن محمد رسول اللہ، حضرت:416

ابراہیم خان، پیر:502

ابراہیم، خواجہ:303

ابرہہ:40,46

ابن ابی ملیکہؓ:135

ابن الدغنہ:123,138

ابن الہمام، شیخ:70

ابن جریج:156

ابن خلکان، قاضی:154,155

ابن سعد:151

ابن سقا:202

ابن سینا، بوعلی:186,187

ابن عربی، محی الدین:22,226,321,348
349,375,398-400,424,481

ابواسحاق ابراہیم ہروی:167

ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا:689

ابوالحسن خرقانی، خواجہؒ: 28,175-187,189
190,193,242

ابوالخیر، شاہ:491,517

ابوالعاص:43

ابوالعباس قصابؒ:178

ابوالفضل:339,357,358

ابوالقاسم بابر مرزا:306,307

ابوالقاسم قشیریؒ:23,25,193,194,198

ابوالقاسم گرگانیؒ، شیخ:,189-192,193
195,197

ابوالکلام آزاد:674,688,689

ابوالمظفر برہان پوری، شیخ:412,428

ابوایوب انصاریؓ:54

ابوبکر بن خرم، قاضی:150

ابوبکر صدیقؓ، حضرت:,26,43,49,50
52-55,57,58,121-141,144,146
147,149,150,154,155,278,347,349
362,363,369,402,433,443,449,496

ابوتراب بخشیؒ:170

www.maktabah.org

ابوجہل:50, 137, 179
ابوجحیفہؓ:90
ابوحنیفہ،امام:146,156,158,312,417
ابودرداءؓ:142, 144,147
ابوذرغفاریؓ:92, 147
ابوسعیدبن ابی الخیرؒ:166, 186, 192-195
230, 286, 417
ابوسعیدخدریؓ:133
ابوسعیدخراز،شیخؒ:349
ابوسعیدرائیؒ:173, 174
ابوسعید،شاہ:471,476,488-491,501
ابوسعیدمرزا:306,307,316,323
ابوسعید،مولانا:317
ابوسعیدمیخورائیؒ:173
ابوسفیان:43, 55, 146
ابوطالب:43, 48, 51
ابوطالب مکی،شیخؒ:315
ابوطلحہ:116
ابوعبیدہ بن جراحؓ:124, 128
ابوعلی جوزجانی:166
ابوعلی السندی:166
ابوعلی فارمدی،شیخؒ:28, 193-197,199
ابوقحافہ:139
ابولہب:43, 47, 179
ابومدین شعیب:27
ابومسلم خراسانی:156
ابوموسیٰ عیسیٰ بن آدم:167
ابوموسیٰ ثانی الدبیلی:167
ابونجیب سہروردیؒ:27, 198,482
ابونعیم (صاحب،رحلیہ):170
ابوہریرہؓ:60,98,103,133,145,146
اتاترک:30
احسن برکی،مولانا:393
احمداللہ،مولوی:448, 467
احمداللہ خان:597, 599
احمدالبدویؒ:27, 226
احمدالبنادمیاطی:28
احمدالرفاعیؒ:27, 198
احمدالیسویؒ:27,198-200,245,337
احمدبرکی،شیخؒ:393,544
احمدبغدادی،سید:493
احمدبن حنبل،امام:417
احمدجام،شیخؒ:317
احمدخان چودھری (للہ):605
احمدخان رندوآنہ (مٹھہ لک):604,605
699, 700
احمدخان،صوفی:659, 664
احمدخان (کہوٹ):598
احمدخان،مولانا:491
احمدخان ولدفتھلی (للہ):640
احمددین،مولانا (نین):578, 599
احمددین،میاں (چیلیاں):580

www.maktabah.org

احمد دین، میاں (مہلہ):581
احمد سرہندی، شیخ (دیکھئے مجدد الف ثانیؒ)
احمد سعید بریلوی، مولانا:564
احمد سعید، شاہ:490, 491,501
احمد سعید ہمدانی، سید:574
احمد شاہ ابدالی:441
احمد شاہ، سید:517 , 518
احمد شہید، سید:524 , 523
احمد، شیخ:187
احمد صدیق، خواجہ:260, 220
احمد غزالی:201, 199, 196
احمد مرزا، سلطان:308, 307
احمد ندیم، صاحبزادہ (للہ):709
احمد ندیم، نور خانوی، صاحبزادہ:610
احمد نواز (میرا):696
احمد نور (نور خانیوالہ):615
احمد یار، میاں:484, 483
اخوند سجاول:428
اخون موسیٰ، شیخ:412
ادریس علیہ السلام:136
ارغون، خواجہ:412
ارمیاہ نبیؑ:44
اسامہ بن زیدؓ:128, 125, 58
اسحاق بن امام جعفر:157
اسحاق (درویش):285
اسد:43
اسرافیل:201
اسلام اللہ، مولانا:713
اسماء بنت امام جعفر:157
اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر:154
اسماء بنت عمیس:149, 130
اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت:43, 40
اسمٰعیل بن امام جعفر:416, 157
اسمٰعیل شہید، شاہ:524
اسمٰعیل صفوی، شاہ:323
اسمٰعیل مدنی، سید:474,489,492
اسود عنسی:126
اشرف بھیروی، میاں:522
اصحاب ثلاثہ:401
اعرابی یزید عشقی، خواجہ:178
اعلیٰ حضرت للّٰہی (دیکھئے غلام نبی اعلیٰ حضرت
افتخار سمرقندی، شیخ:337
افضل خان:364
اقبال، علامہ:364,619,631,658
اکبر، بادشاہ:,336-333,331,329
394-396,403,405,413,674
اکبر شاہ (بادشاہ):474, 469
اکتائی خان:225, 221
اللہ بخش، قاری:676
اللہ جوایا قصوری، میاں:580, 556
اللہ جوایا، مولوی:561,570,586,626
اللہ داد خان، (سیتھل):557,580

www.maktabah.org

اللہ دتا، حافظ:633,659,670,714

اللہ دین، مولوی (وینکے):580

الپ ارسلان:189

التمش، سلطان:221

الجائتو محمد خدابندہ، سلطان:174

الطاف حسین شاہ، پیر:640

الغ بیگ، مرزا:307

الیاس:43,44

الیاس برنی، مولانا:714

الیاس علیہ السلام:372

امام اعظم (دیکھئے ابوحنیفہ امام)

امام الدین رتوی، مفتی:570-572,
594-599,627, 633, 670

امام الدین، مولانا (جموں):579

امام بخش، حاجی (اچھرہ):508

امام بخش کوٹاں والا:599

امام بخش، میاں (بیربل):581

امام دین ڈنڈوت والا، مولوی:603

امام دین، مولوی (مصنف حیات الطیبین):516,
531,536,540,556,558,573,574,602

امام ربانی (دیکھئے مجدد الف ثانیؒ)

امام مہدی:371, 661

امان اللہ برہان پوری، مرزا:428

امان اللہ، مولانا:393

امان پانی پتی، شیخ:336

ام فروہ (دیکھئے فاطمہ بنت قاسم)

ام فروہ بنت امام جعفر:157

ام کلثوم بنت حضرت مجدد:385

ام ہانی:52

امیر بخش، میاں (جندراں):554

امیر حسن خان:569

امیر حسین غوری (والی ہرات):265,266

امیر خان میکن، سردار:715

امیر خان والئ ٹونک:476

امیر خسرو:492, 569

امیر عمر بن سید امیر کلال:246, 247

امیر کلال، سید:28, 242, 245-253,
255,256,261-263,265,281,303

امیہ:43

امیہ بن خلف:50, 132

انس بن مالکؓ:65, 67, 96,116-134,
147, 450

انعام اللہ خان یقین:463

انوار احمد، صاحبزادہ:666, 667

انور نور سرائی، شیخ:428

انیسہؓ:131

اورنگ زیب، بادشاہ:387, 388, 395,
405,409,411-414,424,427,430,
431,436,437,441,442,

اورنگ زیب، حافظ:638, 659

اورنگ زیب خان والی سوات:690

اولیاء کبیر، خواجہ:212,216,220,
223,260

www.maktabah.org

ایاز:179
ایشاں، حضرت (دیکھئے عبید اللہ احرار خواجہ)
ایل خانی خاندان:174,225
ایوب شاہ، پیر سید (چورہ شریف):638

(ب)

بابا بھائی والی، شیخ:337
بابا خان:628
باب اللہ (استاد):501
بابر، ظہیر الدین:307, 323
بادشاہ صاحب (سوات:)690
باسط شکیل (رتہ):573
باقی باللہ، خواجہ:,30, 235, 308
333- 353,359, 360-362, 373,
384- 386, 389, 394, 405,
476,477, 492, 569,
باقی محمد خان:331
باہو، سلطان:556
بایزید بسطامیؒ: 27,155,163-179
186,189,229,242,248,267,
278, 286, 349
بایزید سہارنپوری، شیخ:428
بتل خوجہ:30
بخاری، امام:154
بخت نصر:44
بدر الدین (خلیفہ حضرت مجدد):,239,392
412,428
بدر الدین (سکھر):667
بدر الدین، شیخ:230
بدر الدین، مولانا:522
بدر الدین، میاں (چک جانو):555, 580
بدویہ سلسلہ:27, 226
بدھ مت:39,40
بدیع الزمان، شیخ: ,362, 391, 392
برزانی:29
برکات احمد بگوی:690
برکت اللہ خان:581, 597
برکت علی، ملک:687
برک خان:225
برہان الدین بن سید امیر کلال:281, 284
برہما:460
بُریدہ:147
بزرگ، خواجہ (دیکھئے نقشبند، بہاء الدین)
بشارت اللہ بہوا ئچی، مولانا:492, 500
بشر حافی، شیخ:417
بغوی:25
بکھائی، مائی (بکن):704
بلال، حضرتؓ: ,50, 59, 74, 75, 122
132,138, 145-147
بلھے شاہ:496
بلیغ الرحمن، ڈاکٹر:704
بمت کھوجہ:30
بہاء الدین زکریاؒ:221, 573

www.maktabah.org

بہاءالدین، شیخ:303

بھاگ بھری:577

بھاگی، مائی (سیتھی):655

بہاول بخش، میاں:556

بہاول بخش نورخانوی:608

بہلول بدخشانی، قاضی:357

بہمن جاذویہ:128

بھولا، میاں (سویہ):578,591,594

بھیک، شاہ:448

بیدل (شاعر):486

بیک تاش، حاجی بابا:200

بیک تاشی سلسلہ:26

بیگم رشید احمد:648

(پ)

پرتھوی راج، راجا: 219

پیر بخش، حکیم:505

پیر بخش کھوکھر والا، میاں: 599

پیر محمد، حافظ (للہ): 576

پیر محمد خان: 331

(ت)

تاج الدین سنبھلی، شیخ: 333

تاج الدین، شیخ: 29, 472, 492

تاج دین (لاہور): 652

تاج محمود حکیم (پنڈ دادنخان):556,561,
569,607,664

تاج محمود، حکیم (ہزارہ): 607

ترکان عثمانی: 256, 301

ترک طوسی، مولانا: 178

تسلیم الرسول، صاحبزادہ ڈاکٹر: 666

تکریم الرسول، صاحبزادہ:663, 721

تیم 43

تیمور، امیر:245-247,255,256,301,
305-307

(ٹ)

ٹیپو سلطان:469

(ث)

ثالث حضرت (دیکھئے محمد عبد الرسول ثالث حضرت)

ثانی حضرت (دیکھئے دوست محمد ثانی حضرت)

ثناءاللہ:525

ثناءاللہ پانی پتی، قاضی:448,465-467,489

ثناءاللہ سنبھلی مولوی:467

ثوبیہ:47

(ج)

جابر بن حیان: 156

جابر بن عبداللہؓ:116, 134, 135

جامی، مولانا عبدالرحمن:319-321,634

جان، مرزا:442

جبریل علیہ السلام:18,49,52,62,66,
69,75,103,110,165,201,276

جعفر بن ابی طالب: 50, 147

www.maktabah.org

جعفر صادقؓ، امام: 153-161,163
جعفر، مولانا: 307
جلال الدین رومی، مولانا (دیکھئے رومی، مولانا)
جلال الدین ممدوٹ، نواب: 516
جلال دین، بابو (لاہور): 652
جلال شاہ (سید اڈنڈکا): 581
جمال اللہ گھوٹوی، مولانا: 571, 572
جمال الدین رتوی، حافظ: 571
جمال الدین، میاں: 536
جمال دین، میاں (جھنڈیوال): 580
جمال، سید: 382
جمالی (شاعر): 480
جنید بغدادیؒ، شیخ: ,189 ,166 ,165 ,27
190,267,278,295, 454, 478
جون (وجھ): 626
جہان خان، چودھری (للہ): 605
جہانگیر، بادشاہ: ,368,380 ,362-366
381,394, 396, 401, 404, 411
جین مت: 39

(چ)

چراغ دین، میاں (پنڈ دادنخان): 620, 580
چشتیہ سلسلہ: ,391 ,359 ,354 ,302 ,27
424, 445, 447, 456, 499, 518
چنگیز خان: 225, 221, 220, 205

(ح)

حارث: 43
حافظ الدین بخاری، مولانا: 222
حافظ شیرازی: 658
حامد علی شاہ، پیر سید: 638
حبیب اللہ بخاری، شیخ: 412
حبیب اللہ حصاری، حاجی: 428
حبیب اللہ خان امیر کابل: 619, 618
حبیب عجمی: 545
حذیفہؓ: 146, 127
حرب: 43
حسام الدین، خواجہ: 339,340,352,361
حسام الدین شاشی، مولانا: 303
حسان احمد، صاحبزادہ: 667
حسان الحمیری: 45
حسن بصری، خواجہ: 545
حسن بلغاری، شیخ: 283
حسن پشاوری، ملا: 428
حسن، حضرت امام: ,118,147,157
449,537
حسن دین، قاضی: 525,526,563
حسن سمنانی، شیخ: 199
حسن عسکری، امام: 138
حسن کشمیری، مولانا: 359
حسن محمد، میاں: 641
حسین بأ لقرا، مرزا: 321
حسین بی بی (میرا): 696
حسین، حضرت امام: 118,147,154,537
حسین خوارزمی کروی، شیخ: 326,327

www.maktabah.org

حسین گرگ گرفتہ:286
حسین منصور جالندھری، شیخ:428
حسین، مولانا سید:307
حشمت، سید:439
حفیظ جالندھری:658
حکم بن عاص:118
حکمت شاہ، مولانا: 638,659
حکیم اتا، شیخ: 264
حکیم مرزا: 336
حلوائی، رئیس العلماء: 222
حلیمہ سعدیہ: 47,48
حمزہ، امیر:43,147
حمیدالدین شاشی، مولانا:282
حمید بنگالی، شیخ:392
منانہ:117
حیا تاں مراثن (للہ):656
حیات شاہ بھیروی، پیر:573
حیات محمد بھیڑیاں والا، میاں:599
حیدراللہ خان، مولوی:561,599,611
حیدر، مولوی:561,581

(خ)

خادم حسین شہید، میجر:509
خالد بن ولید: 126-128
خالد سیف اللہ بیر بلوی، صاحبزادہ:565
خالد کردی، شیخ ضیاء الدین:,29,331,471
472,489,491, 492, 500,569
خالد مسعود: 608
خان اعظم (دیکھئے کوکہ، مرزا)
خان بابا: 442
خان جہان: 395 ,364
خیثمہ بن ابی سبرہ: 146
خدا بخش ٹاٹری، حافظ (للہ):590,605,606
خدا بخش، حافظ (للّٰہ ہندوانہ):581,639,699
خدا بخش، مولانا:659
خدیجہ الکبریٰؓ، حضرت:,43,48,49,51
138,415
خدیجہ بی، مائی:681
خرم علی، مولوی:511
خزیمہ:43,44
خسرو پرویز، کسریٰ: 38
خسرو، شہزادہ:394
خضر، حاجی:393 ,390
خضر علیہ السلام، خواجہ:,206,207,222,223
226,234,265,278,298,325,372,461
خطیب احمد، شاہ:492
خلیل اتا، سلطان:263,264 ,249
خلیل، سالار: 306
خواجگان، سلسلہ:27,28,199,205,215
خواجگی امکنگی، مولانا:,325,329-332,338
359,360
خواجہ جہاں: 395
خوارزم شاہ: 221 ,205
خوشی محمد، ٹھیکیدار: 706 ,682

www.maktabah.org

خویلد: 43

خیرالدین امرتسری: 508

(د)

داراشکوہ: 387, 403, 413,414,551

دارالندوہ: 41, 45

دانیال، شہزادہ: 339

داؤد، خواجہ: 282

داؤد طائی: 157

دراز، حافظ: 526

درد، خواجہ میر: 448

درویش محمد، مولانا خواجہ: 325-327,329

دتی (عبدالحمید): 679

دمیاطی (دیکھئے احمد البنا دمیاطی)

دوست محمد، ثانی حضرت: 14,15,537,558, 562,566,569,571,573,575-580, 585-611,614-617,623,626,633, 711,720

دوست محمد قندھاری، حاجی: 491

دوست محمد (کندوال): 620

دہقان قلبی، خواجہ: 223

دین الٰہی: 334, 335, 403

دین محمد رتوی، مفتی: 571, 702

دین محمد فقیر: 667

دین محمد، مولانا: 623

(ذ)

ذوالنون مصریؒ: 166, 172, 173

ذہبی: 144

(ر)

رابع حضرت (دیکھئے محمد مقبول الرسول رابع حضرت)

رابع حضرت ثانی (دیکھئے محمد محبوب الرسول رابع حضرت ثانی)

رابعہ بصریہؒ: 21

راجہ، میاں: 581

رازی، امام: 138

راقم الحروف (دیکھئے محمد عبدالرسول، صاحبزادہ)

رام: 403

رجب علی خان: 559,581,600,601

رحمت اللہ، سید: 382

رحمت خان، ملک (لاہور): 690

رحمت، شاہ: 467

رحمت علی (لاہور): 667

رحیم اللہ بیگ، مرزا: 493

رحیم بخش، حافظ (للہ): 699,704,707

رسول بی بی: 575

رشید احمد دھریوی: 648

رشید احمد، مولانا (چھنی گہنہ): 638, 659

رشید احمد، مولوی: 599

رفاعیہ سلسلہ: 26, 27, 198

رفیع اللہ خان، پروفیسر: 715

رفیع الدین احمد، شیخ: 339

رفیع الدین، امام: 354

رفیع الدین، شاہ: 489

www.maktabah.org

رقیہ، حضرت: 50
رکانہ (پہلوان):66
رکن الدین، حافظ (چکوڑہ):578
رکن الدین، شیخ: 354
رضا محمد شاہ بھیروی، پیر: 573
رمضان جھیال (للہ): 698
رنجیت سنگھ: 469,495,523
روزبہان اصفہانی: 178
روشن آراء بیگم: 413, 424
رؤف احمد رافت، شاہ: 488,492,499,501
رومی، مولانا جلال الدین: 20,27,176,177
196,226,235,321,516,552,658
ریاض احمد خان: 663
ریاض سپرا: 580

(ز)

زبیر بن عبدالمطلب: 43
زبیر بن عوامؓ: 43,49,50,122
زرتشت: 38
زلف خان، میاں: 483
زمزم: 46, 52
زنیرہ: 50
زہرہ: 43
زیادہ، میاں: 713
زید بن ثابتؓ: 128
زید بن حارثہؓ: 51
زین الدین، مولانا: 265,290,300,303
زین العابدین، امام: 150,154,157
زین العابدین نورخانوی: 580, 615
زینب، حضرت (ام المومنین): 119
زیدیہ سلسلہ: 26

(س)

سالم بن عبداللہ بن عمر: 150
سالم (سوار): 636
سجاح (مدعیہ نبوت): 126
سجاد سپرا، جسٹس: 580
سجادہ، میاں (للہ): 713
سراج الدین، خواجہ: 491
سراج الدین کلال، شیخ: 303
سراج الدین، مولانا: 575
سراج الدین نورخانوی، مولانا: 597,599,
607-610,615
سراقہ بن جعشم: 118
سردار، میاں (کندوال): 620
سردار، حافظ: 522
سرسید احمد خان: 484,487,524,613,
614,675
سعد اللہ، حافظ: 445, 447
سعد اللہ خان (وزیر اعظم): 390
سعد اللہ، شاہ: 493
سعد الدین کاشغری: 317, 320
سعد بن ابی وقاصؓ: 49, 69, 122
سعد بن عبادہ: 124

www.maktabah.org

سعد بن مالک: 146

سعدی، شیخ: 340,479,481,482,507,

543,634,658

سعید احمد بخاری تکیاسی، شیخ: 308

سعید احمد شاہ، سید (حاجی پیر): 520,521

سعید، شیخ: 30

سعید نورسی: 30

سفیان ثوری: 158, 415

سفیان یمینہ: 156

سکندر خان، راجا: 689

سکندر کیتھلی قادری، شاہ: 372,388

سلجوقی: 189, 197, 198

سلطان المشائخ (دیکھئے نظام الدین اولیاءؒ)

سلطان بخش، حافظ: 639

سلطان، شیخ: 358

سلطان، میاں: 575

سلمان فارسی، حضرت: 56,129,141-147,

150,349

سلمان کرمنی، خواجہ: 220

سلمی، شیخ: 376

سلیمان تونسوی، خواجہ: 507

سلیمان خان سنگھڑ والے: 545, 551

سلیمان علیہ السلام، حضرت: 230

سلیم، سلطان: 301

سواع: 41

سہروردی سلسلہ: 27,196,198,219,

354,359,445,499,518

سیتا: 403

سیداتا، شیخ: 236

سید خاندان: 301

سید محمد شاہ، پیر: 573

سید محمد، صاحبزادہ (بن اعلیٰ حضرت): 562

سیف الدین باخرزی، شیخ: 225,282,

283,293

سیف الدین تھانیدار: 702

سیف الدین، مولانا: 230

سیف الدین، مولانا (سالم): 651,700

سیف الدین، میاں (پنڈ دادنخان): 715

سیف الرحمن، مولانا: 608

سیوطی، علامہ: 371

(ش)

شادی، شیخ: 282-284

شاذلی، امام ابوالحسنؒ: 27, 226

شاذلیہ، سلسلہ: 27

شامل، امام: 30,31,308,524,656

شاہ جہان (بادشاہ): 364, 380, 381,

390,395,405,412-414

شاہد احمد، صاحبزادہ: 667

شاہ درگاہی: 489

شاہ رخ، مرزا: 307, 317

شاہ عالم ثانی (بادشاہ): 441,466,469,

576,638,659,704

شاہ محمد، مولانا:

www.maktabah.org

شاہ نواز: 505
شاہ ہمدان، امیر سید علی: 234, 255
شبلی، شیخ: 181, 267, 454
شبیر احمد شاہ، سید: 509,518-521
شجاع الرحمن: 572
مشرف الدین حسین، میر: 428
شرف الدین حسینی ہروی: 416
شریف جرجانی، سید: 290
شفیق بلخیؒ: 170, 171
شمس الدین ایکنوی، مولانا: 261
شمس الدین ٹاٹری، حافظ (للہ): 605,702
شمس الدین، حاظ (دھوری): 579
شمس الدین، حافظ (للہ): 581,597
شمس الدین، حافظ (میرا): 697
شمس الدین کلال، شیخ: 283
شمس تبریزی: 20
شہاب الدین، خواجہ: 302
شہاب الدین سہروردی، خواجہ: 27,219,304,
305,479
شہاب الدین سیرامی، مولانا: 300
شہباز، میاں حافظ: 577, 610
شہریار: 380
شیخ احمد دھریکانوی، مولانا: 580,598,
601,648
شیخ محمد قصوری، مولانا: 497
شیخین، حضرات: 383,402,415,
433,550
شیر الرحمن، مولانا: 638, 659
شیر باز، میاں (بوچھال): 581
شیر زمان، سیٹھ (بھون): 702
شیر غانی، مولانا: 338
شیر محمد، اخوند: 493
شیر محمد خان ٹوانہ، نواب: 502
شیر محمد شرقپوری، میاں: 565
شیر محمد، میاں (دیئوال): 581

(ص)

صابئین: 41
صابر دین، مولانا (اوڈھروال): 615
صاحبزادی، مائی: (سکھیکے): 681
صالح محمد کنجاہی، مولوی: 522
صالح محمد، مولوی: 641
صالح، ملا: 29
صدر الدین ابراہیم: 226
صدر الدین، استاد: 206
صدر الدین (سکھر): 667
صدر جہاں: 339, 364, 395,404
صدیق حسن خان: 569,676
صفاریہ، خاندان: 163
صفدر جنگ: 441
صفدر علی، پروفیسر: 672, 691,692
صفوی خاندان (سلطنت): 323,329,
363,401
صلاح الدین ایوبی، سلطان: 200, 205,219

www.maktabah.org

صلاح الدین مبارک: 256
صلیبی جنگیں: 197,200,201
صوبہ بی بی، محترمہ: 566
صہیب رومی، حضرت: 145, 146

(ض)

ضیاء محمد شاہ بھیروی، پیر: 15,573

(ط)

طاہر بدخشی، شیخ: 392
طاہر لاہوری، شیخ: 379,386,391,406
طاہریہ، خاندان: 163
طغرل بک: 189
طلحہؓ، حضرت: 49, 122, 130
طلیحہ اسدی: 126
طیفور بن عیسیٰ (دیکھئے بایزید بسطامیؒ)

(ع)

عائذ بن عمرؓ: 146
عائشہ صدیقہؓ، حضرت: 57,58,63,67,69,
98,99,111,124,129,130,133,
134,150,415,416
عاتکہ: 44
عارف باخندہ (اللہ): 704
عارف دیک کرانی، شیخ: 263, 284
عارف ریوگری، خواجہ: 28,219,220,
222, 224, 260
عالمگیر (دیکھئے اورنگ زیب، بادشاہ)
عام الفیل: 40, 45
عباس بن امام جعفر: 157
عباس، حضرت: 43,58,416
عباس، سیٹھ: 679
عباسی تحریک: 153
عبدالاحد، شیخ: 354,357,385
عبدالاحد وحدت، شیخ: 387,444,445,448
عبدالاول، میر: 307
عبداللہ: 505
عبداللہ انصاری، خواجہ: 300, 504
عبداللہ بلخی، امیر: 337, 389
عبداللہ بن ابی بکر: 54
عبداللہ بن امام جعفر: 157
عبداللہ بن جرادؓ: 95
عبداللہ بن جعفرؓ: 370
عبداللہ بن ربیعہ: 51
عبداللہ بن زبیرؓ: 43
عبداللہ بن سائبؓ: 72
عبداللہ بن سلامؓ: 147
عبداللہ بن عامرؓ: 95
عبداللہ بن عباسؓ: 121, 132
عبداللہ بن عبدالمطلب: 43,46,47
عبداللہ بن عمرؓ: 133, 450
عبداللہ بن مسعودؓ: 146,147,416
عبداللہ بن ملا صالح: 29
عبداللہ جوینی، شیخ: 199
عبداللہ خان ازبک: 330,331,358

www.maktabah.org

عبداللہ، خواجہ خورد: 352
عبداللہ داستانی، شیخ المشائخ: 185
عبداللہ، حافظ (پھا گووال): 581
عبداللہ، حافظ (للیانی): 610
عبداللہ سماؤ، شیخ: 308
عبداللہ، شیخ: 418
عبداللہ کوہاٹی، شیخ: 574
عبداللہ، مرزا: 305, 306
عبداللہ، مولوی (چک عمر): 561
عبداللہ، میاں (پکھلی والا): 580, 650
عبداللہ نوری: 525, 526
عبداللہ ہروی، شیخ: 321
عبدالجمیل، امام: 206
عبدالحق محدث، شیخ: 336, 388, 435
عبدالحکیم سیالکوٹی: 370, 390, 426
عبدالحکیم نوہانی، حکیم حافظ: 428
عبدالحی، خواجہ: 373, 393
عبدالحی، پروفیسر: 715
عبدالخالق (میرا): 696, 697
عبدالخالق غجدوانی، خواجہ: 27,28,178,199, 200,205-216,220,230,249,252, 256,260-263,266,298
عبدالخالق فاروقی، پروفیسر: 576
عبدالدار: 43
عبدالرحمن: 505
عبدالرحمن: 703
عبدالرحمن بن ابی بکرؓ: 130, 415
عبدالرحمن بن عوفؓ: 49, 122, 416
عبدالرحمن بن قاسم: 150
عبدالرحمن درویش: 633, 698, 706
عبدالرحمن شاہجہان پوری، مولانا: 493
عبدالرحمن، شیخ (للیانی): 677, 678
عبدالرحمن (مٹھہ لک): 699
عبدالرحمن نور خانوی، صاحبزادہ: 15, 609, 610, 671, 691, 703, 711
عبدالرحمن والی خراسان: 412
عبدالرحیم: 505
عبدالرحیم خانخاناں: 339,363,381,395
عبدالرحیم، قاضی: 396
عبدالرزاق عبرت ہاشمی: 572, 664
عبدالرسول، حکیم (بھربار): 530, 564, 566, 588, 594, 607, 616, 630, 637, 659, 691, 713
عبدالرسول، قاری: 442
عبدالرسول قصوری، خواجہ ثانی: 508, 511, 512,514-519,541,557-559, 576,713
عبدالرشید، شاہ: 490, 491
عبدالرؤف (لاہور): 618
عبدالسلام، قاضی: 336
عبدالعزیٰ: 43
عبدالعزیز چشتی، شیخ: 337
عبدالعزیز، حافظ (للیانی): 611
عبدالعزیز شاہ توران: 412

www.maktabah.org

عبدالعزیز محدث، شاہ:490, 466, 354
526, 521, 515, 499
عبدالعلی پیرہ: 578
عبدالغفور بیگ خرجوی، مرزا:493
عبدالغفور (میرا): 713
عبدالغفور نورخانوی، صاحبزادہ:609,610
عبدالغنی نابلسی:412, 28
عبدالغنی، ڈاکٹر:716, 639
عبدالغنی، شاہ: 490, 478
عبدالقادر بدایونی:335
عبدالقادر جیلانی، شیخ (غوث الاعظم):,7,198
301,354,372,379,380,446,471,
476,477,497,498,501,502,504,
513,527,534,672
عبدالقدوس گنگوہی، شیخ: 354
عبدالقدوس نورخانوی، صاحبزادہ: 610
عبدالقدوس ہاشمی رتوی: 704, 572
عبدالکریم: 667, 657
عبداللطیف، شاہ: 470
عبدالمالک، قاری: 572
عبدالمطلب: 48, 46, 43
عبدالمغنی، شاہ: 490
عبدالملک، خلیفہ: 153
عبدالملک، خواجہ: 496
عبدالہادی: 603
عبدالہادی بدایونی، شیخ: 393
عبدشمس: 43
عبدمناف:45, 43
عبیداللہ احرارؒ، خواجہ:,321-300,28,192
323,324,333,338,339,351,480
عبیداللہ بیگ، مرزا: 428
عبیداللہ چاوی، حکیم: 575
عبیداللہ، خواجہ کلاں: 352
عبیداللہ، قاری:572, 15
عبید، خواجہ:337
عتیبہ الغلامؒ:251
عثمان بن ابی العاص:47
عثمانؓ، حضرت:55, 50, 49, 43, 26
117,122,130,133,134,144,
466, 416, 391, 362
عثمان صایغ، میاں:522
عدنان:44-42
عدی:43
عدیل الرسول، صاحبزادہ:712
عزیٰ:50, 41
عزیزاں، خواجہ (دیکھئے علی رامیتنی، خواجہ)
عطاء اللہ بخاری (للہ):699
عطاء اللہ شاہ بخاری، سید:684
عطاء اللہ قندھاری، شیخ:522
عطامحمد رتوی، مفتی:,572,623,652
559,660
عطامحمد، حافظ:575
عطامحمد، مولوی (کوٹ قادر بخش):597,598
عطامحمد، مولوی (نلی):579

www.maktabah.org

عطا محمد (میر ا): 697

عفان: 43

عقیلیہ، سلسلہ: 26

عکرمہ بن ابی جہل: 126, 127

علاءالدولہ سمنانی، شیخ: 234

علاءالدین خلجی، سلطان: 226

علاءالدین صابر، مخدوم: 226

علاءالدین عطار، خواجہ: 256,267,280,
289-295,297,299,303

علاءالدین غجدوانی، شیخ: 303

علاء بن حضرمی: 127

علی الدقاق: 23

علی بن عیسیٰ: 163

علی حسن چودھری (للہ): 637

علیؓ، حضرت: 26,43,49,53,54,56,
58,66,117,128,133,135,144,
147,149,150,154,155,278,363,
383.401,402,442,449,470,525

علی حیدر، صوبیدار (للہ): 637,655,656

علی رامیتنی، خواجہ: 28, 222,223,
225-239,241,247,260-262,275,
283,285

علی شیر نوائی، میر: 321

علی عرفان، صاحبزادہ: 712

علیم الرسول، صاحبزادہ: 663

علی محمد (جھگیاں۔ لاہور): 651

علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) 26, 187,190
191,193,195,199,504,513

عماد الملک: 441

عمار بن یاسر: 50, 146, 147

عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ: 150, 151

عمر شیخ مرزا: 307

عمر فاروقؓ، حضرت: 17, 26, 43, 50,
53,55,58,66,117,118,124,
127-134,137,138,143.147.279,
363,369,449.453.588

عمرو بن ابی مقدم: 155

عمرو بن العاصؓ: 51, 133, 149

عمرو بن لحی: 41

عنائت احمد، حافظ: 572

عنبر ملک: 381

عوام: 43

عیسائیت: 38, 41

عیسیٰ علیہ السلام، حضرت: 38, 122, 568

(غ)

غازان خان: 226

غالب: 43, 45

غزالی، امام: 19,22,193,198,358

غسانی حکومت۔ 40

غضنفر علی خان، راجا: 684,687,689

غلام احمد پرویز: 693

غلام احمد قادیانی، مرزا: 534

غلام احمد، مفتی: 522

غلام جیلانی اصغر، پروفیسر: 715

www.maktabah.org

غلام حسن ڈھڈیانوی، مولانا: 565, 566
569,573,615,633,670,715
غلام حسن، شیخ: 455
غلام حسن، میاں: 621
غلام حسین بھیروی، شیخ: 538
غلام حسین سالک، صوفی: 694,713,715
غلام حسین شاہ، سید: 515, 517
غلام حسین شہید، کرنل: 611
غلام حسین، صوفی (ڈھڈی): 566
غلام حفصہ، حضرت مائی: 608
غلام حیدر، میاں (اوچھالہ): 581
غلام دستگیر قصوری، مولانا: 521,533
غلام رسول، بابو: 650
غلام رسول، (بھون): 701
غلام رسول چاوی، مولانا: 575
غلام رسول، قاضی (کٹھ): 579
غلام رسول، مستری (ڈنگہ): 672, 680
682,690, 702, 704
غلام رسول، مولوی: 658
غلام رسول، میاں (چکوڑہ): 667
غلام شاہ بھیروی، پیر: 573,592,593,603,
622,624
غلام عباس (بھون): 702
غلام عسکری خان: 456
غلام علی دہلویؒ، شاہ: 30,334,448,466,
469-492,495,497-500,503,511,
517,520521,524,527,541,544,
569,590,602,674
غلام علی، حافظ (للہ): 576,655,683,
684,710
غلام فرید، حافظ (للہ): 677
غلام فرید، مولانا (ڈھڈی): 714
غلام قادر، مولوی: 550, 556
غلام مجدد (للہ): 699
غلام محمد بن اعلیٰ حضرت، صاحبزادہ: 562
غلام محمد، حاجی: 656
غلام محمد حکیم (ڈنگہ): 598,599
غلام محمد، شیخ: 628
غلام محمد (کھوتکہ): 658
غلام محمد لاہور، مولوی: 635
غلام محمد مرالی: 522,528
غلام محمد، منشی (ڈھڈی): 556,633,670
غلام محمد، میاں: 603
غلام محمد، میاں (ٹھٹی): 581
غلام محمد، میاں (چولی): 581
غلام محمد، میاں (میال): 574
غلام محمد، میاں (تلی): 581
غلام محی الدین (سیالکوٹ): 599
غلام محی الدین قصوریؒ، خواجہ (دائم الحضوری): 30,
470,478,482,495-514,518,519,
521,526-530,533,537,539,541,
545,546,548,550,551,555,558,
559,563,575,585,586,593,601,
615-617,621,632,634,644,658,
674,682,711

www.maktabah.org

غلام محی الدین، مفتی (میانی):521,522

غلام محی الدین، میاں (للیانی):611

غلامی مرتضیٰ بیربلوی، خواجہ:517,535,561,
563,564,579,594

غلام مرتضیٰ، خواجہ:596

غلام مرتضیٰ، خواجہ:496

غلام مرتضیٰ، قلعہ والے:522

غلام مصطفیٰ خان:455

غلام مصطفیٰ، خواجہ:496

غلام نبی بیرہ:578

غلام نبی للّٰہیؒ، اعلیٰ حضرت:11,15,30,
503-508,514,516,521,523-590,
593,600,603,607-609,611,614,
615,623,626,633,634,639,648,
650,664,670,675,676,683,714,
716,720

غلام نبی (ماجھی):667

غوث الاعظم (دیکھئے عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ)

غیاث بیگ (اعتماء الدولہ):394

(ف)

فاروق حسنات رسول، صاحبزادہ:712

فاطمۃ الزہرا:58,59,157,416,478

فاطمہ بنت عبداللہ:47

فاطمہ بنت قاسم بن محمد:154

فاطمہ صغریٰ بنت امام جعفر:157

فاطمہ (مٹھہ لک):699

فاطمیہ مصر:175,197

فتح اللہ حکیم، مرزا:402

فتح بی (مٹھہ لک):699

فتح دین، میاں (چرنڈ):581

فتح محمد جسپال (سالم):676

فتح محمد رانجھہ:526

فتح محمد، مستری:651,657

فتح محمد، میاں:576,683

فتح نور، میاں (سدوال):580

فخر الدین نوری، شیخ:232

فخر دین، حافظ (للہ):606,675,677,
693,702,704,707

فرجام، میجر ڈاکٹر:577

فرخ حسین، مولانا:393

فرخ سیر، بادشاہ:428,442

فرمان علی بیرہ:578

فریدالدین عطار:321

فرید بخاری، شیخ سید:337,339,394-397,
402,404

فرید گنج شکر، بابا:221,226,477,682

فضل اللہ، مولوی:467

فضل الٰہی پراچہ شیخ:679

فضل الرسول:708

فضلا، منشی:628

فضلاں، مائی:628

فضلؓ، (بن عباس):58

فضل بن محمد بسطامی:167

www.maktabah.org

فضل حسین، حافظ: 575
فضل حق، مولانا: 572
فضل دین (سالم): 651
فضل دین، مولانا (عرف مولوی ڈورا): 633, 670
فضل دین، میاں (عرف منشی صاحب): 581
فضل کریم ٹاٹری، حافظ: 605,677,702,710
فضل محمد (عرف پھلا): 637
فضل محمد، حافظ (للہ): 542,574,575
فضل محمد (ڈھونا): 713
فضل محمد (سدوال): 577
فضل، میاں (احمد آباد): 599
فضل، میاں (کوٹ قادر بخش): 598
فضیل عیاضؒ، حضرت: 251,415
فقر اللہ خان، راجا: 599
فلک شیر پھپھرا (للہ): 698,706
فہر: 43,45
فیروز دین نمبردار (رتہ): 702
فیروز شاہ تغلق: 354
فیروز نوشیال (للہ): 698
فیض محمد، حافظ: 638
فیض محمد، حافظ (اعلیٰ حضرت کے بھتیجے): 608
فیض محمد دلؔ: 577,610
فیض محمد (کھبکی): 667
فیض محمد، مولوی: 522
فیضی: 357

(ق)

قائد اعظم: 639,640,687
قائم بامر اللہ، خلیفہ: 189
قائم دین، حافظ: 634
قادر باللہ، خلیفہ: 175
قادر گنج (للہ): 698
قادری سلسلہ: 27,29,198,301, 302,354,359,391,424,445,446, 497,499,514,518,536,642
قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، امام: 149-151, 154,155
قاسم تبریزی، سید: 303,315
قاسم دین، مولوی (منوال): 581
قاسم، مولانا: 307
قبلائی خان: 225
قسطنطین، قیصر: 38
قشیری (دیکھئے ابوالقاسم قشیری)
قصر عارفاں: 241-243,256,268,281, 284,286,289,294,298
قصی بن کلاب: 41-43,45
قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ: 221,341, 443,447,478
قطب الدین حیدر، شیخ: 304,305
قطب الدین، دیوان: 520
قطب العالم، شیخ: 337-339
قطب دین، میاں (احمد آباد): 581

www.maktabah.org

قلیچ خان:339,395

قمرالدین، میاں (بکھربار):594

قمرالدین، وزیر:457

(ک)

کامل دین، میاں:639,641,650

کبراویہ سلسلہ:,27, 219, 225, 234

359, 390, 499

کثیر (بن سلمان فارسی):144

کرامت حسین جعفری، پروفیسر:715

کرشن:403

کرم الٰہی بھیروی، میاں:522

کرم الٰہی، صوفی:689

کرم الٰہی، میاں (وجھ):681,71

کرم داد چودھری (بہری):598,599

کرم داد چودھری (فتووالہ):597

کرم دین بخاری، حافظ:578

کرم دین، حافظ (پنڈ دادنخان):580

کرم دین، قاضی (پنڈ دادنخان):580

کرم علی چدھڑ (للہ):629

کریم الدین، مولانا:393

کعب:43,45

کفائت احمد، مولانا:572

کلاب:43,45

کلب علی خان:490,491

کلیم اللہ چشتی:443

کلیم الرسول، صاحبزادہ:666

کمال الدین، میر:442

کمال کشمیری، مولانا:357

کمال کیتھلی، شاہ:354,357,372

کنانہ:43,44

کنتا خوجہ:30

کنفیوشس:39

کوکہ، مرزا (خان اعظم):,339, 364

395,396

(گ)

گل بادشاہ، پیر (موہڑہ شریف):656

گلزار احمد مظاہری، مولانا:689

گلشن، شاہ:444

گل محمد، صاحبزادہ:537,539,553,558

562,563,587,603

گل محمد کلیار، میاں:508, 509

گوتم بدھ:39

گوہر آرا بیگم:413

گہر بانو، مائی (میرا):697

(ل)

لات:41, 50

لال خان، صوبیدار:649,655,656

لالہ بیگ:395

لبینہ:50

لخمی حکومت:40

لطف اللہ خان:505

لطیف شاہ، سید:714

www.maktabah.org

لعل دین، میاں (جندران):554
لقمان حکیم:44
لقمان، میاں (سدوال):577
لوئی:43, 45
لودھی خاندان:301
لیث بن سعد:160

(م)

مآرب ڈیم:40
مائی صاحبہ چاوہ والے:588,633
ماجی صاحبہ:623,629,714
مالک:43,44
مالک، امام:23,155,156,205,
383,392
مالک بن نویرہ:127
مامون الرشید عباسی، خلیفہ:163
مان سنگھ، راجا:394
مبارک، شیخ:334
متوکل عباسی، خلیفہ:163
مثنی:127,128
مجوسیت:41
مجد الدولہ، نواب:466
مجدد الف ثانیؒ، حضرت:,24,28,30,31
154,239,269290,302,335,340,
343, 344, 350, 52-412,423-427,
432-434,439,444-447,459,472,
477,478,481,489,492,503,526,
536,543,544,548,569,587,610,
615,617,651,656,657,672,674,
681,713
مجیب بابر، صاحبزادہ:665
محبوب الرحمٰن، صاحبزادہ:610
محبوب عالم، مولوی:597, 580
محمد ابراہیم، مولانا (چنن):532,576,599
محمد ابراہیم، مولانا (سیتھل):,576, 578
607,622, 626
محمد ابراہیم، مولانا (شہید انوالی):,576
615,517, 633
محمد ابوبکر (رتہ):702
محمد ابوبکر (للہ):699
محمد اجمل، حکیم (للہ):570
محمد احسان:455
محمد احسان اللہ (میرا):697
محمد احسن، مفتی:526
محمد احمد شاہ:599
محمد ارشاد حسین، مولانا:492
محمد اسلم پیرہ:577
محمد اسلم سجاد، علامہ:675
محمد اسمٰعیل چاوی، مولانا:575
محمد اشرف (بن حضرت مجدد):388
محمد اشرف (بن خواجہ محمد معصوم):412,427
محمد اعظم خواجہ (کھوکھر زیریں):581
محمد اعظم، خواجہ (بن خواجہ سیف الدین):434

www.maktabah.org

محمد اعظم، شہزادہ:432

محمد افضل سیالکوٹی، حاجی:443,445,447

محمد افضل، صوفی (بھلوال):700,701

محمد افضل، مولانا:713

محمد اکبر (میر ا):696

محمد اکرام، شیخ:336

محمد اکرم (میر ا):697

محمد الحافظی بخاری:256

محمد امین، حافظ:623

محمد امین، حافظ (للیانی):611

محمد انور، قاضی:575

محمد ایوب خان، بریگیڈیر:649

محمد بابا سماسیؒ، خواجہ:,28, 239, 241-243

246,256,260,262,557

محمد باقر، امام:154,157

محمد باقر لاہوری:428

محمد باقی، شیخ:439

محمد بخش، حکیم:508

محمد بخش (ڈھڈی):637

محمد بخش، میاں (کوڑہ):580

محمد بن ابی بکر:149

محمد بن اسحاق:156

محمد بن امام جعفر:157

محمد بن حنفیہ:133,442

محمد بن عبدالوہاب:524,674

محمد بن قاسم:523

محمد بلال الرسول:720

محمد پارسا، خواجہ:,222,285,290,291

294,295

محمد جان، مولانا:493

محمد جعفر (بن خواجہ محمد اشرف):427

محمد جی، مولانا (راولپنڈی):641,644,658

محمد حجتہ اللہ، صاحبزادہ ڈاکٹر:665,666,679

محمد حسنات الرسول، صاحبزادہ:,15,701

703,709-712,721

محمد حسن خان (بجنور):,12,13,527,532

540, 542, 555, 557, 559,

566-569,586,587,590,602,616,

622,676,716

محمد حسن عرب:467

محمد حسن:455

محمد حسن، منشی (للہ):637,656

محمد حسن، میاں (رتہ):,682,699

704,713

محمد حسین آزاد:466

محمد حماد الرسول، صاحبزادہ:708,721

محمد حنیف، کابلی:412,428

محمد حنیف، مولوی:645

محمد خان:335

محمد خان پھکھرا (للہ):698

محمد خان، حافظ:515,516

محمد خان، علی زئی:522

www.maktabah.org

محمد خرکوشی:284

محمد، خواجہ (بن علی رامیتنی):236,237

محمد در آہنی، اخی:283

محمد دین (بابا امام):559,581

محمد دین پیرہ، حافظ:577,586,623

محمد دین چنیوٹی، مولانا:580

محمد دین، حافظ (للہ):580

محمد دین، میاں (ڈنگہ):618

محمد رسول اللہ ﷺ:,37,27-24,21,19-17
128,130,133-147,155,157,161,
179,181-183,201,208,210,213,
229,232,233,247,248,251,252,
260,262,267,268,270,274,275,
278,279,294,308,314,315,330,
332,343,347,349,350,352,353,
363,369-372,375,378,380,383,
387,391-393,396,401,402,409,
411,413-417,419,423,424,426,
428,430,432,435,446,447,449,
450,452-454,461,462,465,470,
471,474-479,481,488,492,506,
510,511,528,530,534,537,540,
546,548,549,551,552,564,567,
590,647,671,688,707

محمد رضاء الدین صدیقی:15

محمد رضا، قاضی (تلی):579

محمد رمضان ڈاچی والا:713

محمد رمضان، مولوی:688,692

محمد زاہد درویش:282

محمد زاہدؒ، مولانا خواجہ:323-325

محمد زبیرؒ، خواجہ:426,433,444,478,672

محمد زمان، میاں (مردلہ):581

محمد سردار، (حافظ):526

محمد سرور، قاضی:575

محمد سعد الرسول:720

محمد سعید احمد، حاجی (ٹھٹی مرڑاں):711

محمد سعید، خواجہ (بن حضرت مجدد):,379
386-387,388,391,410,424-426,429

محمد سعید، قاضی:575

محمد سلیم الرسول، صاحبزادہ:720

محمد سیف الدینؒ، خواجہ:,412,427
429-435,489,672

محمد شاہ، بادشاہ:441,457

محمد شاہ، خواجہ سید:516-518

محمد شاہ، سید (سید بلی):581

محمد شریف حافظ، ڈاکٹر (امریکہ):680

محمد شریف، ڈاکٹر (مصنف المقبول):,635
641,644,652,657,658

محمد شکر اللہ خان، رانا:672

محمد شمیم الرسول، صاحبزادہ:720

محمد شیر مکھرا (للہ):698

محمد صادق حلوائی، مولانا:336

محمد صادق، خواجہ (بن حضرت مجدد):,366
384-386, 406

محمد صادق، خواجہ (خلیفہ حضرت مجدد):393

محمد صبغۃ اللہ (بن خواجہ محمد معصوم):412,425

محمد صبغۃ اللہ، صاحبزادہ:636,664,665

www.maktabah.org

محمد صدیق پشاوری:412,422,428

محمد صدیق، حافظ (سالم):651

محمد صدیق، خواجہ (بن خواجہ محمد معصوم):,428, 445

محمد صدیق، شیخ:392

محمد عابد سنامیؒ:445,446,448,453

محمد عابد (للہ):575

محمد عابد نورخانوی:615

محمد عاشور بخاری، حاجی:416

محمد عالم، مولوی:580

محمد عبداللہ، مولانا (چاوہ):575

محمد عبدالرسول، ثالث حضرت:,14,15,564, 566,571,573,577,588,607,609, 610,613,629,632-634,637,638, 641,659,669,675,713

محمد عبدالرسول، صاحبزادہ (راقم الحروف):,15, 520,569,570,572,573,588,593, 608,615,617,620,623,628,629, 636,640,653,656,667,670,672,673, 678-681,683,687,690,693-695, 703,704,406,707,710,711,713-721

محمد عبدالغنی، منشی (جھیورانوالی):589,602

محمد عبیداللہ (بن خواجہ محمد معصوم):,412,414, 416,424,426,427

محمد عثمان، خواجہ:491

محمد عثمان (للہ):699

محمد عثمان، مولوی:711

محمد عرفان الرسول، صاحبزادہ:,680,695, 701,703,710,712,721

محمد عظیم (ڈھڈی):637

محمد عظیم، مولانا:526

محمد عظیم، مولوی:499

محمد علی جوہر، مولانا:684

محمد علیم اللہ جلال آبادی:428

محمد عمر بیربلویؒ، مولانا:,565,573,655, 660,705,710

محمد عمر (للہ):699

محمد عیسیٰ (بن حضرت مجدد):385,388

محمد غوث گیلانی، شیخ:301

محمد غوری، سلطان:219

محمد فاتح، سلطان:301

محمد فاروق، قاضی:575

محمد فرحان الرسول:720

محمد فرخ (بن حضرت مجدد):385,388

محمد فضل الرسول، صاحبزادہ:629,630,670

محمد قاسم، حضرت (موہڑہ شریف):703

محمد کلاہ دوز خوارزمیؒ:239

محمد محبوب الرسول، رابع حضرت ثانی:,566,569, 576,577,581,605,606,608,610, 620,629-631,637,653,663,666, 667,669-716

محمد محسن، حافظ:435,438

محمد محمود الرسول، صاحبزادہ:703,708,709

محمد مسعود الرسول، صاحبزادہ ڈاکٹر:,680,681, 690,695,702-704,708,720

www.maktabah.org

محمد مسعود، شیخ (برادر حضرت مجدد): 383,385
محمد مصطفیٰ شاہ گیلانی: 518
محمد مطلوب الرسول، صاحبزادہ: 15,572,588,
636,653,657-663,710,720
محمد معصوم (بن شاہ عبدالرشید): 491
محمد معصوم بریلوی: 565
محمد معصومؒ، خواجہ: 28,333,366,367,379,
386-388,391,405-432,435,436,
551,555,569,587,672
محمد معصوم، مولوی:
محمد مغربی، خواجہ:
محمد مقبول الرسول، رابع حضرت: 566,571,
572,577,629,631-667,669,670
674,690,703,708,712,713,716,720
محمد مقصود الرسول، صاحبزادہ: 623,636,640,
654,658,663,664,679,690,695,716
محمد مکرم، میاں: 602,603
محمد ممتاز چودھری (مٹھہ لک): 605,700
محمد، مولانا: 306
محمد نعمان، میر: 365,381,389,390
محمد نقشبند (بن خواجہ محمد معصوم): 412,425,
426,434,445
محمد نواز ڈاہر، مہر: 520
محمد نوشہ قادری (گنج بخش): 682
محمد واسع، خواجہ: 259
محمد وسیم الرسول، میجر صاحبزادہ: 720,721
محمد ولایت، میاں (سویہ): 682,704
محمد ہاشم کشمی، خواجہ: 373,389,406
محمد یار لکھیوالی، مولوی: 536,579
محمد یٰسین، صوفی (سیتھی): 649
محمد یٰسین، صوفی (للہ): 683
محمد یحییٰ: 555
محمد یحییٰ (بن حضرت مجدد): 388
محمد یعقوب، حکیم: 661-663
محمد یوسف، مولانا: 393
محمود الحسن: 607
محمود انجیر فغنوی، خواجہ: 28,221-224,226,
259,260,262
محمود باوردی، خواجہ: 239
محمود جی، مولوی: 522
محمود سپرا: 580
محمود غزنوی، سلطان: 175,178-181
محمود مرزا، سلطان: 307,308
مخدوم جہانیاں جہاں گشت: 255,256,254
مخدوم، حافظ (مونگ رسول): 581
مخدوم (کرم الٰہی): 681,713
مخزوم: 43
مدت شاہ، سید (دلمیال): 581
مدرکہ: 43,44
مراد بن علی بخاری: 28,333,412,428
مراد، حافظ: 623
مرتضیٰ خان، نواب (دیکھئے فرید بخاری، شیخ)

www.maktabah.org

مرغنی، شیخ:23
مرہ:43,44
مرید تحریک:29,30,31
مریم، حضرت:136
مزدآخن، خواجہ:259
مزدک:38
مزمل، شیخ:393
مسافر خوارزمی، خواجہ:279
مستعصم باللہ، خلیفہ:225
مستعین عباسی، خلیفہ:163
مسعود الرحمن نورطانوی، صاجزادہ:610,710
مسیلمہ کذاب:126,128
مشتاق احمد شاہ، سید:520
مشتاق احمد، میجر (میرا):296
مصحفی (شاعر):463
مصعب بن عمیرؓ:53,147
مضر:43,44
مطلب:46
مطیع الرسول، صاجزادہ:664
مظفر قادری شاہ:443
مظہر جانجاناں شہید، مرزا:436-439,
441-471,488,500,521,542,
548,674
معاذ بن جبل:147
معاویہ، امیر:43,118,126,149,383
معتز عباسی، خلیفہ:163
معتصم عباسی، خلیفہ:163
معتمد عباسی، خلیفہ:163
معد:43,44
مغلیہ خاندان (سلطنت):307,323,329,
401,441
معین الدین چشتی، خواجہ:27,219,381
مقداد:147
مکرم خان، نواب:436,439
ملاشور بازار:656,657
ملک شاہ:197
منات:41
منتصر عباسی، خلیفہ:163
منصور درویش:247
منصور حلاج:229,230,267
منصور، شیخ:29
منصور عباسی، خلیفہ:153,156
منگوخان:225
منیر احمد شاہ، سید:520
موازمیر (للہ):693
موسیٰ بن جعفر:156
موسیٰ بھٹی، ملا:428
موسیٰ کاظم، امام:157
مولا بخش، حاجی (مٹھ لک):700
مولویہ سلسلہ:27,196,226
مہابت خان:364
مہاجرین امیہ:127

www.maktabah.org

مہتدی عباسی، خلیفہ:163

مہر علی شاہ، پیر:671

میاں احمد (ڈیرہ اسمٰعیل خان):522

میاں احمد (کھوتکہ):672

میاں محمد (احمد آباد):628,667

میاں محمد (بلوال):694

میاں محمد (کھوتکہ):573

میاں مرزا:667

میسرہ:48

(ن)

نابلسی (دیکھئے عبدالغنی نابلسی)

نادر خان، صوبیدار:690

نادر درویش:698

نادر شاہ:441

نادر مہر (للہ):706

ناصر الدین قادری، شاہ:470

ناصر جمیل (رتہ):573

ناصر علی سرہندی:421

نتھا، میاں:594

نجاشی:51

نجف خان اصفہانی، وزیر:465,466

نجم الدین کبرا:27,219

نجیب اللہ خان قصوری:495

نجیب اللہ خان نجیب آبادیؒ، حضرت:569,716

نجیب الرسول یحییٰ، صاحبزادہ:666

نجیت علی عباس، صاحبزادہ:665

نذیر احمد شاہ، سید:517,518

نزار:43

نسر:41

نصیب شہباز، صاحبزادہ:665

نصیر الدین چراغ دہلی:241

نضر:43

نظام الدین اولیاء، خواجہ:226,350,439, 478,492,569

نظام الدین، مولانا:303,310

نظام الملک طوسی:196,198

نظام الملک، نواب:458,469

نظام حیدر آباد:640

نظام شاہ:381

نظام، ملا:414

نظامیہ بغداد (مدرسہ):198,199,202

نعیم اللہ بہڑائچی، مولوی:467

نعیم الرسول، صاحبزادہ:663

نفس زکیہ علوی:153

نقشبندؒ، خواجہ بہاء الدین:27,28,205,217, 220,242,249,253,255-291,292, 294,295,297-299,301,303,304, 310,320,321,330,337,363,418, 436,451,456,471,472,477,478, 482,488,542,546,547,574,576

نقیب شہزاد، صاحبزادہ:665

نمرود:279

نواب، حافظ:638,659

www.maktabah.org

نواب خان فیروز جنگ:458

نواب شاہ، سید (ڈھریالہ):581

نوراحمد نورخانوی، حافظ:580,615

نورالٰہی (میرا):697

نورالحق، حکیم:570,626,629

نورلدین:621

نورالدین، حاجی:422,423

نورالدین، حافظ:521

نورالدین حکیم:534,575

نورالدین خوافی، شیخ:326

نورالدین، سلطان:200,205

نورالدین گوجر:625

نورالدین، مولوی (سدوال):610

نورالعین:505

نورجہاں، ملکہ:362,380,394,401

نورحسین:505

نوردین درویش (للہ):713

نور، شیخ:392

نورمحمد بدایونیؒ، سید:435-439,443,
444,447

نورمحمد رتوی، میاں:580

نورمحمد، مولانا (اوڈھروال):580

نورمحمد، مولانا (تلی):579

نورمحمد، میاں (تلی):554

نور مصطفیٰ، میاں (ملتان نزدٹمن):581

نوشاہیہ سلسلہ:682

نوشیرواں، کسریٰ:37

نووی، امام:25,155

نیک روز (درویش):286

نیک عالم، پیر:600,659

نیک محمد، میاں:578

(و)

واثق عباسی، خلیفہ:163

وارث شاہ، پیر:496,520

وارث، میاں (جندراں):581

واعظ کاشفی، علی بن حسین:256

وجیہہ الرسول، صاحبزادہ:664

وُد:41

وزیر حسین، حافظ (بھون):671,701

وقادالرسول:708

وقارالرسول:712

ولی اللہ، شاہ:241,339,391,448,467,
471,481,489,524,543,694

ولی النبی، مولانا:492

ولیداول (خلیفہ):151

ولی دکنی:463

ولی محمد، مولانا:522

ولی محمد (موہلہ):600

وہاب الدین:602

(ہ)

ہاشم:43,46

ہاشم جالیسری، میر:443

www.maktabah.org

ہبل: 41
ہردے رام: 403
ہرش، راجا: 39
ہرقل، قیصر: 38,128
ہرمز: 128
ہشام بن عبدالملک (خلیفہ): 149
ہلاکوخان: 225
ہندومت: 39
ہیلی، مسٹر: 619

(ی)

یار حسن خان (سوات): 713
یار محمد: 335
یار محمد بدخشی، خواجہ: 373, 393
یار محمد قدیم طالقانی: 393
یحییٰ بن سعد: 150
یحییٰ بن سعید انصاری: 156
یحییٰ معاذ رازی: 417
یزید (بن معاویہ): 474
یسویہ، سلسلہ: 26,27,199,200,264
یعقوب چرخیؒ، مولانا خواجہ: 280,291,
297-300,303-305,323
یعقوب کشمیری، مولانا: 357,359
یعوق: 41
یغوث: 41
یوسف علیہ السلام، حضرت: 136
یوسف گردیزی، سید: 428
یوسف ہمدانیؒ، خواجہ: 27,196-203,
205,207
یہودیت: 41

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

تصوف کے جملہ سلاسل اپنے مزاج اور کردار کے اعتبار سے روح اسلام ہی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ گویا ایک ہی چشمہ صافی سے پھوٹنے والی فیض بخش و فیض رساں ندیاں ہیں یا یوں کہیے کہ مختلف احوال و مناظر پر مشتمل راستے ہیں جن سب کا منتہیٰ و مقصود ایک ہی ہے۔ تصوف میں مختلف دبستان ہائے فکر کا ظہور پذیر ہونا، اس کے وجود کو مشکوک نہیں بناتا بلکہ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ اس میں ہر زمانے اور ہر ماحول کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی بھرپور صلاحیت ہے اور اگر کوئی امعان نظر سے جائزہ لے تو وہ بہت جلد اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ ان مختلف سلاسل میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص کردار ہے اور یہ سب ایک ہی کُل سے منسلک ہیں اور اپنے اپنے مخصوص فرائض کی بجا آوری سے ایک اجتماعی فضاء تشکیل دیتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تصوف کے سلاسل میں ایک مضبوط اور توانا سلسلہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اس کی تاسیس حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور آپ کے مرید مخلص اور تاریخ اسلام کے آفتاب تابندہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بام عروج تک پہنچا دیا اور یہ لڑی آپ کے اسم گرامی سے منسوب ہوکر ''مجددی'' کہلائی۔ زیر نظر کتاب تاریخ تصوف کی کتابوں میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اولیائے کرام کے تذکروں میں عام طور پر انکی شخصیت، روحانی کمالات اور کشف و کرامات کا ذکر تو کیا جاتا ہے لیکن ان کے عہد کی تاریخ اور عصر موجود پر ان کے اثرات پر توجہ نہیں دی جاتی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بھرپور شخصیت اپنے ماحول، معاشرے اور اپنے دور کی سیاسی اور معاشرتی تاریخ سے بالکل الگ تھلگ ہوکر زندگی گذارے خاص طور پر صوفیائے کرام کہ جن کے ''زاویے'' تہذیب و تمدن اور علم و حکمت کے گہوارے ہوا کرتے ہیں۔ اس تالیف میں عام روش سے ہٹ کر ایک منفرد اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ صاحب کتاب ایک نامی گرامی خانوادہ نقشبندیہ کے چشم و چراغ ہیں اور وطن عزیز کے نامور ماہر تعلیم اور مورخ بھی۔ اس طرح ان کی شخصیت قدیم خانقاہی روایات سے مکمل واقفیت اور جدید اسلوب تحقیق سے کامل آگہی کا خوبصورت سنگم ہے۔ سوانہوں نے اپنی عبقری ذہانت کی بدولت صوفیائے کرام کے تذکروں کو ایک نئی اُپج دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قبلہ صاحبزادہ صاحب کی یہ کتاب ایک روایت ساز کتاب ثابت ہوگی۔

(زاویہ نشین: محمد رضاء الدین صدیقی)

زاویہ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) لاہور
C-8 دربار مارکیٹ لاہور
Phone: +92-42-7113553, 7117152,
Mob: 0300-4360320, 0300-4355534
E-mail: zaviafoundation@hotmail.com

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.